اخلاق محمدؐ

(حصہ اول)

حسینی

۷۸۶

انسان کامل

المعروف بہ

اخلاق محمدؐ

حصّہ اوّل

مصنّفہ

ایم ۔ ایچ حسینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارفِ کتاب

از قلم عالی جناب مولانا حضرت محمد مصطفیٰ جوہر صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عربی، فارسی اور اردو میں بکثرت کتابیں موجود ہیں اور آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی۔ لیکن ان سب کا انداز اپنے اپنے مصنف کے رجحان طبیعت کا آئینہ ہے۔ کوئی فقط تاریخ کو سامنے رکھتا ہے اور کوئی صرف معاشرتی پہلو کے اندر اپنی سعی کو منحصر کر دیتا ہے، بعض کی تصنیف غزوات سے وابستہ رہی اور بس! ارباب ایمان و یقین ان تمام تصنیفوں پر نظر ثانی کرنیکے بعد یہ کہنے سے دریغ نہیں کرتے کہ ان سے معرفت کی تشنگی دور نہیں ہوتی۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی ذات اقدس ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا مصداق حقیقی ہے۔

جسطرح ذات اقدس الٰہی حکیم علی الاطلاق کی اور اس کے صفات کی بحث اذہانِ عالم کو راہ معرفت پر لگانے کیلئے عقلی استدلال کی محتاج ہے۔ اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کی سیرت اذہانِ عالم کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی محتاج ہے کہ اسے قاعدہ علم اخلاق کے ذریعہ پیش کیا جائے۔ اور یہ کام ابتک نہ ہوا تھا کہ عامہ مسلمین کو اس انداز سے پیغمبر اکرمؐ کی سیرت سے روشناس کرایا جائے۔

زیر تقریظ کتاب اسی مذکورہ بالا خصوصیت کی حامل ہے کہ علم اخلاق کے بنیادی اصول سامنے رکھے گئے ہیں اور ہر اصل و قاعدہ کے فروع جو علمائے علم اخلاق نے پیدا کئے ہیں ان کی سرخیاں قائم کر کے ہر عنوان کے ماتحت صاحبِ خلق عظیم کے واقعات زندگی سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ میرے محترم دوست جناب ڈاکٹر الحاج سید مجاور حسین حسینی صاحب زاد فضلہم السامی مستحقِ صد ہزار شکریہ اور لائق صد ہزار مبارکباد ہیں کہ موصوف نے پینتیس برس عرق ریزی کر کے ایسی کتاب تیار کی ہے جو قوم کیلئے احسانِ عظیم کا حکم رکھتی ہے۔ اور اب جلد تر ارباب دانش و بینش کی نگاہوں کے سامنے آرہی ہے۔ اس کتاب میں ایک طرف علم اخلاق کا درس ہے تو دوسری طرف مورخین کیلئے ریسرچ کی رہبری ایک جانب اہل اسلام کے اسوۂ حسنہ کے متعلق ہدایت ہے تو دوسری جانب غیر مسلمین کیلئے تحدی (چیلنج) کہ اس کا مکمل احاطہ میں ایسا مکمل انسان دلیل کے ساتھ پیش کرو۔ جس کی زندگی کا ہر پہلو حکمت آموز اور مظہر اعجاز ہو یہ کتاب نہ تو خاتم النبیین کی سوانح حیات کہی جاسکتی ہے اور نہ تاریخ اسلام نہ علم اخلاق کی کتاب سے موسوم ہو سکتی ہے اور نہ کوئی ریسرچ بلکہ اسے انک لعلی خلق عظیم (سورہ نون عظما) کی تفسیر کہئے اور بس اسی میں سب کچھ ہے۔ ہر مرد مسلم پر اس کتاب کا مطالعہ فرض ہے کیونکہ اس میں مطلوب باری تعالیٰ کا حق ادا کیا گیا ہے۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ — احقر محمد مصطفیٰ جوہر عفی اللہ عن جرائمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (قرآن) انک لعلیٰ خلق عظیم (قرآن)
سیرتِ پیغمبر اسلام حیاتِ انسانی کیلئے بہترین دستور العمل ہے۔ اے محمدؐ یقیناً آپ خلقِ عظیم پر فائز ہیں (قرآن)
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (قرآن)
آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تمہارے لئے پورا کر دیا، اور میں تمہارے لیے دین اسلام کو راضی ہوا

انسانِ کامل

المعروف بہ

اخلاق محمدؐ

حصہ اوّل

اخلاق پیغمبر اسلام کو تاریخی واقعات کتب مستند و معتبرہ سے پیش کیا گیا ہے

مصنّفہ
الحاج سید مجاور حسین رضوی المعروف بہ ڈاکٹر حسینی
قصر حسینی، طارق روڈ سوسائٹی کراچی

انتساب

اس کتاب کو

ان ذوات مقدس کے نام پر معنون کیا جاتا ہے جو اسوۂ حسنہ پیغمبر اسلام پر عمل کر کے قد افلح المومنون کے مصداق ہو چکے۔ اور نیز ان افراد کے نام پر انتساب کیا جاتا ہے جن کے کردار میں اس اسوہ حسنہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور وہ افراد معاشرہ انسانی کیلئے مشعل راہ اور منارہ ہدایت ہیں۔

حسینی

مطبوعہ :- ... ایجوکیشنل پریس کراچی
ناشر :- .....

فہرست کتب اسناد کتاب

نمبر شمار	اسناد کتب	نام مصنف	توثیق
۱	تاریخ ابو الفدا	اسمٰعیل ابو الفدا ۷۳۲ھ	کشف الظنون و تذکرۃ الحفاظ ذہبی
۲	تاریخ ابن عساکر	ابن عساکر	ابن عساکر الامام الحافظ الشام فخر الائمۃ ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الدمشقی الشافعی
۳	تاریخ الکامل	ابن اثیر جزری	تذکرۃ الحفاظ ذہبی وفیات الاعیان (خلکان) ابن اثیر الامام العلامہ فخر العلماء عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن الاثیر الجزری کان مکملاً فی الفضائل جامع فضائل و کمالات ذات تھی۔
۴	تاریخ خمیس	حسین دیار بکری	خمیس فی السیر للقاضی حسین بن محمد الدیار بکری المالکی نزیل مکۃ المکرمۃ المتوفی ۹۶۶ھ وھو کتاب المشہور۔
۵	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون	کشف الظنون۔ تاریخ ابن خلدون القاضی عبد الرحمٰن بن محمد الحضرمی المالکی المتوفی ۸۰۸ھ
۶	تاریخ الخلفاء	سیوطی	کشف الظنون، تاریخ الخلفاء لجلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ وھو احسن ما صنف فیہ
۷	تاریخ ابن جریر طبری	ابن جریر طبری	کشف الظنون ہو الامام ابو جعفر بن جریر المتوفی ۳۱۰ھ، تذکرۃ الحفاظ ابو جعفر طبری احد الاعلام لہ کتاب الکبیر المشہور فی تاریخ الامم ولہ کتاب التفسیر الذی لم یصنف مثلہ وفیات الاعیان، وکان من الائمۃ المجتہدین وکان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ اصح التواریخ واثبتہا۔
۸	تذکرہ خواص الائمہ	سبط ابن جوزی	تاریخ ابن الوردی و فی ۶۵۶ھ توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعظ فاضل لہ مراۃ الزمان تاریخ جامع ولہ تذکرہ الخواص من الامت فی مناقب

نمبر شمار	اسناد کتاب	نام مصنف	توثیق
۹	جامع ترمذی	محمد بن علی ترمذی	کشف الظنون جامع الصحیح للامام الحافظ محمد من سورۃ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
۱۰	جذب القلوب	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	تذکرہ علمائے ہند شیخ عبد القادر بن سیف الدین بن سعد اللہ اترک دہلوی، البخاری فقیہ و محدث بقیہ السلف و حجۃ الخلف جامع علوم ظاہر و باطن
۱۱	حبیب السیر	غیاث الدین ہروی	کشف الظنون۔ حبیب السیر فارسی لغیاث الدین بن ہمام هو فی مجلدات الکبار من کتب الممتعۃ المعتبرۃ
۱۲	خصائص نسائی	محدث نسائی	کشف الظنون خصائص فی فضل علی ابن ابی طالبؓ للامام ابی عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی الحافظ المتوفی ۳۰۳ھ۔
۱۳	روضۃ الاحباب	جمال الدین محدث	کشف الظنون و حدائق الحنفیہ فی سیرت النبی والآل والاصحاب فارسی لجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی ۱۰۰۰ھ فی مجلدین جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب آپ اعاظم اولاد امجاد خیر الانام سے ہیں۔ جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے عدیل تھے۔ کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب میں سیرت النبی و آل و اصحاب النبی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی ہے۔
۱۴	روضۃ الصفا	محمد بن خاوندشاہ	کشف الظنون، روضۃ الصفا فی سیرت الانبیاء والملوک والخلفاء للمورخ محمد بن خاوندشاہ المتوفی ۹۰۳ھ۔

نمبر شمار	اسناد کتاب	نام مصنف	توثیق
۱۵	سیرت ابن ہشام	عبدالملک ابن ہشام	کشف الظنون اول من صنف فی السیر الامام المعروف بہ محمد بن اسحاق رئیس اہل المغازی المتوفی ۱۵۱ سنۃ د دو ہنا ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۔ ۲۱۸ سنۃ فاحسن واجاد ۔
۱۶	شواہد النبوت	ملا جامی	کشف الظنون ، شواہد النبوۃ فارسی لمولانا نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد الجامی ۔ تاریخ خمیس میں لکھا ہے انتخبتہا من الکتب المعتبرہ دھی التفسیر الکبیر والکشاف الشواہد النبوۃ دمواہب الدنیہ ۔
۱۷	صحیح بخاری صحیح مسلم	محمد بن اسمٰعیل بخاری مسلم بن الحجاج نیشاپوری	کشف الظنون جامع الصحیح المشہور الصحیح بخاری للامام ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ سنۃ دھو الاول الکتب السنۃ فی الحدیث وافضلہا علی مذہب المختار قال امام نووی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الکتب بعد القرآن الکریم الصحیحان صحیح بخاری ومسلم ۔
۱۸	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	کشف الظنون الصواعق المحرقہ للشیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی مفتی الحجاز المتوفی ۹۷۳ سنۃ ۔
۱۹	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی	کشف الظنون ، طبقات الصحابہ والتابعین لابی عبداللہ محمد بن سعد الزہری البصری کاتب الواقدی المتوفی ۲۳۱ سنۃ وفیات الاعیان احد الفضلاء النبلاء الاجلاء صنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابہ وکان کثیر العلم والروایات ۔ الفاروق شبلی نعمانی ، محمد بن سعد نہایت ثقہ اور معتمد مورخ ہے ۔

نمبر شمار	اسناد کتاب	نام مصنف	توثیق
۲۰	کتاب الامامة و السیاسة	ابن قتیبہ کاتب دینوری	مقدمہ کتاب الامامة والسیاسة مصنفہ محمود رافعی طبع مصر۔ کتاب الامامة والسیاسة لابن قتیبہ الدینوری وجدتہ فریداً و فیات الاعیان ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری کان فاضلاً ثقة سکن بغداد ۔
۲۱	کنز العمال	شیخ علی متقی	کشف الظنون و اور اخبار الاخیار شیخ عبدالحق دہلوی محدث شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدنی و دچشتی در مکہ معظمہ رخت اقامہ نہادہ وعالم را بانوار طاعت ومجاہدات و باثار افادت علوم دینی واقامت معارف یقینی مستیز و مستفید ساخت ..... جامع صغیر و جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی را کہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ شیخ ابوالحسن بکری می فرمودند للسیوطی منة علی العالمین و للمتقی منة علیہ ۔
۲۲	مسند احمد حنبل	امام المحدثین احمد حنبل	کشف الظنون ۔ مسند الامام احمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کتاب الجلیل و ان احمد حنبل شرط فیہ لا یخرج الاحدیثا صحیحاً عندہ ۔ بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی ۔ امام احمد اولاد خود را جمع کردہ گفت ۔ از ہفت لک پنجاہ ہزار حدیث جمع کردہ ام اگر مسلماناں را اختلاف واقع شود در احادیثے باید کہ بایں کتاب رجوع آرند
۲۳	مستدرک حاکم	حاکم نیشاپوری	کشف الظنون ۔ مستدرک علی الصحیحین فی الحدیث للشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف

			بالحاکم النیشاپوری الحافظ المتوفی ۴۰۵ھ وفیات الاعیان (ابن خلکان) امام اہل الحدیث فی عصرہ المولف فی الکتب لم یسبق الی مثلہا کان عالما عارفاً واسع العلم۔
۲۴	موطا۔ مالک	امام المحدثین مالک	کشف الظنون۔ موطا فی الحدیث للامام مالک بن انس بن مالک الاصبحی المدنی امام دار الہجرۃ المتوفی ۱۷۹ھ۔
۲۵	مروج الذہب	مسعودی	کشف الظنون۔ مروج الذہب لابی الحسن علی بن حسین بن علی المسعودی المتوفی ۳۴۶ھ الفاروق۔ شبلی نعمانی۔ ابو الحسن مسعودی فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا۔
۲۶	مواہب الدنیہ	قسطلانی	کشف الظنون۔ المواہب الدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد قسطلانی وھوا کتاب جلیل القدر کثیر النفع۔
۲۷	ملل و نحل	شہرستانی	کشف الظنون فقد قال تاج الدین السبکی ھو عندی خیر کتاب صنف فی ھذا الباب۔ ابو الفتح بن عبد الکریم الشہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ وفیات الاعیان۔ ابو الفتح محمد بن ابو القاسم عبد الکریم کان اماما فقیہا متکلما۔
۲۸	مدارج النبوت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	عجالہ نافعہ شاہ عبد العزیز دہلوی مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث مبسوط ترین کتاب است
۲۹	وفیات الاعیان	ابن خلکان	کشف الظنون وفیات الاعیان للقاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد المعروف بہ ابن خلکان الشافعی المتوفی ۶۸۱ھ۔

۳۰	روضۃ المناظر	ابن شحنہ حلبی	حدائق الحنفیہ محمد بن محمد شحنہ محب الدین ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۱۷ھ میں وفات پائی علم حدیث کے بڑے محدث تھے۔ امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے۔
۳۱	ریاض النضرہ	محب الدین طبری	کشف الظنون۔ ریاض النضرہ فی الفضائل العشرہ لمحب الدین طبری شافعی۔
۳۲	حیات الحیوان	محمد بن عیسیٰ دمیری	کشف الظنون، حیوۃ الحیوان دمیری للشیخ کمال الدین محمد عیسیٰ الدمیری الشافعی المتوفی ۸۰۸ھ۔
۳۳	اسنی المطالب	شمس الدین جزری	بستان المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی شمس الدین مشہور بہ ابن جزری از حافظ ابن کثیر فقہ و حدیث آموخت از محمد بن اسمٰعیل بخاری نیز اجازت دارد، در ملک روم اورا امام اعظم لقب دادہ بودند۔
۳۴	رحمت اللعالمین	قاضی سید محمد سلیمان	صاحب سیرۃ النبویہ، مطول متوسط اور مختصر
۳۵	استیعاب فی معرفت الاصحاب	امام عبد البر	تذکرۃ الحفاظ ذہبی ابن عبد البر الامام شیخ الاسلام حافظ المغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر لہ توالیف لا مثل لہا و منہا کتاب الاستیعاب لیس لاحد مثلہ۔ سیرۃ النعمان شبلی نعمانی، قاضی ابن عبد البر بہت بڑے محدث و امام ہیں۔
۳۶	اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ	ابن اثیر جزری	کشف الظنون۔ اسد الغابہ للشیخ عز الدین علی بن محمد بن اثیر جزری المتوفی ۶۳۰ھ
۳۷	اصابہ فی معرفت صحابہ	ابن حجر عسقلانی	کشف الظنون۔ اصابہ للحافظ شہاب الدین احمد بن الحجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ

۳۸	اخبار الخلفاء	علی ابن الخبب بغدادی	کشف الظنون، اخبار الخلفاء للشیخ تاج الدین علی بن الخبب بغدادی المتوفی ۶۷۴ھ
۳۹	ذخائر العقبیٰ	طبری شافعی	کشف الظنون، ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری المتوفی ۶۹۴ھ ۔
۴۰	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی	نفحات الانس جامی ۔ امیر سید علی ہمدانی ابن شہاب الدین بن محمد الہمدانی قدس سرہٗ جامع بودہ است میانِ علوم ظاہری و باطنی
۴۱	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	الفاروق شبلی نعمانی ۔ احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا ۔ اس کی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں مسلم ہے ۔
۴۲	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری	
۴۳	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	کشف الظنون ۔ مفاتیح الغیب وھو المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی ۶۸۶ھ ۔
۴۴	ینابیع المودۃ	امام قندوزی	ارجح المطالب ینابیع المودۃ لامام سلیمان البلخی القندوزی ۔
۴۵	سیرۃ النبی	شبلی نعمانی	
۴۶	اسوۃ الرسول	اولاد حیدر بلگرامی	

فہرست مضامین انسان کامل جلد اوّل

تقسیم ابواب کتاب مشتمل بر سہ حصص و مجلدات

حصّہ اوّل

باب الحکمت

(نظری و عملی)

باب الشجاعت، علو ہمت، ثبات، حلم و سکون، تحمّل، تواضع، حمیّت

حصہ دوم

باب عفّت

حیا، صبر، قناعت، وقار، حریّت، سخا، کرم، ایثار، عفو، مروت، مواسات

باب العدالت

صداقت، الفت، وفا، شفقت، صلہ رحم، توکّل، عبادت تسلیم، حسن قضاء

حصہ سوم

باب العلم

علم الٰہیات و معرفت، تدبیر منزل، سیاست مدن، تعلیم اخلاق علم، خاندان (حسب و نسب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یا محمدؐ

انسانِ کامل

سبب تالیف کتاب

یہ کون جان سکتا ہے کہ طبقاتِ زمین، آسمانوں، تاروں، اور شمس و قمر میں کتنی مخلوقات آباد ہے۔ اور ان مخلوقات کی کتنی اقسام ہیں۔ مگر جس وقت سے ہماری اس دنیا کی تاریخ قلمبند ہوئی ہے۔ یا جب سے خدا کے معین کردہ بندے انبیاء اور اولیاء روئے زمین پر آئے ہیں اور جو کچھ انہوں نے بتایا ہے یا جو کچھ اب تک دیکھ کر انسانی عقلوں نے فیصلہ کیا ہے۔ اس سب کا خلاصہ صرف اتنا ہی ہے کہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ شریف و اعظم شخصیت انسان ہے...

انسان کی فضیلت انبیاء نے آسمانوں پر مخلوقات ناری اور نوری کا پتہ بتایا۔ مگر ان کو بھی انسان سے پست تر بتایا۔ اور اگر اہل عالم نے صدیوں کے تجربات کی بناء پر لاتعداد حیوانات، جمادات وغیرہ کے حالات معلوم کئے تو بھی انسان ہی کو اشرف مخلوقات عالم قرار دیا۔ چونکہ تمام موجودات عالم پر انسان کی بزرگی و عظمت ثابت ہے اور اس معاملہ میں کوئی دوسرا فریق اس کا مدمقابل نہیں ہے۔ لہٰذا اس مبحث کو طول دینا ہی غیر ضروری ہے کہ انسان اشرف و اعظم مخلوقات ہے۔

مختصر یہ کہ تمام مذاہب، عیسائی، یہودی، پارسی، بدھ، ہندو، مسلم وغیرہ بھی اسی بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ انسان کا مرتبہ دنیا کی ہر چیز سے بالا و برتر ہے۔ اور آسمانوں کی مخلوقات یعنی ملائک سے بھی انسان اعلیٰ اور بلند تر ہے۔ انسانی برتری و عظمت کے معاملہ کو طے کرنے کے بعد دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ آخر انسان کی یہ برتری و عظمت کس چیز پر منحصر ہے۔ اور اس کی یہ بلندی و فضیلت کن اسباب کی وجہ سے ہے؟

اس کے جواب میں حکماء زمانہ عام اس سے کہ وہ قدیم حکماء ہوں یا جدید سب متفق ہیں

کہ جمادات، نباتات، حیوانات سے انسان اس لئے اشرف ہے کہ ہر سہ مخلوقات میں قوت ناطقہ یا قوت عقل و ادراک نہیں ہے۔ اور انسان میں ادراک و فہم و عقل موجود ہے۔ اس لئے انسان ان سب مخلوقات سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ حکماء کے اس فیصلہ کی بناء پر ہم کو اس نتیجہ پر پہنچ جانا چاہیئے کہ جمادات، نباتات، حیوانات کو جو قوتیں بھی ملی ہیں۔ وہ ان کی حاصل کردہ قوتیں نہیں ہیں۔ اور نہ ان کے حاصل کرنے پر ان مخلوقات کو کچھ قدرت ہے۔ بلکہ یہ قوتیں تو وہ ہیں جو ان کے خالق کی طرف سے ان کو ملی ہیں۔ ان کے خالق نے جو قوت بھی ان کو دیدی۔ بس یہ اس کے حقدار ہو گئے۔ اس کے علاوہ ان کو کم و زیادہ کا اختیار ہی نہیں ہے۔ اسی طرح انسان کو عقل و فہم یا قوتِ گویائی اور قوتِ ادراک اس کے خالق نے اس کو عطا کردی۔ وہی اس کو مل گئی۔ لہٰذا انسان کو بھی اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔۔۔

اگر انسان اتفاق سے گونگا یا اندھا پیدا ہو جاتا ہے تو اسکو گویا اور بینا کوئی نہیں بنا سکتا۔ اور اگر وہ فاترالعقل یا کم ادراک پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو صاحب ادراک و عقل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس منزل پر پہنچ کر ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ انسان جس شرافت و عظمت و فضیلت کا دعویدار ہے اور وہ ان فضائل پر نازاں ہے۔ یہ سب کچھ اس کے ناز و غرور کیلئے مناسب سامان نہیں ہے، کیونکہ اس شرافت کے اسباب کا عطا کرنے والا اور ایک مختصر و کم جثہ انسان جیسی مخلوق میں عالم کی ہر بڑی سے بڑی مخلوق سے زیادہ قوتیں ودیعت کرنے والا ہی خود اس قابل ہے کہ وہ اپنی اس بے مثل صناعی پر ناز کرے، چنانچہ خدا نے خود قرآن میں یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

"فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ انسان کی خلقت ہی پر خالق کل نے ناز کیا اور فرمایا کہ "صاحب برکت ہے خدا اور وہ بہترین خلق فرمانے والا ہے۔" علاوہ بریں اس شرافت و فضیلت میں جو اس کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے ہر ایک انسان برابر کا حصہ دار ہے۔ رند و شرابی، خونخوار و قمار باز، ظالم و سفاک، قزاق و رہزن، اور اسی طرح نیک و پارسا، عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار سب ہی انسان برابر کے حصہ دار ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک انسان کو خدا کی عطا کردہ شرافت و فضیلت یعنی قوت گویائی، قوت عقل و ادراک رکھنے کی وجہ سے تمام مخلوقاتِ عالم پر فخر و امتیاز حاصل ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ شرافتِ انسانی باعتبار نوع ہے اور انسان کیلئے موقعۂ فخر پر تذکرہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ البتہ خود خالقِ کائنات تمام موجودات کا ذکر کرتے ہوئے

اگر انسان کی خلقت پر فخر کرے اور مقام فخر و امتیاز صناعی میں انسان کو پیش کرے تو بجا و درست ہے۔ چنانچہ قرآن میں اسی طرح کا ایک اشارہ ملتا ہے۔

خدا نے جب آدم کے پتلے کو بنایا اور اس میں اپنی مخلوق خاص یعنی روح کو داخل ہونے کا حکم دیا تو آدم کو تمام موجودات حتیٰ کہ ملائک پر پیش کیا اور اپنی اس بے مثل اور قابلِ فخر صنعت کے سامنے ملائک کے جھک جانے اور سجدہ کرنے کو محبوب سمجھا۔ یہ کیوں؟ صرف اسلئے کہ اس نے تمام موجودات اور مخلوقات پر اس اپنی مخلوق خاص یعنی انسان کو بحیثیت نوع بہتر و اعلیٰ بنایا تھا۔ لیکن اگر انسان خود کو اشرف المخلوقات کہہ کر نازاں ہے تو اس کا یہ ناز بالکل بے جا و فضول ہے کیونکہ اپنی خلقت یا اپنی پیدائشی و خلقی و فطری صفات کا خالق وہ خود نہیں ہے۔ بلکہ خدا ہے۔ اس تمہید سے بآسانی یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ انسان بحیثیت نوع تو تمام انواع مخلو سے بزرگ و برتر ہے۔ مگر اس کی حقیقی شرافت و بزرگی اسی وقت قابل تسلیم ہو سکتی ہے جبکہ وہ بلحاظ کردار و اعمال تمام مخلوقات خداوندی سے اعلیٰ و اشرف ہونے کا ثبوت بھی دے اور اس نے اپنی قوائے خداداد سے کام بھی لئے ہوں۔ جب معمولی کیڑوں مکوڑوں، پرندوں، درندوں، چرندوں حتیٰ کہ ملائکِ سمٰوٰت سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو دنیوی ہر چیز کے مانند ملائک عرش بھی بلحاظ خصائل و شمائل اس سے پست تر نظر آنے لگیں۔۔۔

اگر خالق عالم ایک جانب اپنی کل مخلوقات کو مع ان کے خصائص و اوصاف کے ایک صف میں کھڑا کر دے۔ اور انسان کو ان کے مقابلہ میں تنہا کھڑا کر دے۔ تو بلحاظ اوصاف و اعمال اس ایک انسان کا پلہ ان تمام موجودات کے مقابلہ میں گراں تر ثابت ہو۔ خداوند عالم نے آدم کو ملائک کے سامنے پیش کر کے اور علم میں آدم و ملائک کا امتحان لیکر اس منظرِ فضیلت آدم کو پیش کیا تھا:-

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ .... وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

(قرآن پ۱ سورۃ بقر)

اس موقعہ پر خدا کا آدم کو علم اسما کی تعلیم دینا اور ملائکہ کے سامنے پیش کر کے ملائک کا امتحان لینا ان کا اقرار کرنا کہ:-

"ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے سکھایا ہے اور بس۔ ہم آدم کے علم کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں۔۔"

جب ملائکہ نے اعترافِ کم علمی کر لیا تو خدا نے حکم دیا کہ :-

"اے ملائک آدم کو سجدۂ تعظیم کرو۔"

سب ملائک بے چون و چرا سجدہ میں گر گئے۔ مگر شیطان نے انکار کیا اور وہ کافر ہو گیا۔ شیطان کافر اس لئے نہیں ہو گیا کہ اس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ کافر اس لئے ہو گیا کہ اس نے اپنے اور کائنات کے خالق کی صنعت بیمثال کا انکار کیا۔ گویا خدا کی قدرتِ صناعی سے انکار کیا۔ انسان کو خدا نے کائنات کی ہر چیز سے اعلیٰ و اشرف بنایا تھا۔ اور وہ اپنی اس صنعتِ بے مثل پر نازاں تھا اور ملائک کو انسان کی بے مثالی پر گواہ بنانا تھا۔ اس گواہی و شہادت کے وقت ابلیس منکر ہو گیا۔ بس مستحقِ عتابِ خداوندی ہوا اور ہمیشہ کیلئے مردود و ملعون قرار دے دیا گیا....

بہر حال یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ انسان کی شرافت، اس کے شمائل، فضائل، اور خصائص اور صفاتِ ظاہری و خواصِ باطنی کی وجہ سے ہے۔ جب انسان میں روحانیات وکیفیات وجدانی و ربانی پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ شرافت و عظمت کے اعتبار سے بلند سے بلند تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی عظمت کا پایہ خالقِ عظمت یعنی خدا تک پہنچتا ہے۔ چونکہ خدا ہر شرافت و عظمت و جبروت و جلالت کا مبدا و مرکز ہے۔ لہٰذا انسان منازلِ عظمت و شرافت کو طے کرتا ہوا صفاتِ خداوندی و اوصاف جبروتی اور عظمتِ ربانی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ فضائے لاہوت سے خود بخود آواز آنے لگتی ہے :-

دنی فتدلی فکاب قوسین او ادنی - (قرآن)

ترجمہ :- قریب ہوا پس جھکا، پس دو کمانوں کا فاصلہ رہا یا اس سے بھی کم۔

یہ آیت قربِ خداوندی تک انسان کی رسائی کا آخری نقطہ ظاہر کرتی ہے۔ اس کے برعکس انسان اگر اپنے ذاتی کمالات اور صفات کو کم کرتا جاتا ہے تو وہ اول پست ہو کر ملائک کے برابر ہوتا ہے۔ یہ انسان وہ ہیں جو صرف عبادت و ریاضتِ خدا میں شبانہ روز مصروف ہیں۔ اور اس مصروفیت اور استغراقِ عبادت کی وجہ سے حقوق انسانیت سے بھی بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ ان کے بچے ہیں نہ اہل و عیال ہیں ان کو نہ بھائی بہن کے دکھ درد کی خبر ہے نہ حقوق والدین کی پرواہ۔ وہ ویرانوں، جنگلوں، کوہساروں میں مصروف عبادت ہیں۔ ان کی یہ عبادت ضرور قابل مدح ہے۔ لیکن وہ اسلئے قابل مدح نہیں ہیں۔ کہ انہوں نے انسانی مرتبہ کو گھٹا کر ملائک اور فرشتوں کے برابر کر دیا ہے۔ ملائک بھی تو یہی کرتے ہیں

کہ ہمیشہ سے عبادت رکوع، سجود و تسبیح میں مصروف ہیں اور تا قیامت اسی طرح مصروف رہیں گے۔
انسان جب اس درجہ سے بھی پست ہوتا ہے۔ تو وہ حیوانات کے برابر ہو جاتا ہے۔ مثل حیوانات کے کھانا پینا، سونا اور لڑنا ہی اس کی عادت و طینت ہو جاتی ہے۔ خداوند عالم نے انسان کی اسی حالت کو قرآن میں بیان فرمایا ہے:۔

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلاً ۝ (وہ تو چوپایوں کے مانند ہیں۔ بلکہ چوپائیوں سے بھی زیادہ گمراہ اور پست ہیں)

جب انسان اپنی غذا اور ضروریات زندگی کیلئے مثل حیوانات کے سعی و کوشش بھی کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اور بھی پست ہو جاتا ہے۔ بظاہر خواہ وہ صاحب دولت اور متمول بھی ہو اور انسان صورت بھی۔ مگر اس کی ضروریات کلیتہً دوسرے پوری کرتے ہیں۔ اسلئے وہ نباتات کے درجہ پر آجاتا ہے۔ جس طرح نباتات اپنی غذا زمین و ہوا سے حاصل کر کے ایک جگہ قائم رہتے ہیں اور اپنی زندگی کو باقی رکھتے ہیں۔ اسی طرح ایسے انسان بھی دوسروں کی مدد سے ہی یعنی ضروریات زندگی کو پورا کرتے ہیں۔ ان کا شمار بوجہ صفات انسانی زائل ہو جانے کے نباتات میں ہے۔ اور وہ انسانی درجات عالیہ سے کوسوں دور ہیں۔
اس سے بھی پست تر وہ انسان ہیں جو باوجود زندہ ہونے کے بلحاظ صفات و خصائص انسانی مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کا شمار جمادات میں ہے بلکہ جمادات سے بھی بدتر کیونکہ پتھر، لکڑی، اینٹ، مٹی بھی تو انسان و حیوانات کے کام آتی ہے۔ اور ایسے ناکارہ انسان دنیا میں کسی کام کے بھی نہیں رہتے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس تمہید سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ انسان کے مدارج و مراتب صرف اس کے اوصاف ذاتی و صفاتی کی بدولت ہیں۔ انہی اوصاف کے موجود ہونے کی وجہ سے انسان ملائک سے بھی اعلیٰ تر ہو جاتا ہے۔ اور انہی اوصاف کے فقدان کی وجہ سے وہ پتھر لکڑی سے بھی پست تر ہو جاتا ہے۔ جب یہ امر مسلم ہو چکا تو یہ بات ضروری ہے کہ کائنات اور مخلوقاتِ عالم میں ایک ایسی شخصیت ہو جو تمام مدارجِ کمال انسانی تک پہنچ چکی ہو۔ اور اس کی زندگی ہر آنے والی نسل کیلئے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ یکتا ہو۔ تاکہ اقوام عالم موجودہ اور آئندہ اس کی سیرت پر چل کر اپنے شرف انسانیت کو برقرار رکھ سکیں۔ اور اپنے نقطۂ کمال اور نقطۂ ارتقاء یا معراجِ انسانی تک پہنچتے رہیں۔
اسی خیال اور ضرورت نے مجھ کو مجبور کیا ہے کہ میں اہل عالم کے سامنے ایک ایسی کتاب پیش کروں۔ جس میں کمالات انسانی کا معیار بھی ہو۔ اور اس معیار کے مطابق ایک شخصیت بھی ہو تا کہ

اہل عالم ایک نقطۂ ارتقاء کو سامنے رکھ کر اپنے امور دنیا و دیں میں کامیاب زندگی بسر کر سکیں۔

اہل اسلام کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضرت محمدؐ تمام انسانی کمالات، صفات، خصائص کا مجموعۂ حقیقی ہیں۔ خداوند عالم کمالات کا مبدء و سرچشمہ ہے۔ مگر! نادیدنی اور غیر مادی ہے اور حضرت محمدؐ مادی شکل و صورت میں خدائی کمالات کا آئینہ اور ربّانی صفات کا مرقع ہیں۔ خدا نے بھی اپنی آخری کتاب قرآن میں اس امر کی تصدیق فرمائی ہے:۔

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ (یقیناً محمدؐ میں تمہارے لئے نمونۂ اعلیٰ موجود ہے)

خالق کائنات اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اے انسانوں جس نقطۂ کمال کا میں تم سے طالب ہوں وہ ذات محمدؐ میں موجود ہے۔ اس کی تقلید و پیروی تم کو انسانی درجات کمال تک پہنچانے کی ضامن ہے۔

اگر خدا قرآن میں اس آیت کو ذکر نہ کرتا اور حضرت محمدؐ کو معیار کمال انسانی کے تعین کیلئے پیدا نہ کرتا تو یقیناً خدا اپنے بندوں کیلئے عادل قرار نہ پاتا۔ کیونکہ اس نے انسان کی فطرت کو نقال بنایا ہے۔ اور دیگر تمام حیوانات کی اولاد کو فطری طور پر ضروری قواء عطا کئے ہیں۔ مثلاً مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی بغیر ماں کے سکھائے ہوئے خود دانہ چنتا ہے۔ مچھلی کا بچہ بغیر والدین کی تعلیم کے تیرنا جانتا ہے۔ اور اسی طرح دیگر حیوانات کا حال ہے اور صرف اتنا ہی وہ بچے نہیں جانتے بلکہ وہ بچے فطری طور پر مضرت پہنچانے والی اشیاء کو بھی پہلے سے جانتے ہیں اور فائدہ رساں اشیاء کو بھی پہچانتے ہیں۔ مرغی کے بچے ایکدم چیل کو دیکھ کر یا اس کی پرچھائیں پڑ جانے سے بھی ماں کے پروں میں چھپ جاتے ہیں۔ بچوں کو ماں کے پروں سے الگ کر لیا جائے تو چیخنے لگتے ہیں اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مچھلی کا بچہ بھی صرف تیرنا ہی نہیں جانتا۔ بلکہ وہ اپنی قوت بھر دیگر دریائی دشمنوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے اور بچنے کی بھی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح دیگر حیوانات کی اولاد کا حال ہے۔ مگر انسان کا بچہ ابتدا سے انتہا تک وہی سیکھ سکتا ہے۔ جو وہ دوسروں کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے یا جو اس کا ماحول ہوا کرتا ہے۔ اس مسئلہ پر بہت سے شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر امر مسلم کیلئے شواہد و دلائل کم فہموں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میری کتاب کے ناظرین اس سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا میں اصل مقصد کے بیان کرنے میں طول کلام کو پسند نہیں کرتا بہرحال جب فطرت انسانی یہی ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ کر ہی سیکھے تو ضروری تھا کہ خدا انسان

کو نقطہ کمال انسانی دکھانے کیلئے ایک شخصیت کو پیدا کردے اور کل کمالات انسانی اور صفات بشری کا اس کو مرکز بنادے تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس ایک شخصیت کو دیکھ کر اپنے نقطۂ کمال تک پہنچتی رہیں...

یہ تو معاملہ ان لوگوں کیلئے بیان ہوا جو قرآن پر ایمان رکھتے ہوں اور وہ اس آیت کو کلام خدا تسلیم کرتے ہوں مگر میرا روئے سخن تو اہل عالم کی جانب ہے۔ ان سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کو اقرار ہے کہ فطرت انسانی نقال ہے۔ لہٰذا آدم سے تا محمدؐ اور محمدؐ سے تا ایندم تمام رہبرانِ ملک و ملت کے سوانح حیات و حالات معلوم کر لیجئے اگر ان میں جامع صفات شخصیت بجز محمدؐ کے دوسری نہ ملے تو پھر مثل اہل اسلام کے حضرت محمدؐ کو ہی نقطۂ کمالِ انسانی مان کر اپنے کو انسان کامل بنانے کی سعی کریں...

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت محمدؐ ہمارے نبی تھے۔ لہٰذا سب انبیاؑ رسل اور ہندوؤں، پارسیوں، وغیرہ مذاہب کے پیشواؤں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سب سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اسی طرح یہودی موسوی عزیر اور موسیٰؑ کو ہر ایک سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ہندو رامچندر جی اور کرشن جی کو سب سے زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ ان کو خدا سے جدا نہیں بلکہ عین خدا سمجھتے ہیں۔ اب تو کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی کہ ان سے کسی شخصیت کو آگے بڑھایا جاسکے۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا کر اور یہودیوں نے عزیر کو خدا کا اکلوتا قرار دیکر تمام درجات فضائل کو دوسروں کیلئے مسدود کر دیا۔ ہمکو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہمکو تو یہ کہنا ہے کہ انسانی شرافت و بزرگی اور درجات عالیہ انسان کی عادات، خصائل و اطوار وغیرہ پر موقوف اور منحصر ہیں۔ یہ ہمارا ہی قول نہیں ہے۔ بلکہ جب سے بھی دنیا قائم ہوئی ہے اور جب تک بھی دنیا رہے گی دنیا والے اپنے ہم جنسوں کو صرف ان کے اوصاف و صفات ذاتی ہی کی بدولت فضیلت و ترجیح دیتے رہیں گے۔ یہ امر تو مسلم ہو چکا ہے کہ اوصافِ ذاتی وجہ فضیلت ہیں۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر قسم و صنف کا انسان اس صاحبِ کمال کے سامنے سر تسلیم خم کر سکے اور اسکو اپنے لئے نمونۂ حیات قرار دے سکے کیونکہ صرف ایک صفت کا صاحب کمال تمام اصناف و اقسام کے انسانوں کیلئے قابلِ قبول نمونہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی عبادت میں زیادہ ریاضت کرتا ہے تو صرف خدا پرست اور عابد ہی اس کے مداح ہو سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص صرف اعلیٰ خصائل، راست گوئی، امانت، صفائی معاملہ

وغیرہ میں امتیاز رکھتا ہے تو وہی افراد اس کی قدر کریں گے جو صرف یہی خصوصیات رکھتے ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مردِ میدانِ شجاعت ہے اور فنونِ حرب و ضرب کا کمال رکھتا ہے تو صرف بہادر اور شجاع ماہرانِ فنِ جنگ ہی اس کی قدر کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انسانی مدارجِ کمال کی قدر ہر فن کے ماہر ہی کر سکتے ہیں۔ مگر اس طرح ہر پیشوا ہر صنف کے انسان کیلئے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا البتہ اگر انسانی معاشرہ کی تمام ضروریات اور انسانی تمام کمالات کا جامع ایک ہی شخص ہوگا۔ تو ہر طبقہ کا انسان اس کو اپنی حیات کا مطمحِ نظر اور اپنے ارتقاء کا زینہ تصور کر سکتا ہے۔ اس کلیہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم ایسے ہی شخص کے حالاتِ زندگی کو اہلِ عالم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جامع فضائلِ ذات حضرت محمدؐ کی ذات میں جس طرح عبادتِ الٰہی کے اعلیٰ روحانی مناظر پائے جاتے ہیں اسی طرح شجاعت و جرأت کے بے مثل کارنامے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح سخاوت و ایثار کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں۔

محرابِ عبادتِ الٰہی میں وہ حقیقی معنوں میں زینتِ محرابِ عبادت ہیں۔ اور لشکر ہائے جرار کے درمیان بہترین قائد اور سپہ سالار نظر آتے ہیں۔ محفلِ وعظ میں جس طرح وہ اعلیٰ واعظ اور حقائق و معارف کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بازارِ تجارت میں اعلیٰ فنِ تجارت کا مظاہرہ پیش کرتے ہیں۔ مکارمِ اخلاق کا اعلیٰ درس جس طرح وہ اہلِ عالم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ مکارمِ اخلاق پر کاربند نظر آتے ہیں۔ حضرت محمدؐ کے یہ اوصاف ہم نے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے بیان کئے۔ کب ہم یہ کہتے ہیں کہ اہلِ عالم بھی بے چون و چرا ہمارے عقائد کو تسلیم کر لیں۔ مگر اہلِ عالم اور اربابِ فہم کو ماننا پڑے گا کہ ان کا اور ہمارا خدا ایک ہے۔ اور وہ تمام کمالات اور صفاتِ اعلیٰ کا مرکز و مبدء ہے۔ تمام انبیاء یا اوتار اس کے مختلف جلووں کا مظہر ہیں۔ یہ تمام انبیاء دنیا میں اسی لئے آئے یا ان کا مقصدِ حیات صرف اتنا ہی تھا کہ ایک خدا کی پرستش ہو اور عالم میں مرکزِ واحد پیدا ہو جائے۔ اور اس طرح مختلف مقامات اور طبائع کے آدمی پر امن زندگی بسر کرتے رہیں۔ اگر وہ زندہ رہیں تو دوسروں کی بھلائی اور خدا کی پرستش کیلئے اور اگر وہ مریں تو اسی مقصد پر۔ نہ کوئی کسی کا حصہ غصب کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے یہ تو حقیقتِ مذاہب ہے۔ مگر انسان اسی بوجہ اپنی اغراضِ ذاتی کے دور ہوتا گیا اسی قدر اس کی ترقیاں اس کیلئے زنجیریں اور اس کی کوششیں اس کی جان کا وبال بنتی گئیں اور آخر آج وہ تباہی کے ایسے سمندر کی طرف جا رہا ہے جس کا نتیجہ بے پناہ تباہی ہوگا۔ اب وہ ایسی دلدل میں پھنسا ہوا ہے کہ جس قدر وہ اپنی رہائی کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اسی قدر وہ موتِ ابدی سے قریب اور حیاتِ باقی سے مایوس ہوتا جاتا

ہے۔ ابتدائے آفرینش سے آجتک جبکہ ۱۹۶۳ء ہے۔ انسان اپنے افعال غیر صحیح کی وجہ سے سخت سے سخت مصائب میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اور باوجود سلامتی کونسل بنانے کے اس کو کوئی راہ سلامتی و امن کی نظر نہیں آتی ہے۔

بہر حال انسان کا فرض ہے کہ وہ روز افزوں انتشار و اضطراب اقوام کو دیکھتے ہوئے ایک شخصیت کو انتخاب کرلے تاکہ اس کے اسوۂ حسنہ اور نمونہ حیات کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے۔ لیکن وہ شخصیت کس طرح منتخب ہو؟ اس کی تدبیر صرف یہی ہے کہ کمالات و صفاتِ انسانی کے اعلیٰ معیار کے جانچنے کیلئے ایک میزان بنالیں اور اگر اس میزان پر دنیا کا کوئی پیشوا، رہبر، قائد، نبی، رسول، یا اوتار صحیح اترے تو سب لوگ بے چوں چراں اس ایک شخص کے نقش قدم پر چلنے کو اپنا اولین فریضہ حیات سمجھیں۔ ایسا کرنے میں ان کو دو فائدے ہونگے:۔

۱۔ اول تو وہ مذہبی گمراہی سے بچیں گے اور نجاتِ آخرت کے مستحق ہوں گے۔

۲۔ دوم یہ کہ باہمی دائمی خوں ریزی سے محفوظ رہیں گے اور امن و امان کی زندگی گذارینگے اور باوقار زندگی کے مالک ہوں گے۔

وہ معیار جس کا ذکر میں نے سطور بالا میں کیا۔ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ دنیا کے انسان از آدم تا ایندم جن افعال کو انسان کی خوبیوں میں تصور کرتے ہوں۔ اور جن اوصاف کو وہ اپنی حیات و معاشرہ کیلئے بیحد ضروری سمجھتے ہوں۔ ان سب کو بطور فہرست کے جمع کیا جائے۔ اور پھر کل پیشوایان عالم کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے۔ اگر وہ کل خوبیاں ایک ذات میں جمع نظر آئیں اور اس سے بہتر کسی دوسرے شخص میں کل صفاتِ انسانی مع درجاتِ کمال کے نظر نہ آئیں۔ بس اسی فردِ واحد کو پیشوائے عالم تسلیم کیا جائے۔ اور کل افراد عالم کا یہ فرض ہو کہ وہ اس فردِ واحد کے حالات کو زبانی اور تحریری طریقہ سے نشر کرتا رہے۔ تاکہ نقطۂ ارتقائے عالم انسانی کو خود غرض کی خود غرضیاں اور استدادِ زمانہ کا اثر مٹا نہ سکے۔ بس یہی ایک طریقہ ہے کہ کل عالم انسانیت ایک رشتۂ اخوت میں منسلک ہو سکتا ہے۔ اور فسادات عالم سطح ارض سے فنا ہو سکتے ہیں۔

اسناد کتاب

حکماء متقدمین و متوسطین و متاخرین نے اخلاق پر بکثرت کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتب اخلاق میں انسانی مکارم اخلاق کی تعداد و تعریفات وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔ میں سطور مندرجہ ذیل میں اول کل صفاتِ انسانی کو لکھوں گا۔ اس کے بعد حضرت محمد پیغمبر اسلام کے حالات زندگی و سوانح حیات سے مکارم اخلاق کو سلسلہ وار لکھوں گا۔ یہ کل حالات مستند

تاریخ سے لکھے جائیں گے۔ اور ان میں محدثین و مورخین کے ذاتی اقوال نہ ہوں گے۔ بلکہ صرف تاریخی واقعات سے مطابقت مکارم اخلاق رسول کی جائے گی۔

اس کتاب سے دو مقاصد پورے ہوں گے۔

۱ ۔ اوّل تو یہ کتاب تمام انسانوں کیلئے ایک دستور العملِ حیات ہوگی۔

۲ ۔ دوسرے پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کے حالات و اخلاق کا صحیح مجموعہ ہوگی۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمْ۔

حسینی

معیار کمال انسانیت

انسان میں تین قوتیں فطری و پیدائشی طور پر پائی جاتی ہیں۔ اول قوت شہوی جس کے ذریعہ انسان اپنی ضروریات زندگی کو فراہم کرتا ہے۔ اور اپنی نسل کی بقا کیلئے توالد و تناسل کے ذرائع اختیار کرتا ہے۔

دوسری قوت غضبی! جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمنوں کو دور رکھتا ہے اور ہر مضر شے و مہلک حیات امر کو دفع کر سکتا ہے۔

تیسری قوتِ نطق و ادراک! جس کے ذریعہ وہ اپنے مطالبات و ما فی الضمیر کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ اور معاملات و وسائل حیات سے استنباط نتائج کر سکتا ہے۔ اور اسی قوتِ ادراک و عقل کے ذریعہ وہ اپنی قوتِ غضبی و شہوی کو اعتدال پر رکھ کر ذی عقل انسان بن سکتا ہے۔ اور دیگر مخلوقاتِ عالم سے اپنے کو بلحاظِ نوعِ اعلیٰ و بلند تر ثابت کر سکتا ہے۔

محققین جدید و قدیم نے ان ہر سہ قوی کے اثرات پر مکارم اخلاق کی بناء ڈالی ہے اور انہی مکارم اخلاق کے مالک ہو جانے کو سبب و معیار کمال انسانیت قرار دیا ہے۔ چنانچہ میں اول بہ تفصیل مکارم اخلاق کو معہ تعریفات لکھتا ہوں۔ اس کے بعد ان کی مطابقت کرتے ہوئے احوال پیغمبر اسلام کو تاریخی روشنی میں پیش کروں گا۔

مکارم اخلاق کا انحصار صرف ان چار فضائل پر ہے

حکمت ❖ شجاعت ❖ عفت ❖ عدالت

متذکرہ فضائل چہار گانہ کیونکر معین کئے گئے۔؟

مکارم اخلاق:

اعتدال قوت غضبی سے — شجاعت

اعتدال حرکت نفس ناطقہ و ادراک سے — علم و حکمت

اعتدال قوتِ غضبی سے — عفت

ہر سہ فضائل کے اجتماع سے — عدالت
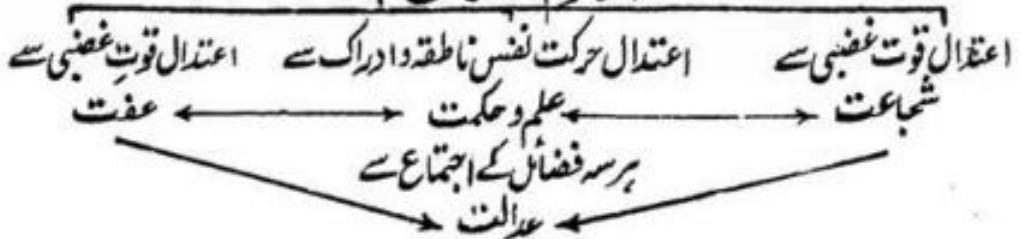
تعریفات فضائل

(۱) **حکمت** :- انسان جب اپنی قوت ادراک و قوت ناطقہ پر کامل تصرف حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کو نقطۂ اعتدال پر قائم رکھنے کی استعداد حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس اعتدال حرکتِ نفس ناطقہ و ادراک کے ذریعہ علم و حکمت حاصل ہوتا ہے۔ حکمت کی تعریف حکماء نے اس طرح کی ہے :-

"حکمت عبارت است از علم و باحوالِ موجودات بروجہے کہ فی الواقع چناں باشد بقدر طاقت بشری۔"

چونکہ احوال موجودات عالم یا ان کا وجود انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے لہٰذا ان کے متعلق علم رکھنے کو حکمت نظری کہتے ہیں۔ اور جو انسان کے دائرہ اختیار میں آجاتا ہے اسکو حکمت عملی کہتے ہیں۔ حکمت باعتبار اقسام موجودات منقسم ہوتی ہے۔ موجودات دو قسم کے ہیں ۔

۱ - "یکے آنچہ وجود آں موقوف بر حرکات ارادی اشخاص بشری نباشد ۔

۲ - دیگر آنچہ وجود آں منوط بتصرف و تدبیر ایں جماعت بود۔ پس علم بموجودات نیز دو قسم بود ۔ یکے علم بقسمِ اول و آنرا حکمت نظری خوانند۔ و دیگر علم بقسمِ دوم و آنرا حکمتِ عملی خوانند۔" (اخلاقِ ناصری)

خلاصہ یہ ہے کہ موجودات میں سے ایک وہ وجود ہے جو ارادہ و اختیار انسانی سے باہر ہے دوسرا وجود وہ ہے جو انسان کے عمل کے تصرف میں ہے۔ اول کو حکمت نظری اور دوم کو حکمتِ عملی کہتے ہیں۔

(۲) **شجاعت** :- انسان جب اپنی قوت غضبی کے نقطہ اعتدال کو پا لیتا ہے اور اس کو یہ ملکہ یا مہارت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ قوت غضبی کو افراط و تفریط کے منازل سے دور رکھ سکے۔ تو وہ فضیلت شجاعت کا مالک بن جاتا ہے۔

(۳) **عفت** :- انسان جب اپنی قوت شہوی پر پورا قابو حاصل کر لیتا ہے۔ اس طرح کہ وہ اکتساب و حصول ضروریات زندگی کے جذبہ سے بے قابو نہ ہو سکے۔ جب وہ نقطہ اعتدال کو پا لیتا ہے اور اسی نقطہ اعتدال کے مطابق اس کی قوت شہوی میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو وہ صفت عفت کا مالک بن جاتا ہے۔

۴ - **عدالت** :- جب انسان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی ہر سہ قوتوں کے نقطۂ اعتدال کو پا سکے۔ اور ان میں افراط و تفریط کو کسی جذبہ کے بدولت پیدا نہ ہونے دے اور

اس ملکہ پر عمل کرنے کی مہارت و قدرت تامہ حاصل کر چکے۔ اس منزل انسانیت پر پہنچ کر اس کے عمل میں کوئی نقطہ بھی ایسا نہیں آتا کہ جہاں اصول و قوانین علم و اخلاق کے بموجب اس کے افعال پر انگشت نمائی کی جا سکے۔ اس منزل کمال پر پہنچ کر اور ان ہر سہ قوتوں کے کمال عمل کی بدولت اس انسان کو ایک اور اعلیٰ صفت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کو عدالت کہتے ہیں۔ اس منزل ترقی پر پہنچ کر ان کا ہر ایک عمل اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں بھی اس کے کسی عمل کو بھی پست نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا عمل نمونہ انسانیت ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں انسان کے اس درجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ :۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (قرآن)

ترجمہ :۔ خدا کے رسول میں تمہارے لئے بہتر نمونہ موجود ہے۔

ان صفات چہارگانہ کی تکمیل چند دیگر صفات پر بھی منحصر ہے۔ جن کا تذکرہ ہر ایک فضیلت کے تحت میں لکھا جاتا ہے۔ :۔

حکمت :۔ حکمت سات صفات پر مشتمل ہے۔ ذکا، سرعت فہم، صفائے ذہن، سہولت تعلیم، حسن تعقل، تحفظ، تذکر۔

شجاعت :۔ شجاعت گیارہ صفات پر مشتمل ہے۔ کبر، نجدت، علو ہمت، ثبات، حلم، سکون، شہامت، تحمل، تواضع، حمیت، رقت،

عفت :۔ عفت بیس صفات پر مشتمل ہے۔ حیاء، رفق، حسن ہدی، مسالمت، دعت، صبر، قناعت، وقار، ورع، انتظام، حریت، سخا، (تحت سخا) کرم، ایثار، عفو، مروت، نبل، مواسات، سماحت، مسامحت۔

عدالت :۔ بارہ صفات پر مشتمل ہے۔ صداقت، الفت، وفا، شفقت، صلہ رحم، مکافات، حسن شرکت، حسن قضا، تودد، تسلیم، توکل، عبادت،

مختصر تعریفات اجناس حکمت

ذکا ۔ جلد نتیجہ نکالنے کی قدرت و مہارت ۔

سرعت فہم ۔ ملزومات سے لوازم کو جلد سمجھنے کی قدرت ۔

صفائے ذہن ۔ بغیر اضطراب و گھبراہٹ کے مطلوب کو حاصل کرنے کی قوت ۔

سہولت تعلّم ۔ نفس میں تیزی پیدا ہو جائے کہ بغیر خیالات پریشان وہ مطلوب تک پہنچ سکے۔

حسن تعقل ۔ کسی بحث و کسی مسئلہ دقیق کے واضح کرنے میں ایسی حدود کو نگاہ میں رکھ سکے کہ نہ ضروری

شے کو ترک کرے اور نہ غیر ضروری کو داخل ہونے دے۔
تحفّظ:۔ یہ ہے کہ عقل یا وہم کے ذریعہ جو صورتیں حاصل ہو چکی ہوں ان کو محفوظ رکھ سکے۔
تذکّر:۔ یہ ہے کہ نفس کو محفوظ صورتیں یاد کر لینا آسان ہو جائے۔

تعریفات اجناس شجاعت

کبر:۔ یہ ہے کہ نفس مشکل اور آسان کام پر یکساں حاوی ہو اور اس کے حصول میں عزت و ذلت و کمی بیشی کی پرواہ تک نہ کرے

نجدت:۔ نفس میں ثبات و استقلال ایسا پیدا ہو جائے کہ اس پر خوف طاری نہ ہو۔ اور وہ اپنے مقصد کے پورا کرنے میں مطلق نہ گھبرائے۔

علو ہمت یا بلند ہمتی:۔ انسان اپنے ذکر جمیل کی طلب میں دنیوی سعادت و شقاوت کی پرواہ نہ کرے حتیٰ کہ موت سے بھی نہ ڈرے۔

ثبات:۔ نفس میں آلام و شدائد کے برداشت کی قوت اس طرح پیدا ہو جائے کہ آلام و مصائب کے آجانے پر اس کا ارادہ و عزم ٹوٹ نہ سکے۔

حلم:۔ انسان کو اپنے نفس پر ایسا قابو حاصل ہو جائے کہ غصہ اس کو مغلوب نہ کر سکے اور اگر کوئی ناگوار بات اس کے سامنے آجائے۔ تو وہ برانگیختہ نہ ہو جائے۔

سکون:۔ جنگ و عداوت جبکہ وہ اپنے دین و مذہب و عزت کیلئے ہو تو ایسی حالت میں۔ نفس سُبکی و خفت محسوس نہ کرے۔

شہامت:۔ ذکر جمیل کامل کرنے کی خاطر نفس انسانی بڑے بڑے کاموں میں پڑ جانے سے بھی نہ گھبرائے۔

تحمّل:۔ یہ ہے کہ انسان پسندیدہ افعال کے بجالانے کیلئے اپنے جسم کو تکلیف میں ڈالے اور جسمانی مشقت برداشت کرے۔

تواضع:۔ اپنے سے کمتر انسانوں پر اپنے کو اعلیٰ و برتر نہ جانے۔

حمیت:۔ اپنے مذہب و ملت و عزت کی حفاظت میں ایسی چیزوں سے جن سے حفاظت ضروری ہے ان کے بجالانے میں سستی نہ کرے۔

رقت:۔ نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ ابنائے جنس کے غم و الم و مصیبت پر متاثر ہو مگر اضطراب جو افعال میں خلل انداز ہو پیدا نہ ہو۔

اجناس فضائل تحت عفت

حیا۔ افعال قبیح کے ارتکاب سے نفس میں بچنے کا ملکہ پیدا

ہو جائے تاکہ مستحق مذمت نہ ہو سکے۔

رفق :۔ یہ ہے کہ نفس میں نرم خوئی کی وجہ سے حادثات کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔

حسن ھدی :۔ نفس کو اپنی تکمیل کیلئے تدابیر پسندیدہ اختیار کرنے کی رغبت صادق پیدا ہو جائے۔

مسالمت :۔ نفس کا وہ ملکہ ہے جس کے ذریعہ بوقت اختلاف آرا و احوال متفرقہ نفس نرمی برتے اور اس میں اضطراب پیدا نہ ہو۔

دعت :۔ نفس میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ بوقت تحریک قوت شہوی قابو سے باہر نہ ہو۔ اور کلی اختیار کا مالک رہے۔

صبر :۔ نفس میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ خواہشات کا مقابلہ کرے۔ تاکہ وہ لذاتِ قبیحہ کی پیروی نہ کر سکے۔

قناعت :۔ یہ ہے کہ نفس میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ خورد و نوش و لباس وغیرہ کے معاملات میں سہولت پسند ہو جائے۔ اور راضی ہو جائے اس حالت پر جو اتفاق پڑ جائے

وقار :۔ یہ ہے کہ نفس کو ایسا ملکہ حاصل ہو جائے کہ جب مطالب و اغراض حاصل کرنے کیلئے اس میں جوش و جذبہ پیدا ہو جائے تو سکون حاصل کر سکے اور شتاب زدگی کی وجہ سے حد سے نہ گذر سکے بشرطیکہ مطلوب فوت نہ ہو۔

ورع :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ افعال و اعمال پسندیدہ کے بجا لانے میں مستقل رہے اور کوئی کمی اور فتور اس میں واقع نہ ہونے دے۔

انتظام :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ امور کی مقدار و ترتیب کو حسب مصالح قائم رکھ سکے اور اس کی حدود کو نگاہ رکھ سکے۔

حریت :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ ذرائع پسندیدہ و جائز سے اموال کو پیدا کر سکے۔ اور کسب مال میں ذرائع ناپسندیدہ سے محفوظ رہ سکے۔

سخا :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ اموال اور اشیاءِ مکسوبہ بہ سہولت صرف کر سکے اور اس کے مستحقین کو پہنچا سکے۔

اجناسِ فضائل کے تحت سخا ہیں۔ اور در حقیقت صفت عفت ہی کی اقسام ہیں۔

کرم :۔ یہ ہے کہ نفس کو یہ امر سہل ہو جائے کہ وہ اموال کو امور رفاہ عام میں بآسانی خرچ کر سکے۔ بشرطیکہ مطابق مصالح ہو۔ اور اس کی قدر و عظمت کا سبب ہو سکے۔

ایثار :۔ یہ ہے کہ نفس کو یہ امر سہل و آساں ہو کہ وہ اپنے مایحتاج اور اپنی ضروری صرف کی شے کو ایسے مواقع پر صرف کر دے جہاں اسکو اس شے کا مستحق نظر آئے۔

عفو :۔ یہ ہے کہ نفس کیلئے آسان ہو جائے کہ وہ بدی کا بدلہ نہ لے اور نیکی کا عوض نہ چاہے۔ باوجودیکہ وہ ان ہر دو امور پہ قدرت رکھتا ہو۔

مروّت :۔ یہ ہے کہ نفس میں رغبت صادق پیدا ہو جائے۔ کہ وہ حسب ضرورت یا اس سے بھی زیادہ دوسرے پر صرف کر سکے اور دوسرے کو فائدہ پہنچا سکے۔

نیل :۔ یہ ہے کہ نفس افعال پسندیدہ اور سیرت ستودہ کیلئے آمادہ و مستقل رہے۔

مواسات :۔ یہ ہے کہ نفس کو یہ امر آسان ہو جائے کہ وہ دوستوں یاروں اور مستحقوں کے امور معیشت وغیرہ میں شرکت کر سکے اور روزمرہ مال سے ان کی مدد کرتا رہے۔

سماحت :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ کچھ ایسا مال بخوشی صرف کر سکے جس کا صرف کرنا اس پر واجب و لازم نہیں ہے۔

مسامحت :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ وہ بعض چیزوں کو بہ اختیار ترک کر دے حالانکہ ان کا ترک کرنا واجب و لازم نہیں ہے۔

اجناس فضائل کہ تحتِ عدالت ہیں

صداقت :۔ یہ ہے کہ نفس میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ اس کا منتخب صادق ایسا ہو۔ جو صدیق کے کل اسباب فراغت کا باعث ہو۔ اور جو چیز بھی ممکن ہو۔ اس کے سبب اسکو پہنچ سکے۔ بالفاظ دیگر دوستی صادق اس طرح ہو کہ کسی طور میں دوئی نہ آنے پائے۔

الفت :۔ کسی گروہ کی رائے اور اعتقادات ایکدوسرے کے امور معیشت میں مدد کرنے پر متفق ہو جائیں۔

وفا :۔ یہ ہے کہ طریقہ مواسات و غم خوری و مدد سے تجاوز کرنے کو جائز نہ سمجھے۔

شفقت :۔ یہ ہے کہ کسی کی تکلیف پر خود بھی رنجیدہ ہو۔ اور اپنی ہمت اس کی تکلیف کے دفع کرنے پر لگائے۔

صلۂ رحم :۔ یہ ہے کہ اپنے اعزاء و اقرباء کو خیرات دنیوی میں شریک کر کے ان کی مدد کرے

مکافات :۔ یہ ہے کہ احسان کا بدلہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ کرے۔ مگر برائی کا بدلہ کم سے کم دے۔

حسن شرکت : یہ ہے کہ لین دین معاملات میں بطور اعتدال کرے۔ جو دیگر افراد کے موافق طبع ہو۔

حسن قضا :۔ دوسروں کے حقوق کو اس طرح ادا کرے کہ احسان رکھنے اور ندامت سے خالی ہو۔

تودد :۔ یہ ہے کہ خوش کلامی یا انعام و اکرام کے ذریعہ اپنے ہمسروں اور بزرگوں سے دوستی پیدا کرنا۔

تسلیم :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ بے چون و چرا بہ طیب خاطر احکام الٰہی و نوامیس الٰہی اور اسوہ حسنہ نبوی پر عمل کرے۔

توکل :۔ یہ ہے کہ نفس میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ ایسے امور میں جن کا تعلق قضاو قدر سے ہے اور جن امور میں انسان کا اختیار نہیں ہے۔ تعجیل و تاخیر نہ طلب کرے کل امور کو سپرد خدا کر کے خیالات فضول کو برطرف کر دے اور راضی برضائے الٰہی رہے۔

عبادت :۔ نفس میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ تجید و تعظیم خالق میں مصروف رہے۔ اور انبیاء و آئمہ و اولیاء کے اوامر و نواہی کی پیروی کرتا رہے۔ اور تقویٰ و پرہیز گاری کو اپنا شعار زندگی بنالے۔

متذکرہ تفصیل سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مکارم اخلاق میں صرف چار فضائل اصل ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

حکمت، شجاعت، عفت، عدالت۔ اور باقی پچاس اوصاف و خصائل مذکورہ چار خصائل کی فرع ہیں۔ گویا اگر کسی شخص میں یہ پچاس خصائل و اوصاف موجود ہوں۔ تو اس میں حکمت و عفت و شجاعت و عدالت بھی موجود ہے۔ یا یوں سمجھا جائے کہ اگر کسی شخص میں موخر الذکر چار فضائل موجود ہیں۔ تو گویا وہ پچاس خصائل بھی موجود ہیں۔ یہ کل خصائل تعداداً ۵۴ ہیں۔ جب انسانی تمام خوبیوں اور اوصاف کیلئے ایک ناقابلِ تردید اور مسلم معیار قائم ہو گیا۔ تو عقلائے زمانہ کو یہ چاہئے۔ کہ وہ کل پیشوایان مذاہب کی زندگی میں ان ۵۴ صفات کو تلاش کریں۔ اور تمام انبیاءؑ، اوتاروں، پیشواؤں میں سے جس ایک میں یہ

اوصاف کامل صورت میں جمع پائیں بس اسی کو سیدالانبیاء یا تمام پیشواؤں کا سردار تسلیم کرکے اسی کی زندگی کو اپنی اور اپنی آئندہ نسلوں کا دستورالعمل قرار دے لیں۔

میں اس مختصر کتاب میں اپنی فہم و معلومات کے بموجب پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادو بن ہمیسیح بن مغرب بن یسحب بن قیدار بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ بن تارخ بن رماح بن ماخور بن شارخ بن فالغ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن کمل بن متوسلح بن اخنوخ بن برد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیثؑ بن آدمؑ اول البشر کے حالات کو مستند کتب تاریخ سے مطابق معیار کمال انسانیت لکھوں گا۔ مگر ناظرین ان حالات کو مشتِ نمونہ از خروارے یا گلے از گلزارے تصور کریں۔ کیونکہ کل حالات نبی کریم کو قلمبند کر دینا مجھ ہیچمدان کا کام نہیں ہے۔ بلکہ میری اس سعی کے بعد دیگر علمائے اسلام اس کتاب کو کامل کریں گے۔

ابواب کتاب ہذا

حکمت نظری وعملی	شجاعت	عفت	عدالت
مندرجہ ذیل صفات وفضائل کا کسی انسان میں پایا جانا، اس کو صاحب حکمت نظری وعملی یعنی حکیم قرار دیتا ہے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل فضائل کی روشنی میں حکمت پیغمبر اسلام کو لکھا گیا ہے۔	شجاع ہیں من حیث المجموع مندرجہ ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے پیغمبر اسلام میں تمام کمالات وصفات مجتمع ہیں، واقعات تاریخی ثبوت میں پیش کئے گئے ہیں۔	صاحب عفت کاملہ میں مندرجہ ذیل صفات کا موجود ہونا ضروری ہے۔ پیغمبر اسلام کے حالات زندگی مندرجہ ذیل صفات کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں	عادل کامل میں مندرجہ ذیل صفات وفضائل کا ہونا لازمی ہے۔ پیغمبر اسلام کے حالات کو مندرجہ فضائل کی روشنی میں درج کیا گیا ہے۔
۱ ذکا	۱ کبر	حیا، رفق، حسن ہدی	۱ صداقت
۲ سرعت فہم	۲ نجدت	مسالمت، دعت	۲ الفت
۳ صفائے ذہن	۳ علوہمت	صبر، قناعت،	۳ وفا
۴ سہولت تعلّم	۴ ثبات	وقار، ورع	۴ شفقت
۵ حسن تعقل	۵ حلم	انتظام، حریت	۵ صلہ رحم
۶ تحفظ	۶ سکون	سخا، کرم، ایثار	۶ مکافات
۷ تذکر	۷ شہامت	عفو، مروت،	۷ حسن شراکت
	۸ تحمل	نبل، مواسات	۸ حسن قضا
	۹ تواضع	سماحت	۹ تودد
	۱۰ حمیت	مسامحت	۱۰ تسلیم
	۱۱ رقت		۱۱ توکل
			۱۲ عبادت

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ کی حیات طیبہ تمام کمالات انسانی کا مرقع ہے۔ ان تمام کمالات کو تفصیلاً کسی ایک کتاب میں جمع کر دینا امر محال ہے۔ البتہ حکماء متقدمین و متاخرین نے جو قوانین فضائل و کمالاتِ انسانی کیلئے مدوّن و جمع کئے ہیں ان کی روشنی میں فضائل و شمائل پیغمبر اسلام کو بطور مشتے نمونہ از خروارے یا گلے از گلزارے درج کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا عنوانات یا اجناس فضائل کا کسی ایک انسان میں جمع ہو جانا ناممکن و محال ہے۔ تاریخ عالم نے آجتک کوئی ایک انسان بھی ایسا پیش نہ کیا۔ جس میں فضائل چہارگانہ معہ شرائط و قوانین و صفات مندرجہ بالا من حیث المجموع پائے جا سکتے۔ اور اس کی زندگی کا کوئی لمحہ مہد تا لحد خلاف قوانین عدالت، حکمت، شجاعت و عفت وغیرہ نہ گذرا ہوتا۔

لہٰذا ایسی صورت میں جبکہ روئے زمین پر پیدا ہونے والا کوئی انسان بھی ایسا کامل نہیں پایا گیا۔ عالم انسانیت کی مکمل رہنمائی و قیادت کیلئے کسی فرد کو منتخب و معین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ناقص کبھی کسی کو کامل نہیں بنا سکتا۔ البتہ کامل دوسروں کو حسب استعداد کامل بنا سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ کی ایک ایسی ذات اور واحد شخصیت ہے کہ جس میں کمالات انسانیت من حیث الکمال اور من حیث المجموع پائے جاتے ہیں۔

اس کتاب میں نمونۃً کمالات پیغمبر اسلام کو درج کیا گیا ہے۔ اگر صاحبانِ فہم و ادراک از روئے انصاف غور کریں گے تو ذات اقدس پیغمبرِ اسلام کو اپنی کامیاب زندگی کا نمونہ بنائیں گے۔ اور فلاحِ دارین کے حقدار ہوں گے۔

اختر حسینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وخص من بینھم حبیبہ محمداً ابن عبد اللہ بالھدایۃ الٰی عدال الطریق وقوام السبیل واقام علی نباھت فی نبوت الشواھد صادقۃ عادلۃ وعلی جلالیۃ فی رسالۃ دلائل قاطعۃ کاملۃ وجعلھا وسیلۃ الی محجۃ التی ھی اصل کل سعادت وذریعۃ إلی متابعت التی ھی اساس کل عبادۃ صلی اللہ علیہ وعلی سائر النبیین وآلہ وسائر الصالحین بنھایت ما ینبغی ان الیسالہ السائلون کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون وسلم تسلیماً کثیرہ :

ترجمہ

اس ذات اقدس کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے انبیاء بشیر ونذیر کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ بعد انبیاء کے اسکی مخلوق کیلئے حجت و دلیل بن سکیں۔ اور اسی ذات پاک نے اپنے حبیب محمدؐ ابن عبد اللہ کو مخصوص فرمایا کہ آپؐ مخلوق کو اسکی طرف بطریق اعتدال راہ نمائی فرمائیں۔ اور شاہراہ ہدایت کو قائم کریں۔ اور آپ نے نبوت کے بارہ میں بہت اچھی طرح شواہد صادقہ و عادلہ قائم کئے۔ اور جلالت وعظمت اور رسالت کیلئے دلائل قاطعہ وکاملہ مقرر فرمائے۔ اور اس کو ایسا وسیلہ قرار دیا جو وجود خدا پر ایسی حجت اور دلیل ہے جو کل سعادتوں کی اصل ہے۔ اور اس متابعت کا ذریعہ بنایا جو تمام عبادات کی بنیاد ہے۔ خداوند عالم رحمت نازل کرے آنحضرت محمدؐ ابن عبد اللہ پر اور تمام انبیاءؑ پر اور رسل پر اور ان کی آل اطہار پر اور تمام صالحین پر اس حد تک رحمت وصلوٰۃ نازل کرے اور درود بھیجے جو ذاکرین کے ذکر کی حد ہو اور سائلین کے سوالات کی حد ہو اور غافلین کی غفلت کی حد ہو۔ اور خدا آپؐ پر سلام نازل کرے۔

باب
حکمت

قرآن :۔ یوتی الحکمة من یشاء ومن یوتی الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً

ترجمہ :۔ خدا جسکو چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے۔ اور جسکو حکمت عطا فرماتا ہے خیر کثیر عطا فرماتا ہے۔

تعریف حکمت :۔ الحکمت علم با احوال اعیان الموجودات علیٰ ما ھی علیہ فی الامر بقدر الطاقة البشریہ۔

حکمت :۔ دانستن چیز ہا چنانکہ باشد و قیام نمودن بکارہا چنانکہ باید بقدر استطاعت بشری تا نفس انسانی بکمالے کہ متوجہ آنست برسد (ناصری و اخلاق جلالی)

حکمت :۔ حقائق اشیاء کا اس طرح جاننا جیسے کہ وہ دراصل ہوں۔ اور مطابق علم اس طرح عمل کرنا جیسا کہ چاہئے تا بقدر طاقت بشری۔ تاکہ نفس انسانی اپنے مقصد کے کمال تک پہنچ سکے۔

مختصر تمہید | یوں تو ہر شے بجائے خود کامل ہے اور ذاتی شرف کی بلا شرکت غیرے مالک ہے مگر ہر شے کو دوسری شے کے مقابل کرنے ہی سے ایک شے کی دوسری شے پر فضیلت اور بزرگی قائم ہوتی ہے۔ بحیثیت انسان تمام عالم کے انسان مساوی اور ہم رتبہ ہیں۔ اور موجودات سطح ارض کے ہر موجود سے جمادات، نباتات، حیوانات سے افضل ہیں مگر جب ایک انسان کا دوسرے انسان سے مقابلہ کیا جائے۔ اور دونوں کی جانچ معیار شرافت و بزرگی کی روشنی میں کی جائے۔ تو دونوں افراد میں اختلاف پایا جائے گا۔ شاید اس موقع پر کسی شخص کا خیال اس طرف منتقل ہو کہ انسانوں میں معیار شرافت کا یکساں ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا سبب فضیلت بھی مقرر کر دینا نامناسب ہے۔

اس شک کا ازالہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جس انسان کے افعال زیادہ سے زیادہ اصول و قوانین حکمت کے مطابق ہوں۔ اور جو انسان اپنے نفس اور اپنے ابنائے جنس کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد ہو۔ یا جس کی عادات، معلومات، حرکات، سکنات و افعال

واعمال سے اس کے نفس اور نیز اس کے ہم نوع افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہو، وہی صاحب فضیلت و شرافت ہے۔ اور ان میں افضل و اشرف ہے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ کم و بیش ہر ایک انسان دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے یا پہنچا سکتا ہے۔ مگر ہر خطہ ارض کے انسانوں نے یہ امر تسلیم کیا ہے کہ عوام سے زیادہ ایثار کرنے والے صاحبانِ علم و حکمت پیشوایان مذاہب ہیں۔ اور انہی وجوہ کی بنا پر اہل عالم نے۔ ان رہبران مذاہب کو افراد کامل تصور کیا۔ اور ان کی پیروی کو ذریعہ فلاح ہر دو جہاں سمجھا۔ مگر اہل مذاہب اگر بہ صمیم قلب اپنے اپنے پیشوایانِ مذاہب یا رہبران قوم کے اعمال و سوانح حیات کا جائزہ لیں گے اور ایک کا دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ تو وہ ان میں بھی بعض کو کم درجہ اور بعض کو اعلیٰ رتبہ پائیں گے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک مذہب والے پیشوایانِ مذاہب کا مقابلہ دوسرے مذہب کے پیشوایانِ مذاہب سے کریں۔ بلکہ اپنے ہی مذہب یا قوم کے مختلف پیشوایان مذاہب کا تقابل کریں۔ تو کسی کو کم درجہ پر اور کسی کو اعلیٰ رتبہ پر دیکھیں گے۔ ایسا کیوں ہوگا ؟ ۔ اسلئے کہ بعض میں حیثیت افادی کم ہوگی اور بعض میں زیادہ۔ اور بعض علم و حکمت میں بعض پر اعلیٰ نظر آئیں گے۔ تاریخ بھی اس قول پر شہادت دے گی۔ اور قرآن جو قانون الٰہی اور قانون حکمت ہے۔ اس میں اس امر کی شہادت ان الفاظ میں پائی جاتی ہے

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض ۔ (رسولوں میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے)

اہل نظر تاریخ دان پیشوایان مذاہب پر نظر ڈالیں گے۔ تو ان کو معلوم ہوگا کہ بعض صرف ایک قریہ کے لئے رہبر تھے۔ اور بعض چند ہزار یا لاکھ افراد کیلئے پیشوا تھے۔ بعض کو وہ درس ترک دنیا دیتا ہوا پائیں گے۔ اور بعض کو وہ درس صلح دیتے ہوئے دیکھیں گے۔ اور حقوقِ فطرت انسانی سے انسانوں کو محروم کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ بعض کو جنگ کی تلقین و تعلیم دیتے ہوئے دیکھیں گے۔ تو بعض کو رہبانیت اور گوشہ نشینی کا درس دیتے ہوئے دیکھیں گے۔ ان میں اگر کوئی فقر و فنا کی تعلیم دے رہا تھا تو کوئی ھب لی ملک لا ینبغی من بعدی احد کا نعرہ لگا رہا تھا۔

میری غرض اس بیان سے یہ نہیں ہے کہ میں یہ کہوں کہ ان پیشوایان مذاہب کو ایسا کرنا چاہئے تھا یا نہیں چاہئے تھا۔ بیشک حسب ضرورتِ زمانہ جس چیز کی ضرورت تھی۔ یا جس چیز کی عوام میں کمی تھی۔ چونکہ اس چیز کی کثرت آئندہ نسلوں کیلئے مفید تھی۔ انہی کا رواج ان پیشوایان مذہب نے زیادہ ضروری سمجھا۔ مجھ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ ان پیشوایانِ مذاہب و اقوام میں صرف محدود

فضائل اور مخصوص زمانہ ہی قوتیں تھیں۔ جو اُسی زمانہ کے عوام کے لئے مفید تھیں۔ اور حسب ضرورت ان کیلئے کافی تھیں۔ میرے اس قول کی تائید اس ثبوت سے ہوگی کہ ان ادیان کے پیشواؤں کی تعلیمات صرف زمانہ کا ورق پلٹتے ہی ناقابل قبول ہوگئیں۔ اور وہ ادیان بھی فنا ہوگئے۔ یا مسخ ہوگئے کہ ان کی حقیقی تعلیمات اور قوانین مذہب کا سراغ لگا لینا بھی دشوار ہے۔ اگر ان کی تعلیمات مستحکم اور دیرپا ہوتیں اور ہر زمانہ کے انسانوں کیلئے قابل قبول ہوتیں تو یاد رکھئے کہ اقوام یا افراد مذاہب کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے رسوم و مذاہب کو خود کبھی مٹا کر مٹنے نہیں دیتے۔ اسلئے نہیں کہ وہ ان قوانین کو خدا کی امانت یا اپنے پیشوائے مذہب کی امانت سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اسلئے کہ ان کی حیات انفرادی اور اجتماعی کیلئے وہ رسوم یا قوانین بیحد ضروری ہوتے ہیں۔ لہٰذا تعلیمات مذاہب کا مٹ جانا یا ان کا مسخ ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ قوانین مطابق ضرورت زمانہ ہی تھے۔ ورنہ باقی رہتے، اور کوئی حکومت یا طاقت ان کو نہ مٹا سکتی۔ چنانچہ وہ مشترک اصول آدم سے تا ایندم ہر ایک مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ جو انسانوں کیلئے اپنے اپنے وقتوں میں اہم اور ضروری تھے۔ قتل، دروغ اور بے ایمانی یہ افعال ہمیشہ بُرے تھے اور بُرے ہیں۔ صلح، صداقت اور ایمانداری ہمیشہ اچھے تھے اور اچھے ہیں۔ اور ہمیشہ اچھے رہیں گے۔

اہل اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے جو قوانین و اصول مذہب تعلیم کئے ہیں۔ وہ ہر جغرافیہ ہر آب و ہوا، ہر قوم و ملک ہر زمانہ کیلئے یکساں قابل ہیں۔ اور یہ قوانین و اصول حیات انسانی کے کسی ایک شعبہ ہی پر حاوی نہیں ہیں۔ بلکہ فطرت انسانی کے ہر جذبہ کے مطابق قابل عمل ہیں اور ان قوانین کے بغیر فطرت انسانیہ ظلمت و تاریکی میں رہتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں حیات کے ہر لحہ میں انسان کو ان کی ضرورت ہے۔ ان کو حاصل کئے بغیر انسان دو پایہ حیوان تو بن سکتا ہے مگر انسان کہے جانے کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ حیوان سے بھی بدتر قرار پاسکتا ہے۔ کیونکہ حیوانات اصول فطرت پر گامزن ہیں۔ اور وہ انسان گمراہ ان سے بدتر افعال کا بھی مرتکب ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اسلام کے فوراً ہی بعد مثل ادیان و مذاہب سابقہ مصیبتیں آئیں اور اس چراغ نور اسلام کو بجھا دینے کیلئے آندھیاں چلتی رہیں۔ حکومتوں نے پوری طاقت صرف کرکے نقوش اسلام کو مٹانا چاہا۔ عیاش، جابر نفس پرست افراد اور بادشاہوں نے اس کے قوانین کو اپنی لذات و تعیش کی راہ میں سنگ گراں سمجھا۔ اور ہر ممکن کوشش کی کہ اس کے نام تک کو مٹا دیں۔ یا اسکو مسخ کردیں۔ پیغمبر اسلام نے اپنے بعد کے

سلئے اور دین اسلام کی حفاظت کیلئے جن خواص اصحاب، اولاد کو چھوڑا تھا۔ ان کو ہر زمانہ میں چن چن کر مارا گیا، قید کیا گیا اور قرآن کو جلایا پھاڑا گیا۔

بہرحال حکومت بشری کی جو طاقتیں تھیں وہ تمام کی تمام صرف کی گئیں۔ مگر قوانینِ اسلام اور اصولِ اسلام اسی طرح باقی ہیں جس طرح وہ اپنی ابتدا میں تھے۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا اسلئے کہ پہلے مذاہب کے مٹانے اور مسخ کرنے کے وقت انسان بااختیار تھا۔ اور عہدِ اسلام کے بعد بے اختیار و مجبور کر دیا گیا۔ کیا اسلئے کہ ہر قانون اسلام پر خدا نے ایک فرشتہ اسکی حفاظت کیلئے بٹھا دیا تھا۔ کیا اسلئے کہ سب انسان مسلمان ہو گئے تھے۔ اور کوئی دشمن اسلام ہی نہ تھا۔ نہیں یہ کچھ نہیں تھا۔ صرف بات یہ تھی کہ خدا نے جو خالق فطرت انسانیہ ہے۔ قوانین اسلام کو اتنا مطابق فطرت انسانی بنا دیا تھا کہ ہر انسان کو اسکی ضرورت تھی۔ اور جو ان قوانین سے ایک بار واقف ہو گیا۔ اور جس نے کچھ مدت تک ان اصول کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دے لیا تھا پھر وہ اس کی چاشنی کو بھلا نہیں سکتا تھا۔ وہ قتل ہو سکتا تھا۔ اس کا سینہ پتھروں سے کوٹا پیٹا جا سکتا تھا۔ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جا سکتے تھے۔ اس کو جلاوطن کرا کے ربذہ جیسے غیر آباد ریگستان میں مرنے کیلئے بھیجا جا سکتا تھا۔ اور کھجور کے درخت پر پھانسی دی جا سکتی تھی۔ مگر اصول اسلام کی لذت فراموش نہیں کی جا سکتی تھی......!

خیر یہ تو ان کا ذکر تھا جو ایک مرتبہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اہل عالم جو صدیوں تک اسلام کے قوانین کے دشمن رہے۔ قلم اور تلوار سے مقابلہ کرتے رہے۔ مگر فطرت بیدار پاتے ہی ... . قوانین فطرت اور قوانین اسلام کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ یا مسلمان ہو گئے یا اسلام کے مطابق افعال پر کاربند ہونے لگے۔

بہرحال محمد مصطفےٰ پیغمبر اسلام ہیں وہ کمالات انسانی موجود تھے۔ جو فطرت انسانی کیلئے جزو حیات ہیں۔ علم و حکمت کا آپ اعلیٰ نمونہ تھے۔ شجاعت، عفت، عدالت، کل فضائل اور مکارم اخلاق کا منبع و مرکز تھے۔ جس طرح پیغمبر اسلام کی زندگی فقر و قناعت و صبر کا درس دیتی ہے اسی طرح ایک شہنشاہ کو حفاظتِ حقوق رعایا کیلئے بے مثل نمونہ پیش کرتی ہے۔ جس طرح ایک صلح جو اور امن پسند کو عفو و رحم کا سبق دیتی ہے۔ اسی طرح آپ کی سیرت ایک انسان کو جو فطرتِ انسانی کے مطابق عیوض و معاوضہ کا خواستگار رہے اس کا معاوضہ دلا کر مظلوم کی امداد اور

ظالم کی تادیب و تنبیہہ کرکے اہل عالم کو فعل قبیح کے ارتکاب سے روکتی ہے اور عبرت دلاتی ہے۔
پیغمبر اسلام کی تعلیم جس طرح تمام انسانوں میں بحیثیت نوع مساوات قائم کرتی ہے۔ اور ان کو اخوت کا درس دیتی ہے۔ اور ایک فرد کو دوسرے فرد سے بلالحاظ رنگ و بو، شکل و شباہت، افلاس و ثروت ہم رتبہ بناتی ہے، اسی طرح محسن اور عالم ترین افراد کا رواج احسان و تحصیل علوم کی خاطر وقار اور اعزاز بڑھاتی ہے۔ تعلیم پیغمبر اسلام جس طرح اہل و عیال رکھنے اور انسان کو بال بچوں کی تربیت اور ان کے حقوق کا خیال دلاتی ہے۔ اسی طرح معمر اور لاولد انسان کو منازل فقر و فنا طے کراتی ہوئی مقام روحانیت تک پہنچا دیتی ہے۔ تعلیم الاسلام جس طرح مکارم اخلاق کے نمونے پیش کرتی ہے اسی طرح غیر مفید اور ابنائے نوع کو ضرر پہنچانے والی عادات سے انسان کو نفرت دلاتی ہے۔ مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام کی زندگی تمام دنیا کے انسانوں کیلئے بہترین نمونہ ہے۔
اب سب سے پہلے میں پیغمبر اسلام کی سیرت اور اور مکارم اخلاق کو پیش کرتا ہوں۔ اور حکمت سے اپنی کتاب کو شروع کرتا ہوں۔ آمدم بر سر مطلب ہر انسان میں کمال نفس ایک معین عمر پہ پہنچ کر پیدا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ مگر محمد مصطفےٰ پیغمبر اسلام میں کمال نفس عہد طفلی سے ہی تھا۔ ملاحظہ ہو۔

حکمت رسولؐ بعہد رضاعت و طفلی

پیغمبر اسلام کا قیام حضرت حلیمہؓ سعدیہ کے مکان پر پانچ سال یا بعض روایات کی بنا پر پانچ سال سے کچھ ماہ زیادہ رہا۔ صاحب بحار الانوار نے بروایت حلیمہؓ لکھا ہے کہ:-

محمدؐ بچپن میں نہ روتے تھے۔ اور نہ کبھی خلاف اخلاق زبان سے کوئی لفظ نکالتے تھے جب کچھ کھانے لگتے تو دستِ چپ سے نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ دست راست سے تناول فرماتے تھے۔ اور جب وہ بات کرنا چاہتے تھے تو پہلے بسم اللہ کہہ لیتے تھے اور جب صغیر سنی میں جسم سے کپڑا ہٹ جاتا تھا تو بیچین رہتے تھے۔ اور جب تک ان کو لباس پہنا نہیں دیا جاتا تھا۔ سکون نہیں ہوتا تھا۔ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ۔ آنحضرتؐ سے بچپن ہی سے میں نے وہ عقل و فراست اور حکمت کی باتیں دیکھیں کہ میں بہت تعجب کیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ مجھ کو اس بچہ سے خوف و لحاظ پیدا ہو گیا اور اس حد تک یہ خوف و ہراس بڑھ گیا تھا کہ میں تاقیام محمدؐ اپنے شوہر کے پاس نہیں جاتی تھی اور اس خیال سے مجھ پہ ہیبت اور خوف طاری ہو جاتا تھا۔

واقعہ دوم عہد طفلی، اطفال عرب پر حکمت کا اثر ....؟

جب حضرت محمدؐ کی عمر اتنی ہو گئی کہ آپ بچوں کے ساتھ باہر جانے لگے تو آپ کی عادت تھی کہ آپ جب اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ باہر جاتے اور ان کو دیگر بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھتے تو فرماتے :۔

"انا لا نخلق لھذا ا" (ہم کھیل کود کیلئے پیدا نہیں کئے گئے)

آپؐ کے فرمانے کا اطفالِ عرب پر یہ اثر ہوتا تھا کہ جب وہ آپؐ کو آتا ہوا دیکھتے تھے تو کھیل کو ترک کر دیتے تھے۔

واقعہ سوم، مطالعہ قدرت

واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت محمدؐ کی عمر جب تقریباً چار سال کی تھی آپؐ نے ایک روز حلیمہؓ سے پوچھا کہ :۔

"دن میں میرے بھائی مکان پر نہیں ہوا کرتے کہاں جاتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی کا کیا سبب ہے۔"

حلیمہ نے جواب دیا کہ :۔

"اے نور چشم وہ بکریاں چرانے جایا کرتے ہیں۔"

آپؐ نے فرمایا کہ :۔

"آپ مجھ کو بھی اجازت دیجئے کہ میں بھی ان کے ہمراہ جایا کروں۔"

حلیمہ نے بوجہ حفاظت کچھ عذرات پیش کئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ :۔

"میں چاہتا ہوں کہ قدرت خدا کا مطالعہ کیا کروں، میدان، دریا اور پہاڑوں کو دیکھوں۔ اور یہ بھی دیکھوں کہ اونٹ کے بچے اپنی ماں کا دودھ کیونکر پیتے ہیں۔ اور دیگر عجائبات قدرت بھی دیکھ سکوں۔"

چنانچہ حلیمہ نے آنحضرتؐ کو لباس صاف پہنا کر ضمرہ اور قرہ اپنے لڑکوں کے ہمراہ بھیجدیا اور اس کے بعد آپؐ اکثر ان کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔

واقعہ چہارم، محمدؐ اور راہب

حلیمہ مختلف قسم کی باتیں اور طرح طرح کے عجائبات اور علم و حکمت کی باتیں بکثرت دیکھتی رہتیں۔ آخر دل میں حیرت و تعجب نے گھر کیا تو حلیمہؓ آنحضرتؐ کو ایک مشہور کاہن اور عالم کتب سماویہ اور واقف صحف انبیاء کے پاس لے گئیں۔ اور اس کاہن سے کہا کہ :۔

"میں اس بچہ سے ایسی عجیب وغریب باتیں دیکھتی ہوں کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے۔ کیونکہ میں نے ایسے امور اس عمر اور سن کے کسی بچہ سے آجتک نہیں دیکھے۔ یہ بچہ علم وحکمت سے بھری ہوئی باتیں کرتا ہے۔ تم اس بچہ سے کچھ باتیں کرو۔ اور اپنے علم کے ذریعے سے بتاؤ کہ یہ بچہ کون ہے۔ اور آئندہ کیا ہونے والا ہے۔"

جب اس کاہن اور عالم کتب وصحف سماویہ نے محمدؐ کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ پھر کچھ باتیں کیں تو متحیر ہوا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ بعد ازاں کچھ سوالات محمدؐ سے کئے۔ آنحضرتؐ نے جواب دینا شروع کئے۔ جوں جوں وہ کاہن جواب سنتا تھا اس کا تعجب بڑھتا جاتا تھا۔ جب وہ کاہن جوابات سن چکا۔ تو اس نے محمدؐ کو گلے سے لگا لیا اور اپنے شاگردوں اور نیز مجمع سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے:-

یاآل عرب یاآل عرب! من شر قد اقترب اقتلوا ھذا الغلام واقتلونی معہ فانکم ان ترکتموہ وادرک مدارک الرجال لیسفھن احلامکم والیبدلن ادیانکم والیدعونکم الی رب لا تعرفونہ۔۔

ترجمہ:- اے ساکنانِ عرب اے مالکانِ عرب! بچو اس شر سے جو تمہارے قریب ہے۔ اس بچہ کو قتل کر ڈالو اور اس کے ہمراہ مجھ کو بھی قتل کردو۔ اگر تم اسکو چھوڑ دو گے تو جب یہ جوان ہوگا تو تمہاری عقلوں کو بیکار اور عاقلوں کو بیوقوف کردے گا۔ اور تمہارے دین کو بدل دے گا۔ اور تم کو ایسے رب کی طرف دعوت دیگا جسکو تم پہچانتے نہیں ہو۔۔

جب حلیمہؓ نے یہ سنا فوراً محمدؐ کو اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور کہا کہ دیوانہ ہوگیا ہے اور آپؐ کو لیکر گھر واپس آگئیں۔ (حیات القلوب جلد دوم)

واقعہ پنجم، ابوطالب کا اقرار حکمت رسولؐ

جب محمدؐ کی مادرِ گرامی کا انتقال ہوا تو جناب عبدالمطلب آپؐ کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ اور جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو اس وقت آنحضرتؐ کی عمر ۸ سال دو ماہ اور دس روز کی تھی۔ اور مطابق وصیت حضرت عبدالمطلب حضرت ابوطالب نے محمدؐ کو اپنی کفالت ونگرانی میں لے لیا تھا۔

جناب ابوطالب نے ایک دن اپنے بھائی حضرت عباس سے فرمایا کہ:-

"اے عباس مجھ کو محمدؐ کی اکثر باتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان باتوں سے تم کو بھی باخبر کردوں۔ محمدؐ کی عادت ہے کہ جب کھانا کھاتے ہیں تو اول الحمد للہ الاحد کہتے ہیں۔ اور جب کھانے سے فراغت ہوتی ہے تو الحمد للہ کثیراً فرمایا کرتے ہیں۔ اور جھوٹ کسی وقت نہیں بولتے۔ کسی قسم کی جہالت ان سے نہیں ہوتی۔ جو بھی فعل یا قول ان سے سرزد ہوتا ہے حکیمانہ اور عاقلانہ ہوتا ہے اور ایسے مواقع پر ہنستے بھی نہیں جن مواقع پر ہم سب ہنسنے لگتے ہیں۔ اور بہت متواضع اور خلوت پسند ہیں۔

واقعہ ششم، امارت بر اطفال

جب حضرت محمدؐ کی عمر ۶ سال کی ہوئی تو آپؐ کی فراست وحکمت کا چرچا عام ہو گیا۔ اور آپؐ کے ہم عمر آپؐ کو اپنا امیر اور سردار تصور کرتے تھے۔ ایک واقعہ اسی زمانہ کا ہے کہ ابوجہل نے جو آپؐ کا دشمن بچپن ہی سے تھا بنی مخزومہ کے اطفال کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ تم مجھ کو اپنا امیر اور سردار بنالو میں تمہارا امیر ہوں۔ لیکن جب بنی ہاشم کے بچوں نے دیکھا کہ ابوجہل بنی مخزوم کے اطفال کا امیر بن گیا تو سب جمع ہو کر محمدؐ کے پاس آئے اور بالاتفاق رائے محمدؐ کو اپنا سردار بنالیا۔ اور کہنے لگے یا محمدؐ انت امیرنا (اے محمدؐ تم ہمارے امیر ہو) واقعہ مذکور حکمت وفراست محمدی کا بچپن ہی سے اثر پیش کرتا ہے۔

واقعہ ہفتم، مخزن حکمت کی حفاظت

کتب سیر وتاریخ کی سیر کرنے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ بکثرت واقعات ایسے ملتے ہیں کہ جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت وفراست کا پتہ چلتا ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ صاحبانِ علم اور معمر لوگوں کے استعجاب وحیرت کا باعث ہوتی تھی۔ یہی آثار اور وجوہ تھے جن کی وجہ سے آپؐ کے اعزاء واقرباء آپؐ کی حفاظت میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت محمدؐ حلیمہ کے پاس تھے تو ایک دن وہاں سے لاپتہ ہو گئے۔ جب حلیمہ کو گمشدگی کی خبر ہوئی تو وہ بیحد متفکر وپریشان ہوئیں۔ اور سراسیمہ جنگل جنگل، صحرا صحرا ڈھونڈتی پھرتی تھیں اور بآواز روتی اور فریاد کرتی تھیں۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ پیروں سے خون بہتا تھا۔ آخر جب کہیں سراغ نہ ملا تو مجبوراً حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور واقعہ سنایا

اس وقت جناب عبدالمطلب روسائے قریش اور بنی ہاشم کے ہمراہ خانہ کعبہ کے قریب تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے حلیمہ کو ایسی مضطربانہ اور پریشان صورت میں دیکھا تو بے تابانہ دریافت کیا کہ اے حلیمہ کیا خبر ہے؟ حلیمہ نے دست بستہ عرض کیا کہ محمدؐ کھو گئے ہیں۔ پس حضرت عبدالمطلب نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے فرط غم سے آہ کی اور بیہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو زبان پر یہ الفاظ تھے۔:-

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنے غلام کو آواز دی اور حکم دیا کہ جلدی میرا گھوڑا اور تلوار لاؤ۔ یہ فرما کر خود خانہ کعبہ کی بلندی پر گئے اور بآواز بلند کہا:-

"اے آل غالب اے آل عدنان، اے آل فہر و اے آل نزار و اے کنانہ و آلِ مضر و مالک تم سب جمع ہو جاؤ۔"

اس آواز نے برقی کام کیا اور تھوڑی ہی دیر میں دس ہزار عرب شمشیر کشیدہ مسلح جمع ہو گئے جب جناب عبدالمطلب نے مجمع کو محمدؐ کی گمشدگی کی خبر سنائی تو مجمع سے ایسے گریہ و فغاں کا شور بلند ہوا کہ تمام صحرائے عرب گونج اٹھا اور سب مختلف اطراف و جوانب کو محمدؐ کی تلاش میں روانہ ہو گئے جناب عبدالمطلب بھی اشراف مکہ کے ہمراہ نزدیک خانہ کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے۔ وہ طواف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:-

یارب ردّ راکبی محمدؐ ردّ الیّ واتخذ عندی یدا۔ یارب ان محمدؐ ان یوجدا تصبح قریشا کلھم مبددا۔ (اے پالنے والے میرے سوار محمدؐ کو میری طرف پہنچادے اس امر میں میری مدد فرما۔ اے پروردگار اگر محمدؐ اس وقت نہیں ملے تو کل قوم قریش منتشر و برباد ہو جائے گی۔)

حضرت عبدالمطلب نے قوم قریش کی بربادی کا اس لحاظ سے ذکر نہیں کیا ہے کہ ان کا یہ حسن اعتقاد تھا کہ وجود محمدؐ قوم کیلئے باعثِ برکت ہے۔ بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ عبدالمطلب اپنے دلی جذبۂ محبت کی ترجمانی کر رہے تھے۔ اور اپنی قوتِ انتقام کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ یقیناً محمدؐ کو کسی نہ کسی نے بوجہ دشمنی قتل کر دیا ہو گا۔ تو ایسی حالت میں ان سے میں انتقام ضرور لوں گا۔ اور عرب میں جنگ عظیم چھڑ جائے گی۔ چنانچہ ان کے الفاظ مابعد سے یہ مطلب واضح ہو جاتا ہے....

حضرت عبدالمطلب نے بوقت رخصت خانہ کعبہ میں قسم کھائی کہ :۔

"اگر محمدؐ کو میں نے نہ پایا اور مکہ کو واپس آیا تو اہل مکہ میں سے جس جس پر مجھ کو گمانِ عداوت ہوگا ان کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔"

اس کے بعد اشراف مکہ تلاش محمدؐ میں صحرا بہ صحرا پھرتے رہے۔۔۔

واقدی نے لکھا ہے کہ :۔

"مسعود ثقفی، ورقہ بن نوفل، عقیل بن ابی وقاص یمن سے واپس آرہے تھے۔ انہوں نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چار سالہ بچے کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ابو مسعود نے بچے کے قریب آکر دریافت کیا۔ ما اسمک؟ (اے بچے تیرا نام کیا ہے) محمدؐ نے جواب دیا۔ (محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف) جب ان لوگوں نے یہ سنا تو اپنے ہمراہ ناقہ پر بٹھا کر مکے آئے۔ حضرت عبدالمطلب کو اطلاع کی گئی۔ اور حضرت محمدؐ کو ان کے سپرد کیا گیا۔ جس وقت دادا نے پوتے کو دیکھا تو مسرت کے آنسو عبدالمطلب کے رخساروں پر بہنے لگے۔ بیقرار ہو کر گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اے نور چشم اگر تو نہ ملتا تو میں اہل مکہ کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالتا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے مسعود ثقفی کو پچاس اونٹ ورقہ بن نوفل اور عقیل بن ابی وقاص کو تیس تیس یعنی دونوں کو ساٹھ اونٹ اور حلیمہؓ کے باپ عبداللہ بن الحارث کو ایک ہزار مثقال سونا اور دس ہزار درم اور بکر بن سعد کو سونے کا ایک ٹکرا بغیر وزن کئے ہوئے عطا فرمایا۔ اور حلیمہؓ کے لڑکوں کو یعنی ضمرہ اور قرۃ کو سو سو اونٹ مرحمت فرمائے۔۔۔"

واقعہ مذکورہ سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ محمدؐ میں بچپن ہی سے وہ جوہرِ کمال اور عقل و حکمت تھی کہ جس کا چرچا تمام ملک عرب میں پھیل چکا تھا۔ خصوصاً آپؐ کے بزرگانِ خاندان آپؐ کو اپنی جان و مال ہر ایک چیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور محبت و قدردانی کی وجہ محمدؐ کی عہد طفلی کی حکمت و فراست کی باتیں تھیں۔ انہی باتوں کی وجہ سے ہر شخص یہ جانتا تھا کہ بڑا ہو کر نہ معلوم یہ بچہ کیا ہونے والا ہے۔

حکمت، واقعہ ہشتم

جب پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی عمر تقریباً ۸ سال کی تھی۔ اس وقت آپؐ کی حکمت و فراست کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے

حالات کی مزید تحقیقات کیواسطے آپ کو ایک عالم کے پاس لیگئے۔ اس عالم کا نام شیخ عامری تھا۔ وہ بہت بوڑھا تھا۔ علاوہ علوم ستارہ گاں کے کتب سماویہ وصحف انبیاء کا بھی عالم سمجھا جاتا تھا۔ قبیلہ بنی عامر کا سردار بھی تھا۔ جس وقت حضرت محمدؐ اس کے مقابل پہنچے اس پر حیرت واستعجاب طاری ہوگیا۔ بعض رفقاء و دیگر افراد حضرت محمدؐ کی طفلی کے حالات اور محیر العقول کمالات بیان کرنے لگے۔ شیخ عامری نے ان سب کو خاموش کردیا اور کہا کہ یہ بچہ تم سے زیادہ فہیم وعقیل معلوم ہوتا ہے۔ میں خود اس بچہ سے بات چیت کروں گا۔ میں خود اس کے کل احوال کو معلوم کروں گا۔ تمہارے بیان کرنے کی مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عامری نے تادیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اور جب آپؐ کے فہم وفراست کو اپنے سے بھی بالا تر پایا تو مندرجہ ذیل سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ اصل عبارت سے آپ فصاحت و بلاغت اور حکمت محمدی کا اندازہ کرسکتے ہیں :-

شیخ عامری :- قال - یا ابن عبد المطلب ماذا یزید فی العلم - ؟

ترجمہ :- عبد المطلب کے بیٹے بتائیے علم میں کیا چیز اضافہ کرتی ہے - ؟

حضرت محمدؐ :- قال - التعلم - ترجمہ :- فرمایا سیکھنا اور سکھانا -

شیخ عامری :- قال - فما یزید فی الشرح - ترجمہ - شر میں اضافہ کس شے سے ہوتا ہے - ؟

حضرت محمدؐ :- قال - التمادی - ترجمہ - زیادہ مدت طول ہونے سے -

شیخ عامری : - قال - ھل ینفع البر بعد الفجور - ترجمہ کیا فجور کے بعد بھی نیکی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

حضرت محمدؐ - :- قال - نعم - التوبہ تغسل الحوبة - والحسنات یذھبن السیئات واذا ذکر العبد ربہ فی الرخاء - اجابہ عند البلاء -

ترجمہ :- فرمایا توبہ (معافی طلب کرلینا) گناہ کو دھودیتی ہے۔ نیکیاں برائیوں کو فنا کردیتی ہیں جب بندہ خوشحالی میں اپنے رب کو یاد رکھتا ہے تو خدا بوقت مصیبت اسکی مدد کرتا ہے -

شیخ عامری :- قال - یا ابن عبد المطلب وکیف ذالک - ترجمہ اے عبد المطلب کے بیٹے اے کیونکر ہوتا ہے

حضرت محمدؐ :- قال - لان اللہ عزوجل یقول وعزتی وجلالی لا اجمع ابداً لعبدی امنین ولا اجمع علیہ ابداً خوفین - ان ھو امننی فی الدنیا خافنی یوم اجمع فیہ عبادی لمیقات یوم معلوم فیدوم لہ خوفہ وان ھو خافنی فی الدنیا امننی یوم اجمع فیہ عبادی فی خطیرت القدس فیدوم لہ امن ولا امحقہ فیمن امحق -

ترجمہ :۔ "کیونکہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میرے عزت جلال کی قسم کہ میں اپنے بندہ کیلئے دو امن کو جمع نہ کروں گا۔ اور نہ کبھی اس پر دو خوف مسلط کروں گا۔ اگر دنیا میں امن دونگا تو روز حشر خوف دوں گا۔ جو خوف ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور اس بندہ کو دنیا میں خوف دوں گا تو اس کو اس دن امن دونگا جبکہ مقام قدس میں میرے بندے جمع ہونگے تو وہ اور اس کا امن ہمیشہ رہے گا۔ اور نہیں جلاؤں گا اسکو جس میں وہ جل چکا ہے۔"

شیخ عامری :۔ قال ۔ یا ابن المطلب فالی ما تدعوا ۔ (اے عبد المطلب کے بیٹے کس چیز کی طرف تم دعوت کرتے ہو)

حضرت محمدؐ :۔ قال ۔ ادعوا الی عبادۃ اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ وان تخلع الانداد وتکفر باللات والعزی وتقر بما جاء بہ اللہ عزوجل من کتاب او رسول وتصلی الصلوۃ الخمس بحقائقھن وتودی زکوۃ مالک یطھرک اللہ عزوجل ویطھر مالک وتصوم من السنۃ وتحج البیت اذا وجدت الیہ سبیلا وتغتسل من الجنابۃ وتومن بالموت وبالبعث بعد الموت وبالجنۃ والنار۔

ترجمہ :۔ "میں بلاتا ہوں عبادت خدائے بزرگ و برتر لاشریک کی طرف اور یہ کہ ترک کرو اس کے شریک بنانے کو اور انکار کرو اصنام لات وعزیٰ کا اور اقرار کرو اس کا جو خدا کی طرف کو آیا ہے۔ کتاب خدا اور اس کے رسول کا۔ اور نماز پنجگانہ ادا کرو معہ شرائط اور زکوٰۃ ادا کرو اپنے مال سے پاک کردے گا خدائے بزرگ و برتر اس کو۔ ہر سال روزے رکھو اور حج کعبہ ادا کرو۔ جب موقعہ ہو۔ اور غسل جنابت کرو اور ایمان لاؤ موت اور حیات اور جنت اور نار پر کہ حقیقت ہیں ــ..."

شیخ عامری :۔ قال ۔ یا ابن المطلب فاذا فعلت ذالک فمالی ۔

ترجمہ :۔ اے پسر عبد المطلب اگر میں ایسا کروں تو مجھ کو کیا حاصل ہوگا۔

حضرت محمدؐ :۔ جنت عدن تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا وذالک جزاء من تزکی ۔ ترجمہ :۔ جنات عدن حاصل ہوں گی جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ اور اس میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس کیلئے جو تزکیہ نفس کرے۔

شیخ عامری :۔ قال ۔ یا ابن المطلب فھل مع ھذا شیئ من الدنیا فانہ یعجبنی بالوطاۃ فی العیش ۔ ترجمہ :۔ اے پسر عبد المطلب اس کے ساتھ کوئی دنیا کی بھی چیز حاصل ہوگی مجھ کو

مسند عیش بھلی لگتی ہے۔

حضرت محمدؐ - قال - نعم! النصر والتمکین فی البلاد ممالک میں کامیابی اور استحکام حاصل ہو گا
اس واقعہ سے حکمت نظری و عملی پیغمبر اسلام کی بخوبی واضح ہوتی ہے اور اس کا اعلیٰ نمونہ پیش ہو جاتا ہے۔

حکمت، واقع نہم، سفر شام بعمر ۸ سال

اسی طرح کا ایک واقعہ اور بھی گذرا ہے۔ جب حضرت محمدؐ کے چچا ابو طالب بغرض تجارت ملک شام کی جانب روانہ ہونے لگے۔ تو محمدؐ نے اپنے چچا کا دامن پکڑ لیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ ابو طالب نے جب بھتیجے کو رنجیدہ پایا۔ تو فرمایا کہ جان عم میں تجھ کو کبھی تنہا نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ اپنے ہمراہ ہی رکھوں گا۔ یہ واقعہ تمام مورخین نے لکھا ہے۔ اس واقعہ سے حکمتِ حضرت محمدؐ کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپؐ نے چاہا کہ میں بلاد و امصار کو بخوبی دیکھ لوں اور وہاں کے باشندوں کے اطوار و حالات سے بھی واقف ہو سکوں۔ تاکہ فریضہ رسالت میں یہ ابتدائی واقفیت مفید مطلب ثابت ہو۔ علاوہ بریں میرے نام، خاندان، حالات اور معاملات سے اہل امصار بھی واقف ہو جائیں۔ تاکہ یہ شہرت فراست و حکمت کا ربوت میں معاون ہو سکے۔ مندرجہ عربی عبارت اس مطلب کو بخوبی واضح کرتی ہے۔ (تاریخ ابن ہشام و طبری مطبوعہ لیڈن ص ۱۱۵ وغیرہ)

ان ابا طالب خرج فی رکب تاجرًا الی الشام فلما تھیّأ للرحیل واجمع المسیر صب به رسول الله۔ فیما یزعمون فرق له وقال و ینیہ لا اخرجن به معی ولا یفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال مخرج به معه فلما نزل الرکب البصری من ارض الشام وبھا راھب یقال له بحیرا فی صومعة له وکان الیه علم اھل نصرانیة ولم یزل فی تلك الصومعة منذ قط راھب الیه بصیر علیھم عن کتاب فیھا یزعمون یتوارثونه کابرًا عن کابر فلما نزلوا ذالك العالم بحیرا وکانوا کثیرا ما یمرون به قبل ذالك فلا یکلّمھم ولا یعرض لھم حتی کان ذالك العام فلما نزلوا به قریبا من صومعة صنع لھم طعاماً کثیرا و ذالك فیما تزعمون عن شیٔ ر ہ وھو فی صومعة ویزعمون انه ای رسول الله صلعم وھوا فی صومعة فی الرکب حین قبلوا وغمامة تظله من بین القوم قال ثم اقبلوا

فنزلوا فی ظل شجرة قریبا منه فنظر الی الغمامة حین اظلت الشجرة
وتهصرت اغصان الشجرة علی رسول اللّٰه صلعم حتی استظل تحتها
فلما رای ذالک بحیرا نزل من صومعته وقد امر بذلک الطعام فصنع ثم
ارسل الیهم فقال انی اصنعت لکم طعاما یا معشر قریش فانا احب ان
تحضروا کلکم صغیرکم وکبیرکم و عبدکم وحرکم قال له رجل منهم واللّٰه یا
بحیران لک لشان الیوم ماکنت تصنع هذا بنا وقد کنا نمر بک کثیرا فما شانک
الیوم قال له بحیرا صدقت قد کان ما تقول ولکنکم ضیف وقد احببت ان
اکرمکم واصنع لکم طعاما فتاکلون منه کلکم فاجتمعوا الیه وتخلف عنه
رسول اللّٰه صلعم من بین القوم لحداثة سنه فی رحال القوم تحت الشجرة
فلما نظر بحیرا فی القوم ولم یر صفت التی یعرف ویجد عنده فقال یا معشر
قریش لا یتخلفن احد منکم عن طعامی قالوا له یا بحیرا ما تخلف عنک احد
ینبغی له ان یاتیک الا غلاما وهو احدث القوم سنا فتخلف فی رحالهم
فقال لا تفعلوا ادعوه فلیحضر الطعام منکم قال فقال رجل من قریش
واللات والعزی ان کان اللوم بنا ان یتخلف ابن عبد اللّٰه بن عبد المطلب
عن طعام من بیننا ثم قام الیه فاحتضنه واجلسه مع القوم راه بحیرا
جعل یلحظه لحظا شدیدا وینظر الی اشیاء من جسده وقد کان
یجدها عنده من صفته حتی اذا فرغ القوم من طعامهم وتفرقوا
قام الیه بحیرا فقال یا غلام اسئلک بحق اللات والعزی الا ما اخبرتنی
عما اسئلک عنه وانما قال له بحیرا ذالک لانه سمع قومه یحلفون
بهما فزعموا ان رسول اللّٰه قال لا تسئلنی باللات والعزی شیئاً
فواللّٰه ما ابغضت شیئاً قط بغضهما فقال له بحیرا فاللّٰه الا ما
خبرتنی عما اسئلک عنه فقال له سئلنی عما بدلک فجعل یسأله
له عن اشیاء من حاله من نومه وهیئته وامورہ فجعل رسول اللّٰه
صلعم یخبره فیوافق ذلک ما علا بحیرا من صفته ثم نظر الی ظهره فرای
خاتم النبوة بین کتفیه علی موضعه من صفته التی عنده قال ابن هشام

وكان مثل اثرا المجسم) قال ابن اسحاق فلما افرغ القيل على عمه ابي طالب فقال له ما هذا الغلام منك قال ابني قال له بحيرا ما هو بابنك وما ينبغي لهذا الغلام ان يكون ابوه حيا قال فانه ابن اخي قال فما فعل ابوه قال مات وامه حبلى به قال صدقت فارجع بابن اخيك الى بلده واحذر عليه يهود فوالله لئن راوه وعرفوا منه ما عرفت له ليبغنه شرا فانه كائن لابن اخيك هذا شان عظيم فاسرع به الى بلده فخرج به عمه ابي طالب سريعا حتى اقدمه مكة حين فرغ من تجارت بالشام فزعموا فيما روى الناس ان زريرا وتماما ودريسا وهم نفر من اهل الكتاب قد كانوا اسرادوا رسول الله صعلم مثل ما رآه بحيرا في ذالك السفر الذي كان فيه مع عمه ابي طالب فارادوهم فردهم عنه بحيرا وذكرهم الله وما يجدون في الكتاب من ذكره وصفته وانهم ان اجمعوا لما ارادوا به لم يخلصوا اليه ولم يزل بهم حتى عرفوا ما قال لهم وصدقوه بما قال فتركوه وانصرفوا عنه (ابن ہشام جلد اول صـ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- حضرت ابی طالب نے بغرض تجارت سفر شام کا ارادہ کیا اور جب سامان سفر جمع ہو گیا۔ حضرت محمد ملول خاطر ہوئے۔ جیسا کہ مشہور تھا کہ ابی طالب آپ کو ہمراہ نہ لے جائیں گے جب ابی طالب کو ملال محمدؐ معلوم ہوا۔ تو فرمایا کہ میں نہ تم کو کبھی جدا کروں گا۔ اور نہ خود تم سے جدا رہوں گا۔ اس کے بعد ابی طالب حضرت محمدؐ کو ہمراہ لیکر سفر شام پر روانہ ہو گئے جب یہ قافلہ شہر بصری جو ملحقات شام سے تھا۔ وہاں پہنچا تو وہاں ایک راہب رہتا تھا۔ جسکو بحیرا کہتے ۔۔۔ اس کا عبادت خانہ خاص تھا۔ وہ نصرانیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور اس صومعہ میں اس سے زیادہ صاحب علم نہیں گذرا تھا۔ اور اس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس کا علم اسلاف سے سینہ بسینہ اس تک پہنچا تھا۔ اگرچہ قریش کا قبیلہ ادھر سے بارہا گذرا۔ مگر اس نے نہ کبھی ان سے تعرض کیا نہ کوئی گفتگو کی۔ مگر ایک بار جب یہ قافلۂ قریش وہاں اترا تو بحیرا نے اس کی ضیافت کیلئے بافراط کھانے پکوائے۔ اس کی نسبت قبیلۂ قریش کے لوگوں نے خیال کیا کہ آنحضرت کو دیکھ کر اس نے یہ انتظام کیا ہے۔ کیونکہ جب یہ قافلہ اتر رہا تھا تو وہ اپنے صومعہ سے دیکھ رہا تھا۔ کہ اہل قافلہ کے درمیان حضرت محمدؐ کے سر پر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ افگن ہے۔ اس حالت میں

اہل قافلہ ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ جب اہل قافلہ نے پھر نظر کی تو اس بار اس ابر کو اس درخت پر سایہ فگن دیکھا۔ اور درخت کی شاخوں کو بھی سایہ افگنی کی غرض سے جھکتے ہوئے دیکھا۔ جب بحیرا نے یہ مشاہدہ کیا تو وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلا۔ تب ان لوگوں کی دعوت کا انتظام کیا۔ اور جب کھانے پک چکے تو اس نے ان سے کہلا بھیجا کہ میں نے آپ سب کی خاطر کھانا پکوایا ہے۔ اور میری استدعا ہے کہ آپ سب لوگ بزرگ، خورد، غلام، آزاد، ما حضر تناول فرمائیں۔ قریشیوں میں سے ایک صاحب نے کہا۔ کہ اے بحیرا آج تیری مخصوص شان ہے۔ کیونکہ اس سے قبل تو نے کبھی ایسا حسن سلوک نہ کیا۔ آج کی کیا شان ہے۔ بحیرا نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ لوگ مہمان ہیں۔ آج میری یہ خواہش ہوئی کہ میں آپ کا اکرام اور تواضع کروں۔ اور سب کو کھانا کھلاؤں۔ سب لوگ دستر خوان پر جمع ہوئے۔ لیکن حضرت محمدؐ بوجہ صغیر سنی اور حفاظت سامان کے مقام پر قیام فرما رہے۔ جب بحیرا نے سب پر نظر ڈالی اور کسی کو اس صفت کا نہ پایا جس کو وہ پہچان چکا تھا۔ تو کہنے لگا کہ اے معاشر قریش کیا تم نے کسی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کو اس دعوت میں شریک نہیں کیا ہے۔ اہل قافلہ نے کہا کہ ہم نے کسی کو بھی جن کو تم دیکھ چکے ہو نہیں چھوڑا ہے۔ صرف ایک بچہ کو سامان کی نگرانی کیلئے چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا نے کہا کہ ان کو بھی بلا لیجئے اور دعوت میں شریک کر لیجئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم واقعی یہ ہماری بیتم طبعی ہے کہ ہم دعوت میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے یتیم فرزند کو چھوڑ دیں۔ اور اس کو کھانے میں شریک نہ کریں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے اور حضرت محمدؐ کو لا کر سب کے ساتھ کھانے پر بیٹھا دیا۔ بحیرا نے جب دیکھا تو تادیر غور کرتا رہا۔ اور آپؐ کے جسم پر کچھ دیکھتا رہا۔ تا آنکہ ان تمام اشیاء کو پا گیا۔ جن کو وہ آپؐ کی صفات خاص کے متعلق خاص طور پر جانتا تھا۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تو بحیرا نے آپؐ سے کہا کہ :۔

"اے لڑکے میں تم کو لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ میں تم سے اس وقت جو دریافت کروں تم اس کا پورا پورا جواب دو۔"

بحیرا نے اس وجہ سے لات و عزیٰ کی قسم دی تھی کہ وہ آپؐ کے اہل قافلہ کو ان کی قسم کھاتے ہوئے سن چکا تھا۔ حضرت محمدؐ نے بحیرا کا یہ سوال سن کر فرمایا۔ کہ مجھ سے لات و عزیٰ کی قسم دیکر کچھ نہ پوچھو۔ مجھ کو کسی شے سے اتنی نفرت اور اتنا بغض نہیں ہے جتنا ان دونوں سے ہے۔ یہ

سنکر بحیرا نے کہا کہ میں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں ۔ کہ میری بات کا پورا پورا جواب دیں ۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ ہاں پوچھ ۔ بحیرا نے آپ کی خواب اور بیداری کے حالات اور دیگر امور کے متعلق سوالات کئے ۔ حضرت محمدؐ نے اس کے سوالات کے جوابات اس طرح دیئے ۔ کہ وہ اپنے علم کے مطابق مطمئن ہوگیا ۔ اس کے بعد اس نے پشت پر مہر نبوت کو دیکھا ۔ اس کو بھی اپنے معلومات کے مطابق مہر نبوت پایا ۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مہر نبوت کے نشان حجامت کے سے نشان تھے ۔

جب بحیرا نے کامل تصدیق کرلی تو حضرت ابی طالب سے مخاطب ہوا ۔ اور کہا کہ یہ لڑکا آپ کا کون ہے ۔ ابو طالب نے فرمایا ۔ میرا بیٹا ہے ۔ بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کا بیٹا تو نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ میرے علم کی رو سے اس کا باپ زندہ نہیں ہے ۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے ۔ بحیرا نے کہا کہ اس کے باپ کہاں ہیں ۔ ابی طالب نے کہا وہ فوت ہو چکے اور ان کی ماں بھی گذر گئیں ۔ بحیرا نے کہا آپ سچ کہتے ہیں آپ اپنے بھتیجے کو لیکر اپنے شہر کی جانب جلد واپس جائیے ۔ اور ان کے بارہ میں یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہیئے ۔ کیونکہ وہ لوگ اگر اس کی وہ باتیں پالیں گے جو میں نے پائی ہیں تو ان کے لئے بہت شر اور مفسدے پیدا کریں گے ۔ کیونکہ آپ کے اس بھتیجے کو مرتبہ عظیم حاصل ہونے والا ہے ۔ آپ جلد ان کو واپس لے جائیں ۔ ابو طالب یہ کلام سنکر حضرت محمدؐ کو لیکر بسرعت تمام مکہ میں داخل ہوگئے ...

جب اس قافلۂ تجار کو شام میں تجارت سے فراغت ہوئی ۔ جیسا کہ بقول مشہور (نالیان قاؤ زذیر) تمامہ ، دریس ۔ نامی تین یہودیوں نے حضرت محمدؐ کو اس سفر میں ابو طالب کے دیکھ لیا تھا اور ان کو ان کی صفات مخصوصہ سے پہچان لیا تھا ۔ تو انہوں نے حضرت محمدؐ کے با ارادہ بد کر لیا تھا ۔ لیکن بحیرا نے ان پر سخت اعتراض کیا ۔ اور کہا ۔ خدا کی قسم کیا تم نے اپنی کتب میں اس کی یہ صفات اور حالات نہیں پائے ہیں ۔ اور اس خیال سے کہ وہ بد بخت آپؐ کے ساتھ ارادہ بد کر چکے ہیں ۔ اسلئے بحیرا نے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ ان لوگوں نے بحیرا[1] کے اقوال معرفت اور آنحضرتؐ کی صداقت قبول نہ کرلی ۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے بد ارادوں سے آئے اور وہاں سے چلے گئے ۔

مندرجہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل اشارات کا سراغ ملتا ہے ۔

---

[1] بحیرا کا نام ابو عداس تھا ۔ اور اسکو جرجیس بھی کہتے تھے بحیرا لقب تھا ۔ (تفریح الاذکیا ص ۲۳)

۱ - پیغمبر اسلام بعمر آٹھ سال ذی علم افراد کے نزدیک ممتاز و معروف ہو چکے تھے۔ آنحضرت کی حکمت و فراست کا شہرہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ علمائے یہود و نصاریٰ حکمت محمدی سے ایسے خائف تھے کہ ان کو اپنے ناقص اور من گھڑت مذاہب کے مٹ جانے کا اندیشہ پیدا ہو چکا تھا۔

۲ - بحیرا راہب جو علم و حکمت میں مشہور شخصیت رکھتا تھا حضرت محمدؐ کی گفتگو اور جوابات سے ایسا متاثر ہوا کہ آخر اقرار نبوت کر ہی لیا۔ اور بوجہ کمال علم حضرت محمدؐ کی حکمت کا بدل قائل ہو گیا۔ اور دشمنوں سے حفاظت کا کام بقدر طاقت کرنے لگا۔

۳ - بحیرہ کے سوالات مطابق سیاق عبادت عام معلوم ہوتے ہیں۔ سونے، جاگنے، اور قوم و قبیلہ کے بارہ میں سوالات اور دیگر امور کے بارہ میں استفسارات کا کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قابلیت و علم کے لحاظ سے اعلیٰ ترین امور پر سوالات کئے ہوں گے۔ اور جب حضرت محمدؐ سے کافی جواب پایا تو اپنے علم و حکمت کو کم اور آنحضرتؐ کے علم و حکمت کو فزوں تر سمجھنے لگا۔ یہی وجہ تو تھی کہ اسنے ابوطالب سے کہا:-

لابن اخیك ھذا شان عظیم - (آپ کے بیٹے کی یہ شان عظیم ہے)

بحیرا کا عظمت محمدی کا اقرار کرنا ہی بتاتا ہے کہ وہ حکمت و علم میں آنحضرت کو اپنے سے زیادہ سمجھنے لگا تھا۔

۴ - بحیرا کا حضرت محمدؐ کو لات و عزیٰ[۱] (عرب کے مشہور دو بڑے بت) کی قسم دینا اور اس کے جواب میں حضرت محمدؐ کا فرمانا کہ میں لات و عزیٰ سے زیادہ کسی کو بھی زیادہ دشمن نہیں سمجھتا۔ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ آٹھ سال کی عمر ہی میں حکمت الٰہیہ اور علم الٰہیات سے اس طرح واقف اور آگاہ تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بحیرہ کا بعد کو خدا کی قسم دیکر سوالات کے جوابات طلب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ رعب علم و حکمتِ محمدی سے اسی وقت مرعوب ہو چکا تھا۔ اسی لئے اس نے اپنے معتقدات کو ترک کرتے ہوئے معتقداتِ محمدؐ پر عمل درآمد کیا۔ اور حضرت محمدؐ کو خدا کی قسم دیکر سوالات دریافت کئے۔

۵ - بحیرا راہب کے سوالات کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ بحیرا نے اصرار کرتے ہوئے

---

[۱] - لات و عزیٰ خانہ کعبہ کے قدیم بت تھے۔ ان کی عظمت یہود و نصاریٰ میں مسلم تھی۔ زیارت کعبہ کا دستور عرب کے مذاہب میں یکساں مروج تھا۔۔۔

خدا کی قسم دیکر اور لجد قسم کے وعدہ جوابات لے کر اپنے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ کوئی معمر انسان اور ذی علم فرد کسی کمسن بچہ سے معمولی بات چیت کیلئے قسم نہیں دیا کرتا ہے۔ بحیرا کا قسمیں دیکر سوالات کرنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ گفتگو علم الٰہیات اور اصول حکمت کے بارہ میں تھی۔ اور حضرت محمدؐ کا اس کو مسکت جواب دینا آپ کے اعلیٰ حکمت و علم پر شاہد کامل ہے۔

واقعہ دھم، لقب امین و صادق پانا بعمر ۱۸ سال

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر اسلام کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو اہل عرب نے آپ کو الامین اور الصادق کا لقب دے دیا۔ گویا امانتداری اور صداقت میں آپ کو یکتا و یگانہ روزگار مانا جانے لگا۔ امانت ایک ایسی صفت ہے جس کا تعلق عمل انسانی کی برتری سے ہے۔ اور صداقت ایسی صفت ہے۔ جس کا تعلق قول و فعل انسانی کے اعلیٰ معیار سے ہے۔ گویا آنحضرت بعمر ۱۸ سال بلحاظ حکمت نظری اعلیٰ معیار انسانیت پر فائز ہو چکے تھے۔

اس واقع کو تاریخ طبری اور ابن ہشام نے اس طرح لکھا ہے۔ (ترجمہ اصل عبارت عربی ہے)

جناب رسالت مآب حضرت محمدؐ اپنے چچا ابو طالب کی حفاظت میں جوان ہوئے۔ خدا نے ہر طریقہ سے آپ کی حفاظت کی اور جہالت کے تمام عیوب و نقائص سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ ان کرامتوں سے ارادہ مشیت میں آپ کی قوم کو دینداری کے طریقہ پر لانا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ ان میں افضل قوم بلحاظ مروت و مودت تھے۔ اور بلحاظ خلق سب سے افضل تھے۔ حلم و امانت میں ان کے اعظم تھے۔ اور گفتگو میں صادق ترین تھے۔ اور دور ترین فرد تھے برائیوں سے۔ آپؐ کی نیکوکاری۔ بلند کرداری اس حد تک پہنچ گئی کہ آخر ان کی قوم نے ان کو الامین کا لقب دیدیا۔ حضرت ابوطالب برابر آپؐ کی حفاظت و نگرانی و نصرت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

عبارات تاریخی کا ترجمہ پیش ناظرین کیا گیا ہے۔ اصل عبارت میں حکمت نظری و حکمت عملی پیغمبر اسلام کو ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:۔

"کان رجل افضل قومہ مودۃ" — (افضل قوم تھے مودت میں)

احسنھم خلق (خلق میں احسن تھے) واکرمھم مخالطہ۔ (ملنے جلنے میں اکرم تھے)

واحسنھم جاراً (بہترین ہمسایہ تھے) واعظمھم حلماً و امانۃ (حلم و امانت میں اعظم تھے)

واصدقھم حدیثاً (گفتگو میں سب سے زیادہ سچے تھے)

عبارت ماسبق نے ظاہر کیا ہے کہ مورخ نے ہر جگہ عربی کا صیغہ افضل التفضیل استعمال کیا ہے۔ اور یہ اسی موقعہ پر ہوتا ہے۔ جب سب افراد موجودہ سے کوئی شخص بہتر و اعلیٰ ہو۔ اس عہد جاہلیت عرب میں بھی حضرت محمدؐ اعلیٰ معیار کمالاتِ انسانیت پر فائز تھے۔ اس لئے آپؐ کی تمام صفات اور مکارم اخلاق کو جداگانہ بیان کیا ہے۔ اور ان صفات میں قولی و فعلی، علمی و عملی ہر دو قسم کے فضائل جمع ہیں۔

واقعہ یازدھم، حکمت عملی عقد خدیجہ بعمر ۲۵ سال

رشتہ تزویج بھی ایک ایسا رشتہ ہے کہ مرد اگر اس کے انتخاب میں غلطی کر جاتا ہے۔ تو باوجود اپنے کمالاتِ علمی و عملی و مالی کے اہل نظر کی نگاہوں میں ہمیشہ کیلئے ذلیل ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اس رشتہ کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتتے ہوئے اپنی حیثیت و وجاہتِ علمی و شخصی و خاندانی کے مطابق انتخاب کر لیتا ہے۔ تو اس کی آئندہ زندگی بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے۔ اور اس کے کارہائے سربستہ سہل ہو جاتے ہیں۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی و نیز اقوامِ آزادِ قیودِ شرافت و رذالت میں بھی رشتہ تزویج کی بڑی اہمیت ہے۔ صرف اس رشتہ تزویج کی بنا پر ہی موروثی حق شہنشاہیت بھی ضائع کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شہنشاہ انگلستان ایڈورڈ ہشتم کے معاملہ میں ہوا۔ بہر حال ذی علم اور ذی وجاہت افراد جانتے ہیں کہ رشتہ تزویج انسانی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ علاوہ بریں ہر ملک و قوم کے بھی رسوم و قوانین اس معاملہ میں جداگانہ ہیں۔ چنانچہ عہد جاہلیت میں عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ لڑکی کو انتہائی تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے چونکہ ان کے ہر فرد کو دعویٰ تھا کہ ہمچو من دیگرے نیست۔ لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ وہ اپنی لڑکی کو کسی کی زوجیت میں دیکر اس کو اپنا ہم مثل اور برابر کا قرار نہ دیں۔ گویا اہل عرب میں یہ دستور عام تھا۔ کہ وہ جسکو اپنی لڑکی دیتے ہیں وہ ان کے برابر کا ہے۔ چونکہ یہ احساس برتری بحد غلو پہنچا ہوا تھا اس وجہ سے وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ غلام اور کنیزوں کے فروخت کرنے کا دستور بھی عام تھا۔ غور طلب یہ امر ہے کہ آخر اتنی کثیر تعداد میں لڑکیاں کہاں سے آتی ہوں گی؟ اس کی صرف دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ اول ممالک غیر سے لڑکیاں خرید کر درآمد کی جاتی ہوں گی یا اپنی نومولود لڑکیوں کو بادیہ نشینوں کی آغوشِ تربیت میں دیکر اس سے خود دست بردار ہو جاتے ہوں گے۔ اور وہ بادیہ نشین صحرائی بدو قبائل ان لڑکیوں کو بازاروں میں بحالت بلوغ فروخت کر دیتے ہوں گے۔ ان دو صورتوں سے یہ امر بآسانی واضح ہو جاتا ہے کہ اہل عرب اپنی لڑکی کا کفو یا برابر کا شوہر

کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے تھے۔ اس تمہید تاریخی کے بعد آپ حضرت محمدؐ کے تزویج کے سلسلہ کو ملاحظہ کیجئے۔

نسبِ خدیجہؓ وھی یومئذ اوسط قریش نسبا و اعظمھم شرفا۔

(یہ خاتون اس عہد میں عالی نسب اور بلحاظ شرافت سب سے زیادہ اعظم تھیں)

(۲) وکانت خدیجہ تاجرۃ ذات شرف ومال کثیر وتجارت تبعث بھا الی الشام فتکون عیرھا کعامۃ عیر قریش وکانت تستاجر الرجال ویدفع الیھم مضاربۃ

(حضرت خدیجہؓ تاجرہ تھیں۔ صاحب دولت اور تجارت تھیں ان کی تجارت کا یہ حال تھا۔ کہ جب قافلہ تجارشام کو جاتا تھا تو اس میں تنہا خدیجہؓ کا مال واسباب تجارت تمام دیگرافراد قافلہ کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ لوگ خدیجہؓ کا مال لیکر بغرض تجارت جاتے تھے اور منافع اصل سرمایہ واپس کردیتے تھے۔)

(۳) شبلی نعمانی صاحب کتاب سیرت النبی ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں۔ (از کتاب ابن ہشام ص ۶ مصری، طبری ص ۱۱۲۷ جرمنی۔

فلما بلغ عن رسول اللہ ما بلغھا من صدق حدیثہ وعظم امانتہ وکرم اخلاقہ بعث الیہ فعرضت علیہ ان یخرج فی مال لھا الی الشام تاجرا وتعطیہ افضل ما کانت تعطی غیرہ من غلام لھا یقال لہ میسرۃ۔

(جناب خدیجہؓ کو جب آنحضرت کی صداقت بیانی اعلیٰ درجہ کی امانت داری اور اعظم ترین اخلاق کی خبریں پہنچیں تو انہوں نے خود اپنی طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیغام بھیجا اور درخواست کی کہ آپ میرا اسباب تجارت لیکر میرے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف جائیں تو میں آپ کو اس کے معاوضہ میں اس سے کہیں زیادہ دوں گی جو دوسرے تاجر آپ کو دیتے ہیں۔)

(۴) تاریخ طبقات ابن سعد ص ۸ پر تحریر ہے:۔

عن نفیسہ بنت منیۃ قلت کانت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی امراۃ حازمۃ جلدۃ شریفۃ مع ما اراد اللہ بھا من الکرامۃ والخیر وھی یومئذ اوسط قریش نسبا واعظمھم شرفا واکثرھم مالا وکل قومھا کان حریصا علی نکاحھا لو قدر علی ذلک قد طلبوھا وبذلوا لھا الاموال فارسلتنی دسیسا الی محمد صلعم بعد ان ارجع فی عیرھا من الشام فقلت یا محمد ما یمنعک

ان تزوج فقال ما بیدی ما تزوج به قلت فان کفیت ذلک و دعیت الی الجمال و المال و الشرف و الکفاءۃ الا تجیب قال فمن ھی قلت خدیجہ و قال کیف لی بذلک قالت قلت علیّ قال فانا افعل فذھبت فاخبرتھا فارسلت الیہ ان ائت الساعۃ کذا و کذا و ارسلت الی عمھا عمرو ابن اسد لیزوجھا فحضر و دخل رسول اللہ ؐ فی عمومتہ فزوجہ احدھم (طبقات ابن سعد ص...)

ترجمہ:۔ نفیسہ بنت منبہ کا بیان ہے کہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ ابن قصی۔ بہت عاقل و فرزانہ اور شریف خاندان خاتون تھیں۔ اور باین ہمہ خدائے قدیر کا ارادہ توفیق خیر و برکت کے ساتھ اس کا رفیق تھا۔ وہ اس زمانہ میں باعتبارِ حسب و نسب اعلیٰ ترین قریش تھیں۔ فضل و شرف کے لحاظ سے ان میں اعظم اور مال و دولت کے اعتبار سے تمام قریش سے زیادہ متمول اور خوشحال تھیں۔ کل قوم کے افراد ان سے نکاح کرنے پر حریص و متمنی تھے۔ اور حتی الامکان اس کیلئے سعی کرتے تھے۔ اگر اس کے لئے جناب خدیجہؓ ان کے تمام اموال بھی طلب کر لیتیں تو بھی وہ سب کچھ نذر کرنے کیلئے تیار تھے۔ نفیسہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے شام سے قافلۂ تجارت کے واپس آنے کے بعد مجھ کو حضرت محمدؐ کی خدمت میں پیام نکاح لیکر بھیجا۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:۔

"اے محمدؐ آپ کو اپنے نکاح کرنے کیلئے کونسی شے مانع ہے۔

فرمایا کہ:۔ "میرے ہاتھ میں کیا ہے جس سے میں اپنے نکاح کا قصد کروں۔" میں نے کہا کہ:۔ "اگر میں اس امر میں آپؐ کی کفالت کروں۔ اور ایک ایسی جگہ آپؐ کی نسبت لگا دوں جو صاحب شرف و وجاہت اور صاحب مال و دولت بھی ہو۔ اور آپؐ کی کفالت بھی کر سکے۔ تو کیا ایسی حالت میں آپ اسے قبول فرمائیں گے۔"

آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔ "وہ کون ہے۔؟"۔

میں نے کہا کہ:۔ "وہ خاتون خدیجہؓ ہیں۔"

ارشاد ہوا:۔ "وہ کیسے اس امر پر راضی ہوں گی۔؟"

میں نے کہا:۔ "کہ اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ:۔ "اچھا میں راضی ہوں۔"

نفیسہ کا بیان ہے کہ میں یہ ارشاد سنکر رخصت ہوئی۔ اور خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ خدیجہؓ نے اسی

روز نکاح مقرر کر کے آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔ اور اپنے چچا عمر ابن اسد کو بھی اس کی خبر کر دی اور صیغہ تزویج پڑھ دینے کیلئے کہلا بھیجا۔ وقت مقرر پر جناب رسالت مآب اپنے اعمام کے ہمراہ خدیجہؑ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور آپؐ کے اعمام میں سے ایک صاحب نے آپ کا خطبۂ نکاح پڑھا۔۔۔

روضۃ الاحباب اور روضۃ الصفا میں اس نکاح کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :۔

قد خطب ابو طالب خدیجہ بنت خویلد وقال لھا الصداق) جلۃ و عاجلۃ۔ عشرون بکرۃ من مالی۔

(خدیجہؑ کا عقد حضرت ابو طالب نے پڑھا۔ فرماتے ہیں خدیجہ بنت خویلد کا میں (محمدؐ) کی طرف سے خطبۂ نکاح پڑھتا ہوں اور ان کے مہر موجل و معجل میں بیس مہار اونٹ جو میری ملکیت ہیں ادا کرتا ہوں۔ (روضۃ الاحباب حافظ جمال الدین محدث شیرازی)

اس واقعہ کو زرقانی ان الفاظ میں لکھتے ہیں :۔

عن الدولابی ان ابی طالب قال وقد خطب الیکم رغبا کم بمتکم خدیجہ وقد نزل لھا من الصداق ما حکم عاجلۃ اثنا عشرہ اوقیہ ذھبا۔

(دولابی کہتے ہیں کہ خطبہ نکاح میں حضرت ابو طالب نے فرمایا۔ یا معاشر قریش میں آپ لوگوں کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہ کا خطبۂ نکاح بطیب خاطر پڑھتا ہوں اور ان کے مہر موجل و معجل میں بارہ اوقیہ سونا دیتا ہوں۔

خطبۂ نکاح | حضرت ابو طالب ابن عبد المطلب نے ان الفاظ میں حضرت محمدؐ کا خطبہ نکاح پڑھا (زرقانی اسنی المطالب وغیرہ)

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد و عنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعلنا لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمدؐ بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفا ونبلا وفضلا وعقلا وان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمدؐ من قد عرفتم قرابۃ وقد خطب خدیجہ بنت خویلد وبذل لھا ما اجلہ وعاجلہ من مالی کذا وھو واللہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطر جسیم۔

ترجمہ :۔ کل تعریف اس خدا کیلئے سزاوار ہے۔ جس نے ہم کو ذریت ابراہیمؑ اولاد اسمٰعیلؑ نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا۔ اور ہم کو اپنے بیت کو محافظ اور اپنے حرم محترم کا نگہبان مقرر کیا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے۔ اور ایسی متبرک زمین عطا کی۔ کہ جہاں خدا کی مخلوق امن پاتی ہے۔ خدا نے ہمکو لوگوں پر حاکم بنایا۔ امابعد یہ میرا بھتیجا محمدؐ ابن عبداللہ ہے۔ جس کا اگر کسی سے موازنہ اور مقابلہ کیا جائے۔ تو از روئے فضل وکمال وشرافت وعقل وفہم سب سے برتر ہے۔ اگرچہ مال میں کم ہے۔ مگر مال کیا ہے۔ ایک زوال پذیر چھاؤں اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔

محمدؐ وہ شخص ہے جس کی قرابت جو کچھ مجھ سے ہے۔ آپ لوگ اس کو خوب جانتے ہیں۔

وہ خدیجہ سے عقد کا خطبہ کر رہا ہے۔ میں اپنے مال سے مہر موجل ومعجل ادا کرتا ہوں۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ وہ شخص ہے جس کیلئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان حصہ ملنے والا ہے۔ (زرقانی ص ۲۴۲)

سیرت الحلبیہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔ حضرت محمدؐ نے اپنے عقد کا ولیمہ تمام قریش کو دیا۔

وھو اول ولیمہ اولمہا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(یہ اول ولیمہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دیا۔)

عبارت مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔:۔

(۱) حضرت خدیجہؓ عرب میں متمول ترین خاتون تھیں اور علاوہ مالدار ترین افراد ہونے کے صاحب شرافت اور خدا پرست بھی تھیں۔ اکثر ممتاز افراد خطبہ نکاح چاہتے تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ ان کو اپنا کفو نہیں سمجھتی تھیں۔ اسلئے ان کے پیغامات کو مسترد کر دیتی تھیں

(۲) حضرت محمدؐ فضل وشرافت میں تمام عرب میں ممتاز ترین فرد تھے۔ ان کیلئے کفو زوجہ اسی وقت ممکن ہوسکتی تھی جبکہ وہ بھی امتیازی شان وشہرت رکھتی ہو۔

(۳) حضرت محمدؐ نے خود خطبہ نکاح کی ابتدا نہیں کی مبادا مثل دیگر افراد کے رد کر دی جائے۔ اور وجہ سبکی ہو۔ حضرت خدیجہؓ نے خود ہی پیغام نکاح بھیجا اور یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت محمدؐ سے زیادہ صاحب فضل وشرافت کوئی نہیں ہے۔

(۴) حضرت محمدؐ پر یتیمی کا الزام تھا۔ نگاہ عرب میں یتیمی ایک دھبہ اور علامت مفلسی تھی حضرت محمدؐ نے خدیجہؓ سے نکاح کرکے عرب کے ان حقیرانہ نظریوں کے داغ کو ہمیشہ کیلئے دھو ڈالا

(۵) حضرت محمدؐ کے آباؤ اجداد یوں تو حاکم اور نگہبان کعبہ تھے۔ مگر ایثار و سخاوت ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ لہٰذا ان کا شمار دولتمندوں میں نہ تھا۔ حضرت محمدؐ کو اپنے کار تبلیغ توحید کیلئے جہاں امتیاز و اعزاز ظاہری کی ضرورت تھی وہاں دولت و ثروت کی بھی ضرورت تھی حضرت خدیجہ سے نکاح کرنے سے بیشمار دولت کے مالک ہوگئے۔ اور حضرت خدیجہ کی یہ دولت ان کی منشاء و خوشی کے مطابق غربائے قوم پر تقسیم کردی گئی۔ اس طرح سے خدمت خلق خدا بھی ہوئی اور تبلیغ کے کاموں میں سہولت بھی۔

(۶) اذہان قوم عرب صرف دولت کو وجہ امتیاز و شرافت سمجھے ہوئے تھے۔ تقریب نکاح خدیجہؓ میں حضرت ابوطالب عم رسولؐ کے خطبۂ نکاح نے اس خیال کی تردید کردی۔ اور حضرت ابوطالب نے بھرے مجمع میں اور ایسے مجمع میں جہاں تفاخر ہی وجہ حیات سمجھا جاتا تھا۔ کھلے الفاظ میں کہہ دیا۔ وجعلنا الحکام علی الناس (خدا نے ہمکو لوگوں پر حاکم بنایا) ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفا و نبلا و فضلا و عقلا (میرا بھتیجا محمدؐ بن عبداللہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ جس کا موازنہ کسی سے نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر موازنہ کیا جائے گا۔ تو فضل و شرافت و کمال اور عقل میں سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ وان کان فی المال قل فان المال ظل زائل (اگرچہ بظاہر دولت دنیوی میں کم ہے۔ تو یہ دیکھو مال دنیا زوال پذیر چھاؤں ہے۔ جو وجہ شرافت انسانی نہیں بن سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اشراف عرب یاد رکھیں کہ محمد ابن عبد اللہ کیلئے کوئی خبر عظیم اور نصیب بلند آنے والا ہے...

اس اشراف قوم کے جلسہ نکاح میں حضرت محمدؐ کے فضائل کا اس طرح بیان ہونا ایک ایسی خشتِ اول تھی جو بنیاد دین مبین کیلئے از حد ضروری تھی۔ اس بیان نے حضرت محمدؐ کو یتیم ابوطالب کہکر۔ مشتہر کرنے والوں کی ہمیشہ کیلئے گردنیں جھکادیں۔ اور پھر کسی کو محمدؐ پر برتری کا خیال پیدا نہیں ہوا

(۷) حضرت خدیجہ کے مال کثیر نے تبلیغ توحید و رسالت کے کاموں میں بڑی آسانیاں پیدا کردیں۔ اور صرف مال خدیجہؓ ہی کام نہیں آیا بلکہ صدائے تبلیغ و رسالت و توحید پر ایک لبیک کہنے والا مل گیا اور صرف لبیک کہہ کر تصدیق ثبوت کرنے والا ہی نہیں ملا۔ بلکہ بالغ، عاقل، متمول، ذی اثر و جاہت وہ فرد مل گئی جو ابتدائے وحی کے حالات اور معاملات، خالق و مخلوق اول محمد صلعم کی گواہ عینی بن سکی۔ اتفاق اہل اسلام ہے کہ اول تصدیق رسالت کرنے والی ذات حضرت خدیجہؓ ہیں۔ یاد رکھئے کہ اگر محمدؐ عربی دنیا کے سامنے مسئلہ توحید رکھتے اور ان کی بیوی ہی منکر توحید ہوتیں تو وہ ہرگز

کامیاب نہ ہو سکتے۔ حضرت محمدؐ کی تبلیغ تو صرف پیغام زبانی تھی۔ فرعون کی سلطنت کی طاقت اس کا استبداد و ثروت فوج و حشمت اسکو خدائے بجبر کہلواتی رہی۔ مگر آسیا بنت عمران اس کی زوجہ اسکی خدائی کی منکر رہی۔ آخر اسی زوجہ نے فرعون کی خدائی کے دشمن حضرت موسیٰ کو اپنی آغوش میں پالا۔

بہر حال حضرت محمدؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کر کے اعلیٰ حکمت و فراست کا ثبوت دیا ہے (۸) حضرت محمدؐ نے ولیمہ نکاح کی بنیاد ڈالی اور کل افراد قوم قریشی کی دعوت کر کے اپنے مسائل و معاملات کیلئے آسانیاں پیدا کریں۔ اور مندرجہ بالا مصالح کی شہرت حسب دلخواہ ہو گئی۔ گویا یہ ولیمہ نکاح دعوت ذوالعشیرہ (دعوت اسلام) کی بنیاد ثابت ہوئی۔

واقع دوازدھم سفرِ تجارت

واقعہ عقد حضرت خدیجہ کے سلسلہ میں یہ ذکر آچکا ہے کہ حضرت محمدؐ عقد سے پہلے اموال خدیجہؓ کو بغرض تجارت لیگئے تھے۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا اور حضرت خدیجہؓ نے حضرت محمدؐ کو مال تجارت دیکر روانہ کیا تو اپنے دو غلام میسرہ اور صالح کو ہمراہ کر دیا۔ لیکن بایں الفاظ تاکید کی :-

اعلما اِنّنی قد ارسلت الیکما امینا علی اموالی وانه امیر قریش وسیدها فلا تیلا علی یدیه - فان باع لا یمنع وان ترك لا یومر ولکن کلامهما له به لطف وادب ولا تعلوا الکلام کما علی کلامه۔

اے میسرہ اور اے صالح خبردار رہو کہ میں ایک امین اموال اور امیر قوم قریش اور سردار قریش کو تمہارے ساتھ بھیج رہی ہوں۔ تمہارا کوئی اختیار اس پر نہیں ہے۔ وہ اگر بیچے تو رد کا نہ جائے اور اگر ترک کر دے تو حکم نہ دیا جائے۔ تمہاری گفتگو کا انداز بلطف و ادب ہونا چاہیئے۔ اس کے کلام پر اپنا کلام اس کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا۔

مختصر یہ کہ قافلہ تجارت بجانب ملک شام روانہ ہوا جب مقام جحفۃ الوداع پر پہنچا۔ تو قبائل نے باہم مشورہ کیا کہ ہم سب کو اپنا ایک حاکم و سردار معین کر لینا چاہیئے۔ تاکہ مصائب و آفاتِ سفر میں بالاتفاق اس کے حکم پر سب عمل کر سکیں۔ چنانچہ قبائل نے اپنا حاکم اس ترتیب سے معین کیا۔۔۔۔۔

(۱) بنو مخزوم نے عمر بشام المخزومی کو (۲) بنو عدی نے مطعم بن عدی کو (۳) بن لوی نے ابوسفیان صخر بن حرب کو (۴) بنو النضر نے نضر بن الحارث کو (۵) بنو زہرہ نے

احیمہ بن جلاح کو (۲) اور بنی ہاشم میسرہ وصالح نے اپنا امیر حضرت محمدؐ کو بنایا اگرچہ اس قافلہ میں تجربہ کار اور معمر افراد موجود تھے۔ اور حضرت محمدؐ کمسن اور کم تجربہ تھے۔ مگر آپؐ کی فراست وحکمت کے اثر سے آپؐ کی سرداری پر کسی نے اختلاف نہ کیا۔ اور سب بخوشی امارت محمدی پر راضی ہو گئے۔ صرف ابوجہل نے کچھ مخالفت کی مگر حضرت حمزہ نے ڈنٹ دیا۔ قافلہ روانہ ہو ایک وادی کے قریب پہنچ کر حضرت محمدؐ نے رفقاء کو حکم دیا کہ اس مقام پر قیام کیا جائے۔ اہل قافلہ نے حکم کی تعمیل کی اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ لیکن ایک شخص مصعب نامی نے اختلاف کیا۔ یہ شخص قبیلہ جمح سے تھا اور اس کے رفقاء بڑھے چلے گئے۔ مصعب نے اپنے رفقاء کو اس امر کا لالچ دلایا کہ ہم لوگ۔ قبل از وقت شام پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا ہم بآسانی اور بمنافع معقول اپنے سامان کو فروخت کر سکیں گے۔ لیکن جب وہ اس وادی سے نکلے تو سخت طوفان باد باران آیا۔ مصعب اور اس کے رفقاء اس طوفان سے کسی جگہ بھی پناہ نہ لے سکے اور بڑی حسرت ویاس کی موت مرگئے۔ جس وقت محمدؐ کو مصعب اور اس کے رفقاء کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ تو آپؐ کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد دیگر قبائل نے عہد کر لیا کہ خلاف رائے محمدؐ آگے قدم نہ بڑھائیں گے۔۔۔۔۔

مختصر یہ کہ جب چار روز گذر گئے اور طوفان باد و باران کم ہوا تو اہل قافلہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور حضرت محمدؐ سے مشورہ طلب کیا۔ آپؐ نے واپسی کو منع فرمایا اور ان سب کو واپسی سے روک دیا۔ چوتھے روز آپ نے صبح سویرے حکم دیا کہ اسباب و سامان سفر کو درست کریں بعض افراد نے عرض کیا کہ ابھی طوفان باقی ہے۔ سیلاب موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ سہ پہر تک سیلاب اتر جائے گا اور ہم بآسانی سفر کر سکیں گے۔ چنانچہ سب نے سامان سفر کو درست کیا اور وقت معینہ تک سیلاب اتر گیا اور سب اپنے سفر پہ روانہ ہو گئے۔

اس واقعہ سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ علم وحکمت میں حضرت محمدؐ کا کیا پایہ تھا۔ آج جبکہ سائنس نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ اور محکمہ مطالعہ آثار قدرت ہر ملک میں اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہے۔ تب کہیں انسان ان آلات کی مدد سے باد باران اور طوفان وغیرہ کی خبروں کو قبل از وقت معلوم کر لیتا ہے۔ اور بعض اوقات اس اندازہ میں بھی غلطی ہوتی ہے۔ مگر حضرت محمدؐ نے بغیر مدد آلات سیلاب و طوفان کے آنے اور ختم ہونے کی خبر دی۔ یہ صرف آپؐ کی حکمت نظری کا نتیجہ تھا۔ اسی واقعہ کے آخری حصہ سے آپؐ کی حکمت عملی کا پتہ لگتا ہے۔

بہرحال جس وقت یہ قافلہ ملک شام پہنچ گیا تو اطراف و جوانب کے لوگ جوق در جوق مال خریدنے کیلئے آنے لگے۔ اور سامانِ تجارت کی خریداری شروع کردی۔ لیکن حضرت محمدؐ نے میسرہ کو حکم دیا کہ وہ ابھی سامان تجارت کو نہ کھولے۔ چنانچہ اس روز وہ سامان یونہی بندر کھا رہا۔ دوسرے دن پھر قافلہ کے آنے کی خبر سنکر لوگ دور دور سے آنے لگے اور سامان خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت آپؐ نے اپنا سامان کھلوایا اور خاطر خواہ منافع پر فروخت کیا۔ کیونکہ اس وقت دوسرے تاجروں کے پاس سامان فروختنی ختم ہو چکا تھا۔ لہذا لوگ باشتیاق تمام سامان خریدتے جاتے تھے۔ اور آپؐ معقول منافع پر اپنا سامان فرخت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس سفر سے حضرت خدیجہؓ کو بہت منافع حاصل ہوا۔ جسکا چرچا مکہ میں پھیل گیا۔

اس سفر سے واپسی پر راہ میں اہل قافلہ نے باہم مشورہ کیا کہ حضرتؐ کے نصائح اور مشوروں سے ہم سب نے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ لہذا ہملوگوں کو چاہیئے کہ ہم سب ان کو ہدیئے اور تحفے نذر کریں۔ چنانچہ یہ مشورہ سب نے منظور کیا اور حضرت محمدؐ کو بہت سے ہدیئے پیش کئے گئے۔ جن کو آپؐ نے بخوشی قبول کیا....

واقعہ سیزدھم۔ تعمیر کعبہ و نصب حجر اسود بعمر ۲۰ یا ۳۵ سال۔

عمارت کعبہ کے معمار اول تو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ تھے۔ مگر بوجہ شق دیوار قریش نے کعبہ کو از سر نو بنانا چاہا۔ اور پہلی عمارت کو منہدم کر کے اپنی بنیادوں پر دیواریں بنائیں۔ حضرت محمدؐ بھی تعمیر کعبہ میں شریک رہے۔ اور پتھر ڈھوتے ڈھوتے آپؐ کے شانے زخمی ہو گئے تھے۔ جب خانہ کعبہ تیار ہو گیا اور سنگ اسود (حجر اسود) کے نصب کرنے کا وقت آیا تو عرب کے جنگجو اور نام و نمود کے بندے آپس میں لڑنے پر آمادہ ہوئے اور ہر قبیلے کا سردار یہی چاہتا تھا کہ سنگِ اسود کے نصب کرنے کا شرف اسکو ہی حاصل ہو۔ بات طول پکڑ گئی۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی عبارت کا ترجمہ :-

جب حجر اسود (سنگ اسود) کو اپنے مقام پر نصب کرنے کا وقت آیا۔ تو ہر شخص کی خواہش ہوئی کہ میں اسکو اس کے مقام پر رکھوں۔ اس بنا پر سب کے سب آپس میں حد تحمل سے متجاوز ہو گئے اور قسم کھا کھا کر جنگ و جدال کیلئے مستعد ہو گئے۔ بنی عبد الدار کو تو اتنا جوش آگیا جیسا کہ عرب میں سخت سے سخت قسمیں کھانے کا دستور تھا انہوں نے خون تازہ سے ایک پیالہ بھر لیا اور دستور جہالت کے مطابق اپنے اور بنی عدی بن

کعب کے قبیلہ والوں کے ہاتھ اس خون سے بھرے ہوئے پیالہ میں ڈلوائے گویا کہ کشت و خون پر نہایت استقلال سے آمادہ ہو گئے۔۔۔

ابن ہشام کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔:

انہیں امور کے تصفیہ میں قریش کو چار پانچ راتیں گذر گئیں۔ آخر کار سب مسجد میں جمع ہوئے اور اس امر کے تصفیہ کی نسبت مشورے کرنے لگے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابا امیہ (ولید بن مغیرہ) جو قریش میں اس وقت سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا کہنے لگا کہ اے قریش تم لوگوں کو چاہیئے کہ اس امر پر فیصلہ کر لو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو وہی اس خدمت کو انجام دے۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا۔ فکان اول من دخل رسول اللہ صلعم فلما راؤہ وقالوا ھذا الامین رضینا ھذا محمدؐ صلعم (ابن ہشام مطبوعہ مصر ص۶۲) جب اتفاق آرا ہو چکا۔ تو اتفاق سے در مسجد سے داخل ہونے والے پہلے شخص حضرت محمدؐ تھے۔ جیسے ہی لوگوں نے ان کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو سب یک زبان ہو کر کہنے لگے:۔

"یہ تو امین ہیں۔ یہ تو محمدؐ ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔"

حضرت محمدؐ نے واقعہ کی نوعیت کو معلوم کیا۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ سنگ اسود کے نصب کرنے کا کام آپکے سپرد کیا جا چکا ہے۔ تو آپؐ نے بجائے سنگ اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر نصب کرنے کے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ایک چادر منگائی اس میں سنگ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھدیا اور قبائل قریش کے ممتاز افراد کو بلا کر کہا کہ اس چادر کو سب ملکر اٹھائیں۔ جب ان افراد نے چادر کو اٹھایا اور وہ جائے نصب کے مقابل آگئی تو آپ نے اپنے ہاتھ سے سنگ اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا۔ ان چار افراد کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) عتبہ بن ربیعہ (قبیلہ عبد شمس سے) (۲) اسود بن عبد المطلب (بنی سعد سے)
(۳) ابو حذیفہ بن مغیرہ (بنی مخزوم سے) (۴) قیس بن عدی (قبیلہ سہم سے)

(روضۃ الصفا ص۳۱)

واقعہ مذکورہ کے بارے میں ابن ہشام کی اصل عبارت:۔

قال رسول اللہ ھلمّ الی ثوبا فاتی بہ فاخذ الرکن فوضعہ فیہ بیدہٖ ثم قال لتاخذ کل قبیلۃ بناحیۃ من الثوب ثم ارفعوہ جمیعا ففعلوا حتی

بلغوا به موضعه وضعه هو بيده ثم بنى عليه - ـ

"رسول خدا نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ سب نے کپڑا حاضر خدمت کیا۔ حضرت محمدؐ نے اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود کو اٹھا کر اس میں رکھا پھر فرمایا۔ ہر قبیلہ اس کپڑے کے گوشہ کو پکڑ لے اور اونچا کرے۔ سب نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اس کو اصلی مقام تک لے آئے۔ تب حضرت محمدؐ نے اپنے دستِ پاک سے اس کو اٹھا کر نصب کر دیا..."

واقعہ مذکورہ سے حضرت محمدؐ کی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب قریش باہم طے کر چکے تھے کہ جو بھی درِ مسجد سے پہلے داخل ہو گا۔ اس کو ہم اپنا حکم تسلیم کر لیں گے چنانچہ جب حضرت محمدؐ درِ مسجد سے داخل ہوئے اور سب نے ان کو اپنا حکم اور حجرِ اسود کو نصب کرنے کا اہل قرار دیا تو پھر حضرت محمدؐ کو بے چوں و چرا اپنے ہاتھ سے ہی سنگِ اسود کو نصب کر کے رہتی دنیا تک اپنی اس فضیلت کو حاصل کر لینا ہی چاہیئے تھا۔ مگر حضرت محمدؐ کا ایک چادر منگانا اور ممتاز قبائل کے چار ممتاز افراد کو بلا کر ان سے چادر میں پتھر رکھوا کر اس چادر کو بلند کروانا اور پھر اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود نصب کرنا ایسی حکمت عملی تھی جو بے مثل و بے نظیر حکمت کہے جانے کے لائق ہے۔ اس تدبیر سے حضرت محمدؐ نے قبائلِ عرب کے ممتاز افراد پر اپنی فضیلت دائمی بھی ثابت کر دی اور قضیۂ جنگ باہمی کو بہترین طریقہ پر طے بھی کر دیا۔

حکمتِ نظری و حکمتِ عملی پر مورخ مغربی کی گواہی

ایک مغربی مورخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے :-

"سفر و حضر میں ہر جگہ محمدؐ کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں! یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ کیا کوہِ حرا کی چٹانوں، کوہِ طور کی سر بفلک چوٹیوں، کھنڈر اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ گنبدِ گرداں گردشِ لیل و نہار، چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل ان سوالوں کے جواب دے سکے"۔ (سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی بحوالہ کارلائیل ہیروز)

عبارت مذکورہ بالا نے ثابت کیا کہ حضرت محمدؐ کتاب فطرت کے مطالعہ میں ہمہ وقت مصروف تھے۔ اور آپ کے نظریات اتنے بلند تھے۔ جن کے جوابات کتاب فطرت سے نہیں ملتے تھے۔ بلکہ ان کے جوابات خالقِ کتابِ فطرت ہی دے سکتا تھا۔ حکمت کی تعریف ہی یہ ہے کہ موجوداتِ عالم کا علم اور مطابق

طاقت بشریہ اس پر عمل کرنا۔ اس نظریہ کے ماتحت اگر محمدؐ کے اس مطالعہ قدرت اور سوالات فطرت پر غور کیا جائے تو حکمتِ نظری اور حکمت عملی کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ کیونکہ حضرت محمدؐ نے ابتدا میں جو سوالات قائم کئے تھے وہ علم محمدؐ تھا۔ اور اس کے بعد ان سوالات کا جواب جس طرح خود دیا ہے وہ کوئی بھی نہ دے سکا۔ حضرت محمدؐ نے ہی عالم پر آشکارا کر دیا کہ انسان کیا ہے میں کیا ہوں؟ پیغمبر منتہای عالم کیا ہے؟ نبوت کیا ہے؟ حضرت محمدؐ نے صرف انہیں سوالات کے جوابات پیش نہیں کئے۔ بلکہ انسان کے دل میں پیدا ہونیوالے ہر مشکل سوال کے جواب کو اپنی قولی وفعلی زندگی سے عملاً پیش کر دیا۔

واقعہ چہاردہم بعثت کی اطلاع واعلان

کتاب صحیح بخاری میں بھی حضرت محمدؐ کے تفکر و تدبر کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:۔

قبل ما کان صفته تعبده اجیب بان ذلك

بالتفکر والاعتبار۔

ترجمہ:۔ سوال کیا گیا ہے کہ اس وقت حضرت محمدؐ کی عبادت کیا تھی؟ جواب ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

جب حضرت محمدؐ کی عمر کے چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو نویں ربیع الاول ۴۱ سنہ میلادی مطابق ۲ رفروری ۶۱۰ء بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپؐ غار حرا میں تھے۔ روح الامین نے کہا،

"اے محمدؐ بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔"

اس کے بعد نبی صلعم فوراً گھر میں آئے۔ اور لیٹ گئے۔ بی بی خدیجہ سے کہا کہ مجھ پر کپڑا اڈالدو (دثرونی)۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے (کتاب رحمۃ للعلمین بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ)

اصل عبارت امام المورخین ابن جریر طبری صفحہ ۱۱۵۱ مطبوعہ جرمن۔

فقالت خدیجه ابشر یا ابن عم واثبت فوالذی نفس خدیجه بیده انی لارجوا ان تکون نبی هذه الامة ثم قامت فجمعت علیها ثیابها ثم انطلقت الی ورقه بن نوفل بن اسد هو ابن عمها وکان ورقه قد تنصر وقرا الکتب وسمع من اهل التورات والانجیل فاخبرته مما اخبرها به رسول الله صلعم۔ انه رای وسمع فقال ورقه قدوس قدوس والذی نفس ورقه بیده لئن کنت صدقتنی

یا خدیجہ لقد جاءہ الناموس الاکبر یعنی بالناس جبرائیل علیہ السلام الذی کان یاتی موسیٰ وانہ النبی ھذہ الامۃ فقولی لہ فلیثبت فرجعت خدیجہ الی رسول اللہ صلعم فاخبرتہٗ بقول ورقہ (طبری صفحہ مصوعہ لیدن)

ترجمہ :- بیان نزول وحی کو آنحضرت صلعم سے سنکر حضرت خدیجہؓ نے کہا یا ابن عم آپ کو بشارت ہو آپؐ نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح ثابت ہوا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں خدیجہؓ کی جان ہے مجھ کو امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔ یہ کہکر حضرت خدیجہ اٹھ کھڑی ہوئیں اپنے کپڑے پہنے اور اپنے برادر عم زاد ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس آئیں۔ ورقہ عیسائی ہو گئے تھے۔ عیسائی کتب اور علماء سے علم توریت وانجیل حاصل کر چکے تھے۔ جب خدیجہؓ نے ورقہ سے وہ خبریں بیان کیں جو رسول اللہ سے سنکر آئی تھیں۔ اور ورقہ نے ان کو سن لیا اور ان پر غور کر لیا تو پکارا :-

"قدوس! قدوس! اسی کی قسم جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے۔ اے خدیجہ اگر تم سچ کہہ رہی ہو۔ تو اے خدیجہ وہ ناموس اکبر یعنی جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یہ وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ اور تحقیق کہ آنحضرت اس امت کے نبی ہیں۔ میری طرف سے ان کو جا کر کہدو کہ وہ اپنے مدعا پر ثابت قدم رہیں ..."

یہ سنکر خدیجہ وہاں سے واپس آئیں۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا وہ سب خدمت رسولؐ میں عرض کر دیا۔

ترجمہ: عبارت دوم تاریخ طبری صفحہ ۱۱۵۲ مطبوعہ جرمن :-

جناب رسول خدا واپسی میں کعبہ کے طواف کیلئے کعبہ میں تشریف لیگئے اور کعبہ کا طواف کیا اسی اثناء میں ورقہ سے ملاقات ہوگئی۔ ورقہ نے دریافت کیا۔ اخبرنی بما رأیت او سمعت۔ اے برادر زادہ آپ مجھ کو خبر دیجئے اس چیز سے جو کچھ کہ آپ نے دیکھا یا سنا ہے رسول خدا نے واقعات بیان کر دیئے۔ ورقہ سنکر کہنے لگے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں ورقہ کی جان ہے کہ تم اس امت کے نبی ہو۔ اور بیشک تم پر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ لوگ تمہاری تکذیب کریں گے۔ ایذا دیں گے تمہیں خارج البلد کریں گے۔ تم سے لڑیں گے۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ تو میں ضرور تمہاری نصرت کرتا۔ اور خدا تمہاری نصرت کرے گا۔ پھر اپنا سر قریب لاکر آپکی پیشانی کا بوسہ لیا۔

اسلامی مورخین نے فن تاریخ کے مدون کرنے میں اپنی خداداد قابلیت کا اظہار کیا ہے۔ اور اس کیلئے اٹل قواعد وضوابط بنائے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ مراتب نبوت اور درجات و فضائل عہدۂ جلیلۂ نبوت کو نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا اپنی طبیعت کی خراش و تراش سے اسکو اپنے ماحول کے مطابق بنانا چاہا۔ اس قسم کی غلطیاں تاریخ اسلام میں بکثرت ہیں۔ اور اغلاط صرف ایسے ہی مواقع پر زیادہ ہیں جہاں مراتب نبوت یا امامت کا تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ بعثت ختم الرسل کے واقعات میں وہ اکثر و بیشتر اس قسم کی لغزشیں کر گئے۔ اور چونکہ تاریخ کے واقعات عہد بہ عہد نقل کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ واقعات عہد بہ عہد نقل ہوتے رہے اور مایۂ ناز مورخین نے بھی ان واقعات کو غلط ہی لکھ ڈالا۔ میں اس موضوع پر تفصیل سے کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ میرا موضوع کتاب نہیں ہے۔ البتہ اتنا کہتا ہوں کہ وہ رسول جسکا ارشاد ہے:۔

"کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین"۔

(میں اس وقت نبی تھا جب آدم کا پتلہ بنایا جا رہا تھا۔) یا قول نبی ہے:۔

"اول ما خلق اللہ نوری"۔ (خدا نے سب سے اول میرا نور خلق فرمایا۔) یا جس کو خدا یہ حکم دے کہ قرآن کو قبل ہماری اجازت کے پہلے نہ پڑھ دیا کرو۔ یا حدیث قدسی ہے کہ:۔

لولاک لما خلقت الافلاک۔" (اے محمدؐ اگر وجہ خلقت تیری ذات نہ ہوتی تو میں مخلوقات و افلاک پیدا ہی نہ کرتا۔ یا قبل نزول قرآن خدا نے سینۂ محمدؐ کو منزل قرآن بنا دیا ہو وہ آیۃ اقرء باسمک الذی خلق الخ کے نزول اور جبرائیل کے آنے پر خوفزدہ ہو جائے، اور اپنی زوجہ سے اپنی حالت خوف و ہراس کو ظاہر کرے اور یہ کہے کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ لاحول ولا قوۃ اس قسم کی تمام تحریریں غلط ہیں۔ اور خاتم النبیین کے مرتبہ کو معمولی انسانوں مثلاً خدیجہؓ اور ورقہ بن نوفل سے بھی گھٹا دیتی ہیں۔۔

حقیقت امر یہ ہے کہ حضرت محمدؐ کو اپنی بعثت کا وقت معلوم تھا۔ اور بعثت سے قبل کے فرائض نبوت بھی معلوم تھے۔ چالیس سال کی عمر تک اپنی نبوت کا اظہار اسلئے نہیں کیا کہ خدا کا حکم نہ تھا۔ اور انا بشر مثلکم کا پہلو خاص و عام پر ظاہر کر رہے تھے۔ جانتے تھے کہ خدا مجھ کو جامہ بشریت میں خاتم النبیین بنا کر اہل عالم کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور میری نبوت کے اس نے دو پہلو قرار دیئے ہیں اول لوازم بشریت دوم فرائض نبوت۔ اور یہی قرآن کا ارشاد ہے:۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ الخ۔ چونکہ بشریت کے مقابلہ میں نبوت آخری کا نزول ہو

تھا۔ لہذا حضرت محمدؐ نے عمر کے دو حصے تو صرف بطریق بشریت صرف کر دیئے۔ تاکہ اہل عالم میری بشریت سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ اور مثل دیگر انبیاء کے مجھ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ بنا بیٹھیں۔ اور عمر کا ایک تہائی آخری حصہ کار نبوت کیلئے مخصوص کر لیا۔ حضرت محمدؐ کی اس حکمت نظری و حکمتِ عملی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ کلمۂ اسلام میں حضرت محمدؐ کو اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا پہلے محمدؐ کی عبدیت اور بشریت کا اظہار زبان زد خلائق ہے۔ اور اس کے بعد عہدہ رسالت و نبوت کا اعتراف ہے ...

علاوہ بریں نبوت کے کچھ روز پہلے سے عبادات میں شغف و انہماک کرنا۔ کوہ حرا میں گوشہ نشینی اختیار کر کے عبادات میں مصروف ہو جانا اسلئے تھا کہ عوام و خواص کو معلوم ہو جائے کہ محمدؐ عربی جو بازاروں، تجارتی منڈیوں، معاملات برادرانہ وغیرہ میں ہر وقت نظر آتے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ کیوں سب کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس غیر حاضری اور گوشہ نشینی میں یہ حکمت عملی بھی کہ اہل مکہ کے دلوں میں وقتاً فوقتاً حضرت محمدؐ کی یاد پیدا ہوگی۔ اور جب وہ حقیقت امر اور دعویٰ نبوت کے پیش کرنے کا وقت آئے گا تو یہ زمانہ غیبت اس یاد سابقہ کیلئے تازیانہ ہدایت ہوگا۔ اور اس پیغام کی اشاعت جلد سے جلد ہو سکے گی۔ یہی ہوا کہ کوہِ حرا سے آنے کے بعد جب اظہار نبوت فرمایا اور دعوت ذوالعشیرہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ تو دم کے دم میں اس اعلان کی خبر ہر بچے و بوڑھے تک پہنچ گئی۔

علاوہ بریں حضرت محمدؐ کا سب سے پہلے آکر اپنی زوجہ سے اظہار کرنا۔ اور فرمانا کہ مجھ کو چادر اڑھادو آج میں نے ایسا ایسا دیکھا ہے۔ میری طبیعت میں غیر معمولی اثرات پیدا ہو رہے ہیں۔ اس موقعہ پر دو ہی باتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ زوجہ (خدیجہؓ) منکر توحید و نبوت ہوتیں تو رسول کے یہ کہنے پر ڈر جاتیں۔ اور جیسے کہ عورتوں کی عادت ہے ڈر کر بہانہ کر کے جدائی اختیار کر لیتیں۔ ایسی حالت میں بھی کم از کم نبوت محمدؐ کا منکر محمدؐ کے گھر میں تو نہ رہتا۔ جب گھر میں بیوی ہی رسالت کی منکر ہوتیں۔ تو باہر والوں پر اعلان نبوت کا کیا اثر ہوتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ خدیجہؓ مومنہ تھیں۔ پہلے سے توحید خدا کی قائل اور معترف۔ نبوت حضرت محمدؐ کو ماننے والی تھیں۔ اس صورت میں بھی حضرتؐ کو اعلان نبوت حضرت خدیجہؓ ہی پر کرنا چاہیئے تھا۔ تاکہ کم از کم زوجہ تو اقرار توحید و نبوت کر کے تعمیل حکم خدا کر سکے۔ اور ذریعۂ تبلیغ و توحید و رسالت میں پہلی کامیابی تو حاصل ہو جائے۔ حکمتِ عملی درست نکلی کہ سب سے پہلے بیوی نے تصدیق نبوت کی اور حضرت محمدؐ تو ابھی تدابیر تبلیغ پر غور فرمانے کیلئے اور حکم خدا کے بجا لانے کے راستوں پر نظر کرنے کیلئے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت محمدؐ کا بنایا ہوا پہلا مسلمان تبلیغی مشن پر روانہ بھی ہو گیا۔ یعنی حضرت خدیجہؓ

نے اپنا لباس زیب تن کیا۔ اور اپنے گھرانے کے عالم متبحر اور عالم علوم تورات و انجیل ورقہ بن نوفل کے پاس خبر بعثت خاتم المرسلین لیکے پہنچ گئیں۔ مشن میں خلوص ہی خلوص تھا۔ لہذا ورقہ بن نوفل عالم نصرانی نے تصدیق نبوت محمدؐ کی اور لبشرطِ حیات نصرت کا وعدہ بھی کیا۔ اس پر اتنا اثر ہوا کہ آخر وہ گھر میں نہ رہ سکا اور فوراً کعبہ میں داخل ہوا۔ اور یہ خیال کرکے کہ محمدؐ سب سے پہلے کعبہ کے طواف کو آئیں گے۔ میں خود ہی کیوں نہ یہ سعادت حاصل کروں۔ چنانچہ کعبہ کے طواف میں حضرت محمدؐ کو مشغول پایا۔ اور اس نے حضرت کے سامنے تصدیق رسالت کی۔ اور مفید مشورے بھی دیئے۔ درحقیقت حضرتؐ کی یہ حکمت عملی جو آپ نے ابتدائے تبلیغ اسلام میں اختیار کی اساس اسلام کے قائم کرنے میں خشتِ اوّل کا کام کر گئی۔

حکمت، واقعہ پانزدہم تربیت علی

ایک روز حضرت محمدؐ نے حضرت عباس سے کہا۔ کہ ہمارے چچا جناب ابو طالب کثیر العیال ہیں۔ آپ خوشحال ہیں۔ لہذا ہم سب ان سے عرض کریں کہ وہ ایک ایک لڑکے کو ہمارے سپرد کردیں۔ حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب راضی ہو گئے۔ اور جناب ابو طالب سے درخواست کی گئی۔ ابو طالب نے فرمایا کہ عقیلؓ کو میرے پاس رہنے دو۔ باقی تم جانو۔ چنانچہ حضرت محمدؐ نے سب سے پہلے علیؓ کو لے لیا۔ اور حضرت عباسؓ نے جعفرؓ کو لے لیا۔۔۔

حضرت علیؓ حضرت محمدؐ کی آغوشِ محبت میں تربیت پاتے رہے۔ یہاں تک کہ دس سال کے ہو گئے ایک روز علیؓ نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا کہ یہ کیا کام ہے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ میں اسی عبادت کیلئے مامور ہوا ہوں۔ حضرت علی بھی پیچھے کھڑے ہو کر رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ (روضۃ الصفا صـــ)

اکثر مورخین نے اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے کہ :۔

اس سال عرب میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ اور ابو طالب پریشان حال تھے۔ اس وجہ سے حضرت عباسؓ اور حضرت محمدؐ نے ابو طالب سے ان کی اولاد کو لے لیا۔ کہ ہم خود پرورش کریں گے مگر ادراک اور فہم کامل اس معاملہ کو اس طرح سمجھنے سے مانع ہے۔ کیونکہ ابو طالب کی تنگ حالی صغیر سن دو بچوں کے تقسیم کر دینے سے کیا کم ہو سکتی تھی جبکہ وہ خود تاجرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کعبہ کے چڑھاوے کے حصہ دار تھے۔ عباس حقیقی بھائی تو مالدار ہی تھے۔ (بقول مورخین) کچھ نہیں تو عباس اور حضرت محمدؐ ہی اتنی کفالت کر سکتے تھے کہ ابو طالب کے یہ دو صغیر سن بچے باپ کے پاس ہی

رہ کر پرورش ہوتے رہیں۔ بتھوڑی سی کفالت بھی کافی تھی۔ علاوہ بریں ابو طالب نے خود حضرت محمدؐ کو پرورش کیا تھا۔ اور اس وقت آنحضرت چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ ہر محنت و مشقت کر کے چچا کی خدمت کر سکتے تھے۔ اور یہی مناسب بھی تھا۔ نہ کہ ایسا طریقہ چچا کے ساتھ برتیں جس میں شائبہ تحقیر بھی شامل ہو۔ اور دنیا کہے کہ محمدؐ نے اپنے چچا کے لڑکے کو خدا ترسی کی وجہ سے لے پالک بنا لیا تھا۔ جبکہ اسی چچا نے ہزاروں دشمنوں سے بچا بچا کر آٹھ برس کے سن سے جوانی تک پہنچایا۔ شادی کی، تجارت کروائی اور ہر ممکن مالی و عملی مدد کی۔۔۔

در حقیقت یہ واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ کہ فراست رسولؐ اور حکمتِ بالغہ نبوی نے یہ امر پہلے سے ہی طے کر لیا تھا کہ ایسے بچہ کو منتخب کر کے پرورش کروں جو وہی خاندانی اوصاف رکھتا ہو۔ جو اوصاف مجھ کو حاصل ہیں۔ ماحولِ پرورش ایک ہوں، خاندان اور خون کے اثرات ایک ہی ہوں۔ خیالات، رجحانات جذبات، اخلاقیات، تمام فضائل و خصائل میں میری تصویر ہو۔ حضرت محمدؐ نے جب علیؓ میں ان تمام اوصاف کو جمع پایا۔ اور اپنے کارِ نبوت کی منزل تصدیق سے لیکر عروج اسلام تک کی تمام خدمات کے بجالانے کی کماحقہٗ قابلیت و استعداد اس بچہ میں دیکھ لی۔ تو حضرت محمدؐ نے وہی کیا جو ایک صاحب حکمت و فراستِ انسانی کو کرنا چاہئے تھا۔ اور وہ یہی کام تھا کہ علی کو عہدِ طفلی سے ہی اپنی آغوش تربیت میں لے لیا جائے۔ بھلا ابو طالب جنہوں نے بھتیجے کو جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ جو برسوں سے حفاظت کرتے آئے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ محمدؐ کو ان کے بستر سے ہٹا کر اپنے بیٹے کو ان کی جگہ سلایا ہو۔ کیا وہ محمدؐ کی فرمائش کو مسترد کر دیتے؟ وہ خوشی خوشی راضی ہو گئے۔ اور علی باپ کی آغوش سے محمدؐ کی آغوش میں آگئے۔ بچپن ہی سے حضرت محمدؐ کے ساتھ عبادت خدا میں مصروف رہنے لگے اور نمازیں پڑھنے لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا:۔

"صلیت مع النبی قبل الناس۔" میں نے سب انسانوں سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ (تاریخ طبری ص ۳۶)

حضرت محمدؐ کے اقتضائے حکمت عملی کا یہ کارنامہ تھا۔ کہ انہوں نے علی مرتضیٰ کو اپنی آغوش میں لیکر پرورش کیا۔ اور ان کی حکمت و فراست نبوی کا یہ نتیجہ ہوا کہ علی مرتضیٰ نے سب سے پہلے تصدیق نبوت کی ابتداء سے یوم نزول آیت اکملت لکم دینکم تک خدا اور اس کے رسولؐ کے کاموں کی کل ذمہ داریوں کو تنہا بہ نفس نفیس پورا کیا۔ اگر تاریخ اسلام سے علی کو ہٹا لیا جائے۔ تو تاریخ اسلام کے تمام کارنامے ختم ہو جائیں۔ اور اسلام جسم بے روح ہو کر صرف زینت صفحاتِ تاریخ رہ جائے۔ کیونکہ میدانِ جنگ میں علی سب سے آگے ہیں۔ علمدارِ فوجِ رسولؐ ہر غزوہ میں علی ہیں۔ تاریخ غزوات پیغمبر علی ہیں۔ شوہرِ

دخترِ رسول علی ہیں، خانہ کعبہ کی دیواروں سے بتوں کو توڑ کر پھینک دینے والے علی ہیں۔ بعدِ رسولؐ آیت جاھد الکفار و المنافقین کے جزو آخر کی تعمیل کر کے عملِ رسول کو مطابق بنانے والے علی ہیں۔ بابِ علم خاتم النبی علی ہیں۔۔۔۔

یہ تھی پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی۔ جسنے بنیادِ اساس اسلام کو ہمیشہ کیلئے مستحکم بنادیا

حکمت، واقعۂ شانزدھم تبلیغ اسلام بطورِ مخفی

مورخین اسلام متفق ہیں کہ پیغمبر اسلام نے بعثت کے بعد ۳ سال تک خفیہ طور پر تبلیغ اسلام کی۔ اس میں پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و نظری کا اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی غرض اس خفیہ تبلیغ سے یہ تھی کہ سب سے پہلے سادہ اور سنجیدہ افراد پر اسلام پیش کیا جائے۔ اور ایسے افراد پر اسلام پیش کیا جائے کہ جن سے قوی تر توقع قبول اسلام کی ہو۔ تاکہ اساس اسلام کی خشتِ اول نصب کرنے میں ہی دشواریاں پیش نہ آجائیں۔ ورنہ تعمیر عمارت اسلام ناممکن ہو جائیگی آپؐ نے سب سے پہلے اپنی رفیقۂ حیات مومنۂ اول و کامل حضرت خدیجہ پر اسلام اور کلمۂ اسلام پیش کیا۔

عبارت تاریخ طبری ص۱۱۵۶

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمه عن ابن اسحاق و اما بنعمة ربك فحدث ای ما جاءك من الله من نعمة و کرامة من النبوة فحدث اذکرها وادع الیها قال فجعل رسول الله صلعم یذکر ما انعم الله علیه وعلی العباد به من النبوة سرا الی من یطمئن الیه من اهله فکان اول من صدقه و آمن به واتبعه من خلق الله فیما ذکر زوجه خدیجه بنت خویلد رحمها الیه۔ (طبری ص۱۱۵۶)

ابن حمید سلمہ اور سلمہ ابن اسحاق سے آیت: ما بنعمۃ ربک فحدث کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ کہ مراد یہ ہے۔ کہ یا رسول اللہ جو نعمت کہ خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے۔ تم لوگوں سے اس کو بیان کرو یعنی امور نبوت جو تم پر نازل ہوئے ہیں ان کو بندگان الہی سے بیان کرو اور اس کی طرف لوگوں کو بلاؤ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے آنحضرت صلعم نعمتہائے نبوت وکرامتہائے رسالت کو جو آپ پر تبلیغ کیلئے نازل کی گئیں ان کو بیان کرنے پر مستعد ہو گئے۔ لیکن آپنے اس راز کو پہلے اپنے اہل پر جن پر آپؐ کو اطمینان تھا۔ ظاہر کیا۔ اور ان میں سب سے پہلے یہ راز جس سے بیان کیا وہ آپؐ کی زوجہ حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ انہوں نے سب سے پہلے رسالت کی تصدیق کی اور رسول پہ ایمان

لائیں اور آپ کا اتباع کیا۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔

(۲) ابن ہشام اور تاریخ طبری میں ہے:۔

قال ابن اسحاق کان اول ذکر من الناس آمن برسول اللہ وصلی وصدق بما جاء من اللہ تعالیٰ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم وھو ابن عشر سنین یومئذ وکان مما انعم اللہ علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ انہ کان فی حجر رسول اللہ صلعم۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جو شخص رسول اللہ پر اور ان تمام امور پر جو منجانب اللہ آپ کے اوپر نازل کئے گئے ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ہاشم تھے۔ اس وقت ان کا سن دس برس کا تھا۔ اور خدا نے تمام لوگوں سے بڑھ کر جو نعمت ان کے شامل فرمائی تھی۔ وہ یہ تھی کہ آپ بچپن سے آغوش رسول میں پرورش پا رہے تھے۔

(۳) طبری لکھتے ہیں:۔

عن جابر بن عبداللہ بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثا

جابر بن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی نے منگل (سہ شنبہ) کے دن آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔

۴ ابن ہشام میں ہے:۔

قال ابن اسحاق ثم اسلم زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس الکلبی مولی رسول اللہ صلعم وکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

ابن اسحاق کہتے ہیں زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس کلبی غلام رسول اللہ صلعم نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی۔

۵ تاریخ طبری میں ہے:۔

ثم اسلم ابوبکر بن ابو قحافہ الصدیقؓ

پھر حضرت ابوبکرؓ بن ابو قحافہ الصدیق اسلام لائے۔

۵ ابوذر غفاری ۶ خالد ابن سعید ابن العاص ۷ عمر ابن عتبہ السلمی بعد کو ۸ عثمان ابن عفان ۹ عبد الرحمٰن بن عوف ۱۰ زبیر ابن العوام ۱۱ طلحہ ابن عبد اللہ ۱۲ سعد ابن وقاص وغیرہم۔

تصدیق قول سابق کیلئے تاریخ طبری فارسی صفحہ ۳۷۸ مطبوعہ نولکشور پریس کانپور ملاحظہ ہو۔

نخستین کہ بگفتار ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان آورد عثمان ابن عفان بود واز پس وے۔

عبدالرحمن بن عوف بود دیگر زبیر ابن العوام بود و دیگر طلحہ ابن عبداللہ و دیگرے سعد ابن

وقاص۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین تاسی و سہ تن پاک شدند (طبری ص ۳۷۵) و یاسر یاسر

کے صاحبزادہ عمار، عمار کی ماں سمیہ، عمار کے بھائی عبداللہ ابن یاسر اسلام لائے۔

طفیل ابن عمرو دوسی یمنی ضماد بن ثعلبہ ازدی، مقداد ابن جندب وغیرہ تقریباً پچاس افراد مسلمان

ہو گئے۔ سند کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ طبری ۔

عن محمد ابن سعید قال قلت لابی اکان ابوبکر	محمد ابن سعید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا
اولکم اسلاماً فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر	کہ آپ لوگوں میں ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے۔
من خمسین ولاکن کان افضلنا اسلاماً	انہوں نے کہا نہیں اس سے قبل پچاس آدمیوں سے

زیادہ اسلام لا چکے تھے۔ لیکن ان کا اسلام ہم لوگوں کے اسلام سے افضل تھا۔

پیغمبر اسلام نے اپنی رسالت کے تین سال خفیہ تبلیغ میں بسر کئے۔ ظاہر بین نگاہیں اور سطحی عقلیں اس رازداری کے فائدہ کو نہیں سمجھ سکتیں۔ مگر درحقیقت پیغمبر اسلام نے تبلیغ اسلام کیلئے جو طریقہ اختیار کیا وہ انتہائی حکمت و فراست پر مبنی تھا۔ اگر اس کے خلاف مجمع عام میں اسلام کا پہلا اعلان ہوتا۔ تو سخت طینت مشرکین مضحکہ بنا کر اس اعلان کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتے۔ اور اعلان اسلام نقش برآب ہوا بنکر ہمیشہ کیلئے فنا ہو جاتا۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت بالغہ کب ایسا ہونے دیتی۔ آپ نے ظاہری اعلان سے پہلے تین سال تک خاموش اور پوشیدہ طور پر تبلیغی کام جاری رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً پچاس ساٹھ افراد صدائے تبلیغ پر لبیک کہنے والے پیدا ہو گئے۔ اور ان سابقین اسلام میں سے کچھ افراد تو ایسے مرد میدان ثابت ہوئے کہ عروج تبلیغ تک جان کی بازی لگا کر تبلیغ دین کی سند قرآن سے لے لی۔ اگر پیغمبر اسلام کے اس فعل کو اصول سیاست عالم کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو اس رازدارانہ تبلیغ اسلام میں اقوام عالم کیلئے اعلیٰ نمونے ملیں گے۔ آج جبکہ ۱۹۶۵ء ہے۔ دنیا بجائے تیغ و سناں یا گولہ و بم کے اعصابی جنگ یا COLD WAR تک پہنچ چکی ہے۔ دنیا کی یہ آخری معراج ہے۔ کہ وہ بجائے آگ برسانے کے خفیہ ریشہ دوانیاں کرتی رہتی ہے۔ جب تک توپ اور تلوار کی لڑائی تھی۔ اس وقت بھی ففتھ کالم کی بڑی اہمیت سمجھی جاتی تھی۔ لیکن جب سے ایٹم بم، ہائیڈروجن اور میزائل ایجاد ہوئے ہیں اور موجدوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ان کا استعمال اہل عالم اور سطح ارض پر رہنے والوں کیلئے نمونۂ قیامت ہو گا۔ اس وقت سے عقلاء

مدبرین عالم نے یہ طے کرلیا ہے کہ اسلحہ کی جنگ کو بند کردیا جائے۔ اور ٹھنڈی لڑائی یا اعصابی جنگ کے ذریعہ سے ممالک و اقوام پر فتح پاؤ۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں لیگ آف نیشن اس کا پہلا قدم تھا اور ۱۹۴۵ء میں سیکوریٹی کونسل (سلامتی کونسل) جس کا دفتر امریکہ میں بنایا گیا ہے۔ اور جہاں چھوٹے بڑے تمام ممالک و اقوام کے نمائندے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں یہی کام کر رہے ہیں کہ خفیہ ریشہ دوانیوں سے اجنبی ممالک کو اپنا بنایا جائے۔ دشمنوں کو دلائل سے زیر کیا جائے۔ اور اگر وہ دشمن قوی ہوں تو ان کا زور اپنے جتھے کی اجتماعی طاقت سے توڑ دیا جائے۔ یہی وہ تدبر ہے جو آج امریکہ کو سرتاج عالم ناسوتی بنائے ہوئے ہے۔ اور لندن کے تاج کی چمک کو باقی رکھے ہوئے ہے۔ اسی بات کو سہل طریقہ سے یوں کہہ دوں کہ پروپیگنڈا میں بہت طاقت ہے۔ اور پروپیگنڈا خفیہ و رازداری سے ہی کیا جاتا ہے۔ تاکہ بیگانہ نہ سمجھ سکے کہ اس کی تہ میں کیا امر مخفی ہے۔ آج صدیوں کے بعد ترقی یافتہ اہل دنیا جس مرکز پر پہنچے ہیں اس پر پیغمبر اسلام نے ۶۲۶ء میں ہی عمل شروع کر دیا تھا۔ صرف فرق یہ تھا کہ آجکل ممالک متمول بذریعہ دولت بڑے پیمانہ پر اس کام کو کر رہے ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے بغیر دولت و حشم کے اس کام کو شروع کیا تھا۔ اس خفیہ پروپیگنڈہ کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ کفار مکہ و مشرکین عرب کی تمام طاقتیں ٹوٹ گئیں۔ مثالاً میں ایک واقعہ تاریخی لکھتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ دشمن اسلام کیونکر جانثار اسلام بن گئے۔

حکمت۔ واقعہ دعائے رسول عمر ابن خطاب کا قبول اسلام

(کتاب التفریح الاذکیا جلد دوم صفحہ ۴۹ مطبوعہ نولکشور مؤلفہ مولوی ابوالحسن صاحب مرحوم کاکوروی۔ اور روضۃ الصفا صفحہ ۱۸ جلد دوم) میں تحریر ہے :۔

اب انتالیس اہل اسلام حضرت محمدؐ کے ہمراہ ہوئے۔ اور اس وقت آنجناب ارقم کے گھر میں معہ اصحاب باصفا تشریف فرما تھے۔ اور سب پوشیدہ رہتے تھے۔ اور قریش میں دو شخص بڑے سردار تھے۔ ایک ابوجہل ابن ہشام دوسرے عمر ابن خطاب۔ سو حضرت نے دعا فرمائی :۔

"یا اللہ دین اسلام کو عزت دے عمر ابن خطاب یا ابوجہل ابن ہشام سے۔"

سو حضرت عمر کے حق میں دعا قبول ہوئی کہ وہ دوسرے دن اسلام لائے۔ اور صورت اس کی یوں ظاہر ہوئی کہ جب آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون نازل ہوئی تو ابوجہل لعین نے ایک مجمع میں جس میں حضرت عمر بھی تھے۔ متصل خانہ کعبہ کے کھڑے ہو کر کہا کہ:

"جو کوئی محمدؐ کا سر کاٹ کر لادے میں اس کو سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم دوں گا۔"

حضرت عمر نے کہا۔ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابوجہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھائی اور کعبہ میں جا کر

ہبل کو گواہ کیا عمر با ین قصد مسلح روانہ ہوئے۔ راہ میں ایک شخص نعیم بن عبداللہ ابن النحام سے ملاقات ہوگئی۔ وہ مسلمان تھے انہوں نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ عمر نے کہا محمدؐ کے قتل کو۔ نعیم نے کہا بنی ہاشم سے کس طرح بچوگے۔ عمر نے کہا شائد تو نے دین تبدیل کیا ہے۔ اگر ایسا ہو تو پہلے تجھ ہی پر ہاتھ صاف کر دوں۔ نعیم نے کہا میں آبائی دین پر ہوں اور نیت یہ رکھی ہے کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے دین پر ہوں۔ اور جب ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ آبائی مشرکین کے دین پر ہیں تو پھر دونوں باہم ملکر چلے۔ موضع البطح میں ایک شخص بکری ذبح کرنے پر مستعد تھا۔ جب اس نے بکری کے پیر باندھے۔ تو بکری نے کہا:۔

"یاآل ذبح امر نجیح رجل فصیح بلسان فصیح یدعوکم الی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔"

یعنی اے ذبح کرنے والے ایک کام کی بات ہے۔ ایک مرد فصیح بزبان فصیح تمکو بلاتا ہے بطرف گواہی لا الٰہ الا اللہ الخ۔ کے۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ایک دن میں ایک بتخانہ میں تھا اور مشرکین نے بت کے لئے قربانی کی تو بت کے پیٹ سے یہ آواز آئی:۔

"یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰہ الا اللہ۔"

یعنی اے شخص کام کی بات ہے ایک مرد فصیح کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔

اور یہ آواز سن کر لوگ بھاگ گے۔ مگر میں ٹھہرا رہا۔ دوسرے دن پھر میں نے وہی آواز سنی اور انہیں دنوں میں معلوم ہوا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم لا الٰہ الا اللہ کی دعوت فرماتے ہیں۔ بالجملہ اس بکری کو ذابح نے چھوڑ دیا اور عمر نے کہا واعجبا۔ سخت مشکل ہوئی محمدؐ کو جلد مارنا چاہیئے۔ پھر آگے بڑھے تو سعد ابن ابی وقاص ملے۔ پوچھا اے عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا محمدؐ کو مارنے جاتا ہوں۔ سعد نے کہا ان کی قوم سے کیسے نجات ملے گی؟ عمر نے تلوار نیام سے کھینچی اور سعد بھی متقابل ہوئے۔ قریب تھا کہ باہم محاربہ واقع ہو سعد نے زبان بدل کے کہا کہ اول اپنی بہن فاطمہ خواہ آمنہ اور بہنوئی اپنے سعید کو جو اسلام لاچکے ہیں قتل کرلو پھر اور کو دیکھنا۔ عمر نے کہا کس طرح معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں۔ سعد ابن ابی وقاص نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھائیں گے۔ عمر طیش کھا کے اپنی بہن کے گھر کو پھرے۔ اس وقت ان کے گھر میں خباب ابن الارث صحابی تھے اور سورۂ طٰہٰ جو ان دنوں نازل ہوئی تھی سعید اور فاطمہ کو پڑھا رہے تھے۔ اور دروازے کے کواڑ بند تھے۔ عمر نے کان لگا کر سنا۔ اور آواز دی خواہ دستک دی۔ خباب صحابی مع صحیفہ کے چھپ گئے۔ عمر نے آکر پوچھا کہ کیا پڑھتے تھے انہوں نے کہا باتیں کرتے

تھے پھر عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی اور گوشت اس کا بھون کر بہن بہنوئیؓ کو کھانے کو دیا۔ انہوں نے نہ کھایا۔ عمرؓ نے جانا سعد کی بات درست ہے۔ اور غصہ میں بھر کر بہن کو ایسا مارا کہ سر اور منہ خون آلود ہو گیا۔ اور بہنوئیؓ کو بھی مارا تب انہوں نے بیتاب ہو کر کہا:۔

"اگر چاہو تو ہمارے ٹکڑے کر ڈالو۔ مگر ہم محمدؐ پر ایمان لا چکے ہیں اور وہ پیغمبر برحق ہیں۔"

جب عمرؓ نے بہن اور بہنوئیؓ کو اسلام میں مضبوط پایا اور بہن کے سر اور منہ کو خون آلود دیکھا۔ تو دل میں رحم آیا اور ایک طرف الگ ہو بیٹھے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد کہا: "جو تم پڑھتے تھے وہ میرے پاس لاؤ۔"

تب اس صحیفہ کو جس میں سورہ طٰہٰ تھی نکالا۔ عمرؓ نے چاہا کہ ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ مگر ان کی بہن نے کہا کہ تم نجاستِ شرک سے آلودہ ہو۔ (لا یمسہ الا المطھرون انہیں چھوتے ہیں اسکو مگر پاکیزہ) تب عمرؓ نے غسل کیا۔ یہاں محدثین نے لکھا ہے کہ عمرؓ نے سورہ طٰہٰ ہاتھ میں لیکر شروع سے پڑھا جب یہاں پہنچے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الاَسمآءُ الحُسنٰی تو بے طاقت ہو گئے اور کہا کہ:۔

"جس خدا کا یہ کلام ہے اس کی پرستش میں تقصیر کرنا تقصیر ہے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ۔" بالجملہ حضرت عمرؓ بعزم قدم بوسی حضرت امیر حمزہؓ کے گھر پر گئے اور آواز دی۔

اور پھر عمرؓ جوشِ ایمان سے لبریز بہن کے گھر سے باہر نکلے اور سیدھے حمزہؓ کے گھر پر پہنچے جہاں محمدؐ اپنے صحابہ میں بیٹھے تھے۔ عمرؓ نے آواز دی کسی صحابی نے شگافِ در سے جھانک کر دیکھا تو حضرت عمرؓ کو مسلح پایا اور کہا کہ عمر مسلح آئے ہیں۔ سب نے کہا نعوذ باللہ من شر عمر۔ مگر امیر حمزہ رضی اللہ نے فرمایا:۔

"دروازہ کھول دو اگر عمر بعزم خیر آئے ہیں تو مبارک دلِ ماشاد و چشم ما روشن اور جو بقصد شر آئے ہیں تو انشاء اللہ انہیں کی تلوار سے ان کو قتل کر دوں گا۔"

چنانچہ دروازہ کھول دیا تو حضرت سید المرسلین باہر نکل آئے اور بغلگیر ہوئے اور عمرؓ کو خوب ہلایا کہ ان کا بند بند ہل گیا۔ اور فرمایا:۔

"اے عمر ابن خطاب واللہ اگر بہ نیت خیر آیا ہے تو خیر ہے ورنہ جیتا نہ پھرے گا۔"

عمرؓ نے عرض کیا کہ میں ایمان لے آیا ہوں۔ اور بدن تھرآیا اور ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور پکار اٹھے!

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔

ان تین سالوں کی خفیہ تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ قریش کے سخت گیر اور بہادر بھی کلمہ پڑھنے لگے۔ اور

جس وقت حضرت عمر اسلام لائے ہیں اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس تھی اور ان میں حضرت امیر حمزہ جیسا شجاع بہادر بھی تھا۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہوا کہ :۔

ایک دن ابوجہل ملعون نے حضرت محمدؐ کے حضور میں بے ادبانہ کلام کیا۔ اور حضرت محمدؐ نے ازروئے حلم اس کو برداشت کیا۔ مگر عبد اللہ جدعان کی لونڈی نے حضرت امیر حمزہ سے کہہ دیا جبکہ وہ شکار سے واپس آرہے تھے۔ اور طواف کعبہ کرتے تھے۔ سنتے ہی غصہ میں بھرے ابوجہل کے پاس گئے اور اس زور سے کمان اس کے سر پہ ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا اے نامعقول تو محمدؐ کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں اس کے دین میں ہوں۔ اور پھر اسی وقت حمزہؓ حضور اقدس میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور باعث نصرت اسلام ہوئے۔

اس خفیہ تبلیغ اسلام کی بدولت اساس اسلام کی بنیاد پڑ گئی۔ اور صدائے کلمۂ توحید پر لبیک کہنے والے اور خاتم المرسلین کی تصدیق کرنے والے کم از کم چالیس افراد ہو گئے۔ یہ تھی حکمت عملی پیغمبر اسلام کی جس کا اثر بصورت کثرت اہل اسلام آج بھی موجود ہے

حکمت، واقعہ ہفدھم
تبلیغ رسالت بالاعلان

جب تین سال مسلسل خفیہ تبلیغ اسلام کی جا چکی۔ اور چالیس افراد مسلمان ہو گئے تو اقتضاء حکمت نبوی یہ ہوا کہ باقاعدہ بالاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ یہ برمحل اقدام بھی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ ثابت ہوا۔ اور اس کے عمل درآمد کے لئے جو تدبیر حضرت محمدؐ نے اختیار کی وہ بھی وقت اور موقعہ کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ آنحضرتؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش! اور جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا:۔

"اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر آرہا ہے۔ تو تم کو یقین آجائے گا۔" سب نے کہا:۔ "ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔" آپؐ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔" یہ سن کر سب لوگ جن میں آپؐ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

چند روز کے بعد آپؐ نے حضرت علی سے کہا دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا۔ خاندان عبد المطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ ابوطالب اور عباس سب شریک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا:۔

"میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا دونوں کو کفیل ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دیگا۔"

تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ دفعتاً حضرت علی نے اٹھ کر کہا :-

"گو مجھ کو آشوب چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں تپلی ہیں۔ اور گو میں عمر میں نوعمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا" - قریش کے لئے یہ حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ دو شخص جن میں ایک سیزدہ سالہ جوان ہے۔ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتلا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔

ترجمہ عبارت کنزل العمال فی سنن الاقوال و الاحوال۔ جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ و تاریخ طبری۔

قال حدثنی محمد بن اسحاق عن عبد الغفار بن القاسم بن المنهال بن عمرو عن عبد اللّٰہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللّٰہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ الایۃ علی رسول اللّٰہ و صلعم وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللّٰہ الخ ولیقولون لابی طالب قد امرک لیستمع لابنک وتطیع۔

محمد ابن اسحاق عبد الغفار بن القاسم بن منھال بن عمر سے اور وہ عبد اللّٰہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے اور وہ عبد اللّٰہ بن عباس سے اور وہ علی ابن طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ اے علی خدا تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈراؤں۔ میں نے اس کی تعمیل میں بایں وجہ چندے توقف کیا کہ وہ لوگ میری ہدایت کو مکروہ جانیں گے تاآنکہ پھر جبرائیل آئے۔ اور مجھ سے کہا کہ اے محمد اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارا پروردگار تم پر عذاب نازل فرمائے گا۔ پس تم اے علی بقدر ایک صاع[1] کھانا تیار کرو یعنی روٹیاں پکواؤ ایک بکرے کا گوشت تیار کرواؤ۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرو۔ اور تمام بنی عبد المطلب کو ضیافت میں بلاؤ تاکہ میں ان سے کلام کروں۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے انکے متعلق حکم دیا ہے۔ وہ ان تک پہنچا دوں۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق سب کچھ فراہم کیا اور تمام بنی عبد المطلب کے افراد کو بلا لایا۔ اس دن وہ لوگ تعداد میں کم و بیش چالیس تھے۔ ان میں آپ کے چچا ابو طالب حمزہ عباس اور ابو لہب بھی شامل تھے۔ پس جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے کہا کہ کھانا لے آؤ۔ اور میں سب

---

[1] - صاع ۲ ½ سیر پختہ کا ہوتا ہے

سب کھانا جو پکا تھا لے آیا اور رسولِ خدا کے سامنے رکھدیا۔ آپؐ نے اس میں سے ایک پارہ گوشت اٹھا اور اس کو اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھ دیا۔ پھر تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا۔ بسم اللہ آپ لوگ تناول فرمائیں۔ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو کر کھا چکے اور کھانا ویسے کا ویسا ہی رہ گیا۔ اس میں ان کے ہاتھوں کا نشان تک بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں:۔

وایم اللہ الذی نفس علی بیدہ وان کان الرجل الواحل منھم لیاکل ماقدمت لجمعیتھم۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے کہ وہ کھانا جو اتنے لوگوں نے ملکر کھایا ہے۔ مقدار میں اتنا کم تھا کہ اکیلا آدمی اسے کھا سکتا تھا۔

اس کے بعد آپؐ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان کو سیراب کرو۔ میں نے انہیں دودھ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہو گئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں ابولہب نے اٹھ کر آپؐ کا قطع کلام کیا۔ اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے دوست نے تم پر سحر کیا۔ یہ سننا تھا کہ قوم کے تمام لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپؐ نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ یا علی اس شخص نے کلام میں سبقت کی اور قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں قوم کے لوگ متفرق ہو گئے اور چلے گئے۔ پس تم آج ویسا ہی کھانا اور وہی سامان پھر مہیا کرو۔ اور پھر سب لوگوں کو بلا لاؤ۔ میں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق پھر ویسے ہی سامان مہیا کیا۔ اور پھر ان لوگوں کو جا کر بلا لایا۔ جب میں کھانا لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا۔ تمام لوگوں نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ دودھ پیا اور سیراب ہو گئے۔ طعام و آب سے فارغ ہو کر جناب رسول خدا نے انہیں مخاطب فرما کر کہا:۔

فقال یابنی عبد المطلب انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ قد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم۔

فرمایا اے قوم بنی عبد المطلب خدا کی قسم میں جوانانِ عرب میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین و دنیا کی ایسی خبر لایا ہو جیسی کہ میں اور خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اسکی طرف بلاؤں پس تم سے کون شخص ہے جو اس میں میری وزارت کرے گا میرا بھائی ہوگا اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔

یہ سن کر تمام لوگ خاموش رہ گئے۔ حضرت علی کا بیان ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ باوجودیکہ

میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں میری آنکھیں پر آشوب ہیں۔ میرا پیٹ بڑا ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن میں باایں ہمہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ یا نبی خدا میں آپؐ کا وزیر بنوں گا۔ یہ سنکر رسول خدا نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا :۔

ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم ۔ یقیناً یہ علی میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تم سب پر۔

اس کے بعد فرمایا :۔

فاسمعوا لہ واطیعوا ۔ اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اور ابی طالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم اب اپنے بیٹے علی کے مطیع اور تابعدار بنائے گئے۔ اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

مسٹر جان ڈیوینپورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں لکھتے ہیں :۔

محمد صلعم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا اور دوبارہ چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کئے اور ان لوگوں کے واسطے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس بے تکلف ضیافت کے بعد وہ اٹھے اور اپنے پاکیزہ صفات بیان کر کے تقریر اس درخواست کے ساتھ ختم کی کہ کون تم میں اس بار گراں کی برداشت کرنے میں میرا ساتھ دے گا۔ اور کون میرا نائب اور وزیر ہوگا جس طرح ہارون موسیٰ کے وزیر تھے۔ کل مجمع تعجب کے ساتھ سکوت میں ہو گیا۔ اور کسی کو اس خوفناک عہدہ کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن نوجوان پر زور علی (محمدؐ کے چچازاد بھائیؑ) نے اٹھکر اور للکار کر کہا :۔

"اے نبی اللہ میں آپ کا نائب اور وزیر ہوں گا" اگرچہ میں درحقیقت ان لوگوں سے کم سن ہوں اور میری طاقتیں ان لوگوں کے مقابلہ میں کمزور معلوم ہوتی ہیں۔ اے نبی میں ان لوگوں پر تمہارا نائب بنوں گا۔" اور محمدؐ نے اپنا ہاتھ علی کی گردن میں ڈال دیا اور ان کو اپنے سینہ سے لگا کر باآواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائیؑ اور وزیر کو۔

مسٹر کارلائل اپنی کتاب "ہیروز" میں لکھتے ہیں۔

اگرچہ مجمع جس میں علی کے باپ ابو طالب بھی تھے۔ محمد (صلعم) کا دشمن نہ تھا۔ مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں مل کر دنیا کے برخلاف کوشش کریں گے۔ ایک مضحکہ کی بات

معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا۔ لیکن بعد میں اہل عرب پر ثابت ہو گیا کہ ہنسنے کے لائق بات نہ تھی۔ بلکہ ٹھیک اور درست تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر شخص اسے پسند کرے۔ اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز دیگر کئی باتوں سے جو ہمیشہ اس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ، محبت انسانی سے معمور اور پھر ایک ایسا یکتائے ہستی شجاع اور بہادر تھا کہ جس کی تند و تیز جرأت کے آگے کوئی قوت ہستی نہ ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں ایک عجیب طرز کی ماورائے عالم جوانمردی تھی۔ شیر سا بہادر تھا۔ لیکن باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی اور رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچن نائٹ (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایاں بھی

واشنگٹن آروِن اپنی کتاب سکسیرز آف محمدؐ میں لکھتے ہیں:۔

محمد صلعم نے باوجود اپنی پہلی کوشش میں ناکامیاب رہنے کے دوبارہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کو اپنے مکان پر جمع کیا۔ اور ان کی دعوت کی پھر کھڑے ہو کر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اور با آواز بلند فرمایا۔ کہ اے اولاد عبدالمطلب جس خدا نے تم لوگوں کو افضل ترین نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس کے نام سے تم لوگوں کو اس دنیا کی برکتیں اور آئندہ کی تمام خوشیاں بخشتا ہوں۔ پس تم میں سے کون شخص میرا بھائی اور میرا جانشین ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ خاموش رہ گئے۔ بعض لوگ تعجب کرتے تھے۔ اور بعض بے اعتقادی اور تمسخر سے ہنستے تھے۔ آخر کار علی نے جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبر کے حضور عرض کیا۔ کہ اے پیغمبر میں حاضر ہوں۔ محمدؐ نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور اس کو اپنے سینہ سے لگا کر با آواز بلند فرمایا۔ تم سب لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے جانشین کو دیکھ لو۔ اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ نوجوان علی کی اس جرأت اور مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگا کر اس کم سن خلیفہ کے باپ کو (ابی طالب) اپنے بیٹے کے سامنے جھکنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

مسٹر گبن ایم پی اپنی تاریخ اقبال و ادبار رومن ایمپائر میں لکھتے ہیں:۔

محمدؐ صلعم نے اظہار دعوت میں تامل فرمایا۔ اس وقت تک کل ۱۴ آدمی ایمان لا چکے تھے۔ لیکن چوتھے برس انہوں نے بالاعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور تصدیق وحدانیت کا نور پھیلانے کی غرض سے انہوں نے اپنے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور ان کے لئے سامان ضیافت مہیا کیا۔ بعدہٗ ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے دوستو اے عزیزو میں تم لوگوں کیلئے افضل ترین نعمتیں دین و دنیا کا خزانہ لایا ہوں۔ جس کو میرے سوا کوئی دوسرا شخص

نہیں دے سکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا۔ پیغمبر کے اس سوال کا جواب نہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی علی کی جرأت سے دفع ہوئی جو اس وقت ۱۴ سال کا جوان تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ میں طرح اس کام میں آپ کی نصرت اور رفاقت کیلئے حاضر ہوں۔ میں مخالفین کی آنکھیں نکال لوں گا ان کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ اے نبی اللہ میں آپ کی وزارت کیلئے حاضر ہوں۔ محمد نے علی کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابو طالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے۔

دوست و دشمن یگانہ و بیگانہ مسلم و غیر مسلم کی کتب تاریخ سے سند پیش کی گئی۔ اور ابتدائے تبلیغ اسلام کے واقعات نقل کئے گئے۔ جو عنوان پیغمبر اسلام نے تبلیغ اسلام کا اختیار کیا اس سے بہتر طریقہ ممکن ہی نہ تھا۔ ابتدائے تبلیغ اسلام کی اور بھی صورتیں ممکن تھیں۔ آج بھی دنیا میں ہر قوم و مذہب اپنے مشن کے پروپیگنڈہ کیلئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ عہد رسول اور اس زمانہ میں اتنا ہی فرق ہے کہ آجکل ذرائع خبر رسانی وسیع ترین ہو چکے ہیں اور اس زمانہ میں ذرائع خبر رسانی بہت ہی محدود تھے۔ مگر اسلوب اور انداز ابتدائے کار تبلیغ پر غور کیجئے تو حکمت نظری و عملی پیغمبر اسلام کی اہمیت ظاہر ہو سکتی ہے۔ آجکل جس بات کا پروپیگنڈا کرنا ہوتا ہے۔ اس کو با انداز مختلف زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ ریڈیو، اخبارات، رسائل اور کتب کے ذریعہ اس خبر کو عام کیا جاتا ہے۔ اور اس انداز کو کامیاب کرنے کیلئے لاتعداد روپیہ برسوں تک صرف کیا جاتا ہے۔ دنیا میں اس وقت تک جتنی بھی ازم، سوشلزم، کمیونزم، نازی ازم، وغیرہ کا رواج ہوا ہے۔ وہ انہی متذکرہ ذرائع سے عام ہوا ہے۔

اگر آپ بغور ملاحظہ کریں گے تو دیکھیں گے کہ ایک ایک ازم کی اشاعت میں پندرہ پندرہ، بیس بیس سال صرف ہو گئے۔ اور جب ان کی کامیابی کے دن قریب آئے اور ہر فرد اس کے صحیح حالات سے واقف ہو گیا تو دوسری ازم جاری ہو گئی۔ اور پہلی ازم کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اس طرح خاتمہ ہوا کہ پھر کبھی کسی مجدد نے اس ازم کو زندہ کرنے کا نام بھی نہ لیا۔ یہ مشاہدہ ہے اس سے انکار ناممکن ہے۔ اب یہ غور فرمایئے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ صرف بات اتنی ہے کہ سطح ارض پر جو با اقتدار جماعت یا قوم پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے رنگ میں دنیا کو رنگ کر اپنا کلی تسلط قائم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اس جماعت کی حقیقت اس کے روپیہ صرف کرنے ہی میں منحصر ہوتی ہے۔ اور وقتی اغراض اس کا حقیقی مقصد ہوا کرتی ہیں لہٰذا جب

اس کے جوش میں کمی ہوتی ہے تو دوسری ازم کی آڑ لیکر میدان عمل میں اپنا جوش دکھاتی ہے ہم چنیں مسلسل۔ چونکہ ان جماعتوں کے اغراض ذاتی منفعتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب اس جماعت کے با اقتدار اور سرکردہ لیڈر فنا ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی اغراض بھی فنا ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح یہ وقتی ڈھونگ ختم ہو جاتا ہے۔

پیغمبر اسلام نے تبلیغ اسلام کی ابتدا اپنے خاندان اور مخصوص اشراف قبیلہ کے ذریعہ کی۔ اگرچہ یہ افراد مخالف تھے۔ مگر پھر پیغمبر اسلام کی ذاتی و شخصی علمیت صداقت و حکمت کے معترف تھے۔ اسی اعتراف صداقت و حکمت کی وجہ سے ان کے تخیل کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ یہ سوچیں کہ محمدؐ کے ایسا کرنے میں کہاں تک ذاتی اغراض موجود ہیں۔ اور کہاں تک ان کے قول میں قومی و مذہبی اور الٰہی حقیقت جلوہ گر ہے۔ اور اس تحریک تخیل نے آئندہ انہیں مخالفین کو مطیع و منقاد بنا دیا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ پیغمبر اسلام اس دعوت عشیرہ میں ان مسلمانوں کو بھی شامل کر لیتے جو اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور ان کی تعداد بھی چالیس کے قریب تھی۔ ایسا کرنے میں پیغمبر اسلام کے قول کی تصدیق کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔ اور آپ کے قول میں طاقت پیدا ہو جاتی۔ عام طریقہ پر مدبرین دنیوی ایسا کرتے بھی ہیں کہ اپنے قول کی تائید کرنے کیلئے عام مجمعوں میں اپنے موئدین اور موافقین کو جمع کر لیا کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے قول کی تائید اور تصدیق ہو سکے۔ اور اس کا اثر عام مجمع پر زیادہ سے زیادہ پڑ سکے۔

مگر پیغمبر اسلام نے اس طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور وہ صرف اپنے خاندان کے بزرگوں کے سامنے ہی مقصد اسلام کے پیش کرنے کو کافی سمجھے۔ اور درحقیقت یہی حقیقت زیادہ دیرپا اور موثر ثابت ہوئی۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ اول یہ کہ افراد خاندان جن پر پیغمبر اسلام کی صداقت عملی کا پورا اثر تھا۔ حقیقت حال کے جویا ہو گئے۔ ان کے قلوب میں صادق ترین فرد کے قول کو نہ ماننے یا جھٹلانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اگر انہوں نے جھٹلایا بھی تو اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف۔ دوسرے یہ کہ افراد خاندان جن میں قریش بلکہ یوں کہو کہ ام القریٰ کے اشراف شامل تھے۔ جب اس محفل تبلیغ سے اٹھے۔ تو انہوں نے مختلف مقامات اجتماع پر جو بھی تذکرہ کیا اس واقعہ کا اس سے غیر خاندان افراد یا عوام قریش پر یہ اثر ڈالا کہ محمد صادق و امین نے جو کچھ کہا ہے اپنے خاندان کے افراد سے کہا ہے۔ لہٰذا ان کے قول میں یقیناً حقیقت ہے۔ چونکہ اپنوں کے فائدہ کا خیال اپنے ہی کو ہوتا ہے۔ اس صورت میں محمدؐ کا قول قابل لحاظ ضرور ہے۔ اور اس قول کی تصدیق علمائے عہد سے کرنی چاہیئے۔ اور اگر وہ قول قابل قبول ہے تو اس کو ضرور مان لینا چاہیئے۔ اس قسم کی خلش ہر مرد قریش کے دل میں پیدا ہونے لگی۔

اس مجمع میں پیغمبر اسلام کا یہ دعویٰ کہ میں پیغمبر ہوں اور آج میری تائید کرنے والا میرا وزیر ہوگا۔ بڑی اہمیت اور معقولیت رکھتا ہے۔ حاضرین نے اس وقت تو قول محمد اور تصدیق علی کا مضحکہ اڑایا مگر ان کے دلوں پر اس عمل رسول کے گہرے نقوش مرتسم ہو گئے۔ یہیں سے حاضرین نے سمجھ لیا کہ اس واقعہ میں ضرور حقیقت ہے۔ ورنہ محمدؐ جیسا عاقل فرزانہ حکیم! علی کو گلے لگا کر یہ نہ کہتا کہ تو میرا بھائی ہے اور میرا وزیر ہے اور تمام لوگوں پر میرا خلیفہ ہے۔ ظاہر میں ان کی کافرانہ عصبیت نے ان کی زبان سے تمسخر آمیز الفاظ کہلوا دیئے۔ مگر ان کے دلوں پر بجلی سی گر گئی۔ اور وہ سمجھ گئے کہ اس خواب کی تعبیر ایک دن ضرور دیکھیں گے۔

برخلاف اس کے اگر پیغمبر اسلام اپنے خاندان کے افراد اور تقریباً چالیس نومسلموں کو دعوت میں شریک کرتے اور اپنے موئدین سے اپنے قول کی تصدیق کراتے۔ تو بظاہر یہ معلوم ہوتا کہ قول رسول میں طاقت پیدا ہو جاتی۔ مگر حقیقت اس کے برخلاف ہوتی۔ اور وہ یہ ہوتی کہ ان اشراف خاندان اور ان نومسلموں میں تصادم واقع ہو جاتا۔ یا یہ نومسلم خوفِ اشراف مکہ سے پھر کافر ہو جاتے۔ اور یا نوبت جنگ و جدال تک پہنچتی اور یہ چالیس مسلمانوں کی جماعت خانہ جنگی کی صورت اختیار کر کے ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتی۔ اشراف مکہ اپنی کافرانہ عصبیت پر قائم رہتے۔ اور اس کے جوش میں ان کمزور نومسلموں کا خاتمہ کر دیتے۔ اور یہیں سے یہ منزل تبلیغ عرب جیسی جنگجو قوم کیلئے ایک وجہ جنگ و جدال و نزاع بنجاتی۔

پیغمبر اسلام نے اپنی حکمت نظری و عملی کے ذریعہ ان تمام مفسدہ امور کو ختم کر دیا۔ اور صرف ایسا موقع پیش کر دیا کہ لوگ ٹھنڈے دل سے اسباب پر غور کریں کہ محمدؐ کے قول میں کہاں تک حقیقت ہے....

دنیا میں اس وقت تک جتنی سیاسی، مذہبی، قومی جماعتیں بنی ہیں۔ یا نازی ازم، کمیونزم و شوشلزم وغیرہ ازمیں قائم ہوئی ہیں۔ ان کا مقصد ہمیشہ محدود رہا ہے اس کے اثرات افادات کا ہدف کوئی جماعت کوئی قوم یا کوئی ملک رہا ہے۔ اور اس کا مقصد یہی رہا ہے کہ اس ازم کے ذریعہ دوسرے ممالک دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کو ہضم کر لیا جائے۔ چونکہ ان کا مقصد محدود ہوتا ہے لہذا ان ازموں کی عمر بھی محدود ہی ہوا کرتی ہے۔ پیغمبر اسلام نے ابتدائے اسلام ہی میں یہ الفاظ کہے۔ ہر

انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم اللہ

یقیناً میں دنیا و آخرۃ کی بہترین چیز تمہارے لئے لایا ہوں۔ اور خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں

تم کو اس کی طرف دعوت دوں اس قول میں تمام دنیا کی بھلائیاں اور آخرت کی برکتیں تمام اہل
دنیا کیلئے موجود ہیں۔ اور صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ عالم انسانیت کا مرکز اعلیٰ اور
مقصد اعظم دعوت الی اللہ کو قرار دیا ہے۔ گویا پیغمبر اسلام یہ کہہ رہے ہیں کہ تمام دنیا کے رہنے والے
اپنے واحد و یکتا خدا کی طرف آجائیں اور اس ذریعہ سے دنیا و آخرت کی برکتیں حاصل کریں۔ چونکہ
مقصد بے پایاں تھا۔ اور غرض تبلیغ بے غایت و لا انتہا تھی۔ لہذا آواز پیغمبر اسلام زمین و آسمان کے
درمیان گونجی اور قیامت تک کیلئے ہر فرد ذی ہوش کے گوش حق نیوش کیلئے آویزۂ گوش بنگئی
حکومتوں کے جبر و تشدد کے طوفان اس آواز کو فنا کر دینے کیلئے اٹھے۔ مگر خود فنا ہو گئے۔ اقوام عالم
کی عصبیت نے اس آواز کو مٹانا چاہا۔ مگر وہ تو دمٹ گئی۔ مذاہب عالم کے سر بفلک نعرے بلند ہوئے
مگر وہ خود اس آواز سے لپست و فنا ہو گئے۔ آواز پیغمبر اسلام آج بھی باقی ہے۔ اور تا قیامت باقی
رہے گی ...

حکمت، واقعہ ہفدہم ، مصائب اہل اسلام و حکمت پیغمبر اسلام

حضرت محمدؐ اشراف و سرداران مکہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خاندان بنی ہاشم کو بوجہ کعبہ کی کلید برداری کے قریش پر مذہبی سیادت و سرداری حاصل
تھی۔ حضرت محمدؐ نے دین الٰہی کی تبلیغ شروع کر دی اور قریش کے معبودوں اصنام کعبہ کی تکذیب
مجمعوں میں اعلانیہ کی۔ قریش حضرت محمدؐ کے جانی دشمن تھے۔ مگر حضرت عبد المطلب کی زندگی میں
بھی ان کی تدابیر قتل محمدؐ ناکام رہیں۔ اور بعد تبلیغ اسلام حیات ابو طالب میں بھی کفار قریش حضرت
کو بوجہ رعب ابو طالب و خاندان بنو ہاشم ضرر نہ پہنچا سکے علاوہ بریں عرب میں قبائل کی اجتماعی طاقت
بھی ایسی تھی کہ وہ اپنے آدمی تو آدمی اپنے جانور کے خون کا بھی بدلہ لے لینا اپنا مقصد حیات سمجھتے تھے ان
قوانین و رسوم کی موجودگی میں حضرت محمدؐ بھی اپنے آدمی کے خون کا بدلہ لے سکتے تھے۔ اول تو عرب
میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ دوسرے اپنے مقصد تبلیغ اسلام کے اعتبار سے انتقام خون مسلم
لینے میں بظاہر کامیاب ہوتے۔ کیونکہ ایک مسلم کی حمایت دیگر افراد کے دل میں اہمیت و ترغیب قبول
اسلام کا عزم پیدا کر دیتی۔ مندرجہ ذیل واقعات اگر بجائے حضرت محمدؐ کے کسی دوسرے شخص کے ہاتھ
آجاتے۔ تو یقیناً وہ اپنے مقصد کی تبلیغ اور استحکام کیلئے ضرور ان مواقع سے فائدہ اٹھاتا۔ مگر حضرت
محمدؐ کی حکمت فطری اور عملی کا اقتضاء یہ ہوا کہ ان مواقع کا انتقام نہ لیا جائے۔ اور آپ نے انتہائی
صبر و تحمل سے کام لیا جو آئندہ کیلئے باعث توسیع و استحکام اسلام تھا۔ ناظرین واقعات مندرجہ

ذیل کو بغور پڑھیں اور اپنے ضمیر سے فوری انتقام لینے اور انتقام نہ لینے کے فوائد پر نظر ڈالیں۔

(۱) یاسر یمن کے رہنے والے تھے۔ پریشان ہو کر مکہ میں چلے آئے تھے۔ ابو حذیفہ مخزومی کی کنیز سمیہ سے عقد کر لیا۔ لڑکے بالے ہو گئے۔ یاسر، یاسر کی بیوی سمیہ، یاسر کے بیٹے عمار اور عبد اللہ غرضیکہ سارا گھر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ جب کفار قریش کو معلوم ہوا کہ یاسر کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا تو وہ ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کو سخت مار لگائی۔ دو سراپا مجروح ہو گئے، یاسر کی زوجہ سمیہ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھا اور ابو جہل نے نیزہ مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا، یاسر کو بھی شدید ضربوں سے ہلاک کر دیا۔ حضرت محمدؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:۔

اصبروا یاآل یاسر فان موعدکم الجنۃ۔ (اے آل یاسر صبر کرو تحقیق کہ بہشت تمہارا وعدہ گاہ ہے)

(۲) خباب بن الارث تمیم قبیلہ کے تھے۔ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کئے گئے اور ام انمار نے خرید لیا۔ یہ اس وقت اسلام لائے جب حضرت محمدؐ ارقم کے گھر میں مقیم تھے۔ اور صرف چھ سات افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ ایک دن کوئلے جلا کر انگارے زمین پر بچھائے اور ان پر ان کو چت لٹایا۔ ایک شخص چھاتی پر پاؤں رکھے رہا کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں۔ یہاں تک کہ انگارے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے۔

(۳) حضرت بلال۔ یہ وہی بلال ہیں جو موذن رسول مشہور ہیں۔ حبشی النسل تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی اور تمازت آفتاب سے زمین جلنے لگتی تو امیہ ان کو جلتی ریت پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان ان کے سینہ پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کر سکتے تھے۔ اکثر گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کو پکڑا دیتا اور وہ مکہ کی پہاڑیوں پر اس غریب کو گھسیٹتے پھرتے۔ گردن میں رسیوں کے بل پڑ جاتے۔ کبھی یہ کرتا تھا کہ ان کی مشکیں باندھ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔ اور ڈنڈوں سے پیٹے جاتے تھے۔ ان تمام ماروں کے بعد پیٹ کی مار بھی دی جاتی تھی۔ جو سب سے بری مار تھی، متواتر کئی دن تک بے آب و دانہ رکھے جاتے تھے۔ جب ان کے جسم پر ضرب پڑتی تو ہر ضرب پر احد احد کے نعرے لگاتے تھے۔

۴ صہیب رومی۔ پیغمبر اسلام نے جب دعوت اسلام شروع کی تو صہیب رومی اور عمار بن یاسر ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ قریش ان کو اسقدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ جب انہوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا کہ اپنا سارا مال و متاع چھوڑ جاؤ تو جا سکتے ہو، انہوں نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا۔

(۵) ابو فکیہہ۔ کینت تھی۔ افلح نام تھا۔ صفوان بن امیہ کے غلام تھے اور حضرت بلال کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ امیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں سے کہا کہ ان کو گھسیٹتے ہوئے لے جائیں اور تپتی ہوئی زمین پر لٹائیں۔ ایک گبریلہ راہ میں جا رہا تھا۔ امیہ نے ان سے کہا کہ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پر امیہ نے اس زور سے اس کا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے کہ دم نکل گیا۔ ایک دفعہ ان کے سینہ پر اتنا بھاری پتھر رکھ دیا گیا کہ ان کی زبان نکل پڑی۔

یہ واقعات ظلم و ستم تھے۔ جو پیغمبر اسلام کی موجودگی میں اہل اسلام پر کئے جا رہے تھے۔ عربوں کی عادت انتقام لینے کی تھی۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان مواقع پر انتقام کی کوشش نہیں کی۔ بظاہر یہ امر اہل عرب کی عادت کے خلاف تھا۔ اور ذاتی خفت و سبکی تھی۔ مگر حکمت پیغمبر اسلام نے اس موقع پر خاموش رہ کر در حقیقت اساس اسلام کو ہمیشہ کیلئے مستحکم کر دیا۔ انتقام نہ لینے میں جو مصالح تھے۔ وہ تو پیغمبر اسلام کے ہی علم میں تھے۔ مگر کم از کم کچھ مصالح تو پیش ناظرین ہم بھی کئے دیتے ہیں:۔

(۱) اگر پیغمبر اسلام اپنے قبیلے اور حمایتیوں کو ہمراہ لیکر یاسر اور سمیہ وغیرہ کے خون کا انتقام لیتے تو یہ امر آسان تھا۔ کیونکہ حمیت عرب اور عادت قریش یہی تھی۔ مگر اس جنگ و جدال میں حقانیت اسلام فنا ہو جاتی اور دور و قریب یہ مشہور ہو جاتا کہ محمدؐ اپنی سرداری اور جمعیت کی خاطر یہ سب کچھ ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں میں پیام اسلام کی اہمیت کا احساس بھی نہ ہوتا۔

(۲) اصحاب رسول اور اہل اسلام کا بے گناہ قتل ہونا اور پیغمبر اسلام کا اس موقع پر خاموش ہو جانا ہر سننے والے کے دل پر یہ گہرا نقش بناتا رہا کہ کلمۂ توحید اور پیام اسلام ایک ایسی ہی چیز ہے کہ اس کی خاطر ہر مصیبت گوارا کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ خوشی خوشی جان بھی دی جا سکتی ہے

(۳) پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا تقاضا تھا کہ وہ اہل اسلام پر کفار کے ہاتھوں مظالم کو دیکھیے۔ اور راہِ عشق خدا میں مرنے والے جان دیتے رہیں۔ تاکہ کلمۂ توحید کے ساتھ حیات و ممات اور روز جزا و سزا کی تبلیغ و اشاعت عام ہوتی رہے۔ لوگ اچھی طرح اس بات کو سمجھ لیں کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی جو کچھ کر رہے ہیں۔ اس خدائے یگانہ کی خاطر کر رہے ہیں۔ جو موت کے بعد پھر زندہ کر کے جنت اور دوزخ کا حقدار بنانے والا ہے۔ گویا ان اہل اسلام کے قتل کی خبر عام ہونے میں یہ راز تبلیغ بھی موجود تھا۔ کہ خدا قابل اطاعت و لائق عبادت ہے ۲ خدا کی رضا طلبی ہی مقصد حیات انسانی ہے ۳ راہ خدا میں موت حاصل ہونا عین حیات ہے۔

۴ صرف زندگی دنیا ہی مقصدِ تخلیق نہیں ہے ۔ بلکہ یوم الحساب اور روز جزا بھی قابل یقین امر
امر ہے ۔ ۵ حضرت محمدؐ کی نبوت اور حضرت محمدؐ کا قول اس قدر قابل تصدیق ہے کہ جان دیکر
بھی اس کی تصدیق کرنا لازم ہے ۔ ۶ زندگی دنیا ہیچ اور فانی ہے اور آخرت جس کا پیغام حضرت
محمدؐ نے سنایا ہے باقی اور دائمی ہے ۔

(۴) اہل اسلام کا قتل ہونا، مصائب برداشت کرنا اور پیغمبر اسلام کا خاموش دیکھنا اس مصلحت
پر بھی مبنی تھا کہ جاہل اہل عرب دائرہ اسلام میں صرف منفعت دنیا کیلئے آنا چاہیں تو نہ
آئیں ۔ ان کی کثرت اسلام کی آئندہ ترقیوں کیلئے مضر ہو گی ۔ بلکہ دائرہ اسلام میں وہی لوگ
داخل ہوں جو اس بات پر بھی آمادہ ہو چکے ہوں کہ قول محمدؐ اور حکم خدا کی خاطر اپنے مال اور
جان سب کی قربانی پیش کر سکیں ـــ ابتدائے اسلام میں ناسمجھ سادہ لوح حریص و
طماع اعراب اگر مسلمان ہو جاتے اور ان کی تعداد بھی کثیر ہو جاتی تو اسلام کے استحکام
کے بجائے اس کی دائمی بربادی کا باعث ہوتی ۔ اسلئے ضرورت تھی کہ مخصوص جان باز
اور مقصد اسلام کے سمجھنے والے دائرہ اسلام میں آجائیں ۔ پیغمبر اسلام کے اسی طرز نے کہ
مسلمان قتل کئے جا رہے ہیں اور پیغمبر اسلام فرما رہے ہیں ۔ یا آل یاسر اصبروا موعد
کم الجنۃ (اے آل یاسر صبر تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے) ہر مسلمان ہونے والے کے دل پر
یہ بات اچھی طرح مرتسم اور نقش کر دی کہ اسلام قبول کرنا آسان کام نہیں ہے ۔ بلکہ وہ
شخص مسلمان ہو سکتا ہے ۔ جو مال اور جان کو ہتھیلی --- پر رکھ کر اسلام لائے ۔
پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ ہر مسلمان کو ہجرت اور خانہ بربادی کی تکالیف اٹھانی پڑیں گی ۔
سفر مدینہ پیدل طے کرنا ہو گا ۔ اور مدینہ پہنچ کر فقیرانہ اور درویشانہ زندگی بسر کرنی پڑے گی ۔
تیرے میرے ہاتھ کی دی ہوئی روٹی کھانی پڑے گی ۔ چند ہی روز کے بعد کفار قریش مدینہ پر
چڑھائی کریں گے وہ مسلح ہوں گے اور ان نہتے مسلمانوں کو ان کا مقابلہ کرنا ہو گا ۔ وغیرہ وغیرہ
لہٰذا مسلمان وہی بنے جو صرف راہِ خدا میں شہید ہونے ہی کو اپنا مقصد حیات سمجھے
پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا یہ کارنامہ تھا کہ آخر وہی ہوا جو انہوں نے تصور کیا تھا ـــ یہ تمام
مصائب یکے بعد دیگرے اہل اسلام پر پڑتے گئے اور انہوں نے خندہ پیشانی سے سب
کو قبول کیا ۔ اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اسلام سے منہ نہ موڑا ۔ اور نہ لبوں پر شکوہ تک
آنے دیا ....

(۵) حضرت محمدؐ نے اپنے اس طرزِ عمل سے دشمنانِ اسلام اور آئندہ مسلمان ہونے والے اہلِ عالم کیلئے ہر اعتراض کا دروازہ بند کر دیا۔ میں سطورِ ذیل میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے میرے اس قول کی تائید ہوگی کہ لوگ تبلیغ توحید و رسالت کی آڑ میں کیا کیا شکوک پیدا کر رہے تھے۔ اور پیغمبر اسلام کے اس کارِ تبلیغ کو کس نگاہ سے دیکھنے کے متمنی تھے۔

ہرقل شاہِ روم کے سوالات اور جوابات

کتاب صحیح بخاری ترجمہ باب الوحی

(۶) ابوسفیان نے ابنِ عباس سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہِ روم) نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا اور وہ اس وقت قریش کے چند سواروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ لوگ شام میں بحیثیت تاجر گئے تھے۔ اور یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جبکہ رسول خدا نے ابوسفیان اور دیگر کفارِ قریش سے ایک محدود عہد کیا تھا۔ الغرض سب قریش ہرقل (شاہِ روم) کے پاس آئے اور یہ لوگ اس وقت ایلیامیں ہی تھے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا۔ اس کے سب سردارانِ دربار بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ان سب قریشیوں کو اس نے اپنے قریب بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور قریشیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے سب سے زیادہ محمدؐ کا قریب النسب کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں ان سب سے زیادہ ان کا قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کے پس پشت کھڑا کر دو۔ اور پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس مرد کا حال پوچھتا ہوں جو اپنے کو نبی کہتا ہے۔ پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بیان کرے تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دینا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کی خبر نہ ہوتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا۔ الغرض ہرقل نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا:۔

ہرقل :۔ ان (محمدؐ) کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟

ابوسفیان :۔ وہ (محمدؐ) ہم میں بڑے نسب والے ہیں۔

ہرقل :۔ کیا تم میں سے پہلے بھی کسی نے اس (نبوت کا دعویٰ) بات کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان :۔ نہیں۔

ہرقل :۔ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان :۔ نہیں۔

ہرقل :۔ امیر لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے ؟

ابوسفیان :۔ امیروں نے نہیں بلکہ کمزوروں نے۔

ہرقل :۔ آیا ان کے پیرو یوماً بیوماً بڑھتے جاتے ہیں ؟ یا گھٹتے جاتے ہیں ؟

ابوسفیان۔ کم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے جاتے ہیں۔

ہرقل :۔ آیا کوئی ان سے ناخوش ہو کر ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے۔ ان کے دین میں داخلہ کے بعد

ابوسفیان :۔ نہیں۔

ہرقل :۔ کیا وہ کبھی وعدہ خلافی کرتے ہیں۔ ؟

ابوسفیان :۔ نہیں ! اب ہم ان کی مہلت میں ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس میں کیا کریں گے۔[1]

ہرقل :۔ آیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے ؟ ابوسفیان۔ ہاں !۔ ہرقل۔ تمہاری جنگ ان سے کیسی رہی؟
ابوسفیان۔ لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان میں ڈول کی طرح رہی۔ کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں۔ ہرقل۔ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ ؟

ابوسفیان :۔ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو ! اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ اور وہ شرک کی باتیں جو تمہارے باپ دادا کرتے آتے ہیں چھوڑ دو۔ ہمیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پرہیزگاری اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔

ہرقل :۔ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے درمیان میں نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح عالی نسب مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ اور پھر میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات یعنی اپنی نبوت کی تم میں سے کسی اور نے بھی کہی تھی تو تم نے کہا ہے کہ نہیں میں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا۔ کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کوئی کہہ چکا ہو تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اس قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا۔ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ اگر ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہو گا۔ تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اپنے باپ کا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس

---

[1] ابوسفیان نے کہا کہ سوائے اس کلمہ کے اور مجھے قابو نہیں ملا کہ میں کوئی اور بات آپ کے حالات میں داخل کر دیتا۔

سے پہلے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ کہیں تم انہیں جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے۔ تو تم نے کہا کہ نہ
پس اب یقیناً میں جانتا ہوں کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر تو جھوٹ بولنا چھوڑے
اور اللہ پر جھوٹ بولے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور
لوگوں نے تو تم نے کہا کہ کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ اور در اصل تمام پیغمبروں کے پیروی
لوگ ہو لئے ہیں۔ اور میں نے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں۔ تو
تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ تو در حقیقت اہل ایمان کا یہی حال ہوا کرتا ہے یہاں
تک کہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد
ان کے دین سے پھر بھی جاتا ہے۔ تو تم نے کہا کہ نہیں۔ تو ایمان کا حال ایسا ہی ہے جبکہ اس کی بشاشت
دلوں میں مل جائے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں یا نہیں۔ تو تم نے بیان
کیا کہ نہیں۔ اور تمام پیغمبر اسی طرح وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ تمہیں وہ کس
بات کا حکم کرتے ہیں۔ تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔ اور تمہیں نماز پڑھنے اور
سچ بولنے کی تلقین کرتے ہیں اور پرہیز گاری کا حکم دیتے ہیں۔ پس اگر جو تم کہتے ہو۔ سچ ہے تو عنقریب
وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔ اور بیشک میں کتب سابقہ سے جانتا تھا کہ
وہ ظاہر ہونے والے ہیں۔

ناظرین بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ پیغمبر اسلام کی سعی تبلیغ توحید کو اطراف عالم کے خواص و
عوام کس اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔ اور وہ پہلو اختیار کرنا چاہتے تھے۔ جس کے ذریعہ وہ کار رسالت
میں رکاوٹیں ڈال دیں۔ مگر پیغمبر اسلام کی ہر تدبیر بر محل تھی اور ہر کام مطابق حکمت نظری و عملی۔
اسی وجہ سے ابوسفیان جیسا دشمن جو دربار ہرقل میں پیغمبر اسلام کی برائیاں بیان کرنے گیا تھا۔
اور ہرقل جیسا دشمن اسلام جو پیغمبر اسلام کے ہر کام اور ہر قول میں عیب و نقص کا متلاشی تھا
عظمت پیغمبر اسلام اور اہمیت کار تبلیغ کے قائل ہو گئے۔ اور ان کا دل گواہی دینے لگا کہ حضرت
محمدؐ کی مخالفت میں بجز ذلت و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جب ہرقل کے دل کو یقین ہو گیا کہ دین محمدؐ دین خدا ہے۔ اور اس کا عالمگیر ہونا ضروری ہے
تو اس نے اپنی حکومت اور قوم کو خطرہ میں پایا۔ اور یہ چاہا کہ وہ اسلام قبول کر کے اور دائرہ اسلام
میں آکر اس خطرہ سے اپنی حکومت اور قوم کو بچالے۔ مگر اس کی قوم اس کے قول کی تائید نہ کر سکی

(ملاحظہ ہو ترجمہ صحیح بخاری باب نزول وحی ص۴)

ہرقل اپنے گھر سے باہر آیا اور اپنی رومی قوم سے یوں مخاطب ہوا :-

"اے روم والو کیا ہدایت اور کامیابی میں کچھ حصہ تمہارا بھی ہے۔ اور اگر تمہیں یہ منظور ہے کہ تمہاری سلطنت قائم رہے۔ اور اگر تم ایسا چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرلو۔"

اس اعلان کے سنتے ہی وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ کواڑوں کو بند پایا۔ بالآخر جب ہرقل نے اس درجہ ان کی نفرت دیکھی۔ اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگیا۔ تو بولا کہ :-

"ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔"

اور جب وہ آئے تو ان سے کہا :-

"یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے میں تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان کرتا تھا۔ وہ مجھے معلوم ہوگئی۔"

پس لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور وہ اس سے خوش ہوگئے۔ اور ہرقل کی آخری حالت یہی رہی

اب آپ کو معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کے مبعوث ہونے اور ان کے کار تبلیغ کے شروع کرنے کی خبر سنکر شاہانِ عالم لرزہ بر اندام تھے۔ اور اپنی قومی و مذہبی سلامتی اسی میں سمجھتے تھے کہ وہ دین اسلام میں آجائیں۔ مگر چونکہ وہ عوام کالانعام پر کلی قابو نہیں پاتے تھے۔ لہذا مجبور تھے۔ یہ اثر پیغمبر اسلام کی طاقت کا نہ تھا۔ خدم وحشم کا نہ تھا۔ روپے کے بل پر کئے ہوئے پروپیگنڈا کا نہ تھا۔ بلکہ یہ سب اثرات حکمتِ نظری و عملی پیغمبرِ اسلام کے تھے۔ کہ ایسے اسلوب اور انداز سے دین اسلام کو پیش کیا تھا۔ کہ دشمنِ عیب جُو بجز سر جھکا دینے کے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔

حکمت واقعہ شدہم اصحاب کو ہجرت حبشہ کا حکم

کفار قریش کی دشمنی پیغمبر اسلام اور اہل اسلام سے دن بدن بڑھتی گئی۔ اور یہ کفار غریب مسلمانوں کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے رہے۔ ان کی زندگی اور عرصۂ حیات کو ان پر تنگ کر دیا۔ جب پیغمبر اسلام نے ان مسلمانوں کو اپنے دین و ایمان کے لحاظ سے پختہ کار سمجھ لیا اور ان کو اچھی طرح سے پرکھ لیا۔ کہ وہ سختیوں سے گھبرا کر اسلام سے منحرف تو نہ ہونگے۔ تو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو ملک حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ پندرہ مسلمان بذریعہ کشتی کے ملک حبشہ پہنچے۔ ملک حبشہ کے بادشاہ کو اس وقت نجاشی کہتے تھے۔ اس عہد کے

بادشاہ کا نام اصحمہ تھا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہ وہاں اطمینان سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے شاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک وفد بھیجا تاکہ وہ اپنے ملکی لوگوں کو واپس لاسکیں۔ وفد کے ارکان مندرجہ ذیل تھے :۔

(۱) عمر ابن العاص (۲) عمارہ بن ولید (۳) عبداللہ بن ربیعہ۔

یہ وفد مذکور قریش کی جانب سے اعلیٰ تحائف لیکر دربار نجاشی میں پہنچا۔ پادریوں کو بھی تحفے دیئے۔ اور ان سے اپنے قول کی تائید کے طالب ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے نجاشی شاہ حبشہ سے درخوا کی ہمارے دین اور قوم میں اختلاف اور انتشار پیدا کرنے والے مجرموں کو ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ بادشاہ نجاشی نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو بلوایا۔ اور ان سے دریافت کیا کہ واقعہ صحیح کیا ہے۔ حضرت جعفر ابن ابو طالب یعنی حضرت علی کے حقیقی بھائی نے دربار نجاشی میں اس طرح تقریر فرمائی

"ایہا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے تھے اور مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے۔ ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ کہ اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کی شرافت و صداقت و دیانت سے ہملوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی۔ اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں خونریزیوں سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں۔ باعفت عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ شرک و بدعت و بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد کو ترک کر دیا۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی اور اب ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم پھر گمراہی کی طرف لوٹ جائیں۔"

"نجاشی نے کہا کہ جو کلام تمہارے پیغمبر پر نازل ہوا ہے اس سے کچھ سناؤ۔"

حضرت جعفر ابن ابو طالب نے سورہ مریم پڑھنا شروع کی۔ نجاشی رونے لگا اور آنسو جاری ہو گئے اور پھر کہا :۔

"کہ خدا کی قسم کہ یہ کلام اور انجیل ایک چراغ کے پرتو ہیں۔" یہ کہہ کر سفرائے قریش سے کہا :۔
"کہ تم واپس جاؤ میں ان مظلوموں کو کبھی واپس نہ کروں گا۔"

پیغمبر اسلام نے ملک حبشہ کی طرف چند مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیکر بھیجا۔ بظاہر یہ سفر ایک قسم کا سفر غربت تھا۔ اس سفر سے لاچاری اور غربت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر اس سفر ہجرت میں حکمت رسول

کی اعلیٰ مثال پائی جاتی ہے۔ جس کے صدہا فائدے بعد کو نکلے۔

(۱) ان مہاجرین کے ذریعہ پیام اسلام عوام حبش تک ہی نہیں پہنچا بلکہ شاہِ حبش تک پہنچ گیا۔ ابتدائے اسلام میں اگر پیغمبر اسلام چند مسلمانوں کو دیگر ممالک میں تبلیغ دین کی غرض سے بھیجتے تو یہ مٹھی بھر مسلمان نہ معلوم کس وقت ختم کر دیئے جاتے۔ پیغمبر اسلام کو خبر بھی نہ ہوتی کہ ان کے فرستادہ کب اور کہاں مارڈالے گئے۔ علاوہ بریں جس ملک میں یہ لوگ مارے جاتے وہاں کے باشندگان کو تعصباً ہمیشہ دشمنی رہتی۔ پیغمبر اسلام نے ہجرت کے نام پر مسلمانوں کو حبشہ بھیج دیا۔ اس طرح مسلمانوں کی خاموش اور بے ضرر تبلیغ باشندگان حبشہ تک پہنچتی رہی اور عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد کے مصداق قریش نے اپنے وفد کو نجاشی کے پاس بھیج کر منہ کی کھائی۔ اور محاسن اسلام کی تعریف دشمن کی زبانی دشمن کے سامنے ہونے کا موقع پیش آگیا۔

پیغمبر اسلام کی اس حکمتِ عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ ملک حبش کا بادشاہ محاسن اسلام کا معترف ہوگیا۔ اس کے الفاظ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صنٹ سے پیش کئے جاتے ہیں۔ بر نجاشی گفت ازیں کلام کہ بر پیغمبر شما نازل شدہ ہیچ باشما است تا بر من خوانید۔ جعفر ابن ابوطالب سورہ کھیعص خواندن گرفت چو بدین آیہ رسید فکلی واشربی وقری عینا۔ پس نجاشی گریاں شدہ آب چشم بر محاسن ئے روان گشت و آناں کہ مصحف باز کردہ نشستہ بودند چنداں بگریستند کہ محاسن ہر یک از آب دیدہ تر گشت نجاشی گفت انّ ھذا لھو الحق واللّٰہ ایں کلام با سخنے کہ بر موسیٰ نازل شدہ ہر دو یکیست آنگاہ روئے بعمرو عاص و عمارہ کرد و گفت واللّٰہ کہ ایں جماعت را بہ شمانہ سپارم و شمارا باہم نگذارم، ام سلمہ گوید کہ چوں فرستادگانِ قریش مایوس و منفعل باز گشتند عمرو عاص گفت واللّٰہ کہ فردا پیش نجاشی روم و ایشاں را مستاصل گردانم عبداللّٰہ بن ربیعہ ہر چند او را منع کرد مفید نیفتاد و عمرو عاص روز دیگر با نجاشی گفت کہ ایں طائفہ در بارہ عیسیٰ بخلاف شما سخن می گویند چہ دعویٰ می کنند کہ عیسیٰ بندہ خدا است نجاشی قوم را طلبیدہ گفت شما در شان عیسیٰ چہ می گوئید۔ جعفر جواب داد کہ آں می گوئیم کہ خداوند تعالیٰ گفت ھو عبداللّٰہ و رسولہ و کلمۃ القٰھا الیٰ مریم و روح منہ۔ نجاشی چوب پارہ از زمیں برداشت و گفت میاں عیسیٰ و آنکہ شما گفتید ہیچ فرقے نیست مرحبا

شمارا او آنکس راکہ شما از تردوے آمدہ آید گواہی میدھم کہ او رسولِ خداوند است
ووے آنکس است کہ عیسیٰ بمقدم او بشارت دادہ است وصفت او در انجیل
بنظرِ ما رسیدہ شما فارغ البال در ولایت من قرار گیرید۔ وہر کہ اذیت بہ شما رساند
مکافات کنم ۔

" خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ نجاشی نے جعفر ابن ابوطالب سے کہا کہ تم قرآن کا کچھ حصہ مجھ کو سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ کھیعص کو سنایا۔ جب حضرت جعفر قرآن سنا رہے تھے تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اور جو دوسرے لوگ وہاں بیٹھے سن رہے تھے وہ بھی رونے لگے۔ آخر نجاشی چلا اٹھا کہ بیشک یہ قرآن سچ ہے۔ یہ کلام تو وہی ہے جیسا کلام حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ پھر اس نے عمرو عاص و عمارہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ قسم بخدا میں ان مسلمانوں کو تمہارے سپرد نہ کروں گا۔ جب عمرو عاص و عمارہ مایوس ہوگئے تو دوسرے دن عمرو عاص نے کہا کہ آج میں نجاشی سے ان مسلمانوں کے بارہ میں وہ باتیں کہوں گا۔ کہ وہ ان کی بیخکنی کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ عمارہ نے منع بھی کیا۔ مگر عمرو عاص نے حاضر دربار ہوکر کہا کہ اے بادشاہ یہ مسلمان عیسیٰ کو خدا کا بندہ مانتے ہیں اور تمہارے اعتقاد کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور کہا کہ تم عیسیٰ کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ جعفر ابن ابی طالب نے کہا اے بادشاہ سن ہم عیسیٰ کے بارہ میں وہی کہتے ہیں جو خدا نے کہا ہے۔ وہ خدا کے بندہ ہیں اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسکو مریم کے سپرد کردیا گیا۔ اور وہ اس کی روح ہیں۔ نجاشی نے جب یہ کلام سنا تو اس نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھایا اور کہا کہ عیسیٰ کے درمیان میں اور اس میں جو تم نے کہا کچھ بھی فرق نہیں ہے مرحبا تم کو اور اس کو جس پر یہ کلام نازل ہوا ہے۔ اور تم جس کے پاس سے یہاں آئے ہو بیشک وہ شخص وہی ہے جس کے آنے کی بشارت عیسیٰ نے دی تھی۔ میں نے انجیل میں خود اس کی صفات کو پڑھا ہے۔ تم لوگ میرے ملک میں باآرام رہو۔ تم کو جو اذیت دے گا میں اس کو سزا دوں گا۔"

کتنا برمحل تھا پیغمبر اسلام کا یہ اقدام اور یہ انتخاب کہ ہر مقصد تبلیغ کامل ہی ہوا۔ پہلی ہجرت حبشہ کی جانب کرکے آئندہ کیلئے ماحول کو سازگار بنالیا۔ اور ہموطن دشمنان اسلام کو دوسرے ملک کے بادشاہ کے سامنے ایسا ذلیل کردیا کہ ان کو اگر غیرت دار ہوتے تو مقابلہ کی تاب نہ ہوتی۔ پہلا ہی مقام ہجرت ایک ایسا مقام تجویز کیا جہاں سے پوری پوری امید کامیابی تھی۔ چنانچہ کامیابی ہوئی۔ اور پھر ایسے مہاجرین کو منتخب کرکے حکم ہجرت دیکر حبشہ بھیجا گیا جو مہاجر صادق، حافظ قرآن

اور بے لوث مبلغ تھے ۔ جعفر ابن ابو طالب کی بر محل تقریر اور مناسب آیات قرآن کی تلاوت نے دشمنوں سے اقرار صداقتِ رسول و کلام رسول کروالیا ۔ کفار قریش کا پہلا وفد ناکام آیا ۔ اور اس نے واپس آکر اپنی ناکامی اور مایوسی کو پیش کیا ۔ اور اہل اسلام کی حق گوئی اور حق کی فتح کو بیان کیا ۔ اس سے دشمنان اسلام کے دل میں خوف اور رعب پیدا ہوگیا ۔ اہل اسلام کی اس پہلی ہجرت بے غرض تبلیغ اسطرح پوری ہوئی کہ معاملہ جو کچھ ہوا وہ بادشاہ کے روبرو ہوا ۔ بھرے دربار میں ہوا ، اہل حبشہ کی موجودگی میں ہوا ، راعی اور رعایا کے سامنے ہوا ....

لہٰذا دشمنان اسلام کے وفد کا ذلیل ہونا ۔ اور اہل اسلام کے کلمۂ توحید کی اشاعت کا باثمر ہونا بھی مشہور ہوگیا ۔ اور اس سے ہزار ہا انسانوں کو غرض و غایتِ ہجرتِ اہل اسلام کے ساتھ ساتھ مقاصد اسلام بھی معلوم ہوگئے ۔ ان فوائد دینی کے علاوہ یہ مہاجر مسلمان کفار قریش کے بے پناہ ظلم و ستم سے بھی محفوظ ہوگئے ۔ اور پھر ان کے محفوظ ہونے اور حبشہ میں با اطمینان زندگی بسر کرنے کی خبر سے وہ لوگ بھی مطمئن ہوگئے جن کے دل تو اسلام کی طرف مائل تھے ۔ مگر مظالم کفار اور خوفِ جان ان کے قبول اسلام میں حائل تھا ۔ اب ان کو اتنا تو اطمینان ہوگیا کہ پیغمبر اسلام ہم کو ملک سے باہر جانے کی اجازت دیدیں گے اور نیز ملکِ حبش ہمارے لئے پناہ گاہ موجود ہے ۔

اس طریقۂ ہجرت نے دبے ہوئے جذبہ قبول اسلام کے ابھارنے میں خاطر خواہ کام کیا ۔ بہرحال اس موقع پر بھی حکمت عملی پیغمبر اسلام نے بے انتہا کام کیا ۔ اور لاتعداد فوائد کا دروازہ کھول دیا ۔

حکمت ، واقعہ نوزدھم تبلیغ اسلام بموقع حج کعبہ و قبائل عرب ہجرت طائف

جب حضرت محمد کو مکہ میں سخت سے سخت اذیت پہنچائی گئی اور یہ شدائد روز بروز بڑھتے ہی چلے گئے ۔ تو آپ نے مناسب خیال فرمایا کہ اطرافِ مکہ میں تبلیغ دین کی جائے اور آپ نے اس کار اہم کو بھی اپنے ذمہ لیا ۔ اس سلسلہ میں پہلا کام سفر طائف تھا ۔ اس سفر کی کیفیت کو تاریخ سیرت النبی مولفہ شبلی نعمانی سے نقل کرتا ہوں ۔ :۔

"اہل مکہ سے تو قطعی ناامیدی تھی اسلئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لے جائیں اور وہاں دعوت اسلام فرمائیں ۔ طائف میں بڑے بڑے امراء اور صاحب اثر رہتے تھے ان میں عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا ۔ یہ تین بھائی تھے ۔ عبد یالیل ، مسعود ، اور حبیب ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی ۔ ان تینوں نے جو جواب دیئے وہ نہایت عبرت انگیز تھے ۔ ایک نے کہا کہ :۔"

"اگر تجھ کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تو وہ کعبہ کا پردہ عظمت چاک کر رہا ہے۔"

دوسرے نے کہا :۔

"کیا خدا کو پیغمبری کیلئے تیرے سوا اور کوئی نہیں ملتا تھا۔"

تیسرے نے کہا :۔

"میں بہرحال تجھ سے بات نہیں کر سکتا۔ تو اگر سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے اور اگر جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل ہی نہیں۔"

ان بدبختوں نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ طائف کے بازاریوں کو ابھار دیا کہ وہ آپ کی ہنسی اڑائیں شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور یہ مجمع دو رویہ صف باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب آپؐ ادھر نکلے تو آپؐ کے پاؤں پر پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون میں بھر گئیں۔ جب آپؐ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کر دیتے۔ جب آپؐ پھر چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ تالیاں بجاتے جاتے تھے۔ آخر آپؐ نے ایک باغ میں انگور کی ٹہنیوں میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ جو باوجود کفر کے شریف الطبع اور نیک نفس تھا۔ اس نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھ کر غلام کے ہاتھ جس کا نام عداس تھا انگور کا خوشہ ایک کشتی میں لگا کر بھیجا۔ اس سفر میں زید بن حارثہ بھی شامل تھے۔ (سیرت النبی صفحہ ۱۸۳)

صاحب روضتہ الصفا نے بھی سفر طائف کی یہی کیفیت لکھی ہے۔ جو شبلی نعمانی نے لکھی ہے پیغمبر اسلام دس روز طائف میں رہے اور سخت مصائب برداشت کئے۔ بظاہر پیغمبر اسلام کا یہ سفر مقصد کے لحاظ سے نامناسب معلوم ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل طائف پر دعوت اسلام کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مگر حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ لہذا پیغمبر اسلام کا سفر طائف بھی حکمت عملی ہی پر مبنی تھا۔ ملاحظہ کیجئے :۔

(۱) اول تو طائف کے بازاروں میں حضرت محمدؐ کا اس طرح پتھروں کی بوچھار میں چلنا کسی طرح بھی چھپنے کی چیز نہیں تھی۔ تمام اہل طائف امراء، غرباء پر یہ امر ظاہر ہو گیا کہ پتھروں کی بوچھاڑ میں چلنے والے کا نام محمدؐ ہے۔ اور اس کو اسلئے پتھر مارے جا رہے ہیں کہ اس نے توحید خدا کا اعلان کیا ہے۔ اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے اس دعوئے نبوت اور اعلائے کلمۂ توحید پر یہ شخص اتنا مستحکم ہے کہ اس کو زخموں کی تکالیف کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ اور یہ شخص کسی سے کسی شے کا طالب نہیں ہے۔ صرف اقرار توحید خدا چاہتا ہے۔ یہ تمام باتیں

خود بخود اہل طائف کے دلوں میں پیدا ہوگئیں۔ اور ان باتوں پر ان کو غور کرنے کا موقع ملا۔

(۲) اظہار مظلومیت بھی تبلیغ کا ایک آلۂ اعلیٰ ہے۔ جبر و تشدد، حکومت وطاقت کے ذریعہ جو تبلیغ کی جاتی ہے۔ وہ دیر پا نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہزاروں فرعون، نمرود، ہٹلر وغیرہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی طاقت کے ذریعہ اپنے مقاصد کی تکمیل کی۔ مگر وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کا مشن ان کی زندگی ہی تک باقی رہ سکا۔ اور طاقت کے زوال کے بعد ان کا مشن بھی اسی طرح فنا ہوگیا جس طرح وہ خود فنا ہوگئے۔ سقراط کی مظلومیت اور اس کا فلسفہ آج بھی باقی ہے۔ اسی طرح مظلومین عالم کے کارنامے کبھی نہیں مٹے اور نہ مٹ سکیں گے...

حضرت محمدؐ نے بھی چاہا کہ وطن سے باہر جاکر تبلیغ کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ کم از کم وقت صرف ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ چنانچہ مظلومیت اور تحمل مصائب نے سر بازاری اعلانِ کلمۂ توحید کر دیا۔ چنانچہ جب حضرت محمدؐ راستہ طے کر رہے تھے۔ اور عوام پتھر مار رہے تھے۔ اسی وقت عتبہ اور شیبہ دو بھائی اپنے باغ میں ایک بلندی پر بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ آخر مظلومیت کا ان کے دلوں پر اثر ہوا۔ اور جب حضرت محمدؐ نے انگوروں کی بیلوں میں پناہ لی۔ تو عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس کے ہاتھ انگور پیغمبر اسلام کی خدمت میں بھیجے...

اس سلسلے میں طبری اور ابن ہشام کی تاریخوں کا ترجمہ پیش ناظرین ہے۔

فلما رای ابنا ربیعہ عتبہ وشیبہ مالقی تحرکت له رحمهما......

فان دینك خیر من دینه۔

جب عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ نے حضرت محمدؐ کا یہ حال دیکھا تو ان کے دلوں میں رحم پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اپنے غلام نصرانی عداس نامی کو بلایا اور کہا کہ انگور کا ایک خوشہ کشتی میں لگا کر اس شخص کو دے آ۔ غلام حکم کے مطابق انگور کا خوشہ کشتی میں لگا کر حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپؐ کے سامنے رکھدیا۔ حضرت محمدؐ نے جب ان کو اٹھایا تو زبان سے فرمایا بسم اللہ اور پھر انگور کھانے لگے۔ عداس نے حیرت سے آپ کو دیکھا اور کہا کہ یہ تو ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے ایسا کبھی نہیں کہا کرتے آپؐ نے پوچھا۔ عداس تم کہاں کے باشندہ ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے۔ عداس نے کہا کہ میں نینوٰی کا رہنے والا ہوں اور میرا مذہب عیسائی ہے۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا تم مرد صالح

یونس بن متی کے شہر کے رہنے والے ہو۔ عداس نے کہا آپ انہیں کیا جانیں آپ نے فرمایا وہ تو میرے بھائی ہیں۔ میں بھی نبی خدا ہوں وہ بھی نبی خدا تھے۔ عداس یہ سنتے ہی حضرت محمدؐ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور اس نے آپؐ کے سر و دست و پا کے مسلسل بوسے لئے۔ عتبہ اور شیبہ نے دور سے غلام کی یہ حرکت دیکھی اور کہنے لگے۔ لو یہ غلام بھی اب ہاتھوں سے گیا۔ اتنے میں عداس لوٹ کر آیا اس سے کہنے لگے۔ کمبخت تجھے کیا ہوگیا تھا۔ کہ بلاسبب اس شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا عداس نے کہا حضور والا۔ اس شخص سے بہتر دوسرا شخص زمین پر نہیں ہے۔ اس نے مجھے وہ خبر بتلا ہے کہ سوائے نبی اللہ کوئی دوسرا شخص نہیں بتا سکتا۔ دونوں نے عداس کو ڈانٹا اور کہا۔ کہ اس کے پیچھے اپنا دین نہ کھو دینا تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

واقعہ مذکور سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ پیغمبر اسلام کی مظلومیت کا اثر عتبہ و شیبہ جیسے دشمنوں کے دل پر ہوا۔ اور عداس تو پیغمبر اسلام کی رسالت کا قائل ہوگیا۔ یہ سب کچھ تو اس وقت ہوا جب پیغمبر اسلام کی شخصیت کا علم ان کو نہ تھا۔ آگے چلکر جب اہل طائف نے پیغمبر اسلام شخصیت اور ان کے مقصد کی کامیابی کی خبریں سنیں تو ان کے دلوں کا نقش اول نقش ثانی بن گیا اور اسلام قبول کرنے کیلئے ان کے دلوں میں جگہ پیدا ہوگئی۔ سفر طائف ظاہر بین نگاہوں میں عبث قرار پایا، مگر حقیقت بین نظریں اس میں کامیابی و کامرانی کو دیکھ رہی تھیں۔ اور عوام حکمتِ عملی پیغمبر اسلام کے بدل قائل ہو رہے تھے۔

مورخ سرگیولوس نے آنحضرتؐ کے سفر طائف کو سوء تدبیر میں داخل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ طائف مکہ سے بالکل قریب تھا اور مکہ والوں کے زیر اثر تھا۔ اور وہاں رؤساءِ مکہ کے باغات تھے جس کی وجہ سے ان کی وہاں آمد و رفت رہتی تھی۔ جب مکہ کے تمام رؤسا پیغمبر اسلام کے خلاف تھے تو پھر طائف کے لوگوں سے کیا امید کی جا سکتی تھی۔

مگر مورخ سر ولیم میور نے لکھا ہے۔ کہ محمدؐ کا زور اعتقاد اور اعتماد علی النفس تھا کہ باوجود تمام ناکامیوں کے وہ تنہا ایک مخالف شہر میں بے خوف چلے گئے۔ اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا ان ہر دو انگریز مورخین نے اپنی اپنی رائے تو لکھی۔ مگر انہوں نے دور بینی سے کام نہیں لیا۔ ورنہ انکو اس کے فوائد بھی نظر آتے۔

پیغمبر اسلام نے سفر طائف میں سخت ترین ایذائیں اٹھائیں بے بسی کے عالم میں اپنے مقصد کیلئے سخت مصائب کا برداشت کرنا ہی اور ان مصائب کی شہرت ہی اصل مقصد کے استحکام

اور اشاعت کا سبب ہوا کرتا ہے۔ اگر سفر طائف کے مصائب کو واقعاتِ اسلام سے حذف کر دیا جائے تو ابتدائی تبلیغ اسلام کا سلسلہ ہی کمزور نظر آئے گا۔ مکہ میں اپنوں کے ہاتھوں مظالم برداشت کئے اور طائف میں غیروں کے ہاتھوں ظلم اٹھائے۔ مگر مقاصدِ تبلیغ میں ذرا بھی کمی نہ آنے دی۔ اس عزم نے تو استحکام دین پیدا کر دیا اور مخالفین کے قلوب پیغمبر اسلام کی بے لوث اور بے غرض تبلیغ کے سامنے جھکنے لگے۔ اور آج تک اور آج سے قیامت تک حقانیت پیغمبر اسلام پر یہی مصائب گواہ رہیں گے۔ پیغمبر اسلام کی اس حکمت نظری کا یہ اثر تھا کہ غزوۂ طائف میں لشکر اسلام نے تیس ۳۰ روز محاصرہ کیا مگر وہ فتح نہ ہوا۔ بعد کو خود اہل طائف اور ان کے سرداران قبائل خدمت رسول میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری۔ ترجمہ فارسی ص۴۲۷ :-

"پس دریں ماہ عروہ بن مسعود کہ مہتر طائف بود با قوم خود بنی ثقیف بمدینہ آمد مسلمان شد باز بطائف شد۔"

یہ تھی تاثیر رسولؐ کی حکمتِ عملی کی کہ بے جنگ ہی اہل طائف کو کلمہ گو بنا دیا۔ اور در حقیقت اہل طائف اور سرداران طائف حضرت محمدؐ کے پہلے سفر طائف کے مصائب کو دیکھ کر ہی حقیقت اسلام کے قائل ہو چکے تھے اب نقش اول نے نقش ثانی کی صورت اختیار کر لی۔ اور وہ سب بے چون چرا مسلمان ہو گئے سفر طائف کے باقی نتائج اس کتاب کے آئندہ صفحات میں فتح طائف کے عنوان میں ملاحظہ کیجئے۔

حکمت، واقعہ بستم، واپسیٔ طائف، حکمت بالائے حکمت پیغمبر اسلام نے طائف سے واپسی کے موقعہ پر خیال کیا کہ مکہ میں واپس آنا کفار قریش کیلئے اور بھی ہمت افزا ہوگا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ظلم پر اتر آئیں گے۔ لہٰذا آپ نے کوہ حرا میں دو چار روز قیام کیا۔ اس کے بعد آپ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھ کو اپنی حمایت میں لینے کا وعدہ کرو تو میں مکہ میں آنے کا ارادہ کروں۔ مطعم بن عدی نے مطابق دستور عرب حمایت کو قبول کیا۔ اسی وقت مطعم نے اپنے بیٹوں کو بلا کر حکم دیا کہ مسلح ہو کر حرم محترم میں چلے جاؤ محمد آتے ہیں خبردار کوئی فرد واحد ان سے مزاحم نہ ہونے پائے۔ بیٹے تو سوار ہو کر کعبہ میں گئے۔ اور اس اثنا میں حضرت محمد شہر میں داخل ہو گئے۔ اور مطعم بن عدی اپنے ناقہ پر سوار ہو کر آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ اور بہ آواز بلند پکار کر کہنے لگا میں نے محمدؐ کو اپنی حمایت اور ضمانت میں لیا ہے۔ اور میں اس کا حامی ہوں۔ کوئی شخص بھی آپؐ سے مزاحم نہ ہوا۔ آپؐ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے۔ طواف کیا نماز پڑھی، پھر اپنے مکان پر آئے۔ مطعم اور اس کے بیٹے آپ کو تلواروں کے سایہ میں گھر تک لائے تھے۔

حضرت محمدؐ کی اس طریقہ سے واپسی میں بہت کچھ فائدے تھے ۔ سب سے پہلے تو یہی فائدہ تھا کہ کفار قریش واپسی پر داخلۂ مکہ پر کوئی پابندی عاید نہ کر سکے ۔ دوسرے یہ کہ داخلہ کے بعد اہل طائف کی طرح کوئی ظلم نہ کر سکے ۔ تیسرے یہ کہ ان کے خواص و عوام پر یہ اثر پڑا کہ مطعم بن عدی رئیس قبیلہ اپنے جوان بیٹوں کے محمدؐ کا حامی ہے ۔ لہٰذا شعلۂ جنگ کو نہ بھڑکایا جائے ۔ اس صورت میں تو باہمی خانہ جنگی ہو جائے گی ۔ چوتھا فائدہ یہ تھا کہ اگر کفار مکہ مطعم بن عدی اور اس کے لڑکوں سے معترض ہوتے تو ظاہر ہے کہ ان کا قبیلہ بر سر پیکار ہوتا ۔ اور اس طرح اہل مکہ کے کفار میں باہم جنگ ہو جاتی ۔ لہٰذا اس صورت میں بھی دشمنان اسلام ہی مارے جاتے ۔ اور وہ اہل اسلام کی آزار رسانی سے غافل ہو جاتے پانچویں یہ کہ مکہ کو واپسی بہت ضروری تھی ۔ اگر حضرت محمدؐ کفار قریش کے ظلموں سے عاجز ہو کر طائف تھے ۔ تو ہمیشہ ان پر بزدلی کا الزام رہتا ۔ مگر یہ اس حالت میں ہو سکتا تھا جبکہ حضرت محمدؐ طائف سے مکہ واپس نہ آتے ۔ طائف سے پھر مکہ واپس آنا بتاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا سفر طائف بہ اقتضائے تبلیغ اسلام تھا نہ کہ بوجہ خوف جان ۔ مکہ کی واپسی نے ہمیشہ کیلئے معترضین کیلئے سب راستے بند کر دیئے اور یہ ثابت کر دیا کہ حضرت محمدؐ کا سفر طائف نتیجہ کے لحاظ سے کامیاب و کامران تھا ۔

حکمت ، واقعہ لسبت دیگم قبائل عرب میں تبلیغ اسلام ۔ مورخین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام نے تبلیغ اسلام قبائل عرب میں کی ہے ۔ اور اسی طرح عرب کے مشہور میلوں میں جا کر اسلام کی خوبیاں فرمائی ہیں ۔ اور ان کو قبول اسلام کی دعوت دی ہے ۔ عرب کے مخصوص میلے مندرجہ ذیل تھے ۔ :-

عکاظ ، مجنتہ ، ذوالمجاز ، اور قبائل عرب میں بنو عامر ، محارب ، فزارہ ، غسان ، مر ضبغہ ، سلیم ، عبس ، بنو نضر ، کندہ ، کلب ، حارث ، بن کعب ، عذرہ ، اور حضارمیہ میں پیغمبر اسلام خود بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے تھے ۔ اور تبلیغ اسلام فرماتے تھے ۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ان قبائل میں تبلیغ اسلام کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ اور کچھ بھی مسلمان ہوئے ۔ مگر پیغمبر اسلام کا خود بہ نفس نفیس ان قبائل اور میلوں میں جانا اور اپنی زبان سے قرآن سنانا اور تبلیغ اسلام کرنا ، بے اثر نہیں ہو سکتا ۔ بیشک کوئی فوری نتیجہ برآمد نہ ہوا ۔ اور اسلئے برآمد نہ ہوا کہ اہل عرب سخت متعصب اور جاہل تھے ۔ اس وجہ سے انہوں نے بوجہ اپنی قدیم عصبیت کے قبول اسلام نہ کیا ۔ مگر ان کے دلوں میں صدائے حق اور پیام الٰہی کا اثر ضرور پیدا ہوا ۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد ان کے دلوں میں فوراً اسلام کا نور جگمگانے لگا ۔ اور ویدخلون فی دین اللّٰہ افواجا

کا مفہوم صحیح نظر آنے لگا۔

پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ اگر اس عالم بے لبسی اور حالت بے کسی میں اہل قبائل عرب کو میں نے پیغام حق سنایا اور ان کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھائیں اور ان مصائب پر صبر کیا تو میرے اس صبر اور مصائب برداشت کرنے سے ان قبائل کے افراد کی رگ حمیتِ انسانی پر ضرب کاری لگے گی۔ پھر آئندہ تو اسلام کے رعب و داب کا زمانہ آنے والا ہے پھر یہ مواقع صبر و تحمل و مصائب ہی نہ آئیں گے نہ یہ بے لبسی ہو گی نہ یہ بیکسی ہو گی۔ اس وقت تو لشکروں کی جنگ ہو گی۔ اس جنگ سے حقانیت اسلام اتنی ثابت نہیں ہو سکتی جتنی کہ مصائب پر میرے صبر کرنے سے حقانیت اسلام روشن تر ہو گی۔ قیامت تک آنیوالی نسلیں میری مصیبتوں کو دیکھ کر ہی اسلام کی حقانیت کا کلمہ پڑھیں گی اور ایسا ہی ہوا کہ آج اسلام کی روحانیت و حقانیت صرف مصائب رسول ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ اسلام کی فتوحاتِ ظاہری سے۔

تاریخ اسلام کا پڑھنے والا عام اس سے کہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ جب صفحات تاریخ میں یہ پڑھتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے عالمِ بے لبسی و مجبوری میں تبلیغ دینِ اسلام کی خاطر ناقابلِ برداشت تکالیف برداشت کی ہیں تو اس کا دل محبت رسول کیلئے نرم ہو جاتا ہے۔ اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ حضرت کا مشن اغراض دنیوی نہ تھیں۔ بلکہ ان کی غرض اہل عالم کو خدائے قادر و لیگانہ کا وجود تسلیم کروانا تھا۔ اور بس۔ پیغمبر اسلام کی اس برمحل تبلیغ نے عوام و خواص عرب کو کلمہ توحید کا تعارف بھی کرا دیا۔ اور خود مصیبتیں برداشت کر کے حقانیت اسلام کو بھی ہمیشہ کیلئے ثابت کر دیا۔ اسی کا نام حکمتِ عملی ہے۔ باب صبرِ پیغمبر اسلام میں تفصیل سے ان مظالم کو درج کیا جائیگا۔ جو پیغمبر اسلام پر دورانِ تبلیغ میں کئے گئے۔

اگرچہ مورخین نے لکھدیا کہ ان قبائل کی تبلیغ بے نتیجہ رہی۔ مگر فعلِ حکیم حکمت سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ پیغمبر اسلام کا یہ فعل کیوں حکمت سے خالی ہوتا۔ لہذا جب پیغمبر اسلام ہر سال مختلف قبائل اور اجتماعاتِ قومی و مذہبی میں تبلیغ کیلئے جایا کرتے تو اس سلسلہ میں ایک دفعہ عقبہ کے پاس بھی گئے۔ اس واقع کی تفصیل تاریخ طبری سے پیش کی جاتی ہے:۔

قالوا لما لقیھم رسول اللّٰہ صلعم قال لھم من انتم . . . .

فلا رجل اعزّ منک (تاریخ طبری صفحہ ۳)

ترجمہ:۔ جب خزرج کے ان لوگوں سے حضرت محمدؐ نے ملاقات کی تو پوچھا کہ آپ کون حضرات ہیں

وہ بولے ہم قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ آپ لوگ قوم یہود کے تابع اور زیر اثر ہیں۔ جواب ملا۔ ہاں! ۔ ارشاد ہوا کہ اچھا آپ لوگ تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جائیں۔ مجھ کو آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ وہ لوگ بیٹھ گئے اور آنحضرت صلعم نے ان کو خدائے عزوجل کی طرف بلایا۔ اور ان پر اسلام پیش کیا۔ اور قرآن مجید کو تلاوت فرمایا اور آپ کے اس طرز عمل سے ان کے دلوں میں پورا اثر ہوا۔ کیونکہ یہود جو ان کے ساتھ ان کے شہر میں بستے تھے وہ اہل کتاب بھی تھے۔ اور صاحب علم و ادراک بھی۔ اور انصار اس وقت تک مشرک تھے اور بت پرست اور اس بنا پر انصار شہر کے یہودیوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ اور اس کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ لوگ اس کی متابعت کریں گے اور تم لوگوں کو مثل قوم عاد و ارم کے غارت و قتل کریں گے۔ اتنا علم تو انہیں پہلے سے ہی تھا۔ اب اس وقت جب آنحضرت صلعم سے گفتگو ہوئی اور دین خدا کی دعوت دی گئی۔ تو قبولیت کے اثر سے وہ ایکدوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم یقین کرلو کہ یہ پیغمبر وہی ہے جس کا ذکر اور وعدہ یہود تم سے کر چکے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس امر میں وہ تم سے سبقت لے جائیں پھر ایک زبان ہو کر سب نے آنحضرت کی دعوت اسلام قبول کی۔ اور جو جو امور متعلق دین اسلام بتائے گئے وہ سب منظور کر لئے اور آپ کے سامنے سب نے متفق اور یک زبان ہو کر اقرار کیا کہ ہم لوگوں نے اس وقت سے اپنی قوم کو ترک کیا۔ (انا قد ترکنا قومنا ولا قوم بینھم من العداوۃ والشر ما بینھم) اور آج سے کبھی شر و فساد کی طرف سبقت نہ کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم لوگوں میں باہمی اتفاق پیدا کر دے گا۔ اور جب ہم یہاں سے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو آپ کے احکام و ارشاد کی طرف اپنے ہم قوم لوگوں کو دعوت دیں گے۔ اور وہ تمام اصول اسلام جو آپ نے ہمیں تعلیم دیئے ہیں اور ہم نے قبول کر لئے ہیں انہیں بتائیں گے۔ یہاں تک کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو قبول اسلام کی توفیق دے اور وہ اسے قبول کریں۔ اور آپ یقین کریں کہ اب ہم لوگوں کے نزدیک کوئی شخص آپ سے زیادہ محترم نہیں ہے۔۔۔

جن افراد سے رسول خدا کی یہ گفتگو ہوئی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱)، ابوالہثیم بن تیہان (۲)، اسد بن زرارہ (۳)، عوف بن حرث یا حارث (۴)، رافع بن مالک بن عجلان (۵)، قطبہ بن عامر (۶)، جابر بن عبداللہ (زائد اول قرار ام حین) (سیرت النبی شبلی نعمانی)

۱۲ سال نبوت کے ایام حج میں اہل مدینہ مکہ میں آئے اور بوجہ تبلیغ رسولؐ انہوں نے اسلام کو قبول کیا ان میں سے مشہور افراد کے نام مندرجہ ذیل ہیں ۔:۔

(۱)، ابو امامہ (۲)، عوف بن الحارث (۳)، رافع بن مالک (۴)، قطبہ بن عامر (۵)، عقبہ بن عامر (۶)، معاذ بن حرث (۷)، ذکوان بن عبد قیس (۸)، خالد بن مخلد (۹)، عبادہ بن صامت (۱۰)، عباس بن عبادہ (۱۱)، سعد بن عبادہ (۱۲)، عویم بن ساعدہ (باختلاف اسماء ۱۲ افراد)

ان افراد نے پیغمبر اسلام کے روبرو مندرجہ ذیل شرائط قبول کیں :۔

(۱)، ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے۔ اور اس کی ذات واحد میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

(۲)، ہم چوری اور زنا نہیں کریں گے۔

(۳)، ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

(۴)، ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ اور نہ کسی کی چغلی اور غیبت کریں گے۔

(۵)، ہم کسی امر معروف میں معصیت نہیں کریں گے۔

(۶)، ہم احکام رسالت کی تصدیق کریں گے۔ اور ہمیشہ مطیع و فرماں بردار رہیں گے۔

جب یہ افراد مدینہ قبول اسلام کر چکے تو پیغمبر اسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ ارشاد فرمائے :۔

فان وفیتم فلکم الجنۃ وان غشیتم شیئاً من ذلک فاخذتم بحدّہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ وان سترتم علیہ الی یوم القیامۃ فامرکم الی اللہ ان شاء عذبکم وان شاء غفر لکم۔

اگر تم لوگوں نے ان شرائط کو پورا کیا تو تم جنت کے حقدار ہوگے۔ اور اگر ان میں سے کسی چیز کی بھی فروگذاشت کی تو قابل مواخذہ ہوگے۔ اور اس کیلئے دنیا میں تم پر حدود شرعیہ جاری ہوں گے اور وہ کفارہ ہیں۔ اور اگر تم نے کچھ چھپا رکھا تو قیامت تک اس کا مواخذہ تم پر باقی رہے گا۔ پھر خدا تعالیٰ کو اختیار ہے۔ چاہے وہ تم پر عذاب کرے اور چاہے بخش دے ...

ناظرین خود غور فرمائیں کہ پیغمبر اسلام کی تبلیغ کا اثر کیا ہوا مجمعوں اور میلوں اور قبائل میں مسلسل جدو جہد رسولؐ نے کتنی کامیابی حاصل کی اور ان مساعی کی بدولت جو بھی مسلمان ہوئے وہ کتنے پختہ ایمان مسلمان بنائے گئے۔ جنہوں نے دست رسولؐ پر بیعت بھی کی اور شرائط قبولیت بھی منظور کیں۔ اور جب پیغمبر اسلام نے ان کو اسلام میں پختہ پایا تو یہ بھی اعلان کیا کہ ان شرائط کی مخالفت میں تم کو سزا بھی دی جائے گی۔ اسکو بھی اہل مدینہ نے قبول کیا۔ یہ قبولیت شرائط ہی بتاتی ہے کہ وہ پختہ مومن ہوئے تھے۔ اور پیغمبر اسلام کی مساعی تبلیغ سو فیصدی کامیاب ہوئیں.....

حکمت، واقعہ بست و دوم، مصعب بن عمیر کو تبلیغ کے لئے مدینہ روانہ کرنا

جب پیغمبر اسلام نے قرب و جوار مکہ اور قبائل عرب میں اصول اسلام کی اشاعت کرلی۔ اور جب کچھ اہل مدینہ بھی مسلمان ہو چکے اور وہ مسلمان اپنے دین کی تبلیغ کا عہد بھی کر کے اپنے وطن مدینہ کو واپس ہونے لگے۔ تو آپؐ کی حکمت کا اقتضا یہ ہوا کہ ان حامیان اسلام کے ہمراہ ایک مرد مومن کو بھی تبلیغ کیلئے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے مصعب ابن عمیر جو ہاشم بن عبد مناف کے پوتے تھے اور آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ کو اصول اسلام سمجھا کر اور خدمات تبلیغ دین سپرد کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ اور مدینہ جاکر مصعب بن عمیر نے مسلمانانِ مدینہ کے ساتھ مدینہ میں کار تبلیغ شروع کیا۔ اور مدینہ کے قبائل یکے بعد دیگرے مسلمان ہونے لگے...

بقول شبلی نعمانی مدینہ سے قبا تک تمام اسلام پھیل گیا۔ صرف خطمہ، وائل اور واقف چند قبائل باقی رہ گئے۔ سوائے چند قبائل کے باقی تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔ اور کلمۂ توحید پڑھ لیا۔

درحقیقت پیغمبر اسلام کا یہ فعل بلحاظ حکمت عملی نتیجۃً بہترین فعل ثابت ہوا۔ اور آپ کے اس عمل سے مکہ کے مسلمانوں کیلئے ایک جائے پناہ حاصل ہوگئی۔ دین اسلام کے نشو و نما کیلئے ایک شاداب سرزمین مل گئی۔ کلمۂ توحید کی نصرت و اشاعت کیلئے مدینہ کے بہادر ہاتھ آگئے۔ چنانچہ اس سفارت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصعب بن عمیر کی سرکردگی میں ۷۵ افراد مدینہ کا ایک وفد خدمت رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ یہ وفد حجاج مدینہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوا اور پیغمبر اسلام کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ فہوا لمراد پیغمبرؐ۔

حکمت بالائے حکمت تقرر نقباء مدینہ

جب رسول خدا اس وفد سے بیعت لے چکے تو آپ نے ۹ افراد کو قبیلہ خزرج سے اور ۱۳ افراد کو قبیلہ اوس سے انتخاب کیا اور ان کو نقیب اسلام بنا دیا۔ ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:-

۱ - اسید بن حضیر (جنگ بعاث میں ان کے باپ اوس کے سردار تھے)

۲ - ابوالہیثم بن تیہان

۳ - سعد بن خیثمہ (جنگ بدر میں شہید ہوئے)

۴ - اسعد بن زرارہ

۵ - سعد بن ربیع (جنگ احد میں قدم رسولؐ پر جان دیکر شہید ہوئے)

۶ - عبداللہ بن رواحہ (مشہور شاعر جنگ موتہ میں شہید ہوئے)

۷ - سعد بن عبادہ (مشہور صحابی)

۸ - منذر بن عمر (جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے)

۹ - براء بن معرور (بیعت عقبہ میں انصار کی طرف سے انہوں نے تقریر کی تھی قبل ہجرت رسولؐ انتقال کر گئے۔

۱۰ - عبداللہ بن عمر (جنگ احد میں شہید ہوئے)

۱۱ - عبادہ بن صامت (مشہور صحابی)

۱۲ - رافع بن مالک (جنگ احد میں شہید ہوئے)

اس موقع پر مدینہ کے مشہور و معروف اشراف کو منتخب کرنا اور نقیب اسلام بنا کر بہ سرکردگی مصعب ابن عمیر مدینہ روانہ کرنا بے مثل حکمت عملی تھی۔ اس بروقت اقدام کا اثر جو کچھ ہوا وہ عبارت تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۳۵ پر ملاحظہ فرمایئے:-

"حضرت رسولؐ مصعب بن عمیر را ہمراہ آں جماعت (نقباء) بمدینہ فرستاد تا بہ تعلیم قرآن و تقریر قواعد شرع روز گار فرخندہ اثار را مصروف سازد ....

مصعب بن عمیر باشارت حضرت رسولؐ بمرافقت انصار مدینہ رفتہ در خانہ اسعد بن زرارہ فرود آمد۔ بجانبہائے انصار تردد می نمود و ایشاں را بدین قویم و صراط مستقیم دعوت می کرد۔ بعضے شرف اسلام درمی یافتند و مسلمان می شدند......

صـ۳۵ راوی می گوید کہ بخدا سوگند کہ در آں روز ہیچ مرد و زن از قبیلہ بنی عبدالاشہل

نماند الا آنکہ مسلمان شدند و بعد ازاں مصعب از سر استظہار اہل مدینہ را با اسلام می خواند و مردم فوج فوج مسلمان می شدند۔ و بیشتر از اشراف اوس و خزرج خلعتِ ایمان پوشیدند۔ و مصعب اخبار ہائے آں دیار مفصلاً محررمی رائے حضرت اقدس نبوی گردانید۔ و خود نیز متوجہ ادراک شرف پائبوس آنحضرتؐ گشت

مختصر یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی اس تدبیر سے مصعب ابن عمیر اور اس کے رفقاء بارہ نقیبوں نے مل کر قلوب اہل مدینہ کو فتح کر لیا۔ اور وہاں کے زن و مرد اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے۔

آپ خود غور فرمایئے کہ اگر پیغمبر اسلام ہجرت طائف ہجرت حبشہ وغیرہ کی طرح مدینہ کی طرف بھی ہجرت کرتے اور یہ طریقہ اختیار نہ کرتے۔ تو نتیجہ وہی ہوتا جو اوّل ہجرتوں میں ہوا۔ انتہائی مظالم برداشت کئے بے بسی اور بیکسی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اور ان ہجرتوں کے بعد مکہ کی واپسی میں بھی سخت مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ تو حکمت و تدبر پیغمبر اسلام تھا۔ کہ ہر موقع اور مقام پر فوائد تبلیغ دین اسلام حاصل کر لیئے۔ اور ہر قدم گو وہ بظاہر بے سود نظر آیا مگر بعد کو حصول مقاصد کیلئے ایک زینہ بن گیا۔ اگر پیغمبر اسلام اہل مکہ و اہل طائف کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ چلے جاتے اور معدود مسلمانوں کو بھی ہمراہ لے جاتے تو ظاہر ہے کہ اوّل تو اہل مدینہ امرائے یہود کے خوف سے اہل اسلام کی طرف داری نہ کرتے۔ دوسرے خود اہل مدینہ اپنے شرک و کفر کے تعصب پر قائم رہتے۔ رسولِ اسلام اور اہل اسلام کو آزار پہنچاتے۔ اور جب اہل مکہ ان پر زور ڈالتے تو یقیناً اہل مدینہ ان مٹھی بھر مسلمانوں کو گرفتار کر کے قریش مکہ کے سپرد کر دیتے۔ اور اس طرح اپنے دین و مذہب اور شہر پر آئی ہوئی مصیبت کو دفع کر دیتے۔ مگر پیغمبر اسلام کی تیر کی خاموش تبلیغ اور پر سکوت تدابیر نے اپنا اثر دکھایا۔ اور اس طرح سے مکہ میں بھی چالیس مسلمان پیدا ہو گئے اور وہ بھی اشراف مکہ۔ قبائل عرب تک بھی صدائے اسلام پہنچ گئی اور ان کے کان بھی آوازِ حق سے آشنا ہو گئے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مدینہ میں تو اسلام کا چرچا عام ہو گیا۔

اس تدبیر سے اب اہل اسلام کیلئے مرکز امن بھی حاصل ہو گیا۔ اور مرکز تبلیغ دین بھی۔ اسلام کی نظر یہ دیکھ رہی تھی کہ مدینہ کو مرکز اسلام بنا لیا جائے۔ لہٰذا ابتداء سے آپ نے دو تدابیر اختیار فرمائیں۔ جس وقت وفد مدینہ سے مکہ آیا اور اس نے خفیہ طور پر پیغمبر اسلام کے دستِ مبارک پر بیعت اسلام کی تو انہوں نے اپنے وسادسِ قلبی کا اظہار کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ایہا الرسول اگر ہم آپ کی نصرت کریں اور ہر طرح اہل اسلام کی شرکت کریں۔ لیکن جب آپ

اقتدار کلی حاصل ہو جائے گا تو ایسا تو نہ ہوگا کہ آپ پھر اپنے قوم و قبیلہ کی جانب پلٹ جائیں اور ہم کو اپنا اور ان کا محکوم بنا دیں۔ یا ہمکو بے یار و بے مددگار چھوڑ دیں۔ تو اس موقع پر پیغمبر اسلام نے اہل مدینہ کے وفد کی دل جمعی کی۔ اور اطمینان قلبی ایسے الفاظ میں کرایا تھا۔ جس سے بہتر الفاظ میثاق عہد کیلئے ممکن ہی نہیں ہیں۔ اور پھر یہ وعدہ زبانی ہی نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ کہا تھا۔ وہ لفظ بلفظ پورا کرکے دکھایا۔ اور صرف اپنی حیات ہی میں نہیں۔ بلکہ قیامت تک کیلئے یہ امر ثابت کر دیا کہ مدینہ مرکز اسلام رہے گا۔ اور مکہ اہل مدینہ اور اسلام کا مفتوحہ شہر سمجھا جائے گا... بیشک مسلمانانِ عالم مکہ میں خانۂ خدا کی زیارت کیا کریں گے۔ لیکن اگر وہ مدینہ کی سرزمین کی خاک کو سرمۂ چشم ایمان نہ بنائیں گے تو ان کا حج بھی قبول نہ ہوگا۔ اور ان سے اور ان کے فعل زیارت کعبہ سے نہ خدا خوش ہوگا نہ رسول راضی..!

میں اپنی تحریر کی تصدیق کیلئے تاریخ روضۃ الصفا مؤلفہ محمد خاوند شاہ کی چند سطریں پیش ناظرین کرتا ہوں۔

جب وفد مدینہ مشرف با اسلام ہو چکا اس کے واقعات کے سلسلہ میں یہ عبارت ہے۔

اول کسیکہ از انصار دست مبارک حضرت رسول گرفت و در بیعت مبادرت نمود ابوالہیثم بن التیہان بود .... آوردہ اند کہ در آں شب ابوالہیثم گفت یا رسول اللہ میان ما و یہود مواثیق و عہد است اگر انہا را قطع کنیم خدائے تعالیٰ تو را ظفر و نصرت دہد شاید کہ بقوم خویش پیوندی و مارا بہ دشمناں بگذاری۔ حضرت تبسم نمودہ فرمود "بل الدم الدم والہدم الہدم۔ انتم منی وانا منکم ...."

مقصود آنست کہ "قبر من در جائے خواہد بود کہ قبرہائے شما باشد"۔

عبارت مذکورنے بتایا کہ اہل مدینہ پیغمبر اسلام سے بیعت تو کر رہے تھے۔ مگر ان کو خوف تھا کہ مبادا حضرت محمد مثل دیگر جاہ طلب انسانوں کے بعد مطلب براری ہم کو چھوڑ نہ دیں تو پھر نہ ہم یہودیوں ہی سے ہم معاہدہ رہ سکیں گے اور نہ ادھر ہی سے تقویت پا سکیں گے۔ اس موقع پر زبانِ حکمت رسول سے ایسے الفاظ ادا ہوئے۔ جنہوں نے تمام شکوکِ اہل مدینہ کو ہمیشہ کیلئے فنا کر دیا۔ اور پھر یہی اہل مدینہ بدل و جان حمایت دین اسلام پر آمادہ ہو گئے۔ اور زبان پیغمبر سے نکلے ہوئے الفاظ اتنے با اثر ثابت ہوئے کہ آج بھی قبر پیغمبر اسلام مدینہ میں ہی ہے۔ فتح مکہ کے بعد بھی پیغمبر اسلام نے مرکز اسلام اور مرکز نبوت و رسالت و امامت مدینہ ہی کو رکھا۔ اور تا قیامت ایسا ہی رہے گا

یہ تھی حکمتِ عملی پیغمبر اسلام کی جو اساس اسلام کے استحکام کیلئے خشت اول قرار پائی۔

حکمت، واقعہ لبث وسوم صحابہ کو اجازتِ ہجرت۔

ترتیب واقعات اور تسلسل انتظامات سے ثابت ہوتا کہ پیغمبر اسلام کا ہر فعل اور عمل انتہائی حکمت وفراست پر مبنی تھا۔ جب آپ نے مامن اہل اسلام بنا لیا اور ان مدینہ کی وفاداری پہ پورا اعتماد کر لیا تو آپ نے مسلمانان مکہ کو حکم ہجرت دے دیا۔ یہاں تک کہ بجز علی مرتضیٰ کے اور ابوبکر بن قحافہ کے اور کوئی مسلمان مکہ میں باقی نہ رہا۔ اگرچہ اہل اسلام کی یہ ہجرتِ مدینہ مخفی طور پہ جاری تھی۔ مگر کفار قریش نے بھانپ لیا تھا۔ اور وہ طرح طرح کی رکاوٹیں اور سختیاں ان ہجرت کرنے والوں پر کرتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان واقعات سے چشم پوشی اور اعراض کیا۔ اور یہی حکمت عملی تھی۔ جب سب مسلمان مدینہ پہنچ گئے۔ تو کفار قریش گھبرائے۔ اور ان کو خیال پیدا ہوا کہ اب حضرت محمدؐ بھی مدینہ پہنچ جائیں گے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو غضب ہی ہو جائیگا اور پھر اہل اسلام اور حضرت محمدؐ کی طاقتِ لسانی کی وجہ سے بکثرت لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اور ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ یہی مسلمان مکہ پر چڑھائی کریں گے۔ لہذا ان کی ابھی سے بیخ کنی کر دی جائے۔ وہ سب انہی خیالات میں غلطاں وپیچاں تھے۔ اور پیغمبر اسلام اپنا کام چپکے چپکے کر رہے تھے

پیغمبر اسلام کا اس موقعہ پہ ہجرت کرنے والوں پہ سختیاں کرنے والوں سے کوئی تعرض نہ کرنا انتہائی حکمت ودانائی تھی۔ اس وقت کی تھوڑی سی چھیڑ چھاڑ بھی اہل اسلام کیلئے سخت ترین مشکلات پیدا کر دیتی۔ اور کارِ ہجرتِ مدینہ خراب ہو جاتا۔ اس تعرض نہ کرنے سے کتنے ہی فوائد حاصل ہوئے۔۔۔۔

اول تو یہ کہ نومسلموں کو گھر کا چھوڑ جانا۔ باعث تکلیف ہوا۔ پھر اپنے اہل وطن اور اہل خاندان کے ہاتھوں ظلم اٹھانے پڑے۔ اس سے ان نومسلموں کے قلوب میں نقوش ایمان اور بھی گہرے ہو گئے کیونکہ جس چیز کے حصول میں جتنی زیادہ تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اتنی اس شے کے حاصل ہو جانے کے بعد اس کی اہمیت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مہاجرین مدینہ کے ایمان میں ان سختیوں سے اور بھی استحکام پیدا ہو گیا۔۔

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ کفار مطمئن رہے کہ محمدؐ تو ابھی مکہ میں موجود ہیں۔ جب یہ اکیلے ہوں گے تو ہم جو چاہے کریں گے ان کا کوئی حمائتی نہ ہو گا۔ اور جب ان کا ہی خاتمہ کر دیا جائے گا۔ تو مہاجرین کی ہجرت عبث قرار پائے گی۔ پیغمبر کے تعرض نہ کرنے اور خود مکہ میں قیام کرنے سے کفار غلط فہمی میں

مبتلا رہے اور اس غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے زیادہ سختیاں مہاجرین پر نہ کیں یا ان کو روک ہی لینے کے وہ درپے نہ ہوئے۔ اس طرح ایک بھی مہاجر کے قتل ہوئے بغیر سب مہاجرین مدینہ پہنچ گئے.....

تیسرے یہ کہ سب مہاجرین کے مدینہ پہنچ جانے کے بعد پیغمبر اسلام کو یقین ہو گیا کہ یہ محدود نومسلم اب پختہ مسلمان ہیں۔ یہ اب اسلام سے روگردانی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ترک وطن اور تحملِ مصائب کی سخت منازل سے یہ لوگ گذر چکے۔ اگر ان کو اسلام سے روگردانی کرنی ہوتی یا مدینہ پہنچ کر بے وفائی کرنی ہوتی تو یہ لوگ واپس آجاتے یا کفار سے مل جاتے۔ جب پیغمبر اسلام نے اپنے ہم وطن مسلمانوں کو اس طرح پرکھ لیا تو آپؐ نے خود بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ اور اب اطمینانِ کلی حاصل ہو گیا۔ کہ نہ مہاجرین دغا کریں گے اور نہ انصار ہی بے وفائی۔ پیغمبر اسلام کا مسلمانانِ مکہ کی یہ جانچ کرنا بہت ضروری تھا۔ وہ اسلئے کہ مدینہ پہنچ کر اگر سب مہاجرین اسلام سے روگردان ہو جاتے اور مکہ واپس آجاتے تو پھر ان اپنوں کے منہ موڑنے کے بعد غیر یعنی اہل مدینہ بھی منحرف ہو جاتے۔ اور ان کے انحراف کی وجہ یہ ہوتی کہ جب اپنوں نے ہی ساتھ چھوڑ دیا تو ہم (اہل مدینہ) غیر کیوں ساتھ دیں۔ گویا ابتدائی بھرم ہی مٹ جاتا۔ بہرحال تدابیرِ حکمت سے پیغمبر اسلام نے اپنے ہر دو بازوؤں کو مضبوط کر کے ہجرت کا عزم کر لیا۔

حکمت: واقعہ بست و چہارم ہجرتِ مدینہ منورہ۔

پیغمبر اسلام جب ہجرت کا انتظام کر چکے اور سب مسلمانوں کو مدینہ روانہ کر چکے۔ تو آپؐ نے ابوبکر بن قحافہ سے کہا کہ اب میں بھی ہجرت کرنے والا ہوں۔ ابوبکر نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو کیا میں بھی ہمراہ رہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا بیشک!۔ ابوبکر نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں تیز رو۔ ایک آپؐ لے لیں اور ایک پر میں سوار ہو لوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا مگر میں قیمت دوں گا۔ اس اونٹنی کا نام جدعا یا قصوی تھا۔

یہ صورت ہجرت مشہور ہے مگر اس کی حقیقت آپ کو مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہو گی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری مصنفہ ابن حجر عسقلانی شارح حدیث بخاری در بیان ہجرت:۔

ولابن عباس حدیث آخر لعلہ	ابن عباس کی دوسری روایت زیادہ مناسب
اسس بالمراد اخرجہ احمد والحاکم من طریق	واقع ہے۔ جسکو امام احمد حنبل اور امام حاکم نے
عمرابن میمون عنہ قال کان المشرکین	عمر ابن میمون سے روایت کی ہے کہ بعد تشریف

یرمون علیا وھم یظنون انه النبی صلعم فجاء ابوبکر فقال یا رسول اللہ صلعم فقال له علی انه انطلق نحو بیر میمون فادرکه قال فانطلق ابوبکر فدخله معه الغار الحدیث واصله فی ترمذی والنسائی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

بیجانے جناب رسول خدا کے مشرکین علی پر پتھر برسا رہے تھے اور یہ سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ ہوتے ہیں۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور کہا یا رسول اللہ یہ سنکر علی نے کہا کہ رسول اللہ تو بیر میمون کی طرف گئے ہیں۔ تم بھی جاکر ملجاؤ ابوبکر ادھر روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے۔ الحدیث الخ اس کی ترمذی اور نسائی میں ہے...

۲ تفسیر درمنثور امام سیوطی جلد دوم صفحہ ۲۴۰ ملاحظہ ہو۔

اخرج ابن مردویه وابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس قال لما خرج رسول اللہ من اللیل لحق بغار ثور قال واتبعه ابوبکر فلما اسمع رسول اللہ من خلفه خاف ان یکون الطلب فلما رای ذالك ابوبکر تنحنح فلما سمع ذلك رسول اللہ عرفه فقام له حتی تبعته فاتیا الغار ذلك۔

ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا شب کو مکان سے نکلے اور قریب غار پہنچے تو آپ کے پیچھے ابوبکر بھی آئے۔ رسول خدا نے جب ان کی آہٹ سنی تو خوف ہوا کہ کوئی پکڑنے والا تو نہیں ہے۔ ابوبکر نے کھنکارا تو حضرت نے آواز سے پہچانا اور کھڑے ہوگئے حتی کہ دونوں ایک ساتھ ہوگئے اور پھر غار تک پہنچے۔

۳ درمنثور صفحہ ۲۴۱ عبارت امام بیہقی۔

اخرج البیھقی فی الدلائل وابن عساکر عن حلیة بن المحض العبری۔ قال قلت لعمر ابن الخطاب انت خیر من ابوبکر فبکی قال واللہ لیلة من ابوبکر ویوم خیر من عمر هل لك ان احدثك بلیلة ویومه قال قلت نعم یا امیر المومنین قال اما لیلة فلما خرج رسول اللہ ھاربا من مکه لیلا فتبعه ابوبکر فجعل یمشی مرة امامه ومرة خلفه ومرة یمینه ومرة یساره۔

بیہقی دلائل نبوت میں اور ابن عساکر حلیہ ابن المحض عبری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمر سے کہا کہ آپ بہتر ہیں ابوبکر سے؟ تو عمر رونے لگے اور کہنے لگے تم بخدا ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن بہتر ہے عمر سے رات تو وہ کہ جس شب کو حضرت مکہ سے گریزاں ہوئے ہیں تو ابوبکر نے تعاقب کیا اور حالت یہ تھی کہ وہ رسول اللہ کے آگے ہو جاتے تھے اور کبھی پیچھے ہو جاتے تھے اور کبھی داہنے ہو جاتے تھے اور کبھی بائیں جانب۔

۴ تاریخ طبری مصری ص۲۳۴ :۔

ان ابا بکر اتی علیا فسئالہ عن نبی اللہ فاخبرانہ لحق بالغار من ثور وقال ان کان لک فیہ حاجۃ فالحقہ فخرج ابو بکر مسرعا فلحق نبی اللہ فی الطریق فسمع رسول اللہ جرس ابو بکر فی ظلمۃ اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ المشی فانقطع قبال نعلہ ففلق ابہامہ حجر فکثر دمہا واسرع السعی فخاف ابو بکر ان یشق علی رسول اللہ فرفع صوتہ وتکلم فعرفہ رسول اللہ صلعم فقام اتاہ فانطلقا ورجل رسول اللہ تستن دما حتی انتھی الی الغار الصبح (تاریخ طبری)

ابو بکر علی کے پاس آئے اور رسول خدا کے بارے میں سوال کیا علی نے بتایا کہ غار ثور کی طرف گئے ہیں اگر تم کو کچھ حاجت ہو تو ان سے جا کر مل جاؤ ابو بکر بسرعت تمام ادھر چلے جب قریب پہنچے تو رسول خدا کو ان کے آنے کی آہٹ سنائی دی تو آپ نے ان کو تعاقب کنندہ مشرک تصور کیا اور آپ دوڑ کر چلنے لگے حتیٰ کہ جوتے کا آگے کا بند ٹوٹ گیا اور آپ کا انگوٹھا پھٹ گیا بہت خون بہا مگر پھر بھی آپ دوڑتے ہی رہے تب ابو بکر کو خیال ہوا کہ رسول خدا کو زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے۔ تو آواز بلند کی تو رسول خدا آواز پہچان کر کھڑے ہو گئے۔ حتیٰ کہ دونوں قریب آ گئے اور ساتھ ساتھ چلے رسول خدا کے پاؤں سے خون جاری رہا۔ صبح کے قریب غار تک پہنچے۔ (طبری جلد دوم)

۵۔ تفسیر معالم التنزیل کی اصل عبارت :۔

فاتی جبریل النبی صلعم فاخبرہ بذلک الشوری المشرکین وامرہ ان لا یبیت فی مضجعہ الذی کان یبیت فیہ فاذن اللہ لہ عند ذلک الخروج الی المدینہ فامر رسول صلعم علی ابن ابی طالب ان ینام فی مضجعہ وقال ابو شیخ یبردی ھذا فانہ لن یخلص الیک منھم شیٔ تکرھہ ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ قبضۃ من تراب فاخذ اللہ ابصارھم عنہ فجعل ینثر

کفار کے مشورہ قتل محمد سے جبریل نے آ کر حضرت محمد کو خبر دی اور کہا کہ آج کی رات جس جگہ آپ سوتے ہیں وہاں نہ سوئیے خدا نے اسی وقت آپ کو مدینہ چلے جانے کیلئے حکم دیا ہے۔ یہ سنکر رسول اللہ نے علی ابن ابی طالب کو حکم دیا کہ تم میرے بستر پر سو رہو اور میری چادر اوڑھ لو تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ پس رسول خدا وہاں سے باہر نکلے اور ایک مٹھی خاک ان لوگوں کے سر پر پھینک دی جو آپ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ خدا نے انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ وہ لوگ آنحضرت

التواب علی رؤسھم وھو یقرأ انا جعلنا فی اعناقھم اغلا لاً الی قولہ فھم لا یبصرون۔

کو جاتا ہوا نہیں دیکھ سکے بوقت روانگی رسول خدا یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ انا جعلنا فی اعناقھم اغلا لاً .... فھم لا یبصرون۔

۶ معالم التنزیل صفحہ ۳۸۱ :-

وخلف علیاً بمکہ حتی یودی عنہ الودائع النبی قبلھا وکانت الودائع یودع عنہ الصدقہ وامانتہ وبات المشرکون یحرسون علیاً فی فراش رسول اللہ صلعم یحسبون انہ النبی فلما اصبحوا ازاروا الیہ فرأو علیاً فقال این صاحبک قال لا ادری فاقتفوا اثرہ وارسوا فی طلبہ۔

بوقت روانگی یا ہجرت رسول خدا نے علی کو اپنا خلیفہ بنایا تاکہ جو امانتیں لوگوں کی ہیں ان کو ادا کردیں۔ بات یہ ہے کہ رسول خدا کی صداقت اور امانت پر اعتبار کر کے لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے۔ مشرکین فرش رسول پر علی کا پہرہ دے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی نبی خدا ہے۔ جب صبح ہوئی تو سب کفار ادھر متوجہ ہوئے۔ چادر اٹھائی تو دیکھا علی ابن طالب ہیں۔ پوچھا تمہارے آقا کہاں گئے۔ فرمایا ہم نہیں جانتے۔ اس کے بعد کفار نشانِ قدم پر چلے۔ اور لوگوں کو آپ کی جستجو میں روانہ کیا۔

۷ کتاب تفریح الاذکیا مصنفہ مولوی ابوالحسن حسن صاحب کاکوروی صفحہ ۱۰۲ :-

ایک دن سرداران قریش مثل ابوجہل وغیرہ دار الندوہ میں کہ متصل کعبہ ایک مکان تھا۔ اور مشورہ کے واسطے قریش وہاں مجتمع ہوا کرتے تھے۔ بنا بر مشورت جمع ہوئے اور دروازہ بند کر لیا ......

بعد ازاں کافروں نے کہا کہ محمدؐ نے سخت تنگ کیا ہے ان کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔ ایک شخص نے شاید ہشام بن عمر تھا۔ کہا کہ ان کو ایک کوٹھری میں قید کرو۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے ناپسندیدہ ہے۔ محمدؐ کے اقارب اور توابع مزاحم ہونگے اور مقاتلہ کی صورت قائم ہوگی۔ پھر ایک شخص نے شاید ابوالبختری تھا۔ بولا یہاں سے نکال دو شیخ نجدی نے کہا کہ یہ بھی رائے ناصواب ہے۔ کیونکہ محمدؐ سحر البیان ہیں۔ جہاں جائیں گے لوگوں کو اپنا مسخر کریں گے اور بقوت جماعت تم پر چڑھ آئیں گے۔ بعد ازاں ابوجہل نے کہا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص انتخاب کیا جائے رات کو ایک جا ہو کر محمدؐ کو قتل کریں کہ بنی ہاشم کو جمیع قبائل قریش سے طاقت

مقاومت نہیں ہوگی بالفرض دیت پر راضی ہوں گے تو دیت بے تکلف دینگے ...... چنانچہ پانچ قبیلوں کے پانچ سردار مقرر ہوئے اور حضرت جبرئیلؑ نے اس معاملہ کی خبر آنحضرت کو پہنچائی کہ اللہ صاحب فرماتے ہیں :۔

واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیرالماکرین۔ یعنی جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھ کو بٹھادیں یعنی قید کردیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ مکر (داؤ) کرتے ہیں اور اللہ بھی داؤ کرتا ہے اور اللہ بہتر داؤ کرنے والا ہے۔

اور یہ حضرت جبرئیل نے کہدیا کہ آپ مدینہ کو ہجرت فرمائیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب سب اصحاب ہجرت کر گئے تو صدیق اکبر نے بھی حضرت سے اجازت چاہی۔ فرمایا جلدی نہ کرو ٹھہر جاؤ اس واسطے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ مجھ کو بھی ہجرت کی اجازت ہوا چاہتی ہے۔ سو حضرت صدیق ہمراہی کیلئے منتظر رہے اور دو اونٹ چار مہینے پیشتر سے کھلا پلا کر تیار رکھے تھے۔ اور بروز اجازت دوپہر کو یہ حال حضرت صلعم نے صدیق اکبر سے کہا۔ انہوں نے التماس کیا کہ یا حضرت میں ساتھ چلوں؟ فرمایا ہاں! اور ایک اونٹ حضرت نے کہ نام اس کا قصوئی دلقب دوسرے جدعا تھا۔ چار سو درم کو صدیق اکبر سے مول لیا تاکہ اس معاملہ میں استعانت بالغیر نہ ہو اپنا ہی مال صرف ہو۔ اور عبداللہ اریقط دئلی کو نوکر رکھا تاکہ تین دن بعد دونوں اونٹ جبل ثور میں حاضر کرے۔ یہ شخص اگرچہ موافق تحقیق امام نووی مسلمان نہ تھا مگر امین تھا۔ بالجملہ رات کے وقت کہ تاریخ ہشتم ربیع الاول و صحیح ستائیسویں صفر یوم الاثنین سال چہاردہم نبوت تھا۔ کہ ابوجہل ابن ہشام حکم ابن ابی العاص، عقبہ ابن معیط، نضر ابن حارث، امیہ ابن خلف وغیرہم مثل طلحہ بن عدی وحکیم ابن حزام ہتھیار لیکر دروازہ مبارک پر جمع ہوئے۔ آنجناب نے حضرت علی شیر خدا کو ردائے[1] شریف عنایت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم اسے اوڑھ کر میری جگہ پر سو رہو۔ یہ لوگ تم کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے، تم تمام اسباب امانت کافروں کو دیکر مدینہ چلے آنا۔ وہ سو رہے اور آنحضرت ایک چادر

---

[1] ردا یعنی چادر۔

اوڑھ کر دروازہ سے نکلے اور اول سورہ یٰسین فاغشینٰھم فھم لا یبصرون تک پڑھ کر ایک مٹھی خاک جماعت کفار پر پھینک ماری اور چلے گئے .... کفار نے دروازہ سے جھانک کر دیکھا تو حضرت کی جگہ خالی نہ تھی، لہٰذا گھر میں کود پڑے حضرت علی مرتضیٰ کھٹکا سنکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ اعلم بحال رسولہ۔ کفار قیافہ شناس کو ہمراہ لیکر صبح کو آثار قدم پر چلے اور جبل ثور تک پہنچے، قیافہ شناس راہبر نے کہا کہ تمہارا مطلوب یہاں سے آگے نہیں گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اس تقریر کو سنکر حضرت محمد صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ اگر مشرک لوگ اپنے قدم پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا یا ابا بکر ماظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ یعنی اے ابو بکر تو کیا گمان کرتا ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا خدا ہے، یعنی ہم دونوں تنہا نہیں ہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ خدا ہے۔ کہ شر اعدا سے محفوظ رکھے گا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا یعنی رنج مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

۸ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۶۲ جلد اول کتاب دوم :-

آنحضرت فرمود (اے ابوبکر) خداوند باری مرا اذن ہجرت داد ابوبکر گفت یا رسول! می خواہم مصاحب تو باشم آنحضرت فرمود۔ چنیں باشد ابوبکر از شادی بگریست و عرض کرد ازیں دو شتر کہ من در پروار بستہ ام یکے را اختیار فرمای پیغمبر فرمود شترے را کہ از آں من نباشد سوار نشوم۔ عرض کرد از آں تست فرمود کہ بہ بہائے کہ خریدہ میگیرم ہشتصد درم بہائے شتر را تسلیم ابوبکر فرمود و آں شتر را قصوی نام بود و در زمان خلافت ابوبکر بمرد .....

ترجمہ:- آنحضرت نے فرمایا اے ابو بکر خداوند عالم نے مجھ کو اجازت ہجرت دیدی ہے۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی ساتھ چلوں! رسول خدا نے فرمایا ایسا ہی ہوگا ابوبکر نے جب یہ سنا تو خوشی سے رونے لگے اور عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹ ہیں ایک اونٹ آپ لے لیں۔ پیغمبر نے فرمایا کہ جو اونٹ میری ملکیت نہیں ہوگا۔ میں سوار نہ ہوں گا عرض کیا کہ یہ اونٹ آپ ہی کی ملکیت ہے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ جس قیمت پر تم نے لیا کہ میں اسکو خرید تا ہوں اور آٹھ سو درہم ابوبکر کو شتر کی قیمت کے دیئے۔ اس اونٹ کا نام قصوی تھا، ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں وہ اونٹ مرا۔

۹ مدارج النبوت مولفہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جلد دوم صہ ۲ :۔

ابوبکر را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتے ہشت صد درم خریدہ بود و در مدت چہار ماہ آنرا علف دادہ فربہ ساختہ نگاہ داشتہ بود ہر دو را پیش آوردہ تا یکے را آنحضرت قبول فرماید۔ فرمود قبول کردم الا بثمن طلبکہ ابتیاع پس بہ نہصد درم آں ناقہ را از ابوبکر صدیق خرید داما آنکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکر صدیق باوجود بہایت صدق و ادعاے اتحاد و سابقاً انفاق ابوبکر صدیق اموال کثیر را بر آں حضرت صلعم آں بود کہ نخواست کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید چنانچہ خلاصہ اشارہ و آیہ لا تشرک بعبادۃ ربا احدا ناظر است۔

ترجمہ :۔ ابوبکر کے دو شتر تھے کہ چار سو درم اور بروایتے آٹھ سو درم کو خریدے تھے، چار ماہ چارہ کھلا کھلا کر ان کو فربہ کیا تھا، وہ رسولِ خدا کے سامنے پیش کئے گئے۔ تاکہ وہ ان میں سے ایک کو قبول کریں۔ رسول خدا نے فرمایا میں نے قبول کئے مگر بقیمت پس نو سو درم کو اس ایک ناقہ کو ابوبکر سے خریدا۔ اگرچہ ابوبکر صدیق کی صداقت دعوے اور انفاق اموال رسول خدا پر یہ سب کچھ تھا۔ مگر رسول خدا نے نہ چاہا کہ کارِ خدا میں کسی غیر کی مدد لی جائے۔ اور آیتہ۔ نہ شریک بناؤ اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

۱۰ تفسیر درِ منثور جلد دوم صہ ۲ امام جلال الدین سیوطی ۔:۔

فمکث ھوا ابوبکر فی الغار ثلثۃ ایام یختلف الیھم بالطعام عامر بن فھیرۃ و علی یجھزھم فاشتروا ثلاثۃ اباعیر من اھل البحرین و استاجرلھم دلیل فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاھم علی بالابل والدلیل ورکب رسول اللہ ورکب ابوبکر اخری فتوجھوا نحو المدینۃ ۔

ترجمہ :۔ آنحضرت اور ابوبکر تین روز تک غار میں ٹھہرے اور عامر بن فہیرہ ان کیلئے کھانا لایا کرتا اور علی اس کھانے کا سامان کیا کرتے تھے۔ پس علی نے تین اونٹ بحرین کے اونٹوں میں سے خریدے اور ایک راہ نما کو اجرت پر لیا جب تیسری رات کا کچھ حصہ گذرا تو علی اونٹ اور راہنما کو ساتھ لائے ایک اونٹ رسول اللہ اور ایک اونٹ پر ابوبکر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

۱۱ تاریخ طبری جلد دوم صہ ۱۲ :۔

وارسل الی الطعام واستاجر لی دلیلاً یدلنی بطریق المدینۃ واشتری لی راحلۃ ثم

ترجمہ :۔ جب رسول خدا ہجرت فرمانے لگے تو علی سے کہا کہ میرے واسطے کھانا بھیجتے رہنا۔ اور میرے لئے

مضی رسول اللہ صلعم واعمی اللہ ابصار الذین کانوا یرصدونہ عنہ وخرج رسول اللہ صلعم۔

ایک راہ شناس اجرت پر لے لینا تاکہ وہ مدینہ کا راستہ بتا سکے اور میرے واسطے ایک سواری خرید لینا۔ اس کے بعد رسول اللہ نے ہجرت فرمائی آپ باہر تشریف لے گئے اور خدا نے ان لوگوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا جو راہ میں گھات لگائے ہو اور رسول خدا صاف نکل گئے۔

میں نے کتب مستند کی عبارت کو نقل کر دیا ہے ان کتابوں میں کتب احادیث بھی ہیں اور تفاسیر بھی، کتب تواریخ بھی ہیں اور کتب سیر بھی۔ چونکہ واقعات ہجرت میں جزدی اختلاف تھا اسلئے میرے لئے یہی مناسب تھا کہ میں ناظرین کے سامنے کل واقعات معہ اسناد کے پیش کر دوں۔ مندرجہ بالا عبارات کا اگر خلاصہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل چند سطور میں کیا جا سکتا ہے

پیغمبر اسلام نے اہل مکہ اور مکہ کے قرب و جوار کے باشندوں تک اپنا پیغام ۱۳ سال تک پہنچایا۔ اور اطراف و نواح مکہ کے لوگوں کو پیغام خداوندی سے باخبر اور آگاہ کیا۔ اور جب آپ نے مسلمانان مکہ کیلئے جائے امن پیدا کر لی اور ان سب کو اس جائے امن پر پہنچا دیا تو آپ خود بھی روانہ ہو گئے۔ اور جن حالات میں پیغمبر اسلام نے ہجرت کی ہے اور جس مناسب ترین وقت کو اس کام کیلئے آپ نے انتخاب کیا ہے آپ کی وہ حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

۲۷ صفر یوم دوشنبہ چودھویں سال بعثت کو آپ نے ہجرت فرمائی۔ گویا ۱۳ سال اور کچھ ماہ آپ نے تبلیغ اسلام مکہ میں کی۔ اس زمانہ میں سخت سے سخت ترین تکالیف و مصائب اور اذیتیں، ذلتیں اپنے وطن اور افراد قوم کے ہاتھوں برداشت کرتے رہے۔ اگر چاہتے ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے تنگ آ کر کہیں چلے جاتے اور اس درمیان میں طائف گئے بھی تو پھر واپس مکہ ہی آئے۔ کسی دوسرے ملک کو نکل جاتے تو آسان تھا۔ بیشک اگر ان مصائب کے طوفان میں اگر دنیا کا کوئی دوسرا انسان پھنسا ہوتا تو وہ نہ معلوم ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے شہر نہ معلوم کہاں کہاں جاتا۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان مصائب کی کچھ بھی پرواہ نہ کی ملکہ ان مصائب اور تکالیف کا برداشت کرنا ہی اپنے دین کی کامیابی سمجھا۔ لیکن جب کفار قریش یا افراد قوم نے قتل کے ارادہ سے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور پانچ قبائل عرب کے معروف افراد نے بیک وقت حملہ کرنے کا ارادہ ہی کر لیا۔ تو پھر آپ نے ہجرت فرمائی۔

مدبران عالم اور مورخین دنیا اگر واقعات و حالات اور ہجرت کے مواقع پر غور کریں گے اور

تاقیامت جتنے بھی حکما و عقلا پیدا ہوتے رہیں گے اور ان مواقع ہجرت کو صفحات تاریخ میں دیکھیں گے۔ تو پیغمبر اسلام کے اس برمحل سفر کو ایک اعلیٰ ترین نمونہ حکمتِ عملی قرار دیتے رہیں گے۔ کیونکہ دشمنوں کے مقابلہ سے بھاگنے والوں کو بزدل کہا جاتا ہے اور مقابلہ کرکے جان دینے کو بہادری اور جرأت سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام دشمنوں میں گھر گئے تھے اور وہاں سے پوشیدہ طور پر نکل کر دوسرے شہر کو چلے گئے۔ ظاہر بین نگاہوں میں یہ فعل منافیٔ شجاعت ہے۔ اچھا اس موقع پر آپ حضرات اس واقعہ کا تجزیہ کریں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر رسول اس وقت جبکہ دشمنوں نے تنہا گھیر لیا تھا مقابلہ کرتے تو اتنے مسلح افراد سے کہاں تک مقابلہ کرتے آخر قتل ہو جاتے اور مقصدِ محمدی فوت ہو جاتا یعنی تبلیغِ اسلام فنا ہو جاتی۔ یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر اسلام مقابلہ کرکے اپنی خاندانی شجاعت کی بنا پر ان مدِمقابل دشمنوں کو قتل کر دیتے تو بھی مقصدِ بعثتِ محمدی فوت ہو جاتا۔ کیونکہ یہی مقاتلہ اور بدستِ محمدؐ سرداران قبائل کا مارا جانا عادتِ عرب کے مطابق خانہ جنگی میں تبدیل ہو جاتا۔ اور پھر اس خانہ جنگی کی صورت میں بھی تبلیغ حق کا مقصد فوت ہو جاتا۔ آخری صورت یہ تھی کہ جان بچانے اور فساد مٹانے کیلئے پیغمبر اسلام ان دشمنوں کے سامنے آجاتے اور ان کی خوشامد کر لیتے۔ تو بھی مقصدِ محمدی اور کارِ تبلیغ توحید ختم ہو جاتا۔ علاوہ بریں یہ ممکن تھا کہ محاصرہ میں آجانے سے پہلے ہی بھاگ نکلتے تو بھی یہ فعل ناپسندیدہ ہوتا۔ کیونکہ اس حالت میں بزدلی کا مظاہرہ ہوتا اور اس میں کوئی حکمت نظر نہ آتی۔ البتہ جب دشمنوں نے گھر کے اندر گھیر لیا اور قتل پر آمادہ ہی ہو گئے تو پھر یہی حکمت تھی کہ ان کے دھوکے کا جواب تدبیر سے دیا جائے اور اس طرح وہاں سے نکلا جائے کہ وہ اور ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل جائیں۔ اسلئے یہی ایک مناسب صورت تھی جو اس وقت پیغمبر اسلام نے اختیار کی ...

حضرت محمدؐ کا مکان چھوٹا تھا۔ دیواریں مثلِ مکاناتِ عرب پست تھیں۔ دشمن اچک اچک کر دیکھ رہے تھے۔ اور بعض تو پتھر پھینک پھینک کر محمدؐ کو اٹھانا چاہتے تھے۔ اس حالت میں اگر بغیر انتظام کئے گھر سے نکل جاتے تو خلاف حکمتِ عملی ہوتا۔ لہٰذا آپ نے اس نازک موقع کیلئے جس شخص کا انتخاب کیا اور اس کو اپنی چادر اڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا، اس تدبیر کی تعریف ہی ممکن نہیں ہے اگر پیغمبر اسلام اس موقع ہلاکت کیلئے علی کے علاوہ کسی کو بھی تلاش کرتے تو کوئی تیار ہی نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا شخص نہ ملتا تو لامحالہ محاصرہ کرنے والے جب بستر رسولؐ کو خالی پاتے تو مکان میں آکر تلاش کرتے یا اگر بستر سے

اٹھ کر جاتا دیکھتے تو تعاقب کرتے۔ ان دونوں صورتوں میں پیغمبر اسلام کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوتی اور خواہ مخواہ کی رسوائی ہوتی۔ واقعات اور قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب پیغمبر اسلام اپنے بستر پر سونے کیواسطے لیٹ چکے تھے تب دشمنوں نے محاصرہ کیا ہے۔ اور اسی لیئے وہ برابر دیواروں سے اچک اچک کر اور دروازے سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ کہ کہیں محمد چلے نہ جائیں۔ اور جب وہ چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص کو لیٹا ہوا دیکھتے تھے تو ان کو اطمینان ہوتا تھا کہ محمدؐ لیٹے ہوئے ہیں اور وہ پچھلی رات کو حسب ارادہ محمدؐ کے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے حضرت محمدؐ نے اپنی حکمت عملی سے وہ طریقہ اختیار کیا کہ دشمنوں کو شک وشبہ تک نہ ہونے دیا اور خود کو محفوظ بھی کر لیا۔ اور وہ یہی تدبیر تھی کہ اپنے بستر پر چپکے سے کسی کو سلا دیں۔ حضرت محمدؐ کا یہ فعل کہ وہ اجرت پر رکھ کر کسی شخص کو بھی اپنے بستر پر سلا دیتے اور صرف اتنی دیر کیلئے کہ وہ گھر سے باہر جائیں۔ مگر بستر ہلاکت پر سونے والا چاہے کیسا ہی بہادر ہوتا۔ حضرت محمدؐ کی روانگی کے بعد بستر پر سونا تو درکنار لیٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ بلکہ گھبرا کر اٹھ بیٹھتا۔ اور جسوقت کفار نے پتھر پھینکے ہیں اس وقت تو ضرور ہی جاگ جاتا اور اس کے جاگتے ہی اسی وقت سب حقیقت دشمنوں کو معلوم ہو جاتی۔ اور وہ راستہ ہی میں حضرت محمدؐ کو گھیر لیتے اور غار تک پہنچنے بھی نہ دیتے اور سارا معاملہ ہی بگڑ جاتا۔ پیغمبر اسلام نے جس فرد کو اپنے بستر پر سونے کیلئے انتخاب کیا یہ انتخاب بھی ایک اعلیٰ نمونۂ حکمت عملی ہے۔

علاوہ بریں پیغمبر اسلام کو بوجہ ان کی صداقت وامانت کے عرب اپنی امانتیں رکھ جاتے تھے۔ اگر اس موقع ہجرت پر پیغمبر اسلام ان امانتوں کے واپس کئے بغیر چلے جاتے۔ تو خیانت کے عیب سے دامن ملوث ہو جاتا۔ اور تا قیامت مورخین اس عیب کو بیان کیا کرتے ایسا کرنے میں درحقیقت شان نبوت ورسالت ہی فنا ہو جاتی۔ اچھا ایسا کرتے کہ پہلے ہی سے تمام امانتیں واپس کر دیتے۔ تو یہ بھی ناممکن تھا کیونکہ امانتوں کی واپسی ہی یہ ظاہر اور مشہور کر دیتی کہ محمدؐ مکہ سے جانے والے ہیں۔ اور اس امر کے ظاہر ہوتے ہی صدہا قسم کی روکاوٹیں راہ میں کھڑی کر دیجاتیں اور مقصد محمدی فوت ہو جاتا۔ پھر ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ امانت کو بعد روانگی کے واپس کیا جائے۔ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ کسی کو بھی اپنا رازدار بنا کے سب امانتیں واپس کر دینے کا ذمہ دار ٹھہرا لیا ہوتا۔ تو یہ بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ جس کو بھی رازدار بنایا جاتا یا وہ کافر ہوتا یا مومن۔ اگر کافر ہوتا تو فوراً ہی افشائے راز کر دیتا اور مقصد محمدی فوت ہو جاتا۔ اور اگر مومن ہوتا تو وہ امانت کو واپس کر دیتا تو درکنار بعد روانگی رسول زندہ بھی نہ چھوڑا جاتا۔ اس کو قتل بھی کر دیا جاتا اور سامان اور امانتوں کو بھی چھین کر تباہ کر دیا جاتا۔ بہرحال پیغمبر اسلام نہ تو

امانات لیکر جا سکتے تھے۔ اور نہ کسی مومن یا کافر کو ذمہ دار بنا سکتے تھے۔ پھر کیا کرنا چاہیئے تھا؟ اس موقع پر عقول حکمائے زمانہ سے دریافت کیجئے کہ بہترین تدبیر کیا ہو سکتی تھی۔ تو وہ سب بالاتفاق کہینگے کہ وہی کرنا چاہیئے تھا جو پیغمبر اسلام نے کیا۔ اور وہ یہ کہ اس اہم ترین کام کیلئے بھی علی ہی کو انتخاب کیا علی کی ذات پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ بستر ہلاکت پر سو بھی سکتے ہیں اور امانات رسول کو واپس بھی کر سکتے ہیں اور امانات میں کوئی ذاتی تصرف بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی ان سے غلط بیانی کر کے کسی دوسرے کی امانت ہی لے سکتا ہے۔ اور نہ واقعات و حقیقتِ ہجرت ہی کا راز فاش ہو سکتا ہے۔ اس سب کے علاوہ علی کی ذات پر یہ بھی اعتماد تھا کہ دشمن ان کو قتل بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے آپ نے چلتے وقت فرمایا تھا کہ :۔

"اے علی میرے بستر پر سو رہو تمکو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔"

خوش اعتقادی تو کہلانے پر مجبور کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام بحیثیت علمِ نبوت جانتے تھے کہ علی محفوظ رہیں گے۔ مگر قطع نظر اس خوش اعتقادی کے حقیقت امر یہ ہے کہ علی کی ذہانت معاملہ فہمی، راست گوئی، دلیری امانت داری کو پیغمبر اسلام خوب جانتے تھے۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ علی کی ان صفات کا اہل عرب اور قریش کے دلوں پر کتنا اثر ہے۔ ان دونوں چیزوں نے پیغمبر اسلام کو پورا اطمینان دلایا تھا کہ علی کو جانی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

ناسمجھ انسان موقع خطر سے باوجود موقع خلاصی کے بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور ذہین اور معاملہ فہم انسان اپنی ذہانت و ذکاوت سے چاروں طرف سے گھر جانے کے بعد بھی نکل سکتا ہے۔ اسی بنا پر پیغمبر اسلام کو علی کی ذات پر پورا اطمینان تھا۔ اور اسی اطمینان کی وجہ سے پیغمبر اسلام نے علی سے فرمایا کہ :۔

"میرے جانے کے بعد لوگوں کی امانتیں ان کو پہنچانا۔ اور میرے لئے غار ثور پر کھانا پہنچانے کا انتظام کرنا۔ اور تین روز کے بعد ایک رہبر اور ایک سواری کا انتظام کر دینا۔"

چونکہ حضرت محمدؐ کو قرائن سے معلوم تھا کہ یہ کام باحسن وجوہ علی انجام دے سکتے ہیں۔ اسی لئے صرف علی کو یہ حکم دیکر روانہ ہو گئے۔ درحقیقت ہوا بھی ایسا ہی جیسا کہ محمد صلعم نے سمجھا۔

آپ کو سابقہ مذکورہ بالا حوالہ جات تاریخی سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ پیغمبر اسلام نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی اور پوشیدہ طور سے ہی ہجرت کرنا عین حکمتِ عملی تھی۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ پوشیدہ امر وہی ہو سکتا ہے جسکو بجز صاحب معاملہ کے دوسرا کوئی نہ جانتا ہو۔ اور اگر کسی راز کو کئی افراد جان جاتے ہیں تو وہ راز نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی یہ ہجرت امر دنیوی نہ تھا۔ بلکہ امر دینی تھا۔ اور منجملہ

دیگر عبادات اسلام کے یہ ہجرت بھی ایک عبادت تھی۔ اسی لئے شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ (دفعہ ۹ کتاب ہذا) میں لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام نے ابو بکر سے اونٹ نہیں لیا اور اس کی قیمت دگنی کرکے ادا کی تاکہ پیغمبر اسلام حکم قرآن لاتشرک بعبادتہ احدا کہ عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو کہ خلاف امر کے مرتکب نہ ہوجائیں۔ عبادت میں کسی کی شرکت شرک وکفر ہے۔ نعوذ باللہ ایسا فعل پیغمبر اسلام کی جانب منسوب کرنا بھی کفر ہے۔ جب پیغمبر اسلام دوسرے کے اونٹ پر بیٹھ کر سفر کرنے کو شرک فی العبادۃ تصور فرمارہے تھے۔ اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ امر ہجرت کو راز ہی رکھا جائے۔ تو کیسے ممکن ہوگا کہ اس کار ہجرت یا عبادت خداوندی میں ابو بکر کو شریک بنا لیا جائے۔ اگر حضرت محمدؐ نے ابو بکر کو خود دعوت ہجرت دی ہوتی تو پھر اونٹ کو بھی قبول کر لیا ہوتا۔ غیر کے جانور پر سواری سے بچنا اور ایک انسان کو ہمراہ لینا ان دونوں افعال میں کونسا نقص ہے۔ اگر ابو بکر کے اونٹ پر سواری وجہ شرک فی العبادت ہوسکتی ہے تو ہجرت میں دوسرے شخص کو شریک کر لینا اور بھی شرک فی العبادۃ ہے۔ اس اعتراض کا جواب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ہر کام حکمت عملی و حکمت نظری پر مبنی و منحصر تھا۔ خلاف حکمت کوئی فعل رسول خدا سے ہوا ہی نہیں۔ اگر آپ اتنی پوشیدگی کی بات کو دوسرے سے کہتے یا ایسے موقع خطرہ کو نکلتے وقت اپنے ساتھ ایک اور شخص کو بھی لے لیتے۔ تو یہ امر خلاف حکمت تھا۔ کیونکہ راز ہجرت پھر راز نہیں رہتا۔ یا عبادت ہجرت پھر شرک فی العبادۃ ہوجاتی۔ اسلئے حضرت محمدؐ نے بجز علی کے اس راز سے کسی کو باخبر کیا ہی نہیں اور اپنے ساتھ ہجرت میں کسی کو شریک کیا ہی نہیں۔ کتب احادیث میں جہاں لاکھوں احادیث مصنوعی وموضوع ہیں ان میں سے یہ بھی موضوع ہے کہ حضرت محمدؐ نے ابو بکر کو ساتھ لے جانے کی دعوت دی کیونکہ کتب تاریخ ہی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام ابو بکر کو ساتھ نہیں لے گئے۔ بلکہ موصوف خود خبر پاکر ان کے تعاقب میں دوڑے۔ پہلے مکان رسول پر آئے دیکھا علی سو رہے ہیں۔ چادر اٹھا کر پوچھا کہ رسول خدا کہاں گئے؟ اور علی نے پتہ بتایا اور پھر ابو بکر علی کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق رسول خدا کے پیچھے دوڑے اور وہ تعاقب میں دوڑتے جاتے تھے اور پھر بہت دور جاکر رسول خدا تک پہنچے (حوالہ فتح الباری[1] حوالہ (۲) تفسیر در منثور سیوطی۔ کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان دونوں حوالوں سے سراغ ملتا ہے کہ حضرت محمدؐ تعاقب کرنے والے کے خوف سے بھاگے اور یہ سمجھے کہ دشمن تعاقب میں آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اور انگوٹھا پتھر سے ٹکرا کر پھٹ گیا۔ پھر بھی آپ بھاگتے ہی رہے۔ کہ مبادا دشمن پکڑ نہ لیں۔

اگر پیغمبر اسلام نے ابو بکر کو دعوت ہجرت دی ہوتی تو مقام ملاقات بتایا ہوتا۔ وہاں سے ملکر چلتے

اگر راہ میں ابوبکر ملے تھے تو کیسی سنی بات ہوتی پھر بھاگنے اور ڈرنے کی کیا بات تھی۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے ہرگز کسی کو دعوت ہجرت نہیں دی۔ بلکہ... شب کی تاریکی میں تعاقب کرتے ہوئے جب ابوبکر پہنچے تو آپ نے ان کو واپس کر دینے کے بجائے اس امر کو عین حکمت سمجھا کہ ہمراہ لے لیا جائے اور پیغمبر اسلام کا یہ فعل بہ مجبوری تھا۔ لہٰذا نہ خلافِ حکمت عملی تھا اور نہ خلافِ آیہ قرانی و حکم خداوندی۔ کہ لا تتبعوا خطوات الشیطان کے خلاف ہوتا۔

قرینہ اور حکمتِ رسول کا اقتضا اور حوالہ جات کتب تاریخی تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے ابوبکر کو اس رازِ ہجرت سے بالکل بے خبر رکھا۔ کیونکہ ابوبکر بوڑھے آدمی تھے اور طبیعت کے سیدھے سادھے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ رازِ ہجرت بخوف یا بجبر یا بوجہ سادگی اور سیدھے پن کے ظاہر ہو جائے۔ رازدار اور امور خاص و خطرناک میں رازدار بنانا امر آسان نہیں ہے۔ ایسے مواقع میں ذرا سی غلطی سے بھی مقاصد تباہ ہو جاتے ہیں...

پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ ابوبکر بوجہ پیرانہ سالی اور سادگی طبیعت اس امر اہم کے رازدار بنانے کے اہل نہیں ہیں۔ اور حضرت محمدؐ کا یہ خیال صحیح بھی تھا۔ کیونکہ قرآن کی آیت اور تاریخ و احادیث کی کتب سب یکزبان ہیں کہ ابوبکر انتہائی نازک موقع پر رونے لگے۔ اور رسول اللہ سے کہنے لگے کہ:۔

"غار پر دشمن آ گئے ہیں اگر ہم کو دیکھ لیں گے تو کیا ہوگا۔"

اگر یہی آواز ذرا بلند ہو جاتی۔ تو پھر نہ ابوبکر کا ہی پتہ ملتا اور نہ پیغمبر اسلام کا ہی۔

مگر حضرت محمدؐ نے فرمایا:۔ (حوالہ ۷)

یا ابابکر فا ظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ اے ابوبکر کیا گمان کرتے ہو ان دو کے بارہ میں جن کا تیسرا خدا ہو...

بقول قرآن رسول اللہ نے فرمایا:۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔ اے ابوبکر نہ رو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ان دونوں اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر اسلام نے بخوشی ابوبکر کو ہمراہ نہ لیا تھا بلکہ بمجبوری راہ میں مل جانے کی وجہ سے ساتھ لے لیا تھا۔ اور اقتضاء حکمت بھی یہی تھا۔ اسلئے کہ اس موقع پر دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ اول یہ کہ رسول اللہ ابوبکر کو واپس کر دیتے۔ اور دوسری صورت یہ تھی کہ ہمراہی میں لے لیتے۔ مگر اس وقت اور اس مقام سے واپس کرنا خلاف حکمت و تدبر تھا۔ کیونکہ اس سے مختلف قسم کے خطرات پیش آ جاتے تو ابوبکر کی جان کی خیر بھی نہ ہوتی۔

کیونکہ دشمن ابوبکر پر سختیاں کرتے اور حقیقت حال کو دریافت کرتے۔ اگر ابوبکر امر واقعہ کو بتاتے تو جانِ رسول کا خطرہ تھا۔ اور اگر نہ بتاتے تو خود ابوبکر کی جان کا خطرہ تھا۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے ابوبکر کو ہمراہ لیکر ان کی جان بھی بچالی اور اپنے مقصد کو بھی کامیاب بنا لیا۔ اسی کا نام حکمت عملی ہے اس صورت میں خلاف حکم خدا بھی نہ ہوا کہ ہجرت میں کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ بعلم خدا بہ مصلحتِ وقت اور بمجبوری ایسا کرنا پڑا۔

پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ اس امر سے بھی ملتا ہے کہ آپ نے علی جیسے مدبر اور شجاع انسان کو اس خدمت پر مامور کیا کہ سواری کا بھی انتظام کریں اور غذا کا بھی بندوبست کرتے رہیں چنانچہ علی نے بہ مصلحت قریش سے اونٹ نہیں خریدے کہ مبادا ہجرت رسول فاش ہو جائے۔ بحرین کے رہنے والوں سے تین اونٹ خریدے۔ (حوالہ ۱۰) اور رہنما بھی غیر کو ہی لیا۔ اور پچھلی رات کو سواری اور زادراہ لیکر غار پر پہنچے۔ اور پیغمبر اسلام اور ابوبکر کو سوار کر کے واپس ہوئے۔

ایک نکتہ اور بھی قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام کو گھر چھوڑ کر جانا ہی تھا اور سواری بھی موجود تھی تو پھر سیدھے ہی مدینہ کیوں نہ چلے گئے اور راتوں رات تیز رفتار اونٹنی پر مسافت طے کیوں نہ کی۔ تاکہ دشمنوں کی دسترس سے دور تر نکل جاتے۔ یہ راہ میں غار میں تین روز کیوں گذارے ظاہر بین نگاہوں میں تو یہ امر خلافِ حکمت عملی، نظر آتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام کا یہ فعل یعنی راہ میں تین روز قیام کرنا عین مصلحت و حکمت تھا۔

۱ تاریخ عالم تا قیامت اس امر کی گواہ ہے کہ حضرت محمدؐ اپنے وطن سے سخت مصیبتوں کے برداشت کرنے کے بعد گھر سے نکلے اور وقت ہجرت اتنے مجبور تھے کہ دشمنوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے تھے۔ اہل وطن یا مکہ میں کوئی شخص یا کوئی گھر حضرت محمدؐ کیلئے جائے پناہ نہ تھا۔ اور باوجود اتنی سختیوں کے بھی حضرت محمدؐ نے پیغام حق سے منہ نہ موڑا۔ اور حضرتؐ کا پیغام حق سے منہ نہ موڑنا ہی ثابت کرتا ہے کہ پیغام حق میں کتنی اہمیت تھی۔ اور دین اسلام پر کس کس قسم کی قربانیاں پیش کی جاسکتی ہیں

۲ غار میں پناہ لینے سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر کبھی مورخین پیغمبر اسلام پر یہ الزام لگائیں کہ انہوں نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا۔ تو یہ بھی ہمیشہ غلط ثابت ہوتا رہے۔ کیونکہ تین روز تنگ و تاریک غار میں پناہ لینے والا مجبور انسان اور اہل قوم اور اہل وطن کا نکالا ہوا انسان اپنے مقصدِ تبلیغ حق کی خاطر اور پیام حق کی حفاظت کی خاطر تین دن ایک غار میں بھوکا پیاسا مقید رہتا ہے۔ مورخین عالم

پیغمبر اسلام کے تین روز تک تاریک غار کے قیام کو رہتی دنیا تک لکھتے رہیں گے۔ اور کم فہم انسانوں کے الزام تلوار اور اسلام کی تردید خود بخود اس واقعہ سے ہوتی رہے گی۔

۳ پیغمبر اسلام اپنے مقصد کی کامیابی پر اعتماد کلی رکھتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ ایک روز مکہ میں فاتحانہ انداز میں واپس آؤں گا۔ لہٰذا اہل مکہ کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے تھے اور یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اہل مکہ کی حمیت قومی میرے حالات و تدابیر قتل کو سنکر کچھ بیدار ہوتی ہے یا نہیں۔ میری ۵۳ سالہ زندگی کے مالی و جانی احسانات سے ان میں سے کچھ افراد بھی میری حمایت پر آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ تاکہ فتح مکہ کے بعد کسی فرد کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ اے محمد ہم کو تو تمہارے قتل کی تدابیر کا علم ہی نہیں ہوا ورنہ ہم تو اپنی جان کی بازی لگاتے اور تمہارا بال بیکا نہ ہونے دیتے۔ پیغمبر اسلام تین روز تک غار میں رہے اور اہل مکہ کے حالات سے باخبر رہے۔ مگر کسی نے حضرت محمدؐ کی حمایت کا تذکرہ تک نہ کیا۔ حالانکہ یہ ممکن تھا کہ قبائل قریش میں سے ایک جماعت صرف حمیت قومی اور حمیت خاندانی کی بنا پر تدبیرِ قتل محمدؐ کی خبر کو سن کر حضرت محمدؐ کی حمایتی بن جاتی۔ اگر ایسا ہو جاتا اور پیغمبر اسلام کو اس کی اطلاع مل جاتی۔ تو پھر ممکن تھا کہ ابھی ہجرت ملتوی ہو جاتی۔۔

مگر پیغمبر اسلام نے اہل عالم اور اہل مکہ پر یہ ثابت کر دیا کہ مکہ کے ایک فرد میں بھی ان کیلئے کوئی جذبہ نصرت نہیں ہے۔

۴ حضرت محمدؐ اہل مکہ کی امانت کے ادا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ وہ امین اور صادق تھے لہٰذا یہ ضروری تھا کہ اپنی موجودگی میں امانات اہل مکہ کو خود واپس کریں۔ یا اپنے بھائی علیؑ سے واپس کروائیں۔۔۔

مکہ سے چلے جانے کے بعد الزام خیانت کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ محمدؐ تو امانات کو دیکر نہیں گئے اگر علی بھی امانات نہ دیتے تو ہم کیا کر لیتے۔ لہٰذا اس شائبۂ شک و شبہ کو بھی پیغمبر اسلام کے اس تین روزہ قیام غار نے مٹا دیا۔ اور جب ان تین روز میں علیؑ نے ہر شخص کی امانت کو اس تک پہنچا دیا اور پیغمبر اسلام کو تیسری رات میں (جبکہ وہ وہ دو اونٹ لیکر آئے ہیں) امانتوں کی واپسی کی اطلاع کر دی۔ تو اب پیغمبر اسلام سبکدوش ہو گئے تھے اور مطمئن تھے کہ میں نے اپنی موجودگی میں ہی اہل مکہ کی امانات واپس کر دی ہیں اور اگر دورانِ واپسی امانات کچھ لوگوں کو اپنی امانتوں کے ردو بدل یا کم و بیش ہونے کی

شکایت پیدا ہوتی تو پیغمبر اسلام مطمئن تھے کہ علی مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ اور میں
خود باوجود خوف قتل اس معاملہ کو باہر آ کر طے کر سکتا ہوں۔ مگر دامن نبوت پر خیانت کا
دھبہ نہیں آنے دوں گا۔

۵ پیغمبر اسلام اہل مکہ اور اہل عالم کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ علی نے حالت اضطراری میں
میری مدد میرے بستر قتل پر سو کر ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ تین روز تک غار میں غذا کا بندوبست
بھی کیا ہے۔ اور میری نیابت میری امانات ادا کرنے سے بھی کی ہے۔ اور علی کی ہی وہ ایک
ذات ہے کہ میں اسکو بحکم خدا کار ہائے عبادت میں اپنا شریک کر سکتا ہوں اور اسی لئے
شب ہجرت اپنے بستر پر سلا کر اپنی جان اس کے ذریعہ بچا کر اس کو شریک عبادت ہجرت کیا
اور بعد ہجرت راہ ہجرت میں سواری و غذا کا انتظام کر کے بھی شریک ثواب ہجرت کیا۔

جملہ حوالجات تاریخی و احادیث و تفسیر سے صورت ہجرت پیغمبر تو معلوم ہو گئی۔ مگر نفس
ہجرت میں کیا اقتضائے حکمت عملی تھا! ہجرت کرنے میں کیا فائدے تھے۔ نہ کرنے میں کیا نقصانات
ان امور پر غور کرنا باقی رہ گیا ہے۔

کتب تاریخ گواہ ہیں کہ جب کوئی جماعت یا کوئی قوم یا کوئی فرد انتہائی مجبور ہوتی ہے تو وہ
اپنے مقاصد میں کامیابی کیلئے اپنے تو اپنے اغیار سے بھی مدد لیتی ہے۔ اور ان حالات میں قومی و
مذہبی تفریق کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام نے انتہائی مجبوریوں کے باوجود بھی
غیر مسلموں کی مدد نہ چاہی پہلے اہل مدینہ میں کچھ افراد کو مسلمان بنایا۔ اس کے بعد ان کی دعوت پر
ارادۂ ہجرت کیا۔ ہجرت کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔ اور پیغمبر اسلام کی ہجرت مطابق اصول حکمت
عملی تھی...

(۱) ہجرت کا پہلا فائدہ تو یہ تھا کہ پیغمبر اسلام اور مسلمانانِ مکہ کی جان کا تحفظ ہو گیا۔ تاریخ گواہ
ہے کہ پیغمبر اسلام نے تین سال خاموش تبلیغ اسلام میں گذارے۔ اور ۱۳ سال بعد بعثت
انتہائی کوشش تبلیغ دین اسلام کیلئے کی اور پھر اس کار تبلیغ کی خاطر یکے بعد دیگرے طرح
طرح کے شدید ترین مصائب برداشت کئے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں کو بے خطا
اندھا دھند پکڑ پکڑ کر بے پناہ اذیتیں دی گئیں۔ اور پھر اس پر بھی صبر نہ کیا۔ آخر کار پیغمبر
اسلام کو ان کے گھر میں بحالت خواب قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ گھر کو گھیر لیا تلواریں نیاموں
سے باہر نکال لیں۔ اس نازک موقع اور ان حالات میں اقتضا حکمتِ انسانی صرف یہی

ہو سکتا تھا کہ وہاں سے نکل جائے اور اپنی جان کو اور اپنے مقصدِ حیات کو محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس کام کو جس خوبی اور جس خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے تاریخ عالم اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتی

(۲) ہجرت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مہاجر جہاں بھی جاتا ہے اشاعتِ اسلام کا سبب بن جاتا ہے۔ گویا اس کا محدود دائرۂ تبلیغ وسیع تر ہو جاتا ہے۔ اس کے افعال کو دیکھ کر اغیار و بیگانے اس کے مقصد اور اصولِ حیات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے اقوال پر غور کرنے کے سبب سے دین اسلام کے پیرو بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ہجرت طائف و ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کے تاریخی حالات گواہ ہیں۔ کہ ہجرت کے ذریعہ اصول اسلام کی تبلیغ کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ اور آخر یہی ہجرت فتح مکہ کا سامان بنی۔ اور یہی ہجرتِ اہل اسلام باوقات و ازمنہ مختلفہ تمام روئے زمین کے انسانوں تک پیغام اسلام کے پہنچانے کا سبب بنگئی۔ اصول مذہب کو مان لینا۔ اور نہ ماننا ایک الگ چیز ہے۔ مگر روئے زمین کے انسان آج اصول اسلام سے اسی لئے واقف ہیں کہ مسلمان مختلف ملکوں تک بذریعہ ہجرت پہنچتے رہے۔ اگر متقدمین کے طرز عمل اور مطابق تعلیم قرآن متاخرین مسلمان ہجرت کرتے رہتے اور فریضہ تبلیغ اسلام کو اپنا مقصد سمجھتے ہوئے ہجرت کرتے تو آج دنیا میں اہل اسلام کی اکثریت اور دیگر مذاہب کی اقلیت ہوتی۔ اور قرائن یہی بتاتے ہیں کہ مسلمان بیدار ہو جانے کے بعد جب پھر ہجرت کریں گے تو تمام دنیا کی اقوام حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گی۔

(۳) ہجرت پیغمبر اسلام نے ثابت کر دیا کہ دین اسلام کی خاطر گھر بار، اعزاء، اقارب، اثاثہ و جاگیر، سب چھوڑی جا سکتی ہے۔ جب کبھی ان سب چیزوں کے چھوڑنے میں تحفظات عت دین اسلام ہو ان سب چیزوں کو چھوڑ کر ہجرت کرے۔ اور ہر مسلمان ایسا کرنے میں اسوہ حسنہ پیغمبر اسلام کا پیرو کہلائے گا۔ اور اسی طرح کامیاب ہو گا جس طرح حضرت محمدؐ بوجہ ہجرت تبلیغ اسلام میں کامیاب ہوئے۔

(۴) ہجرت کے ذریعہ دیگر اقوام کے عقلا، فیلسوف، حکماء، شعراء مورخین سے ملاقات ہوتی ہے۔ اور یہ ملاقات سبب ازدیاد معلومات بن جاتی ہے۔ انسان کا دائرہ معلومات وسیع تر ہو کر اسکو اپنے مسلک و مقصد حیات یعنی اصول اسلام کی تبلیغ کے بہتر طریقے ہاتھ آجاتے ہیں۔ اور اسلام کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس فرد مہاجر کیلئے ذرائع فلاح دنیا و دین زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۵) ہجرت پیغمبر اسلام نے اہل عالم پر یہ امر ثابت کر دیا کہ حضرت محمد نے تبلیغ دین حقہ اور فلاح و بہبودِ نوع انسان اور نشر و اشاعت اصول تمدن و تہذیب کی خاطر سخت تکالیف برداشت کیں حتی کہ وطن اور گھر بھی چھوڑا، عزیز و اقارب بھی چھوڑے۔ اور بے بسی اور بیکسی کی تصویر بنکر راتوں رات سفر اختیار کیا۔ یہ طریقہ ہرگز کسی جنگ جو اور ملک طلب انسان کا نہیں ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہ تو وہی کر سکتا ہے جو اخلاق و محبت سے دنیا کو درس انسانیت دینا چاہتا ہو۔ اگر دشمنانِ اسلام کبھی یہ الزام اسلام پر لگائیں کہ وہ تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہجرت اس الزام کی تردید صورت حالات و واقعات سے کرتا رہے گا۔ دنیا کے جتنے بھی جنگجو اور ملکوں کے فاتح گذرے ہیں انہوں نے ابتداء سے انتہائے کار اور آخر عمر تک اپنی جماعت کو بڑھایا ہے۔ اور ابتدائے کار سے ہی جنگجویانہ انداز اختیار کیا ہے۔ بجز پیغمبر اسلام کے کہ ابتدائے سے تبلیغ اسلام سے صلح و محبت کا اظہار کیا ہے۔ خود ظلم برداشت کئے۔ سختیوں نے تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ مگر کسی کو بھی جنگ پر آمادہ نہیں کیا۔ بلکہ دم توڑتے ہوئے مسلمان سے یہی فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ خدا تم کو اجر دے گا۔ گویا تلقین صبر ہی کا سبق دیا ہے۔ اور آخر عمر تک اسی طریقہ کو قائم رکھا ہے۔ بعد ہجرت مدینہ سے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کا حج مکہ کے لئے آنا اور بوجہ مزاحمت اہل مکہ واپس جانا۔ میری تحریر منجملہ دیگر واقعات کے ایک گواہ واقعہ ہے۔

(۶) ہجرت کے ذریعہ مہاجر مسلمان ملک غیر و قوم غیر میں جا کر اور بھی باہم دوست ہو جاتے ہیں۔ ان میں رشتۂ محبت و اخوت اور بھی استوار ہو جاتا ہے۔ اور ان کے وقتی اور باہمی اختلافات ایک حد تک مٹ جاتے ہیں۔ بلکہ وہ یکجان و دو قالب بنکر متحد کام کرتے ہیں۔ یہ اخوت و محبت باہمی یگانہ و بیگانہ ملکی و غیر ملکی برادر دینی اور غیر مذہب والوں کیلئے یکساں درس اتحاد اسلام دیتی ہے۔ اور اس طرح جمعیت اسلامی طاقتور سے طاقتور ہوتی رہتی ہے۔

(۷) ہجرت کرنے والے مسلمان جب تبلیغ اسلام کے بعد مدت سفر ختم کر کے اپنے وطن واپس آتے ہیں۔ تو وہ معزز ترین افراد بن جاتے ہیں۔ اور ان کا وجود اور ان کے کارنامے تبلیغ کے حالات دیگر اہل اسلام کیلئے جذبۂ خودداری، جوشِ تبلیغ اور ولولۂ خدمت دین پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر دن بدن یہ مسلسل سلسلۂ تبلیغ دین بنتا جاتا ہے۔ اور یہی راز ہے بقائے اسلام کا اور توسیع دائرۂ تبلیغ کا۔ اور جب یہ سلسلہ مطابق و حسب ارشادات پیغمبر ہوگا تو اس کے فوائد زیادہ سے زیادہ پیدا ہوں گے۔۔۔

حکمت واقعہ لبست وپنجم ورود مدینہ وقبا

حضرت محمدؐ نے منازل سفر طے کرتے ہوئے مقام قبا میں قیام فرمایا۔ سفر مدینہ میں جو منازل حضرت محمدؐ نے طے کیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔:۔

(۱) خرار (۲) ثنیۃ المرہ (۳) القف (۴) مدلجہ (۵) مرجح (۶) حدائد (۷) اذاخر (۸) رابغ (۹) ذاسلم (۱۰) عثانیہ (۱۱) فاختہ (۱۲) عرج (۱۳) حداوت (۱۴) رکوبہ (۱۵) عقیق (۱۶) ثنیانہ۔ ان منازل کو طے کرتے ہوئے۔ آپ جب مقام قبا میں پہنچے تو آپ نے تین روز وہاں قیام فرمایا۔ اس قیام سہ روزہ میں بھی مصلحت اور حکمت مضمر تھی۔ قبا مدینہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا۔ یہاں کے تین روزے قیام سے تکان سفر اور آثار خستگی دور ہو گئے۔ اور نئے مشتاق میزبانوں کی گفتگو اور ملاقات کیلئے کسل دور ہو گیا۔ جو لازمہ فطرت انسانی ہے۔ مشتاق افراد کا شوق ملاقات، جذبۂ استفساراتِ حقائق اسلامی اسی کے مقتضی تھے کہ پیغمبر اسلام تازہ دم اور مطمئن و آسودہ حالت میں ان میں پہنچیں۔ علاوہ بریں حضرت محمدؐ بحیثیت پیغمبر و انسانِ کامل چاہتے تھے کہ جان نثار اور بحکم پیغمبر بستر ہلاکت پر سونے والے علی کو ساتھ لیکر مدینہ میں قدم رکھیں۔ علی کا احسان اور جان نثاری اور خدمات سپردگیٔ امانات ایسی ہی تھیں کہ ان کو منزل دعوت میں شریک رکھا جائے۔ تاکہ مشتاقین زیارت رسول روئے علی پر بھی نظریں ڈالیں۔ جس کے علی مستحق ہیں۔ اگر علی کی آمد سے پہلے مدینہ میں داخل ہو جاتے۔ اور بعد کو کسی دوسری تاریخ میں علی بھی مدینہ پہنچتے تو یقیناً علی کی عظمت اتنی نہ ہوتی جتنی کہ پیغمبر کے ساتھ مدینہ داخل ہونے میں ہوئی۔ اسی وجہ سے پیغمبر اسلام نے نہیں چاہا کہ بغیر علی کے ... وہ داخل مدینہ ہوں۔ اور اپنے طرز عمل سے ایسے اپنے جان نثار کی سبکی ہو۔ پیغمبر اسلام نے اپنے اس طریقہ سے۔ اقتضائے حکمت ہی کو پورا نہیں کیا۔ بلکہ صفحات تاریخ عالم اور قلوبِ انصار مدینہ و مہاجرین مکہ پر یہ امر ثابت کر دیا کہ اگر علی نے بستر رسول پر شب ہجرت نرغہ اعدا میں سو کر رسول خدا کی جان بچائی۔ تو حضرت محمدؐ نے بھی دعوتِ اہل مدینہ میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک کہ اپنے اس جانثار کو اپنے ہمراہ نہ لے لیا۔ رسول کے اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ علی کے دل میں جذبۂ جان نثاری اور بھی بڑھ گیا جو آئندہ تمام غزواتِ رسول میں نمایاں رہا۔ گویا رسول نے اپنے ایک فعل سے متعدد فائدے حاصل کئے۔ سہ روزہ قیام قبا سے اشتیاق انصار اور بھی بڑھا۔ جس کی بیحد ضرورت تھی۔ سکون و آرام بھی مل گیا جو بہت ضروری تھا۔ علی کو بھی ہمراہ لے لیا جو مبنی بر عدالت و حکمت نبوی تھا...

ورود مدینہ

پیغمبر اسلام کا مدینہ میں داخل ہونا تو آسان تھا۔ کیونکہ انصار مدینہ مشتاق تھے۔ مگر اُدر بھی آسان تھا کہ جس کے مکان پر چاہیں قیام فرمائیں۔ مگر فطرت انسان اور جبلت عرب خصوصاً بہت ہی متعصب تھی۔ ابتدائے قیام سے ہی ایکدوسرے میں چہ میگوئیاں ہونے لگتیں اور جس کے مکان پر رسول قیام فرماتے۔ اس کے خلاف رہنے والے ذاتی معاملات سابقہ کی وجہ سے پیغمبر اسلام کے قیام میں جنبہ داری کا عکس دیکھنے لگتے۔ اور خشتِ اول گر نہد معمار کج۔ تا ثریا می رود دیوار کج کے مصداق انصارِ مدینہ میں بھی اختلافات پیدا ہو جاتے۔ جو مقصد نبوی اور اتحاد ملت اسلام میں رخنہ اندازی کا سبب بن جاتے۔ لہذا حضرت محمد نے بہ اقتضائے حکمتِ عملی اپنے قیام کے معاملہ کو اس خوبی سے طے فرمایا جو استحکام اتحاد بین المسلمین کا سبب ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص۳۵ - ۳۶

۱ بالجملہ مردم را بہ تقوی تحریص فرمود و نماز جمعہ را در مقام قبا گذاشت و آں اول خطبہ و جمعہ بود کہ در اں اراضی بپا برد از انجا بر ناقہ قصوی سوار شدہ عتبان بن مالک و نوفل بن عبد اللہ بن مالک العجلانی زمام ناقہ آنحضرتؐ را گرفتند و گفتند انزل بین اظہرنا در میان ما باش کہ بسر و جان اطاعت کنیم فرمود خلوا سبیلہا فانہا مامورۃ و ایشان از قبیلہ بنی سالم بودند و چوں از آں جماعت گذشت و بقبیلہ بنی ساعدہ عبور فرمود سعد بن عبادہ فرمود یا ابا ثابت بگذار ناقہ را بہر کجا کہ ماموراست خواہد شناخت و در جماعت بنی حارث بن الخزرج سعد بن ربیع و عبد اللہ بن رو... و بشر بن سعد خواستار شدند از قبیلہ بنی بیاضہ زیاد بن لبید و فروہ بن عمر خواہندہ آمدند و از جماعت بنی عدی بن النجار، بو سلیط و حریہ بن ابی انیس عرض کردند ما اخوال تو ایم سزاواست کہ در میان ما فرود شوی و از نیر دی خود را خان پیغمبر نامیدند کہ مادر عبد المطلب سلمی دختر عمرو بود کہ از قبیلہ بنی عدی بن النجار است۔ بالجملہ بدینگونہ بہر قبیلہ و محلہ عبور میفرمود و مرد ما مہار شتر پیغمبر را گرفتہ بزاری و ضراعت تمام خواستار می شدند کہ آنحضرت در سرائے خویش فرود آورند و پیغمبری فرمود دعوا لناقۃ فانہا مامورۃ بگذارید شتر ما را ہر کجا کہ ماموراست زانو خواہد زد۔ چوں بہ عبد اللہ بن ابی رسید اختر از غبار کوکبہ الفعانہ بکم آستین بر بینی نہادہ و نزول آنحضرت را در سرائے خود دعوت نہ کرد و گفت بسوئے آں جماعت شو کہ ترا فریب دادہ بدیں شہر آوردہ اند سعد بن عبادہ عرض کرد یا رسول اللہ از سخن وے خاطر مبارک کلال نشود زیرا کہ مردم مدینہ بر سلطنت وے متفق شدند طلوع کوکبہ نبوت فسخ ایں عزیمت کرد

واین سخناں ہذیاں و ہذیان از حسد بر زباں دے گذرد وزاں پس خدائے تعالیٰ مور انرا بر محلت وے مسلط کردنا چنانکہ اتباع ایشاں را ویراں کردند کہ جمع او بمجلہائے دیگر پراگندہ شدند پیغمبر بر سخن ہیچیک التفات نفرمود ہمچناں عناں ناقہ را رہا کرد مسافت می نمود تا بدان موضع کہ اکنوں مسجد رسول خدا ہے است برسید ناقہ زانو زد وانتظار گردآمدہ دیگربارہ ناقہ برخواست و چند گام دیگر رفتہ بموضع ممبر رسید و زانو زد بجفت رسول خدا پیادہ شد واں زمین البقعت حصارے بود از دو یتیم خزنہ زاد سہیل و سہیل نام داشتند پسران رافع عمر بودند وسعد بن زرارہ کفالت ایشاں می کرد دریں وقت اہل آں محلت مجتمع شدند ہر کس آں حضرتؐ را ...... فرائے خویش دعوت می نمود ...... بروایتے خالد بن زید کہ مکنی ابو ابو ایوب انصاری ہست پیش آمد وعرض کرد کہ خانہ من بدینجا از ہر کس نزدیک تر است و دیوار آں بدیں حصار پیوستہ است .... رسول خدائے مسئول او را با اجابت مقروں داشت ـ

مذکورہ حوالہ تاریخی سے ثابت ہوا کہ قبائل مدینہ پیغمبر اسلام کے قیام کے بارہ میں اختلاف رکھتے تھے ۔ اور ہر قبیلہ کا سردار اپنی فوقیت و ترجیح کیلئے پیغمبر اسلام کو اپنے گھر پر ٹھہرانا چاہتا تھا ۔ اس وقت تو یہ اشتیاق تھا ۔ مگر بعد کو یہی احساس و خیال تفوق و ترجیح ذاتی ۔ وجہ اختلاف و فساد بنجاتا ۔ اور اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ عبداللہ ابن ابی رئیس قبیلہ کو پیغمبر اسلام کا مدینہ میں آنا بہت ناگوار ہوا ۔ کیونکہ اسکو اہل مدینہ اپنا سلطان بنانے والے تھے ۔ اس کی سلطانی بوجہ آمد رسول منہدم ہو گئی ۔ ظاہر ہے کہ پہلے سے اسکی جماعت بھی ہو گی ۔ اس کے طرفدار اور حمایتی بھی کافی تعداد میں پیدا ہو چکے ہوں گے ۔ لہٰذا وہ کسی موقع کے متلاشی ہونگے جو وجہ اختلاف بن سکے ۔ اور یہی اختلاف پیغمبر اسلام کو مدینہ میں چھپنے نہ دے ۔ پیغمبر اسلام نے باوجود اصرار قبائل مدینہ کے کسی گھر پر قیام کو پسند نہ کیا ۔ بلکہ ہر ایک کی خواہش کو مسترد کر دیا ۔ اور اس تردید سے ثابت کر دیا کہ میری غرض صرف اتحاد ہے ۔ نا کہ عزت و امارت کی تلاش کر کے اپنا تفوق چاہنا ۔ اور معاملہ اپنے خدا کے حکم پر ڈال دیا اور فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے ۔ بس جہاں یہ ٹھہرے گی وہی میرا مقام ہو گا ۔ آخر وہی ہوا کہ اونٹنی نے ایک جگہ قیام کیا اور وہی مسجد نبوی قرار پائی اور اختلاف کی وجہ ہمیشہ کیلئے مٹ گئی ۔ یہاں بھی پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ نمایاں ہے ۔

حکمت ، واقعہ بست و ششم تعمیر مسجد نبوی

جب پیغمبر اسلام ہجرت فرما کر مدینہ میں فروکش ہو گئے اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر

قیام بھی کر چکے تو آپ اپنے قیام سے پہلے ہی مسجد کیلئے جگہ بذریعہ توقف ناقہ کے طے کر چکے تھے۔ لہذا آپ نے سب سے پہلے اس قطعۂ اراضی پر نماز کا قیام کیا۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی۔ پیغمبر اسلام نے بچوں کی کفالت کرنے والے اور متولی سعد بن زرارہ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ زمین مسجد کیلئے دیدی جائے۔ سعد نے عرض کیا کہ حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بغیر قیمت کے میں نہ لوں گا۔ اس کے بعد دونوں بچوں کو بلایا ان سے بھی یہی بات کہی گئی۔ مگر دونوں سعادتمندوں نے بھی زمین بلا قیمت دینی چاہی۔ مگر پیغمبر اسلام نے مفت لینا منظور نہ کیا۔ اور اس کی قیمت ابو ایوب انصاری نے ادا کی۔ جب زمین خرید لی گئی تو رسول اللہ نے بہ نفس نفیس مسجد کی بنیاد کھودنی شروع کر دی اور مٹی اور پتھر اٹھانا شروع کئے۔ بس یہ دیکھتے ہی مسلمان کھڑے ہو گئے اور مسجد کی تعمیر میں عرق ریزی سے کام لینے لگے۔ امام قسطلانی شارح صحیح بخاری اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں :۔

تمام مسلمان ایک ایک پتھر اٹھاتے تھے اور عمار یاسر دو اینٹ اٹھاتے تھے۔ ایک اپنے حصہ کی اور دوسری رسول خدا کے حصہ کی۔ پیغمبر اسلام نے ان کی پشت پر دست مبارک رکھ کر شاباشی دی۔ اور گرد و غبار جھاڑتے ہوئے فرمایا کہ سب کے لئے ایک ثواب ہے۔ اور تمہارے لئے دو ثواب ہیں اور دنیا میں تیری آخری غذا ایک دودھ ہو گا۔ اور بخاری نے اپنے بعض نسخوں میں اور مسلم اور ترمذی وغیرہ نے باسناد لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرما دیا تھا تقتلك الفئة الباغية اے عمار یاسر تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ وسائحی لیکر تو انہیں جنت کی طرف بلاتا ہو گا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے۔ (زرقانی [illegible])

مسجد نبوی کی تعمیر کا کام سات ماہ میں مکمل ہو گیا۔ اور مسجد کے متصل ازواج نبی کے مکانات بھی تعمیر ہو گئے۔ یہ مکانات کھجور کی شاخوں سے پاٹے گئے تھے۔ یہ مکانات چھ چھ ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لمبے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر اس کو چھو سکتا تھا۔ ان مکانات کی دیواریں کھجور کی شاخوں اور پتوں سے بنائی گئی تھیں۔ ان ازواج کے مکانات کی ترتیب یہ تھی :۔

(۱) ام سلمیٰ (۲) ام حبیبہ (۳) زینب (۴) جویریہ (۵) میمونہ (۶) عائشہ (۷) صفیہ (۸) سودہ ۔

مسجد کے متصل ایک مسقف حجرہ تھا۔ غریب مسلمان اسی میں رہتے تھے۔ انہی کو اہل صفہ کہا جاتا تھا۔ جب مسجد تعمیر ہو چکی تو رسول خدا نے بلال کو اپنے پاس بلا کر اذان دینے کا طریقہ تعلیم کیا۔

ہر صاحب فہم و سیاست مدن کا جاننے والا جانتا ہے کہ مرکزِ مقصد کے بغیر اجتماعیت قومی یا مذہبی نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا پیغمبر اسلام نے سب سے پہلے مرکز مقصد یعنی مرکز تبلیغ توحید و مرکز عبادت الٰہی کو بنایا۔ اور دعوت الی الحق کیلئے اذاں کا بے مثل طریقہ ایجاد کیا۔ اوقات نماز کو دن رات کے ۲۴ گھنٹوں پر اس طرح تقسیم کر دیا۔ کہ انسانوں کے کاروبار زندگی میں ہرج و نقصان بھی واقع نہ ہو۔ اور ان خدا کی ذات کے تخیل اور اس کی قدرت و جبروت کے تصور سے خالی الذہن بھی نہ ہو سکے۔ ان کی بت پرستی کی عادت بھی پانچ وقت اذاں اور نماز کے تکرار سے چھوٹ جائے۔ اور وہ حقیقی معنوں میں خدائے واحد کے پرستار بن جائیں۔

پیغمبر اسلام نے باقتضاء حکمت علمی مدینہ میں یہ پہلی مسجد تعمیر کر کے اسلام کا نا قابل فنا و زوال مرکز قائم کر دیا۔ گویا یہ مرکز صرف قومیت عرب کا مرکز نہ تھا۔ بلکہ منشائے الٰہی کی تکمیل کا مرکز تھا۔ اخوتِ اسلامی، ایمان باللہ، اقرار نبوت، توحید ربانی، معرفت صفات الٰہیہ کیلئے یہ مسجد اول درس خاموش بنی ہوئی تھی۔ اور اصنام پرستی، فحاشی یا بدکاری اور رسوم عہد جاہلیت کے فنا کرنے کے لئے حربۂ کاری تھی...

وہی ہوا کہ عالم میں مراکز عبادت و توحید ربانی تو بنتے گئے اور بت پرستی کی عمارتیں خود بخود مسمار ہوتی گئیں۔ آج بھی باشندگانِ روئے زمین انہیں مراکزِ عبادت (مساجد) کیوجہ سے حقانیتِ اسلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور آج بھی دشمنان اسلام دل و زبان سے معترف ہیں کہ اگر یہی اسلامی تدابیر اور تعلیمات باقی رہیں تو وہ دن دور نہیں ہے کہ تمام روئے زمین پر اسلام ہی اسلام نظر آنے لگے گا۔

حکمت واقعہ لیست و ہفتم موذن و اذان بلال

حضرت بلال کو موذن بنا کر پیغمبر اسلامؐ نے اعلیٰ حکمت علمی کا ثبوت دیا ہے۔

بلال حبشی النسل تھے رنگ سیاہ تھا اور صورت میں کریہ منظر تھے۔ اہل عرب شاندار اور گورے رنگ کے تھے۔ علاوہ بریں اہل عرب اہل حبش کو اپنے سے پست تر سمجھتے تھے۔ عرب خوش آواز خوش لہجہ اور علم قرأت سے واقف تھے۔ بخلاف اہل حبش کے کہ وہ زبانِ عربی کا لہجہ بھی نہ جانتے تھے۔ اور حروف کو ان کے صحیح مخرج سے بھی نہیں نکال سکتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام نے بلال کو موذن مقرر کر کے زعم حسن ظاہری کو مٹا دیا اور رعب حق پرستی و تقویٰ کو بڑھا دیا۔ اور اہل عالم پر ثابت کر دیا کہ ظاہری کسی قسم کا بھی حسن قابل زعم و غرور نہیں ہے۔ بس حقیقت اور خلوص ہی دیرپا ہے اور قابل فخر۔

بہ سلسلہ اذانِ اسلام ایک غلط فہمی کو بھی دور کر دینا چاہتا ہوں۔ بعض مورخین اور متقدمین نے اپنی اپنی مولفات میں لکھ دیا ہے۔ کہ اہل مدینہ و مہاجر بغیر اذان کے اکٹھا ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ بعض اصحاب نے مختلف اوقات میں خواب دیکھے۔ اور ان خوابوں میں صورت الفاظِ اذان کو دیکھا اور یہ خواب سب انہوں نے پیغمبر اسلام سے بیان کئے۔ پیغمبر اسلام نے ان کی عرضداشت کو قبول کر لیا۔ اور اسی طریقہ پر بلال کو اذان دینے حکم دیا۔

صاحبان فہم اور تاریخ دان حضرات خود غور فرمائیں کہ صورت مذکورہ قابلِ تسلیم بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اول تو پیغمبر اسلام کا تدبر، فراست، علم و حکمت ہی اتنی بلند تھی کہ اس سے کوئی مناسب وقت چیز ترک ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ اس معاملہ میں تدبیر رسول خدا عوام نو مسلموں سے کم تھی۔ تو اس کو کیا کہا جائے گا کہ حضرت محمدؐ خدا کی طرف سے آئے ہوئے آخری نبی نماز قائم کرنے کے بحکمِ خدا مبلغ اور موجد طریقہ نماز کو عرش الہٰی سے سیکھ کر آنے والے نماز رکن اول اسلام ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے نماز کے اجتماع کیلئے تدبیر سوچنے میں بے بس اور مجبور و معذور۔ پھر کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں خدا نے غیر محمدؐ کی شرکت کو منظور کر لیا۔ جبکہ فعل عرب میں لاتشرک بعبادتہٖ احدا کہہ کر خدا نے حضرت محمد کو شترِ ابوبکر لینے سے روک دیا۔ یا سورہ برأت کو اہل مکہ تک پہنچانے کے بارے میں حضرت محمدؐ کو حکم دیا کہ تم نے اپنی جانب ابوبکرؓ کو سورہ برأت لیکر مکہ بھیجا ہے ایسا نہ کرو۔ اس کار تبلیغ قرآن کو تم خود کرو یا وہ کرے جو تم میں سے ہو۔ چنانچہ حضرت محمد نے ابوبکر کو راہ مکہ میں سے واپس بلا لیا۔ اور علی کو سورہ برأت لیکر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا۔

قرائن اور اقتضائے حکمتِ پیغمبر نیز تکمیل دینِ اسلام اسی امر کے مقتضی ہیں کہ اذان جیسی مہتم بالشان شئے کو پیغمبر اسلام نے خود ہی تجویز کیا اور خود ہی بلال کو موذن مقرر کیا۔ اور خود ہی طریقہ اذان بتایا اور یہ اسی طرح بتایا جیسے آپؐ نے طریقہ نماز پنجگانہ بتایا۔ کیونکہ صورت نماز پنجگانہ خدا نے قرآن میں کہیں نہیں بتائی ہے۔ مگر پیغمبر اسلام نے ارکان نماز پنجگانہ اسطرح قائم کر دیئے کہ ان سے بہتر نظم انسانی پیدا نہیں کر سکتا ہے۔۔ اور جو عین مطابق مرضی الہٰی ہیں۔

بہر حال بعض مورخین اسلام کی یہ جدت ہے کہ انہوں نے حکمتِ عملی پیغمبر اسلام کو ناقص سمجھا اور یہ لکھ دیا کہ حضرت محمد دوسروں کے مشورہ سے ارکان اسلام و نماز وغیرہ ایجاد کرتے تھے۔ لاحول ولا قوۃ۔ اسی اذان کے معاملہ میں مندرجہ ذیل چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) فتح الباری مولفہ امام ابن حجر مکی۔

ولا یثبت منی من ذلک الا لعبد اللہ بن زید ۔ (سوائے عبداللہ بن زید کے اور کسی کیلئے بھی خواب میں صورت اذاں دیکھ کر عرض کرنا۔ ان میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوتی ۔

امام ابن حجر نے تصفیہ کر دیا کہ اذان کے بارے میں جتنی احادیث اور روایات ہیں۔ وہ سب غلط ہیں۔ صرف عبداللہ بن زید کا خواب صحیح ہے میں اس خواب کو زرقانی سے نقل کرتا ہوں ۔:۔

(۲) زرقانی جلد اول ۳۵۵ (زرقانی کی اصل عبارت کا ترجمہ)

جناب رسول خدا صلعم کے اس حکم کی شرح میں کہ آپؐ نے عبداللہ بن زید کا خواب سنکر ارشاد فرمایا۔ کہ تیرا خواب سچ ہے۔ یہ تبلایا گیا ہے کہ آپ کے اس حکم سے نباتے اذان قائم ہوئی ہے۔ تو اگر یہ فرمان بذریعہ وحی ہے۔ تو واجب الافعال ہے اور اگر نہیں ہے تو اذاں واجب نہیں ہو سکتی اس کے وجوب کے متعلق امام بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی ابی طالب سے روایت کی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اپنے رسولؐ کو اذاں کا طریقہ بتلائے تو حضرت جبرئیلؑ براق لیکر آئے اور معراج کی رات آپ کو حجاب قدس تک لیگئے ۔ وہاں آپؐ نے ایک فرشتہ کو دیکھ کر جبرئیلؑ سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے جبرئیل نے جواب دیا کہ یہ مجھ سے زیادہ مقرب الٰہی ہے۔ اور قسم اس خدا کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے اپنے وقتِ خلقت سے آجتک سوائے اس وقت کے۔ اس کو نہیں دیکھا ہے۔ یہ سنکر اس ملک نے کہا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر حجاب قدس سے فوراً آواز پیدا ہوئی کہ یہ میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ انا اکبر انا اکبر (میں سب سے بڑا ہوں) اسی طرح فرشتہ نے اذان کے تمام ارکان ختم کئے اور ہر بار حجاب قدس سے ندائے تصدیق واجابت پیدا ہوئی ۔

امام سہیلیؒ کہتے ہیں کہ :۔

پہلے ترکیب اذاں کا بذریعہ وحی نازل ہونا زیادہ قوی اسناد ہے لیکن حکم اس کا قیام مدینہ تک اٹھا رکھا گیا تھا۔ یہاں آکر تمام اہل اسلام کو وقت نماز سے اطلاع دینے کیلئے جاری فرمایا گیا ۔ یہاں تک کہ عبداللہ نے خواب میں دیکھا اور آنحضرت سے بیان کیا

لہ امام سہیلی یعنی مصنف روضۃ الانف ۔

اور اسی بنا پر آپؐ نے ان کی خواب کی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا تمہارا خواب سچا اور برحق ہے۔

اس تاریخی حوالہ نے ثابت کر دیا کہ اذان حکم خدا سے واجب کی گئی ہے۔ کسی صحابی کا خواب یا مشورہ رکنِ اسلام بنکر واجب نہیں ہوا کرتا۔ اسی حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اذان کا حکم پیغمبر اسلام کو اسی طرح کیا گیا تھا۔ جسطرح دوسرے ارکان اسلام۔ پیغمبر اسلام نے حسب موقع یعنی قیام مدینہ کے بعد اور تعمیر مسجد اول کے بعد فوراً اس حکم کو جاری فرما کر اپنی بہترین حکمت عملی کا ثبوت دیا۔

کسی مجمع کو جمع کرنے کیلئے اور بھی بہت سے طریقے ممکن تھے۔ جیسے گھنٹہ بجانا، بگل پھونکنا اور ڈھول بجانا وغیرہ۔ مگر جو طریقہ پیغمبر اسلام نے مجمع کو جمع کرنے کا ایجاد کیا۔ وہ اپنی شان آپ ہی ہے ہر کام میں اس کا اصل مقصود نمایاں رہے تو اس کو بہترین طریق کار کہتے ہیں۔ مقصد پیغمبر اسلام اعلانِ توحید خدا، اثبات نبوت اور تبلیغ حکم الٰہی تھا۔ لہٰذا انسانی زبان سے باآواز بلند و خوش آئند اس کا اظہار و اعلان بہترین طریقہ تھا۔ اسی طریقہ کو پیغمبر اسلام نے قائم کر دیا۔

اذان کے فقرات دن رات میں پانچ اوقات اپنی مقاصدِ حقیقی کا اعلان کرتے ہیں۔ گویا ہر مؤذن بوقت اذان اپنے حلقہ یا محلہ کے باشندوں کو توحید باری تعالیٰ اور صفات الٰہی کا بہترین طریقے درس دیتا ہے۔ اور ان کو دعوتِ خیر دیکر عملِ خیر پہ جمع کر دیتا ہے۔

حکمت واقعہ نسبت و مفہوم اخوت و مواخات

پیغمبر اسلام نے جب تعمیر مسجد و تعین طریقہ اعلان سے فراغت حاصل کر لی۔ تو اقتضائے حکمتِ پیغمبر نے مہاجرین و انصار کی بیگانگی و فصل کو وصل و یگانگت میں تبدیل کر دیا۔ مہاجرین جب مدینہ میں وارد ہوئے تھے تو بیچارے بیک بینی و دو گوش صرف لباس لیکر آئے تھے۔ اور سخت ترین مصائب و تکالیف اٹھا کر مدینہ پہنچے تھے۔ رسول اللہ نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر انصار کو جمع کیا اور فرمایا:۔

تاریخ ابن ہشام مصری جلد اول ص ۱۸۹ (ترجمہ عبارت)

جناب رسول خدا نے جماعت صحابہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

فقال فیما بلغنا و نعوذ باللہ ان نقول علیہ مالم یقل تاخوا فی اللہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی ابن ابی طالب فقال ھذا اخی فکان رسول اللہ سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین الذی لیس لہ خطیر و لا نظیر من العباد

وعلی ابن ابی طالب اخوین وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسد اللہ واسد رسول اللہ وعم رسول اللہ صلعم الخ۔

فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم آیا ہے اور اگر نعوذ باللہ جو میں کبھی تم سے ایسی بات کہوں جو مجھ سے نہ کہی گئی ہو کہ میں تم لوگوں کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کروں اور تم لوگوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دوں۔ اس کے بعد آپ نے علی ابن ابی طالب کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ رسول اللہ صلعم سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب العالمین تھے۔ اور بندوں میں کوئی شخص سوائے علی ابن ابی طالب کے رسول اللہ کا نظیر و مثل فی القدر و منزلت نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بنا پر یہ دونوں بزرگوار بھائی بھائی بنے اور حضرت حمزہ جو اسد اللہ اور اسد رسول کے لقب سے مخصوص تھے۔ اور جناب رسولخدا کے چچا تھے۔ زید بن حارثہ کے ساتھ جو آپ کے غلام تھے۔ بھائی بنے۔ چنانچہ جنگ احد میں زخمی ہو کر قریب وفات حضرت حمزہ ہی کو وصیت فرمائی تھی۔ اور جناب جعفر ابن ابی طالب جن کا لقب ذوالجناحین (دو بازو والے) اور طیار فی الجنت (بہشت میں اڑنے والے) تھا اور معاذ ابن جبل انصار کے جو بنی سلمہ کے بھائی ہوئے تھے بھائی بنائے گئے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت جعفر طیار ابن ابی طالب اس وقت تک ملک حبشہ میں مقیم تھے۔۔۔

(۲) سیرت النبی شبلی نعمانی:۔

شبلی نعمانی نے عقد مواخات کا سلسلہ اس طرح لکھا ہے۔:۔

نام مہاجر	نام انصار	نام مہاجر	نام انصار
حضرت ابوبکر	خارجہ بن زید	حضرت عمر	عتبان بن مالک
حضرت عثمان	اوس بن ثابت	ابوعبیدہ جراح	سعد بن معاذ
زبیر بن العوام	سلامہ بن وقش	مصعب ابن عمیر	ابوایوب انصاری
عمار بن یاسر	حذیفہ بن یمان	ابوذر غفاری	منذر بن عمر
سلمان فارسی	ابودرداء	بلال	ابورویحہ
ابوحذیفہ بن عتبہ	عباد بن بشر	سعید بن زید	ابی بن کعب

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ کہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہو جائے۔ لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلام کی تکمیل کا سامان تھا۔ سیر قرآنی

حوالہ سیرۃ النبی سے مندرجہ بالا انصار و مہاجرین کا سلسلہ اخوت تو معلوم ہوا۔ مگر شبلی مرحوم کی کوتاہ قلمی نے حمزہ ابن عبد المطلب اور علی ابن ابی طالب و جعفر ابن ابی طالب و حضرت محمدؐ و زید بن حارثہ اور معاذ بن جبل کے سلسلہ اخوت کو ترک کر دیا۔ میں نے تاریخ ہشام کے حوالہ کو سطور بالا میں نقل کیا ہے اس تاریخی حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے علی کو اپنا بھائی بنایا۔ اور حمزہ کو زید بن حارثہ غلام کا بھائی بنایا۔ اور اس اخوت میں اعلیٰ ترین حکمت مضمر تھی۔ جس کے فوائد اجمالاً بیان کروں گا۔

بہر حال پیغمبر اسلام نے مہاجر اور انصار کو باہم بھائی بھائی بنا کر صرف انصار کی ہمدردی کا مہاجرین کو حقدار ہی نہیں بنایا بلکہ ہر مسلم کو ہر مسلم کا بھائی بنا دیا۔ حبشی ہو کہ ایرانی، ہندی ہو کہ پاکستانی، عربی ہو کہ عجمی روسی ہو کہ امریکن، برطانوی ہو کہ جرمنی کسی ملک یا کسی قوم کا باشندہ ہو اگر وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے تو وہ بھائی بھائی ہے اور وہ ایک دوسرے کے درد دکھ کا شریک ہے اور اس وقت تک ۱۹۶۹ء ہے دنیا کے مذاہب مع اپنے اصول اور جذبات کے فنا ہو چکے ہیں۔ مگر اسی اخوت اسلامی کے رشتہ سے ہر ایک مسلمان باہم بھائی بھائی بنا ہوا ہے۔ سالہا سال گذر چکے ہیں کہ ممالک یورپ و اقوام یورپ اپنی طاقت سے منتشر اور متفرق مسلمانان عالم کو اپنی ...... سیاست کا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں انتشار و افتراق پیدا کر دینے کے درپے ہیں۔ مگر کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری۔ صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا۔ اقبالؒ۔

اسلام اور اہل اسلام کے قائم رہنے اور ارتقاء کا وسیلہ اور اسلام کو ہر آنے والی تباہی سے بچانے والی سپر صرف یہی اخوت اسلامی ہے۔ جو پیغمبر اسلام کی برمحل حکمت کا نتیجہ ہے۔

پیغمبر اسلام نے رشتۂ اخوت سے صرف کلمہ گو افراد کو بھائی بھائی ہی نہیں بنایا یا مہاجرین کی صرف وقتی ہمدردی ہی انصار میں پیدا ہی نہیں کر دی۔ بلکہ علی کو جو رشتۂ نسب کے اعتبار سے پیغمبر اسلام کے بھائی تھے۔ سلسلہ اخوت میں پھر اپنا بھائی بنا دینا ایک اہم معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔ تاریخ ابن ہشام نے (حوالہ مذکور) لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام سید المرسلین امام المتقین، ور رسول رب العالمین تھے۔ اور ان کا مثل بجز علی کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ واقعی یہ امر واقعہ ہے۔ علی کی حسبی و نسبی قرابت رسول اللہ سے ایک علیحدہ چیز تھی۔ مگر ہجرت کے بعد عہد رسالت و نبوت پانے کے لیے اگر پیغمبر اسلام علی کو اپنا اخی نہ فرما دیتے تو خلاف حکمت رسول ہوتا۔ اور سلسلہ امور تبلیغی میں ایک کمی رہ جاتی۔ لہٰذا ضروری امر تھا کہ بعد ہجرت و اعلان نبوت اور بوقت تبلیغ حکم الٰہی یعنی عقد مواخات میں پیغمبر اسلام علی کو اپنا اخی قرار دیں تاکہ یہ اخوت اخوت رسالت و نبوت ہو سکے۔ اور یہ اخوت رسالت و نبوت بحکم خدا قرار پا گئے

کیونکہ بقول ابن ہشام رسول خدا نے انصار کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں وہ خدا کا فرمان ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں تم کو باہم بھائی بنا دوں۔ لہٰذا رشتۂ اخوت کا قائم ہونا حکم خدا کی تعمیل تھی۔

اور اس موقع پر رسولؐ نے جسکو اپنا بھائی بنایا۔ وہ بھائی کارِ نبوت و ہدایت میں ہوا۔ اگر اس موقع پر بحیثیت بشر ہونے کے پیغمبر اسلام اعلانِ اخوت علی کرتے۔ تو تحصیل حاصل ہوتا اور ایک فعل عبث۔ دنیا جانتی تھی کہ علی پیغمبر اسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ پھر مدینہ میں آکر خاندانی و نسبی بھائی کو پھر بھائی بنا لینا کیا معنی رکھتا تھا۔ عقل انسانی واجب کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام پر ایک فعل عبث کرنے کا الزام نہ لگایا جائے۔ بلکہ فعلِ حکیم لا یخلو عن الحکمۃ کے مطابق پیغمبر اسلام کا یہ فعل عین حکمت سمجھا جائے اور وہ حکمت یہی تھی کہ پیغمبر اسلام بحیثیت نبی و رسولِ آخر الزماں ہونے کے فرما رہے تھے کہ علی میرا بھائی ہے۔ گویا یہ اخوت علی بحیثیت اخوتِ نبوت و رسالت تھی۔

درحقیقت پیغمبر اسلام نے علی کو اس موقعہ پر اپنا اخی بنا کر ایک اعلیٰ نمونۂ حکمت پیش کیا ہے۔ ہجرت کے بعد سے ہی بابِ کارہائے نبوت وا ہوتا ہے، مدینہ پہنچ کر ہی مسجد کی تعمیر ہوتی ہے۔ اذان و امامت کی ابتداء ہوتی ہے۔ ارکان عبادت ذاتی و اجتماعی شروع کئے جاتے ہیں۔ جہاد و غزوات پیغمبر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ گویا امر دین و تبلیغ توحید رب العالمین کی اشاعت حقیقی معنوں میں اب شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام کو اپنے قوتِ بازو شریکِ کارِ تبلیغ کی اب ضرورت ہوگی۔

لہٰذا پیغمبر اسلام نے اس سخت کام اور مشکل وقت کیلئے ایسے شخص کو برائے اخوت منتخب کیا جس کی نظیر دنیائے تاریخ پیش ہی نہیں کر سکتی اور نہ آئندہ تاریخ عالم اس انتخاب کی نظیر پیش کر سکے گی۔ کیونکہ منتخب فرد سے جتنی توقعاتِ شرکت ممکن ہو سکتی ہیں۔ وہ تمام علی نے آخری عمر تک پوری کر کے اس طرح سے دکھائیں کہ تاریخ عالم بے چوں چرا شاہد ہے۔

اسی اخوت باہمی سے پیغمبر اسلام نے ایک اہم مسئلہ بھی طے کر دیا۔ ہمیشہ سے آجتک یہی ہوتا رہا ہے۔ کہ ذی نسب و اعلیٰ حسب انسان کم نسب انسانوں سے اپنے کو اعلیٰ و برتر سمجھتے ہیں۔ دنیا آج بقول موجودہ اہل دنیا کے اعلیٰ تہذیب و تمدن تک پہنچ چکی ہے۔ مگر ہر قوم و ملت میں اعلیٰ و ادنیٰ افراد موجود ہیں۔ یہ پستی اور برتری بحیثیت خاندان بھی موجود ہے، بحیثیت دولت و عزت بھی پائی جاتی ہے۔ بحیثیت علمیت و جہالت بھی ملتی ہے۔ عہد پیغمبر اسلام میں اس تفوق ذاتی کا بہت زور و شور تھا۔ ارباب تاریخ ان واقعات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ عرب اپنے تفوق

پر سب کچھ قربان کر دیا کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام کا مقصد تھا اخوت و مساوات انسانی قائم کرنا۔ لہٰذا آپ نے اس پہلے ہی موقع پر اس اہم کام کو انجام دیا۔ اور بہترین طریقہ پر انجام دیا۔ حضرت حمزہ بقول ابن ہشام اسد اللہ اور اسد رسول کا لقب رکھتے تھے اور پیغمبر اسلام کے چچا تھے۔ رئیس ابن رئیس عبد المطلب کے صاحبزادہ تھے۔ مکہ میں اعلیٰ حیثیت اور علمی قدر دانی رکھتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان کو زید بن حارثہ غلام کا بھائی بنا دیا۔ گویا آج ہی سے درجات انسانیت کو تقسیم کر دیا۔ اور بتا دیا کہ خاندانی شرافت تمول اور دولتمندی وجہ افتخار نہیں ہے۔ انسان بلحاظ انسان مساوی ہے۔ کسی کو کسی پر تفوق کا خیال بھی نہ لانا چاہیئے۔۔۔

اس موقعہ پر میں اطاعت خدا و رسولؐ کا بہترین نمونہ حضرت حمزہ میں دیکھ رہا ہوں حالانکہ وہ حضرت محمدؐ کے چچا ہیں۔ بزرگ ہیں۔ اعلیٰ خاندان ہیں۔ مگر بھتیجے کو پیغمبر خدا مان لیا ہے۔ اب حکم پیغمبر پر سر تسلیم خم ہے۔ اور غلام کے بھائی بنا دینے پر بخوشی راضی ہیں۔

معاہدہ بست و ہشتم معاہدہ صلح یہود

خاص مدینہ اور اس کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ

ان قبائل نے اپنے لئے مضبوط قلعے اور برج بنا رکھے تھے۔ انصار کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج ان میں باہم جو معرکہ ہوا تھا (جنگ بعاث) اس نے انصار کے قبیلوں کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ یہود اس مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے کہ اوس و خزرج کبھی متحد نہ ہونے پائیں۔ ان اسباب کی بنا پر جب آنحضرت مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے باقتضائے حکمت یہ کام کیا کہ یہود اور قبائل انصار کے معاملہ کو صاف کر دینا چاہا۔ لہٰذا آپؐ نے ان قبائل کو بلا کر بات چیت کی اور بالآخر حسب ذیل شرائط پر یہ ایک معاہدہ لکھوایا۔ تاریخ ابن ہشام میں یہ معاہدہ بہ تفصیل لکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہے :۔

۱ خوں بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے وہ قائم رہے گا۔

۲ یہود کو مذہبی آزادی ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۳ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے گا۔

۵ کوئی فریق قریش کو امان نہ دیگا۔

۶ مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک یک دیگر ہوں گے۔

۷ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی

اس سے مستثنیٰ رہے گی ۔ (اسوۂ رسولؐ جلد دوم ص۳۴۴)

(۲) تاریخ ابن ہشام جلد دوم ص۱۲۸ مصری۔

۱	ھذا کتاب من محمد النبی بین المؤمنین والمسلمین من قریش ویثرب من تبعھم فلحق لھم وجاھد معھم	یہ تحریر محمد نبی کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کیساتھ جو مسلمانوں کیساتھ متحد اور کاروبار میں شامل ہیں
۲	انھم امة واحدة	۲ - یہ لوگ ایک قوم سمجھے جائیں گے ۔
۳	ان یھود بنی عوف امة مع المؤمنین	۳ - بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کیساتھ ایک قوم شمار ہونگے
۴	وان بینھم لنصر علی من حارب اھل ہذہ الصحیفه	۴ - جو کوئی ان معاہد قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا مسلمان معاہدہ والوں کی نصرت کریں گے ۔
۵	وان بینھم النصح والنصیحه والبر دون الاثم	۵ - مسلمانوں کے تعلقات معاہد قوموں کیساتھ خیرخواہی خیراندیشی اور فائدہ رساں ہونگے ضرر دگناہ کے کام نہ ہونگے
۶	وان الیھود ینفقون مع المؤمنین ماداموا محاربین	۶ - یہود ایام جنگ میں جنگی مصارف برداشت کرنے میں شریک ہوں گے ۔
۷	وان بطانة یھود کانفسھم	۷ - یہود کے حقوق جانبدار قومونکے برابر سمجھے جائیں گے ۔
۸	وانه یاتم امرا لحلیفه	۸ کوئی شخص معاہد قوم کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کریگا
۹	وان النصر للمظلوم	۹ - مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی ۔
۱۰	وان یثرب حرام جوفھا لاھل ھذہ الصحیفه	۱۰ سب لوگوں پہ مدینہ کے اندر اس صحیفہ کی رو سے کشت و خون کرنا حرام ہو گا ۔
۱۱	وان الجار کالنفس غیرہ مضار ولا اثم	۱۱ - ہمسایہ قومیں بھی معاہد قوموں جیسی سمجھی جائینگی بشرطیکہ وہ ضرر رساں وحامل گناہ ثابت نہ ہوں۔
۱۲	وانه ، کان بین اھل ھذہ الصحیفة من حدث او اشتجار یخاف فسادہ فان مردہ الی اللہ عزوجل والی محمد النبی (صلعم)	۱۲ - معاہدہ والی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائیگا جس میں آئندہ فساد کا خوف ہو گا تو اس امر کا فیصلہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلعم کے متعلق کیا جائے گا ۔
	(ابن ہشام جلد اول مطبوعہ بولاق مصر ص۱۷۸)	(تاریخ ابن ہشام ص۱۲۸)

معاہدہ مذکورہ میں بارہ دفعات ہیں ۔ عقلائے زمانہ اور حکمائے عہد جن کو اپنی سیاست حاضرہ پر بہت کچھ ناز ہے ۔ اس معاہدہ کی شرائط پر غور کریں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس معاہدہ کی ہر دفعہ انتہائی مساوات پر مبنی ہے ۔ اور حقوق انسانی کی نگرانی اور ان کے تحفظ میں کوئی کسر نہیں رکھی ہے ۔ جب یہ معاہدہ کیا گیا تھا ۔ اس وقت مسلمانوں کی طاقت گویا صفر کے برابر تھی ۔ اور تقریباً پیغمبر اسلام مع چالیس افراد اپنے وطن سے بجبر نکالے گئے تھے ۔ اور مدینہ میں نو وارد تھے ۔ باایں ہمہ معاہدہ کی ہر شرط ظاہر کرتی ہے کہ پیغمبر اسلام نے ۔ اگر یہود کو بے موقعہ دبایا نہیں تھا تو خود بھی نہیں دبے تھے ۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی بات کو اونچا ہی رکھا تھا ۔ معاملہ ذاتی و ملکی نہ تھا ۔ بلکہ اسلام دین الہٰی تھا ۔ دین الٰہی کا استحکام اور اشاعت مقصد حقیقی پیغمبر اسلام تھا ۔ لہٰذا ایسا ہی معاہدہ کیونکر دب کر کیا جا سکتا تھا ۔ البتہ اسلام نے حقوق انسانی کو بلحاظ مساوات انسانی و انسانیت تسلیم کیا ۔

یہود اگرچہ دشمن اسلام تھے ۔ مگر تھے تو انسان لہٰذا ان کے حقوق کا اتنا لحاظ رکھا گیا کہ ان کو ایک ہی قوم تسلیم کیا گیا ۔ اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہر دو فریق مظلوم کی مدد کو اپنا فریضہ اولین سمجھیں گے ۔ یہ ایسی زریں شرط تھی کہ اگر دنیا والوں نے کافر ہوں یا مسلم یہود ہوں کہ نصاریٰ ، ہندو ہوں کہ پارسی ، امریکن ہوں یا انگریز ، فرانسیسی ہوں یا جرمنی ۔ اگر انہوں نے ہر معاہدہ صلح و جنگ میں بلحاظ تحفظ حقوق انسانیت اس شرط کو لازم معاہدہ بنا لیا ہوتا ۔ تو آج دنیا شعلہ ہائے جنگ کی طرف نہ بڑھتی ۔ اور آئندہ جس جہنم جنگ و جدال میں منہ کے بل گرنے والی ہے ۔ اس سے محفوظ رہتی ۔ صدیاں گذرنے کے بعد تمدن و علم ، معاشرت انسانی نے انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کیا ہے ۔ کہ وہ تمام اقوام و ممالک کی نمائندہ ایک کونسل بنائے اور انسانی حقوق کا تحفظ کیا جائے ۔ مگر لاحول ولا قوت ! یہ سلامتی کونسل بھی مثل دیگر طریقہائے استبداد اور حکومت جابرانہ کے بقاء اقتدار ، اور تحفظ حقوق ذاتی کا ڈھونگ ہے اور بس ! ظاہر تو یہ کیا جاتا ہے کہ کمزور اور مظلوم کی مدد کی جائے گی ۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ کمزور اور مظلوم کو ہضم کر لیا جاتا ہے اور اس کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی پر نہیں چھوڑا جاتا ۔

پیغمبر اسلام نے تیرہ سو سال قبل اپنے پہلے معاہدہ ہی میں یہ شرط صلح لگا دی تھی کہ بہر حال مظلوم کی مدد کی جائے گی ۔ اور ظالم سے مقابلہ کیا جائے گا ۔ گویا پیغمبر اسلام نے اپنے اس معاہدہ سے یہ ظاہر کیا کہ اسلام کا پہلا کام مظلوم کی مدد ہے ۔ اور تادم آخر اسی کام پر آنحضرتؐ نے اپنا مشن

مبنی کر دیا تھا۔ آئندہ واقعات تاریخی پیش کئے جائیں گے۔ مندرجہ بالا عنوان سے یہ بحث خارج ہے۔

اس معاہدہ کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دشمنان اسلام یہود جو ابتدائے بعثت سے ہی مخالف اسلام تھے اہل اسلام کے حلیف بن گئے۔ اور ابتدائی مرکز اسلام یعنی مدینہ ہی کی اقوام میں اختلاف کے پیدا ہو جانے اور مذہبی مخالفت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ختم ہو گیا۔ مدبرین عالم کا یہی دستور ہے۔ کہ وہ پہلے اپنے اندرون ملک کے افراد کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہیں۔ تاکہ ان کے آئندہ مقاصد میں رو کاوٹیں پیدا نہ ہوں۔ پیغمبر اسلام کو معلوم تھا کہ اہل مکہ اور قبائل قریش کی دشمنی بڑھتی ہی جائے گی۔ وہ آئندہ مدینہ پر حملہ بھی کریں گے۔ لہذا سب سے پہلے یہی ضروری ہے کہ اندرون شہر کے مختلف جماعتوں اور قوموں کو متحد کر دیا جائے۔ تاکہ پھر اندرونی ریشہ دوانیاں ممکن نہ ہو سکیں۔ پیغمبر اسلام کا یہ خیال صحیح نکلا اور اہل مکہ نے چند روز کے بعد ہی مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اگر پیغمبر اسلام نے مدینہ میں پہلے ہی سے یہ معاہدہ نہ کر لیا ہوتا۔ تو یقیناً قریش حملہ آور حملہ سے قبل اہل مدینہ خصوصاً یہودیوں کو اپنا موافق اور اسلام کا مخالف و دشمن بنا لینے میں کامیاب ہو جاتے۔ اور پھر جنگ اول ہی مسلمانوں کیلئے خطرناک ثابت ہوتی پیغمبر اسلام کے تدبر و حکمت عملی نے اس خطرہ سے اہل اسلام کو محفوظ کر لیا۔

معاہدہ کی دفعہ ۳ میں لکھا گیا ہے کہ انھم امۃ واحدۃ۔ یہ تدبیر بہت ہی عاقلانہ تھی کہ اہل مدینہ کو امت واحدہ تسلیم کر لیا جائے۔ تاکہ فریقین کی ہر قسم کی ذمہ داری مساویانہ حیثیت سے رہے اگر معاہدہ میں یہ جزو فرو گذاشت ہو جاتا۔ تو بربنائے اختلاف عقائد و مذاہب و اختلاف قومیت فسادات اندرونی ضرور پیدا ہو جاتے مگر اس دفعہ نے ان سب کا سد باب کر دیا۔

حکمت واقعہ لبست و نہم واقعہ نقیب

سن ہجری کا پہلا سال تھا۔ کہ انصار و معززین مدینہ میں سے دو مقرب رسول اور معزز افراد نے وفات پائی۔ کلثوم بن الہدم اور سعد بن زرارہ۔

کلثوم بن الہدم وہ شخص تھے کہ جب رسول خدا مدینہ تشریف لائے۔ تو انہی کے گھر قیام فرمایا اور صحابہ بھی ان کے ہی مکان پر قیام پذیر ہوئے تھے۔

سعد بن زرارہ ان چھ افراد میں سے تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں جا کر پیغمبر اسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور سب سے پہلے بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ یہ فخر بھی انہیں کو حاصل تھا کہ مکہ سے مدینہ میں آ کر سب سے پہلے انہوں نے ہی جمعہ کی نماز قائم کی تھی۔ چونکہ یہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے ان کی وفات پر قبیلہ بنی نجار نے پیغمبر اسلام سے درخواست کی کہ کسی کو نقیب مقرر کر دیا جائے۔

ابتدائے اسلام پیغمبر اسلام نووارد ہیں عرب کے لوگ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف شدید پیدا کرنے والے اور بات بات پر برسوں جنگ و جدال کرنے والے۔ ان حالات کے تحت میں پیغمبر اسلام کو خیال ہوا کہ اگر کسی کو نقیب مقرر کیا گیا۔ تو ابھی سے اختلاف شروع ہو جائے گا۔ لہذا آپ نے خندہ پیشانی سے ارشاد فرمایا کہ میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ چونکہ آپ کا ننہال اسی قبیلے میں تھا۔ اس لئے اور قبائل کو رشک کا موقع نہیں ملا۔ اور معاملہ یہیں ختم ہو گیا۔ بظاہر تو یہ بات بہت حقیر نظر آتی ہے مگر جنگجو فطرت کے دیکھنے والے جانتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے خود نقیب قبیلہ بنی نجار بنکر اور ایسا معمولی کام اختیار کر کے قبائل میں ہر دلعزیزی حاصل کرتے ہوئے ابتدائی اختلافات کو (جو آئندہ راہ اسلام میں سنگ راہ بن جاتے) دور کر دیا۔ اور یہ تھی حکمت پیغمبر اسلام جس کی وجہ سے مشکلیں آسان گئیں۔۔۔

حکمت واقعۂ سی ام تحویل قبلہ

۲ھ ۱۵ شعبان بروز سہ شنبہ ہجرت کے ۱۸ ماہ کے بعد پیغمبر اسلام نے قبلہ بدل دیا اور مطابق تحقیق صاحب روضۃ الصفا ۱۵ رمضان ۲ ہجری کو پیغمبر اسلام نے قبلہ بدل دیا۔ بہر حال واقعہ یہ تھا کہ خانہ کعبہ کفار قریش کی عبادت گاہ تھا۔ اور صرف اسلئے کہ عرب کے نامور بت اسی میں نصب تھے۔ مگر اہل کتاب اپنا قبلہ بیت المقدس کو سمجھتے تھے، یہودیوں کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا۔ یہودی کافی طاقتور اور باا ثر تھے۔ پیغمبر اسلام نے بھی اپنا قبلہ بیت المقدس ہی کو قرار دیا تھا۔ کہ نو مسلموں میں سمت قبلہ کی وحدت کا ایک وجہ ترغیب اسلام ہو۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کا خیال صحیح نکلا اور علاوہ مسلمانوں کے یہودی بھی نماز میں شرکت کرنے لگے اور خوشی خوشی اپنے کو مسلمان کہنے لگے۔ اسی کے ساتھ عیسائی بھی بیت المقدس ہی کو قبلہ جانتے تھے۔ وہ بھی بوجہ وحدت قبلہ اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔ اور ان کا تنفر اور ضد کم ہونے لگی اور پیغمبر اسلام کی اس حکمت و تدبر سے ان دونوں مذاہب کے افراد اور نیز کفار قریش مسلمان ہونے لگے لیکن یہ مسلمان ایسے بن رہے تھے جن کے عقائد خالص موحدین اسلام سے مختلف تھے۔ پیغمبر اسلام نے جب یہ دیکھا کہ اغیار کا تنفر تو دور ہو گیا ہے۔ مگر خلوص فی الاسلام کا مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے اور حقیقی اسلام خلوص ہی ہے۔ لہذا آپ نے بعثت کے بارھویں سال اور ہجرت کے ۱۸ ماہ کے بعد قبلہ کا رخ بدل دیا۔ بیت المقدس کو قبلہ بنانے میں تو یہ حکمت تھی کہ ہر یہودی اور عیسائی اور بت پرست (بوجہ رسم قدامت پرستی)، بیت المقدس کو اپنا قبلہ سمجھتا ہی تھا۔ لہذا اس کو اہل اسلام سے مغائرت نہ ہوتی تھی۔ اور وہ اہل اسلام کے گروہ میں شامل ہو جاتا تھا۔ اور رفتہ رفتہ وہ اسلام قبول کر لیتا۔ مگر یہ مسلمان اس قسم کے مسلمان

نہیں بن رہے تھے جیسے مسلمانوں کو پیغمبر اسلام پسند کرتے تھے۔ یا جو حقیقی معنوں میں پرخلوص مسلمان کہے جانے کے مستحق تھے۔ یا ان سے آئیدہ جماعتِ اسلامی کو تقویت حاصل ہو سکتی تھی۔ یا جو حقیقی معنی میں رہتی دنیا تک نمونہ اسلام بن سکتے تھے۔ بلکہ یہ مسلمان بظاہر مسلمان تھے اور بباطن منافق۔ پیغمبر اسلام کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ اور اندرونی طریقہ پر اسلام کی بیخ کنی بھی کرتے تھے۔ لہٰذا اقتضائے حکمتِ نبوی یہ ہوا کہ اب مشترک قبلہ کو بدل دیا جائے۔ تاکہ جماعت اسلامی من حیث المجموع پرخلوص جماعت بن جائے۔ چنانچہ آپؐ نے حالتِ نماز ہی میں یکایک قبلہ کو بدل دیا۔ اور اپنا رخ بجائے بیت المقدس کے خانہ کعبہ کی جانب کر دیا۔ میں اس واقعہ کو تاریخ مدینہ امام نور الدین سمہودی کی اصل عبارت ترجمہ فارسی کو پیش کرتا ہوں :-

(۱) ازنجا آنست کہ تحویل قبلہ در مسجد قبلتین بودہ۔ منقول است کہ رسول اللہ فرمود کہ زیارت

کرزم ام بشر را در بنی سلیم پس او برائے ما و برائے ایشاں کہ ہمراہ بودند طعام درست دادہ و وقت ظہر در آمد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باصحاب در موضع مسجد قبلتین نماز ظہر می گذارد و چوں دو رکعت نماز کرد مامور شد کہ رو بہ کعبہ کند۔ پس آنحضرت صلعم روئے مبارک خود سوئے کعبہ گردانید و ہمین قبلہ است کہ خدائے تعالیٰ می فرماید فلنولینک قبلۃ ترضٰھا۔

(ہم نے تم کو اے محمد اس قبلہ کی طرف پھیر دیا جس سے تم راضی تھے یا جسکو تم چاہتے تھے کہ قبلہ بنجائے)

واقعہ کی نوعیت آیت کا منشاء، خدا کے فرمان کا انداز بتاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی حکمتِ عملی میں وہ خوبیاں جمع تھیں کہ خدا نے بھی پسند کیا۔ اور حضرت محمد نے بھی پسند کیا۔ اور اسی لئے خدا نے فرمادیا کہ اے پیغمبر تمہاری خوشی پر ہم بھی خوش ہیں۔ یعنی قبلہ اول بیت المقدس کو منسوخ کر کے خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیتے ہیں۔ اب یہ کام تمہارا ہے کہ میرے گھر کو بتوں سے کیونکر صاف و پاک کرتے ہو۔

بہر حال بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنانا تھا۔ کہ یہودی، عیسائی اور دیگر مشرکین جو صرف وحدت قبلہ کی وجہ سے دائرہ اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ علیحدہ ہونے لگے۔ بس منشاء پیغمبر اسلام پیدا ہونے لگا۔ اس وقت تک اسلام میں غربت ہی غربت تھی۔ اور کوئی وجہ رغبتِ اسلام پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ لوگ اسلام کو ظاہر بظاہر چھوڑ کر الگ ہونے لگے۔ اور جو فی الجملہ کچھ اعتقاد پیدا کر چکے تھے۔ وہ بوجہ خوف مشرکین علیحدہ ہو گئے صرف راسخ الاعتقاد اور پختہ طبیعت انسان حلقہ اسلام میں باقی رہ گئے۔..

اب یہ وہ مسلمان تھے جن میں کا ہر ایک مسلمان دس کافروں کیلئے کافی تھا۔ اور ہر ایک اسلامی جذبات کے نشہ میں سرمست و مدہوش تھا۔ اس دور کے بعد سے جو مسلمان حلقہ اسلام میں آئے وہ یہ سمجھتے ہوئے آئے کہ جس طرح دین اسلام ہر معاملہ میں اپنی علیحدہ خصوصیات رکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا قبلہ بھی علیحدہ

ہے۔ اور خصوصیات بھی علیحدہ ہیں۔ اب اشتباہ کا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ اگر پیغمبر اسلام قبلہ کو نہ بدلتے تو آپ کی وفات کے بعد ہی یہ نومسلم سب کے سب عیسائی اور یہودی اور مشرک بنکر اپنے اجداد کے مذاہب کی جانب واپس ہو جاتے اور اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ مگر پیغمبر اسلام نے قبلۂ مسلم بناکر اور قبلۂ اول کو بدل کر ہر مسلم کیلئے شاہراہ اسلام کو واضح تر کر دیا۔ جس میں مخفی گمراہی کا کوئی شائبہ تک باقی نہیں بلکہ اب تو یہی تھا کہ جو شخص بھی مذہب اسلام کو قبول کرے۔ وہ سمجھ بوجھ کر اسلام قبول کرے کہ اس کا دین نصاریٰ اور یہود کے دین سے جدا ہے۔ اور اس کا قبلہ بھی علیحدہ ہے۔ پیغمبر اسلام نے تحویل قبلہ کرکے مرکزیت کو قائم کر دیا جو قیامت تک غیر فانی اور غیر متزلزل رہے گی۔

دفع اعتراض قرآن مجید میں تحویل قبلہ کے بارے میں آیات ہیں۔ اور حکم تحویل قبلہ کے بارہ میں بھی آیت ہے :-

فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره

ترجمہ :- تم اے رسول اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو اور جہاں کہیں رہو اسی طرف اپنا منہ پھیرو

اس موقع پر یہ اعتراض ناظرین کے دماغ میں پیدا ہو سکتا ہے کہ حکم خدا کو کیوں حکمت پیغمبر اسلام کے تحت میں لکھا گیا۔ تو یہ مصلحت ربانی تھی۔ اس پر عمل کرنا تو پیغمبر اسلام کا فریضہ ہی تھا۔ اس میں حکمت و تدبیر انسانی کا کیا دخل تھا۔ اس کے بارہ میں کسی طویل بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ چند الفاظ پیش کئے جاتے ہیں وہ یہ کہ :-

یوں تو حضرت محمد صلعم کا ہر فعل اور ہر قول حقیقی معنی میں مطابق حکم الٰہی تھا۔ کیونکہ قرآن نے اس کی شہادت تو دی ہے۔ ما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحىٰ (رسول اپنی خواہش سے بات بھی نہیں کرتے جو وہ کہتے ہیں وہ وحی خدا ہوتی ہے) گویا قول محمد قول خدا ہوتا تھا۔ مگر ہم کو اس بحث سے سروکار نہیں ہے ہمکو تو حضرت محمد کو بلحاظ بشریت اور کمال انسانیت بحیثیت ایک انسان کامل کے محمد کو پیش کرنا ہے۔ اسلئے ہم ہر اس واقعہ کو لکھیں گے جس سے حکمت خدی ظاہر ہوتی ہو گی۔ اس آیت کے علاوہ وہ آیت جسکو میں نے تاریخی حوالے سے پیش کیا ہے۔ فلنولينك قبلة ترضها (دیکھئے تم کو اے محمد اس قبلہ کی طرف پھیر دیا جسکو تم پہلے سے پسند کرتے تھے۔) یہ آیت خود بتاتی ہے کہ حضرت محمدؐ کی حکمت عملی پہلے سے اسی کو چاہتی تھی کہ بیت المقدس ایک مشترک قبلہ اہل اسلام کا قبلہ نہ رہے۔ بلکہ چونکہ دین اسلام تمام ادیان ماسبق کا ناسخ ہے۔ اور بلحاظ دین کے جامع ترین دین ہے۔ اس کا قبلہ بھی علیحدہ ہو۔ مگر حضرت محمد اپنے ہر فعل میں رضائے خدا کے جویائے

لہذا خدا نے اپنی رضا کا بھی اظہار فرمادیا۔ اور یوں فرمایا کہ اے حبیب جو تمہاری خوشی ہے وہ ہماری بھی خوشی ہے۔ بہر حال یہ فعل کہ قبلہ بدلا یا گیا فعل پیغمبر اسلام قرار پایا۔ اور اسکو پیغمبر کی حکمتِ عملی میں شمار کرنا عین حق وانصاف ہے۔

تاریخ تحویل قبلہ

(۱) ابن ہشام وتاریخ طبری۔

صرفت القبلة یوم الثلثاء فی شعبان علی راس ثمانیة عشر شهرا من مقدم رسول الله صلعم المدینة وعن ابن سعد النصف الشعبان۔

ترجمہ قبلہ کی تحویل شعبان کے مہینہ میں منگل کے دن مدینہ میں آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کے اٹھارہ مہینے کے بعد واقع ہوئی اور ابن سعد کے موافق ۱۵ شعبان تھی۔

حکمت واقعہ سی ویکم جنگ بدر

جنگ بدر کے اسباب اور وجوہ میں مورخین اور محدثین اسلام نے گوناں گوں باتیں لکھی ہیں۔ اور ان باتوں سے فائدہ اٹھا کر غیر مسلم مورخین نے طرح طرح کے الزام، مدبر عالم، انسان کامل حضرت محمد پر لگائے ہیں۔ اور آپ پر جارحانہ جنگ کا الزام لگایا گیا ہے۔ میں اس بیان کو طول دینا تو نہیں چاہتا۔ مگر جو کچھ میرے موضوع کے تحت میں آتا ہے۔ اور جو پیغمبر اسلام کی حکمت نظری وعملی سے متعلق ہے۔ اسکو لکھتا ہوں۔ اسی سے یہ الزام بھی خود بخود دفع ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے تاریخی وقرآنی حوالہ جات کو ملاحظہ فرمائیے بعد کو استنباط نتائج کیجئے گا۔

(۱) امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن جریر نے تاریخ طبری میں اور بیہقی نے دلائل میں لکھا ہے۔

عن علی ابن ابی طالب قال لما قدمنا المدینة اصبنا لما رها فاجتبونا واصابنا بها وعك وكان النبی صلعم متخیر عن بدر فلما بلغنا ان المشركین قد اقبلوا اسار رسول الله صلعم ببدر۔ بل ربئر فسبقنا المشركین الیها۔	حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو وہاں کے پھل کھانے کو ملے۔ جو ہمارے موافق مزاج نہ تھے۔ اسلئے ہم بیمار پڑ گئے رسول خدا بدر کو پوچھا کرتے تھے۔ جب ہم کو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہیں تو رسولؐ بدر کی طرف چلے۔ بدر کنوئیں کا نام ہے جہاں ہم مشرکین سے پہلے پہنچ گئے۔

(۲) اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر (قرآن)

جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمانوں سے) ان کو بھی اب لڑائی کی اجازت دیجاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور خدا ان کی مدد پر یقینی قادر ہے۔ (زرقانی بحوالہ صحیح نسائی جلد ا صفحہ ۶)

(۳) قاتلوا الذین فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (تفسیر ابن جریر طبری)

خدا کی راہ میں ان لوگوں سے تم بھی لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

(۴) الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الّا ان یقولوا ربنا اللہ ولا دفع الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (رحمت للعالمین)

یہ لوگ بلا وجہ اپنے ملک سے نکالے گئے صرف اسلئے کہ انہوں نے اپنے رب کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اور اگر بعض کو (حملہ آوروں کو، بعض لوگوں (مسلمانوں) سے خدا دفع نہ کراتا۔ تو ضرور عیسائیوں کے گرجا گھر، یہودیوں کے معابد، ترساؤں کے منار، اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کے نام کا ذکر کثیر ہوتا ہے۔ گرادی جاتیں۔

(۵) ناسخ التواریخ ص۲ مطبوعہ ایران۔

چوں رسول خدا از مکہ بمدینہ ہجرت فرمود۔ ابوجہل بدیں کلمات آنحضرت را پیام فرستاد یا محمد ان الخیوط التی فی راسک ھی التی ضیقت علیک مکۃ و رمتبک الی یثرب وانھا لا تزال بک حتی تنفرک و تحثک علی ما یفسدک وما یتلفک الی ان تفسدھا علی اھلھا و تصلیھم حر نار تعدیک طورک وما دری ذلک الا وسیول الی ان تسوق قریشا علیک ذلک لوره رجل واحد تقصد آثارک ودفع ضررک وبلائک فتلقاھم

جب رسول خدا نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو ابوجہل نے ان کلمات میں آنحضرتؐ کو پیغام بھیجا، اے محمد یہ خیالات باطلہ کہ جو تمہارے دماغ میں موجود ہیں۔ ان کی وجہ سے مکہ کی زمین تم پر تنگ ہوگئی اور تمکو مدینہ میں پھینک دیا۔ اور یہ بات اس وقت تک دماغ سے نہیں نکلے گی جب تک کہ یہ تم کو ایسے امور پر مجبور نہ کردے جو تمہارے فساد اور ہلاکت کے باعث ہیں۔ حتیٰ کہ تم مدینہ والوں کو بھی اپنے ساتھ برباد کردگے اور ان کو بھی اس آگ میں جھونک دوگے جو تم نے اپنے عمل سے بھڑکائی ہے۔ میں تو ایسا

بسفہائك المغترين بك دليا علك
على ذلك من هوا كافر بك مبغض لك
فيلجئه الى مساعلتك ومضارتك
خوفه لان يهلك بهلاكك و
ويعطب عياله بعطبك ويفتقر هوا
من يليه بفقرك نفقى شيعتك
اذ يعتقدون ان اعدائك اذا
قهروك ودخلوا ديارهم عنوة
لم يفرقوا بين من والاك وعاداك
واصطلموهم باصطلامهم لك واتوا
على عيالاتهم واموالهم بالسبي و
النهب كما ياتون على اموالك و
عيالك وقد اعذر من انذر و
بالغ من اوضح -

دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب پورا قبیلہ قریش
یکبارگی تم پر حملہ آور ہو کر تمہارے ...
(معاذ اللہ) فتنہ اور تمہاری ضرر رسانیوں
کا قلع قمع کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور
تم ان بیوقوفوں کے ساتھ جو تمہاری باتوں
سے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ ان کا مقابلہ کروگے
اور اس مقابلہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تمہارا
ساتھ دیں گے جو تمہارے دشمن اور منکر
ہیں۔ یہ بھی تمہاری مدد کرنے پر اسلئے
مجبور ہو جائیں گے کہ ان کو خوف ہوگا کہ
تمہارے تباہ ہونے سے وہ بھی کہیں برباد
ومفلس نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان کو یقین
ہوگا کہ تمہارے دشمن جب ان کے شہر
میں بزور داخل ہوں گے تو وہ تمہارے
دشمنوں اور دوستوں میں کوئی تمیز نہیں کریں گے۔ اور تمہاری وجہ سے ان کو بھی ہلاک
کر دیں گے۔ ان کی آل اولاد کو غارت کریں گے۔ اموال کو لوٹ لیں گے اور بچوں کو غلام و
کنیز بنا لیں گے۔ جس طرح تمہارے مال و آل کے ساتھ کریں گے۔ امید ہے کہ میرے یہ
نصائح جو میں نے بالوضاحت بیان کر دیئے ہیں تمہاری سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ اور میں
نے اپنا حق ادا کر دیا۔

چوں پیغام ابوجہل بپایۂ رفت رسول خدا بافرستادہ او گفت رسالت خویش بہ نہایت بردی
اکنون پاسخ آن را نیز بگیر و باز گذار۔

ان اباجهل بالمكاره والعطب -
يهددني ورب العالمين بالنصر
والظفر يعدني وخبر الله اصدق
والقبول من الله احق لن يضر

رسول خدا نے فرمایا۔ ابوجہل مجھ
کو موت سے ڈراتا ہے۔ اور خداوند عالم
نصرت وظفر کا وعدہ کرتا ہے۔ خدا کا وعدہ
زیادہ سچا ہے۔ خدا کی مدد اور نصرت

محمد أمن خذل له او يغضب عليه
بعد ان ينصر الله وينفض بجوده
وكرمه عليه قل له يا ابا جهل انك
راسلتني بما القاه في خاطرك
الشيطان وانا اجيبك بما القاه
في خاطري الرحمٰن ان الحرب
بيننا وبينك كائنة الى تسعة
وعشرين يوما وان الله سيقتلك
فيها باضعف اصحابي وستلقى انت
وعتبة وشيبة والوليد وليد
فلان وفلان في قليب بدر مقتلين
اقتل منكم سبعين احملهم
على الفداء الثقيل ..

و الطاف کے بعد کسی بدخواہ کی دشمنی
محمدؐ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہے۔ کہدو
ابو جہل سے کہ تو نے مجھے وہ کہا جو تیرے
شیطان نے تیرے دل میں ڈالا ہے۔
اور میں جواب میں وہ لکھتا ہوں جو میرے
خدائے رحمٰن نے میرے دل میں ڈالا
ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان میں
۲۹ روز میں جنگ ہونے والی ہے۔ تو
میرے کمزور ترین اصحاب کے ہاتھوں
قتل ہو گا۔ اسی طرح عتبہ و شیبہ اور
ولید و فلاں و فلاں (ستر افراد کے نام)
چاہ بدر میں مدفون ہوں گے۔ ستر کو ہم
قتل کریں گے اور ستر افراد کو اسیر کریں گے
اور ان کی رہائی بغیر بڑے فدیہ کے قبول نہ ہوگی۔

آنگاه مردم را از مومن و مشرک و یهود که در حضرت بودند خطاب کرد فرمود اگر خواهید
قتل گاه قریش را در بدر از بهر شما مکشوف دارم گفتند نکو باشد فرمود آهنگ بدر کنید، تا مصرع
هر یک از قریش را چنان نمایم که هیچ بیش و کم نباشد نخستین علی علیه السلام عرض اد نعم بسم الله
و دیگران گفتند از اینجا تا بدر مسافت بسیار است مرکوب نتوانیم کوچ داد و از ذخیره و علف روزی
چند را باید حمل داد و یهود گفتند ما در خویش آسوده ایم و بدین مشاهدت حاجت نداریم۔
پیغمبر فرمود در این امر رنج بر شما نسبت یک قدم بردارید و قدم دیگر را در بدر بگذارید که خدائے زمین
را از بر شما در نوردد و درین وقت مومنین از در صدق و مشرکین از بہر امتحان قدم برگرفتند و دو
قدم دیگر خود را در بدر دیدند۔ و در عجب شدند۔ آنگاه فرمود از چاه بدر بذراع اندازه کردند و
در بر مقام۔ فرمود هذا مصرع ابو جهل و هذا مصرع فلان چندانکه هفتاد کس از مشرکین را بنمود که
در کجا بخاک در افتند و قاتل او چه کس باشد آنگاه فرمود بدانچه گفتم آگاه شید عرض کردند چنین
باشد فرمود این کلمات را رقم کنید و ما خود بدر آید تا گاهے که وقت برسد آنگاه ملے زیاده و نقصان

معائنہ خواہید کرد -

مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل واقعات معلوم ہوئے -

۱ حوالہ اول - بروایت علی معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ کے حملہ کی خبر پانے کے بعد پیغمبر اسلام معہ اصحاب کے مقام بدر پر پہنچے اور مشرکین سے پہلے پہنچ گئے -

۲ حوالہ ۲ و ۳ و ۴ میں آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ جب مسلمانوں کو بے خطا ان کے وطن اور گھروں سے نکالا گیا اور ان پر ظلم کیا گیا اور ان سے جنگ کرنے کیلئے ان پر حملہ کیا گیا۔ تو خدا نے مسلمانوں کو بھی جنگ کا جواب جنگ سے دینے کی اجازت دی -

۳ حوالہ ناسخ التواریخ سے معلوم ہوا کہ ابوجہل نے انتہائی بدزبانی کرتے ہوئے حضرت محمدؐ کو خط لکھا اور ڈرایا کہ ہم مدینہ میں بھی تم کو پناہ نہ لینے دیں گے - بلکہ جان سے مار ڈالیں گے اور ساتھیوں کو بھی برباد کر دیں گے - اس کے جواب میں حضرت محمدؐ نے ابوجہل کو لکھا کہ یہ اس کا خیال ہے - بلکہ اہل اسلام کی فتح ہوگی اور ابوجہل اور اس کے ساتھی قتل ہوں گے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - ابوجہل کی تحریر گویا اعلان جنگ تھا - اور مدینہ پر حملہ کرنے اور اسکو برباد کرنے کا اعلان تھا -

مدبرین عالم ان واقعات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ اس صورت حال میں پیغمبر اسلام کا کیا فریضہ تھا - اور ان کو کیا کرنا چاہئے تھا جو حقیقی معنوں میں حکمت کے عین موافق ہوتا - اگر صدیوں کے مدبرین عالم گذشتہ و موجودہ کو جمع کیا جائے اور ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ان سے سوال کیا جائے کہ اپنی کامیابی کیلئے کیا کرنا چاہئے تھا؟ تو وہ اس سے بہتر رائے نہیں بتا سکتے جو حضرت محمدؐ نے ان حالات کے تحت کیا - اول تو اسلام کو اس الزام سے بچا لیا کہ ابتدائے جنگ و ظلم اہل اسلام کی جانب سے ہوئی - کیونکہ ہجرت کرنے سے تا قیام مدینہ کوئی پہلو جنگ کا اختیار ہی نہیں کیا -

ابوجہل کے سخت الفاظ میں الٹیمیٹم کا جواب اسطرح دیا کہ امر حق واضح بھی ہوتا گیا اور الٹیمیٹم کو قبول بھی کیا گیا - اس موقع پر نرم خط لکھنا - یا جنگ سے بچاؤ کا پہلو اختیار کرنا - یا اپنی کمزوری اور کم جماعتی کے خوف سے صلح کا پہلو تلاش کرنا - قومی و مذہبی موت کے مترادف ہوتا - لہذا آپؐ نے بہترین طریقہ پر جواب بھی دیا اور اس کے بعد ایسا طریقہ جنگ بھی اختیار کیا جو باوجود کم جماعتی اور کم بضاعتی کے سبب فتح بن گیا -

بعض کم نگاہ افراد اور مورخین غیر مسلم کا یہ اعتراض ہے کہ حضرت محمدؐ نے قافلوں کے لوٹنے سے ابتدائے جنگ کی ہے - مگر مندرجہ حوالہ جات تاریخی و قرآنی کو دیکھ کر تو ہر صاحب انصاف سمجھ سکتا ہے کہ محمدؐ

نے جو کچھ کیا وہ حقیقی معنوں میں دفاعی تھا۔ اور جو طریقہ اختیار کیا وہ عین حکمت تھا۔ مندرجہ واقعات اس اعتراض کو بھی صاف کردیں گے۔

جب ابوسفیان نے شام جانے کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے مکہ میں یہ افواہ اڑادی کہ محمد نے قافلۂ تجارت پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اہل مکہ تو پہلے سے ہی حضرت محمد اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے اس افواہ کو سن کر حملہ کرنے کیلئے آمادہ ہوگئے۔ اور ان کو اس حملہ میں اپنی کامیابی ہی کامیابی نظر آنے لگی۔ ابوجہل اور ابوسفیان نے اچھی طرح قوم کو اشتعال دلایا۔ اور ایسا جوش جنگ پیدا کردیا جس کا مرقع مندرجہ ذیل تاریخی حوالہ جات سے نظر آئے گا۔

(۱) واللہ بمکۃ من قریش ولا قریشیۃ لہ نش ولا ساعداً الا بعث بہ بعثا

(ابن سعد جلد دوم ص)

ترجمہ:۔ مکہ میں کسی مرد قریش یا زن قریشیہ کے پاس ایک حبہ بھی ایسا نہ بچا تھا جو اس نے قریش کے ساتھ نذر کردیا ہو۔

(۲) در مکہ ہیچ رئیسے از مہتران نماند الا کہ ہمہ برفتند یا ولی بعوض خود فرستادند بس ہزار از مکہ بیروں رفتند با اسپاں تازی و شتراں دوندہ و با سلاح تمام (تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ:۔ اہالیان مکہ میں سے کوئی بڑا آدمی ایسا نہ تھا۔ جو مکہ سے بارادہ جنگ مدینہ کی طرف نہ چلا ہو۔ اور بعض نے اپنا عیوضی بھیج دیا تھا۔ ایک ہزار کا لشکر مکہ سے نکلا ان کے ہمراہ تازی گھوڑے اور تیز رفتار اونٹ تھے۔ اور وہ سب مسلح تھے۔

(۳) بہ تعجیل ہرچہ تمام تر رواں شدند و دراں لشکر نہ صد پنجاہ مرد محارب بودند و ہفت صد شتر و صد اسپ ہمراہ خود داشتند مجموع اسپ سواراں و بعضی از پیادگاں زرہ پوش بودند و آلات و اسباب عیش و زنان مغنیہ ہمراہ داشتند و بر سر ہر آبے کہ رسیدہ فرود می آمدند۔ و جواری مغنیہ دف می زدند و سرود می گفتند و زبان بطعن اسلام دراز می کردند۔ (روضۃ الصفا جلد دوم ص۶۹)

ترجمہ:۔ بہ عجلت تمام روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں نوسو پچاس جنگجو بہادر تھے سات سو اونٹ اور سو گھوڑے ہمراہ تھے۔ یہ تمام سوار اور پیادے مسلح تھے۔ اور سامان عیش و عشرت اور گانے والی عورتیں ساتھ تھیں۔ جب کبھی چشمہ آب پر پہنچتے تھے تو نوجوان

گانے والیاں دف بجاتی تھیں اور گاتی تھیں۔ اور اہل اسلام کو برا کہتی تھیں۔ (روضۃ الصفا صفحہ ۶۹)

مندرجہ بالا حوالجات تاریخی سے ثابت ہوا کہ قریش و کفار نے پوری طاقت سے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا تھا۔ اور ہر ممکن سامان جنگ ساتھ لے لیا تھا۔ آئندہ حوالے ثابت کریں گے کہ ابوجہل اور ابوسفیان کی سازش یہی تھی کہ مدینہ پر اسطرح حملہ کیا جائے کہ اہل مکہ میں سے کوئی رئیس اور سردار اس حملے سے پہلو تہی نہ کر سکے اور حملہ آوروں کو پوری طاقت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس کی تصدیق مندرجہ ذیل صفحات تاریخ کریں گے۔

۱ چوں از سال ہجرت دو سال گذشت نخستین روز از ماہ رمضان خبر آمد کہ ابوسفیان بن حرب با کارواں بہ مال از شام می آید و آں مال مکیاں بود رسول خدا مردماں را جمع کرد و گفت کہ خدائے تعالیٰ وعدہ فرمودہ است بامن کہ خواستہ ایشاں مرا دہد و ایشاں را بدست من اسیر کند۔

ترجمہ:۔ ہجرت کے دوسرے سال یکم رمضان کو خبر آئی کہ ابوسفیان بن حرب بہت کچھ مال مکہ والوں کا ہمراہ لیکر شام سے آتا ہے۔ رسول خدا نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کا چاہا ہوا مال میرا ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ میرے ہاتھوں میں اسیر ہوں گے۔ (طبری ترجمہ فارسی)

۲ ابولبابہ را در مدینہ خلیفہ ساخت و خود لشتاب برفت و آنحضرت صلعم سیصد و شصت تن بود ...... چوں بدر منزل اندر رسید۔ دراں منزل بہ نشست پس حضرت صلعم دو تن از مہاجر بخواند طلحہ بن عبداللہ و سعد بن زین ایشاں را بہ جمازہ سوار کرد و بہ بادیہ فرستاد تا خبر کارواں بیاریند و ابوسفیان بہ شنید کہ پیغمبر صلعم بقصد کارواں از مدینہ بیروں شدہ است کارواں را بداشت و قاصد را بمزد بگرفت اور ضمضام بن عمر غفاری بود و جمازہ داشت سخت دوندہ .... ابوسفیان اور را گفت چوں بہ شہر روی بر سر کوہ رود فریاد کن، چنانچہ ہمہ اہل مکہ بشنوند و بگو کہ مرا ابوسفیان فرستادہ است از فلاں منزل و می گوید کہ محمدؐ با دزداں یثرب آمدہ است و براہ کارواں نشستہ است اگر خواستہ ہائے خود را می خواہید بیائید و مال خود را حمایت کردہ بگذرانید و بمکہ اندر برید۔

ترجمہ:۔ ابولبابہ کو رسول خدا نے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور خود جلد روانہ ہو گئے رسول

کے ہمراہ ۳۶۰ افراد تھے جب دو منزل راہ طے ہو چکی تو ٹھہر گئے اور مہاجرین میں سے دو اشخاص طلحہ بن عبد اللہ اور سعد بن زین کو بلایا ان کو اونٹ پر سوار کیا اور صحرا کی جانب بھیج دیا تاکہ وہ کارواں کی خبر لائیں۔ ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کارواں کے قصد سے مدینہ سے باہر آگئے ہیں۔ اس نے اپنے قافلہ کو روک لیا۔ اور ایک شخص کو کرایہ پر لیکر جس کا نام ضمضام بن عمر تھا۔ تیز رفتار اونٹ پر سوار کر کے مکہ بھیجدیا اور کہا کہ جب تو شہر میں پہنچے تو پہاڑ پر چڑھ کر بآواز بلند پکار اس طرح کہ سب اہل مکہ سن لیں اور کہدینا کہ مجھ کو فلاں منزل سے ابوسفیان نے بھیجا ہے۔ اور کہلوایا ہے کہ محمد مدینہ کے چوروں کو لیکر قافلے پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگ اپنا مال چاہتے ہو تو جلد آؤ اور اپنے مال کی حفاظت کرو۔

سابقہ ہر دو تاریخی عبارات سے ثابت ہوا کہ ابوسفیان نے راہ میں قیام کیا اور وہاں سے قا کو مکہ بھیج دیا اور مکہ کے لوگوں کو پورا پورا اشتعال دلادیا۔ تاکہ کوئی شخص بھی پیغمبر اسلام کے مقابلہ اور ان کے کمزور اور نہتے اور کم ساتھیوں کو فنا کر دینے سے گریز نہ کرے۔ اشتعال کے الفاظ بھی ایسے سخت ہیں کہ ان سے بہتر اشتعال انگیزی کیلئے الفاظ ملنا مشکل ہیں۔۔

پہلے اموال اہل مکہ کو جمع کرنا۔ پھر سفر کر کے پہاڑ کی گھاٹیوں کے قریب آکر قیام کرنا، اور پھر قاصد کو بھیج کر اشتعال دلاکر کمک منگانا۔ یہ بہترین تدابیر تھیں جو ابوسفیان نے انہدام عمارتِ اسلام کیلئے اختیار کیں۔۔۔

ادھر پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ کفار قریش نے آخری وار کرنے کی تدبیر بے پناہ نکالی ہے۔ تو آپ نے اصحاب وانصار ومہاجرین کو جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن کے پاس سلاح جنگ بھی نہ تھے ان کو ترغیب جنگ دی اور فرمایا کہ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ دشمنوں کے ارادے باطل ہوں گے اور ہماری فتح ہوگی اور وہ ہمارے قیدی ہوں گے ان کے مال ہماری ملکیت اور مال غنیمت ہوں گے۔

پیغمبر اسلام کی اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اصحاب نے دلیرانہ انداز میں یہ الفاظ کہے

(۱) تاریخ طبری وابن ہشام کی اصل عبارت:۔

قال المقداد۔ یارسول اللہ امض	مقداد نے عرض کیا اے خدا کے رسول
لما اراك فنحن معك	آپ کو جو حکم ملا ہے وہ کیجئے ہم آپ کے
ذوالذی بعثك بالحق لو سرت بنا	ساتھ ہیں اس خدا کی قسم جس نے آپ کو

الی برك الغماد الجالدنا معك من دونه حتی تبلغه ۔

برحق نبی مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ہملوگوں کو برک الغماد (علاقہ یمن) تک بھی لیجائیں گے تو ہم آپ کی رکاب میں برابر تلوار چلایا کریں گے۔ یہانتک کہ آپؐ کا ارادہ پورا ہو۔

(۲) انصار نے عرض کیا :-

قال له سعد بن معاذ واللّٰه .... فنحن معك فو الذی بعثك بالحق لو استعرضت بنا هذا البحر فخضنا معك ما تخلف منا رجل واحد وما نکره ۔

ہم انصار آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ہمکو دریا میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم بلا تامل کود پڑیں گے۔ اور ہم میں سے کوئی شخص بھی آپ کے حکم کے نہ خلاف کرسکتا ہے اور نہ انکار کرسکتا ہے۔

جب پیغمبر اسلام نے اپنے اصحاب مہاجر و انصار کو اچھی طرح جانچ لیا تو ان کو فتح کی خوشخبری سنائی اور اس طرح ان کے ارادوں کو اور بھی مستحکم کیا۔ اور اس کے بعد ہی مقام بدر پر پہنچ گئے۔ جیسا کہ بروایت علی ابن طالب سطور بالا میں لکھا جاچکا ہے۔ پیغمبر اسلام کی فراست اور حکمت نظری و عملی کا بہترین کارنامہ تھا۔ جو آپؐ نے اس موقع پر ظاہر فرمایا۔ ابو سفیان کی تدبیر یہ تھی کہ قبائل یہود کو وہ پہلے سے ہی سازش کرکے بھڑکا ہی چکا تھا۔ اور اب اس نے پوری تیاری کرکے اہل مکہ کو مکہ سے باہر نکال کر باارادہ جنگ میدان بدر میں پہنچادیا...

بس اس انتظام کے بعد صرف یہی باقی تھا کہ بہادران عرب و قریش اپنی تلواریں نیزے لیکر مٹھی بھر نہتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور مدینہ میں گھس کر ایک ایک مسلمان کو تہ تیغ کرڈالیں۔ جس وقت اتنی کثیر فوج مسلح کا چند مسافر مہاجر اور غریب مسلمانوں پر حملہ ہوتا اور مدینہ کے متمول یہودی حملہ آوروں سے مرعوب ہوکر ان کا ساتھ دیتے تو ایسی حالت میں اس پہلے ہی حملہ میں صرف پیغمبر اسلام کا ہی خاتمہ نہ ہوتا بلکہ مہاجرین اور انصار میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ اور ہمیشہ کیلئے دین الٰہی اور توحید ربانی کا خاتمہ ہوجاتا۔ مگر پیغمبر اسلام کی برمحل حکمت عملی نے اس نازک موقع پر وہ تدابیر پیدا کردیں جنکی نظیر صفحاتِ تواریخ عالم اور حالات مشاہیر عالم پیش نہیں کرسکتے۔

بعض یورپ کے مورخین نے اور بعض نافہم مولفین تاریخ اسلام نے لکھدیا ہے کہ درحقیقت پیغمبر اسلام نے کاروانِ مکہ کو لوٹنے کا ارادہ کرلیا تھا اور اسی ارادہ سے آپ مقام بدر پر پہنچے تھے۔ یہ بالکل

غلط اور اتہام ہے۔ کیونکہ حوالہ جات تاریخی سے واضح ہے کہ ابوسفیان اور ابوجہل کی انتہائی چالبازی اور اشتعال انگیزی تھی۔ جس نے مکہ کے ہر غریب و امیر کو حضرت محمد کے مقابل میں لا کھڑا کیا تھا۔ اور دین اسلام کے مٹانے کیلئے سب کمربستہ ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ میں اس جگہ مزید تاریخی ثبوت پیش کرتا ہوں

(۱) تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۳۹۷ ترجمہ فارسی۔

پس حکیم ابن حزام سوئے عتبہ آمد و گفت تو توانی کہ ایں را باز گردانی و ایں حرب را از جہاں برگیری۔ عتبہ گفت چگونہ کنم کہ ایں پسر حنظلہ نمی گذارد و نام ابوجہل حنظلہ بود

ترجمہ :- جب دونوں لشکر قریب پہنچ گئے۔ تو حکیم ابن حزام عتبہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آیا تو اس جنگ کو روک سکتا ہے اور اس جنگ کو دنیا سے ہٹا سکتا ہے؟ عتبہ نے کہا کہ کیا کروں کہ یہ حنظلہ لڑائی سے باز نہیں آتا ہے۔ ابوجہل کا نام حنظلہ تھا

(۲) واقدی گوید کہ چوں ابوسفیاں قافلہ را از محل خطیر بگذرانید قیس بن امراء القیس را از اہل کارواں نزد قریش فرستاد و پیغام داد کہ سبب بیروں آمدن قوم از حرم آں بود کہ سببے و آفتے باموال ایشاں نرسد۔ اکنوں خدائے تعالیٰ کارواں را نجات داد باز باید گشت و معترض محمد و اہل یثرب نباید شد کہ احتیاج باں نیست و قیس بعد از قطع مراحل بہ مشرکاں بخت برگشتہ رسیدہ مضمون رسالت بگذارد و ابوجہل در جواب گفت کہ واللہ باز نگردیم تا بہ بدر نرویم و سہ شبانہ روز در آنجا توقف نہ نمائیم و طعام نخوریم و خمر نہ ہم و زناں مغنیہ برائے ما خنیا گری نہ کنند و چوں بایں امر اقدام نمائیم صیت ما در اطراف قبائل انتشار یابد و مہابت ما

واقدی کا بیان ہے کہ جب ابوسفیان نے قافلہ کو مقام خطر سے گذار دیا تو قیس بن امراء القیس کو قریش کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ مکہ سے قوم کے باہر آنے کا سبب یہ تھا کہ ان کے اموال کو خطرہ و ضرر نہ پہنچے۔ اب خدا کی مہربانی سے کارواں بخیریت پہنچ گیا۔ اب ہم کو واپس ہونا چاہیئے اور محمد اور اہل مدینہ سے جنگ نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جب قیس بعد طے مراحل بدبخت مشرکین تک پہنچا تو اس نے پیغام سنایا۔ ابوجہل نے جواب میں کہا۔ کہ واللہ ہم واپس نہ ہوں گے جب تک کہ بدر تک نہ پہنچ جائیں اور تین رات دن وہاں قیام نہ کریں اور وہاں کھانا نہ کھائیں شراب نہ پیئیں اور گانے

در وہا فرار گیرد ہیچ کس دیگر را مجال
نہ ماند در صدد تعرض ما در آید و در بدر
موسمی بود از مراسم عرب کہ ہر سال یک
نوبت خلائق در آں جا مجتمع گشتند دکان ہا
می کشادند و بیع و شری اشتغال می
نمودند۔

چوں قیس اباد امتناع ابوجہل د موافقت
قریش با او در محاربت ارباب ملت
مشاہدہ نمود بہ فور بازگشت و از رفتن
قوم بجانب بدر ابوسفیان را خبر داد۔
ابوسفیان گفت ۔ واقوماہ!!! ایں
کار عمر ابن ہشام است یعنی ابوجہل
کہ بنا بر ریاست قوم یعنی با مرے کہ مذموم
است ۔ مراجعت را مکروہ داشت
واللہ کہ اگر محمد با اصحاب ما ملاقات کند
ایشاں را ذلیل گرداند و ابوسفیان
باوجود ایں عقیدہ چوں قافلہ را بہ مکہ
رسانید از حرم بیروں آمدہ مسافت
می پیمود تا بسپاہ قریش رسد در معرکہ بدر
زخمہا یافت و رسید و بگریخت و در حین
انہزام می گفت کہ من ہرگز امرے
منکر تر ازیں نہ دیدہ ام بخدا سوگند کہ
ابن حنظلہ مرد نا مبارک است۔۔

والیوں کے گانے نہ سنیں۔ جب ہم
ایسا کریں گے تو ہماری شہرت اور
رعب و داب اہل اطراف کے دلوں پر
بیٹھ جائے گا تو پھر کسی کو مجال نہ ہو گی
کہ وہ ہم سے تعرض کرے۔ بدر میں ایک
خاص موسم میں عرب جمع ہوتے تھے دوکانیں
لگاتے تھے۔ اور خرید و فروخت کرتے
تھے۔

جب قیس نے ابوجہل کا انکار اور قریش
کی موافقت ابوجہل کے ساتھ معاملہ
جنگ میں دیکھی تو فوراً واپس ہوا۔ اور
جانب بدر قوم کے جانے سے ابوسفیان
کو خبردار کیا۔ ابوسفیان نے کہا۔ ہائے
قوم! یہ عمر ابن ہشام کا کام ہے یعنی
ابوجہل کہ بنا بر ریاست قوم جو کہ مذموم
ہے واپسی کو مکروہ جانتا ہے۔ قسم
بخدا کہ اگر محمد ہمارے لوگوں تک پہنچ
جائے تو ان کو ذلیل کر دے اور ابوسفیان
باوجود اس عقیدہ کے جب قافلہ کو مکہ
پہنچا چکا تو مکہ سے باہر نکل کر راستہ
طے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ قریش سے
مل گیا۔ جنگ بدر میں زخمی ہوا اور بھاگا
اور بھاگتے وقت کہتا تھا کہ میں نے اس
سے برا کام کوئی نہیں دیکھا۔ بخدا کہ یہ حنظلہ بہت منحوس آدمی ہے۔

۳ گویند کہ اخنس بن شریق کہ حلیف

کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق بنو زہرا کا

بنو زہرہ بود معلوم کرد کہ کاروان قریش

بمکہ رسیدہ با ایشاں گفت کہ خدا تعالیٰ کاروان

شمارا نجات دادہ اموال ایشاں را آسیب

و تعرض نگاہ داشت و مخرمہ بن نوفل

را کہ صاحب شما است خلاصی بخشید

اکنون دست از جنگ محمد باز دارید

کہ او برادر زادہ شما است اخنس دریں

باب مبالغہ نمود گفت۔ مصلحت آنست

کہ باز گردید و بقول ایں مرد کہ عبارت

از ابو جہل است عمل نہ نمائید کہ او

در ہلاک قوم خود سعی می کند و در فساد

ایشاں مسارعت می نماید بنو زہرہ نصیحت

او را بسمع رضا اصغا نمودہ پرسیدند

کہ بکدام بہانہ باز گردیم۔ اخنس گفت

کہ چوں شب در آید من خود را از شتر

بنیدازم و شما فریاد زنید کہ وے را

مار گزیدہ و ہر چند قریش شمارا در فتن

ترغیب نمایند قبول نکید و بگوئید کہ

ما از وے جدا نمیشویم تا حیات و ممات

او در مقرر نہ گردد بنو زہرہ بدیں حیلہ بمکہ

مراجعت نمودند۔

(روضۃ الصفا جلد دوم ص۷۱)

حلیف تھا۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ کاروان قریش

مکہ میں پہنچ گیا تو اس نے کہا۔ اے اہل قافلہ خدا

نے تمہارے قافلہ کو نجات دی اور تمہارے

مال بخیریت پہنچا دیئے۔ اور مخرمہ بن نوفل

کو جو تمہارا سردار تھا رہائی دی۔ اب

محمدؐ کی جنگ سے باز رہو کہ وہ تمہارا

برادر زادہ ہے۔ اخنس نے اس بارہ

میں بہت مبالغہ کیا اور کہا کہ مصلحت

یہی ہے کہ واپس چلو اور ابو جہل کے قول

پر عمل نہ کرو۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کی ہلاکت

کی کوشش کرتا ہے۔ اور ان کے برباد

کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ افراد بنو زہرہ

نے اس کی نصیحت کو برضا مندی سنا

اور پوچھا کہ کس بہانہ سے واپس ہوں۔

اخنس نے کہا کہ جب رات ہو گی۔ میں اپنے

کو اونٹ سے گرا دوں گا۔ تم سب لوگ

شور مچانا کہ سانپ نے کاٹ لیا۔ پھر

قریش کتنا ہی اصرار کریں کہ جنگ کو چلو

تم نہ ماننا اور کہہ دینا کہ ہم لوگ اخنس کو

نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ اس کی

موت و زندگی کا معاملہ ختم نہ ہو جائے

بنو زہرہ اس کے اس حیلہ سے مکہ کو واپس ہوئے۔

عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ :-

(۱) ابو سفیان اور ابو جہل کے ساتھی جنگ سے رو کتے تھے۔ مگر ابو جہل اور ابو سفیان نہیں مانے

(۲) قیس بن امرا القیس نے کہا کہ اب تو قافلہ (جس کا تم کو خطرہ تھا) لبلامتی مکہ پہنچ گیا اور خطرہ

سے نکل گیا اموال بھی خطرہ سے نکل آئے اب محمد کے ساتھ جنگ نہ کرو۔ مگر ابوجہل نہیں مانا اور وہی سردار فوج تھا اور سردار قبیلہ بھی۔

(۳) ابوجہل نے بحیثیت سردار فوج کہدیا کہ ہم اپنا رعب و داب قائم رکھنے کیلئے جنگ ضرور چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے تو ہمت ہار دی تھی اور اس پر خوف و ہیبت اسلام طاری ہوگئی تھی۔ وہ جنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر ابوجہل نے اس کو بھی جنگ پر مستعد کر دیا۔ اور اسی بنا پر اسکو مکہ سے واپس آنا پڑا۔

(۴) اخنس بن شریق اور بنو زہرہ اور بنو عدی بن کعب نے جنگ سے قریش کو باز رکھنا چاہا۔ مگر جب قریش نہ مانے تو وہ بہانہ کر کے مکہ واپس چلے گئے۔

مذکورہ تاریخی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوسفیان اور ابوجہل نے اہل مکہ کو جنگ پر آمادہ کیا تھا اور اول قافلہ تجارت بنا کر اموال اہل مکہ لیکر سفر کیا اور قریب مقام بدر کے پہنچ کر ضمضام کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا وہاں سے کمک منگالی اور عرب کے بہادروں کو پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں لاکھڑا کر دیا اور جب ابوسفیان اور اس کے قافلہ پر کوئی حملہ نہ ہوا۔ اور وہ بخیریت حدود مکہ میں داخل ہوگیا۔ تو ابوجہل نے پھر واپسی سے انکار کیا اور قریش کو اشتعال دیکر جنگ کیلئے آمادہ کیا۔ یہاں تک کہ تین قبیلے بنی شریق بنی زہرہ اور بنو عدی کے لوگ واپس ہوگئے۔ پھر بھی ابوجہل اور ابوسفیان نہیں ملنے اور بربر پیکار رہے۔ ان حالات کے تحت میں یہ خیال مورخین کو کیونکر گذرا کہ پیغمبر اسلام نے قافلہ تجارت کو لوٹنا چاہا تھا۔ اسلئے مجبوراً قریش کو لڑنا پڑا۔ یورپین مصنفین اور مؤلفین یا مورخین سے تو ہم کو کچھ کہنا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ہماری کتب تاریخی کے خوشہ چین ہیں۔ وہ بچارے اختلافات تاریخ اسلام سے کب اتنے باخبر ہوسکتے ہیں۔ جتنے باخبر مسلمان مورخین۔

ہم کو تو بعض مسلمان مورخین سے کہنا ہے کہ وہ تاریخ لکھنے میں کیوں اتنے بے بصر واقع ہوتے ہیں کہ مثل الکاتب کالحمار۔ صرف تاریخی اوراق کو نقل کرنا ہی جانتے ہیں اور درایت اور جستجو سے کام نہیں لیتے۔ چونکہ ایک زمانہ کے مورخین دوسرے زمانہ کے مورخین کی تصانیف سے مضامین و واقعات کو نقل کرتے ہیں لہٰذا عربی فارسی اور اردو کی ہر ایک کتاب میں واقعات یکساں ہی ملتے ہیں۔ غیر مذاہب کے مورخین متعدد کتب دیکھ کر بھی اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ درحقیقت واقعہ یونہی تھا۔ اور اسی کو اپنی تصانیف میں نقل کر دیتے ہیں۔ اور اس غلط راہروی سے غلط نتائج نکال کر غلط رائے زنی کرتے ہیں۔

بہرحال تاریخی روایات یہ امر ثابت کرتی ہیں کہ اہل مکہ اور سرداران مکہ نے پیغمبر اسلام اور دین

اسلام کو مٹا دینے کی دل میں ٹھان لی تھی۔ اور وہ خود مدینہ والوں اور اہل اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے۔ میں اسباب لے مزید ثبوت کیلئے اور بھی تاریخی ثبوت پیش کرتا ہوں :۔

(أ) روضۃ الصفا جلد دوم صث :۔

منبہ بن حجاج گفت محمد با سفہائے قریش	ترجمہ :۔ منبہ بن حجاج نے اپنی قوم کے
وسفہائے یثرب بجنگ ما آمدہ آنگاہ گفت	بہادروں سے فرمائش کی کہ محمد کچھ قریش
اے معشر قریش چوں با محمد واصحاب او	اور مدینہ کے بیوقوفوں کو لیکر ہم سے جنگ
ملاقات کنید تیغ در اہل یثرب نہید و بر	کرنے آیا ہے۔ اے گروہ قریش جب محمد
جوانانِ قوم قریش ابقا کنید و ایشاں را	اور ان کے اصحاب کا مقابلہ ہو۔ تو سب
مکشید تا ہمہ را باسلاسل و اغلال بمکہ بریم	کو چن چن کر قتل کردو اور اپنی قوم کے جوانوں
تا خلائق از حال آنجماعت عبرت گرفتہ	کو قتل نہ کرو بلکہ زنجیروں میں کس کرلے آؤ
دیگر کسے ترک ملت آبا نکند۔	تاکہ لوگوں کو اس جماعت کی تباہ حالی دیکھ

کر عبرت ہو اور پھر کوئی اپنے دین قدیم سے پھرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ کفار قریش کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ اور وہ یہ یقین جانتے تھے کہ محمد اور ان کے چند رفقاء ان کے ایک ہی حملہ سے فنا ہو جائیں گے۔ کچھ قتل اور کچھ اسیر ہو جائیں گے در حقیقت ان کا یہ خیال صحیح ہوتا۔ اگر وہ اس موقع پر کسی دوسرے سے جنگ کرتے۔ مگر یہاں تو مقابلہ حضرت محمد سے تھا۔ جو اپنی تدبیر و سیاست اور حکمت عملی کا جواب دنیا میں نہیں رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں نے ایک ہزار بہادران عرب کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کے بہادروں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ یا قید کرلیا یا کچھ بھاگ گئے اور بوجہ حکمت عملی نبوی فتح اہل اسلام ہی کو حاصل ہوئی ...

پیغمبر اسلام نے اس موقع پر حکمت نظری و عملی کا وہ نمونہ پیش کیا ہے جس نے قیامت تک آنے والوں کیلئے حکمت عملی کا ایک نیا باب قائم کر دیا ہے۔

سطور بالا میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم بحکم رسولؐ کفار کے آنے سے قبل مقام بدر پہنچ چکے تھے۔ مقام بدر پر پیغمبر اسلام کا پہلے سے پہنچ جانا اور چاہ بدر پر قبضہ کرلینا۔ اور لشکر اسلام کو پہلے سے اس مقام پر پہنچا دینا نہایت ہی اعلیٰ ترین حکمت عملی تھی۔ جس کی وجہ سے فتح یقینی ہو گئی تھی۔ کیونکہ اگر پیغمبر اسلام حملہ کی خبر سن کر بھی مدینہ ہی میں قیام کرتے اور بدر تک نہ پہنچتے تو یقیناً کفار قریش

کی ہمت بلند تر ہو جاتی اور ان کے حوصلے بڑھ جاتے وہ اہل مکہ پر دباؤ ڈالتے اور نہ معلوم اس صورت میں کیا صورت ہوتی بظاہر اب اہل مدینہ کیلئے دو ہی راہیں تھیں جنگ یا مغلوب ہو جانا۔ جنگ تو اسلئے دشوار تھی کہ ابو سفیان کی فوج بہادران مکہ پر مشتمل تھی۔ اور وہ پورے ساز وسامان اور اسلحہ کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔ اہل مدینہ کمزور اور تھوڑے تھے۔ غیر مسلح تھے اور مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں۔ یہودیوں کی بھی آبادی تھی۔ علاوہ بریں مدینہ کے اطراف میں بھی یہود ونصاریٰ آباد تھے جو ابتدا ہی سے حضرت محمد اور اسلام کے دشمن تھے۔ وہ ضرور موقع پا کر کفار قریش کا ساتھ دیتے۔ ان حالات میں تو مٹھی بھر اہل اسلام فنا ہو جاتے۔

اگر پیغمبر اسلام اس وقت چاہِ بدر پر نہ پہنچتے۔ جبکہ قافلہ قریش بدر کے مقام سے گذرنے والا تھا۔ تو بھی مسلمانوں کی شکست یقینی تھی۔ کیونکہ قافلہ باشان وشوکت گذر جاتا۔ تو اہل مدینہ اور اہل اسلام پہلے ہی سے قریش سے مرعوب ہو جاتے۔ اور باوجود تحریص وترغیب جنگ کبھی رسول کے ہمراہ جنگ کیلئے قوی دشمنوں کے مقابلہ کیلئے نہ نکلتے۔ بحکم رسول اہل اسلام کا مدینہ سے باہر چلے جانا بہت مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ مدینہ سے نکلتے ہی اور مقام جنگ پر پہلے ہی پہنچ جانے کی وجہ سے کفار پر یہ رعب چھا گیا کہ مسلمان اور اہل مدینہ پہلے ہی سے کافی قوت فراہم کر چکے ہیں۔ اور انکو قبائل یہود ونصاریٰ اور نیز دیگر قبائل غیر مسلم کی حمایت حاصل ہو چکی ہے اور یہی " طاقت مسلمانوں کو مقام بدر تک جو مدینہ سے اسّی میل پر ہے لے آئی ہے۔ اہل اسلام اور اہل مدینہ اگر کمزور ہوتے یا مقابلہ کے قابل نہ ہوتے تو ہرگز گھر سے باہر نہ نکلتے پیغمبر اسلام نے مقام بدر پر پہنچ کر دفاعی مورچہ بنا کر اہل مکہ کی ہمتوں کو ہمیشہ کیلئے پست کر دیا۔ یا تو وہ حملہ کرنے آئے تھے یا ان کو فوج اسلام کی آمد کی خبر معلوم کر کے واپسی کے لالے پڑ گئے۔ اور ان کی قوم کے سرداروں ہی میں، اختلاف پڑ گیا۔ وہ تو چند مسلمانوں کو حلوۂ شیریں سمجھے ہوئے تھے کہ چشم زدن میں چٹ کر جائیں گے۔ مگر ان کو یہ کام مشکل نظر آنے لگا۔ اور ان کو نظر آنے لگا کہ ان کے مقابلہ میں تو لوہے کے چنے چبانے پڑیں گے۔ دانت ٹوٹ جائیں گے اور وہ ان سے چبائے نہ جائیں گے۔

چنانچہ تین قبیلے بنو زہرہ وغیرہ تو راہ سے ہی واپس ہو گئے۔ جو ابو جہل کی اشتعال انگیزیوں یا حمیتِ قومی سے مجبور تھے وہ باقی رہ گئے۔ مگر وہ بھی لڑنے سے جی چرانے لگے۔ عرب کی حمیت قومی وغیرتِ ملی سے مجبور ہو کر مقابلہ کو آئے۔ اور چونکہ احساس بزدلی پیدا ہو چکا تھا۔ لہٰذا باوجود کثرت اور طاقت کے خود ہی مارے گئے اور بھاگ گئے اب ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ محمد کی طاقت روز افزوں ہے لہٰذا ایک نہ ایک دن مکہ بھی مفتوح ہو جائیگا۔۔

جس وقت بدر کا واقعہ پیش آیا ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تمام عالم پر کفر و ضلالت، ظلم و استبداد اور جہالت کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ انسانیت مغلوب ہو کر بدرجہ حیوانیت پہنچ چکی تھی۔ صاحبانِ عقل و فہم ان حالات عالم کو دیکھ کر عالم یاس میں تھے۔ کیسے لمحات یاس و حسرت میں پیغمبر اسلام نے ضمیر انسانیت کی آواز کو ہر گوشۂ ارض تک پہنچا دیا۔ اور ظلم و کفر کے مقابلہ میں، حقانیت، راستی و عدل اور حق پرستی کے نشان کو سر بلند کر دیا۔ اپنی کمزور اور غیر مسلح اور معدود جماعت کو لیکر میدان میں نکل پڑے۔ گویا اہل عالم کی بہیمیت اور حیوانیت کو انسانیت کا پیغام سنا دیا۔ اور ان میں جراتِ اخلاق پیدا کر دی۔

اگر اس موقع پر پیغمبر اسلام کفر کے مقابل نہ ہوتے تو اس سے بہتر موقع عالم میں حق کی آواز بلند کرنے کا اور آزادی ضمیر انسانیت کو بلند کرنے کا پھر نصیب نہ ہوتا۔ میرے اس خیال کی تصدیق و تائید مندرجہ ذیل حوالے سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) قصص القرآن جلد چہارم ص ۳۸۵ (مصنفہ مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی)

معرکہ بدر صرف مشرکین مکہ اور مسلمانوں کی آویزش حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔ بلکہ جس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اس وقت دنیا ایک موڑ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اور تاریخ عالم کا اشہب تیز گام اس موڑ پر حیران و سرگرداں کھڑا تھا کہ کس جانب رخ کرے۔ اس لئے بدر کا انقلاب عالمگیر انقلاب تھا۔ صفحۂ عالم پر اگر بدر کا معرکہ پیش نہ آتا۔ اور مشرکین مکہ کی طاقت شکست و ریخت نہ ہوتی بلاشبہ نہ صرف حجاز نہ صرف عجم بلکہ کائنات ہستی کا ہر ایک بحر و بر ظلم و سرکشی اور باطل سے دوچار رہتا۔ آزادی ضمیر فنا ہو جاتی۔ جذبات حق مٹ کر رہ جاتے۔ اب جبکہ بدر کا معرکہ پیش آگیا اور مشرکین مکہ کی قوت ٹوٹ گئی تو دنیا نے موڑ سے آگے بڑھ کر وہ راہ اختیار کر لی جو آزادئ ضمیر، عدل و انصاف حق پرستی اور نیکو کاری کی راہ تھی۔ جہاں ضعیفوں کی نصرت فرض اور بے چاروں کیلئے چارہ مہیا تھا اسلئے خدا کا یہ عظیم احسان ہے کہ بدر میں حق کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ صرف مسلمانوں کیلئے ہی نہ تھا بلکہ تمام کائنات انسانی پر احسان عظیم تھا۔ (قصص القرآن)

(۲) گبن یورپین مورخ اپنی کتاب زوالِ سلطنت روم جلد پنجم ص ۳۶۳ پر سلطنت روم کے حالات لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ جب حکومتِ روم جنگ فارس کے بعد قریب قریب ختم ہو رہی تھی اور جبکہ عیسائی مذہب باہمی دو فرقوں کے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو رہا تھا۔ تو اس وقت:۔

اصل انگریزی عبارت۔ اور اس کا ترجمہ:۔

Mohammad with the sword in one hand and the Quran in the other. Erected his throne on the ruins of Christianity and Rome.
The genius of the Arabian prophet, the manners of his nation, and the spirit of his religion involve the causes of the decline and fall of the Eastern Empire; and our eyes are curiously intent on one the most memorable revolation which have impressed a new

ترجمہ

محمد ایک ہاتھ میں تلوار لئے اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لئے بڑھے۔ اور انہوں نے اپنا تخت شاہی سلطنت روم اور عیسائیت کے کھنڈرات پر تعمیر کر لیا
ملک عرب کے پیغمبر کی فہم و ذکا، اس کی قوم کے اطوار اور اس کے مذہب کا جوش روحانی مشرقی سلطنت قدیم کے زوال کا سبب بن گیا۔ ہماری آنکھیں متجسسانہ اس قابل یادگار انقلاب پر لگی ہوئی ہیں۔ جس نے جدید اور غیر فانی پائیدار کیریکٹر روئے زمین کی اقوام پر قائم کر دیا۔

and lasting character on the nation of the globe.

عبارت مذکور دشمن اسلام مورخ کی تصنیف ہے۔ درحقیقت وہ اپنے ان موثر الفاظ کے ذریعہ اپنی قوم کو اسلام کے آئندہ خطرہ سے واقف کر رہا ہے۔ مگر بحیثیت مورخ کے وہ ان امور کا اقرار بھی کرتا ہے۔

۱ روم کی سلطنت عظمیٰ اور عالمگیر مذہب عیسائی کی حقیقی بربادی پیغمبر اسلام کے بر جہاد سے واقع ہوئی ہے۔

۲ پیغمبر اسلام کا مذہب اور حکمت و تدبر ان کی قوم کا خلوص و ایثار ہی مشرقی سلطنت عظمیٰ کے زوال کا سبب بنا ہے۔

۳ حضرت محمد کے اس بر وقت و بر محل انقلاب نے اہل عالم و اقوام عالم پر ایسا گہرا اثر ڈالا ہے۔ جو غیر فانی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔

بہر حال پیغمبر اسلام نے مقام بدر تک ۸۰ میل کا سفر بغرض دفاع حملہ قریش کیا تھا اور مسلمانوں کے برمحل بدر پر پہنچ جانے سے دشمن خائف اور مرعوب بھی ہو گئے باوجود کثرت تعداد وہ جنگ سے بھی چرانے لگے تھے۔ اور ان میں کے تین قبائل راہ سے واپس بھی چلے گئے تھے۔ ابو سفیان اپنے قافلہ کو لیکر حدود خطرہ سے باہر بھی نکل گیا تھا۔ اسلئے قبائل دشمن میں باہمی جھگڑا بھی ہوا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ابو سفیان تو اپنا سارا سامان لے کر محمد کے حملہ کی زد سے نکل گیا اب جنگ کیوں کرتے ہو۔ (تاریخ طبری صفحات سابقہ .... ملاحظہ ہوں) مگر ابو جہل تو اہل مکہ کو جنگ کے ارادہ سے لایا ہی تھا۔ اور اس کا مضبوط ارادہ تھا کہ مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے اسلام اور پیغمبر اسلام کا نام و نشان تک مٹا دے۔ وہ بھلا عوام کی رائے کو کیوں مانتا۔ لہذا اس نے واپس جانے والوں کا بھی کوئی خیال نہیں کیا وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی کم تعداد اور ان کے ہتھیاروں کی کمی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر محمدؐ کو ابتدا ہی میں زیر کر لیا جائے اور ان کی چھوٹی سی جماعت کو بھی قتل کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ابھی معاملہ آسان ہے۔ اور آئندہ یہی قلیل جماعت کثیر ہو جائے گی۔ اور یہی مغرور و مغلوب فاتح اور غالب بن جائیں گے۔ لہذا ان کا خاتمہ ابتدا ہی میں کر دینا چاہیئے۔

بعض مورخین نے جنگ بدر کے بارہ میں لکھدیا ہے کہ قافلہ تجارت پر حملہ کی نیت سے حضرت محمدؐ خود ہی نکلے تھے۔ مگر متذکرہ تاریخی حوالے ثابت کرتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہ تھا۔ بلکہ پیغمبر اسلام دفاع کے خیال سے مدینہ کے باہر آئے تھے۔ جیسا کہ عبارات سابقہ سے ثابت ہوا۔ اور اس خیال سے کہ۔ اہل اسلام کا رعب لشکر قریش پر پڑ سکے اور وہ مرعوب و خائف ہو جائیں۔ پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ ان کے تین سو تیرہ افراد اور وہ بھی بے سواری اور بے سلاح کے ہرگز ایک ہزار مسلح بہادروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ تدابیر ضروری تھیں۔ لشکر قریش کے حملہ کی خبر سے اہل اسلام میں عجیب پریشانی پیدا ہو گئی تھی جس کا اندازہ مندرجہ عبارت سے ہوگا:۔

۱ كان رسول الله صلعم اول ماقدم المدينة يسهر من الليل - (صحیح نسائی)

ترجمہ:۔ جب رسول خدا مدینہ میں تشریف لائے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

۲ امام حاکم نے مستدرک میں ان ایام کی پرآشوبی ان الفاظ میں لکھی ہے:۔

ترجمہ اصل عبارت:۔

رسول خدا جب مدینہ میں تشریف لائے اور انصار نے ان کو پناہ دی تو تمام عرب نے ایک کمان سے رسول خدا پر تیر اندازی کی۔ یعنی ان کو ہدف بنایا مسلمان ہمہ وقت ہتھیار لگائے رہتے تھے۔ اور نہیں سوتے تھے مگر جب سوتے تھے تو ہتھیار لگائے ہوئے۔

۳ صحیح بخاری کے باب چہارم میں ہے کہ:۔

انہیں ایام میں آنحضرت نے ایک بار صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج کی رات کو کوئی اچھا آدمی پہرہ دے چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ہتھیار لگا کر یہ خدمت رات بھر انجام دی۔

ہر صاحب فہم خود سمجھ سکتا ہے کہ۔ پیغمبر اسلام سے وطن چھوٹا، گھر چھوٹا، اقارب چھوٹے، بحالت غیر وطنی و مسافرت پردیس میں غیر شہر والوں نے رحم کھا کر ان کو پناہ دی تو اہل مکہ نے ان سے چھین لینا چاہا۔ جب اہل مدینہ نے اپنے مہمان کو حوالہ کرنے سے انکار کیا تو ان پہ حملہ کر دیا۔ اور حملہ میں طاقت پیدا کرنے کیلئے۔ قافلہ کے لٹ جانے کا بہانہ بنایا۔ تاکہ اہل مکہ میں پورا اشتعال ہو سکے۔ ان حالات کے تحت مدینہ سے چاہ بدر تک اسی میل کا سفر پیغمبر اسلام نے ڈھائی روز میں طے کیا۔ اور قریشی فوج کے پہنچنے سے قبل چاہ بدر پر قبضہ کر لیا۔ اور لشکر اسلام کیلئے موزوں مورچہ بنالیا۔ فوج تو کیا تھی نہایت قلیل تھی مدینہ کے اندر بھی قتل ہو سکتی تھی۔ مگر پیغمبر اسلام کی برمحل حکمت اور باموقع ارادہ نے دشمنوں کے دلوں میں قوی حملہ کا رعب جما دیا۔ اور یہی ہوا کہ ــــ بدر کی لڑائی کم تعداد مسلمانوں نے

فتح کرلی۔ اور اس پہلی فتح سے ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کا وقار جنگ قائم ہوگیا۔ یہ واقعہ بدر اور اس کی تدابیر عملی، پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا بہترین نمونہ ہے۔ اس واقعہ میں اور بھی پہلو ایسے ہیں جو حکمت نبوی کا پتہ دیتے ہیں۔ مگر بوجہ طول اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حکمت بالائے حکمت سقایانِ قریش کی گرفتاری۔

جب پیغمبر اسلام کو یہ خبر ملی ابو جہل اور ابو سفیان نے حملہ کا ارادہ کر لیا ہے۔ اور وہ روانہ ہو چکے ہیں تو آپ نے مدینہ سے بدر کی جانب رخ کیا۔ اور منزل اول سے چند اصحاب کو خبر رسانی کیلئے معین کیا۔ علی ابن ابی طالب زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص کو تاریکی میں روانہ کیا گیا۔ یہ ہر سہ افراد چاہ بدر پر اس وقت پہنچے جب سقایانِ قریش پانی بھر رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر وہ بھاگے۔ مگر دو شخص گرفتار ہو گئے۔ ایک کا نام اسلم تھا اور دوسرے کا نام عریض تھا۔ پہلا حجاج الحجاج کا غلام تھا اور دوسرا ابی عباس کا غلام ان سے پیغمبر اسلام نے مندرجہ ذیل حالات دریافت فرمائے

پیغمبر اسلام: تمہاری فوج میں کتنے آدمی ہیں؟

اسلم و عریض (غلامان قریش): صحیح تعداد ہم نہیں بتا سکتے۔ لیکن ہاں ایک روز میں نو اونٹ نحر کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرے روز میں دس اونٹ نحر کئے جاتے ہیں۔

پیغمبر اسلام: اشراف قریش میں سے کون کون لوگ ہمراہ ہیں۔؟

اسلم و عریض: عتبہ، شیبہ، ربیعہ کے بیٹے۔ ابو البختری، حکیم ابن حزام، حارث بن عامر طعیمہ بن عدی، نضر بن الحارث زمعہ بن اسود، ابو جہل امیہ بن خلف منبہ اور منیہ حجاج کے بیٹے۔ سہیل بن عمر اور عمر ابن عبدود۔

پیغمبر اسلام نے جب یہ سنا تو فرمایا:۔

هذه مكه قد القت اليكم افلاذ كبدها (طبری)

ترجمہ:۔ مکہ نے تم لوگوں کی طرف اپنے پارہ ہائے جگر کو بھیج دیا ہے۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ لشکر قریش حملہ کرنے کیلئے آچکا تھا۔ اور جب چاہ بدر پر علی معہ اصحاب کے پہنچے ہیں تو ان کے غلام پانی لینے آچکے تھے۔

علاوہ بریں پیغمبر اسلام کے اس عمل سے کہ رات کی تاریکی میں فوج قریش کے حالات معلوم کرلئے۔ اور ان کے بدر پر پہنچنے سے قبل خود پہنچ کر مورچہ جمالیا۔ اور قریش کی صحیح طاقت کا اندازہ کر لیا۔ جنگ بدر کی فتح کی کلید یہی ابتدائی امور ہوئے اور ان سے حکمت نبوی کے اعلیٰ نمونے معلوم ہوئے۔

جب صبح سویرے قریشی فوج قریب بدر پہنچ گئی اور صفوف اہل اسلام کو درست پایا۔ تو عمر ابن وھب جبھی ایک پھرتیلا جوان قریش گھوڑے پر سوار تیزی سے مسلمانوں کی صفوں کے قریب آیا اور گھوڑے کو کاوا دیکر اپنے لشکر سے جا ملا اور سردار قریش سے یہ الفاظ کہے :

ترجمہ اصل عبارت (ابن ہشام جلد دوم صلا)

میں ان کی جماعت کو دیکھ آیا۔ ان کے پاس مدینہ کے لدو اونٹ ہیں۔ جن پر موت کا سم قاتل لدا ہوا ہے۔ ان کے پاس سوائے ان کی تلواروں کے اور کوئی بھی ان کی جانوں کا محافظ و نگہبان نہیں ہے۔ خدا کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں۔ کہ اگر تم ان کا آدمی قتل کرو گے تو وہ بھی ضرور ہمارا آدمی قتل کریں گے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قرابت دیکھتی کے لحاظ سے اگر تم باخود نا لڑ کر کٹ مرے تو پسماندان کو تمام عمر لطف زندگی نہیں ملے گا۔

حوالہ مذکورہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے باوجود کم سپاہی اور غیر مسلح ہونے کے ایسی صف بندی فرمائی تھی کہ دشمن کا لشکر باوجود دہ چند ہونے کے بھی ہزیمت پسند ہوگیا۔ اور اپنی فوج کو لڑائی سے بچانے کی تدابیر کرنے لگا۔ عمیر کے ان الفاظ نے سرداران قریش میں چہ میگوئیاں پیدا کر دیں اور وہ طرح طرح بہانے تلاش کرنے لگے۔ مگر ابو جہل کا دعویٰ اور عزم کہ ہم پسپا نہیں ہو سکتے اور آج ہم مسلمانوں کا خاتمہ ہی کر کے دم لیں گے۔ میدان جنگ سے ہٹنے کو رد کرتا رہا۔ اور آخر کار ہوا بھی یہی کہ ان پر رعب اسلام طاری ہوگیا اور وہ میدان جنگ میں ہمیشہ کیلئے مارے گئے۔ اور بعد فتح بدر مسلمانوں کی فتح ہمیشہ کیلئے قائم ہوگئی۔

ازالہ شکوک مورخین | پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کے بارہ میں اتنا لکھنے کے بعد یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جنگ کے معاملہ میں مورخین اسلامی اور غیر اسلامی نے جو الزامات پیغمبر اسلام پر لگائے ہیں ان کا تذکرہ کر کے ان کی تردید بھی کر دوں۔

(۱) مولانا محمد حفیظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے اپنی کتاب قصص القرآن جلد چہارم میں متعدد جگہ تحریر کیا ہے کہ پیغمبر اسلام بدر کی جنگ کیلئے نہیں نکلے تھے۔ بلکہ قافلہ شام کو لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

قصص القرآن ص ۲۷۲ تا ۲۷۴

۱۔ قریش کا تجارتی قافلہ جب نفع کثیر حاصل کر کے شام سے واپس ہو کر مکہ جارہا تھا۔ بدر سے

قریب ہو کر گذرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ نے فوری صحابہ کو جمع کر کے مشورہ فرمایا۔ تب بعض حضرات نے بخوشی اس کے مقابلہ کیلئے آمادگی ظاہر کی اور بعض نے یہ سمجھ کر کہ کسی اہم جنگ کا معاملہ نہیں ہے۔ اس کے تعاقب پر آمادگی کا ثبوت نہیں دیا۔ چنانچہ ابن کثیر نے بحوالہ محمد ابن اسحاق اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے ۔ :۔

وقال هذه عير قريش فيها اموالهم فاخرجوا اليها لعل الله ينفلكموها فانتدب الناس فخفف بعضهم وثقل بعض وذلك انهم لم يظنوا ان رسول الله يلقى حرباً ۔	ترجمہ :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قریش کا قافلہ جارہا ہے۔ جس میں ان کا مال تجارت ہے۔ اس کا تعاقب کرو کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے لئے مال غنیمت بنا دے۔ پس لوگوں کو اس

کے لئے پکارا گیا۔ تو بعض نے اسکو پسند کیا۔ اور بعض نے نکلنے میں گرانی محسوس کی۔ یہ۔ حکم عدولی کے پیش نظر نہیں بلکہ اسلئے بھی کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے ارادہ سے نہیں جا رہے ہیں۔

(ب) مولانا موصوف اسی کتاب کے ص۲۷۵ پر رقمطراز ہیں ۔ :۔

مسلمانوں کا یہ لشکر جو قافلہ کے تعاقب میں نکلا سامان حرب سے بے پرواہ ہو کر مدینے نکلا۔ مشہور روایت کے مطابق ان کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی جبکہ بحمد اللہ مدینہ کے اندر ہی مسلمانوں کی آبادی ہزارہا بالغ نفوس پر مشتمل تھی۔ اور چند تلواریں دو تین گھوڑے ساٹھ زرہ ساٹھ اونٹ ان کا متاع جنگ تھا۔ درآنحالیکہ مسلمانوں کے پاس مدینہ میں بیش از بیش سامان جنگ اور اونٹ گھوڑے موجود تھے۔ غرض یہ لشکر جنگی لشکر نہ تھا بلکہ فداکاران توحید کا ایک مختصر سا قافلہ تھا۔ جو قریش کے حرب و ضرب کے سرمایہ پر قابض ہو کر دشمن کو بے مایہ بنانے نکلا تھا۔

(ج) مولانا موصوف اپنی اسی کتاب میں ص۳۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

بات بالکل صاف ہے کہ مسلمان درحقیقت اس بے سروسامانی کے ساتھ لڑنے کیلئے نہیں! بلکہ قافلہ پر قبضہ کرنے کیلئے نکلے تھے۔ اور اس کیلئے یہ جمعیت بصورت حال کافی بھی لیکن بدر کے قریب پہنچ کر اچانک صورت حال تبدیل ہو گئی۔ اور مسلمانوں .... کو دو باتوں کا ایک ساتھ علم ہوا۔ ابو جہل مکہ سے لشکر کشی کر کے آرہا ہے۔ اور ابو سفیان کا قافلہ بدر

سے گذر کر مکہ جارہا ہے۔

(د) قصص القرآن ص۳۹۲ پر رقمطراز ہیں :۔

چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری اور شیخ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں بسند اس واقعہ کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن فی المدینہ انی اخبرت عن عیر ابو سفیان انھا مقبلۃ فھل لکم ان تخرج قبل ھذا العیر لعل اللہ یغنمناھا فقلنا نعم فخرج وخرجنا فلما سرنا یوم او یومین قال لنا ماترون فی قتال القوم فانھم قد اخبروا بخروجکم فقلنا لا واللہ مالنا طاقۃ لقتال العدو ولکنا اردنا العیر۔ (الحدیث، تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان)

ترجمہ :۔ ہم مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے ابھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا کاروانِ تجارت شام سے آرہا ہے۔ کیا تم تیار ہو کہ اس سے قبل اس کی راہ گھیر لو۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے مالِ غنیمت عطا کردے۔ ہم سب نے عرض کیا ہاں۔ پس آپ بھی نکلے اور ہم بھی نکلے۔ ابھی ایک دن یا دو دن کی مسافت پر پہنچے تھے کہ آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل مکہ فوج کشی کے ارادہ سے آرہے ہیں۔ اب کیا ارادہ ہے۔ تب ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم بخدا اس حالت میں ہم میں دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ البتہ قافلہ پر حملہ کا ارادہ ضرور ہے۔

(س) حضرت کعب بن مالک کی روایت بخاری میں اس طرح منقول ہے :۔

عن عبد بن کعب قال کعب لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا غزوۃ تبوک غیر ان کنت تخلفت فی غزوۃ بدر، ولم یعاتب احد تخلف عنھا۔ انما خرج النبی صلی اللہ

ترجمہ :۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا بجز غزوہ تبوک کے اور ہاں غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں تھا اور جو اس میں شریک نہیں ہوا اس پر کچھ عتاب نہیں۔ کیونکہ نبی کریم قریش کے قافلہ کیلئے نکلے تھے کہ

علیہ وسلم یریدان عیر قریش حتی جمع الله بین و بینھم علی غیر میعاد
(صحیح بخاری)

خدا نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔

(ص) سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۳۲۱ :۔

ایک طرف وہ لوگ ہیں جو قافلہ تجارت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ حق کو قائم کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو میں سے کس کے ساتھ ہیں۔ عام روایتوں کے مطابق اس سوال کا جواب کیا ہوگا؟ میں اس تصور سے کانپ اٹھتا ہوں۔

(ط) مولانا حفظ الرحمٰن قصص القرآن صفحہ ۳۵ پر قرآنی توثیق و تائید بھی اپنے دعوے پر پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو :۔

"قرآن عزیز نے اس واقعہ کی تفصیلات دیتے ہوئے دو جگہ بصراحت اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ نفیر (جنگ) کا معاملہ عیر (قافلہ تجارت) کی خاطر نکلنے کے بعد اچانک سامنے آیا۔ اور اس لئے بعض مسلمانوں نے نفیر کے معاملہ کو ابتدائی خطرہ کی نگاہ سے دیکھا اور گراں محسوس کیا۔" (قصص القرآن)

میں نہیں چاہتا کہ اس قسم کے ہفوات شیطانی اور خرافات لایعنی سے اپنی اس کتاب کے صفحات سیاہ کروں۔ ورنہ عربی، فارسی، اردو، قدیم و جدید کتب اسلامی و غیر اسلامی میں متذکرہ حوالجات اور روایات موجود ہیں۔ اور متاخرین اہل اسلام نے بجائے واقعات کو سلجھانے کے اپنی لایعنی منطق سے اور بھی ان کو الجھا دیا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ)

اب آپ صاحبان صمیم قلب سے مندرجہ ذیل واقعات اور روایات پر غور فرمائیے۔ نتیجہ اور ان خرافات کا جواب خود ہی پیدا ہو جائے گا۔

(۱) تاریخ طبری :۔

وذلک قبل مخرج ابوسفیان وصحبہ از الشام۔

واقعہ بدر یا جنگ بدر ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں کی روانگی شام سے پہلے واقع ہو چکی تھی۔

(۲) ابوداؤد کی حدیث (ابوداؤد فی خبر النضیر) :۔

ان کفار قریش کتبوا الی ابن ابی و من کان یعبد معہ الاوثان من الاوس و الخزرج و رسول اللہ یومئذ بالمدینۃ قبل وقعۃ بدر انکم اٰویتم صاحبنا انا نقسم باللہ لتقاتلنہ او لتخرجنہ او لنسیرن الیکم باجمعنا حتی نقتل مقاتلتکم و نستبیح نساءکم۔

(ابو داؤد فی خبر النضیر)

ترجمہ:۔ رسول خدا صلعم مدینہ میں تشریف لے آئے تھے کہ بدر کے واقعہ سے بہت پہلے۔ کفار قریش نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں کو جو اوس و خزرج کے قبیلوں میں باقی رہ گئے تھے یہ لکھا کہ تم نے ہمارے صاحب کو پناہ دی ہے اور قسم بخدا ہم ...... تم تو اس سے لڑیں گے یا ان کو نکال دو۔ ورنہ ہم سب تم پر چڑھائی کریں گے۔ اور تمہارے جوانوں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو باندیاں بنالیں گے۔

۳) ابوجہل نے تحریص جنگ اور ترغیب حرب کے لئے یہ الفاظ کہے :۔

النجا النجا علی کل صعب و ذلول عیرکم اموالکم ان اصابہا محمد لم تفلحوا بعدھا ابداً۔

(قصص القرآن صفحہ ۹۴)

ترجمہ:۔ نجات حاصل کرو نہایت مصیبت اور ذلت سے نجات حاصل کرو یہ کاروان کاروان نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے مال و دولت کا ذخیرہ ہے۔ اگر محمد اس پر قابض ہو گئے تو پھر تم ہمیشہ کیلئے ناکام و نامراد ہو کر رہ جاؤ گے۔

مال قافلہ کا اندازہ :۔

کان فیہا خمسون الف دینار و کان لم یبق قرشی و لا قرشیۃ لہ مثقال الا بعث بہ فی العیر

ترجمہ:۔ قافلہ کے ساتھ پچاس ہزار دینار سرخ تھے۔ اور کوئی قرشی اور قرشیہ کہ جس کے پاس ایک مثقال بھی موجود ہو ایسے نہیں تھے کہ جس نے قافلہ میں اپنا راس المال نہ لگایا ہو۔

۴) تاریخ الامم و الملوک مولفہ ابن جریر طبری جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ :۔

وقد کانت الحرب بینہم قبل ذلک فقتلت و قتل ابن الحضرمی فی ناس بنخلۃ و استرت اساری من قریش

ترجمہ:۔ اور قافلہ کی روانگی سے قبل مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی۔ اور ان لڑائیوں میں

وکانت ملک الواقعۃ ھاجت الحرب بین رسول اللہ و بین قریش ... و ذلک قبل مخرج ابو سفیان و اصحابہ الی الشام ۔

لوگ مارے جا چکے تھے اور مشہور شخص ابن خضرمی مارا جا چکا تھا۔ اور قریش کے لوگ قیدی بھی بنائے جا چکے تھے ۔ اور یہ واقعہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کے مشتعل ہو جانے کا باعث بن گیا۔ اور یہ سب کچھ ابوسفیان اور اس کے رفقا کے شام کی جانب قافلہ تجارت کی شکل میں نکلنے سے قبل پیش آچکا تھا۔ (تاریخ الامام طبری)

(۵) تاریخ طبری صفحہ ۱۳۰۷ :-

لما رای ابو سفیان انہ قد احرز عیرہ ارسل الی قریش انکم خرجتم لتمنعوا عیرکم و رجالکم و اموالکم فقد نجاھا اللہ فارجعوا فقال ابوجہل واللہ لا نرجع نرد بدر ۔

ترجمہ :- ابوسفیان نے جب دیکھا کہ وہ قافلہ کو بچا لے گیا تو اس نے لشکر قریش کو پیغام بھیجا کہ خدا نے تمہارے اموال اور افراد کو نجات دی ۔ تم ان کو بچانے کیلئے آئے تھے ۔ واپس چلے آؤ ۔ ابوجہل نے کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں آئیں گے ۔ ہم تو بدر تک پہنچیں گے ۔ (طبری صفحہ ۱۳۰۷)

صاحبان فہم و ادراک و ارباب عقل و انصاف ، مذکورہ تاریخی ، حدیثی ، روایتی حوالہ جات بغور پڑھیں اور بہ نظر انصاف خود اخذ نتائج فرمائیں تو ان کو مندرجہ ذیل امور خلاصۃً نظر آئیں ۔

خلاصہ عبارات و حوالہ جات مذکورہ :-

۱ ۔ جنگ بدر سے قبل بھی اہل اسلام کی اور قریش کی جھڑپیں ہو چکی تھیں

۲ ۔ ابوسفیان کے قافلہ تجارت کی واپسی کے بعد واقعہ بدر واقع ہوا تھا ۔

۳ ۔ کفار قریش نے اپنی طاقت اور کثرت کی بنا پر مسلمانوں کو کھلے الفاظ میں چیلنج دیدیا تھا ۔

۴ ۔ حضرت محمدؐ کو سپرد کرنے کی دھمکی اہل مدینہ کو سخت الفاظ میں دیجا چکی تھی ۔

۵ ۔ ابوسفیان اور ابوجہل میں سازش ہو چکی تھی ۔ کہ اشراف مکہ کو پوری طاقت کے ساتھ محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ کر دیا جائے ۔ اسی لئے وہ تمام اموال قریش لیکر بشکل قافلہ تجارت کو نکلے بعد کو اموال لٹ جانے کا خوف دلا کر اور اشتعال دیکر قریش کا لشکر بلایا اور بدر تک جانے کی قسم کھائی ۔

۶ ۔ قافلہ تجارت جو شام سے آرہا تھا وہ بخیریت و بسلامتی بغیر حملہ کے مکہ پہنچ گیا ۔ اس پہلا اسلام

کا نہ حملہ ہوا اور نہ وہ مال لوٹا گیا۔ اور نہ وہ اصل میں جنگ بدر کہی جاسکتی ہے۔

۷۔ ابوجہل نے ترغیب جنگ تحریص جنگ سخت ترین الفاظ میں کی تھی۔

۸۔ فوج اور لشکرِ قریش مقام بدر تک پہنچنے ہی والا تھا۔ کہ پیغمبر اسلام کو خبر لگی اور آپ نے اس کے بدر پر آنے سے قبل صرف ڈھائی روز میں اسی میل کا سفر کر کے لشکر اسلام کو چاہ بدر تک پہنچایا۔

۹۔ جب لشکرِ قریش کو معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر اسلام فوج لیکر بجائے جان بچانے کی درخواست کرنے کے خود میدان جنگ (چاہ بدر تک پہنچ چکے ہیں) میں آگئے ہیں۔ تو ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ واپسی کیلئے طرح طرح کے بہانے کرنے لگے۔ تاکہ حمیت عرب پر ٹھیس نہ لگے۔ اور قبائل عرب کی نظروں میں وہ حقیر نہ ہو جائیں۔

مذکورہ حوالہ جات اور عبارات اور اس کے خلاصہ سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ جنگ بدر ایک علیحدہ چیز ہے۔ اور قریش کے تجارتی قافلہ کا صحیح سلامت مکہ پہنچ جانا۔ ایک علیحدہ تاریخی حقیقت ہے۔ مورخین اسلام میں جن میں منافق بھی تھے تو مسلم بھی تھے۔ علاوہ بریں یہودی بھی تھے اور نصاریٰ بھی تھے۔ اور ان میں ایسے بھی مسلمان مورخین تھے کہ جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا۔ ایسے واقعات کو جمع کر دیا ہے۔ جن کے دیکھنے سے معمولی فہم کا انسان بھٹک جاتا ہے۔ اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ بیشک پیغمبر اسلام نے قافلہ تجارت کے اموال کو لوٹنے کا قصد کیا تھا (نعوذ باللہ)

اور چونکہ مختلف تواریخ میں ایک ہی واقعہ بار بار دیکھنے میں آتا ہے۔ لہذا اس کو متواتر دصحیح مان کر نا دیلات لایعنی سے کام لیا جاتا ہے۔ روایت کے ساتھ درایت سے اگر کام لیا جاتا۔ اور اس کے ساتھ اگر ابتدائے اسلام کے عام مسلمانوں کے حالات پر غور کیا جاتا تو نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا۔ ابتدائے اسلام میں راسخ العقیدہ مسلمان کم تھے اور دشمنان اسلام لباس اسلام میں زیادہ تھے۔ یہ سب واقعات ان کی اسلام دشمنی کی وجہ سے تاریخ اسلام میں درج ہوئے ہیں۔

آخر میں ایک واقعہ مزید اسی بحث کی تائید میں لکھتا ہوں۔ یہ واقعہ مسلم اور مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔:-

عن انس عن رسول اللہ صلعم	ترجمہ:- انس سے روایت ہے کہ
شاور حین بلغہٗ اقبال ابی سفیان	رسول خدا کو جب ابوسفیان کے آنے
قال فتکلم ابوبکر فاعرض عنہ فتکلم	کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے مشورہ طلب کیا

عمر فاعرض عنہ فقام سعد بن عبادۃ فقال ایانا تریدیا رسول اللہ و الذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضھا البحر الاخضناھا ولو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد لفعلنا۔

(زرقانی، مسلم مصنف)

ابوبکر بولے تو رسول خدا نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر عمر بولے تو رسول اللہ نے منہ پھیر لیا پھر سعد بن عباد کھڑے ہوئے۔ اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ کا روئے خطاب انصار کی طرف ہے۔ خدا کی قسم اگر دریا میں سواری ڈالنے کا حکم آپ دیں گے تو ہم اپنے کلیجوں پر تلواریں مارتے ہوئے برک الغماد تک جائیں گے۔

نوٹ:۔ بعض کم نگاہ مورخین نے لکھا ہے۔ کہ سعد بن عبادہ جنگ بدر میں نہیں تھے۔ اس لئے یہ روایت غلط ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ سعد بن عبادہ مدینہ میں اہل اسلام کو برابر ترغیب جنگ دیتے اور روانگی جہاد کے وقت ان کو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ اسلئے رسول خدا نے ان کو مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اور بدر کے مال غنیمت میں ان کو بھی شریک کیا۔

بہر حال مذکورہ بالا واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام نے مہاجر و انصار کو جنگ سے خبردار کر دیا تھا۔ اور حرف اتنا ہی نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسلام پر مر مٹنے کا عہد و پیمان بھی لے لیا تھا۔ ان حالات اور واقعات کے دیکھنے کے بعد کون ایسا صاحب فہم ہے جو یہ کہے۔ کہ پیغمبر اسلام ابو سفیان کے قافلہ تجارت کو لوٹنے گئے تھے۔ مگر اچانک لشکر قریش سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ مگر صدہا دیگر واقعات تاریخی ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام نے جنگ بدر بہترین زمانہ، بہترین موقعہ و وقت اور بہترین اسلوب سے لڑی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ستر مہاجر اور ۲۴۴ دو سو چوالیس انصار کل تین سو چودہ مسلمان اور بھی غیر مسلح اور پیادہ ایک ہزار آزمودہ جنگجو، بہادران عرب پر غالب آگئے۔ اور ہمیشہ کے لئے اہل مکہ اور قریش کی ہمتیں پست کر دیں۔

نتیجہ واقعات بدر

یہ تھی وہ تدبیر جنگ اور حکمت نبوی جو اہل عالم کیلئے اعلیٰ درس حکمت پیش کرتی ہے۔ کفار قریش کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان میں سے ستر اہل اسلام کے ہاتھوں قتل ہوئے اور انتالیس قید ہوئے۔

مسلمانوں کی تعداد جنگ بدر میں ۳۱۴ یا ۳۱۳ تھی، اہل اسلام میں سے ۱۴ اشخاص قتل چھ مہاجرین اور آٹھ انصار۔

اسیر ہونے والوں میں پیغمبر اسلام کے چچا عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ کے چچازاد بھائی عقیل ابن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور ابوالعاص شوہر حضرت زینب بھی تھے۔ ابو عزیز برادر مصعب ابن عمیر، سحر البیان شاعر سہیل ابن عمر تھے۔

حکمت واقعہ سی و دوم بعد جنگ بدر

۱۸ رمضان المبارک ۲ھ کو پیغمبر اسلام نے مسلمان مقتولین کو دفن کیا اور کفار کی لاشوں کو بوجہ کثرت تعداد ایک کنوئیں میں ڈال کر دفن کر دیا اور اصحاب پر واپسی کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے زید بن حارثہ کو مدینہ روانہ کر دیا تاکہ اہل مدینہ کو فتح اسلام کا مژدہ سنایا جائے۔ اتفاق سے زید اس وقت مدینہ میں داخل ہوئے جبکہ رقیہ زوجہ عثمان ابن عفان کی میت دفن کی جا رہی تھی اور مسلمان یکجا جمع تھے۔

زید نے جب مژدہ فتح سنایا۔ تو خود زید بن حارثہ کے اپنے بیٹے اسامہ کا بیان ہے۔ کہ کسی فرد واحد کو اسلام کی اس عظیم الشان فتح کا یقین نہ آیا کیونکہ وہ لشکر اسلام کی قلت سامان حرب کی قلت کو جانتے تھے اور اسی کے ساتھ وہ لشکر قریش کی کثرت اور سامان جنگ کی افراط سے خوب واقف تھے اسامہ کہتے ہیں دوسرے لوگ تو درکنار خود مجھ کو اپنے باپ کے بیان پر اعتبار نہیں آیا تھا۔ میں نے دوبارہ ان سے خود دریافت کیا کہ کیا آپ سچ کہتے ہیں کہ ستر سرداران قریش مارے گئے اور انتالیس اشراف مکہ اسیر ہو کر مدینہ آ رہے ہیں۔ اور کل صبح تک داخل مدینہ ہو جائیں گے میرے باپ زید نے شرعی قسم کھائی اور ہم لوگ مطمئن ہو گئے کیونکہ کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہی۔ (روضۃ الاحباب محدث شیرازی ص۲۳۲)

پیغمبر اسلام نے فتح جنگ بدر کے بعد زید کو خبر فتح جنگ بدر کیلئے مدینہ بھیج کر اعلیٰ حکمت و سیاست کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ اس وقت مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت محدود تھی یہود با اثر اور بکثرت تھے۔ مدینہ کے نواح میں کفار و یہود کی بستیاں تھیں۔ ان کے مقابلہ میں پیغمبر اسلام کی جماعت نہایت قلیل اور کمزور تھی اور اہل اسلام کا کوئی رعب داب نہ تھا۔ صرف وہ لوگ اتنا سمجھتے تھے کہ محمد خدائے واحد کے پرستار ہیں۔ عابد و زاہد ہیں۔ درویش منش اور نیک شخص ہیں۔ ان کے ہموطنوں نے ان کو وطن سے نکال دیا ہے۔ تو انہوں نے مدینہ میں پناہ لے لی ہے۔

عرب میں پناہ دینا اعلیٰ حمیت قومی سمجھی جاتی تھی۔ اس میں دوست دشمن، جانور اور انسان کی بھی شرط نہ تھی۔ لہٰذا حمیت قومی کی وجہ سے اہل مدینہ نے محمد کو پناہ دیدی ہے۔ اور اب تک ایک سال کی مدت اسی ماحول میں گذری تھی۔ لیکن پیغمبر اسلام نے۔ اول بدر کی جنگ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے۔ دوم جنگ بدر کو فتح کر لینے سے۔ سوم خبر فتح بدر بذریعہ زید پہلے سے مدینہ بھیجنے سے دوست دشمن، مسلم، منافق،

یہود و نصاریٰ، کافر و مشرک، مقامی و غیر مقامی پر وہ رعب و جلال اسلام ڈال دیا جو فتوحات اسلامی کیلئے خشت اول کا کام دیتا رہے گا۔ گویا پیغمبرؐ نے اس فتح کے ذریعہ اسلام کے وقار حقیقی کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ لہٰذا جس وقت مسلمان جنگ بدر کو فتح کر کے مدینہ واپس ہوئے ہیں۔ تو وہ وقت دشمنوں کے دلوں پر بجلیاں گرا رہا تھا۔ اور کمزور و بے چارہ مہاجرین و انصار کے قلوب میں انتہائی مسرت و جرأت کی لہریں پیدا کر رہا تھا۔ اس فتح کا اثر تا قیامت روز بروز بڑھتا ہی جائے گا۔ اور یہ فتح اہل اسلام کی آئندہ نسلوں کیلئے منارہ فتح و فیروزی بنتی رہے گی۔

حکمت واقعہ سی و سوم بعد جنگ بدر

جنگ بدر کے قیدیوں کیلئے یہ قرار پایا کہ ان سے فدیہ لیکر ان کو رہا کر دیا جائے۔ اور جن قیدیوں کے پاس فدیہ نہ ہو وہ اپنے عزیزوں سے رقم فدیہ لیکر ادا کر دیں۔ اس سلسلہ میں عباس ابن عبد المطلب پیغمبر اسلامؐ کے چچا اور قریش کے سردار بھی آئے۔ مگر ان کے پاس رقم فدیہ نہ تھی۔ جب ان سے رقم فدیہ طلب کی گئی۔ تو اونہوں نے فرمایا کہ میں مسلمان ہوں مجھ سے فدیہ کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟

رسول خدا نے فرمایا کہ "دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ دوسرا نہیں جان سکتا۔ اس وقت تو آپ بظاہر کفار کے شریک تھے اور انہی کے ساتھ قید ہو کر آئے ہیں"۔

اس وقت عباس نے عرض کیا کہ :-

"میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ میں فی الحال نادار ہوں۔"

رسول خدا نے فرمایا کہ :-

"چچا آپ کسی وقت بھی نادار نہیں ہیں کیونکہ آپ کے پاس ایک رقم کثیر اس طلا کی ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کی تحویل میں آپ نے دیدی ہے۔ اور یہ کہدیا ہے کہ اگر آپ جنگ سے واپس نہ آئیں تو وہ رقم ان کے اور ان کے چاروں بیٹوں میں تقسیم کر دی جائے"۔

یہ سنتے ہی عباس بن عبد المطلب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور اسی ہیبت و جلال محمدی کے زیر اثر کہنے لگے :-

محمد! خدا شاہد ہے کہ میرے اس راز سے سوائے میرے اور تمہاری چچی کے کوئی دوسرا مطلق آگاہ نہیں ہے۔ یہ تم کو کس نے خبر دی؟ یہ کہہ کر اسی جلال و سطوت روحانی کی حالت میں عباس بے اختیار پکار اٹھے :-

اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ محمداً رسول اللّٰہ۔

عباس کے اسلام لانے پر مسلمانوں کے نعرہ تکبیر کی صدا سے تادیر فضا میں گونج باقی رہی۔

اس واقعہ نے ظاہر کیا کہ پیغمبر اسلام کی فہم وفراست اور حکمت نظری بہت بلند تھی۔ اسی سے کام لیکر پیغمبر اسلام نے عباس ابن عبدالمطلب کے دل میں اپنی نبوت وحقانیت کا اثر قائم کر دیا۔ اور اہل مکہ کے دلوں پر ثابت کر دیا کہ عباس جیسا شریف قوم باحمیت عالی خاندان تلوار وجان کے خوف سے مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ حقانیت وروحانیت محمدی نے ان کو مسلمان بنا دیا۔

قیدیوں سے فدیہ لیکر ان کو آزاد کر دینا ایک ایسا فعل تھا جس نے صرف قیدیوں ہی کے دلوں میں اسلام کی رواداری وصلح جوئی اور امن پسندی کو ثابت نہ کیا۔ بلکہ جب لوگ مکہ میں پہنچے اور ان کی رہائی کی خبر عام ہوئی تو دشمنوں کے دلوں میں اسلام کی رواداری وصلح جوئی کے گہرے نقوش پیدا ہو گئے

حکمت واقعہ سی و چہارم بعد جنگ بدر

واقعہ بدر کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا۔ کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ (امیہ بن خلف جنگ بدر میں قتل ہوا تھا) اور عمیر ابن وھب (جسکا ایک بیٹا ابھی تک مسلمانوں کے پاس مدینہ میں اسیر تھا) بیرون مکہ تنہائی میں بیٹھ کر واقعہ بدر کے متعلق باتیں کرنے لگے:۔

عمیر:۔ قریش قصاص بدر کے متعلق جو کچھ سوچیں اور تدابیر اختیار کریں۔ تو یہ ان کا کام ہے۔ لیکن میرا کام تو یہ ہے کہ اگر میں قرضدار اور عیالدار نہ ہوتا تو ابھی مکہ سے چلتا اور مدینہ پہنچ کر محمد کا کام تمام کر دیتا۔ تاکہ جھگڑا ہی مٹ جاتا۔

صفوان:۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے تم جاؤ اور اپنا کام کر آؤ۔ میں تمہارے قرضداروں اور عیال دونوں کا ذمہ دار ہوں۔

عمیر۔ واہ کیا کہنا۔ میں جاتا ہوں اور اپنے ارادہ کو خاطر خواہ پورا کرتا ہوں۔

اس کے بعد دونوں گھر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن عمیر نے تیاری کی۔ تلوار تیز کی اور اس کو کئی بار زہر میں بجھایا۔ اور گھر سے نکلا اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ دو منزلہ کرتا ہوا مدینہ میں اس وقت داخل ہوا جبکہ پیغمبر اسلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب جمع تھے۔ عمیر اونٹ سے اتر کر چلا۔ عمر ابن خطاب کی نظر پڑ گئی فوراً خدمت رسول میں جاکر اطلاع کی کہ عمیر شمشیر برہنہ لئے آرہا ہے۔ پیغمبر اسلام نے انتہائی متانت سے جواب دیا کہ:۔

رسول:۔ "اے عمر اگر عمیر آتا ہے تو آنے دو۔"

عمیر اتنے میں رسول خدا کے سامنے آگیا۔

رسول :۔ "کہو عمیر کیسے آئے ؟"

عمیر :۔ "لڑکے کو دیکھنے چلا آیا"۔

رسول :۔ شمشیر عریاں کیوں ہاتھ میں لئے ہو ؟

عمیر :۔ تو پھر کیا ہوا۔ ہماری اتنی تلواروں نے جنگ بدر میں آپ کا کیا بگاڑ لیا جو میری ایک تلوار کچھ بگاڑ سکے گی۔

رسول :۔ کچھ تو بتاؤ کہ آخر تلوار لیکر آنے کا کیا سبب ہے۔ ؟

عمیر :۔ نہیں کچھ نہیں یہی بات تھی جو میں نے پہلے عرض کر دی۔

رسول :۔ اے عمیر تو کیا میں خود ہی اس تلوار لانے کا سبب بتاؤں ؟

عمیر :۔ جیسی رائے ہو۔

رسول :۔ "اگر تم مجھ سے ہی سبب معلوم کرنا چاہتے ہو تو سنو۔ تم نے اور صفوان بن امیہ دونوں نے میرے قتل پر مشورہ کرکے معاہدہ کیا ہے۔ وہ تمہارے قرض کو چکائے گا اور بچوں کی خبر گیری کرے گا۔ اور تم میرے قتل کرنے کو یہاں آئے ہو۔ عمیر سچ کہو یہی واقعہ ہے یا نہیں! سنو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو خدا میرا محافظ ہے۔"

پیغمبر خدا کی زبان سے یہ الفاظ سنکر عمیر مبہوت سا ہوگیا۔ تا دیر سر جھکائے رہا پھر بولا۔

عمیر :۔ بیشک آپ نبی برحق ہیں آسمانی بشارت اور الہامات اور نزول وحی کو جھٹلانا میرے لئے آسان تھا مگر ان واقعات کو جو صفوان اور میرے سوا کوئی تیسرا جانتا ہی نہیں۔ آپ کا بتا دینا کیونکر جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اے پیغمبر اسلام آپ کی حقانیت مجھ پر واضح ہوگئی۔ میں کلمۂ اسلام پڑھتا ہوں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد الرسول اللہ۔

اس کے بعد عمیر اپنے مقید بیٹے کو آزاد کراکے ہمراہ لئے ہوئے مکہ چلا گیا۔ اور کفار مکہ میں تبلیغی خدمات انجام دینے لگا۔

واقعہ مذکورہ نے بھی ثابت کیا کہ پیغمبر اسلام کی فراستِ کامل اور حکمتِ بالغہ نے دشمن کے دل کا حال معلوم کرلیا۔ اور اس کا برمحل اظہار کرکے دشمن ترین شخص اپنے قاتل کو اپنا دوست اور کلمہ گو بنا لیا۔

حکمت واقعہ سی ذوم غزوہ بنی قینقاع سے قبل کا واقعہ

مدینہ اور اس کا قرب و جوار یہودیوں کا مرکز تھا۔

بنی قینقاع، بنی نضیر خاص مدینہ کے مشہور قبائلِ یہود تھے۔ اوس و خزرج دو بڑے قبائل انصار تھے۔ یہودیوں نے جنگ بدر میں اہل اسلام کی فتح کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام کی طاقت بڑھ گئی۔ لہٰذا ان کے اہل الرائے افراد نے اندرونی ریشہ دوانیوں کے ذریعہ استیصال اسلام کی کوششیں شروع کردیں۔ قبائل اوس و خزرج میں جہالت زیادہ تھی۔ یہ دونوں ہمیشہ جنگ و جدال میں معروف رہتے تھے۔ اور یہودیوں کے زیرِ اقتدار رہ چکے تھے۔

یہ موقع یہودیوں کو ان دونوں میں دشمنی و عداوت دیرینہ کو یاد دلانے کا یاد آگیا۔ لہٰذا انہوں نے پوری کوشش شروع کردی اور یہ طے کرلیا کہ ان دونوں مسلمان قبیلوں میں باہم جنگ کرادی جائے۔ اور اس طرح سے اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کا خاتمہ کردیا جائے۔

ایک دن اوس و خزرج کے بہت سے افراد ایک جگہ جمع تھے۔ مختلف قسم کی گفتگو اور بات چیت میں معروف تھے کہ اس جلسہ میں کچھ یہودی بھی پہنچ گئے اور انہوں نے اوس و خزرج کی قدیم خانہ جنگیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور اس انداز سے ان کی عداوت دیرینہ ان کو یاد دلائی کہ ان میں پھر انتقام کا جذبہ تازہ ہوگیا اور باہمی تکرار کے بعد آپس میں تلواریں کھچ گئیں۔ قریب تھا کہ یہ فتنہ عظیم اسلام کی بیخ کنی کیلئے کافی ہوجائے اور انصار کی پہلی جنگ فتوحات اسلامی کو ہمیشہ کیلئے ختم کردے۔

پیغمبر اسلام کو ان حالات کی خبر ملی تو آپ فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ اور پند و نصائح کے بعد فتنہ جنگ کو فرو کردیا۔ اور اس نازک موقع پر اپنی حکمت عملی اور تدبیر سیاسی کی بدولت اسلام کو ہمیشہ کیلئے تباہی سے محفوظ کرلیا کیونکہ اس وقت کی باہمی جنگ تباہ کن ثابت ہوتی۔

حکمت سی و ششم واقعہ ۳ھ غزوہ بنی قینقاع

۲ھ کا واقعہ ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے جو بااثر اور با اقتدار تھے۔ اور اپنی دولت و ثروت اور کاروبار کے لحاظ سے مدینہ پر چھائے ہوئے تھے مخالفتِ اسلام پر کمر باندھ لی۔ اور انہوں نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ قبیلہ بنی قینقاع کے بازار صرافہ میں ایک مسلمان عورت کسی شے کے خریدنے کیلئے گئی ایک یہودی نے پیچھے سے آکر اس کے پیراہن کا دامن چاک کر ڈالا۔ وہ عورت بالکل برہنہ ہوگئی، بازار یہودیوں کا تھا سب نے قہقہے لگانے شروع کردیئے۔ وہ مسلمان عورت غیرت و شرم سے پانی پانی ہوگئی۔ یہودی تالیاں بجاتے اور قہقہے لگاتے ہوئے اس کو اور بھی ذلیل کرنے لگے۔ اتفاق سے ایک مسلمان ادھر آنکلا اس نے ایک مسلم خاتون کو اس طرح ذلیل ہوتے ہوئے دیکھا تو حمیت اسلامی جوش میں آگئی۔ اس نے غصہ میں آکر اس یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے اس کا پیراہن چاک کیا تھا۔ اور تالیاں

بجار ہا تھا۔ وہ بازار یہودیوں کا تھا۔ یہ دیکھتے ہی یہودی جمع ہوگئے اور ان سب نے ملکر اس تنہا مسلمان کا قیمہ قیمہ کرڈالا۔

حضرت محمدؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، تو وہ خود بہ نفس نفیس بازار بنی قینقاع میں تشریف لیگئے اور یہودیوں سے کہا :-

"خدا سے ڈرو مبادا تم کو بھی بدر والوں کی سی مصیبتیں اٹھانی پڑیں"

یہودیوں کو اپنی دولت و اقتدار پر گھمنڈ تھا اتنا سنتے ہی چراغ پا ہوگئے اور انتہائی غیظ وغضب کے لہجہ میں یہ الفاظ کہے :-

ابن ہشام جلد دوم ص ۔ :-

یا محمد انک تری انا قومک لا یغرنک	ترجمہ اے محمدؐ کیا تم نے ہم کو بھی اپنی قوم کے
انک لقیت قوما لا علم لھا با لحرب ۔	لوگ سمجھ رکھا ہے۔ اور اس امر پر تم مغرور نہ
فاصبت منھم فرصۃ انا واللہ لئن	کہ تم کو ایسی قوم سے سامنا ہوا تھا جو فن جنگ
حاربناک لتعلمن انا نحن الناس ۔	سے بالکل ناواقف تھی۔ خدا کی قسم تم کو ہم سے

پالا پڑے گا۔ تو معلوم ہوجائے گا کہ ہم لوگ حقیقتہً مرد ہیں۔

حضرت محمدؐ نے جب سرداران یہود کی یہ تند و تیز تقریر سنی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہودیوں نے وہ عہد نامہ بھی واپس کر دیا۔ جو ابتداءً مسلمانوں سے کیا گیا تھا۔ اس وقت پیغمبر اسلام نے تحمل و ضبط سے کام لیا۔ اور موقع سے واپس آگئے۔ اور آتے ہی حکم دیا کہ ان مغرور اور بدعہد یہودیوں کا محاصرہ کرلیا جائے۔ یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رکھا گیا۔ یہ یہودی سات سو افراد تھے۔ جن میں سے تین سو جنگ آزما جوان تھے۔ آخر ان کے غرور کا سر نیچا ہوا اور محاصرہ سے عرصہ حیات تنگ ہوگیا۔ خود ہی خدمت پیغمبر اسلام میں پیام بھیجا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ پیغمبر اسلام نے بوجہ رواداری اور حکمت عملی فیصلہ سے اعراض کیا۔ اور عبداللہ ابن ابی سلول کو جو یہودیوں کا قدیم حلیف اور دوست تھا۔ حکم مقرر کردیا۔ عبداللہ ابن ابی سلول نے یہودیوں کو جلاوطن کئے جانے کا حکم سنایا۔ یہودیوں نے بخوشی منظور کرلیا۔ اور عبادہ بن صامت کو خدمت رسول میں بھیج کر تین روز کی مہلت طلب کی جو منظور کرلی گئی۔

یہ سات سو یہودی مدینہ کو خالی کرکے اور تمام سامان وذخیرہ ہمراہ لیکر موضع درعات میں جو شام کا علاقہ ہے داخل ہوگئے۔

واقعات اور یہودں کی سرکشی کا جواب تو یہ تھا کہ ان کو گھیر کر مار لیا جاتا۔ اور ان کے مال و متاع کو جو بہت زیادہ تھا مال غنیمت بنا لیا جاتا۔ اور اس طرح سے غریب مسلمانوں کو بہت کچھ مال و اسباب مل جاتا۔ اس صورت میں کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ ظلم کی ابتدا یہودیوں نے کی تھی دوسرے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی یہودنے ہی کی تھی۔ جب معاہدہ یہود نے واپس کیا تھا۔ تو گویا وہ جنگ کا الٹیمیٹم اور اور چیلنج دے چکے تھے۔ ایسی حالت میں اگر وہ شکست کھاتے اور مارے جاتے تو اس کا الزام ان کے ہی ذمہ تھا۔ کیونکہ وہ خود جنگ پر آمادہ تھے۔ اور جنگ دو سر دارد فتح یا شکست باوجود اس سب کے بھی پیغمبر اسلام نے یہودیوں پر کسی قسم کی دست اندازی کو رواداری اسلام کے خلاف سمجھا۔ اور ان کی قسمت کا فیصلہ بھی۔ باوجود اختیار فیصلہ پانے کے خود نہیں کیا۔ بلکہ ان کے دوست عبداللہ ابن ابی سلول کے سپرد کر دیا۔ چونکہ یہودی خود چاہتے تھے کہ وہ اب مدینہ سے چلے جائیں اسی لئے عبداللہ ابن ابی سلول نے بھی ان کی منشا کے مطابق ہی فیصلہ دیا۔ اور وہ کل سامان ہمراہ لیکر مدینہ سے باہر چلے گئے۔ اس طرح سے پیغمبر اسلام کی حکمت عملی نے دامن اسلام کو اس الزام سے بچا لیا کہ غیر مذاہب اور غیر مسلم کی حکومت اسلامی میں گنجائش نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ مدینہ اسلام کا مرکز اور دار الحکومت بن رہا تھا۔ یہودی ابتدا ہی سے اسلام کے دشمن تھے۔ اور دشمنان اسلام کے ساتھ ساز باز کر کے ان کو ہر قسم کی مدد دیکر کمزور اور محدود مسلمانوں کیلئے خطرہ بنے ہوئے تھے۔ اور بار بار اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے ہر موقع الزام کو ہٹاتے ہوئے بہترین موقع پر ان کو جلا وطن کر کے دار الحکومت اسلامی یا مرکز اسلامی کی سالمیت کو برقرار رکھا۔ اور ہمہ وقت کے خطرات سے اسلام کو محفوظ کر لیا۔ مدینہ کو یا یوں کہوں کہ مرکز اسلامی کو اغیار و اعداء کے خطرات سے جس طرح پیغمبر اسلام نے صاف کیا ہے۔ اس کی مثال ان حالات و واقعات کی موجودگی میں تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

حکمت واقعہ سی و ہفتم جنگ احد

غزوۂ سویق کے بعد ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل کے مساعی سے کفار قریش نے اپنا لشکر جرار تیار کیا ۵۰ اونٹ اور ۲۰۰ تازی گھوڑے صرف کوتل میں رکھے گئے تھے۔ کہ وقت ضرورت کام میں آسکیں اور فوج کو ترغیب جنگ دینے کیلئے عورتوں کا ایک بینڈ ترتیب دیا گیا تھا۔ جن میں ممتاز معروف عورتوں کے نام مطابق تحقیق شبلی نعمانی مندرجہ ذیل ہیں:-

۱ ہند عتبہ کی بیٹی، یعنی معاویہ ابن ابوسفیان کی ماں ۲ ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی

زوجہ ۳ فاطمہ خالد ابن ولید کی بہن - ۴ ریطہ عمر عاص کی زوجہ - ۵ برزہ ثقفی رئیس طائف کی بیٹی - ۶ حناس مصعب ابن عمیر کی ماں -

کفار قریش کی تعداد پانچ ہزار تھی- تین ہزار سوار دو ہزار پیادہ ، سرداران قریش تقریباً سب موجود تھے - ان لوگوں نے پوری کوشش کی تھی کہ ایکے حملہ میں اہل اسلام اور اہل مدینہ کو تباہ و برباد کر دیں گے - ۳ھ ، شوال کو جنگ شروع ہوئی -

عباس ابن عبد المطلب جو اسلام لانے کے بعد مکہ میں رہتے تھے - انہوں نے حملہ قریش کی اطلاع دو قاصدوں کے ذریعہ (انیس و مونس) دی تھی - ۵ شوال کو یہ اطلاع پیغمبر اسلام کو ملی اس کے بعد پیغمبر اسلام نے مدینہ میں فوج کشی کا اعلان کر دیا - اور فرمایا کہ مقابلہ کیلئے جلد مسلمان روانہ ہو جائیں --

جنگ لڑنے کے سلسلہ میں جب اصحاب سے رائے لی گئی تو اصحاب میں اختلاف رائے بھی ہوا بعض اصحاب کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ لڑی جائے اور بعض کی رائے تھی کہ باہر میدان میں نکل کر جنگ لڑی جائے اور پیغمبر اسلام نے اسی رائے کو ترجیح دی اور آپ اس انداز سے دولتکدے سے باہر تشریف لائے کہ :-

سر پہ دستار تھی ، جسم مبارک پہ زرہ آہنی ، ادھم یمنی کا کمر بند (پٹکا) تھا اس میں ترکش لگا ہوا تھا - پشت مبارک پہ سپر آویزاں تھی - دوش اقدس پہ کمان تھی اور گلوئے اطہر میں شمشیر آبدار حمائل تھی ، دست مبارک میں نیزہ خاراشگاف تھا -

اصحاب نے جب خاتم النبیین کو اس انداز جہاد فی سبیل اللہ میں دیکھا تو سب میں جوش جہاد پیدا ہو گیا - بعض نے اس وقت بھی عرض کی کہ حضور مدینہ میں قیام کرتے ہوئے ہی جنگ کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

پیغمبروں کی خصوصیات میں داخل ہے کہ سلاح جنگ باندھ کر پھر قبل از نتیجہ جنگ کمر نہیں کھولتے و اللہ یفعل مایشاء وھو علی کل شیئٍ قدیر (اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے -

جمعہ کا دن تھا اور نماز جمعہ کا وقت آگیا تھا - لہذا پیغمبر اسلام نے نماز جمعہ پڑھائی اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا - مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دیا - اور تحریص و ترغیب جنگ کی اور آخر میں فرمایا :-

ان لھم النصر ما صبروا دامرھم بالتقوی لعدوھم ۔ — ترجمہ :۔ اس شرط پر تمہاری فتح یقینی ہے کہ تم صبر و تحمل سے کام لو اور بلا شرکت نفس اپنے دشمن سے مقابلہ کرو ۔ (زرقانی جلد دوم ص۲۶)

اس کے بعد رسول اللہ نے لشکر اسلام کی ترتیب دی اور اس طرح علمداران لشکر کا تقرر فرمایا

(۱) قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو دیا گیا ۔

(۲) قبیلہ خزرج کا علم خباب بن منذر کو یا دوسری روایت کی رو سے سعد بن عبادہ کو عطا فرمایا ۔

(۳) مہاجرین کا علم مصعب ابن عمیر یا بروایت دیگر علی ابن ابی طالب کو عطا فرمایا ۔

عبداللہ ابن مکتوم کو مدینہ کا نگران بنا کر مدینہ بھیج دیا گیا ۔

جب لشکر اسلام روانہ ہو کر قبیلہ بنی النجار تک پہنچا تو شام ہو گئی ۔ پیغمبر اسلام نے اس کو ٹھہر جانے کا حکم دیا ۔ اسی وقت لشکر میں ایک ہنگامہ برپا ہوا ، شور و غل ہونے لگا ۔ پیغمبر اسلام نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن ابی سلول سرکردہ منافقین اور اس کے رفقا شور و ہنگامہ کر رہے ہیں ۔ آنحضرت نے فرمایا :۔

لا تستنصروا باھل الشرک علی اھل شرک ۔ — ترجمہ :۔ مشرکوں سے جنگ کرنے کیلئے اہل شرک سے مدد نہ لی جائے ۔

حکمت عملی ۲ :۔ پیغمبر اسلام نے اس نازک موقع پر ان کلمات حکمت سے وہ کام لیا جو اپنی مثال آپ ہی ہے ۔ ورنہ انتشار و افتراق لشکر اسلام کیلئے تو یہ تدبیر کی گئی تھی ۔

اس کے بعد پچاس بہادروں کو لشکر کی پہرہ داری پر مقرر فرمایا ۔ اور رات وہیں گذاری ۶ شوال بوقت صبح لشکر اسلام روانہ ہوا اور کوہ احد جو مدینہ سے تقریباً ۳ میل کے فاصلہ پر تھا ۔ اور جہاں دشمن کا لشکر پہنچ چکا تھا ۔ اس مقام پر پہنچ کر لشکر اسلام نے قیام کیا ۔ عین وقت پر جبکہ دونوں لشکر مقابل ہوئے ۔ عبداللہ ابن ابی سلول منافق اور اس کے تین سو رفقاء نے پھر دغا دی ۔ اول ہنگامہ تو صرف اسلئے تھا کہ نو مسلم مسلمانوں پر خوف و ہراس لشکر کفار طاری ہو جائے اور لوگ یہیں سے بھاگنے لگیں اور لشکر اسلام کی شکست فاش ہو جائے ۔ عین میدان جنگ میں پہنچ کر ایک ہزار کی فوج میں سے تین سو کا (تیسرا حصہ) نکل جانا لشکر اسلام میں انتشار افتراق پھیلانے کیلئے کافی تھا ۔۔

عبداللہ ابن ابی سلول بعض افراد کے سمجھانے کے بعد بھی لشکر اسلام سے جدا ہو کر واپس چلا گیا

جب پیغمبر اسلام کو اس کی واپسی کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے کچھ اعتنا نہ کی اور قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے مسلمانوں کو سنائی۔

فما لکم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسھم بما کسبوا۔

یعنی منافقین کے بارہ میں دو فرقے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے عمل کی سزا میں ہی ان کو ان کی اصل حالت (کفر) کی طرف لوٹا دیا ہے۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام نے لشکر اسلام کو ان الفاظ میں خطاب فرمایا:۔

قال انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی النار خبث الحدید

یعنی رسول خدا نے فرمایا۔ اب تم اس طرح سے پاک و صاف کر دیئے گئے۔ جس طرح آگ لوہے کو جلا کر میل کچیل سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

عبداللہ ابن ابی سلول اور اس کے تین سو رفقاء کے جدا ہو جانے کا یہ اثر ہوا کہ دو قبیلے۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ بھی واپسی کیلئے تیار ہو گئے تھے۔ اور قریب تھا کہ لشکر اسلام منتشر ہو جائے مگر پیغمبر اسلام کی بروقت تدبیر و تقریر اور حکمت عملی نے اس تباہی سے دین خدا کو محفوظ کر لیا آپ غور فرمائیے اسلام کی ابتدا۔ نو مسلموں کا اجتماع، فوج کی کمی، سلاح جنگ کی کمی، رسد و کمک کی کوئی امید نہیں برخلاف اس کے کفار قریش کا جوش انتقام جنگ بدر، فوج قریش کی اکثریت، سلاح جنگ کی فراوانی، اور اس پر یہ جوش و جذبہ کفار کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اور اس غرض کے پورا کرنے کیلئے مکہ سے چلکر مدینہ پر چڑھائی کرنا ان حالات اور اس نازک موقع پر لشکر اسلام سے عین وقت پر تین سو افراد کا نکل جانا۔ گویا لشکر اسلام کے قدم اکھڑ جانے کے مترادف تھا۔ اور بظاہر شکست اسلام کا پیش خیمہ تھا۔ مگر اس ایسے نازک ترین موقع پر پیغمبر اسلام کے چند فقرات حکمت نے سات سو مسلمان مجاہدین کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ اور موت یا کثرت اعدا کے مقابل میں لاکھڑا کیا۔ یہ تھی وہ حکمت عملی جو سپہ سالاران عالم کیلئے درس اعلیٰ پیش کرتی ہے۔

حکمت عم ۳:۔ پیغمبر اسلام نے ترتیب فوج اس طرح فرمائی:۔

(۱) میمنہ لشکر پر عکاسہ بن محض الاسد مخزومی کو مقرر کیا (۲) مقدمہ لشکر پر ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص کا تقرر فرمایا۔ (۳) ساقہ لشکر پر مقداد بن عمر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ پچاس تیر انداز عبداللہ ابن جبیر کی سرکردگی میں مقام عینین (درۂ احد) پر جیال

سے حملہ کا امکان تھا) پر پہرہ دیتے رہیں۔ اور تاکید فرمائی کہ نتیجہ جنگ کچھ بھی ہو شکست یا فتح تم لوگ اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ اس موقع پر پیغمبر اسلام کے یہ الفاظ تھے :۔

لا تبرحوا مکانکم ھذا (مناقب شہر آشوب جلد اول صفحہ ۱۹۲)

جب مقابلہ افواج شروع ہوا اور لشکر قریش سے ابو عامر پچاس تیر اندازوں کے دستہ کے ساتھ نکلا اور اس نے پتھروں اور تیروں کی بارش اہل اسلام پر کرنی شروع کر دی۔ جب مجاہدین اسلام نے اس کا جواب دیا تو کفار بھاگ نکلے۔ اور عورتوں نے رجز خوانی اور دف کی آوازوں سے شجاعت و غیرت دلائی۔

یہ حالت دیکھ کر طلحہ ابن ابی طلحہ علمبردار لشکر قریش نے میدان میں آکر یہ رجز پڑھا۔

یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیوفکم الی النار ویعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فھل منکم احد یعجلہ الی الجنۃ ویعجلنی الی النار ۔

ترجمہ :۔ اے اصحاب محمد تمہارا گمان ہے کہ اگر تم ہم کو قتل کرو گے تو خدا ہمکو دوزخ میں پہنچائے گا۔ اور اگر ہم تمہیں ماریں گے تو خدا تمہیں جنت میں لے جائیگا۔ پھر تم میں سے کوئی جلد نکل آئے کہ ہم اس کو مار کر جنت میں پہنچا دیں۔ یا وہ ہمیں مار کر جلد دوزخ میں پہنچا دے علی ابن ابی طالب نے اس کا یہ رجز سنا اور فوراً مقابل پہنچ کر جواب دیا :۔

فقال والذی نفسی بیدہ لا افارقک حتیٰ یعجلک الی النار او یعجلنی بسیفک الی الجنۃ ۔

ترجمہ :۔ علی نے جواب دیا۔ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تیرے مقابلہ سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک تجھے اپنی تلوار سے دوزخ میں نہ پہنچا لوں۔ یا تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچا دے ۔ (طبری صفحہ ۱۳۹۶ ابن ہشام صفحہ ۸۱)

علی نے آگے بڑھ کر طلحہ کے سر پر وہ ضرب شمشیر لگائی جو طلحہ کے مغز سر تک اتر گئی۔ اور علی نے باآواز بلند تکبیر کہی اور رسول خدا نے بھی لشکر اسلام کے ساتھ نعرہ تکبیر کہا۔ اور میدان احد نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا ۔ اور پورے لشکر قریش پر اس پہلے علمدار قریش طلحہ کے قتل سے خوف و ہراس طاری ہو گیا۔

لشکر قریش کے اولین علمبردار آزمودہ کار جنگجو طلحہ کے مقابل علی کو علمبردار لشکر اسلام کی حیثیت سے بھیجنا پیغمبر اسلام کی نہایت اعلیٰ درجہ کی حکمت عملی تھی جسنے لشکر اسلام کا رعب و جلال قریش پر

طاری کر دیا۔

اور پھر طلحہ کے بعد ابوسعید بن ابی طلحہ قریش کا جھنڈا اٹھا کر پورے جوش انتقام میں علی کے مقابل آیا۔ مگر علی کے ہاتھ سے وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بعد مسافع ابن طلحہ مقابل آیا، عاصم نے تیر سے اس کو ہلاک کر دیا۔ اور پھر حرث ابن طلحہ کو بھی عاصم نے قتل کیا۔ پھر جلاس بن طلحہ مقابل ہوا، وہ طلحہ بن عبد اللہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ علمبرداران قریش کے خاتمہ کے بعد ایک غلام حبشی صواب آیا وہ بھی علی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

جب علمبرداران فوج قریش کے قتل نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تو ابوسفیان سراسیمہ ہوا اور اس کی زوجہ ہند بنت عتبہ نے دف بجا کر رجز خوانی کی اور کفار کو جوش دلایا۔ مگر یہ سب بیکار ثابت ہوا میدان جنگ کا نقشہ تاریخ طبری کے الفاظ میں دیکھئے۔

(۱) تاریخ طبری منہ

قال ابو دجانہ حتی امعن فی الناس وحمزۃ بن عبد المطلب وعلی ابن ابی طالب فی رجال المسلمین فانزل عزوجل نصرہ وصدقہم وعدہ فحسوہم بالسیوف حتی کشفوہم وکانت الہزیمۃ لاشک لہ۔

ترجمہ:۔ ابو دجانہ نے قتال شروع کیا اور وہ لوگوں میں دھنس گئے۔ حمزہ اور علی مع جمعیت اسلام کے صفوں میں گھس گئے۔ خدا نے ان کی نصرت کی۔ اور فتح کی شکل نمودار ہوگئی۔ ان لوگوں نے غنیم کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا۔ ان کی صفوں کو توڑ کر میدان صاف کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑی کھلی ہوئی شکست تھی۔

حکم رسول کی خلاف ورزی کا نتیجۂ بد

بہر حال ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور ادھر درۂ احد پر مقرر شدہ پچاس تیر اندازوں نے پیغمبر اسلام کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ عبد اللہ ابن جبیر نے بہت روکا اور پیغمبر اسلام کا فرمان یاد دلایا۔ مگر یہ مسلم اپی مسلمانوں نے مال غنیمت کی حرص و طمع میں ایک نہ مانی اور وہ درہ کو خالی کر گئے۔ خالد بن ولید نے دیکھا کہ درہ خالی ہے تو وہ دوسو فوجیوں کا دستہ لیکر درہ کے راستے عقب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ یہ دستہ تازہ دم تھا۔ خالد اور اس کے ساتھی عرب کے مشہور دلاور بہادر تھے اور اسلام کے جانی دشمن تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے آن واحد میں درہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے والے لٹیرے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ اور ادھر ایک وحشی غلام جبیر بن مطعم جسکو ابوسفیان کی زوجہ ہند نے حمزہ بن عبد المطلب اور علی ابن ابی طالب

کے قتل پر (انتقام خون بدر کی وجہ سے) آمادہ کر رکھا تھا تاک میں تھا۔ اس نے حمزہ کو گھمسان کی لڑائی میں مصروف پاکر ایک چھوٹا نیزہ جسکو حربہ کہتے ہیں پھینکا اور یہ نیزہ حمزہ کی پشت میں گھس کر پار ہو گیا اور اس طرح حمزہ شہید ہو گئے۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان وحشی غلام کے ساتھ حمزہ کی لاش پر گئی اور ان کے جگر کو چبا کر کھایا اور ان کے ناک کان کاٹ کر ہار بنایا۔ اور اس کو گلے میں پہنا اور وہ اس ہار کو مکہ لے گئی۔ بروایتے ناسخ التواریخ وہ امیر حمزہ کے جگر کو نگل نہ سکی۔ خدا نے نہیں چاہا کہ مومن کا گوشت کافر کے پیٹ میں جائے۔

بہر حال پیغمبر اسلام کی نافرمانی اور طمع مال غنیمت کی وجہ سے لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر اسلام میں بھگدڑ پڑ گئی۔ کسی کے حواس قائم نہ رہے۔ پیغمبر اسلام کے تعمیل حکم سے جو فتح ہوئی تھی وہ بوجہ نافرمانی، حکم رسول شکست میں بدل گئی۔ اہل اسلام سب بھاگ گئے اور کوہ احد کی بلندی پر جا کے ٹھہرے۔ اس ہنگامہ اور بھگدڑ میں علی ابن ابی طالب اور ابودجانہ انصاری جنگ میں مصروف رہے۔ اس ہنگامہ اور جنگ کا نقشہ ملاحظہ کیجئے۔

۱ ابن ہشام جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۸۰

عن ابی سعید الخدری ان عتبہ	ابی سعید الخدری سے روایت ہے کہ عتبہ
بن ابی وقاص رمی رسول اللہ صلی	ابن ابی وقاص نے نیزہ مار کر رسول خدا
اللہ علیہ وسلم یومئذ فکسر رباعیۃ	کی داہنی دو دارھیں ٹوٹ گئیں اور نیچے
الیمنی السفلی وجرح شفتہ السفلی	کے منہ پر بھی زخم آیا اور عبداللہ بن الشہاب
وان عبداللہ بن الشہاب الزہری	الزہری نے چہرہ اقدس کو زخمی کیا اور ابن
شجہ فی جبہتہ وان ابن قیمیہ جرح	قیمیہ نے آپ کے مغفر پر ضرب لگائی کہ
وجنہ فدخلت حلقتان فی حلق المغفر	مغفر آہنی کے دو حلقے رسول خدا کے
فی وجنہ ووقع رسول اللہ	چہرہ مبارک میں پیوست ہو گئے اور رسول
فی حفرۃ من الحفر التی عمل ابوعامر	اللہ اس گڑھے میں گر پڑے جس کو ابوعامر
لیقع فیہا المسلمون وہم لا یعلمون	نے مسلمانوں کو لاعلمی میں گرا دینے کیلئے
فاخذ علی بن ابی طالب بید رسول	پہلے ہی سے کھودا تھا۔ گڑھے میں گرتے ہی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورفعہ	رسول خدا کا دست مبارک علی ابن ابی
طلحہ بن عبداللہ حتی استوی قائما	طالب نے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔ حتی کہ آپ

سطح زمین پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(۲) تاریخ طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۴۰۲ ترجمہ اصل عبارت :۔

ترجمہ :۔ ابو رافع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب علی ابن ابی طالب نے قریش کے علمبرداروں کو قتل کر دیا۔ تو آنحضرت صلعم نے مشرکین کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھا تو علی سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو۔ علی نے ان پر حملہ کیا اور ان کو منتفرق کر دیا۔ اور ان میں سے عبداللہ بن عمر جمحی کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد پھر رسول خدا نے دوسری جماعت مشرکین کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو حکم دیا اے علی ان پر حملہ کرو پھر علی نے ان پر حملہ کیا تو ان کو بھی متفرق کر دیا اور ان میں سے شیبہ بن مالک کو جو بنی عامر سے تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر جبرئیل نے خدمت رسول میں عرض کی :۔

یا رسول اللہ ان ھٰذہ ھی المواساۃ	یا رسول اللہ یہ تو منتہائے محبت و رفاقت
فقال رسول اللہ انہ منی وانا منہ	ہے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ وہ (علی)
فقال جبرئیل وانا منکما قال فسمعوا	مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیل
صوتا لا سیف الا ذوالفقار ولا	نے عرض کیا کہ میں تم دونوں سے ہوں
فتی الا علی ۔	اس کے بعد آواز غیب آئی کہ ذوالفقار

سی کوئی تلوار نہیں ہے اور علی سا کوئی بہادر اور جوانمرد نہیں ہے۔

جب پیغمبر اسلام کے زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی اور علی نے شمع نبوت کا پروانہ بن کر دشمنوں سے رسول کو بچا لیا اور لشکر قریش نے دیکھا کہ بخلاف ان کے زعم کے محمد زندہ ہیں اور علی بھی حملہ آور ہیں۔ تو ان پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ وہ واپس ہونے لگے۔ جب وہ لوگ کچھ دور نکل گئے تو پیغمبر اسلام نے علی کو حکم دیا کہ وہ ان کا تعاقب کریں۔

اس کے تفصیلی الفاظ تاریخ سے ملاحظہ فرمائیے :۔

تاریخ طبری صفحہ ۱۴۱۹ ۔ ترجمہ اصل عبارت :۔

جناب رسول خدا صلعم نے علی کو بلا کر حکم دیا کہ فوج کفار میں جا کر ان کی نقل و حرکت کی سمت معلوم کرو اور یہ معلوم کرو کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔ اگر وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑوں کو کوتل رکھتے ہوں تو سمجھ لینا کہ مکہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوں اور اونٹوں کو خالی چھوڑتے ہوں تو سمجھ لینا کہ مدینہ کا قصد

رکھتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو بھی کوچ کرکے ان کے مقابل ہونا ہوگا۔
علی فرماتے ہیں کہ ہم ان کی لشکرگاہ میں پہنچے اور دیکھا وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور مکہ کو جارہے ہیں۔
علی باوجودیکہ زخموں سے چور تھے۔ مگر حکم پیغمبر پر سمعاً و طاعتاً کہتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ علی شجاعانہ انداز میں بڑھتے چلے جارہے تھے کہ ابوسفیان کی نظر علی پر پڑ گئی۔ (حیات القلوب جلد دوم)
ابوسفیان نے آواز دیکر دریافت کیا:۔
"یا علی از ما چہ مے خواہی ما اکنون بمکہ میرویم۔ برگرد لسوئے یار خود۔"
"اے علی تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ ہم مکہ واپس جارہے ہیں تم بھی اپنے یار کے پاس واپس جاؤ۔۔۔"
اس نازک موقع پر کہ لشکر اسلام کو شکست ہوچکی تھی، اور علی جیسا جانباز زخمی ہوچکا تھا۔ پیغمبر اسلام کا علی کو پھر لشکر قریش کے تعاقب کا حکم دینا۔ انتہائی حکمت عملی پر مبنی تھا۔ علی کا شمشیر معہ سنہ تنہا تعاقب میں جانا۔ ابوسفیان کے دل پر دبدبہ خوف و ہراس بن گیا۔ اور لشکر قریش پر لشکر اسلام کے رعب کا باعث بن گیا۔۔
جیسے ہی ابوسفیان نے علی کو اپنے تعاقب میں دیکھا تو اس کو خیال ہوا کہ اسلام کی تازہ دم فوج پھر حملہ کیلئے آگئی اور علی اس کی علمداری کررہے ہیں۔ اور وہ لوگ بہت تیز مکہ کی طرف چلدیئے اور خدا نے بمصداق آیت سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ الخ۔ عنقریب کفر کے دلوں میں ہم رعب و خوف ڈالدیں گے۔ کیونکہ وہ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔
قریش پر ایسا رعب طاری ہوگیا۔ کہ جب وہ مکہ پہنچے تو ابوسفیان نے کہا:۔
حیات القلوب جلد دوم ص۶۶۹:۔
پس ابوسفیان داخل مکہ شد و اہل مکہ را خبر داد کہ لشکر محمدؐ از پے ما می آمدند تا داخل مکہ شدیم وشبان وہیزم کشان کہ بمکہ آمدند گفتند لشکر محمد را دیدیم کہ ہرگاہ کہ شما بار مے کرد ید ایشاں بجائے شما فرود می آمدند و درپیش ایشاں سوارے بود کہ بر اسب سرخ سوار بود و از پے شما می آمد۔
ترجمہ:۔ ابوسفیان نے اہل مکہ سے کہا کہ لشکر محمد ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ ہم مکہ میں داخل ہوگئے۔ پھر چرواہے اور لکڑہارے جو مکہ میں داخل ہوئے انہوں نے بھی۔ اہل مکہ کو خبر دی

کہ ہم نے محمدؐ کے لشکر کو دیکھا کہ جب تم لوگ آگے آگے آ رہے تھے۔ تو وہ پیچھے پیچھے آ رہے تھے اور جہاں تم نے سامان سفر باندھا تھا۔ انہوں نے اسجگہ قیام کیا ہے۔ ان کے لشکر کے آگے ایک سوار ہے جو سرخ گھوڑے پر سوار ہے۔"

بہر حال پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و تدبیر جنگ کی بدولت شکست بھی فتح کی شکل میں ہوئی۔ اور مکہ کے کفار کے دلوں میں رعب و جلال اسلام پیدا ہو گیا۔

اس کے بعد پیغمبر اسلام مع اپنے لشکر کے جسکا علم علی ابن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ میں لا الا ہوئے، عورتیں بچے جو خبر شہادتِ پیغمبر اسلام سنکر ماتم کناں و موئے پریشاں دروازوں اور چھتوں پر کھڑی تھیں وہ سب پیغمبر اسلام کی آمد سے شاداں و فرحاں ہوگئیں۔

پیغمبر اسلام کے داخلۂ مدینہ کا منظر ملاحظہ فرمایئے۔ :-

(۱) تاریخ حیات القلوب جلد دوم ص ۲۶۹ :-

حضرت رسول از احد باز گرد و امیر المومنین علی علم را در پیش او میبرد۔ تا آنکہ از عقبہ بالا آمدند و بہ مدینہ مشرف شدند چوں اہل مدینہ علم را دیدند امیر المومنین ندا کرد کہ اے گروہ مردم اینک محمد است می آید۔ نہ مردہ است و کشتہ نہ شدہ است پس ابوبکر و عمر گفتند کہ علی با علم آمد و زنان انصار ہمہ در خانہا ایستادہ بودند منتظر قدوم آنحضرت بودند از خبر کشتہ شدن پیغمبر موہا پریشان کردہ و گیسو ہا کندہ و گریبان چاک کردہ و شکمہائے خود را مجروح کردہ و مردانِ انصار چوں ندائے بشارت شنیدند و خورشید جمالِ نبوی از بالائے عقبہ طالع گردید از ظلمات مصیبت بنوائے بشارت عقبہ دویدند و آنحضرت را بشارت سلامت دادند۔ چوں حضرت داخل مدینہ شد و زنان مدینہ را براں حال مشاہدہ کرد ایشاں را دعائے خیر کرد و فرمود کہ داخل خانہا شوید و بدنہائے خویش بپوشانید و فرمود کہ خدا وعدہ دادہ کہ دین مرا بر ہمہ دینہا غالب گرداند و خلافِ وعدہ خود نہ خواہد کرد۔

ان واقعات تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و تدابیر جنگ بالکل بر کامیاب تھیں۔ مگر تو مسلم حریصوں نے یا منافقین نے کچھ اپنی جان کے بچانے کیلئے اور کچھ مال غنیمت کی لالچ سے حکم رسول کو پس پشت ڈال دیا اور نافرمانی کی وجہ سے جنگ احد کی فتح شکست میں بدل گئی۔ با ایں ہمہ بگڑے کام کو بنا لینا ہی حکمت عملی ہے۔ لہذا حکمت نبوی نے اس شکست کو بھی بصورت

فتح دیدی اور اس شکست کو فتح بنا دیا کہ کفار قریش و مشرکین مکہ پر بھاگتے بھاگتے اور مکہ پہنچتے پہنچتے بھی خوف و ہراس غالب رہا اور ان کے دلوں پر رعب لشکر اسلام چھا گیا۔ ان کی ہمتیں لپست ہوگئیں۔ ان کے مدینہ کو تباہ و برباد کردینے کے ولولے خاک میں مل گئے۔

حکمت بالائے حکمت جنگ احد ۲
غزوہ حمرائے الاسد

جب ابوسفیان میدان احد سے آٹھ میل دور نکل چکا اور منزل روحا پہ پہنچا۔ تو اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ اور یہ طے کیا کہ اس جنگ میں ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ اسلام کا کلیتہً خاتمہ کردینگے۔ مگر باوجود اتنی لشکرکشی اور تیاری کے بھی ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اب ارادہ یہ ہے کہ مدینہ پر ایک تابڑ توڑ زبردست حملہ کیا جائے اور محمد اور اسلام کو فنا کرکے ہی دم لیا جائے۔ عکرمہ ابن ابی جہل، حارث بن ہشام عمرو بن عاص، خالد بن ولید نے اس رائے کی تائید کی۔ اور حملہ کیلئے تیار ہوگئے...

اب ادھر کا حال سنیئے۔ پیغمبر اسلام نے شہدائے احد کو دفن کیا۔ مدینہ پہنچ کر چند روز تک شہدائے احد کی صف ماتم گھر گھر بچھانے کا حکم دیا اور جب حمزہ ابن عبدالمطلب پر کوئی رونے والا نظر نہ آیا تو فرمایا:۔

"قال ولکن حمزہ لا بواکی لہ ھیھنا۔" حمزہ را دریں زمین غربت گریہ کنندگان نباشد - (ناسخ التواریخ ص۱۷۰)

ایک رات اور یک دن شہدا پر ماتم بپا رہا۔ نصف شب کے قریب پیغمبر اسلام کی خواب سے آنکھ کھلی تو نالہ و شیون گریہ وزاری کی آواز آرہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں۔ اس واقعہ کو تاریخ سے پیش کرتا ہوں۔

(۹) ناسخ التواریخ ص۱۷۱ :۔

چنانچہ رسول خدا از خواب انگیختہ شد پرسش نمود کہ ایں نالہ چیست چوں صورت حال را باز دانست فرمود رضی اللہ عنکن وعن اولادکن وعن اولادکن۔ وایں قاعدہ درمیان زنان انصار استوار شد کہ تاکنون ہر مصیبتی کہ رود بدبختین بر حمزہ بگریند وآنگاہ براہل خود۔

ترجمہ:۔ جب رسول خدا خواب سے بیدار ہوئے تو دریافت فرمایا کہ یہ نالہ و فغاں کیسی ہے۔ جب صورت حال کو معلوم کرلیا کہ سب شہدائے احد و امیر حمزہ کو رو رہے ہیں اور ان کا ماتم کر رہے ہیں۔ تو آپنے یہ دعا دی:۔ خدا راضی ہو ان عورتوں سے اور ان کی اولاد سے۔ چنانچہ انصار کی عورتوں میں یہ دستور

ہو گیا کہ ابتک جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے۔ تو وہ پہلے حمزہ پر گریہ کرتی ہیں۔ اس کے بعد اپنے اہل و اقربا پر۔ (ناسخ)

پیغمبر اسلام نے شہدائے احد پر رونے اور بکا کرنے پر ترغیب دیکر اور امیر حمزہ کی شہادت پر گریہ کرنے کیلئے آمادہ کر کے اعلیٰ حکمت عملی قائم کی۔ اور وہ یہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں اس شکست سے دو ہی صورتیں پیدا ہو سکتی تھیں ایک تو یہ کہ اہل مدینہ اور مہاجر و انصار کے دل چھوٹ جاتے اور وہ اس کے بعد جنگ کی ہمت ہی نہ کرتے۔ کیونکہ حالات ایسے ہی پیدا ہو گئے تھے۔ اصحاب خاص تک بھی رسول کو تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ پیغمبر اسلام شدید طور پر زخمی بھی ہو چکے تھے آپ کے قتل کی افواہ بھی پھیل چکی تھی؛ مسلمان قتل بھی ہو چکے تھے۔ ان حالات کے تحت اہل اسلام میں اپنی کمزوری کا احساس پیدا ہونا لازمی نتیجہ تھا۔ علاوہ ازیں پیغمبر اسلام کی جانب سے بھی تو مسلمانوں میں بد عقیدتی پیدا ہونا ضروری تھی۔ کیونکہ اس شکست سے پہلے تو سب کا یہ خیال تھا۔ کہ محمد خدا کے رسول ہیں، خدا ہمہ وقت ان کی مدد کرے گا۔ کسی وقت بھی کسی سے شکست نہیں کھائیں گے یہ تو جاہیں گے وہی خدا کرے گا۔

مگر اس موقع پر عقائد میں بھی تنزلزل پیدا ہو گیا۔ پیغمبر اسلام نے زنان مدینہ میں ماتم شہداء بپا کر کے اہل مدینہ میں جوش انتقام پیدا کر دیا۔ جس کا جو عزیز یا دوست مارا گیا تھا۔ اس کے دل میں ولولہ و جوش انتقام شدت سے پیدا ہونے لگا۔ گویا زنانِ مدینہ کا یہ ماتم اہل مدینہ اور اہل اسلام کیلئے رجز خوانی کا کام دینے لگا۔ اس گریہ و ماتم زنانِ مدینہ نے ایک دوسری صورت پیدا کر دی وہ یہ کہ اہل مدینہ اور اہل اسلام میں جوش انتقام پیدا ہو گیا۔ اور اس طرح وہ پھر جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ یہ معاملات فطری ہیں۔ عرب تو عرب، ہر ملک میں ہر قوم میں کم و بیش یہ حالات پائے جاتے ہیں۔

اگر عورتیں رو رو کر اپنے مقتول عزیز کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے وارث مردوں کو جوشِ انتقام آہی جاتا ہے۔ اور ان حالات میں بڑے بڑے فسادات ہو جاتے ہیں۔ اہل عرب تو اس حمیت میں ایسی ہی خصوصیات کے مالک تھے۔ لہٰذا اہل مدینہ اور اہل اسلام پر بھی اس گریہ کا گہرا اثر پڑا اور وہ پھر جوش جہاد دل میں پالنے لگے۔ ایک تو اس خیال سے کہ وہ دشمنوں سے انتقام لیں گے۔ دوسرے اس خیال سے کہ ان کی یہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ ہوگی۔ گویا پیغمبر اسلام نے اپنی شکست خوردہ فوج کی شکست خوردہ ذہنیت کو اس طریقہ کار سے پھر زندہ کر لیا اور ان کو فتح مکہ کا خیال دلا دیا۔

چونکہ جنگ احد کے بعد فوراً ہی پیغمبر اسلام کو دشمن کا مقابلہ کرنا تھا۔ اسلئے اور بھی ضروری تھا کہ کوئی اشتعال دلانے والے آلہ سے کام لیں۔ ورنہ تھکے ہارے شکست خوردہ مسلمان پھر جنگ میں کس طرح نکل سکتے تھے۔ چنانچہ ۸ ر شوال کی صبح کو پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ بلال سے کہو وہ ندا دے کہ "حکم خدا ہے کہ مسلمان دشمنوں کی تلاش میں گھروں سے نکلیں اور وہی مسلمان جنگ کیلئے گھروں سے نکلیں جو جنگ احد سے واپس ہوئے ہیں۔ دوسرے مسلمان ان کے شریک نہ ہوں۔"

اس موقع پر یہ آیات قرآنی نازل ہوئیں :۔

(۱) ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله وتلک ایام نداولها بین الناس۔ (قرآن)

ترجمہ :۔ اگر تم کو زخم لگا تو دشمنوں کو بھی تو تمہاری مانند بدر میں زخم پہنچے ہم لوگوں کو کبھی خوشی دیتے ہیں اور کبھی غم۔

(۲) ولا تهنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانهم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون ط (قرآن) نساء ع۱۵

ترجمہ :۔ کافروں کی طلب و تلاش میں سستی نہ کرو! اگر تم زخم کھائے ہوئے ہو تو کافر بھی زخم کھائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ تم خدا سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہو اور ان کو یہ امید نہیں ہے۔

(۳) کتاب مناقب ص۱۰۱ :۔

ثم کانت حمراء الاسد قوله الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ ذکر الفلکی المفسر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس وعن ابی رافع انها فی علی وذلک انہ نادی یوم الثانی من احد فی المسلمین فاجابوه وتقدم علی برایة المهاجرین فی سبعین رجلاً حتی انتهی الی حمراء الاسد لیرهب العدو وهی

ترجمہ :۔ آیت الذین استجابوا للہ والرسول علی کی شان میں نازل ہوئی ہے بروایت ابن عباس و ابو رافع علی نے جنگ احد کے دوسرے دن ہی مسلمانوں کو جنگ کی دعوت دی اور انہوں نے دعوت کو قبول کیا۔ اور علی نے مہاجرین کی فوج کی علمداری کی ان کی تعداد ستر تھی یہاں تک کہ حمراء الاسد تک یہ فوج پہنچی یہ مقام ایک بازار (ہاٹ) تھا جو مدینہ سے تین

سوق علی ثلاثة امیال من المدینه ثم رجع الی المدینه وخرج ابو سفیان انتهی الی روحا فتلقی معبد الخزاعی .... فقال ابو سفیان ترکب من عبد القیس ابلغوا محمد انی قتلت صناد یکم واردت الرجعة لاستنا صلکم فقال النبی حسبنا اللہ ونعم الوکیل قال ابو رافع قال ذالك علی فنزل الذین قال لهم الناس الایة ورجع النبی الی مدینه یوم الجمعة ۔

میل کے فاصلہ پر تھا۔ علی کے اس حملہ کے اثر سے دشمن کی فوج کو پسپائی ہوئی اور وہ ڈر گئی۔ ہوا یہ کہ ابو سفیان نے اپنی جمعیت کو یکجا کرکے پھر مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ جب مقام روحا تک پہنچا تو اس کی ملاقات معبد الخزاعی سے ہوئی اس نے کہا کہ محمد سے کہدو کہ تمہارے ناموراور بہادر فوجیوں کو میں قتل کر چکا ہوں۔ ابھی یہ ارادہ ہے کہ اسلام کی پوری پوری بیخ کنی کر دی جائے۔ رسول خدا نے جب یہ سنا تو یہ فرمایا کہ ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا نگران ہے۔ جمعہ کے دن رسول خدا دشمن کو مرعوب و خوفزدہ اور واپس کرکے مدینہ میں داخل ہوئے۔

(۴) خداتعالی نے اس موقعہ پر ان الفاظ میں ثبت کر دی :-

قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (قرآن)

ترجمہ :- وہ لوگ جو کثرت جمعیت سے ڈرائے جاتے ہیں۔ اس ڈرائے جانے سے ان کے ایمان اور زیادہ ہوتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو ہماری مدد کیلئے خدا کافی ہے۔ (قرآن)

تاریخ اور آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ واقعہ غزوہ حمراء الاسد کس وقت اور کس حالت میں واقع ہوا۔ ایسے نازک موقعہ پر کہ لشکر اسلام کی تعداد کم تھی۔ اسلحہ کم تھے، رسد نہ تھی، بیرونی کمک کی کوئی امید نہ تھی، اس پر طرہ یہ کہ جنگ احد میں مسلمان قتل بھی کئے جا چکے تھے۔ بظاہر شکست بھی پا چکے تھے اور ابھی احد کی واپسی کو کچھ روز بھی نہ گذرے تھے۔ ابھی مجاہدین کے زخموں کے ٹانکے بھی خشک نہ ہوئے تھے۔

ان حالات کی موجودگی میں پیغمبر اسلام کا پھر تھکے ہاروں کو لشکر کفار کے مقابلہ میں بھیج دینا معمولی کام نہ تھا۔ مگر یہ بھی وہ حکمت نبوی جس کا نمونہ دنیائے تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔!

پیغمبر اسلام کے اس مختصر سے لشکر کو لیکر کردگی علی ابن ابی طالب تلاشِ لشکرِ دشمن کیلئے بھیج دینا بیحد مفید ہوا۔ اور اس کا نتیجہ اتنا اعلیٰ نکلا جس کی نظیر تاریخ عالم پیش ہی نہیں کر سکتی۔ گر اس وقت پیغمبر اسلام نے علی کو ستر بہادر دیگر روانہ نہ کیا ہوتا۔ اور وہ مقام حمراء لاسد تک جو مدینہ سے تین میل تھا نہ گئے ہوتے۔ اور ابو سفیان کو علی کے حملہ کی خبر نہ ملی ہوتی۔ تو یقیناً ابو سفیان تازہ دم فوج لیکر مدینہ پر حملہ آور ہو جاتا اور زخمی دلپپا شدہ مسلمانوں کو دم کے دم میں تہ تیغ کر ڈالتا اور اس کا دعویٰ اور غرض استیصال اسلام پوری ہو جاتی۔ مگر پیغمبر اسلام کی بروقت حکمت عملی نے ان زخمی اور جنگ سے چور چور مسلمانوں کو تازہ حملہ کرنے کیلئے بھیج کر کفار مکہ کے دلوں پر رعب ڈال دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ بہادران اسلام ابھی زندہ ہیں۔ اور ان کے جواب دینے کا بلکہ ان کو فنا کر دینے کا پورا دم خم رکھتے ہیں۔

حکمت سی و ہشتم غزوہ بیر معونہ

سکہ ماہ صفر میں غزوہ بیر معونہ واقع ہوا۔ عامر بن مالک جس کی کنیت ابو براء تھی۔ اور جو قبیلہ بنی عامر صعصعہ کا سردار تھا ابو براء نجد سے مدینے آیا۔ اور اس نے کچھ ہدیئے خدمتِ پیغمبر اسلام میں بھیجے۔ پیغمبر اسلام نے یہ کہہ کر ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ مشرک کا ہدیہ میں نہیں لونگا ہدیہ لانے والے نے عرض کیا: کہ :۔

"ابو براء کی پشت میں پھوڑا ہے اور وہ حاضر خدمت ہونے سے معذور ہے۔
اس نے ہدایا اپنی شفایابی کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔"

پیغمبر اسلام نے مٹی کے ایک ڈھیلے پر اپنا لعاب دہن ڈال کر اس کو دیا اور فرمایا کہ :۔

"اس مٹی کو اس کے زخم پر لگایا جائے۔"

وہ شخص مٹی کو لیکر چلا گیا۔ اور ابو براء اس کے لگانے سے تندرست ہو گیا۔ اور بعد صحت ابو براء پیغمبر اسلام کی خدمت میں خود حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ :۔

"میں جنگ کے ارادہ سے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میرا قبیلہ اسلام کے آئین اور طریقوں سے واقف نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کچھ اصحاب میرے ساتھ کر دیجئے۔ تا کہ وہ تبلیغ اسلام کریں۔"

رسولؐ خدا نے جواب دیا :۔

میں اہل نجد سے امید وفا نہیں رکھتا۔ مبادا وہ لوگ میرے اصحاب کو جان و مال

کا ضرر پہنچائیں ۔"

ابو براء نے عرض کیا کہ۔ "میں ضامن ہوں ۔"

پیغمبر اسلام نے اس کے اصرار پر چالیس یا ستر اصحاب کو اس کے ہمراہ کر دیا۔ یہ اصحاب شبانہ روز خدمت مسلمانان صفہ میں مصروف رہتے تھے۔ اور زہد و عبادت و تلاوت قرآن ان کا شعار تھا۔ یہ اصحاب بہ سرکردگی منذر بن عمرو ساعدی چاہ معونہ پر پہنچے۔ اور پیغمبر اسلام کا خط حرام بن ملحان کے ذریعہ عامر بن طفیل بن مالک، جو ابو براء کا بھتیجا تھا کے پاس بھیجا۔ اس نے حرام کو قتل کر ڈالا اور اپنے قبیلہ کو جمع کر کے حکم دیا کہ کسی مسلمان کو زندہ واپس نہ جانے دو۔

افراد قبیلہ جمع ہو کر مسلح ہوئے اور مسلمانوں کو حلقہ میں لیکر گھیر لیا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ وہ دشمنوں میں گھر گئے ہیں اور بے خطا قتل کئے جائیں گے تو جہاد شروع کر دیا اور آخر بوجہ نہتا ہونے کے سب قتل ہو گئے۔ کعب بن زید نے بہت زخم کھائے تھے۔ مگر جان باقی تھی اور مثل مُردوں کے پڑے تھے۔ کفار نے سمجھا کہ وہ بھی مر گئے۔ عمر بن امیہ کو اسلئے چھوڑ دیا گیا کہ عامر بن طفیل نے کہا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔ لہٰذا عمر ابن امیہ کی پیشانی کے بال تراش کر آزاد کر دیا گیا۔ عمر ابن امیہ وہاں سے مدینہ کی طرف چلے۔ راہ میں دو شخص قبیلہ بنی عامر کے ملے یہ دونوں کافر اور دشمن تھے۔ ان کو بحالت خواب میں عمر نے قتل کر دیا اور مدینہ پہنچ کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات سنا دیئے۔

پیغمبر اسلام کو اس طرح اصحاب کے قتل ہو جانے کا بیحد صدمہ ہوا۔ اور عمر ابن امیہ سے کہا کہ: ان دو افراد قبیلہ جن کو تم نے قتل کر ڈالا ہے۔ میں نے ان کو پناہ دی تھی۔ ان کے قتل کا خوں بہا میں خود ادا کروں گا۔

حسان بن ثابت شاعر اسلام نے ابو براء کے ہجو میں اشعار کہے۔ جب ربیعہ بن ابو براء نے یہ اشعار سنے تو خدمت رسول میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ میں عامر بن طفیل سے بدلہ لوں گا۔ اور ابو براء اسی صدمہ جانکاہ کی خبر پا کر مر گیا۔ ربیعہ بن ابو براء عامر بن طفیل کی گھات میں رہا۔ ایک روز موقعہ پا کر جب کہ عامر گھوڑے پر جا رہا تھا۔ ربیعہ نے پیچھے سے ایک نیزہ لگایا۔ اور کچھ دور جا کر عامر ہلاک ہو گیا۔ (ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۱۳۴ کتاب دوم۔)

اس واقعہ تاریخی نے چند امور واضح کر دیئے ہیں:

(۱) پیغمبر اسلام نے قبیلہ بنی عامر کے سردار کے وعدہ نصرت اور طلب ہدایت پر مسلمانوں کو بھیجا جس سے واضح ہوا کہ پیغمبر اسلام کا پیغام توحید خدا کی تبلیغ اور پیغام امن وصلح تھا۔ مگر ان مسلمانوں کا قتل کرنا انسانی دشمنی ہی نہ تھی۔ بلکہ بوجہ انکار توحید خدا اور صرف مسلمانوں کو دنیا سے ختم کر دینے کے ارادے سے تھی۔

۲) پیغمبر اسلام نے بنی عامر کے قبیلہ کے دو افراد کو امان دی اور ان کے اتفاقیہ قتل ہو جانے پر ان کا خون بہا اپنے ذمہ لیا۔ اور وہ اس لئے کہ امان رسول میں وہ دونوں افراد آچکے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک برت کر حقوق انسانیت کو ادا کر رہے تھے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ہمیشہ شر و فتنہ و فساد اور ابتدائے جنگ سے محترز رہنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

۳) ستر بے گناہ مسلمانوں کے قتل کا انتقام نہ لیکر پیغمبر اسلام نے ثابت کر دیا حتی المقدور جنگ و جدال سے درگذر کرنا شعار اسلام ہے۔ اور اسلام صرف امن وصلح کا ہی پیغام دیتا ہے۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ آئندہ کبھی اگر اسلامی لڑائیاں ہوں تو اہل تاریخ اور اہل عالم یہ خیال نہ کریں کہ اسلام صرف تلوار چلانے اور دشمنوں کو قتل و غارت کرنے ہی کیلئے پیدا ہوا تھا۔ ستر اصحاب رسول کا بے خطا قتل ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور پیغمبر اسلام کو اس واقعہ سے سخت تکلیف اور صدمہ ہوا اور آپ نے چالیس روز تک شہدا کیلئے دعائے استغفار بعد نماز کی اور اہل نجد کیلئے بد دعا فرمائی اور ان سے بیزاری چاہی اور باایں ہمہ ان کے انتقام کیلئے کوئی تدبیر اشتعال بھی اختیار نہ کی۔

۴) آخر ربیعہ بن براء نے اپنے بھائی عامر بن مالک کو خود ہی انتقاماً قتل کر دیا۔ اور حکمت نبوی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہل نجد ہی میں اور خصوصاً سرداران نجد ہی میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے جو آخر انکے قبول اسلام پر ختم ہوئے۔

۵) پیغمبر اسلام نے بنی عامر کے دو افراد کو پناہ دی۔ اور جب وہ بے خبری میں عمرو ابن امیہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تو ان کا خون پیغمبر اسلام نے خود ادا کیا۔ اس طرز عمل رسول نے گویا اہل نجد جیسے دشمنان اسلام کو اخلاق رسول کا گرویدہ بنا لیا اور ان کے دلوں میں نفرت کی بجائے الفت و محبت پیدا ہونے لگی۔ اور پیغمبر اسلام کا یہ اخلاقی وار آئندہ کے معاملات میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مفید ثابت ہوا۔

اس قسم کے تاریخی حالات جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہیں۔ اور ان کے درست کرنے میں پیغمبر اسلام کی حکمت عملی اور برمحل کارروائی انسانوں کیلئے اعلیٰ نمونہ حکمت و سیاست

حکمت واقعہ سی وپنجم غزوہ بنی نضیر۔

واقعہ سنہ ہجری ربیع الاول پیغمبر اسلام نے بنی عامر کے دو افراد کو پناہ دی تھی۔ مگر وہ عمر ابن امیہ الضمیری کے ہاتھ سے قتل ہوئے (اس کا حال لکھا جا چکا ہے۔) ان دونوں مقتولین کا خون بہا پیغمبر اسلام نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ ایفائے عہد ضروری تھا۔ اس خون بہا کو ادا کرنے کیلئے پیغمبر اسلام نے ان کا خون بہا اپنے حلیف قبائل سے طلب کیا۔ بنی نضیر کا قبیلہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اور یہ سب یہودی تھے ان سے بھی رقم خون بہا کی شرکت کو کہا گیا۔ اور پیغمبر اسلام خود ان کے پاس گئے۔ آپ کے ہمراہ علی ابن ابی طالب اور چند اصحاب بھی تھے۔ یہودیان بنی نضیر اسلام کی روز افزوں ترقی سے مرعوب تھے اور حلیف تھے مگر ہمہ وقت استیصال اسلام کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر ایک نہایت گہری اور خطرناک سازش کی اور وہ یہ کہ عمر بن جحاش کو آمادہ کیا کہ جب پیغمبر اسلام آکر بیٹھ جائیں تو وہ ان پر ایک بھاری پتھر اوپر سے گرادے۔ امر اتفاقی سمجھا جائے گا۔ اور پیغمبر اسلام کے خاتمہ کے ساتھ ہی اسلام کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ جب پیغمبر اسلام۔ عمائدین و اکابرین بنی نضیر کے ساتھ مصروف گفتگو تھے اس وقت عمر بن جحاش بن کعب ایک بھاری پتھر لے کر چھت پر چڑھ گیا۔ فراست و حکمت نظری پیغمبر نے معاملہ کو پرکھ لیا۔ اور قرائن سے اس سازش کا پتہ لگا لیا۔ یا بقول مورخین اسلام الہام غیبی۔ بہر حال جو بھی ہوا۔ پیغمبر اسلام کسی ضرورت سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ لوگ اسی طرح بیٹھے رہے اور انتظار کرتے رہے۔ مگر پیغمبر اسلام وہاں سے اٹھ کر سیدھا مدینہ آگئے۔ اصحاب پیغمبر بھی انتظار کے بعد مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ راہ میں ایک شخص سے دریافت کیا کہ مدینہ کی کیا خبر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں مدینہ میں رسول خدا کو خیریت دیکھ کر آیا ہوں۔ اصحاب بھی مطمئن مدینہ واپس آگئے۔ قرآن نے اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

(۱) یا ایہا الذین اٰمنوا اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیہم

ترجمہ:۔ اے مومنو یاد کرو خدا کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اس دن جبکہ ایک قوم نے تم پر اپنے دست بڑھانے چاہے تھے۔

بہر حال مدینہ پہنچ کر پیغمبر اسلام نے محمد ابن مسلمہ کو قبیلہ بنی نضیر میں بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا

تم نے خلاف معاہدہ کیا۔ اور میرے لئے مہلک سازش اور قتل کا ارادہ کیا لہٰذا تم کو لازم ہے کہ مدینہ کے حدود سے باہر نکل جاؤ۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام نے علی ابن ابی طالب کو لشکر اسلام کا علم دیا۔ اور نعرۂ تکبیر کہا۔ اصحاب نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا اور وہاں سے قبیلہ بنی نضیر کا رُخ کیا۔۔

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول نے یہودیوں کو پہلے سے توقعات کمک و مدد دے رکھی تھیں، مگر وہ کچھ مدد نہ کر سکا۔ پیغمبر اسلام نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور حکم دیدیا کہ نخلستان کو قطع کر دیا جائے۔ اس واقعہ کو قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

(۱) ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین۔

تم نے جو درخت خرما قطع کئے یا کچھ نہیں کاٹے یہ سب حکم خدا سے تھا۔ تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل کرے۔

پندرہ روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ اس اثنا میں عزورا نامی ایک شخص نے ایک تیر خیمۂ رسول پر لگایا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے خیمہ کو پہاڑ کے دامن میں نصب کرا دیا۔ اور کچھ اصحاب اسکی نگرانی پر متعین کر دیئے۔ بنی نضیر نے مسلمانوں پر شبخوں کا تہیہ کر لیا۔ اور وہ اس تدبیر میں لگے تھے کہ ادھر علی ابن ابی طالب لیکا یک لشکر اسلام سے غائب ہو گئے۔ اصحاب پیغمبر نے ذکر کیا کہ یا رسول اللہ معلوم کہ علی اس وقت نازک میں کہاں چلے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہ واپس آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔۔

واقعہ یوں ہے کہ علی مرتضیٰ کو یہ خبر لگی کہ یہودیوں کا ارادہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر شبخوں ماریں گے اس کی تحقیقات کی غرض سے آپ قبیلہ بنی نضیر کی جانب چلے گئے۔ علی نے دیکھا کہ عزورا نو افراد بنی نضیر کو ساتھ لیکر قلعہ سے نکلا۔ برہنہ تلواریں ان کے ہاتھوں میں تھیں اور ان کا ارادہ قتل رسول کا تھا۔ علی ابن ابی طالب یہ دیکھ کر ایک گوشہ میں خاموش کھڑے ہو گئے۔ اور جب عزورا مع نو بہادروں کے سامنے سے گذرا تو علی نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور پہلے حملہ میں عزورا کو قتل کر کے اس کا سر قلم کر لیا۔ باقی یہودی بھاگ گئے۔ علی نے عزورا کا سر لا کر پیغمبر اسلام کے سامنے ڈال دیا۔ اور کل واقعہ بیان کیا اور اس کے فوراً بعد ہی چند افراد کو لیکر ان بھاگے ہوئے یہودیوں کا تعاقب کیا۔ اور اس سے قبل کہ وہ قبیلہ بنی نضیر تک پہنچیں ان کو گھیر کر قتل کر ڈالا۔

کھجوروں کے درختوں کے کٹ جانے اور ان دس بہادران بنی نضیر کے قتل ہونے نے بنی نضیر پر

ایسا رعب وخوفِ اسلام طاری کر دیا کہ انہوں نے پیغمبرِ اسلام کو پیغام دیا کہ ہمکو امان دی جائے اور ہمکو معہ اموال کے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ پیغمبرِ اسلام نے فرمایا۔ تم کو امان ہے۔ اور جتنا سامان تمہارے اونٹ لے جاسکیں۔ تم لیکر جاسکتے ہو۔

چنانچہ یہودیوں نے چھ سو اونٹوں پہ سامان بار کیا اور بخوشی گاتے دف بجاتے ہوئے چلے گئے۔ پیغمبرِ اسلام نے عمر ابن حجش کو سامنے بلایا اور فرمایا :۔

"تونے ہی مجھ کو چھت سے پتھر گرا کہ ہلاک کرنا چاہا تھا" عمر ابن حجش کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔

یہودیوں کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد ان کا متروکہ سامان بہت کافی تھا۔ پیغمبرِ اسلام نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر کہا کہ مہاجرین اب تک انصار کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور مہاجرین کے کل اخراجات کا بوجھ انصار پر ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ سب اموال و سامان مہاجرین کو دیدیا جائے اور انصار اپنا حصہ بھی مہاجرین کو دیدیں۔ اور آئندہ سے مہاجرین اپنے اخراجات کے خود کفیل ہوں۔ ان کا بوجھ انصار کے کاندھوں پر نہ رہے۔

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ ہماری تو یہ خوشی ہے کہ اموال و سامان بھی مہاجرین کو دیدیا جائے اور مہاجرین کی خدمت بھی مثل سابق ہم انصاری کرتے رہیں۔ یہ سنکر پیغمبرِ اسلام بہت مسرور ہوئے اور آپ نے فرمایا :۔

اللھم ارحم الانصار و ابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار۔

ترجمہ۔ خدایا رحم فرما انصار پہ اور اولاد انصار پہ اور انصار کی اولاد کی اولاد پہ بھی رحم فرما۔

اس واقعہ کے بعد انصار کی تعریف میں یہ آیت قرآن نازل ہوئی :۔

والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم و لا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یؤثرون علی انفسھم و لوکان بھم خصاصۃ و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ہ

جن لوگوں نے سرائے ہجرت و مکان ایمان میں جگہ دی اور دوست رکھا اسکو جو ہجرت کرتے ہیں ان کی جانب ان کے سینوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ جو کچھ کہ ان کو دیا گیا ہے۔ اور وہ ترجیح دیتے ہیں اپنے نفسوں پہ مہاجرین کو حالانکہ وہ خود ضرورتمند

ہیں اور جنہوں نے اپنے نفس کو بخل سے بچایا وہی رستگار ہیں۔

چونکہ یہ اموال بغیر جنگ کے حاصل ہوئے تھے۔ یہ کل کے کل پیغمبر اسلام کا ہی حصہ تھا۔ وہ کلی اختیار اس سوال پر رکھتے تھے جسکو چاہتے دیدیتے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے انصار کے سامنے یہ معاملہ رکھا۔ قرآن بھی اس اموال کو رسول کا حصہ بلا شرکتے غیرے ان الفاظ میں بتاتا ہے۔

(۶) وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیئٍ قدیر۔	اور جو کچھ خدا نے رسول کی طرف لوٹا یا (دیا) اس جماعت کے اموال سے اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹوں سے چڑھائی کی خدا اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط و غالب کر دیتا ہے۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کی اس تصدیق سے یہودان بنی نضیر کا متروکہ کل سامان فئ رسول تھا۔ وہ مال غنیمت نہ تھا جو مسلمانوں پر برابر تقسیم کیا جاتا مگر پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا مقتضا یہ تھا کہ آپ نے معاملہ کو انصار کے سامنے رکھدیا۔ اور انصار کی رضامندی کو مہاجرین کے قلوب میں محبت و الفت پیدا کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ پیغمبر اسلام نے کل اموال وسامان مہاجرین پر تقسیم کر دیا۔ اور بجز دو انصار سہیل بن حنیف اور ابو دجانہ جو بہت غریب تھے کسی انصار کو کچھ نہ دیا۔ قطعات اراضی کاشت و مزرع انہار و میدانوں کو علی ابن ابی طالب کو بخش دیا۔ چنانچہ ناسخ التواریخ صفحہ ۱۹۱ جلد اول کتاب دوم حالات رسول اللہ

آنگاہ مراتع و مزارع و آبار و انہار آنجماعت را با امیر المومنین علی بخشید و آنحضرت از بہر اولاد فاطمہ موقوف داشت۔

معاملہ بنی نضیر پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و نظری کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ ابتدائے اسلام میں مدینہ سے صرف دو میل پر غدار و بدعہد یہودیوں کا آباد رہنا اور مضبوط قلعہ اور فوج کا مالک ہونا ہمہ وقت سالمیت پائے تخت اسلامی کیلئے خطرہ تھا۔ اس خطرہ کو دور کرنے کی دو ہی صورتیں تھیں۔

اول یہ کہ یہودیوں کو اپنا شریک و حلیف بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے ایسا ہی کیا اور بے تکلف بہ نفس نفیس افراد بنی عامر کا خون بہا مانگنے کیلئے تشریف لیگئے اور یہ خون بہا مانگنا مطابق عہد نامہ مابین تھا۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہودی بدعہد ہیں اور وہ تو میری جان کے ہی درپے ہیں۔ اور مجھ پر پتھر گرا کر میرا خاتمہ ہی کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں یہ پہلی صورت تو ناممکن ہوگئی۔

دوسری صورت یہی باقی تھی کہ ان کا محاصرہ کر لیا جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے اور وہ اسلئے کہ انہوں نے پیغمبر اسلام کے مار ڈالنے میں کوئی باقی نہ رکھی تھی۔ ان کے قتل کرنے سے فائدہ یہ تھا۔ کہ پھر مقامی اور اندرونی دشمنوں سے کوئی خطرہ ہی باقی نہیں رہتا ـــ مگر پیغمبر اسلام اگر دنیوی اقتدار اور شاہی پسند انسان ہوتے تو ایسا ہی کرتے۔ چونکہ پیغمبر اسلام ایک روحانی پیشوا تھے۔ اور نمونۂ حیات انسانی پیش کرنا ہی ان کا مقصد بعثت تھا۔ اصلاح معاشرت انسانی ان کا فریضہ نبوت تھا۔ اس وجہ سے ان کا محاصرہ کر کے ان کو مدینہ کے حدود سے باہر چلے جانے یا اسلام لانے پر مجبور کیا۔ چونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار قطعی کر دیا۔ لہٰذا ان سے کہدیا گیا کہ دشمن بنکر حدود اسلامی میں تم نہیں رہ سکتے۔ اور اس پر بھی ان کو پوری سہولت اور آزادی دی گئی اور ان سے کہدیا گیا اپنا سب لیکر چلے جاؤ۔ وہ چلے گئے اور اس طرح سے پیغمبر اسلام نے ہر وقت کے خطرہ کو جو آئندہ جنگوں میں ضرور ظاہر ہوتا ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا اور پایہ تخت اسلامی کو دشمنوں کے وجود سے صاف کر دیا۔

علاوہ بریں یہود ان بنی نظیر کے چلے جانے کی اجازت دینے میں بڑی حکمت مضمر تھی اور وہ یہ کہ جس شہر سے یہ لوگ گذریں گے یا جس جس شہر میں یہ لوگ منتشر ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔ ان کے ذریعہ اسلام کا رعب و داب و وقار پھیلے گا۔ اور دشمنان اسلام مرعوب و خوفزدہ ہو کر اسلام کے مقابلے سے باز رہیں گے۔ ور جب یہ جلاوطن اپنے ترک وطن کا حال بیان کریں گے تو ان کو یہ بھی کہنا پڑے گا کہ پیغمبر اسلام کا یہ مشن مقصد تبلیغ تھا۔ اور قبول اسلام ہماری پناہ ہو سکتا تھا مگر ہم نے اسلام قبول نہیں کیا اور ترکِ وطن کو ہم نے ترجیح دی۔ لہٰذا مع سامان کے آنے کی اجازت پیغمبر اسلام نے دی۔ ہملوگ وہاں سے چلے آئے۔

ان کے اس بیان سے نشر کلمہ توحید ہوا۔ اور جب انہوں نے یہ بیان کیا ہوگا کہ ہم لوگ پندرہ روز تک محاصرہ میں رہے سخت مجبور اور بے بس تھے۔ بیشک لشکر اسلام ہمکو تہ تیغ کر دیتا۔ مگر جب ہم نے پیغمبر اسلام سے پناہ مانگی تو ہمکو پناہ دی اور ہم کو ہمارا قیمتی سامان بھی لانے کی اجازت دی گئی۔ ہماری جان و مال کا مطلق ضرر نہ ہوا۔

ان دشمنان اسلام کے اس بیان سے ہر شہر اور ہر قریہ کے لوگوں میں پیغمبر اسلام کی رواداری اور مسلمانوں کی معاملہ فہمی کا تذکرہ ہوا ہوگا۔ اور کلمہ توحید کی نشر و اشاعت بھی اور رعب اسلام کا سبب بھی۔ یہ معاملات ہوئے۔

حکمت جہل غزوات مختلفہ

قریش مکہ کی پے در پے شکستوں نے قریش کو اس امر پہ آمادہ کر دیا تھا کہ وہ قبائل نواح مکہ و مدینہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہیں۔ یہودیوں اور نصاریٰ کے قبائل بھی انہیں کا دشوں میں لگے رہتے تھے۔ اور اسلام کے خلاف پوشیدہ جذبات انتقام کو ظاہر کرنے کیلئے بے چین رہتے تھے۔

چنانچہ سنہ ۵ھ میں کئی واقعات ایسے رونما ہوئے جن سے ان مختلف دشمنانِ اسلام قبائل کی سرگرمیاں نظر آتی ہیں۔ غزوۂ ذات الرقاع سنہ ۵ھ محرم (۲)، ذات الرجیع (۳)، بیر معونہ (۴)، غزوۂ دومۃ الجندل ربیع الاول سنہ ۵ھ (۵) غزوۂ بنی مصطلق یا غزوۂ بنی مریسیع (۲ شعبان سنہ ۵ھ) قبائل کی سرکشی اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ہی واقع ہوئے۔ ان غزوات کا سبب یہ ہوا کہ ان مقامات کے باشندگان نے مختلف اوقات میں مدینہ پہ فوج کشی کا ارادہ کیا اور چاہا کہ اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر پیغمبر اسلام کی بروقت اور برمحل تدابیر اور حکمت نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ بلکہ ان کو ہی باحسن وجوہ یا تو مغلوب کر لیا اور قید کر لیا یا وہ لوگ مفرور ہو گئے اور اس طرح پیغمبر اسلام نے اطراف و نواحی کے دشمنوں کے خطرات سے مرکز اسلامی اور پایہ تخت اسلامی کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لیا۔ اور اس طریقۂ کار سے رعب اسلام کو دشمنوں کے قلوب پر ہمیشہ کیلئے طاری کر دیا۔

حکمت جہل و کیم واقعہ غزوۂ مریسیع میں انصار و مہاجر کا تصادم

۲ رشعبان سنہ ۵ھ مدینہ سے ۹ میل پہ مقام مریسیع میں بنو المصطلق آباد تھے۔ اس قبیلہ کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس نے مدینہ پہ فوج کشی کی تیاری کی۔ پیغمبر اسلام کو مدینہ میں اس کی خبر پہنچی تو آپ نے لشکر اسلام کو روانگی کا حکم دیا اور خود ساتھ رہے۔ لشکر اسلام کی چڑھائی کی خبر پا کر حارث بن ابی ضرار معہ اپنے رفقائے خاص کے پہاڑوں پر جا کر روپوش ہو گئے۔ بے سردار کے فوج رہ گئی انہوں نے لشکر اسلام پر تیر برسانے شروع کئے۔ لشکر اسلام نے اس کا جواب دیا۔ ان کے دس افراد مارے گئے اور چھ سو گرفتار ہوئے باقی بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو مال غنیمت میں ۲ ہزار اونٹ اور پانچ ہزار ... بکریاں دستیاب ہوئیں۔

اس واقعہ کی تاریخ توثیق کیلئے اصل عبارت تاریخ روضۃ الصفا نقل کرتا ہوں۔ اس حوالہ سے معلوم ہوگا کہ قبیلہ بنی مصطلق نے ابتدائے جنگ کی تھی۔ یا پیغمبر اسلام نے اچانک ان پہ حملہ کر دیا تھا۔ بعض مورخین نے اس قسم کی لایعنی باتیں اور غلط اعتراض کئے ہیں۔

(۱) روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۳ (مطبوعہ بمبئی ۱۲۷۱ھ) ۔

باعث بریں غزوہ آنکہ حارث بن ابی ضرار پیشوائے آں قوم بعضی از قبائل عرب را مستدعا نمودہ کہ باوے اتفاق بحرب حضرت رسالت پناہی روند و طائفہ نزد او مجتمع گشتہ بتہیہ اسباب محاربہ و مقاتلہ مشغول گشتند و حضرت رسول بریدہ بن الحصیب را بجانب مخالفان فرستاد تا خبرے بہ تحقیق بیاورد و بریدہ بہ میان ایشاں رفتہ از وے تفتیش پیغمبر نمودند او بر مقتضی وقت جواب داد و گفت شنیدہ ام کہ شما داعیہ حرب با محمد دارید۔ آمدہ ام کہ اگر ایں خبر مطابق است شما را معاونت نمائم بنی مصطلق شرائط تعظیم بجا آوردہ گفتند راست است آنچہ شنیدی بریدہ گفت میروم تا لشکر آوردہ بہ شما پیوندم و ایں سخن گفتہ بمدینہ شتافت و صورت واقعہ بر رسول معروض داشت۔

اس تاریخی حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ :۔

(۱) بنی مصطلق اور اس کے سردار حارث بن ابی ضرار نے ابتدائے جنگ کی اور قبائل عرب کے ساتھ سازش کر کے ان کو مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے فوج جمع کی۔

(۲) پیغمبر اسلام نے تحقیق حال کیلئے بریدہ بن الحصیب کو بھیجا۔ اور اس نے دوست بن کر بن ابی ضرار سے حملہ کرنے کی تیاری اور ارادہ کو معلوم کر لیا۔ اور رجعد کو پیغمبر اسلام کو ان کے حملہ سے خبردار کیا۔ ان حالات میں تو یہی ضروری تھا جو پیغمبر اسلام نے کیا۔ اور اس سے کہ حارث بن ابی ضرار قبائل عرب کو جمع کر کے طاقتور حملہ کرنے کے قابل ہوتا۔ اس سے ہی اسکو زیر کر لیا گیا۔ اگر پیغمبر اسلام اس موقع پر بنی مصطلق کو زیر نہ کرتے تو یہ خلاف حکمت عملی ہوتا۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے نہ تو ابتدائے جنگ اپنی جانب سے کی کہ آئندہ کوئی الزام دینے والا الزام دے سکے۔ کہ پیغمبر اسلام نے بنی مصطلق کو کمزور پا کر ان پر حملہ کر دیا اور حملہ جارحانہ تھا۔ بلکہ آپؐ نے وہ صورت اختیار کی کہ غزوہ کی شان مدافعانہ رہی نہ جارحانہ اور عین موقع پر خطرۂ دشمن کو دفع بھی کر دیا۔

بہر حال فعل حکیم لا یخلو عن الحکمت۔ پیغمبر اسلام کا ہر فعل حکمت پر مبنی تھا۔ اور یہ غزوہ بھی بمقتضائے حکمت عملی تھا۔ میں نے اس واقعہ کو بہ تفصیل اسلئے لکھا ہے کہ اس کے دوران میں ایک سخت معاملہ پیش آگیا تھا۔ اور وہ تھا مہاجرین اور انصار میں تصادم ہونے کا۔ مہاجرین اور انصار ہی لشکر اسلام کے دو بازو تھے۔ اور اس وقت میں ان میں پھوٹ پڑنے کے معنی یہ تھے

اسلام کا خاتمہ ہی ہو جاتا اور بقول شاعرہ "اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

مہاجر و انصار کا باہمی تصادم منافقین کی تدابیر کا نتیجہ تھا۔ اور قریب تھا کہ شعلہائے جنگ بھڑک اٹھیں اور گلزار اسلام کے سب گل بوٹے کھلنے اور سرسبز ہونے سے پہلے ہی اس آگ میں جلکر خاکستر ہو جائیں۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی نے اس زبردست خطرہ کو آن کی آن میں مٹا دیا۔ ملاحظہ ہو۔

ایک مہاجر مسمی جہنی نے ایک انصار مسمی سنان کے طمانچہ مار دیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے بارہ میں مورخین میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ راہ میں کسی کنوئیں پہ پانی لینے پہ باہم جھگڑا ہوگیا اور کوئی کچھ کہتا ہے بہر حال جھگڑا ہوگیا۔ سنان نے انصار کی طرف منہ کرکے کہا:۔

"یا معشر انصار!"

اور جہنی نے بآواز بلند کہا:۔

"یا معشر المهاجرین!"

اس پر مہاجرین و انصار نے تلواریں کھینچ لیں اور عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین جو ایسے موقعہ کی تلاش میں رہتا تھا آموجود ہوا۔ اور اس نے انصار کو شہ دیکر بانسوں چڑھا دیا اور ان سے کہا کہ تم نے اپنے کو خود ذلیل کیا ہے۔ خود ہی ان مکہ کے مسلمانوں کو پناہ دی اور خود ہی ان کے ہاتھوں جوتے کھاتے ہو۔ بات بڑھ گئی نوبت جنگ و قتال تک آپہنچی۔ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن نے بھی کیا ہے۔

(۱) لئن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعز منها الاذل۔

ترجمہ:۔ اگر مدینہ واپس ہوں گے تو یقیناً نکال دیں گے عزت دار ذلیلوں کو۔

معاملہ سنگین ہو گیا کیونکہ انصار نے اپنے کو معزز کہا اور مہاجرین کو ذلیل کہا۔ یہ معاملہ اثنا راہ کا تھا۔ اب لشکر اسلام بعد فتح غزوہ بنی المصطلق مدینہ جارہا تھا۔ اب مہاجرین خصوصاً رسول خدا مدینہ جائیں تو کیونکر اور شعلہائے جنگ فرد ہوں تو کیونکر۔ نزاکت موقعہ پہنچاننے والے مدبرین اس موقعہ کی نزاکت کو خود سمجھ سکتے ہیں۔

اصحاب پیغمبر اسلام بھی اس معاملہ کی نزاکت کو نہ سمجھ سکے۔ چنانچہ بعض نے کچھ رائے پیش کی اور بعض نے کچھ۔ مگر پیغمبر اسلام نے کسی کی رائے کو نہ مانا۔ میں اس واقعہ کو تاریخ روضۃ الصفا سے پیش کرتا ہوں:۔

(۱) روضۃ الصفا صفحہ ۱۰۳۱ :-

دریں سفر بعد از فراغ از حرب بنی مصطلق چوں جہنی مشتے بے تقریب بروئے سنان زدہ بود دستان فریاد برآورد یا معشر الانصار و جہنی فریاد زد کہ یا معشر المہاجرین و ہر دو طائفہ باشمشیر ہائے کشیدہ در روئے یکدیگر نہادند نزدیک باں شد کہ فتنہ قوی روی نماید۔

(۲) آنگاہ روئے با کابر خود مالک و سوید۔ معتب بن قیس و غیر ھم آورد و گفت ایں ہمہ از نتائج افعال شما است کہ ایشاں را در بلاد خود راہ دادید و اموال خود را بالیشاں مقاسمہ نمودید اگر مال خود را بایں جماعت بازمی داشتید بر کاب شما سوار نمی شدند۔

(۳) زید بن ارقم انصاری کہ در مجلس ابی بود باوجود حداثت سن ادراسخن درشت گفت و بعد ازاں بخدمت سید عالم مبادرت نمود و صورت واقعہ را معروض داشت

(۴) و جمعی از روساء اصحاب مثل فاروق و صدیق و ذوالنورین و سعد ابی و قاص و محمد ابن مسلمہ و عباس بن بشیر در مجلس ہمایوں حضرت مقدس نبوی حاضر بودند۔

(۵) آں سرور قول زید ابن ارقم را دریں باب منسوب بہ شائبہ غرض داشتہ زید قسم یاد کرد کہ آنچہ بعرض رسانیدم از عبداللہ ابن ابی سلول شنیدم

(۶) رسول فرمود کہ شاید سمع تو بر سبیل خطا استماع نمودہ باشد زید بر صدق قول خویش اصرار نمودہ

(۷) فاروق گفت یا رسول اللہ بگذار تا گردن ابن ابی منافق را بزنم۔

(۸) فرمود کہ اے عمر اگر قتل جائز دارم لرزہ بر بسیار کس از سادات یثرب افتد۔

(۹) عمر گفت اگر مہاجرین را نمی فرمائی محمد ابن مسلمہ را یا عبادہ بن بشیر یا سعد بن معاذ را فرمائی تا او را بکشند۔

(۱۰) رسول فرمود کہ مردم گویند کہ محمد اصحاب خود را می کشد ولیکن خلق را آزاد کن تا کوچ کنند و باوجود شدت حرارت ہوا بہ عمر فرمود و مردم ندانستند کہ سبب ارتحال دراں ہوا گرم چہ چیز است و حکمت آں بود کہ ہیچکس با مثال آں گفتگو نہ پردازد

(۱۱) حضرت مقدس نبوی بہ ناقہ قصوی سوار شد و سعد بن معاذ پیش آمدہ گفت :-

السلام علیکم ایها النبی ورحمة الله وبرکاته چه شد ترا که دریں ساعت منکر رحلت فرمودی آنحضرت فرمود کہ مگر بشما نہ رسیدہ است آنچہ یار شما گفتہ سعد سوال کرد کہ کدام یار چہ گفتہ است حضرت جواب داد کہ ابن ابی گفتہ کہ اگر بمدینہ باز گردد آنکہ عزیز تر ست ذلیل تر را ازانجا بیرون کند۔

(۱۲) سعد گفت یا رسول اللہ اگر خواہی تو او را از مدینہ بیروں کنی زیرا کہ وے اذل است و تو اعز خلائقی۔

مذکورہ بالا تاریخی عبارت سے معلوم ہوا کہ انصار و مہاجرین کے باہمی تصادم نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی تھی کہ صاحب روضتہ الصفا نے لکھا ہے کہ "نزدیک باں شد کہ فتنہ روی نماید"۔

اسی حوالے سے یہ بھی واضح ہوا کہ عبداللہ ابن ابی سردار مدینہ نے اپنی جماعت یعنی اہل مدینہ کو اشتعال دلا کر جنگ و جدال پر آمادہ کر دیا تھا۔ اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مدینہ چلکر مہاجرین سے اس کا بدلہ نکالا جائے اور وہ یہ کہ انکو ذلیل کر کے نکال دیا جائے۔ زید بن ارقم صحابی نے یہ وقت واقعہ کی اطلاع پیغمبر اسلام کی خدمت میں پہنچائی۔ اس وقت مخصوص صحابہ مثل فاروق و صدیق و ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و محمد ابن سلمہ و عباس بن بشیر بھی دربار رسالت میں موجود تھے اس نازک موقع کے فتنہ کو روکنے کیلئے پیغمبر اسلام نے زید بن ارقم سے کہہ دیا کہ تمہارے سننے میں غلطی ہوئی ابتدائے فتنہ ہی میں ایسا کہہ دینے سے معاملہ کا وزن کم ہو گیا۔ پہلی تدبیر دفع فساد تو یہ ہوئی۔ معاملہ کا رخ بدلا تھا کہ عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حکم ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اس قول نے پھر معاملہ میں سنگینی پیدا کر دی اور بات کو پھر بڑھا دیا۔ کیونکہ یہ خبر پوشیدہ رہنے والی تو نہ تھی۔ اور یہیں سے عصبیت عرب پیدا ہو جاتی اور مہاجر و انصار دو دشمن گروہ بن جاتے اس موقع پر یہ رائے غصہ کی رائے تھی۔ اور حکمت سے بہت دور تھی۔ فوراً پیغمبر اسلام نے بگڑی بات کو سنبھالا اور فرمایا کہ :-

اے عمر ایسا کرنے سے سادات مدینہ میں کہرام بپا ہو جائے گا اور ہنگامہ پیدا ہو جائے گا۔

بات کو یہیں ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام معاملہ کو کسی دوسری صورت سے انجام دینا چاہتے تھے۔ مگر عمر ابن خطاب کا جوش طبیعت ابھی کم نہ ہوا اور کہا کہ اگر ایسا ہے تو عبداللہ ابن ابی کو انصار کے ہاتھ سے قتل کروا دیا جائے۔ اب تو مہاجروں سے دشمنی کا خیال کوئی نہ کر سکے گا

مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کل جماعت انصار کے مقابلہ میں ایک انصار فرد کی غداری بھی تو ثابت ہوسکتی ہے۔ اور اس کا عبداللہ کو قتل کر دینا بھی یہی ثابت کرے گا کہ اس کو محمد نے قتل کرادیا ہے لہٰذا اس صورت میں باہمی جنگ و جدال کا سدباب نہیں ہوسکتا تھا۔ جب عمر نے ایسا کہا تو پیغمبر اسلام نے پھر بات کاٹی اور فرمایا کہ:-

"اب بھی تمہاری یہ رائے قابل قبول نہیں ہے۔" کیونکہ رسول فرمود مردم بگویند کہ محمد اصحاب خود را می کشد۔" یعنی لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔۔۔

یہ وہ جواب تھا جس کی خوبی و حکمت کا جواب ہی ممکن نہ تھا۔ بیشک پیغمبر اسلام نے اس موقعہ پر ایسا فرما کر ہمیشہ کیلئے دامن رسالت کو قتل اصحاب کے دھبے سے بچالیا اور صرف یہی نہیں کیا بلکہ نفس معاملہ یعنی فتنہ مابین انصار و مہاجر کو بھی اسی قول سے دبا دیا کیونکہ عبداللہ ابن ابی سلول رئیس المنافقین کو بھی اپنا صحابی قرار دے لیا۔ گویا وہ بحیثیت صحابی رسول ہونے کے وہ ہرگز قابل قتل نہیں ہے۔ اور نہ قابل مذمت۔ کیونکہ اس کا نفاق اس کے دل کی باطنی شے ہے اس پر سزا کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اور بحیثیت ظاہری وہ صحابی رسول ہے ہر وقعت و عزت کا مستحق ہے۔۔ پیغمبر اسلام کی اس تقریر کی اطلاع گروہ انصار تک پہنچی اور نتیجہ یہ ہوا کہ انصار من حیث المجموع عبداللہ ابن ابی سلول کے مخالف ہوگئے لہٰذا اس سے بات کرنا بھی ترک کردی چنانچہ تاریخ روضہ میں یہ عبارت درج ہے:-

ولعبد ظہور صدق زید بن ارقم ...... بر عبداللہ بن ابی سلول گذشتہ سلام نہ کردند ..... و سرزنش کردند اوس گفت ما تو ملاقات نمی کنم تا انابت و توبہ نکنی۔

حکمت نبوی و تدبیر مصطفوی کا یہ اثر ہوا کہ مہاجر تو درکنار انصاری خود بجائے جماعت مخالف بننے کے پیغمبر اسلام کی اس تقریر کے اثر سے حقیقی معنوں میں انصار بن گئے۔ اور عبداللہ ابن ابی سلول ملعون و مطعون خلائق قرار پاگیا۔

حکمت بالائے حکمت یہ بھی کہ پیغمبر اسلام نے اس خبر فساد کو سنتے ہی حکم سفر دیدیا حالانکہ موسم بھی شدید گرم تھا اور وقت بھی انتہائی گرم تھا۔ اور صرف اسلئے کہ سفر کی مصروفیت اس فتنہ و فساد کے شعلوں کو بھڑکنے نہ دیگی اور اس گرمی میں لوگ سفر کرنے میں مصروف ہو جائیں گے اور اس کا

تکالیف ان کو خیالات دیگر و فساد سے بچائے رکھے گی۔

اور جب پیغمبر اسلام ناقہ قصویٰ پر سوار مدینہ کی طرف جارہے تھے۔ اور سخت گرمی پڑ رہی تھی تو سعد بن معاذ نے سامنے آکر سلام کیا اور عرض کیا کہ اس شدت گرمی میں کیوں سفر اختیار کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ تمہارے یار نے کیا کہا ہے۔ سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ کون یار اور کیا کہا ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن ابی نے کہا ہے کہ وہ مدینہ پہنچ کر ذلیلوں کو نکال دیگا۔ اور عزت داروں کو باقی رکھے گا۔ یعنی مہاجرین کو جلا وطن کردے گا پیغمبر اسلام کی گفتگو کا انداز اور بات کا موقع ایسا تھا کہ سعد بن معاذ کے دل پر اس کا اثر ہوا اور اس نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول آپ عزت دار ہیں اور وہ ابن ابی خود ذلیل ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ ابن ابی کا یہ قول جماعت انصار کا قول نہیں ہے۔ بلکہ اس نے جو کچھ کہا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے اور قابلِ سزا بھی تو وہی ہے۔ سعد بن معاذ کے قول نے ہی تفریق مہاجر وانصار کو ختم کر دیا۔ اور عبداللہ ابن ابی کی مخالفت کا اظہار کر دیا۔

علاوہ بریں پیغمبر اسلام اگر اس ہنگامہ کے عین وقت سفر میں تاخیر کرتے تو یہ بھی ممکن تھا کہ مختلف افراد میں تصادم اور بحث وتمحیص شروع ہو جاتی اور نتیجہ جنگ وجدال ہوتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کچھ تاخیر کے بعد مختلف افراد میں شبہات پیدا ہو جاتے کہ اب پیغمبر اسلام مدینہ کی جانب جاتے ہیں یا اور کہیں کا رخ کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مہاجرین میں اختلاف ہو جاتا کہ ہم مدینہ نہیں جائیں گے۔ کیونکہ ہم کو وہاں کے لوگ ذلیل سمجھتے ہیں اور ذلیل کہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مہاجرین کم تعداد اور غیر مسلح ہونے کی وجہ سے مدینہ میں داخل ہونے سے ڈرتے اور اپنی جان بچانے کی خاطر مدینہ نہ جاتے۔ اور یہ بھی ممکن تھا کہ پیغمبر اسلام کی جانب کمزوری کا خیال انصار کے دل میں پیدا ہو جاتا اور وہ دلیر ہو جاتے۔ اور نہ معلوم کیا صورت جدید پیدا ہو جاتی۔ ان حالات کے تحت اگر کوئی صورت مطابق حکمت عملی ہو سکتی تھی۔ تو صرف یہی کہ جو پیغمبر اسلام نے اختیار کی اور وہ یہ کہ لشکر اسلام کو مدینہ کی جانب سفر کرنے کا حکم دیدیا۔ اس سے یہ ہوا کہ لشکریوں کو باہمی تصادم کا خیال بھی نہ آسکا۔ لوگوں کو بھڑکانے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ لشکر اسلام پر کمانڈ بھی رسول ہی کی نظر آتی رہی، پوشیدہ دشمنوں اور منافقوں کو جرأت مخالفت بھی پیدا نہ ہو سکی۔ اہل مدینہ کے دلوں میں یہ خیال بھی پیدا نہ ہو سکا کہ محمد ہم سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ یا ڈر سکتے ہیں۔ مہاجرین کے دلوں میں خوف وہراس بھی پیدا نہ ہو سکا اور آخر میں انصار خود ہی عبداللہ بن ابی سلول کے مخالف ہو گئے۔ اور اس کو مجبور کیا

کہ تو خدمت پیغمبرؐ میں جا کر معافی مانگ توبہ کر۔ تو نے بہت بڑی خطا کی ہے، بہت بڑا گناہ کیا ہے۔
جب لشکر اسلام مدینہ کے قریب پہنچا تو عبداللہ ابن ابی خدمت رسولؐ میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ :-

"میں نے سنا ہے کہ عمر ابن خطاب نے یہ رائے دی ہے کہ میرے باپ کو قتل کر دیا جائے۔ تو آپؐ سے میری درخواست ہے کہ میرا باپ میرے ہاتھ سے ہی کھانا پیتا ہے۔ آپکے حکم ہے اسکو اگر کوئی دوسرا قتل کر دے گا تو مجھ کو خوف ہے کہ میرا نفس مجھ کو باپ کے انتقام پر آمادہ کر دے۔ اور میں اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دوں۔ اور اس کے عوض میں جہنم میرا ٹھکانہ بن جائے۔ آپ حکم دیجئے کہ میں خود ہی اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ تاکہ میرے نفس میں انتقام خون پدر کا جذبہ پیدا نہ ہو۔"

اس کا جواب تاریخ روضۃ الصفا ص ۱ سے ملاحظہ کیجئے :-

"رسول فرمود کہ اے عبداللہ من کشتن قصد پدر تو نکردہ ام و ہیچکس را بقتل او امر نہ فرمودہ ام و مادام کہ درمیان ماباشد در شان او احسان کنیم۔"

ترجمہ :- رسولؐ نے فرمایا کہ عبداللہ تیرے باپ کے قتل کا میں نے ارادہ نہیں کیا ہے اور نہ کسی شخص کو تیرے باپ کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ یاد رکھ کہ وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس کے ساتھ احسان کریں گے اور نیکی سے پیش آئیں گے۔"

پیغمبر اسلام کی اس تقریر کا اثر عبداللہ کے دل پر اور اہل مدینہ کے قبائل اوس و خزرج کے قلوب پر ایسا ہوا کہ وہ حقیقی معنوں میں ابن ابی کے مخالف ہو گئے اور مہاجر و انصار کا اختلاف مستقل طور پر ختم ہو گیا۔ اور پیغمبر اسلام کی بروقت تدبیر اور حکمت عملی کا نتیجہ اور اثر کامل دیکھنا ہے تو تاریخی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) روضۃ الصفا ص ۱!!

عبداللہ بن عبداللہ ابن ابی چون دست اجل از گریبان پدر خود کوتاہ دید بیتے چند گفت کہ ترجمہ اش انیست۔

آفاق پر عجائب و زانہا عجیب تر کو گفت یا رسولؐ کہ فرما تا یکے !!
من بار سولؐ گفتم اگر کشتنی بود
قولیست کان شنیدہ ام از گفتہ عمر
زابن ابی بہ پیش تو آرد بریدہ سر
فرمائی تا سرش ببیرم بر چہ زود تر

ساعدِ مرا مساعد و جاں نیز ہست سخت ۔۔۔ دل باثبات سخت تر از آہن و تبر

(ب) در مستقصٰی مذکور است کہ چوں ابن ابی نزدیک بمدینہ رسید و خواست کہ در آں بلدہ طیبہ درآید پسرش عبد اللہ عناں توسنِ او را باز داشت و گفت بخدا سوگند کہ ترا نمی گذارم کہ بایں شہر درآئی، مگر آنکہ رسول اللہ رخصت فرماید زیرا کہ عزیز ترین مردم اوست و ذلیل ترین اہل عالم توی و از حضرت رسول رخصت طلبید کہ پدر خویش را بہ قتل آرد حضرت فرمود بگذار او را با او طریق نیکوی سلوک دار۔

(۳) ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران ص ۲۰۲ :-

(۱) اما عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی روزمی شمرد تا رسولِ خدا در وادی عقیق نزول فرمود و مدینہ نزدیک شد این وقت بر سر راہ پدر بیامد و بایستاد و سوار آنجا ہمی تفحص کرد تا پدر را بیافت بی توانی زمام شتر او را گرفتہ بخوابانید و پا بر دست شتر بنہاد و گفت سوگند با خدائے کہ تا رسولِ خدایت اجازت نہ فرماید تو را بمدینہ نگذارم تا بدانی کہ اعز از ہمہ کس اوست و اذل از ہمہ کس توی مردمان بر او می گذشتند و کار او را نظارہ می کردند و او با پسر می گفت انا اذل من الصبیان انا اذلّ من النساء (میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ میں عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔) ایں بود تا پیغمبر برسید و حال او را مشاہدت کرد پس با عبد اللہ فرمود دست از وی بدار تا بمدون مدینہ رود۔

(ب) و ایں ہنگام پیغمبر عمر ابن خطاب را خطاب کرد کہ آنروز تو خواستی عبد اللہ اگر دن زنی بعید نہ بود کہ قبیلہ او آزردہ خاطر شوند از طریق دیں دل بگردانند چوں او را معفو داشتم اکنون او را شماتت کنند و اگر بفرمائم خویشاں او را بکشند۔ عمر گفت خیر و برکت مسلماں در آنست کہ تو دانی۔

عبارات متذکرہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ پسر ابن ابی نے جب دیکھا کہ باپ کی گردن قتل کو بچ گئی تو اس نے چند شعر کہے اور ان میں اس نے کہا کہ عمر ابن خطاب نے تو رسول خدا کو مشورہ دے ہی دیا تھا۔ کہ میرے باپ کو قتل کر دیا جائے۔ مگر میں نے خود رسول سے عرض کیا کہ اگر آپ کے خیال میں میرے باپ کا قتل ہونا ہی ضروری ہے تو میں خود توی الشان ہوں آپ کے حکم سے اپنے باپ کو قتل کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد جب لشکر اسلام منزل حقیق کے قریب پہنچا جو مدینہ سے قریب تھی تو عبد اللہ ابن عبد اللہ

ابن ابی وہاں کھڑا رہا اور لشکریوں میں اپنے باپ کی تلاش کرتا رہا۔ جب اس نے باپ کو سامنے آتے ہوئے دیکھا تو اس نے اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور بندر ناقہ کو بٹھا دیا اور خدا کی قسم کھا کر باپ سے کہا کہ جب تک رسول خدا اجازت نہ دیں گے تجھ کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔ تاکہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ سب سے زیادہ معزز رسول خدا ہیں اور سب سے زیادہ ذلیل تو ہے۔ لوگ دیکھ رہے تھے اور گذر رہے تھے۔ ابن ابی اپنے لڑکے سے کہہ رہا تھا کہ :-

"بیشک میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں اور بیشک میں عورتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں۔"

اسی اثناء میں پیغمبر اسلام کی سواری قریب پہنچ گئی۔ تو رسول خدا نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا

"اے عبد اللہ باپ کو چھوڑ دو اور اس کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اور اسکو مدینہ میں داخل ہونے دو۔"

(۳) ب - اس خاص موقعہ پر پیغمبر اسلام نے عمر ابن خطاب کو مخاطب کیا اور فرمایا :-

"تم تو چاہتے تھے کہ ابن ابی کی گردن مار دو اگر ایسا ہوتا تو کچھ بعید نہ تھا کہ اس کا قبیلہ رنجیدہ ہو جاتا۔ اور وہ دین اسلام سے منحرف ہو جاتے۔ میری حکمت و تدبیر کا اثر دیکھا کہ اگر اب میں چاہوں تو حکم دوں تو اس کے قبیلہ والے ہی اس کو قتل کر دیں۔"

اس کے جواب میں عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ :-

"بیشک آپ کی حکمت و مصلحت ہی میں مسلمانوں کیلئے خیر و برکت ہے۔"

ناظرین نے ملاحظہ کیا ہے مہاجرین و انصار کے باہمی تصادم کا اثر اسلام کیلئے کیونکر تباہ کن ہوتا اور اس ابتدائی مخالفت کی جڑوں کو پیغمبر اسلام نے اپنی حکمت عملی سے کس خوبی سے جلا ڈالا اگرچہ عمر ابن خطاب ہر معاملہ میں مشورہ دینے میں پیش پیش رہتے تھے۔ مگر اس موقعہ پر بھی ان کی رائے اور مشورہ کتنا ناعاقبت اندیشانہ تھا۔ جسکو رسول نے نہ مانا اور معاملہ کے آخری نتیجے کے وقت ان کو جتایا کہ تمہارے مشورہ میں کیا کیا نقائص تھے۔ اور عمر ابن خطاب نے بھی اقرار کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی رائے اور تدبیر بیشک عین حکمت ہے اور مسلمانوں کیلئے خیر و برکت۔

حکمت چہل و دوم غزوۂ احزاب و خندق
۲۳ محرم ۵ھ ابتدائے جنگ

غزوہ بنی نضیر کے حالات میں بیان کیا گیا ہے کہ بنی نضیر کو ان کی حسب منشا جلا وطن کر دیا گیا تھا یہ یہودی کسی طرح بھی اسلام کے دد

یا حلیف بننا نہیں چاہتے تھے۔ پیغمبر اسلام ان کی دشمنی سے اچھی طرح واقف تھے۔ مگر ان سے کسی قسم کا تعرض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یا ان میں سے بعض سے معاہدہ کر لیا تھا۔ اس طرح سے خطرہ کو کم کر لیا تھا۔ مگر جب مجبوری ہوتی تو جنگ کی تیاری بھی کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہودیوں کی شرارت دیکھئے

روساء بنی النضیر سلام ابن ابی الحقیق۔ حیٔ ابن اخطب، اور کنانہ بن الربیع ابو عمار الوائلی وہودہ بن قیس الوائلی، ابو عامر راہب۔ مختصر یہ کہ بیس معزز افراد قبائل جمع ہو کر مکہ میں ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا کہ ہم تمام قبائل آپ کے ساتھ ہیں۔ ابو سفیان یہ خبر پا کر بہت خوش ہوا۔ اور اس نے قریش میں سے پچاس معزز افراد کو جمع کر کے یہ عہد کیا۔:-

(ا) ناسخ التواریخ ص ۲۰۹ :-

(د) ابوسفیان آں جماعت را با بزرگان قریش در مکہ انجمن کرد و ہر دو گروہ سینہائے خود را بجیطان خانہ کعبہ ملصق کردہ سوگند یاد کردند کہ تا زندہ باشند از حرب محمد دست باز ندارند۔

(ب) ناسخ التواریخ ص ۲۱۹ :-

ابوسفیان گفت اے جماعت یہود شما از اخبار علماء و اہل کتابید دین ما و کیش ما آنست کہ خانہ کعبہ را عمارت کنیم و زوار ایں خانہ را شراب و طعام دہیم و شتران قوی کومان نحر کنیم و دیگر آنکہ بطریقت پدران خویش بہ پرستش اصنام داوثان قیام فرمائیم اینک محمد دینے جداگانہ آوردہ و آئین جدید نہادہ اکنوں شما از در انصاف داقتصاد سخن کنید و بنماید کہ ازیں ہر دو کدام نیکو تر است یہوداں گفتند طریقت و شریعت شما بصواب اقرب است۔

(ج) القصہ یہوداں عہد با قریش محکم کردند۔

خلاصہ (د) ابوسفیان نے اشراف مکہ کو جمع کیا اور جماعتِ یہوداں اور قریش نے ستون خانہ کعبہ کو سینوں سے لگا کر یہ عہد کیا کہ جب تک ہم زندہ ہیں محمد سے جنگ کرنے سے باز نہ رہیں گے۔

(ب) ابوسفیان نے کہا کہ بت پرستی اور زوار خانہ کعبہ کو کھانا پانی دینا ہمارا دین ہے۔ اس پر یہودیوں نے محض دشمنی اسلام کی خاطر اقرار کیا کہ تمہارا دین بھی ہم کو قبول ہے۔

(ج) مختصر یہ کہ یہودیوں اور قریش میں معاہدہ ہو گیا کہ وہ محمد سے جنگ کریں گے۔

قرآن شریف میں بھی اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔:-

(و) الم ترا الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھولآء اھدی من الذین آمنوا سبیلا اولئک الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن یجد لہ نصیرا ہ	ترجمہ :- کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی کہ وہ ایمان لاتے ہیں جبت و طاغوت کہ جو دو بت ہیں قریش کے اور تصدیق کرتے ہیں قریش کی بت پرستی میں اور کہتے ہیں کہ تم ہدایت سے زیادہ قریب ہو بہ نسبت محمد

کے یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرتا ہے اس کا کوئی مدد گار نہیں ہو سکتا۔

بہر حال کفار و مشرکین قریش اور یہود اس امر پر متفق ہو گئے کہ ہم سب ملکر دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور ان قبائل قریش و یہود نے اطراف و نواحی کے قبائل کو خطوط لکھے اور ان سے بھی فوج طلب کی آپس میں معاہدے ہوئے اور لشکر جرار تیار کر کے دین اسلام کی بیخ کنی پر کمر بستہ ہو گئے۔

ابو سفیان چار ہزار کا جرار و مسلح لشکر ہمراہ لیکر مکہ سے نکلا اور نشان فوج کو عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا اس کے لشکر میں پندرہ سو اونٹ تھے اور تین سو گھوڑے تھے۔ جب یہ لشکر منزل مراء الظہران پر پہنچا تو وہ دو ہزار کا لشکر لیکر دگی قبائل سلم و اشجع و بنو مرہ و کنانہ و فزارہ غطفان وغیرہ لشکر ابو سفیان سے ملگیا۔ اسی طرح قبائل عرب لشکر ابو سفیان میں شامل ہوتے رہے اور مدینہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے بڑھتے رہے۔ کثرت افواج دشمن کا اندازہ مندرجہ ذیل الفاظ تاریخ سے ہو سکتا ہے۔

(۱) روضۃ الصفا جلد دوم

"در مراء الظہران عتبہ بن حصین فزاری سردار قبیلہ غطفان و طلحہ بن خویلد پیشوائے بنی اسد و رؤساء دیگر قبائل مثل حارث بن عوف و سعد بن بریرہ وغیرہ ہم لشکرہا آراستہ بہ قریش ملحق شدند و از کثرت مخالفان کوہ و ہامون سمت تضائق پذیرفتہ بہیات اجتماعی متوجہ مدینہ شدند"

خلاصہ عبارت مذکورہ یہ ہے کہ کثرت مخالفین و مشرکین سے کوہ و صحرا تنگ نظر آتے تھے۔

(۲) قرآن کریم نے کثرت مخالفین کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے :-

اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم و اذ زاغت الابصار منکم وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً ۝ (سورہ احزاب)

جبکہ دشمن اوپر کی طرف سے اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جبکہ تمہاری آنکھیں ڈگنے لگیں اور کلیجے منہ تک آگئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا اور وہ سب کے سب زور زور سے لرزنے لگے۔ (سورہ احزاب)

ابوسفیان کی سپہ سالاری میں ۲۴ ہزار کا لشکر جرار مدینہ پر چڑھ آیا۔ جب پیغمبر اسلام کو ان کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے فوراً باقتضائے حکمت نظری و عملی مجلس شوریٰ طلب فرمائی اور اصحاب سے اس معاملہ میں اور صورت جنگ میں مشورہ کیا۔ معاملہ سخت تھا مسلمانوں کے دل کانپ رہے تھے۔ اہل مدینہ پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ اپنے برباد ہو جانے اور دین اسلام کے استیصال پر یقین آچکا تھا۔ اس حالت میں عبداللہ ابن ابی سلول منافق نے رائے پیش کی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے۔ خوف تو سب ہی پر طاری تھا اسلئے بات دل لگتی ہوئی تھی سب نے عبداللہ بن ابی سلول کی تائید کردی ابن ابی کی رائے و مشورہ نے معاملہ کو اور بھی سنگین و مشکل بنا دیا۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا اقتضا اس کے خلاف ہوا اور وہ یہ کہ محصور ہونے میں تاب مقاومت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ مقابلہ ضروری ہے۔ آپ نے سلمان فارسی کو جن کی عمر اس وقت تقریباً دو سو ڈھائی سو سال کی تھی اور ہزاروں مواقع جنگ دیکھ چکے تھے طلب فرمایا اور ان سے مشورہ کیا۔

"ایں ہنگام رسول خدا سلمان فارسی را طلب فرمود دریں مبارزت از وے مشورت جست"
(ناسخ التواریخ جلد اول صفحہ ۲۱۰)

سلمان فارسی نے عرض کیا کہ ہمارے ملک فارس میں دستور تھا کہ جب لشکر دشمن کثیر یا قوی ہوتا تھا تو بادشاہان ایران گرد لشکر خندق کھود لیتے تھے اور پھر مقابلہ کرکے فتح یاب ہو جاتے تھے۔

پیغمبر اسلام نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ قلعہ بنی حارثہ میں عورتوں اور بچوں کو جمع کردیا جائے۔ اور حسان ثابت شاعر اسلام کو ان کی نگرانی کیلئے مقرر کیا۔ اور عبداللہ ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور بروز دوشنبہ ۱۸ ذی قعدہ کو تین ہزار کا لشکر ہمراہ لیکر مدینہ

سے باہر آئے۔ مدینہ سے باہر آکر اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اس میں نو عمر بچے بھی نظر آئے۔ آپؐ نے ان کو واپسی کا حکم دیا۔ ۱ عبداللہ ابن عمر ۲ زید بن ثابت ۳ ابوسعید خدری ۴ براء بن عازب نے ہمراہ چلنے پر اصرار کیا۔ اس کو اجازت مل گئی۔ ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ پیغمبر اسلام نے مدینے باہر آکر کوہ سلع کے دامن میں لشکر گاہ بنائی کوہ احد د کوہ سلع سے دیوار مدینہ تک جو جگہ تھی اس پر خندق کھودے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اور خود بھی خندق کھودنے میں معروف ہو گئے چھ روز میں خندق تیار ہو گئی۔ اور اس کے بعد لشکر قریش نے مدینے کا محاصرہ کر لیا اور تین ہفتے مسلسل محاصرہ کو گذر گئے۔ مسلمانوں پر خوف و ہراس مسلط ہو گیا۔ اور اسی دوران میں ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ یہودی قریظیہ پیغمبر اسلام سے معاہدہ کر چکے ہیں۔۔ ابوسفیان نے حیی بن اخطب سے کہا کہ جاؤ اور کسی نہ کسی تدبیر سے بنی قریظہ کو محمد کا مخالف بنا دو اور ان کا سردار کعب بن اسعد عہد نامہ کو چاک کر دے۔

چنانچہ حیی ابن اخطب حسب مشورہ ابوسفیان روانہ ہوا۔ میں تاریخ روضتہ الصفا مصنفہ محمد خاوندشاہ کی اصل عبارت میں واقعہ مذکور کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) ص ۱۰۸ حیی بن اخطب بر سخن ابوسفیان و اغوائے شیطان قدم در بیابان غوایت نہادہ بر در حصار کعب رسیدہ حلقہ بر در زد

(۲) کعب چوں دانست کہ حی بہ در حصار است گفت چکنم از در آمدن حی کہ او مردے مکار است و مرا بہ نقض عہد دعوت خواہد کرد۔ بواب را گفت کہ تا دست از فتح باب کشیدہ دارد۔

(۳) حی گفت اے کعب در بکشا کہ منم حی۔

(۴) کعب جواب داد کہ اے حیی تو مرد نا مبارکی و بواسطہ شامت تو بنی النظیر پریشاں و آوارہ شدہ اند اکنون آمدہ کہ تلخ و قمع ما کنی باز گرد کہ ما با محمد عہد بستہ ایم و پیمان را با یماں موکد گردانیدہ و دریں مدت بجز صدق و راستی و محبت مشاہدہ نہ کردہ ایم۔

(۵) حیی گفت در را بکشا تا با تو سخنی نہ گویم مگر طعام خور دراز من دریغ میداری و نمی خواہی کہ مرا ضیافت کنی۔

(۶) چوں نزد عرب ہیچ خصلتے شنیع تر و قبیح تر از بخل نیست ناچار در بکشاد و چوں در آمد گفت۔

اے کعب نامہ اقبال بیائے تو آوردہ ام رؤسا عرب و صنادید قریش با جمع کثیر در

مجمع الآصال نزول کردہ اند و غطفان و غیر ایشاں از سرداران از دو اسد تا بجانب احد احاطہ نمودہ باہم پیماں بستہ اند تا استیصال محمد و اصحاب او نکنند باز نہ گردند .... کعب بن اسعد رئیس قریظہ بقول او (حیی ابن اخطب) فریفتہ گشتہ عہد نامہ حضرت مصطفوی را پارہ کرد۔

خلاصہ عبارت مذکور کا یہ ہے کہ ابو سفیان کے بہکانے سمجھانے سے حیی ابن اخطب رئیس بنو قریظہ کے دروازہ پر گیا اور بہت سے وعدے وعید کرکے اس کے عہدنامہ کو جو اس نے پیغمبر اسلام سے کیا تھا چاک کرا دیا اور تمام افراد قبیلہ قریظہ کو اپنے سے ملا لیا۔

ان حالات میں کہ تمام قریش اور تمام یہودی قبائل لشکر کثیر لیکر مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے اور نیز قبیلہ قریظہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اہل اسلام کے قلوب خوف و ہراس سے پُر ہو گئے اور کسی کو بھی مقابلہ کی طاقت نہیں رہی اور پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ ایک جماعت مسلمانان نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مدینہ میں اپنے بچوں اور عورتوں کو تنہا چھوڑ آئے ہیں ہمکو مدینہ جانا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اندرونی دشمن اور بیرونی دشمن بال بچوں کو تباہ کر دیں۔ چنانچہ وہ جماعت مسلمانوں کی واپس ہو گئی۔

ان حالات میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل اسلام کی کیا حالت ہو گی۔ اس موقعہ پر دو ہی صورتیں تھیں اول تو یہ کہ پیغمبر اسلام بھی واپس مدینہ جاتے اور محصور ہو جاتے اور جب محاصرہ کو طول ہوتا تو کفار کے ہاتھوں قتل ہو جاتے۔ اور مسلمانوں کو بھی قتل کرا دیتے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ مقابلہ کرتے اور اہل اسلام کو ترغیب جنگ دلاتے اور لڑ بھڑ کر ختم ہو جاتے یہ آخری صورت اسی وقت ممکن تھی جبکہ لشکر اسلام قوی دل ہوتا۔ اور مقابلہ کیلئے آمادہ ہوتا۔ لشکر اسلام کا تو یہ حال تھا۔ کہ جسکو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے :-

(۱) یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارا (احزاب)	کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں۔ وہ کھلے تو نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو خود بھاگ جانا مقصود ہے۔
(۲) واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض وما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔	اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے قلوب میں مرض ہے کہتے ہیں کہ نہیں وعدہ کیا ہے خدا و رسول نے لیکن دھوکہ دینے کیلئے۔
(۳) واذ قالت طائفۃ منکم یا اھل یثرب	اے مسلمانو! یاد کرو وہ وقت جبکہ تم میں سے

لامقام لکم فارجعو ویستاذن فریق منھم النبی۔ — ایک گروہ کہتا تھا کہ اے اہل مدینہ اب تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے۔ پس تم پلٹ جاؤ اور ایک فریق ان میں سے نبی سے اجازت چاہتا تھا۔

تاریخ و قرآنی عبارات ثابت کرتی ہیں کہ مسلمانوں پر یہ وقت بہت نازک تھا اور ان کے دلوں کی کمزوری اور ان کی کم ہمتی ان کے خاتمہ کو ان سے قریب تر کر چکی تھی۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو لوگ مدینہ واپس چلے جائیں گے ان کی جانیں بچ جائیں گی۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ جب دشمن پیغمبر اسلام قتل کر ڈالتے تو وہ چن چن کر مسلمانوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیتے اور مسلمانوں کا اس وقت کا عذر ان کے کچھ بھی کام نہ آتا۔ مگر ان کی کم ہمتی ان کو بھاگنے پر آمادہ کر رہی تھی۔ اس موقع پر.. پیغمبر اسلام کی حکمت عملی نے وہ کار نمایاں دکھایا جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا ممکن نہیں ہے۔

پیغمبر اسلام نے قبیلہ غطفان و قبیلہ فزارہ کو یہ پیشکش کی کہ تم نے خیبر کے نصف محاصل کے لالچ میں ہم سے جنگ لڑنے کو قبول کر لیا ہے۔ ہم تم کو مدینہ کے باغات کی آمدنی کا ایک ثلث دیں گے تم ہمارے مقابلہ سے واپس چلے جاؤ۔ عتبہ بن حصین و حارث بن عوف جو قبیلہ غطفان و فزارہ کے سردار تھے۔ اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اور شرط نامہ کی تکمیل کی خاطر خدمت رسول میں حاضر ہو گئے جب یہ معاملہ طے ہو چکا تو آپ نے اپنے لشکر کے مخصوص افراد کے سامنے یہ معاملہ رکھ دیا۔ سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ بھی اس وقت موجود تھے۔

گویا اس وقت صورت حالات یہ ہو گئی کہ لشکر دشمن کے دو طاقتور بازو ٹوٹ گئے یعنی بنی غطفان اور بنی فزارہ لشکر کفار سے نکل جانے پر راضی ہو گئے اور دشمن کے لشکر میں اس تدبیر سے پھوٹ پڑ گئی ان کی طاقت کم ہو گئی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اب مسلمان اپنے دل میں خود فیصلہ کر لیں۔ اگر جان بچانا چاہتے ہیں تو مدینہ کی آمدنی کا ثلث حصہ دیتے رہیں اور خود بے تکلیف گذر اوقات کیا کریں اور مغلوب بنکر جینا گوارا کریں اور اگر حمیت اسلام یا حمیت عرب دلوں میں موجود ہے تو دشمنوں کا مقابلہ کریں اور خود مٹ جائیں یا دشمنوں کو مٹا دیں۔

پیغمبر اسلام کی بروقت حکمت عملی نے معجزہ کا کام کیا اور مردہ دل اور آمادہ فرار اہل مدینہ میں غیرت نسلی نے جوش مارا اور بیک زبان کہنے لگے۔ کہ ہم اس ذلت کو گوارہ نہیں کر سکتے کہ بنی غطفان و بنی فزارہ کے محکوم ہو کر زندگی بسر کریں اور اپنے شہر کی آمدنی بطور خراج کے ان کو دیتے رہیں۔ ہم تو لڑنے کو تیار ہیں۔ ناظرین کو اس موقع پر بہت لطف آئے گا۔ اگر وہ اصل عبارت تاریخ روضۃ الصفا کو

ملاحظہ فرمائیں گے۔ صٓٓ و ۱۰۹ :۔

(۱) حضرت ختمی مرتبت صلاح دراں دید کہ ثلثے از ثمار مدینہ بہ غطفان و فرازہ دہد تا ایشاں بازگردند و تفرقہ درمیان سپاہِ مشرکاں پیدا شود و عتبہ بن حصین و حارث بن عوف کہ سرداران جماعت بودند بصلح راضی گشتند و بجہتہ اتمام ایں امر بہ مجلس اشرف حضرت مقدس نبوی حاضر گشتند۔

ترجمہ پیغمبر اسلام نے اس بات میں بہتری سمجھی کہ مدینہ کے محاصل کا ثلث حصہ غطفان و فرازہ قبائل کو دیدیں تاکہ وہ لوگ جنگ سے واپس چلے جائیں اور اس طرح سے سپاہِ دشمن میں تفرقہ پڑ جائے عتبہ بن حصین و حارث بن عوف کہ اس جماعت کے سردار تھے اس بات پر راضی ہوگئے۔ اور اس معاہدہ کو مکمل کرنے کی خاطر خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔

(۲) سید کائنات پیش از ثبت شہادت با سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ در باب صلح مشورت فرمود و سعد بن عبادہ و سعد گفتند یا رسول اللہ در آں زمان کہ ما و ایشاں مشرک بودیم آں جماعت یک خرما از نخلستانِ ما طمع نمی داشتند مگر بطریق مہمانی امروز کہ بہ سعادت اسلام فائز شدیم و بہ عزت متابعت تو سرفراز شدیم چرا مذلت بکشیم و بایں خواری ہمداستاں شویم بخدا سوگند کہ ورائے شمشیر چیزے بایشاں ندہیم تا آں زمان کہ حق تعالیٰ میانہ ما و ایشاں حکم کند۔

(۳) حضرت رسول اشارہ لسعد معاذ فرمود تا عہد نامہ را پارہ کند و پیشوائے غطفان و فرازہ مایوس و حیران از مجلس ہمایوں بیروں آمدند۔

پیغمبر اسلام نے معاہدہ پر دستخط ہونے سے قبل سعد معاذ اور سعد بن عبادہ سے اس ...
... بارہ میں مشورہ کیا ہر دو افراد نے عرض کیا یا رسول اللہ اس زمانہ میں کہ ہم اور وہ مشرک تھے اس وقت بھی وہ لوگ ایک خرما ہمارے نخلستان میں سے نہیں لے سکتے تھے البتہ بطور مہمان کھا سکتے تھے۔ آج جبکہ ہم دولت اسلام سے مالا مال ہیں اور آپ کی پیروی کا شرف و عزت حاصل کر چکے ہیں تو پھر کیوں آج ذلت کو برداشت کریں اور اس خواری اور حقارت کو برداشت کریں۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو بجز تلوار کے کچھ نہ دیں گے جب تک کہ ہمارا خدا ہمارے اور ان کے درمیان میں فتح و شکست کا فیصلہ نہ کر دے۔

آپ حضرات نے ملاحظہ کیا کہ بزدل اور آمادہ فرار افراد کے قلوب کو حکمت نبوی نے کیسا پلٹ دیا

اور لشکر اسلام جو جان بچانے کے بہانے تلاش کر رہا تھا وہ کیونکر مارنے اور مرنے پر تیار ہو گیا۔ حکمت رسول نے چشم زدن میں بگڑی ہوئی بات کو بنا لیا اور دل برداشتہ فوج کو آمادہ پیکار کر دیا۔ پیغمبر اسلام نے جب لشکر اسلام کے سرداروں کا یہ جوش و خروش دیکھ لیا تو معاہدہ کو چاک کر ڈالا۔ اور فرمادیا کہ اے دشمنان اسلام ہمارا اور تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔

(آنگاہ حضرت مقدس نبوی آواز بلند کردہ بارؤساء غطفان گفت باز گردید بقوم خود کہ میان ما و شما جز شمشیر نیست۔ روضۃ الصفاحت ۱۰۹)

حکمت واقعہ چہل و سوم جنگ خندق عمرو ابن عبدود کا حملہ

سطور بالا نے ثابت کر دیا کہ حکمت پیغمبر اسلام نے مردہ دل مسلمانوں کو زندہ بنا دیا۔ اور دشمن کی فوج میں پھوٹ بھی ڈالدی یہ سب کچھ ہوا مگر ابھی یہ دشوار و جانکاہ معاملہ تو باقی تھا کہ ۳ ہزار فوج تین ہزار مجاہدین اسلام کا محاصرہ کئے ہوئے تھی اور اس محاصرہ کو تین ہفتے گذر چکے تھے۔ سب سے بڑی حکمت تو یہ تھی کہ دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے اور اس پر باوجود قلت فوج دکمی سلاح جنگ فتح حاصل کی جائے۔ بادی النظر میں یہ معاملہ بلحاظ حالات موجودہ کے ناممکن تھا۔ اس موقع پر آپ پیغمبر اسلام کی سپہ سالاری اور حکمتِ عملی کے بے مثل نمونے پائیں گے۔

واقعہ یہ ہوا کہ خندق ابھی پوری طرح تیار نہیں ہوئی تھی کہ دشمن کی فوج نے محاصرہ کر لیا بعض کمزور دل اصحاب و کم طاقت افراد کے حصہ کی کھدائی میں کمی رہ گئی تھی۔ رسول خدا سخت سردی اور تاریکی شب میں اس مقام کا پہرہ خود دیتے تھے اور یہ سعی فرماتے تھے کہ اس تنگ خندق سے کوئی دشمن اندر نہ آ جائے۔ لیکن جب فوجیں مقابلہ میں آ گئیں تو دشمن کو موقع مل گیا اور عمرو ابن عبدود بہادر عرب نے اس خندق کو تنگ دیکھ کر گھوڑے کو مہمیز کر دیا اور آن کی آن میں خندق کو پار کر کے لشکر اسلام کے بالمقابل آ گیا اور رجز خوانی شروع کر دی۔ مسلمانوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور سب کے دل خوف و ہراس سے کانپنے لگے تاریخ کے الفاظ یہ ہیں :۔

"المسلمون کان علیٰ روسھم الطیر۔"

گویا مسلمانوں کے سروں پر طائر بیٹھ گئے تھے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرتے تھے۔ جب پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کی بے حسی دیکھی تو ان کو للکارا اور فرمایا یہ تساہل و تامل کیوں ہے۔ کیوں اس کے مقابل نہیں ہوتے تو عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ عمرو ابن عبدود ہے تنہا ہزار کا مقابلہ کرتا ہے

اس نازک موقع پر لشکر اسلام کے سامنے یہ الفاظ اور بھی غضب ڈھا گئے اور مسلمانوں کی رہی سہی ہمت بھی ختم ہو گئی۔ اس واقعہ کو تاریخ روضۃ الصفا سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) چو عمرو ابن عبدود در غزاء احزاب از خندق گذشتہ مبارز طلبید..... یاران در قتال با او متامل بودند۔

(۲) حضرت رسول فرمود کہ سبب تامل چیست۔

(۳) عمر ابن خطاب از جانب اہل اسلام زبان با عتذار کشادہ معروض حضرت خیر الانام گردانید کہ نوبت بہمراہی طائفہ از قریش کہ عمر ابن عبدود در آں میان بود برسم تجارت با ملے وافر و متاع متکاثر متوجہ شام بودیم ناگاہ قریب ہزار نفر از قاطعان طریق سرراہ برما گرفتند اہل کارواں از مال بلکہ از جان خویش مایوس گشتند عمر ابن عبدود چوں صورت حال بدانسان دید شمشیر از نیام برکشید و شتر بچہ بیکدست ربودہ بجائے ترس پیش خود بداشت و چوں شیر ژیان دہبر دمان بر مخالفاں حملہ کرد و آں جماعت بواسطہ توجہ او روئے بانہزام نہادند و قافلہ بسلامت گذشت۔

(۴) عمرو ابن عبدود در روز بدر زخم گراں یافتہ فرار نمودہ و در معرکہ احد حاضر نتوانست شد در غزوہ احزاب موافقت نمودہ می خواست کہ تلافی مافات نماید تا صیت او بار دیگر در دیار عرب انتشار یابد۔

(۵) چوں بکنار خندق آمدند عمرو بن عبدود با طائفہ از دلیران مثل ضرار ابن خطاب و عکرمہ بن ابی جہل و نوفل بن عبداللہ و ہبیرہ بن وہب مغیقی از خندق بیدا کردہ اسپ جہانندند۔

(۶) خالد بن ولید و ابوسفیان بن حرب با کفار قریش و کنانہ و بنی غطفان بر لب خندق صف کشیدہ بایستادند

(۷) و چوں عمر از خندق عبور نمودہ پائے در میدان شجاعت در پُردلی نہادہ مبارز خواست لشکر اسلام تہور و مردانگی او می دانستند از خوف چناں شدند کہ گویا خوں در بدن ایشاں نماند سرہا در پیش افگندہ خشک بایستادند کانما علی رؤسھم الطیر۔

ترجمہ: رجب عمر ابن عبدود نے جنگ خندق میں خندق سے ادھر آکر اپنا مقابل لشکر اسلام سے طلب کیا تو پیغمبر اسلام کے یار اس سے جنگ کرنے میں تامل برتنے لگے۔

(۲) حضرت رسول نے فرمایا کہ تمہارے تساہل اور سستی کا کیا سبب ہے۔؟

(۳) عمر ابن خطاب نے اہل اسلام کی جانب سے نمائندگی کرتے ہوئے اور عذر چاہتے ہوئے کہا کہ یا رسول ایک مرتبہ میں جماعت قریش کے ہمراہ جس میں عمرو ابن عبدود بھی موجود تھا۔ کثیر و وافر مال تجارت لیکر ملک شام جا رہا تھا یکایک ایک ہزار قزاقوں نے ہمکو گھیر لیا۔ اہل قافلہ اپنے مال بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو چکے اور مایوس ہوگئے۔ مگر عمرا بن عبدود نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور اونٹ کے ایک بچہ کو اٹھا کر سپر بنالی اور مثل شیر ژیان اور ببر و مان کے قزاقوں پہ حملہ کر دیا اور وہ ہزار ڈاکو اس کے حملہ سے بھاگ گئے اور قافلہ سلامتی سے گذر گیا۔

(۴) عمرو ابن عبدود جنگ بدر میں سخت زخمی ہو چکا تھا اور بھاگ گیا تھا اور جنگ احد میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ اور جنگ خندق میں اسلئے شریک ہوا تھا کہ جنگ بدر و احد کی تلافی کر سکے تاکہ عرب میں اسکی بہادری کا ڈنکا بجتا رہے۔

(۵) جب خندق کے کنارہ پر آئے تو عمر ابن عبدود عرب کے بہادران، فزار بن خطاب، عکرمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبداللہ، ہبیرہ بن وہب نے ایک جگہ خندق کو تنگ پاکر اپنا گھوڑا خندق کے پار کدایا۔

(۶) خالد بن ولید، ابوسفیان بن حرب، لشکر قریش وکنانہ و غطفان کے ہمراہ خندق کے کنارہ پر صف باندھے رہے۔

(۷) جب عمرو بن عبدود نے خندق سے پار آکر اپنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنا مقابل طلب کیا تو لشکر جو اس کی بہادری کو جانتے تھے۔ ان کی یہ حالت خوف سے ہوگئی کہ گویا کے بدن میں خون نہیں رہا۔ وہ اپنا اپنا سر جھکا کر (ہیزم) خشک کی طرح کھڑے رہے گویا ان کے سروں پہ طائر بیٹھے ہیں۔

مندرجہ بالا تاریخی عبارات نے ثابت کر دیا کہ جنگ خندق میں دشمن کا مقابلہ ناممکن ہوگیا تھا۔ اور لشکر اسلام دشمنوں کی کثرت اور ان کے بہادروں کی بہادری سے، عمر ابن عبدود کے مقابلہ سے دل شکستہ ہو چکے تھے۔ اور ان کی فتح اور اپنی شکست کو مان چکے تھے۔ اب لشکر اسلام میں نہ دین اسلام کی محبت تھی اور نہ اپنی نسل و عرب قوم سے پیدا ہونے کی حمیت تھی۔ نہ پیغمبر اسلام کے حکم کی متابعت باقی رہی تھی۔ ان حالات میں عمر ابن خطاب کا بے محل عمرو ابن عبدود کی

تعریف شجاعت کر دینا اور بھی غضب تھا۔ گویا قلوب لشکر اسلام پر مہر بزدلی کو لگا دیا تھا۔ ان بگڑے ہوئے حالات میں دنیا کا کون مدبر اور سیاست دان ہو سکتا تھا کہ وہ اس شکستِ ظاہری کو فتح بنا دے اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے ہارمانے ہوئے لشکر کی جانوں کو محفوظ کر سکے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ پیغمبر اسلام سا حکیم و مدبر و سیاست دان اگر اپنی کمال حکمت عملی کا مظاہرہ نہ کرتا تو جنگ خندق ہی میں خندق خود ہی لشکر اسلام بلکہ اسلام کی قبر بن جاتی اور ہمیشہ کیلئے دین اسلام فنا ہو جاتا مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ محمد مصطفےٰ بذاتہٖ خود موجود تھے اور وہ مجسم حکمت تھے۔ جب پیغمبر اسلام نے خود ہی لشکر اسلام کی کم ہمتی اور پست حوصلگی کو دیکھ لیا تو ارشاد فرمایا۔ "اے مسلمانو تم میں سے کوئی عمرو کا جواب دینے کو کیوں نہیں بڑھتا۔ خدا نے اپنے دین اور اپنے نبی کی فتح کا وعدہ فرمالیا ہے۔ وہ کبھی دین اسلام کو مٹنے نہیں دیگا۔ کون ہے جو عمر ابن عبدود کا جواب دے۔"

یہ الفاظ ایسے پُرتاثیر تھے کہ ۲۵ سال کا ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور اسنے دست بستہ عرض کی :۔

یارسول اللّٰہ انا ابارزہ ۔ اے خدا کے رسول مجھ کو اجازت دیجئے میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

پیغمبر اسلام نے علی ابن ابی طالب کے ان شجاعانہ الفاظ کو سنا اور پھر لشکر اسلام کو للکارا :۔

"اے مسلمانو! کیوں نہیں بڑھتے۔"

کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر علی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا :۔

"یارسول اللّٰہ انا ابارزہ ۔"

پیغمبر اسلام نے پھر سنا اور چپ ہو گئے۔ اور لشکر اسلام سے کہا :۔

"اے مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے بڑھو حملہ کرو! تم میں کوئی ایسا ہے جو اس دشمن کے شر سے محفوظ کرے۔"

ادھر سے عمر ابن عبدود کی پھر آواز آئی۔ عمر ابن عبدود نے باآواز بلند مسلمانوں کو للکارا اور کہا :۔

ایھا الناس انکم تزعمون ان قتلاکم فی الجنۃ وقتلانا فی النار افما یحب احدکم ان یقدم علی الجنۃ او یقدم عدواً لہ الی النار۔ (ناسخ التاریخ صفحہ ۲۲۳ جلد اول کتاب دوم)	اے لوگو تم کو یہ گمان ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہم میں سے جو قتل ہوں گے وہ جہنم میں جھونکے جائیں گے کیا تم میں سے کوئی اسباب کو دوست نہیں رکھتا ہے کہ سوئے بہشت کرے یا اپنے دشمن کو جہنم میں بھیجے۔

عمرابن عبدود نے یہ الفاظ کہہ کر اپنے گھوڑے کو جس کا نام ملصوب تھا کاوہ دیا اور رجز کے اشعار پڑھے اور اس کے بعد اہل اسلام کو طعنے دینا شروع کر دیئے۔ آخر پھر علی ابن ابو طالب نے رسول خدا سے درخواست کی اور عرض کیا کہ :-

"یارسول اللہ اب تو اجازت دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کا مقابلہ کروں۔"

اس وقت پیغمبر اسلام نے فرمایا :-

"ادن یا علی" اے علی میرے قریب آؤ۔

آپ نے اپنا عمامہ علی کے سر پر رکھا اپنی تلوار ذوالفقار علی کی کمر میں باندھی اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔

اللھم اعنہ علیہ اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوق راسہ ومن تحت قدمیہ فلا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین ۵	اے خدا علی کو دشمن پر فتح دے اور اعانت فرما اے خدا علی کی حفاظت کر سامنے سے اس کے عقب سے اس کے دائیں جانب سے اس کی بائیں جانب سے اور حفاظت فرما اس کے سر کی جانب سے اور اس کے قدموں کے

نیچے کی جانب سے اور نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا اے خدا تو بہتر وارث ہے۔

پیغمبر اسلام کی حکمت نظری کا نمونہ دیکھنا ہو تو جنگ خندق کے ان حالات پر غور کیجئے۔

لشکر کفار کا غلبہ، لشکر اسلام کی بے حسی و بزدلی۔ اور پیغمبر اسلام کا بار بار لشکر اسلام کے سوتے ہوئے احساسات بشری و جذبات ملی کو جھنجوڑنا۔ اس پر وہ اطمینان کہ علی کا بار بار اذن جہاد مانگنا اور پیغمبر اسلام کا ان کو بار بار روکنا۔ گویا پیغمبر اسلام بمقتضائے حکمت نظری دیکھ رہے تھے کہ تعجیل کی کیا ضرورت ہے فتح ہماری ہی ہو گی۔ قبل از وقت نوعیت واقعہ کا سمجھ لینا اور اس کے مطابق اس طرح عمل کرنا کہ کلی کامیابی ہو حکمت نظری کہلاتی ہے۔ اور حکمت عملی یہ تھی کہ ہر بار علی کا اجازت جہاد طلب کرنا اور ہر بار رسول کا اس کو روک دینا گویا جوش شجاعت کو دو گنا بلکہ سوگنا کرنا تھا۔ اور ان کو مقابل کی اہمیت کا احساس کرانا تھا تاکہ علی کا ہر وار اور ہر تدبیر اہم ترین ہو سکے۔

وہی ہوا کہ عمرابن عبدود سے کئی گھنٹے جنگ جاری رہی اور علی کا سر زخمی بھی ہو گیا۔ مگر چونکہ رسول ان کے قوائے جسمانی کے علاوہ قوائے عقلی کو بھی بار بار دعوت عمل دیکر اس کی اہمیت جتا چکے تھے اسلئے اپنا عقلی وار آخر میں استعمال کیا اور جب دیکھا کہ دشمن زیر نہیں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر مجھ میں

اور تجھ میں یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہماری جنگ میں تیسرا مدد نہیں کرے گا۔ اس نے کہا وہ کون ہے علی نے کہا وہ تیرا بھائی ہے جو تیرے پیچھے سے آرہا ہے۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اور علی نے اللہ اکبر کہہ کر وہ وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور اس کا سر کاٹ کر رسول کے قدموں پر ڈال دیا۔

بیشک علی نے دین اسلام کو ہمیشہ کیلئے مٹنے سے بچالیا۔ اور بہت بڑا احسان کیا۔ مگر علی کا معاملہ مجسم خلق سے تھا۔ پیغمبر اسلام نے فوراً ہی علی کو اس خدمت کا صلہ ان الفاظ میں دیا؛ر

مبارزۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ (خندق کے دن علی کی جنگ افضل و بہتر ہے۔ میری امت کے اعمال سے جو وہ قیامت تک کریں گے۔

ادھر تو پیغمبر اسلام نے عملی کارروائی پیش کی اور ادھر لشکر دشمن میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ وہ میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ نعیم بن مسعود شجعی بوقت شب خدمت رسول میں حاضر ہوا۔ یہ شخص قریشی قبائل سے کافی ربط و ضبط رکھتا تھا۔ اور یہود سے بھی اس کے قابل اعتماد تعلقات تھے۔ نعیم بن مسعود نے ظاہر کیا کہ وہ دین اسلام سے محبت رکھتا ہے۔ اور اسلام کی فتح کا دل سے خواہشمند ہے۔ جب پیغمبر اسلام نے پورا اطمینان کر لیا۔ تو اس سے کہا کہ اے نعیم تم ہمارا ایک کام کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں ہر خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ پیغمبر اسلام نے کہا کہ اچھا تم ایسا کرو کہ یہود اور قریش کے افواج میں تفرقہ ڈال دو۔ اس نے کہا کہ آپ اجازت دیں کہ میں جو چاہوں کہوں۔ آپؐ نے اس کو اجازت دی اس پورے واقعہ کو ہم تاریخ روضۃ الصفا مولفہ محمد خاوندشاہ ۹۰۳ھ سے پیش کرتے ہیں؛ر

(۱)۔ نعیم بن مسعود شجعی؛ر یا رسول اللہ قوم از اسلام من خبر ندارند من ہر چہ بگویم تصدیق نمایند بخدا آنچہ فرمائی اقدام نمایم۔

(۲)۔ حضرت رسولؐ؛ر حضرت فرمود کہ توانی کہ تفرقہ درمیان لشکر کفار افگنی و اتفاق ایشاں را برہم زنی۔

(۳)۔ نعیم بن مسعود۔ر گفت توانم ولیکن رخصت فرمائی تا ہر چہ خواہم بگویم۔

(۴)۔ رسولؐ؛ر حضرت او را مرخص گردانیدہ۔ فرمود کہ الحرب خدعۃ۔

بہر حال جب یہ گفتگو ہو چکی اور نعیم پختہ وعدہ کر چکا تو وہ لشکر دشمن میں گیا اور اس نے اول یہود بنی قریظہ سے گفتگو کی اور کہا کہ تم لوگوں کو مجھ پر کامل اعتماد ہے۔ انہوں نے کہا بیشک ہم اعتماد کرتے ہیں۔ نعیم نے کہا کہ اچھا سنو۔

قریش اور غطفان محمد سے جنگ کرنے کیلئے آئے ہیں تم لوگ ان کی مدد کر رہے ہو حالانکہ تم کو ان

لوگوں سے کوئی تعلق و نسبت نہیں ہے۔ تم خود سوچو کہ اگر اہل مکہ اور قبائل عرب جنگ سے باز ہے اور تنگ آکر واپس ہو گئے تو تم تنہا جنگ میں رہ جاؤ گے اور تم نے چونکہ اہل اسلام سے معاہدہ توڑا ہے۔ لہٰذا تمہارا کلیتہً خاتمہ ہو جائے گا۔ بنی قریظہ نے کہا کہ بیشک نعیم تم درست کہتے ہو پھر اب ہم لوگ کیا کریں۔ نعیم نے کہا کہ تدبیر یہ ہے کہ تم رؤسائے قریش اور اشرافِ غطفان میں سے کچھ لوگوں کو اپنے پاس رہن کر لو تاکہ ان کی خاطر قریش اور غطفان تم کو تنہا نہ چھوڑ سکیں سب نے کہا کہ رائے صائب ہے اور سب نے نعیم کا شکریہ ادا کیا۔

نعیم اس کام کو پورا کر کے سردارانِ قریش کے پاس گیا۔ اور ان سے کہا کہ آپ لوگ مجھ پر کامل اعتماد کرتے ہوں تو آپ لوگوں کو مفید مشورہ دوں انہوں نے کہا کہ ہمارے تمہارے تعلقات قدیم ہیں بیشک ہم کو تم پر پورا بھروسہ ہے۔ نعیم نے کہا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھ میں اور محمدؐ اور ان کے اصحاب میں قدیم عداوت ہے۔ سب نے اعتراف کیا۔ اب نعیم نے کہا کہ سنو مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ یہود اپنے معاہدہ کو توڑ کر پشیمان ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے محمدؐ کو پیغام دیا ہے کہ آپ ہم سے راضی رہیں ہم نے یہ تدبیر کی ہے کہ اشراف قریش اور سردارانِ غطفان کو کسی بہانہ سے لیکر ہم ان کو تمہارے پاس بھیج دیں گے آپ ان سب کی گردن ماردیں۔ جب وہ سردار قتل ہو جائیں تو ہم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر باقی فوج کو قتل کر دیں گے۔ اس معاملہ پر محمدؐ راضی ہو چکے ہیں۔ اور یہ معاملہ طے ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں جب یہود بنی قریظہ تمہارے پاس آئیں اور کچھ سرداروں کو بطور رہن و ضمانت لے جانا چاہیں۔ تو تم ان کو سرداروں کو سپرد نہ کرنا۔ قریش نے جب یہ سنا تو نعیم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ تم نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ کہ بروقت خطرہ سے آگاہ کر دیا۔

نعیم اور قریش کی گفتگو جمعہ کے روز ہوئی۔ ابوسفیان نے فوراً ہی بنی قریظہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اب ہم کو یہاں ٹھہرنا دشوار ہے کیونکہ سردی بہت ہے اور رسد کم ہے لہٰذا کل ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

یہودیوں کو جب یہ پیغام ملا تو انہوں نے جواب دیا کہ کل روز شنبہ ہے ہم لوگ کوئی کام نہیں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے بعض سرداروں کو سخت آفات کا مقابلہ کرنا پڑا اور وہ شریک جنگ نہیں ہو سکیں گے۔ آپ اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم کو یہ اطمینان رہے کہ جب ایام محاصرہ کو طول ہو گا تو تم لوگ ہمکو تنہا چھوڑ کر واپس نہ جاؤ گے۔

اور ہمکو محمد اور اصحاب محمد کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ جاؤ گے۔

جب یہ پیغام ابوسفیان اور سرداران قریش تک پہنچا تو انہوں نے کہا کہ نعیم بن مسعود نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل درست تھا۔ اس خیال نے اہل قریش کے لشکر کے پاؤں میدان جنگ سے اکھاڑ دئے اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے کہ چارہ اور رسد باقی نہیں رہا ہے اور شدید سردی پڑ رہی ہے۔ الرحیل الرحیل کی صدائیں بلند کر دیں اور وہ سب واپس ہو گئے۔ ادھر فوج دشمن کے دلوں میں باہمی تفرقہ نے بزدلی پیدا کر دی۔ ادھر عمر ابن عبدود کے قتل اور نیز مسلمانوں کی شدید جنگ نے ان کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ اس روز جنگ برابر جاری رہی یہاں تک کہ شام ہو گئی اور تین روز شنبہ و یک شنبہ و سہ شنبہ لڑائی جاری رہی۔ اس جنگ میں انصار میں سے چھ افراد شہید ہوئے۔ ۱ سعد بن معاذ ۲ انس بن اوس ۳ عبداللہ بن سہیل ۴ طفیل بن نعمان ۵ کعب بن زید ۶ ثعلبۃ بن غنم۔

مشرکین میں سے تین شخص قتل ہوئے ۱ عمر ابن عبدود ۲ منبۃ بن عثمان ۳ نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ۔

جنگ خندق وہ جنگ تھی جو استیصال بیخ کنی اسلام کیلئے یہود و مشرکین قریش کی متفقہ اور آخری جنگ تھی، بہادران عرب بہادران یہود و قریش جمع ہوئے تھے فوج کی تعداد ۲۴ ہزار تک پہنچ گئی تھی، شدید سردی کا موسم تھا، بادِ سرد و تند نے حواس بگاڑ دیئے تھے۔ لشکرِ اسلام ہمت چھوڑ چکا تھا۔ خندق کی پناہ بیکار ثابت ہو چکی تھی۔ عمرو ابن عبدود کی للکار نے مسلمانوں کے دل ہلا دیئے تھے۔ بردہ سامان اور وہ اسباب جمع ہو چکے تھے کہ کفار کی یہ جنگ اسلام کا خاتمہ کر دیتی۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و نظری نے وہ نمونہ پیش کیا ہے۔ جس کی مثال تاریخ تا قیامت پیش نہیں کر سکتی۔۔۔

اور اسی حکمتِ نبوی کی وجہ سے یقینی شکست و بربادی، یقینی فتح کامل و مستقل حیاتِ اسلام بنگئی۔ پیغمبر اسلام نے بذریعہ نعیم بن مسعود شجعی کے لشکر کفار میں جو تفرقہ ڈالا اور اس تفرقہ کے بعد اور عمر ابن عبدود کے قتل کے بعد لشکرِ کفار اور ابوسفیان کی جو حالت ہوئی ہے کہ اس کی لا اسلام کے بالمقابل ہمیشہ کیلئے ہمت ٹوٹ گئی۔ دشمن کے لشکر اور ابوسفیان کی حالتِ زار کا حال آپ کو عبارتِ ذیل سے معلوم ہوگا۔:

۱ ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۲۲۸ :۔

ابوسفیان گفت دیر یست دریں بلد ماندیم و چہار پایاں خویش را سقط کردیم و کارے نساختیم جہودان نیز باما مخالفت کردند۔ اکنون بہ بینید ایں باد باما چہ میکند بہتر آنست کہ بسوئے مکہ کوچ دہیم و ازیں زحمت برہیم ایں بگفت و برخواست و از غایت تعجیل زانوئے جمل را ناکشودہ بر نشست و شتر را از جائے برانگیخت و شتر با زانوئے بستہ برخواست پس از پشت شتر سرفرود کردہ عقال آنرا برکشیدہ۔

(۲) دریں وقت عکرمہ بن ابی جہل فریاد برداشت کہ اے ابوسفیان تو قائد قومی بکجا میروی ابوسفیان از شرم سرفرود داشت و راہ برگرفت پس قریش جنبش کردند۔

ترجمہ :۔ ابوسفیان نے کہا بہت مدت ہم اس شہر میں رہے۔ ہم نے اپنے مویشیوں کو تکلیف پہنچائی اور کچھ بھی کام نہ بن سکا یہودیوں نے بھی ہمکو دھوکا دیا اور مخالفت کی اب دیکھو یہ ہوائے تند وسرد کیا گل کھلاتی ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ مکہ واپس چلیں اور اس تکلیف سے رہائی پائیں۔ یہ کہہ کر گھبرا کر اٹھا اور اپنے ناقہ کے پیر کھولے بغیر اس پر سوار ہو گیا ناقہ اس حالت میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد سر جھکا کر اونٹ کے پیر کی رسی کھولی اور روانہ ہو گیا۔

۲ اسی وقت عکرمہ بن ابی جہل نے باآواز بلند کہا کہ اے ابوسفیان تو قوم کا رہبر ہے۔ تو کہاں جاتا ہے۔ ابوسفیان نے شرم سے سر جھکا لیا اور مکہ کی راہ لی اس کے بعد لشکر قریش بھی واپس ہو گیا۔

واقعاتِ جنگ خندق سے معلوم ہوا کہ انسانِ کامل کی حکمت و تدبر وہی کام کرتی ہے جو اکسیر تانبے کے ساتھ۔ جس طرح اکسیر تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ اسی طرح سے حکمتِ عملی شکست فاش کو فتح، یاس کو آس اور ظلمت کو روشنی بنا دیتی ہے۔ اس جنگ میں پیغمبر اسلام کی پے در پے حکمتوں نے وہ کارنامے نمایاں دکھائے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

حکمت بالائے حکمت

جنگ خندق اگرچہ تین روز تک جاری رہی اور سردی دہوائے تند نے و نیز فاقوں نے مسلمانوں کی حالت غیر کر دی تھی۔ حالانکہ لشکر کفار واپس ہو رہا تھا۔ مگر حکمت نبوی کا اقتضا یہ ہوا کہ لشکر جرار کفار کی اندرونی حالت اور ان کے ارادے معلوم کرلئے جائیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اتنا بڑا لشکر دھوکہ دیکر پھر پلٹ پڑے اور تھکے ماندے اور پست حوصلہ مسلمانوں کا خاتمہ ہی کر دے۔ لہذا آپ نے تاریکی شب اور سخت سردی

و بارش میں جبکہ رات کا ایک بجا تھا اور آپ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے آپ نے حذیفہ یمانی کو آواز دی۔ جواب نہ ملا تو بار دیگر یا حذیفہ کہہ کر آواز دی حذیفہ کا بیان ہے کہ سردی اور تکانِ جنگ نے بدحواس کر رکھا تھا۔ مگر میں نے جواب دیا اور حاضر خدمتِ رسول ہوا رسول نے فرمایا کہ:۔

"اے حذیفہ کیا میری آواز کو تم نے سنا نہیں تھا۔؟"

حذیفہ نے عرض کیا کہ سردی اور بارش کی وجہ سے بولنے پر بھی قادر نہ تھا۔ آ

آپ نے حذیفہ کے سر پر دست شفقت رکھا۔ دعا دی اور فرمایا کہ:۔

"حذیفہ اس وقت لشکرِ دشمن میں جا کر ان کی خبر لے آؤ۔"

اس گفتگو کو سند تاریخی کے لحاظ سے تاریخ ناسخ التواریخ سے پیش کرتا ہوں۔ ص۲۲۸:۔

۱ ۔ فرمان داد لضرورت برو و خبرے باز آور ہیچ دست برد منمائی۔

۲ ۔ چوں مرا بنام حکم داد ناچار پذیرفتار بشدم و عرض کردم۔ بیم دارم کہ اسیر شوم۔

۳ ۔ فرمود تو دستگیر نخواہی شد۔ پس سلاحِ جنگ بر خود راست کردم و از خندق گذشتم و بر لشکر گاہ کفار در آمدم طوفانے عجب دیدم کہ دیگہا انہا واژونہ کند و خیمہ ہا برکند و آتشہا بمیراند و اسپہا لجام گسیختہ بہر سوئے ہمی شدند و سنگ پارہا بمنازل ایشاں ہمی درنی افتاد و ایں ہنگام ابوسفیان را دیدم از خیمہ خود بدر شدہ در کنار آتشے اصلاح سرما ہمی خواہد کرد .... ابوسفیان گفت دیر نیست دریں بلد ماندیم و چہار پایاں خویش سقط کردیم و کارے نساختیم یہوداں با ما مخالفت کردند۔ بہتر آنست کہ لسوئے مکہ کوچ دہیم ایں بگفت و برخواست واز غایت عجل زانوے جمل را ناکشودہ بر نشست .... حذیفہ گوید من مراجعت کردم و رسول خدا را البشارت دادم آنحضرت تبسم فرمود .... و فرمود دیگر ایشاں بجنگ نخواہند آمد و ما بجنگ ایشاں خواہیم شد۔

ترجمہ:۔ رسول نے فرمایا کہ اے حذیفہ ضرورتاً اس وقت جاؤ اور لشکرِ دشمن کی خبر لاؤ اور کوئی پیش دستی نہ کرنا۔

۲ چونکہ رسول خدا نے مجھ کو میرے نام سے پکارا تھا۔ حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو خوف ہے کہ قید کر لیا جاؤں گا۔

۳ رسول خدا نے فرمایا کہ خوف نہ کرو تم قید نہ ہو گے۔ حذیفہ نے سلاح جنگ جسم پر آراستہ

گئے اور خندق سے گذر کر لشکر دشمن میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر عجیب ہنگامہ و طوفان دیکھا کہ دیگیں الٹ رہی تھیں خیمے اکھڑے جا رہے تھے آگ بجھی جا رہی تھی، گھوڑے بے لگام ہر طرف دوڑ رہے تھے پتھر کے ٹکڑے اڑ اڑ کر خیموں میں گر رہے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سفیان کو دیکھا کہ وہ خیمہ سے باہر نکلا کہ آگ سے تاپے اس کے بعد ابو سفیان اپنے رفقا کے ساتھ بیٹھا اور اس نے کہا کہ ہر ایک شخص زانو سے زانو ملا کر بیٹھے مبادا کوئی غیر ہمارے جلسہ میں شریک ہو جائے اور ہمارے رازوں سے واقف ہو جائے اس کے بعد اس نے کہا کہ اس جنگ میں اگر ہم کو بہت نقصان پہنچا اور کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا گھوڑے بیمار ہو گئے یہودیوں نے بھی ہم سے مخالفت کی اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم مکہ واپس چلے جائیں۔ یہ کہہ کر بے تعجیل تمام اٹھا اور اپنے ناقہ پر سوار ہوا اور جلدی میں ناقہ کے پاؤں کی رسی بھی نہیں کھولی اور ناقہ اسی حالت میں کھڑا ہو گیا اس نے ناقہ کی پشت سے جھک کر رسی کو کھینچ لیا اور مکہ کی جانب چل دیا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے اس کو ٹوکا بھی کہ سردار لشکر ہو کر کہاں بھاگا جاتا ہے۔ مگر ابو سفیان نے شرم سے سر جھکا لیا۔ اور بھاگ گیا۔

تاریخی عبارت نے ثابت کر دیا کہ جنگ کے بعد لشکر کفار میں ابتری پھیل گئی تھی اور تفرقہ پڑ گیا تھا اور ایسی ناگفتہ بہ حالت ہو چکی تھی کہ فوج کے افراد تو در کنار سپہ سالار فوج ابو سفیان کے حواس درست نہ تھے۔ وہ اگرچہ بار بار مسلمانوں پر فوج کشی کر چکا تھا اور تجربہ کار بہادر تھا۔ مگر وہ اتنا خوفزدہ ہو چکا تھا کہ اس نے عکرمہ بن ابی جہل کے ٹوکنے پر اور غیرت و حمیت عرب یاد دلانے پر بھی کچھ اعتنا نہ کی اور بھاگتا چلا گیا۔ اور اس کے جانے کے بعد ہی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا...

پیغمبر اسلام کی حکمت عملی اور تدابیر نے تقریباً ۲۴ ہزار فوج کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اگرچہ مسلسل چھ روز تک خندق کی کھدائی اور ۲۳ روز تک محاصرہ اور اس پر فاقوں نے مسلمانوں کی طاقت توڑ دی اور پھر اس پر تین روز کی پیہم جنگ نے اور بھی تھکا دیا تھا۔ اور اس پر طوفانی سرد ہوا نے بھی حواس لگا دیئے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان مصائب اور رکاوٹوں کا لحاظ نہیں کیا۔ اور رات کے ایک بجے معتمد صحابی حذیفہ یمانی کو لشکر کفار میں بھیج دیا۔

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے صرف ان کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ اس رات کو لشکر کفار دو ہی صورتیں اختیار کر سکتا تھا۔ اول تو یہ کہ وہ دھوکہ

دے کر پھر حملہ کرتا یا شبخون مارتا یا پسپا ہو کر واپس چلا جاتا۔

اگر پہلی صورت پیدا ہو جاتی کیونکہ لشکر کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کا جانی نقصان بھی زیادہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ان کے لئے آسان تھا کہ وہ جس وقت چاہتے حملہ کر دیتے اور دھوکہ دیکے حملہ کر دیتے اگر ایسا ہو جاتا اور مسلمانوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ تو بس اس صورت میں مسلمانوں کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ کیونکہ یہ سب کے سب تھکے ہوئے بھی تھے اور پہلے سے شکست خوردہ ذہنیت بھی رکھتے تھے کفار کیلئے دوسری صورت یہ تھی کہ وہ باہمی تفرقے سے بددل ہو کر بھاگنے کی سوچتے تو مسلمانوں کو آرام کی نیند سونے کا موقع تھا اور کلی اطمینان تھا۔ بہر حال پیغمبر اسلام نے حذیفہ یمانی کو ایسے نازک وقت میں لشکر دشمن کی خبر لانے کو بھیج کر اور خبر صحیح منگا کر حکمتِ عملی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے ایسے نازک اور اہم مواقع جنگ کی اہمیت کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں اور قدر کر سکتے ہیں یا ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں جو میدان ہائے جنگ میں سپہ سالاری کے فرائض ادا کر چکے ہوں...... اقوام عالم پیغمبر اسلام کے ان اعلیٰ نمونہ ہائے جنگ سے ہمیشہ سبق حاصل کرتی رہیں گی۔

حکمت پہلو چہارم واقعہ بنی قریظہ

۲۴ ذی الحجہ ۵ھ اس واقعہ کو تحریر کرنے سے قبل ضروری سمجھتا ہوں کہ چند ضروری معلومات پیش ناظرین کر دیئے جائیں۔

(۱) بنی قریظہ نے اہل اسلام سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ جنگ میں اسلام کے مخالف نہ ہوں گے بلکہ معاون ہوں گے۔ یہ معاہدہ ابتدائے اسلام میں بعد ہجرت نبوی ہوا تھا۔ جو اسی کتاب میں اوراق ماسبق میں تفصیلاً درج ہے۔

(۲) بنی نضیر کی جلاوطنی کے وقت بھی پیغمبر اسلام نے بنی قریظہ سے تجدید معاہدہ کی تھی۔

(۳) بنی قریظہ کا سردار کعب بن اسعد تھا اور عہد نامہ کا وہی امانت دار بنایا گیا تھا۔

(۴) جنگ احزاب میں ابو سفیان نے استیصال اسلام کی یہ صورت نکالی تھی کہ یہودانِ حوالی مدینہ کو اپنا رفیق جنگ بنا لیا جائے اور مجموعی حملہ مدینہ پر کر کے اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ابو سفیان نے حیی بن اخطب کو کعب بن اسعد کے قلعہ میں بھیج کر معاہدہ کو چاک کروا دیا تھا۔

(۵) سردار بنی قریظہ کعب بن اسعد نے حسب مشورہ حیی بن اخطب معاہدہ کو چاک کر دیا اور قریش کے لشکر میں شرکت کر کے مدینہ پر حملہ کیا۔

(۶) قریش و لشکر یہودان کو جب جنگ و حملۂ مدینہ میں کامیابی نہ ہوئی تو بنی قریظہ اپنے یار حیی بن اخطب

کو اپنے ساتھ اپنے قلعہ میں لیگئے۔ تاکہ آئیندہ استیصال اسلام کی تدابیر پہ غور کیا جائے۔ ان حالات کے تحت میں عقل سلیم کا اقتضا کیا ہو سکتا ہے۔؟

بظاہر پیغمبر اسلام کو اپنے تھکے ہارے لشکر کو مدینہ میں لے جاکر آرام کرنے کا موقع دینا چاہئے تھا اور یہ خیر منانی چاہیئے تھی کہ دشمن فوج کے چنگل سے اہل اسلام کی جان بچ گئی اور دشمن منہ کی کھا کر واپس چلا گیا۔ اب خاموش رہنا چاہئے مبادا پھر دشمن حملہ نہ کر دیں۔

لیکن اگر ایسا کیا جاتا تو یہ ضعف اہل اسلام اور کم سپاہی کا ثبوت دیا جاتا اسی لئے پیغمبر اسلام نے ابھی جسم سے سلاح جنگ بھی نہیں اتارے تھے اور لشکر اسلام نے ارادہ راحت و آرام بھی نہیں کیا تھا کہ آپ نے مدینہ پہنچتے ہی حکم دیدیا کہ :۔

ارکبو یا خیل اللّٰہ ۔ اے خدا کے لشکر یو سوار ہو جاؤ۔ اور جنگ کیلئے کمربستہ ہو جاؤ۔۔

اور اتنے حکم پر ہی اکتفا نہیں کی کہ اپنے لشکر کو بھی پس و پیش کے سوچنے کا بھی موقعہ نہ دیا بلکہ علی ابن ابی طالب کی سرکردگی میں ایک دستہ فوج دیکر اور علی کو علمدار فوج بنا کر روانہ کر دیا۔ اور جب لشکر اسلام سلاح جنگ سے مسلح ہو گیا تو آپ خود لشکر اسلام کو ہمراہ لیکر بنی قریظہ کے قلعہ کی جانب بڑھے۔۔۔

بنی قریظہ نے قلعہ کے دروازہ کو بند کر لیا۔ پیغمبر اسلام نے ایک ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ واقعہ مذکور کو میں تاریخ روضۃ الصفا ص۳۱۱ تا ص۳۱۴ پیش کرتا ہوں۔

۱ رسول فرمود تا بلال در مدینہ ندا کرد کہ ہر کہ فرمانبردار ست نماز پیشین نگذارد۔ مگر در قریظہ۔

۲ و علی بن ابی طالب را طلبیدہ لوا را بدست او دادہ با طائفۂ از مہاجران در مقدمہ فرستاد

۳ حضرت رسول دعا می کرد و قرآن می خواند مجموع سپاہ اسلام سہ ہزار نفر بودند۔

۴ چوں علی بپائے قلعۂ بنی قریظہ رسید علم را بزمین نصب کرد محاصرہ و مقابلہ بست و پنج شبانہ روز بگذشت۔

۵ چوں یہود در تنگنائے حیرت افتادند ابو لبابہ بن المنذر اوسی را کہ دوست و ہم سوگند ایشاں بود از حضرت (رسول) طلب فرمودند تا در مہم خویش با او مشورۃ نمائید۔ ابو لبابہ بہ حصار در آمد۔

۶ دریں اثنا اشراف داعیان اوس بخدمت سید عالم مبادرت نمودند و گفتند یا رسول اللہ تو مظہر لطف و احسان و منبع بر و امتنانی در بارہ بنی قینقاع کہ خلفائے عبد اللہ بن ابی سلول بودند مرحمت ارزانی داشتی و ہفت صد کس را کہ چہار صد کس از ایشان زرہ پوش بودند بخشیدی اکنون درشان بنی قریظہ کہ خلفاء ما اند و از نقض عہد پشیمان شدہ اند مرحمت ارزانی داری و از جرائم ایشاں درگذر۔ حضرت در مقابلہ اوسیاں ہیچ نفرمود چوں مبالغہ از حد بگذشت۔

۷ رسول خدا فرمود راضی می شوید کہ یکے از شما در بارہ ایشاں حکم کند۔

۸ گفتند آرے یا رسول اللہ

۹ رسول اللہ فرمود آں سعد بن معاذ است ہر چہ گوید دریں باب آں عمل نمائیم۔

۱۰ سعد با اوسیاں گفت عہد و میثاق خداوند تعالیٰ بر شما است کہ بر آنچہ حکم کنم راضی ہستید و از فرمودہ من تجاوز جائز نخواہید داشت۔

۱۱ ہمہ جواب دادند کہ آرے۔

۱۲ سعد آنگاہ روئے توجہ بحضرت ختمی پناہ آورد گفت ہر کس کہ در ینجا است بحکم من راضی است رسول خدا فرمود حکم آنست کہ تو کنی۔

۱۳ سعد گفت حکم می کنم کہ مردان ایشاں را بکشند و غل رقبت بر رقبہ زنان و کودکان ایشاں نہند و اموال ایشاں را مسلماناں درمیان یکدیگر قسمت نمایند۔

۱۴ علی مرتضیٰ و زبیر بفرمودہ حضرت رسول بضرب اعناق ایشاں می پرداختند۔

۱۵ گویند کہ مقتول آں بنی قریظہ ہفت صد مرد بودند۔

اقتباسات تاریخی سے واضح ہوگیا کہ پیغمبر اسلام نے جنگ احزاب سے واپسی سے فوراً ہی بعد لشکر اسلام کو جانب قلعہ بنی قریظہ روانہ کر دیا۔ اور اتنی تاکید کردی کہ نماز عصر بھی وہیں جاکر مسلمان پڑھیں۔ علاوہ بریں بہ نظر تعجیل علی کو علم مہاجرین دیکر پہلے روانہ کر دیا۔ علی نے قلعہ بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ و مقابلہ و تیر اندازی کو طول ہوا تو یہودیوں نے پیغمبر اسلام سے اپنے ایک قدیم دوست ابولبابہ کو طلب کیا پیغمبر اسلام نے جانے کی اجازت دیدی جب قبیلہ اوس نے بنی قریظہ کی معافی کی درخواست کی تو ظاہر کیا کہ بنی قریظہ نے عہد شکنی کی ہے اور اس عہد شکنی کو معاف کر دیا جائے۔ پیغمبر اسلام نے یہ کچھ نہیں مانا۔ بلکہ ان کے اصرار کرنے

سے پیغمبر اسلام نے اتنی اجازت دی کہ قبیلہ اوس کا کوئی آدمی بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم بن جائے۔
سعد بن معاذ کا نام پیش کیا گیا۔ اور طرفین ان کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ اس کے بعد سعد بن معاذ نے بھی طرفین سے دریافت کر لیا کہ ان کے حکم پر راضی ہیں۔ سب نے یکزبان کہا کہ ہم سب راضی ہیں۔ اس کے بعد سعد نے فیصلہ سنایا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔ علی اور زبیر نے بنی قریظہ کے مردوں کی گردنیں ماریں اور یہ کل مرد سات سو افراد تھے۔

(۱) واقعات تاریخی آپ کے پیش نظر ہیں۔ ان کی روشنی میں بحیثیت سپہ سالار فوج ہونے کے فیصلہ کیجئے۔ اول یہ دیکھئے کہ معاہدہ شکن فوج کی سزا کیا ہے۔ بنی قریظہ نے اہل اسلام سے دوبار معاہدہ دوستی کیا اور ہر بار دشمن سے ملکر اسلام کی بیخ کنی کیلئے حملہ آور ہوئے اس لحاظ سے بھی ہر فوجی منصف کے نزدیک وہ قابل قتل تھے۔

(۲) جنگ احزاب میں بحیثیت حملہ آور مدینہ پر فوج کشی کرکے آئے تھے اور گویا کھلے ہوئے دشمن تھے۔ اس لحاظ سے بھی واجب القتل تھے۔ کیونکہ حملہ آور قاتل کا قتل عین انصاف و حکمت ہے۔۔۔

یہ بھی حقیقت حال۔ اب رسولؐ کا ان کو مہلت دینا اور ایک ماہ تک ان کا محاصرہ کرنا اور ان کے طلب کرنے پر اپنی فوج کے فرد کا ان کے پاس بھیجدینا بلحاظ صلح جوئی تھا۔ اور اس سے غرض یہ بھی کہ بنی قریظہ اپنی اسلام دشمنی سازشوں سے باز آئیں اور مسلمان ہو جائیں۔ ان کو موقع دیا جا رہا تھا کہ وہ بھی مثل اہل اسلام حقوق مساوات کے حقدار بن جائیں۔ گویا ظاہری دشمن کو دعوت صلح و دوستی دی جا رہی تھی۔ مگر بنی قریظہ نے اس کو نہ مانا۔

بعض متعصب وکم فہم یوروپین مورخین نے قتل بنی قریظہ پر اعتراضات کئے ہیں۔ ایسے خیالات کے مؤید افراد خود غور کریں کہ بنی قریظہ کے ساتھ کیا سلوک ہونا زیادہ مناسب تھا۔ اگر جنگ احزاب کی شرکت کے بعد بھی ان کو مسلمانوں کا دوست سمجھا جاتا تو بھی سخت غلطی اور خلاف حکمت عملی فعل ہوتا اگر دشمن جانتے ہوئے بھی ان کو ایک مضبوط قلعہ کا مالک بنا کر پہلو میں رکھا جاتا اور مدینہ کے قریب آباد رہنے دیا جاتا۔ تب بھی خلاف عقل فعل ہوتا۔ کیونکہ دشمن کو کبھی کمزور تصور نہ کرنا چاہیے خواہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔۔

تیسری صورت یہ تھی کہ ان کو مثل بنی نضیر کے جلاوطن کر دیا جاتا۔ تو یہ بھی درست نہ ہوتا۔

کیونکہ اس صورت میں فعلِ پیغمبر اسلام نمونۂ جنگ نہ بن سکتا۔ اسلئے کہ دنیا کے کسی کمانڈر نے مقابل دشمن کی سزا جلاوطنی تجویز نہیں کی ہے۔ میدانِ جنگ میں آنے والے لشکر کی سزا صرف موت ہے۔

اگر اس موقع پر پیغمبر اسلام بنی قریظہ کو زندہ جانے دیتے تو گویا اپنی زندگی میں بحیثیت کمانڈر فوج ایک بہت بڑی کمی چھوڑ دیتے اور قیامت تک کے آنے والے جنگجو اور بہادر فوج کشی کرنے والے پیغمبر اسلام کے اس فعل کو خلاف حکمتِ عملی اور آدابِ جنگ سمجھتے رہتے ...

اب رہا معاملہ بنی نضیر کا تو بنی نضیر نے صرف بدعہدی کی تھی اور معاہدہ شکنی کی تھی فوج کشی نہیں کی تھی۔ گویا انہوں نے اپنے افعال و اعمال و کردار سے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ اہلِ اسلام کے مخالف ہیں، دوست اور حلیف نہیں ہیں۔ اب ان کا جلاوطن ہونا تو قرین مصلحت اور حکمت کے مطابق تھا۔ مگر ان کا قتل کر دینا ہرگز انصاف نہیں تھا۔ کیونکہ وہ مقابلہ میں فوج کشی کر کے نہیں آئے تھے علاوہ بریں بنی قریظہ کا قتل کر دینا ہی ضروری تھا۔ اسلئے نہیں کہ مصلحت کے اعتبار سے ضروری تھا۔ بلکہ وہ مستوجب قتل تھے۔ اور وہ یقیناً وجوہِ بالا کی بنا پر واجب القتل تو تھے۔ لیکن ان کے اس وقت قتل کر دینے میں بھی فوائد تھے۔ تقریباً ہر سال ابوسفیان کی شرارت سے اہلِ اسلام کو میدانِ جنگ میں آنا پڑتا تھا۔ اور یہ سلسلہ روز بروز طاقت پکڑتا جاتا تھا اول ایک ہزار فوج آئی تو دوسرے سال تین ہزار اس کے بعد پانچ ہزار تو اس کے بعد چوبیس ہزار۔ اگر یہی سلسلۂ جنگ باقی رہتا تو پیغمبر اسلام کا ایک ہی کام اور فریضہ تو نہ تھا کہ آداب و نمونہ ہائے جنگ ہی بتاتے رہیں اس کے علاوہ علوم الٰہیہ، معارف علمیہ، معاشرتِ انسانیہ وغیرہ کی تبلیغ بھی مقصدِ نبوت تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ جنگ احزاب جیسی بڑی فوج کشی کے بعد اسی فوج کشی کے فوراً بعد اسی کے واپس شدہ افراد اور لشکر کا قتل عام کر دیا جائے تاکہ قوت و طاقتِ اہلِ اسلام کا شہرہ عام ہو جائے اور ملک بہ ملک و قوم بہ قوم سطوت و رعب لشکر اسلام چھا جائے۔ اور اس کے مقابلہ کی ہمت مقامی و غیر مقامی افراد یا دور و دراز کے بادشاہوں کے قلوب میں باقی نہ رہے۔ اور وہ بادشاہانِ دور و دست کسی وقت بھی مقابلۂ اہلِ اسلام کو آسان تصور نہ کر بیٹھیں۔ پیغمبر اسلام کو اس منزل پہ پہنچ کر یہی کرنا چاہیئے تھا۔ جو آپ نے کیا۔ چونکہ پیغمبر اسلام کا یہ فعل قتل بنی قریظہ مطابق مصلحت اور موافق حکمتِ عملی تھا۔ اسی لئے اس کے بعد ابوسفیان اور اس کے رفقاء یا یہود کو اسلام کے مقابلہ میں جنگ لڑنے کا خیال دشوار سا ہو گیا۔ اور اس کو بار بار چڑھ آنے کی ہمت ہی نہ رہی۔ اس جنگ کے بعد یا یوں کہوں کہ قتل بنی قریظہ کے بعض دشمنانِ اسلام کے

دل بیٹھ گئے اور اسی وقت سے اسلام کا وہ دور شروع ہو گیا کہ اسکو دشمنوں کے حملوں سے نجات مل گئی اور پیغمبر اسلام کو اس کے بعد تبلیغ دین اسلام کیلئے آگے بڑھنے کا موقع ملا۔

حکمت جہل پنجم غزوہ دومتہ الجندل

عرب کے قبائل تجارت پیشہ تھے۔ مال تجارت ممالک غیر سے جاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ ان کا سفر اونٹ کی سواری سے طے ہوا کرتا تھا ریگستان میں سراب دکمی آب کی وجہ سے راستے معین تھے ان راستوں پر پہرہ یا چوکی کا انتظام نہ تھا۔ ان وجوہ کی بنا پر مختلف پہاڑیوں کی آڑ لے کر قزاقوں نے اپنے اڈے بنالئے تھے یا خفیہ مورچے قائم کرلئے تھے۔ قزاقوں کی تعداد سینکڑوں تک ہوتی تھی یہ قزاق اپنے جاسوسوں سے کام لیکر موقعہ کے منتظر رہتے تھے۔ اور جب ان کو پتہ لگ جاتا تھا کہ کوئی قافلہ تجارت اعلیٰ مال تجارت لیکر گذر رہا ہے۔ تو وہ حملہ کر دیتے تھے اور اس قافلہ کو لوٹ لیتے تھے۔ انگریزوں کی حکومت کے زمانہ تک ہندوستان کے بعض علاقوں میں بھی بازار اور قافلے لٹ جاتے تھے۔ اسی طرح عرب میں بھی قزاق بازار اور قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔۔۔

ایسے ہی قزاقوں کا ایک گروہ دومتہ الجندل میں رہتا تھا۔ پیغمبر اسلام جب قریش مکہ اور یہودان حوالی مکہ و مدینہ کے حملوں کو مسلسل پسپا کر چکے اور عہد شکن اور لشکر کشی کرنے والے بنی قریظہ کا قتل عام کر چکے تو بار بار حملہ کرنے والوں کی ہمتیں ٹوٹ گیئں اور ان میں مسلمانوں کے مقابلہ کا دم نہ رہا۔ پیغمبر اسلام نے حالات حاضرہ کا جائزہ لیکر اطمینان کی سانس لی۔ اور آپ نے پھر یہ چاہا کہ قزاقوں اور لٹیروں سے اطراف مدینہ کو صاف کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ایک ہزار افراد کو لیکر دومتہ الجندل کا رخ کیا اور جب لشکر اسلام دومتہ الجندل کے قریب پہنچا تو قزاقوں کو خبر لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گئے اپنا مال اور مویشی چھوڑ گئے۔ جس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔۔۔

غزوۂ بنی قردہ یا غزوہ یمانہ

عبد الرحمٰن بن علتبہ بن حصین معہ اپنی جماعت کے پیغمبر اسلام کے اونٹوں کی چراگاہ میں آیا اور اس نے نگران شتربان کو قتل کر ڈالا مسلمانوں کی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو ہنکا کر ساتھ لے چلا اتفاق سے ادھر سے سلمہ بن الاکوع کا گذر ہوا۔ صبح کا تڑکا تھا سلمہ نے اس پر تیر برسائے اور عبد الرحمٰن کے ساتھی لٹیروں نے سلمہ بن الاکوع کو تیروں سے زخمی کرنا چاہا۔ مگر وہ درختوں کی آڑ میں چھپ گیا۔ اتنے میں عبد الرحمٰن کی مدد کیلئے دوسری جماعت بھی پہنچ گئی۔ ادھر سے خرام اسدی و ابو قتادہ

ومقداد اسود کندی وغیرہ ہم جو بحکم پیغمبر سے گشت کر رہے تھے پہنچ گئے۔ خرام اسدی نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا وہ بچ گیا مگر عبدالرحمٰن کے وار سے خرام اسدی جانبر نہ ہوئے اور شہید ہو گئے۔ ابو قتادہ انصاری نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا وہ بھی پہلے ہی وار میں عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے زخمی ہوئے مگر ابو قتادہ نے دوسرے حملہ میں عبدالرحمٰن کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد ان قزاقوں کی جماعت ایک گھاٹی میں چھپ گئی۔ اس گھاٹی کے قریب پانی کا ایک چشمہ تھا اس کا نام ذی قردہ تھا۔ ابو قتادہ انصاری، مقداد، اسود نے ان کا تعاقب کیا۔ جب مقام ذی قردہ پر یہ دونوں پہنچے تو انہوں نے رسول خدا کو مع ایک ہزار لشکر کے وہاں موجود پایا اس وقت سلمہ بن الاکوع نے خدمت رسول میں عرض کیا کہ :-

صرف سو افراد میرے ہمراہ کر دیئے جائیں میں ان قزاقوں کا خاتمہ کر دوں۔ چنانچہ ان پر حملہ کیا گیا اور وہ سب بھاگ گئے۔

اسی طرح سے چند اور واقعات بھی ہوئے۔ چونکہ ان کی کوئی زیادہ اہمیت نہ تھی اسلئے ان کو چھوڑ دیا گیا ہے اور مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان واقعات کو مدبین دشمنان اسلام نے دامنِ اسلام پر بدنما دھبہ سمجھا ہے اور اپنی کتب تاریخ میں اسلام پر لوٹ مار کے الزامات لگائے ہیں۔ درحقیقت یہ سب ان کی اپنی کوتاہ بینی ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ اقتضائے حکمتِ عملی اس وقت یہی تھا کہ حوالی مدینہ سے مختلف قلعوں اور پناہ گاہوں میں روپوش رہنے والے قزاقوں اور رہزنوں کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ تجارتی قافلوں کے سفر تجارت کیلئے راستے صاف ہو جائیں اور خطرہ نہ رہے۔ دوسرے یہ قزاق کسی وقت بھی اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکیں یا کسی وقت اپنی قزاقی کے مقاصد کے پیش نظر مجتمع ہو کر دشمنانِ اسلام سے نہ مل سکیں یا اجتماعی صورت میں اہل اسلام پر حملہ نہ کر سکیں۔

انہی مصلحتوں کی موجودگی میں ان قزاقوں کا استیصال عین حکمت عملی تھا اور ہر مدبر و سیاستدان کو ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اگر پیغمبر اسلام ان راہزنوں اور قزاقوں سے جو اسلام کے دشمن تھے۔ حوالی مدینہ کو صاف نہ کرتے تو یقیناً حکمتِ نبوی پر الزام آتا اور بحیثیت اعلیٰ نمونہ سیاست و حکمت ذاتِ پیغمبر اسلام قرار نہ پاتی۔ آجتک بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ آج جبکہ مدبران عالم سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور ان کو کسی طاقت و حکومت بزرگ کا مقابلہ کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلے چھوٹے چھوٹے ملکوں اور کمزور حکومتوں کو اپنا ہمخیال بناتے ہیں اور اگر وہ ہمخیال نہیں بنتے تو بہ لطائف حیل ان کا خاتمہ کر دیا

کردیا جاتا ہے۔ تاکہ یہ چھوٹی طاقتیں اور کمزور حکومتیں باہم ملکر مدمقابل طاقت کی معاون نہ بن جائیں اور اس طرح وہ مقابل حکومت ہم سے قوی تر نہ ہو جائے۔

صاحبانِ نظر اور اربابِ سیاست رات دن ان امور کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں پیغمبر اسلام نے آج سے ۱۳ سو سال قبل یہ بنیاد ڈالی تھی کہ اقوام حکومت ہائے کمزور کو یا تو حلیف اور موافق بنکر رہنا چاہیئے یا ان کو مقابلہ میں آکر جنگ کرنا چاہیئے۔ یہی حکمت تھی کہ پیغمبر اسلام نے مخالف اسلام قبائل اور چھوٹی دشمنان اسلام حکومتوں کا خاتمہ کردیا۔ ایسا کرنے میں ہمیشہ ان اقوام اور قبائل کو طولانی مدت غور و فکر کرنے کیلئے دیگئی کہ وہ سوچ سمجھ لیں کہ کس بات میں ان کا فائدہ ہے۔ اگر وہ اسلام کے اصول کو اچھا سمجھتے ہیں تو اسلام صرف امنِ عالم کا نام ہے۔ اسلام کے معنے ہی سلامتی اور امن ہیں۔ اس حلقۂ امان و امن میں ہر باشندۂ ارض کو آنا چاہیئے تاکہ سطحِ ارض سلامتی و امن کی جگہ بن جائے اور اگر سرکش اقوام اور قزاق قبائل خودغرض حکومتیں صرف ذاتی اغراض ہی کو جزو حیات سمجھتی ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ ان کو معاونِ سلامتی عالم بننا پڑے گا۔ یا جنگ کرنا پڑے گی نتیجہ جو کچھ بھی ہو۔ اگر کوئی قوم یا حکومت ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو بھی پسند نہیں کرتی ہے تو اس کو اسلام کا حلیف اور معاون بننا ہوگا۔ اس صورت میں انفرادی عقائد و مذاہب تو بحال رہیں گے مگر ملکی اور سیاسی و حکومتی معاملات میں ایکدوسرے کا معاون بننا پڑے گا۔

چونکہ عرب کے مختلف حصص و قطعاتِ ارض میں دور دور تک چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں۔ ان کے قلعے بھی موجود تھے۔ ان کے سرگروہ یا سردار بھی تھے۔ وہ سامانِ جنگ سے مسلح بھی رہتے تھے اسلیئے ضروری تھا کہ ان سب کو دعوتِ سلامتیٔ عالم دی جائے۔ اور ان کے سامنے انسانی بہبود کو پیش کیا جائے۔ اگر وہ مان جائیں تو فبہا ورنہ وہ دامنِ سلامتیٔ عالم پر ایک مہلک داغ ہیں ان کا صفحۂ ارض سے صفایا ہی کردیا جائے۔

آج بھی جبکہ ۱۹۶۵ء اور اقوام عالم کے باہم مشورہ سے بنی ہوئی سلامتی کونسل موجود ہے۔ یہی طریقہ رائج ہے کہ یہ نام نہاد سلامتی کونسل اپنی راہ میں جس قوم و ملک کو حارج پاتی ہے اس کا خاتمہ کردیتی ہے اور اسی طرح سالہا سال سے ہو رہا ہے۔ چونکہ ان اقوام عالم کے اغراض بشری، نفسانی اور ذاتی ہیں۔ لہٰذا ان کا نتیجہ بھی غیر مفید اور بجائے سلامتی کے مہلک ہے۔

مگر پیغمبر اسلام کا پیغام اور مقصد صرف بہبود عالم تھا اور بس۔ اس مقصد میں نہ نسل کا تعلق تھا اور نہ قوم کا نہ رنگ سفید و سیاہ کا فرق تھا۔ نہ ذاتی و بشری و نفسانی اغراض کا۔ لہٰذا اس

مقصد کا نتیجہ بھی مفید عام اور دیرپا اور عالمگیر تھا۔ مقصد اسلام تو صرف اتنا ہی تھا کہ اسلام امن وسلامتی اقوام عالم کا نام ہے۔ لہٰذا جو امن وسلامتی کا معاون ہے اس کو زندہ رہنے کا حق ہے اور جو مفسد سلامتی عالم ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا طاقتور ہو یا کمزور اس کو فنا ہی ہو جانا چاہیئے تاکہ اسی طرح مفسد فنا ہوتے رہیں اور معاون وحامی امن وسلامتی زندہ اور خوش رہیں۔

پیغمبر اسلام نے ان چھوٹی چھوٹی دشمن طاقتوں کو مٹا کر مرکز سلامتی عالم یا مرکز اسلام۔ مدینہ کی حکومت کو غیر فانی بنا دیا۔ اب سلامتی عالم کے چاہنے والے انسانوں کو کسی سلامتی کونسل بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ نمونہ حیات رسول اسلام نمونۂ عمل ہے اور قرآن اس سلامتی کونسل کا دستور العمل ہے۔

حکمت چہل وششم صلح حدیبیہ

تاریخ داں حضرات واقف ہیں کہ صلح حدیبیہ بظاہر کمزور شرائط کے ساتھ کی گئی اور اس صلح کو جو بادیہ النظر میں دیکھی گئی ہو کسی حکمت پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ ہر کام جس کا نتیجہ فاتحانہ نکلتا ہے وہ حکمت ومصالح پر مبنی سمجھا جاتا ہے اور جس کام میں بظاہر کامیابی حاصل نہیں ہوتی اور بے نیل مرام واپسی ہوتی ہے اسکو حکمت تو درکنار فعل عبث وکار حماقت سمجھا جاتا ہے۔

صلح حدیبیہ حیات پیغمبر اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ اور پے در پے فتوحات اسلامی کے بعد لشکر اسلام کا مکہ سے بے نیل مرام اور ناکام واپس آنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ واقعہ عہد پیغمبر اسلام کا سب سے زیادہ عبث اور بے سود کام تھا۔ مگر صلح حدیبیہ کی حکمت ومصالح کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں تھا۔ اور نہ اس کے نتائج کا سمجھنا آج سہل ہے پیغمبر اسلام کی یہ صلح درحقیقت تمام فتوحات سے بالاتر مفید اور نتیجہ خیز تھی۔ گویا پیغمبر اسلام کی ابتدائی مساعی تبلیغ اسلام وجنگہائے عظیم کی مصلحتیں بھی اتنی نتیجہ خیز نہیں تھیں جتنی نتیجہ خیز یہ صلح تھی۔ میرے اس قول کی تائید آئندہ واقعات تاریخی کرینگے مگر میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے کل حالات تاریخی اور واقعات صلح حدیبیہ کو کتب مستند سے پیش کردوں۔ بعد ازاں ناظرین خود بھی فیصلہ کر سکیں گے اور میں بھی ان واقعات کی حکمتوں اور مصلحتوں کو پیش کر سکوں گا۔

یکم ذیقعدہ ۶ھ صلح حدیبیہ۔

(۱) سیرت النبی ص ۳۲۹ جلد اول علامہ شبلی نعمانی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کہ قریش کو کوئی احتمال نہ ہو

عمرہ کا احرام باندھا قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر آئے۔ صرف تلوار جو عرب میں سفر میں نہایت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ ساتھ لے لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط کہ نیام میں رکھی جائے۔

۲ زرقانی صفحہ ۱۸۲ جلد ۲ ترجمہ :-

امام زہری کا قول ہے کہ آپ کا اس سفر میں مطلق ارادہ جنگ نہیں تھا۔ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ چاروں طرف اور گرد و نواح سے اہل عرب بغرض رفاقت حاضر ہوئے تھے لیکن آپ کو قریش کی طرف سے اندیشہ لگا تھا کہ وہ آمادہ پیکار نہ ہوں۔ اور زیارت حرم محترم سے باز رکھنے کیلئے سدِّ راہ نہ بنیں۔ بہت سے اہل عرب آپ کے ہمراہ ہو گئے پس آپ مہاجرین و انصار اور ان اعراب کے ہمراہ جو آپ سے ملحق ہو گئے تھے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلے قربانی کے اونٹ ہمراہ لئے عمرہ کا احرام باندھا اسلئے کہ اس سامان ولباس کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ آپ صرف حرم محترم کی زیارت و تعظیم بیت اللہ کے قصد سے تشریف لائے ہیں۔

۳ - اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس کو قریش کے قصد و ارادہ کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ ذوالحلیفہ سے اٹھ کر لشکر اسلام (۱۴سو افراد) اشقاط پر جو حدیبیہ سے قریب اور مقابل میں واقع تھا۔ خیمہ زن ہوا۔ بنی خزاعہ کا جاسوس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ قریش نے تمام قبائل عرب کو سازش میں لا کر اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ رسول اللہ کو مکہ میں نہ آنے دیں۔

۴ مواہب لدنیہ -

اشیروا علی ایھا الناس اترون ان امیل الی عیالھم وذراری ھولاء الذین یریدون ان یصدونا عن البیت وفیہ

قال ابوبکر بن قحافہ ، یارسول اللہ خرجت عامدا لھذا البیت لا

رسول خدا نے فرمایا۔ لوگو مجھ کو مشورہ دو اب تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم لوگ اپنے بال بچوں کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو۔ اسلئے کہ یہ لوگ تمہیں بیت محترم میں جانے سے ضرور روکیں گے۔ ابوبکر بن قحافہ نے کہا یا رسول اللہ ہم تو زیارت

تریدِ قتل احدٍ ولا حرب احدٍ خانہ خدا کے قصد سے باہر نکلے ہیں نہ کسی
فتوجہ لہ فمن صدنا ناہ کو قتل کرنے کا ارادہ ہے اور نہ کسی سے لڑنے
کا قصد ہے آپ خانہ کعبہ کی طرف چلے چلیں جو ہماری راہ روکے گا ہم اس کا مقابلہ کریں گے

۵ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۳۰۱ (تالیف محمد خاوند شاہ) مطبوعہ بمبئی ۱۲۷۱ھ

ا سبب بیرون آمدن رسول از مدینہ بہ نیت گذاردن عمرہ بود۔ آنکہ در خواب مشاہدہ فرمود کہ بزیارت کعبہ رفت و عمرہ گذارد و کلید خانہ کعبہ را بدست مبارک خویش گرفت

ب چوں صورت واقعہ را بیاران تقریر فرمود مستبشر گشتہ ....
مقرر چناں شد کہ شتراں ہدی و بخری را جمع کنند ہفتاد ہدی در شمار آمد ہیچ سلاحی ہمراہ مسلماناں نبود مگر شمشیر ہر چند عمر ابن خطاب گفت یا رسول اللہ اسلحہ با خود ہمراہ باید برد کہ از ابوسفیان و اصحاب او ایمن نیستم فرمود کہ لست احب ان احمل السلاح معتمراً و سعد بن عبادہ معروض داشت کہ یا رسول اللہ اگر سلاح برداریم بہتر باشد چہ حال از دو بیرون نیست قوم تعرض خواہند کرد یا نخواہند کرد بر تقدیر اول از سلاح چارہ نیست و بر تقدیر دوم ہیچ زیاں ندارد۔ حضرت فرمود کہ سلاح بر نمی داریم زیرا کہ برائے عمرہ بیروں می آئیم۔

ج ابن مکتوم را در مدینہ بخلافت تعین نمودہ در خانہ خویش غسل کردہ جامہ بپوشید و بر در منزل مقدس بر ناقہ قصوی سوار شد و روئے مبارک را بقبلہ آوردہ احرام بست کلمات تلبیہ بزبان گوہر بار آورد و بریں ہیج لبیک اللھم لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک و جمہور اہل اسلام ہمانجا ...
.. احرام بستند .... واضح روایات نزد اکثر ارباب سیر آنکہ ہزار و چہار صد نفر دراں سفر ملازم رکاب حضرت مقدس نبوی بودند و از امہات مسلمین ام سلمی بمصاحبت رسول اللہ دراں سفر شرف اختصاص یافت۔

د بقول جمہور اہل سیر در غرہ ذیقعدہ از مدینہ بیروں آمد۔

س چوں خبر توجہ حضرت ختمی پناہ بسمع اہل مکہ رسید با یکدیگر مشورت نمودہ رائے ہائے ایشاں قرار گرفت کہ آں سرور را از زیارت بیت اللہ منع کنند بنا بریں از قبائل عرب کہ در نواحی حرم اقامت دارند استمداد نمودند لشکرے فراہم آوردہ از مکہ بیروں آمدند و در منزل بلدح

نزول کردہ و خالد بن ولید و عکرمہ بن ابی جہل را با دو یست سوار طلیعہ لشکر ساختہ۔

ص چوں ایں خبر بہ رسول اللہ رسید...... با عیان مہاجر و اشراف انصار مشورت فرمود۔ اصحاب گفتند۔

(۱) صلاح آنست کہ ما بر سر نساء و ذریہ آں جماعت کہ قریش را نصرت و معاونت می نمایند تاختن آریم و ایشاں را غارت کنیم تا ایشاں را شکستے رو نماید و امکان دارد کہ بجہت حمایت اہل و عیال خود از قریش جدا شوند۔ آنگاہ با قریش محاربہ تو انیم کرد۔

(۲) صدیق گفت ما امسال بہ نیت گذاردن عمرہ و زیارت خانہ کعبہ بیروں آمدہ ایم و با کسے داعیہ مقاتلہ و مقابلہ نہ داشتہ ایم اگر تو را قریش از زیارت کعبہ مانع آیند آں زماں با ایشاں قتال کنیم۔

(ط) رسول گفت بروید بنام خدا عزوعلا و فرمود کہ خالد بن ولید با جمع بر سم طلیعہ در غمیم است از ایمن طریق بروید تا بے خبر بر سر ایشاں بردیم گویند اہل اسلام براہے صعب و دشوار افتادند...... خالد بن ولید از توجہ مجاہدین دین واقف نشد تا آنزمان کہ غبار سم مراکب ایشاں را دید و از ہیبت سپاہ ظفر انجام روئے بانہزام نہادہ قریش را از حقیقت حال اعلام داد

ع چوں حضرت بر پشتہ کہ قریب حدیبیہ است رسید ناقہ قصوی کہ حضرت بر آں سوار بود بزانو در آمد .... حضرت فرمود باں خدائے کہ نفس محمد بید قدرت اوست کہ قریش ہیچ امرے از من مسئلت نمایند کہ تعظیم حرم در آں باشد مگر آنکہ با جابت مقروں گردانم۔

ف بدیل بن ورقا خزاعی با جمع از قبیلہ خویش بخدمت رسول آمدہ معروض داشتند کہ کعب بن لوی و عامر بن لوی۔ با چند قبیلہ از قبائل عرب اتفاق نمودہ بر سر چاہائے حدیبیہ فرود آمدہ بقصد آنکہ تو را از زیارت خانہ کعبہ منع کنند و اگر تنغ نگردی قدم در میدان قتال نہند۔

ق پیغمبر فرمود کہ ما از برائے قتل و جنگ کسے نیامدہ ایم بلکہ مقصود طواف خانہ خدا است و گذاردن عمرہ است و قریش میل دارند بہ حرب ایں معنی ایشاں را مضر است۔ اگر خواہند مدت تعیین کنیم کہ تا در آں مدت با یکدگر محاربہ نہ نمائیم و مرا باسائر مشرکان بگذارند اگر مغلوب گردم مطلوب ایشاں بحصول موصول شدہ باشد و اگر غالب آئیم و میل داشتہ باشند چوں سائر خلق متابعت من نمایند۔ و راز در مدت مصالحہ بارے فراغتے از جنگ

وجدال وحرب وقتال روی نموده باشد و اگر قریش ازیں سخنان که بیان کردم ابا و امتناع نمایند بآں خدائے که نفس محمد بید قدرت اوست که بایشاں مقاتله کنم تا آں هنگام که بقتل آئیم و هر آئینه حق عز وعلا فتنه خویش را نصرت خواهد داد و امر خود را به نفاذ خواهد رسانید۔

ک بدیل گفت من سخنان تورا همیں لحظه به قریش رسانم .... به لشکرگاه مشرکاں رفت و قریش را ملاقات نموده گفت من سخنے از محمد شنیده ام اگر میل دارید معروض دارم بدیل گفت اے معشر قریش شما در باب قتال با محمد استعجال می نمائید و او به زیارت خانه کعبه آمده ....

قریش عروه بن مسعود ثقفی را فرستادند عروه بملازمت سید کائنات شتافته بآں سعادت عظمیٰ فائز گشت .... منقول است که عروه بن مسعود دراں مجلس بگوشه چشم در اصحاب رسول الله نگریسته ملاحظه حال ایشاں می نمود و از غایت تعظیم و اجلال و کمال توقیر و احترام که در اقوال و افعال آں زمرهٔ سعادت ایشاں نسبت بحضرت مقدس نبوی مشاهده می کرد انگشت تعجب بدندان تحیر می گرفت چنانچه بعد از مراجعت باگروه مشرکاں گفت اے معاشر قریش والله که من به مجلس ملوک رسیده ام و کسری و قیصر و نجاشی را دیده ام و از ملازمان سلطان هیچکس را ندیده ام که اکرام و خدمت داری بادشاه خود چنیں کنند که اصحاب محمد...... ملخص سخن آنکه محمد بر شما امرے عرض کرده که متضمن رشد و صلاح شما است .... من ناصح شما ام و می ترسم که نسیم فتح و نصرت بر مخالفاں وزیدن گیرد۔

ل بعد معاودت عروه شخصے از روساء حابیش که او را حلیس گفتند از قریش دستوری حاصل نموده عازم لشکرگاه اهل اسلام شد چوں قریب بعسکر همایوں رسید رسول الله فرمود که ایں شخص ازاں قوم است که تعظیم شتراں قربان می نمایند او را استقبال نمائید حلیس چوں حال بدیں منوال دید دانست که ایشاں اهل زیارت اند نه اهل قتال و با خود گفت سبحان الله سزاوار نیست که کسے ایں قوم را در طواف خانه کعبه منع کند فی الحال بے آنکه بخدمت رسول الله مستعد گردد باز گشت و با قریش گفت

(۱) که اے یاران من اصحاب محمد را دیدم که شتراں را تقلاد و شعار کرده قصد زیارت

بیت اللہ دارند۔ دمن مصلحت نمی بینم کہ ایشاں را از زیارت خانہ کعبہ منع کنید۔ قریش گفتند خاموش باش اے جلیس کہ تو نیستی مگر اعرابی ودو قوفے برامور ملک نداری۔ جلیس خشمناک شد و گفت۔ اے معشر قریش من با شما موافق نیستم دریں معنی اگر کسی بزیارت کعبہ آید و تعظیم بیت اللہ نماید اورا منع کنیم باں خدا اے کہ نفس جلیس در قبضہ قدرت اوست کہ اگر محمد را از طواف کعبہ باز دارید من وتمامت احابیش را از شما مفارقت کنیم۔ قریش عذر خواہی نمودند و گفتند بگذاری اے جلیس کہ برحسب دلخواہ خود با محمد صلح کنیم۔

م حضرت مقدس نبوی در حین توجہ خراش بن امیہ خزاعی را شترے داد ثعلب نام و بجانب مکہ فرستاد تا ایشاں را از داعیہ حضرت رسول اللہ آگاہی دہد خراش بمکہ آمدہ قریش شتر اورا پے کردند و بر قتل او یک جہت گشتند احابیش اورا از جنگ مشرکاں خلاص ساختہ بجانب رسول اللہ گسیل کردند۔

ن دچوں خراش بخدمت ختمی پناہ استسعاد یافتہ آنحضرت عمر ابن خطاب را طلب داشتہ فرمود کہ ترا بمکہ بباید رفت و قریش را اعلام باید نمود کہ ما داعیہ جنگ نداریم و بزیارت خانہ کعبہ می آئیم۔ عمر گفت یا رسول اللہ برائے صوابنمائے تو روشن است کہ عداوت قریش با من در چہ مرتبہ است و شدت و غلظت من بایشاں بچہ مشابہ ہرگاہ کہ آں جماعت بر من دست یابند بیشک مرا زندہ نگذارند.... اگر عثمان بن عفان را بفرستی دور نیست زیرا کہ نزد قریش بسیار عزیز است و عشائر و اقارب او در مکہ بسیار اند سخن فاروق مقبول افتادہ ذوالنورین را رخصت فرمود

و عثمان بموجب فرمودہ قدم در راہ نہادہ و بمشرکاں رسیدہ تبلیغ رسالت بجا آورد .... ایشاں (مشرکین قریش) گفتند ایں امریست کہ ہرگز تمشیت نہ پذیرد و کاریست کہ در خیال ما جائے نہ گیرد کہ در مکہ درآید و بزیارت بیت اللہ قیام نماید .... قریش با عثمان گفتند کہ اگر خاطر تو مائل است برخیز و بمراسم طواف خانہ کعبہ قیام نماء

ہ صـــ ۱۲۳ چوں عثمان را اقامت در مکہ زیادہ از متوقع دست داد بسمع ہمایوں

حضرت مقدس رسید کہ عثمان را با دہ نفر مہاجرین کشتند۔

ھ در یں اثنا دہ کس از مہاجمان با جازت حضرت مقدس نبوی بمکہ رفتند و اسامی ایشان این ست جابر و عبداللہ بن سہیل و عیاش بن ربیعہ و ہشام بن عبدالعاص و حاطب بن ابی بلیغہ و حاطب بن عمرو عمیر بن وہب الجمی و عبداللہ بن ابی خزاعہ و عبداللہ بن امیہ۔

ی بالجملہ چوں خبر قتل عثمان در لشکرِ اسلام شیوع یافت رسول اللہ پشت خود را بشجر نہادہ آنگاہ اہل اسلام را بہ بیعت دعوت کردہ بر قتال ترغیب و تحریض نمود (بیعت الرضوان)

ے دراں زماں کہ عثمان بمکہ رفتہ بود و ہنوز نیامدہ قریش شبے پنجاہ کس را بجانب معسکر ہمایوں فرستادند با امید آنکہ از اصحاب پیغمبر کسے بچنگ ایشاں افتد و محمد بن مسلمہ کہ دراں شب بحراست لشکر قیام می نمود مجموع را دستگیر کردہ بلشکرگاہ برد و حضرت مقدس نبوی ہمہ را حبس نمود۔

یج الف در یں اثنا سہیل بن عمرو با جمع پیدا شد چوں سہیل شرف مجلس حضرت دریافت گفت اے محمد حبس اصحاب تو برضائے خداوندان رائے و تدبیر نبود بلکہ طائفہ از سفہا براں امر اقدام نمودند ملتمس آنکہ جمع از یاران ما کہ بقید گرفتار شدہ اند اطلاق فرمائی رسول۔ حضرت فرمود کہ من ایشاں نمی فرستم تا اصحاب مرا نفرستند۔

سہیل۔ عرض کرد کہ سخن تو عین ثواب است و چوں ایں سخن بسمع قریش رسید عثمان را باں دہ نفر ارسال نمودند و حضرت نیز زمرہ را کہ دستگیر کردہ بود اطلاق فرمود

ب قریش نیز از استماع ایں خبر اندیشناک شدند و سہیل بن عمرو حویطب بن عبدالعزیٰ و مکرز بن حفص را بجہتہ تمہید بساط مصالحت نزد رسول خدا باز فرستادند سہیل معروض رائے صواب نمائے حضرت مقدس نبوی گردانید کہ قریش با تو صلح می کنند بشرط آنکہ امسال ازینجا باز گردی و سال دیگر اگر عمر باشد آمدہ بقصد عمرہ قیام نمائی حضرت بایں معنی ہمداستاں شدہ مہم مصالحہ بدیں نہج قرار یافت۔

شرائط صلح

(۱) تا مدت دہ سال میان مسلماناں و مشرکانِ قریش مادہ قتل و جدال مرتفع باشد

ترجمہ :۔ دس سال تک مسلمانوں اور مشرکان قریش میں جنگ نہ ہوگی۔

(۲) در بلاد و دیار یکدگر آمد و شد نمائید و نفوس و اموال یکدگر در سر و علانیہ تعرض نرسانند

ترجمہ :۔ باہم دیگر ایک دوسرے کے شہروں میں آتے جاتے رہیں گے۔ مگر ظاہر و باطن کسی طرح ایکدوسرے کی جان و مال سے تعرض نہ کریں گے۔

(۳) ہر یک از مشرکاں کہ بعہد و زنہار پیغمبر در آید قریش متعرض او نگردند ہر کہ خواہد کہ ہم عہد قریش گردد مسلمانان مزاحم او نگردند۔

ترجمہ :۔ مشرکوں میں سے جو بھی پیغمبر کے پناہ و حفاظت میں آجائے قریش اس سے متعرض نہ ہوں گے اور جو بھی قریش کے ہم عہد ہونا چاہے تو مسلمان اس کو نہیں روکیں گے

(۴) چوں مسلمانان سال دیگر جہتہ گذاردن عمرہ بمکہ آیند اسلحہ ایشاں در غلاف باشد و زیادہ از سہ روز بمکہ نباشند و آشکار و نہاں با مخالفاں خلفاء یکدگر در ایذا و اضرار ایشاں موافقت نمائید۔

ترجمہ :۔ جب مسلمان دوسرے سال عمرہ ادا کرنے کیلئے مکہ میں داخل ہوں تو ان کے ہتھیار غلاف میں رہیں اور تین دن سے زیادہ ان کا قیام نہ رہے۔ اور ظاہر و باطن کسی طرح بھی مخالفین قریش کے وارثوں میں سے کسی کی ایذا رسانی میں مدد نہ کریں۔

(۵) واز عبدۂ اصنام بے رخصت ولی خود ہر کہ پیش حضرت آید بآنکہ از کیش خویش تبرا نمودہ برائے اسلام مرتد شدہ باشد او را باز فرستند واز مسلماناں ہر کہ مرتد شدہ باشد پناہ بقریش برد او را باز نفرستند

ترجمہ بت پرستوں میں سے جو کوئی اپنے ولی کے بے اجازت خدمت رسول میں آئے اور اپنے مذہب سے بیزار ہو کر تکریہ اسلام کے مطابق مرتد ہو جائے اسکو واپس کر دیں۔ اور مسلمانوں میں سے جو کوئی مرتد ہو کر قریش کے پاس پناہ لے اسکو واپس کر دیں۔

تاریخ ابن ہشام صـ۱۸۰ جلد ۲ تاریخ طبری صـ۱۵۴ :۔

(۱) اصطلح علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یامن فیھن الناس یکف بعضھم عن بعض	جانبین سے دس برس تک جنگ و قتال نہ ہو اور طرفین امن و امان میں رہیں۔ اور ایکدوسرے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔
(۲) علی من اتی محمد امن قریش بغیر اذن ولیہ ردہ علیھم ومن جاء قریشا ممن	قریش کا جو شخص اپنے ولی کی بلا اجازت محمد سے جاکر مل جائے تو وہ واپس کیا جائے گا

مع محمد لم یردوہ علیہ ۔ | لیکن اگر محمد کا آدمی مکہ میں آکر قریش کے پاس چلا آئے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا ۔

(۳) وان تبنا عیبہ مکفوفۃ وانہ لااسلال واغلال ۔ | جانبین سے کوئی اپنے مطلب براری کیلئے چوری اور رشوت ستانی کے عیوب عمل میں لائے گا

(۴) وانہ من احب ان یدخل فی عقد محمد وعہدہ فدخل فیہ وانہ من احب ان یدخل فی عقد قریش وعہدھم دخل فیہ | قبائل عرب کو اختیار ہے کہ جو چاہے محمد کی بیعت میں آکر ان کا ہم عہد ہو اور جو چاہے قریش کا شریک ہو طرفین مزاحم نہ ہونگے

(۵) فانک ترجع عنا عامک فلاتدخل علینا مکۃ | مسلمان اس سال بغیر زیارت کعبہ واپس جائیں ۔

(۶) اذا کان عام قابل خرجنا عنک فدخلتھا باصحابک فاقمت بھا ثلاثا معک سلاح الراکب السیوف فی القرب لاید خلھا بغیرھا ۔ | آئندہ سال آئیں لیکن تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں ہتھیار نہ لگائیں صرف تلواریں لائیں وہ بھی نیام میں رہیں ۔

ج روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲۳ ۔

از شرط اخیر (صلحنامہ حدیبیہ) اصحاب استعجاب نمودہ فاروق گفت یا رسول اللہ باین معنی راضی می شوی ؟ آنحضرت تبسم شدہ فرمود کہ ہرکس کہ ازاں جماعت بنزد ما آید ما ویرا باز گردانیم حق عز و علا فرجے ومخلصی اورا روزی کند و ہر کہ از ما اعراض کردہ بنزد اہل شرک رود با او ہیچ مہمی نباشد او بمصاحبت مشرکاں لائق تر باشد ۔

س ص ۱۲۵ ۔ نقل است کہ فاروق اعظم گفت کہ در حین انصراف از حدیبیہ ہمراہ رسول اللہ شدہ سہ نوبت از وے چیزے پرسیدم جوابم نداد - باخود گفتم کہ ثکلتک امک یا عمر کار رسول اللہ را مکروہ شمرتی ازاں جہت جواب تو را نداد و بعد ازاں شتر خویش را بتعجیل راندم تا بہ لشکر سبقت گرفتم و ترساں بودم مبادا از جہت کراہت داشتن قضیہ صلح و اعتراض بر رسول خدا درشان من قرآن نازل خواہد شد چوں اندک مسافتے قطع کردم آواز شخصے شنیدم کہ می گفت یا عمر ابن خطاب رسول خدا ترا می طلبید خوف من ازیں

طلب سمت از یاد پذیرفت و بخدمت آں سرور شتافتم و سلام کردم و جواب داد آنگاہ فرمود کہ از من چیزے پرسیدی و جواب تو ندادم زیرا کہ بوحی مشغول بودم و امشب سورہ فرود آمدہ است کہ آں را دوست ترمی دارم از ہر چہ آفتاب براں طلوع می کند بعد از اں بقراۃ سورہ انا فتحنالک فتحاً مبیناً اشتغال نمود

مذکورہ حوالہ جات تاریخی مندرجہ ذیل امور کو ثابت کرتے ہیں :۔

(۱) قریش مکہ نے پے در پے مدینہ پر حملے کئے اور ہر حملہ میں ناکامیاب اور شکست خوردہ واپس گئے اور لشکر اسلام کو روز بروز طاقت و قوت حاصل ہوتی گئی اور جوق در جوق مسلمانوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس حالت میں دو ہی صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں کہ یا تو پیغمبر اسلام اسی طرح مدافعت کرتے رہیں اور اہل مکہ و قبائل قریش جو فطری طور پر جذبہ انتقام کے خوگر تھے اپنے مقتولین کے انتقام لینے کے لئے بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے رہیں۔ یا بصورت اہل اسلام لشکر اسلام کے طاقتور ہو جانے کے بعد مکہ اور قبائل قریش پر حملہ کر کے ان کا قلع قمع کر دیں۔ اور اپنے دائمی دشمن سے نجات پائیں اور اشاعت اسلام میں مصروف ہوں۔ پہلی صورت تو ظاہر ہے کہ اہل اسلام بلکہ یوں کہوں کہ اسلام محدود ہو کر اہل عرب کے پے در پے حملوں سے برباد ہو جاتا۔ اور نو مسلم شکست پر شکست کھانے کے بعد پیغمبر اسلام کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ اور منتشر ہو جاتے۔ اور جو حقیقی معنوں میں موحد اور مسلم تھے وہ شہید ہو جاتے اور اس طرح سے اسلام ہی کا خاتمہ ہو جاتا۔

(۲) اب رہی دوسری صورت کہ پیغمبر اسلام کفار قریش کو پے بہ پے شکستیں دینے کے بعد اور طاقت حاصل کر لینے کے بعد اہل مکہ و قریش پر حملہ کرتے۔ اور اس میں یہ قباحت تھی کہ مکہ میں کعبہ تھا۔ اور کعبہ قدیم سے خانۂ خدا سمجھا جاتا تھا اور اس کو خدا نے مرکز امن و سلامتی عالم قرار دیا تھا۔ اس کی حدود میں کسی ذی روح کا بھی ہلاک کر دینا شعائر اسلام و منشاء ربانی کے خلاف تھا۔ اگر پیغمبر اسلام اہل مکہ پر حملہ کر کے ان کو قتل کرتے تو مرکز امن عالم فنا ہو جاتا۔ اور مقصد بعثت انبیاء ماسبق اور مقصد تبلیغ دین اسلام ہی فنا ہو جاتا۔ یہ دونوں باتیں اسقدر مہتم بالشان تھیں جو حقیقی معنی میں مقصد اسلام تھیں۔

(۳) تیسری صورت یہ تھی کہ پیغمبر اسلام اہل مکہ و اہل قریش سے دائمی صلحنامہ تحریر کرا لیتے۔ اور ان کو دائمی اپنا حلیف بنا لیتے۔ اس میں یہ قباحت تھی کہ مرکز امن و اسلام یا سلامتی عالم میں مرکز کفر رہتا اور بدوں مرکز اسلام یعنی بیت اللہ اساس اسلام کس چیز پر رکھی جاتی اور بغیر اساس

اسلام عمارت اسلام کس چیز پر قائم رہتی۔ یہ صورت بھی لاحاصل تھی۔

(۴) اب رہی چوتھی صورت اور وہ یہی صورت تھی جو پیغمبر اسلام نے اختیار کی ظاہر نظاہر زیارت کعبہ کیلئے تیار ہوئے اور اپنے ہمراہ قربانی کے اونٹ بھی لے لئے احرام بھی باندھے اہل مکہ کے پاس اپنا نمائندہ عثمان ابن عفان اپنے صحابی کو بناکر بھیجا۔ غرض آمد بھی بیان کی۔ مگر کفار قریش کسی امر پر راضی نہ ہوئے اور پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کو ایک صلحنامہ لکھ کر واپس ہونا پڑا۔

پیغمبر اسلام کی آمد پر اگر کفار قریش اہل اسلام کو زیارت خانہ کعبہ کا موقعہ دیدیتے تو پیغمبر اسلام کی غرض پوری ہو جاتی۔ اور وہ یہ کہ پھر آئندہ مسلمان جوق در جوق اثناء سال میں کعبہ کو آتے رہتے۔ اور اس طرح کفار قریش میں اپنے مذہب اور عقائد اسلام کی اشاعت کا موقعہ برابر ملتا رہتا اور اس طرح تمام اہل مکہ مسلمان ہو جاتے اور روز بروز مسلمانوں اور اہل مکہ کے تعلقات مستحکم ہوتے جاتے۔ حتیٰ کہ سب ہم مذہب ہو جاتے اور پیغمبر اسلام کے اس سفر اور آمد مکہ سے یہی غرض تھی تاکہ ہر سہ سابقہ صورتیں فتح مکہ میں اختیار نہ کرنی پڑیں۔ بلکہ باہمی میل جول اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ قلوب اہل مکہ کو فتح کر لیا جائے۔۔

آج دنیا سیاست کی دوڑ میں اپنے خیال میں معراج کمال پر ہے۔ اور ہر قومی ملک اپنے نظریات سیاست قائم کرکے اپنے ایجنٹوں اور کارکنوں کو دوسرے ملکوں میں بھیج دیتا ہے اور ممالک غیر کے افراد کو اپنا ہم خیال بناکر رفتہ رفتہ قوم غیر کو پچھا جاتا ہے۔ اس دور میں جبکہ ۱۹۶۵ء ہے روس کی کمیونزم بڑے زور شور سے ملکوں میں پھیل رہی ہے۔ وہ اسی نظریہ سیاست روس کی اشاعت ہے اقوام عالم ہزاروں ٹھوکریں کھانے کے بعد آج اس منزل سیاست پر پہنچی ہیں جو پیغمبر اسلام نے آج سے ۱۳سو سال قبل اہل مکہ کے ساتھ برتی تھی۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ کہنا یہ تھا کہ پیغمبر اسلام چاہتے یہ تھے کہ اہل اسلام کی آمد و رفت کفار قریش و اہل مکہ میں شروع ہو جائے۔ اور باہم میں جو تنفر و بیگانگی اور دشمنی کی خلیج حائل ہو گئی ہے وہ پاٹ دی جائے۔۔۔۔

مگر عقلائے قریش نے اس معاملہ کو سمجھ لیا۔ اور پیغمبر اسلام و مسلمانوں کو حج و زیارت خانہ کعبہ کا موقع نہ دیا۔ اگر پیغمبر اسلام بغیر صلح نامہ کے شرائط تحریر کرائے ہوئے واپس ہو جاتے تو پیغمبر اسلام کا یہ فعل یعنی سفر مکہ فعل عبث ہوتا اور حکمت نبوی پر دھبہ آجاتا کیونکہ فعل الحکیم لایخلو عن الحکمت حکیم کے ہر فعل میں حکمت کا ہونا ضروری ہے۔ اور واقعات کے لحاظ سے پیغمبر اسلام کا یہ فعل عبث قرار پاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہی ہوا جیسا پیغمبر نے چاہا تھا۔ آپ حضرات غور فرمائیے۔

شرائط صلح نامہ میں پہلی شرط یہ تھی کہ اہل مکہ اور اہل اسلام میں دس سال تک جنگ نہ ہوگی اور ایک دوسرے سے برسر پیکار نہ ہوگا ۔ اور ہر فرد کی جان و مال کو ضرر نہ پہنچایا جائے گا ۔

اس شرط سے اہل اسلام ہر سال کے پے در پے حملوں سے محفوظ ہو گئے ۔ اور کفار قریش اہل اسلام کے فنا کر دینے اور مذہب اسلام کی بیخکنی کر دینے سے باز رہے ۔ اور انہوں نے اسلام کی دشمنی کی سازشوں اور کوششوں کو ترک کر دیا ۔ گویا ایک اہم کامیابی ہو گئی ۔ اب اہل اسلام کو اپنی تبلیغ کے مواقع ہاتھ آگئے ۔ اور وہ قبائل عرب میں منتشر ہو کر اشاعت اسلام کیلئے مستعد اور آمادہ ہو گئے اور اندرون مدینہ رکھ کر بھی اپنی اقتصادی حالت کو درست کر سکے ۔

دوسری شرط یہ ہوئی کہ اہل قریش کا کوئی آدمی اگر اپنے ولی کی بغیر اجازت پیغمبر اسلام کے پاس چلا آئے گا تو اس کو واپس کرنا ہو گا ۔ اور اگر محمد کا آدمی (مسلمان) اگر اہل مکہ میں آجائے تو محمد اس کو واپس نہیں لے سکتے ۔

مورخین و محدثین اسلام نے اسی شرط کو کمزور شرط سمجھا ہے ۔ اور اس کی تاویلات لا یعنی کی ہیں اگر میں ان کو نقل کروں اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کروں تو لا حاصل طول ہو جائے گا ۔ لہذا صرف مطلب کی بات عرض کرتا ہوں ۔

درحقیقت یہی وہ شرط ہے جس نے مقصد پیغمبر اسلام کو پورا کر دیا ۔ اور اسی شرط کے پورا ہو جانے اور تحریر میں آجانے کے بعد پیغمبر اسلام نے واپسی ہی کو اپنی کامیابی اور فتح تصور کیا ۔ اب آپ منظر غائر خود غور فرمائیے ۔ کہ اگر قریش کا کوئی آدمی اپنے ولی کی بغیر اجازت پیغمبر اسلام کے پاس آجائے تو اس کو واپس کرنا ہو گا ۔ اب اس آنیوالے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ۔ اول تو یہ کہ وہ دل سے مسلمان ہو کر اور حقیقت اسلام کو سمجھ کر خدمت رسول میں آیا ہے ۔ اگر ایسا ہے تو واپسی کے بعد وہ ملک کفار میں اسلام کا آدمی ہو گا ۔ وہ کار تبلیغ اور خبر رسانی حالات سے کفار سے غافل نہیں رہ سکتا ۔ خود تبلیغ اصول بھی خفیہ طور پر کرتا رہے گا ۔ اور کفار کی ہر سازش سے پیغمبر اسلام کو آگاہ بھی کرتا رہے گا ۔ فھوالمراد

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بے سمجھے سوچے آگیا ہے اور وہ حقیقی معنی میں مسلمان نہیں ہے ۔ بلکہ منافق ہے اپنی قوم کفار کو پیغمبر اسلام کے اندرونی حالات سے باخبر رکھنا چاہتا ہے ۔ تو اس دوست نما دشمن کا واپس ہونا ہی بہتر ہے ۔ تاکہ اہل اسلام کی کمزوری سے واقف ہو کر اپنی قوم کو اطلاع نہ دے سکے

اب رہی یہ شرط کہ محمد کا کوئی آدمی اگر اہل قریش میں آجائے تو واپس نہیں کیا جائے ۔ یہ صورت پہلی صورت سے بھی زیادہ مفید ہے ۔ کیونکہ خدا اور رسول کا کلمہ پڑھنے والا قول رسول و اسلام پر

اپنی جان و مال قربان کر دینے والا مسلمان جب ملک کفار میں پہنچے گا تو وہ صرف تبلیغ دین ہی نہیں کرے گا بلکہ اپنے افعال، اطوار اور اقوال سے بت پرستوں کو موحد بنائے گا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں تکالیف و مصائب برداشت کرے گا۔ تو بھی وہ کفار کیلئے سبق آموز ہو گا۔ اور اس طرح وہ ایک مسلمان فرد ملک کفار میں منارۂ ہدایت اسلام بن جائے گی۔ چنانچہ تاریخی واقعہ پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔

سیرت النبی جلد اول ص ۴۳۶ موئفہ شبلی نعمانی۔

اتفاق یہ کہ عین اسی وقت جبوقت معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل کے صاحبزادے ابو جندل جو اسلام لا چکے تھے۔ اور مکہ میں کافروں نے انہیں قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور آپؐ کے پاؤں پر گر پڑے۔

سہیل نے کہا اے محمد صلعم صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے اس (جندل) کو شرائط صلح کے موافق مجھ کو واپس دیدو۔

آنحضرت نے فرمایا ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہو چکا۔ سہیل نے کہا تو پھر صلح ہمکو منظور نہیں ہے آنحضرت صلعم نے کہا تو اچھا ان کو یہیں رہنے دو۔ سہیل نے نامنظور کیا۔ آپؐ نے چند دفعہ کہا لیکن سہیل کسی طرح راضی نہ ہوا۔ مجبوراً آنحضرت صلعم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابو جندل کو کافروں نے اسقدر مارا تھا کہ اس کے جسم پر نشان تھے۔ مجمع کے سامنے تمام زخم دکھلائے اور کہا:۔

برادران اسلام کیا پھر مجھ کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ میں اسلام لا چکا ہوں کیا پھر مجھ کو کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اٹھے۔ حضرت عمر ضبط نہ کر سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا:۔

حضرت عمر:۔ یا رسول اللہ آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟

رسولؐ:۔ ہاں ہوں!

حضرت عمر:۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

رسول:۔ ہاں حق پر ہو!

حضرت عمر:۔ تو پھر دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔

رسولؐ:۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ خدا میری مدد کریگا

حضرت عمر:۔ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہملوگ کعبہ کا طواف کریں گے۔

رسول:۔ لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔

حضرت عمر اٹھ کر حضرت ابوبکر کے پاس آئے۔ اور وہی گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہیں جو کہتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔

بہر حال ابو جندل ۱۴ سو مسلمانوں کے سامنے گڑگڑاتا رہا۔ اور پیغمبر اسلام نے ابو جندل کو بایں الفاظ راضی برضائے الٰہی رہنے پر ہدایت فرمائی۔

یا ابا جندل اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا ومخرجا انا قد عقدنا صلحا وانا لا نغدر بہم۔

(ابن ہشام صفحہ ۱۸۰)

اے ابو جندل صبر سے کام لو خدا تمہارے لئے اور ان مظلوموں کیلئے جو تمہارے ہمراہ ہیں سہولت اور مخلصی کی راہ ضرور نکالے گا۔ ہم چونکہ ان لوگوں سے صلحنامہ کر چکے اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

صلح نامہ پر جانبین کے دستخط ہو گئے اور سہیل صلحنامہ لیکر مکہ واپس چلا گیا۔ سہیل نے اپنے بیٹے ابو جندل کو مکہ پہنچ کر قید میں ڈال دیا۔ کتاب رحمت العالمین میں لکھا ہے۔

ابو جندل نے قید خانہ مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ جو کوئی بھی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا۔ وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا اللہ کی عظمت و جلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابو جندل اپنے سچے ارادے اور عزم میں کامیاب ہو جاتا اور وہ نگران مسلمان ہو جاتا تھا۔ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں ملکر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔ الغرض اسی طرح پر ایک ابو جندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر تین سو افراد ایمان لائے (رحمت العالمین صفحہ ۲۳۴)

صلح نامے کی چوتھی شرط یہ تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہے کہ جو چاہے محمدؐ کی بیعت میں آکر ان کا ہم عہد ہو۔ اور جو چاہے قریش کا شریک ہو۔ طرفین مزاحم نہ ہوں گے۔

یہ شرط نتیجہ کے لحاظ سے بہت ہی مفید اور حکمت پر مبنی نکلی۔ قریش مکہ کو بوجہ مرکز صنم پرستی ہونے کے قبائل عرب پر تسلط تھا۔ یہ اوہام پرست قوم اصنام خانہ کعبہ کے نگرانوں کے ہاتھ میں تھی ان کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ ان کی نافرمانی سے اس لئے ڈرتی تھی کہ ان کا صنم[1] ان سے ناراض ہو جائے گا اور اس کی ناراضگی سے ان کی دنیا و دین برباد ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے قریش مکہ قبائل عرب میں سازشی

[1] صنم۔ عرب کی اصطلاح میں پتھر کے بت کو خدا کہتے ہیں۔

کرکے ان کو پیغمبر اسلام کے خلاف اشتعال دلاتے اور مقابلہ میں لاکر حملہ کراتے تھے ۔۔
اہل اسلام کو کئی سال اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ۔ اور مختلف لڑائیاں مدینہ کے اردگرد لڑنی پڑیں ۔ اگر یہی صورت رہتی تو پھر مٹھی بھر مسلمانوں کو تبلیغ دین کا موقع ہی نہ ملتا اور مدتِ حیات پیغمبر میں کچھ بھی نہ ہوسکتا ۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام چند ہی سال زندہ رہے ۔۔

صلح نامہ کی اس شرط نے گویا مسلمانوں کو تبلیغ دین کیلئے بے خوف اور آزاد کر دیا ۔ اور اس شرط کی وجہ سے اہل اسلام نے قبائل عرب میں وہ تبلیغی کامیابی حاصل کی جو جنگ کرنے کی صورت میں بھی حاصل نہ ہوتی ۔۔

آخری شرط میں یہ طے ہوا تھا کہ اس سال ہم زیارت کعبہ نہ کریں ۔ سال آئندہ زیارت کعبہ کیلئے آسکتے ہیں ۔ ان شرائط نے اسلام کو وہ فائدہ پہنچایا ۔ جس کی مثل و نظیر کوئی واقعہ اسلام نہیں ہے ۔ گویا ملکِ دشمن میں آمد و رفت کا راستہ بھی کھل گیا ۔ اپنے مذہبی عقائد کی اشاعت کا ذریعہ بھی ہاتھ آگیا ۔ اور اہل اسلام کو ابتدائی دور میں قریش کے سالانہ حملوں سے نجات بھی مل گئی ۔ اہل اسلام کو بے خوفِ جنگ قبائل عرب میں تبلیغ مذہب کرنے کی سہولت بھی ہو گئی ۔۔ اپنی معاش اور مالی حالت درست کرنے کیلئے تجارت کی راہیں بھی کھل گئیں ۔۔

میں اپنے قول کی تائید اور حکمت نبوی کے کمال کے اظہار کیلئے ایک تاریخی واقعہ اور چند اقتباسات تاریخی پیش کرتا ہوں ۔

(۱) عتبہ ابن اسید کا واقعہ (اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۲۶)

ابو جندل کے ایسے اکثر بے یار و مددگار مسلمان مکہ میں گرفتار تھے اور شب و روز قریش کے ہاتھوں ناقابل برداشت مصائب اٹھا رہے تھے ۔ آخر صبر و تحمل کی تاب و طاقت کہاں تک موقع پاکر ان میں سے اکثر ادھر ادھر نکل جاتے تھے ۔ ان میں عتبہ ابن اسید جن کی کنیت ابو بصیر تھی ۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں چلے آئے ۔ قریش کو خبر ہوئی دو آدمی ان کے پکڑنے کو آئے ۔ ابو بصیر بلائے گئے ۔ اور بارگاہ رسالت سے فوراً مکہ واپس جانے کا حکم ہوا ۔ عتبہ نے عرض کی :۔

"حضور ہمیں پھر کافروں میں بھیجے دیتے ہو کہ وہ ہمیں کافر بنالیں" ۔

ارشاد ہوا :۔

"خدائے مسبب الاسباب تمہاری نجات و مخلصی کی راہ نکال دے گا" ۔

ابو بصیر مجبور ہو کر اپنے دونوں کافر رفیقوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ واپس ہوئے۔ منزل ذوالحلیفہ میں پہنچ کر اپنے دونوں محافظوں میں سے ایک کو موقع پاکر مار ڈالا۔ دوسرا شخص جو بچ رہا تھا اس نے مدینہ میں آکر جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں روئداد عرض کی اس کے پیچھے ابو بصیر بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور نے اپنے عہد کو پورا کیا آپ بری الذمہ ہیں۔ اب جو الزام ہے وہ مجھ پر ہے میں مدینہ میں بھی نہیں رہنے کا۔ یہ کہا اور اسی وقت مدینہ سے چلے گئے۔ اور مقام عیص میں جو سمندر کے ساحل پر ذومرہ کے قریب ہے۔ سکونت اختیار کر لی۔

اب سنئے جب عیص میں ابو بصیر کی سکونت کی خبر معلوم ہوئی تو باقیماندہ مقیدین ارتیلی جو مکہ میں کفار قریش کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔ ایک ایک کر کے موقع پاکر بھاگ بھاگ کر ان کے پاس پناہ گزیں ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس تھوڑے ہی دنوں میں ایک متعدبہ جماعت ہو گئی۔ اور پھر تو رفتہ رفتہ ان میں اتنی قوت آگئی کہ مکہ سے آنے والے قافلہائے تجارت کو سرراہ روکنے لگے۔ بالآخر قریش نے عاجز اور تنگ ہو کر۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے آدمی بھیجے اور بڑی منت وعاجزی سے گذارش کی کہ صلحنامہ کے شرائط سے یہ شرط خارج کر دی جائے اور اب جو مسلمان چاہے مکہ سے بلاخوف وہراس مدینہ میں جاکر مقیم ہو۔ جناب رسول خدا کو کیا عذر تھا۔ فوراً منظور ہو گیا۔ اسی وقت مسلمان قیدیوں کو مدینہ میں واپسی کا حکم عام لکھکر بھیج دیا گیا۔

(۲) روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۲۵ مطبوعہ بمبئی۔

انا فتحنالک فتحا مبینا۔ اہل تفسیر گفتہ اند کہ مراد از فتح مبین صلح حدیبیہ است چہ ایں فتح مقدمات فتوحات کثیرہ بود۔ زیرا کہ بعد از یں صلح بعضے از سعادتمنداں کہ ایماں خود را در مکہ پنہاں می داشتند مطلق العناں شدند وبا مشرکاں مباحثہ ومناظرہ نمودہ آیات بینات براِیشاں می خواندند وبایں

آیت انا فتحنالک فتحا مبینا کی تفسیر میں کہا ہے کہ مراد فتح مبین سے صلح حدیبیہ ہے۔ کیونکہ یہ فتح بہت سی فتوحات کا پیش خیمہ تھی۔ اور اس صلح کے بعد سے جو مسلمان اپنے ایمان کو مکہ میں پوشیدہ رکھتے تھے۔ آزاد ہو گئے۔ اور مشرکوں سے مناظرہ ومباحثہ کھلم کھلا کرتے تھے۔ ان پر آیات قرآن پڑھا کرتے تھے اور اس

بسبب جمع کثیر از سرگشتگان بادیہ ضلالت　　　　طریقہ سے بہت سے مشرک مسلمان ہو گئے
بہ سلوک طریق ہدایت فائز گشتند۔

واقعات تاریخی و نیز سند آیت قرآنی نے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ جو بظاہر کمزور شرائط پر کی گئی تھی۔ وہ حقیقی معنی میں فتح مبین تھی اور اس کامیابی پر خدا نے پیغمبر اسلام کو فتح مبین حاصل ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ کیونکہ یہ حکمت نبوی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ میں اسجگہ اس واقعہ کی ضمنی حکمتوں کو بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

خلاصہ حوالہ جات کتب تاریخی بزبان اردو۔

۵　روضۃ الصفا جلد دوم صـ۱۲ :-

ا　پیغمبر اسلام کا مدینہ سے باہر آنا صرف زیارت خانہ کعبہ کیلئے تھا۔ کیونکہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ زیارت کعبہ کو آپ گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے اور کعبہ کی کلید کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔

ب　جب پیغمبر اسلام نے صورت واقعہ کو اصحاب سے بیان کیا تو سب خوش ہوئے یہ طے ہوا کہ قربانی کے اونٹ جمع کئے جائیں کل ستر اونٹ شمار کئے گئے۔ مسلمانوں کے ساتھ سلاح جنگ بجز تلوار کے کچھ نہ تھا۔ ہر چند عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سلاح جنگ ضرور ساتھ لے لیجئے۔ کیونکہ ابو سفیان اور اس کے رفقاء سے ہم لوگ بے خوف نہیں ہیں۔ پیغمبر اسلام نے جواب دیا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عمرہ (زیارت کعبہ) کیلئے جاؤں اور سلاح جنگ ہمراہ لیکر جاؤں اس کے بعد سعد بن عبادہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ہم لوگ سلاح جنگ ہمراہ لے لیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا۔ یا تو کفار مقابلہ کریں گے یا نہ کریں گے۔ صورت اول میں بغیر جنگ کے چارہ نہیں ہے اور دوسری صورت میں سلاح جنگ کے ہونے سے کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ میں ہتھیار ساتھ نہ لوں گا کیونکہ زیارت کعبہ کی نیت سے جا رہا ہوں۔

ج　ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا، غسل فرمایا، لباس بدلا، دروازہ پر آ کر اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور رو بہ قبلہ ہو کر احرام عمرہ باندھا۔ اور کلمات تلبیہ اس طرح زبانِ مبارک سے ادا کئے۔ لبیک اللھم لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک تمام مسلمانوں نے اسی جگہ احرام باندھا چودہ سو افراد پیغمبر اسلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ اور ام المومنین جناب ام سلمیٰ بھی ہمراہ پیغمبر اسلام شریک سفر تھیں۔

ر مورخین کا اتفاق ہے کہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ پیغمبر اسلام مدینہ سے روانہ ہوئے۔

حکمت:۔ مندرجہ بالا حوالہ جات نے ثابت کیا کہ پیغمبر اسلام نے احرام عمرہ خود بھی باندھا اور کل رفقاء نے بھی احرام عمرہ باندھا۔ قربانی کے ستر اونٹ بھی ساتھ لئے۔ مزید یہ کہ جناب امی سلمیٰ کو بھی ہمراہ لیا گویا ہر ممکن صورت سے دشمن و دوست کیلئے ثابت کر دیا کہ ارادہ سفر صرف زیارت کعبہ ہے اور صرف اتنا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے دو صحابیوں کی رائے کو مسترد کر دیا۔ ان کا اصرار تھا کہ سلاحِ جنگ ہمراہ لئے جائیں۔ پیغمبر اسلام کا اقتضائے حکمت یہ تھا کہ دشمنوں کو حملہ یا جنگ کا گمان تک بھی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ حکمت نبوی اس بات کا کلی اندازہ کر چکی تھی کہ مختلف اور متعدد جنگوں سے وہ فائدہ ممکن نہیں ہے جو میں صلح سے لینا چاہتا ہوں۔ قریش بہر حال عرب ہیں۔ بہادر ہیں۔ تھوڑا سا بھی شائبہ پائیں گے تو سمجھ لیں گے کہ ارادہ جنگ ہے اور جنگ سے وہ فائدہ نہ ہو سکے گا کہ جو صلحنامہ کے بعد باہمی آمد و رفت اور میل جول سے ہو گا۔ لہٰذا آپ نے ہر ممکن طریقہ پر اپنی اور اپنے رفقاء کی صورتِ روانگی تصویر صلح بنا دی۔

س پیغمبر اسلام کے روانہ ہونے کی خبر جب اہل مکہ تک پہنچی تو انہوں نے باہم مشورہ کیا اور آخر طے یہ کیا کہ پیغمبر اسلام کو زیارت کعبہ کیلئے مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے نواحی عرب اور قبائل عرب سے کمک مانگی اور لشکر فراہم کر کے مکہ سے باہر نکل آئے اور منزل بلدح میں جمع ہو گئے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل اپنے دو نامور بہادروں کو دو سو سوار دیکر ہراول بنا دیا۔ اور آگے روانہ کر دیا۔

ص جب یہ خبر حملۂ اہل مکہ پیغمبر اسلام کو پہنچی تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

(۱) اصحاب نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ ہم اہل قریہ جنہوں نے اہل مکہ کو مدد دی ہے کے بال بچوں پر حملہ کر دیں۔ اور ان کو لوٹ لیں تاکہ ان کو شکست ہو جائے۔ اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کمک دینے والے قبائل اپنے بال بچوں کی حمایت کو واپس آئیں گے اور اہل مکہ سے جدا ہو جائیں گے اور اس صورت میں قریش کی طاقت کم ہو جائے گی۔ ہم پھر مقابلہ کر سکیں گے۔

مشورہ صدیق:۔

(۲) ابوبکر صدیق نے عرض کیا کہ اس سال عمرہ کعبہ کیلئے آئے ہیں۔ ہمکو کسی سے جنگ کرنا نہیں ہے اگر قریش آپ کو زیارت کعبہ سے روکیں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔

ط پیغمبر اسلام نے یہ سب کچھ سنا۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا کا نام لیکر بڑھو دیکھو خالد بن ولید لیکر ہراول کے مقام غمیم میں ہے تم لوگ خفیہ طور پر چلے جاؤ تاکہ خالد بن ولید اور اس کے لشکر کو خبر نہ ہو سکے اور ہم لوگ اس کے سر پر پہنچ جائیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ مسلمان بہت سخت راستے

سے گذرے حتیٰ کہ خالد بن ولید کو آنے کی خبر تک نہ ہوئی حتیٰ کہ اس نے اصحاب پیغمبر کے گھوڑوں کے سموں کی گرد و غبار کو دیکھا اور اس غبار کو لشکر اسلام کا حملہ سمجھ کر خوفِ جان سے بھاگا اور قریش کو اس حملہ کی اطلاع دی۔

حکمت ۲ ۔ کفار قریش بار بار مدینہ پر حملہ کر چکے تھے اور بار بار شکست کھا چکے تھے اور باہمی دشمنی پختہ ہو چکی تھی۔ ان کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا کہ وہ قبائل عرب کی کمک حاصل کر کے اہل اسلام کا مقابلہ کریں اور ان کو اپنے شہر میں داخل ہونے نہ دیں اور ایسا کرنے میں اپنی جان کی بازی لگا دیں کیونکہ شہر مکہ پر اہل اسلام کا قبضہ گویا قریش کی موت تھی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اگر پیغمبر اسلام بھی ان کے مقابلہ میں آ جاتے اور اصحاب کا عموماً اور صدیق کا خصوصاً کہنا مان جاتے تو جنگ لازمی تھی۔ مگر ان دونوں مشورہ دینے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ سلاح جنگ تو ہمراہ لائے نہیں ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے سلاح جنگ لانے کو پہلے ہی منع کر دیا تھا۔ احرام عمرہ باندھے ہوئے ہیں۔ پھر مسلح لشکر کفار سے جنگ کیسے ہو سکتی ہے۔ اور ان کی رائے کے مطابق اگر پیغمبر اسلام جنگ کر بھی لیں تو شکست لازمی ہے۔ پھر اس مشورہ کا فائدہ ہی کیا تھا۔ بس یہ مشورہ اتنا ہی تھا۔ جتنا کہ اہل مکہ کا خیال اور ارادہ حملہ سطحی نگاہیں اتنا ہی دیکھ سکتی ہیں کہ اہل مکہ اگر ہمکو روکیں تو اپنی بات کیلئے جاہلانہ طور پر لڑ جائیں۔ چاہے نتیجہ اپنے ہی خلاف نکلے پیغمبر اسلام نے تو مدینہ سے روانگی کے وقت ہی صورت حال کا اندازہ کر لیا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے جنگ کا شبہ بھی نہ ہونے دیا اور عین موقعہ پر صرف دھمکی کیلئے خالد بن ولید اور اس کے دو سو سواروں کو مقام عمیم میں تنہا پا کر اپنے ہم اسو رفقاء کو بھیج دیا۔ ظاہر ہے کہ وہ بھاگ ہی جاتا اور پیغمبر اسلام کا یہی مطلوب تھا کہ وہ بھاگ جائے اور اسکو لشکر اسلام کا کچھ بھی اندازہ نہ ہو سکے صرف وہ یہ سمجھے کہ لشکر مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے عمیم میں بھی جمع ہو رہا ہے۔ وہی ہوا کہ خالد بن ولید نے قریش کو مطلع کر دیا اس بر محل فعل رسول سے مکہ والوں اور ان کی فوج پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ جب پیغمبر اسلام نے ایک گونہ خوف و ہراس لشکر دشمن کے دلوں میں پیدا کر دیا تو صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اور

اع) جب پیغمبر اسلام ایک ٹیلہ پر جو حدیبیہ کے قریب ہے پہنچے تو پیغمبر اسلام کا قصویٰ نامی اونٹ بیٹھ گیا۔ اور پیغمبر اسلام نے فرمایا ؛۔

اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ قریش مجھ سے جو بات بھی چاہیں گے

جس میں خانہ کعبہ کی حرمت ہو۔ میں ضرور اس کو منظور کروں گا۔

ف۔ بدیل بن ورقہ خزاعی اپنے قبیلہ کے افراد کو ہمراہ لیکر خدمتِ رسول میں پہنچا اور عرض کیا کہ:۔ بنو کعب بن لوی و عامر بن لوی معہ قبائل عرب کے متفق ہو کر چاہ حدیبیہ پر جمع ہو گئے ہیں ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ آپ کو زیارت کعبہ سے روکیں اور اگر ایسا نہ ہو تو جنگ کریں۔

ق۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ:۔

میں کسی سے جنگ کرنے کیلئے نہیں آیا ہوں۔ میرا مقصد تو صرف عمرہ اور طواف کعبہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قریش۔ جنگ کیلئے آمادہ ہیں اور یہ جنگ ان کیلئے مضر و نقصان دہ ہوگی۔ اس صورت میں اگر قریش چاہیں تو ہم سے معاہدہ کرلیں کہ اتنی مدت تک ہمارے درمیان جنگ نہ ہوگی۔ اب رہا میرا اور قبائل عرب کا معاملہ تو اگر انہوں نے مجھ کو مغلوب کر لیا تو ان کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر میں نے ان کو مغلوب کر لیا تو ایسی صورت میں اگر قریش بھی چاہیں تو مثل دیگر قبائل کے میری پیروی کریں۔ ورنہ اتنا تو فائدہ ہو ہی جائے گا کہ مدت معینہ صلح میں جنگ و جدال حرب و قتال سے ہم دونوں کو نجات مل ہی جایا کرے گی۔ اور اگر قریش نے ان شرائط میں سے جو میں نے پیش کی ہیں کسی ایک کو بھی منظور نہیں کیا۔ تو اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے کہ میں قریش سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک لڑوں گا کہ قتل کر دیا جاؤں۔ اور میں جانتا ہوں کہ خدا اپنے گروہ کی مدد کرے گا اور فتح عطا فرمائے گا۔

ک۔ بدیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی ان تمام باتوں کو قریش تک پہنچائے دیتا ہوں۔ وہ لشکرِ قریش میں گیا اور اس نے کہا:۔

"اے قریش تم محمدؐ سے جنگ کرنے میں جلدی کر رہے ہو۔ حالانکہ محمدؐ صرف زیارت و طوافِ کعبہ کے لئے آئے ہیں.........."

قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو روانہ کیا۔ عروہ خدمت رسول میں پہنچا۔ منقول ہے کہ عروہ اصحاب رسول کے حرکات و سکنات کو مسلسل گوشہ چشم سے دیکھتا تھا۔ اور اصحاب و رفقائے پیغمبر اپنے رسول کی جتنی عزت و عظمت اور احترام و اکرام کر رہے تھے۔ اس پر اس کو سخت تعجب ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ جب اپنے لشکر میں پہنچا تو اس نے کہا:۔

"اے معشر قریش بخدا میں بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ کسریٰ و قیصر اور نجاشی کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ ملازمین سلطان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنے سلطان کا اتنا احترام

واعزاز کرتے ہوں جتنا احترام محمد کا اصحاب محمد کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ میں تم لوگوں سے ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں ڈرتا ہوں کہ نسیم فتح ونصرت کہیں دشمن پر نہ چلنے لگے۔ یعنی دشمنوں کو فتح حاصل نہ ہو جائے۔

ل ۔ عمرہ بن مسعود ثقفی کی واپسی کے بعد حبشیوں کا سردار جس کا نام جلیس تھا قریش سے اجازت لیکر خدمت رسول میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا۔ پیغمبر اسلام کو جب معلوم ہوا کہ جلیس آرہا ہے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا:۔

کہ یہ شخص اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے اونٹوں کی عزت کیا کرتی ہے۔ تم لوگ آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرو۔ جلیس نے جب یہ طریقہ دیکھا تو راستہ ہی سے واپس ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ واہ یہ قریش بھی عجیب چیز ہیں کہ اہل زیارت کو زیارت کعبہ سے روکتے ہیں۔ جب وہ اپنے لشکر میں پہنچا تو اس نے کہا:۔

اے دوستو! میں نے اصحاب محمدؐ کو دیکھا انہوں نے اپنے اونٹوں کو قربانی کیلئے تقلد کیا ہے۔ اور وہ سب زیارت کعبہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میری مصلحت نہیں ہے کہ تم لوگ انکو زیارت کعبہ سے روکو۔

قریش نے کہا کہ "اے جلیس چپ رہو تو صرف ایک بدو ہے امور سلطنت کو نہیں جانتا ہے۔" جلیس نے غصہ میں کہا کہ:۔

"اے قریش میں تمہارا ہم خیال نہیں ہوں کہ زائر کعبہ کو تم روکو اور زیارت نہ کرنے دو قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں جلیس کی جان ہے کہ اگر تم نے محمدؐ کو زیارت کعبہ سے باز رکھا تو میں تمام اپنے قبیلہ احابیش کو ہمراہ لیکر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔"

قریش نے اس سے معافی مانگی اور کہا کہ اے جلیس تم ناراض نہ ہو ہم محمد سے صلح کر لیں گے۔

م ۔ حضرت مقدس نبوی نے خراش بن امیہ خزاعی کو ثعلب نامی شتر سواری کیلئے دیا اور جانب مکہ روانہ کیا تاکہ وہ قریش کو ارادۂ رسول سے آگاہی دے۔ خراش مکہ میں پہنچا قریش نے اس کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور خراش کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مگر حبشیوں نے اس کی جان بچائی اور اس کو خدمت رسول میں روانہ کر دیا۔

عبارات مندرجہ بالا سے جو دفعہ ع سے لغایت دفعہ م تک پیش کی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ پیغمبر اسلام نے کوئی چھوٹے سے چھوٹا موقع نہیں چھوڑا جس سے دشمنوں کے دل میں جنگ کا

خدشہ پیدا ہو۔ مگر اس کے ساتھ وہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ صلح جوئی میں اپنی بے وقعتی اور کمزوری کا اظہار نہ ہو۔ دشمنوں تک ہر ممکن طریقۂ صلح کو پیش کیا۔ حتیٰ کہ یہ بھی سنا دیا کہ وہ جو چاہیں گے بشرطیکہ خانہ کعبہ کی عزت و حرمت اس میں ہو میں اس کو منظور کر لوں گا۔ مطلب ظاہر تھا کہ خانہ کعبہ جائے امن و امان ہے اس میں جنگ حرمت کعبہ کے خلاف ہے میں جنگ نہیں چاہتا بار بار کوشش کرنے اور پیغام صلح دینے کے باوجود بھی قریش کا نہ ماننا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ اپنے کو قوی تر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو کمزور جانتے ہیں یا مسلمانوں کی لشکری طاقت کو کمتر سمجھ رہے ہیں۔ اسلئے کسی طور سے صلح پر راضی نہیں ہوتے لہٰذا اس خیال کو رد کرنے کیلئے پیغمبر اسلام نے صاف صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ اگر وہ مجھ میری کسی بات کو بھی ماننے کو آمادہ نہیں ہیں تو پھر میں اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ یہ آخری فقرہ کہ میں قتل نہ ہو جاؤں ظاہر کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام خود حملہ نہیں کریں گے بلکہ مدافعت کریں گے اور مدافعت کرتے کرتے ہی اپنی جان دیدیں گے اور آخری الفاظ سے بھی دشمنوں کے دلوں پر یہ ثابت کر دیا کہ محمدؐ کسی عنوان خانہ کعبہ میں جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہے۔

پیغمبر اسلام کی تدابیر اور حکمتوں نے صرف اتنا ہی فائدہ نہیں پہنچایا۔ بلکہ خود دشمنوں کے محاذ میں پھوٹ پڑ گئی اور حبشیوں کا پورا گروہ مخالف ہو گیا۔ پیغمبر اسلام نے خراش ابن امیہ کو مکہ بھیجا تو اس کا اونٹ کو مار ڈالا اور اس کو بھی قتل کرنا چاہا تو بھی حبشیوں نے ہی جو دشمن کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ خراش کو بچایا۔ اور خدمت رسول میں بھیج دیا۔ گویا تدابیر و حکمت حکمت نبوی نے دشمنوں کو دوست بنا لیا۔ اب رہا اصل مقصد کہ خانہ کعبہ میں جنگ نہ ہو اور قریش سے مدت معینہ تک کیلئے جنگ ملتوی کرا اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے پیغمبر اسلام (ص) نے فرما دیا کہ ہم دونوں فریق مدت معینہ کیلئے صلح کرلیں اور قبائل عرب سے ہم خود اپنے معاملات کو طے کر لیں گے۔ پیغمبر اسلام کے اس موقع پر ایسا کہنے سے پورا پورا پتہ لگتا ہے کہ آپ یہی چاہتے تھے کہ اہل مکہ کی مرکزیت ختم ہو جائے۔ اور ان کا قبائل عرب سے لگ بھگ کر ہر سال مدینہ پر حملہ کرنے کا سلسلہ غیر متناہی بھی ختم ہو جائے۔ ورنہ حیات نبوی کار مدافعت سے نہ بڑھ سکے گی۔ اس لئے آپ نے قریش کے سامنے یہ شرط پیش کی کہ ہم دونوں صلح کر لیں اور قبائل اگر مار ڈالیں گے تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اور اگر میں غالب آجاؤں گا تو تمہاری خوشی ہو تو مثل دوسروں کے میری پیروی کر لینا اور اگر تمہاری رائے ایسی نہ ہو تو اتنا ہی فائدہ ہے کہ کچھ مدت کیلئے جنگ سے نجات پائیں گے۔

بظاہر بات قابلِ تسلیم تھی۔ اور اس میں قریش کا ہی فائدہ تھا۔ کیونکہ پیغمبرِ اسلام تنہا تمام قبائلِ عرب
سے کب تک لڑ سکتے تھے۔ لہٰذا شکست و فنا لازمی تھی۔ دوسری صورت کہ محمد غالب ہو جائیں تو پہلے تو یہ دل
لگتی ہوئی بات نہ تھی اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو بھی قریش پر متابعت پیغمبرِ اسلام لازمی قرار نہیں پاتی تھی
اس صورت میں قریش کا فائدہ تھا۔ مگر فائدے سطحی ... لنگا ہوں میں تھے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ
اس صورت میں سے جو صورت یا جو شرط بھی قریش مکہ مان لیتے۔ تو یقیناً وہ فنا ہو جاتے۔ کیونکہ اگر وہ
خود صلح کر کے قبائلِ عرب سے رشتہ اتحاد چھوڑ دیتے ہیں تو ان کی مرکزیت و مرکزی طاقت ختم ہو جاتی ہے
اور قبائلِ عرب منتشر ہو کر اگر مرکزِ طاقت سے جاتے ہیں تو پیغمبرِ اسلام ان کو فرداً فرداً ختم کئے لیتے ہیں
یا ان کو مجبوراً مسلمان ہونا پڑتا ہے۔۔

علاوہ بریں جب قبائلِ عرب کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر اہلِ مکہ کی طاقت ہی کیا ہے وہ پیغمبرِ اسلام
کے ایک حملہ کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اور ایسا ہی تو ہوا بھی۔ کیونکہ قریش صلحنامہ پر راضی ہو گئے۔
اور انہوں نے اپنی دانست میں بہت عاقلانہ شرائط رکھی تھیں۔ مگر دس سال کی مدت جنگ بندی مان لینا ہی
ان کی اپنی فنا تھی۔ اور اسلام کی حقیقی فتح تھی۔ صلح نامہ کے بعد اہلِ اسلام کا اخلاقی اثر اہلِ مکہ پر بڑھتا گیا
اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اور قبائلِ عرب چونکہ مرکز (مکہ) کے ماتحت تھے خود بخود مسلمان ہوتے چلے گئے
اور پیغمبرِ اسلام نے جو خواب دیکھا تھا کہ کعبہ کی کلید ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس خواب کی تعبیر ایسے
طریقہ پر پوری ہوئی کہ فتح مکہ میں کسی کی نکسیر تک بھی نہیں پھوٹی۔ یہ تھی وہ حکمت بالغہ جو ہمیشہ نمونہ
حکمت اہلِ عالم کیلئے ہے۔

نتیجہ واقعہ حدیبیہ۔ ترجمہ:۔

ن۔ (پچوں خراش بن امیہ) جب فراش بن امیہ نے خدمت رسول میں شرف حاضری حاصل کیا۔ تو
اپنی داستان غم سنائی۔ پیغمبرِ اسلام نے عمر ابن خطاب کو طلب فرمایا۔ اور کہا کہ تم کو مکہ جانا چاہئے۔
اور قریش کو خبردار کر دینا چاہئے کہ ہم ارادۂ جنگ نہیں رکھتے ہیں اور زیارت خانہ کعبہ کیلئے آرہے
ہیں۔ عمر ابن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ قریش کی عداوت میرے ساتھ
کس درجہ پر ہے اور میری سختی ان پر کتنی ہے۔ جب کبھی قریش موقع پائیں گے مجھ کو زندہ نہیں چھوڑینگے
.... اگر آپ عثمان بن عفان کو قریش کے پاس بھیجدیں تو زیادہ مناسب ہے
کیونکہ قریش عثمان کو بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔

و۔ عثمان بن عفان نے بموجب حکم رسول قدم راہ میں رکھا اور مشرکوں تک پہنچ کر پیغام رسول پہنچایا

مشرکوں نے کہا کہ یہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ زیارت کعبہ کیلئے مکہ میں داخل ہو سکیں۔ الخ
قریش نے عثمان سے کہا اگر تم چاہو تو جاؤ اور طواف خانہ کعبہ بجالاؤ۔

ک - چوں عثمان را :- ترجمہ - جب عثمان کو مکہ میں رہتے ہوئے امید سے زیادہ مدت صرف ہو گئی
تو پیغمبر اسلام کو خبر دی گئی کہ عثمان کو معہ دیگر دس مہاجرین کے قریش نے قتل کر دیا۔

ھ - دریں اثناء - ترجمہ :- اس اثناء میں دس افراد مہاجرین اجازت رسول حاصل کر کے مکہ گئے
تھے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں :-

جابرؓ ، عبداللہؓ بن سہیل ، عیاشؓ بن ربیعہ ، ہشامؓ بن عبدالعاص ، حاطب
بن ابی بلیغہ ، حاطبؓ بن عمر ، دعمیرؓ بن ذہب الجمحی ، عبداللہؓ بن ابی خزاعہ
عبداللہؓ بن امیہ ، نام نامعلوم -

ی - بالجملہ - ترجمہ - جب خبر قتل عثمان لشکر اسلام میں پھیل چکی تو پیغمبر اسلام ایک شجر سے
پشت لگا کر کھڑے ہو گئے اور اہل اسلام کو اپنی بیعت کیلئے بلایا اور جنگ کی ترغیب دی۔

ے - دراں زماں - ترجمہ - اس مدت میں کہ عثمان مکہ گئے تھے۔ اور ابھی تک واپسی نہیں ہوئی تھی،
تو قریش نے پچاس آدمیوں کو لشکر اسلام کی طرف بھیج دیا تھا اس خیال سے کہ لشکر اسلام میں سے
کسی کو پکڑ لے جائیں۔ محمد ابن مسلمہ جو اس رات کو لشکر اسلام کی نگرانی پر متعین تھے انہوں نے
ان پچاس کے پچاس افراد کو گرفتار کر لیا اور خدمت رسول میں حاضر کیا۔ آپ نے سب کو
قید کر دینے کا حکم دیدیا۔

ا - ۱ - دریں اثناء - ترجمہ - سہیل بن عمر معہ ایک جماعت کے خدمت رسول میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ اے محمدؐ آپ کے اصحاب کی گرفتاری چند سفہا و احمقوں کا فعل تھا۔ آپ
سے التماس ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو قید سے رہا کر دیں۔ رسول نے فرمایا کہ میں ان کو آزاد
نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ لوگ میرے اصحاب کو رہا نہ کر دیں گے۔ سہیل نے ان کی رہائی کا
وعدہ کیا اور قریش نے عثمان کو معہ دس افراد مہاجرین کے رہا کر دیا اور رسولؐ نے بھی ان کے پچاس
افراد کو رہا کر دیا

ب - ۲ - قریش کو جب یہ تمام واقعات معلوم ہوئے تو وہ اندوہناک ہوئے اور انہوں نے سہیل
بن عمر و حویطب بن عبدالعزی و مکرز بن حفص کو خدمت رسول میں پیغام صلح دیکر بھیجا اور
سہیل نے پیغمبر اسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ قریش یہ چاہتے ہیں کہ اس سال آپ حج نہ کریں

اور واپس جائیں اور آئندہ سال زیارت کعبہ کیلئے آئیں۔ پیغمبر اسلام نے اس بات کو منظور کر لیا اور صلحنامہ تحریر کر دیا گیا۔

روضتہ الصفا صفحہ ۲۲۳ :-

ج (۳) از شرط اخیر اصحاب استعجاب نمودہ (ترجمہ) شرط اخیر صلحنامہ سے اصحاب رسول کو حیرت ہوئی عمر ابن خطاب نے کہا یا رسول اللہ اس بات پر آپ راضی ہوتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اس جماعت کا میرے پاس آئے گا۔ میں اسکو واپس کر دونگا خدا اسکو رہائی اور کشادگی عطا کرے گا۔ اور ہم میں سے جو کوئی مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا جائیگا ہم کو اس سے کیا سروکار وہ ہمیشہ مشرکین کے ساتھ رہے گا۔

روضتہ الصفا صفحہ ۱۲۵ :-

س۔ نقل است (ترجمہ) نقل ہے کہ فاروق اعظم نے کہا کہ میں نے واپسئی حدیبیہ پر رسول سے تین مرتبہ سوال کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ لے عمر تیرا برا ہو۔ تو نے رسول کے کام پر اعتراض کیا اس لئے رسول نے تیری بات کا جواب نہیں دیا۔ اس خیال سے میں نے اپنے ناقہ کو تیز چلایا تا کہ لشکر سے آگے نکل جاؤں اور میں خوفزدہ تھا کہ مبادا بوجہ رسول پر اعتراض کرنے کے اور معاملہ صلح کو برا ماننے کے میرے بارہ میں قرآن نازل ہو گا۔ جب میں کچھ دور نکل گیا۔ میں نے ایک شخص کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ اے عمر ابن خطاب رسول تمکو طلب کر رہے ہیں۔ میرا خوف اس آواز سے اور بھی تیز ہو گیا۔ میں بہر حال خدمت رسول میں حاضر ہو گیا۔ سلام کیا۔ جواب سلام دیا اور فرمایا۔ تم نے مجھ سے کچھ پوچھا تھا۔ میں نے جواب نہیں دیا وجہ یہ تھی کہ میں وحی میں مشغول تھا۔ اور آج وہ سورہ قرآن نازل ہوا ہے کہ میں اس کو دوست تر رکھتا ہوں ہر اس چیز سے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے سورہ انا فتحنا لک فتحاً مبین پڑھا۔

دفعات (ن لغایتہ ے و الف تا س) مندرجہ بالا سے ناظرین کو معلوم ہوا کہ اب معاملہ سنگین ہو گیا تھا۔ کیونکہ بدون تکمیل کار پیغمبر اسلام کی واپسی کا رعبث قرار پاتا اور معاملے ہو تو کیسے ہو لہذا آپ نے عمر ابن خطاب کو جو گفتگو اور خطابت میں اچھی مہارت رکھتے تھے قریش کے پاس مکہ بھیجنا مناسب سمجھا۔ مگر عمر ابن خطاب نے اپنے جانے میں جان کا خطرہ پایا۔ لہذا معذرت کر دی اور عثمان ابن عفان کی سفارش کر دی۔ بہر حال پیغمبر اسلام کو تو معاملہ کرنا تھا اور کسی نہ کسی کو مکہ بھیجنا تھا۔ آپ نے عثمان کو

حکم فرمایا اور وہ بے چون وچرا روانہ ہوگئے اب خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عثمان کو قریش روک لیں۔ کیونکہ
بقول عمر ابن خطاب کے قریش عثمان کو بہت عزیز رکھتے تھے آپ نے فوراً دس مہاجرین کو مکہ بھیج دیا اور
ان کے بھیجنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر ان مہاجرین کو قتل کر دیا گیا۔ تو پھر گویا اہل مکہ جنگ ہی پر آمادہ
ہیں یہ امر واضح ہو جائے گا۔ اور اگر ان کو قید کر لیا تو پھر بھی صلح ممکن ہے۔ وہی ہوا کہ قریش نے دس
مہاجرین کو قید کر لیا اور پچاس افراد کو لشکر اسلام پر شب خون کے ارادہ سے بھیجدیا۔ تاکہ وہ تاریکیٔ
شب میں نہتے اور احرام پوش مسلمانوں کو ماریں اور منتشر کر دیں اور واپس چلے جائیں ان کو یہ معلوم
نہ تھا کہ واسطہ محمد عربی سے تھا۔ ادھر خلاف حکمت کوئی فعل ممکن ہی نہ تھا۔ پھر ایسے نازک موقع
پر غفلت شعاری کے کیا معنی۔ پیغمبر اسلام نے محمد ابن مسلمہ کی سرکردگی میں ایک دستہ فوج معین
کر دیا تھا۔ وہی ہوا کہ وہ پچاس بہادران عرب جو شبخون کے ارادے سے آئے تھے گرفتار ہوگئے۔
اب مشرکین کا پایا کمزور ہوگیا اور اہل اسلام کا پایہ طاقتور ہوگیا۔ کیونکہ مشرکین کے قبضہ میں صرف دس
مسلمان گرفتار تھے اور اہل اسلام کے قبضہ میں ان کے پچاس بہادر تھے۔ آخر ش قریش کو جھکنا پڑا
ابتک تو پیغمبر اسلام بار بار پیغام صلح دیتے تھے یا پیغام زیارت کعبہ قریش کی طرف بھیج رہے تھے اور
معاملہ کو کسی نہ کسی طرح طے کرنا چاہتے تھے۔ اور اب قریش کو خود ضرورت پڑی کہ اپنے قیدیوں
کو مسلمانوں کے ہاتھ سے رہا کرالیں۔ چنانچہ انہوں نے سہیل ابن عمر رئیس قبیلہ کو بھیجا اور اپنے قیدیوں
کو طلب کیا۔ پیغمبر اسلام نے کہدیا کہ ہمارے اصحاب کو رہا کرکے ہمارے پاس بھیج دو ہم تمہارے
قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔ سہیل ابن عمر نے قریش کو یہ پیغام رسول پہنچایا اور انہوں نے اصحاب
رسول کو رہا کر دیا اور پیغمبر اسلام نے ان کے قیدی چھوڑ دیئے۔ اور اب معاملہ میں اہمیت پیدا ہوگئی
اور قریش کو اندازہ ہو گیا کہ مسلمان بظاہر نہتے ہی سہی مگر حلوۂ خوب نہیں ہیں کہ آسانی سے چٹ کر لیا
جائے۔ اب انہوں نے خود درخواست صلح کی اور صلحنامہ لکھ دیا گیا۔ اور صلحنامہ کی تمام شرطیں اسی طرح
طے ہوئیں جیسی پیغمبر اسلام چاہتے تھے۔ گویا پیغمبر اسلام کی کامل فتح ہوئی۔ مگر اس موقع پر ایک
سنگین معاملہ ایسا رونما ہو گیا جس نے لشکر اسلام ہی کو اپنے قائد یا مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کے
خلاف کر دیا۔ یہ معاملہ درحقیقت بہت اہم تھا۔ اور اگر پیغمبر اسلام اس کو نہ سنبھالتے اور اپنی
حکمت کا پورا مظاہرہ نہ کرتے تو اسلام پاش پاش اور پارہ پارہ ہو جاتا۔ معاملہ یہ ہوا کہ جب آخری
شرط لکھی گئی کہ اس سال ہم واپس جائیں گے تو عمر ابن خطاب نے کہا:۔
یا رسول اللہ آپ برحق پیغمبر نہیں ہیں؟ (مکالمہ عمر و رسول صفحہ ۲۴۳ پر ملاحظہ کیجئے):۔

بس عمر کا اتنا کہنا تھا اور اتنی بحث بے باکانہ کرنی تھی کہ رعب وداب پیغمبر اسلام قلوب نومسلمانان سے کم ہو گیا اور اطاعتِ رسول سے سب روگردان ہو گئے اور پیغمبر اسلام کی تمام مساعی سابقہ اور موجودہ ختم ہو گئیں۔ اس وقت اور اس موقعہ پر اگر پیغمبر اسلام نے انتہائی حکمت و دانائی و تدبر سے کام نہ لیا ہوتا تو آج اسلام کا نام بھی باقی نہ ہوتا۔ اور ان میں نومسلم منتشر ہو کر دین سابقہ پر واپس ہو جاتے۔ چونکہ معاملہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا میں اس کو تاریخی حوالہ جات سے پیش کرتا ہوں۔ بعد کو اس کی تنقید کروں گا۔

تاریخ روضۃ الصفا ص ۱۲۴ :-

(۱) چوں قواعد مصالحہ میان اہل طاعت و ارباب معصیت استحکام یافت حضرت با اصحاب خطاب فرمود کہ برخیزید و شتران ہدی را بکشید و سرہائے خود را تراشید ہیچ کس از جائے خود نہ جنبید سہ نوبت رسول اللہ بہ نحر شتر و حلق امر فرمود ہیچ فردے متمثل فرمان نشد حضرت خشم آلود بخیمہ ام سلمہ کہ از ازواج خویش بوفور عقل و کیاست امتیاز داشت درآمد ام سلمہ گفت یا رسول اللہ تو را چہ می شود آں سرور فرمود تعجب نمودم ازیں معنی کہ مردم را گفتم کہ شتران ہدی را بکشند و سرہا را بتراشند ہیچکس فرمان مرا اجابت نمود با آنکہ سخن مرا شنیدند و در من نظر می کردند ام سلمہ گفت یا رسول اللہ معذور دار کہ ایشاں را تصور آں بود کہ امسال فتح مکہ دست دہد و با وجود فقدان مطلوب جمیع مدعیات مخالفان شرف قبول یافت

جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان صلحنامہ لکھا جا چکا اس وقت پیغمبر اسلام نے اصحاب کو مخاطب فرمایا کہ اٹھو اپنے قربانی کے اونٹ ذبح کرو اپنے سروں کو منڈواؤ۔ مگر اس وقت کسی میں جنبش بھی پیدا نہیں ہوئی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ قربانی کریں اور سر منڈوائیں کسی ایک نے بھی پیغمبر اسلام کا حکم نہ مانا۔ پیغمبر اسلام کو غصہ آیا۔ اور آپ ام سلمہ کے خیمہ میں گئے ام سلمہ نے پیغمبر اسلام کو پریشان اور غضبناک پاکر پوچھا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا مجھ کو تعجب ہے کہ میں نے مسلمانوں کو قربانی اور سر منڈوانے کا حکم دیا کسی نے میرا حکم نہ مانا باوجود اس کے کہ انہوں نے میری بات سن لی تھی اور وہ مجھ کو دیکھ رہے تھے۔ ام سلمہ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ ان کو معذور سمجھیں۔ بات یہ تھی کہ انہوں

واگر خاطر اشرف تو مائل بآں است
کہ یاران نحر و حلق کنند برخیز و بیرون رو
و با ہیچ کس سخن مگو تا شتران ہدی خود
را نحر کنی و سر تراشی چوں ایں امر از تو
صادر شود اصحاب را غیر متابعت
چارہ نہ بود حضرت مقدس نبوی باشارت
ام سلمہ عمل نمودہ و چوں صحابہ صورت
حال بدیں منوال دیدند شتران خویش
را نحر کردند و بعضے سر تراشیدند و برخے
موئے چیدند و لیکن از کثرت غم و اندوہ
کہ بر ضمائر ایشاں استیلا یافتہ نزدیک
بآں شد کہ یکدیگر را بکشند ..

نے سمجھا تھا کہ مکہ اس سال فتح ہو جائیگا
مگر ہوا یہ کہ مسلمانوں کا مقصد بھی حاصل
نہیں ہوا اور دشمنوں کے سارے کام
بن گئے۔ اگر آپ کی منشاء ہے کہ تمام
مسلمان قربانی کریں سر منڈوائیں تو آپ
خود باہر جائیے کسی سے کلام نہ کیجئے اور
اپنے اونٹوں کی قربانی دیجئے اور اپنا
سر منڈوائیے جب آپ ایسا کریں گے
تو اصحاب کو بغیر اطاعت کے کوئی چارہ ہی
نہ ہوگا۔ پیغمبر اسلام نے ام سلمہ کے کہنے
کے مطابق عمل کیا جب اصحاب نے یہ
سب دیکھا تو انہوں نے بھی قربانی دی
اور بعض نے سر منڈوایا اور بعض نے تقصیر موی کی۔ لیکن اصحاب پیغمبر اسلام کو اسقدر
رنج و غم ہوا اور دلوں میں ایسی گرفتگی پیدا ہوئی کہ نزدیک تھا کہ ایکدوسرے کو قتل کردیں

(۲) روضۃ الصفا ص ۱۳۴ ج ۲

چوں عمر با جمع از اصحاب در روز صلح
حدیبیہ با حضرت مقدس نبوی گفتند
کہ یا رسول اللہ نہ تو گفتی کہ بہ مسجد
حرام در خواہم آمد و مفتاح کعبہ بدست
خواہم گرفت و سر خود را در بطن مکہ
خواہم تراشید و توقف در عرفات
خواہم نمود حضرت فرمود کہ ہیچ گفتم کہ
ایں ہمہ دریں سفر میسر خواہد شد عمر گفت
نہ یا رسول اللہ آنگاہ پیغمبر روئے بعمر
آوردہ فرمود شما را فراموش شدہ کہ در

جب عمر نے معہ چند ساتھیوں کے خدمت
رسول میں حاضر ہو کر کہا اے رسول خدا!
آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ مسجد حرام
میں داخل ہوں گے اور یہ بھی کہا تھا
کہ کلید خانہ کعبہ آپ کے ہاتھ میں ہوگی
اور ہم لوگ مکہ کے اندر پہنچ کر اپنا سر
منڈوالیں گے اور عرفات میں توقف
کریں گے۔ پیغمبر اسلام نے عمر کے جواب
میں فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ
یہ سب کام اسی سال میں پورے ہو جائیں گے

روزِ احد را گریز پیش گرفته بودید و
من شمارا می خواندم در عقب از شما
بحالِ التفات ندا شتید و فراموش کردید
روزِ احزاب را که دشمناں از اعلا
واسفل متوجہ بودند و آنچہ وعدہ خدائے
تعالیٰ بود با یحاز پیوست و ہم چنیں ذکر
مواطن کثیرہ کردہ الطاف الٰہی کہ شامل
احوال مسلماناں گشتہ بود بیاد ایشاں
داد ....
و چوں در عام الفتح مکہ کلید خانہ کعبہ
را بدست گرفت عمر را طلبیدہ فرمود
ھذا الذی قلت لکم ۔

عمر نے کہا اے رسول خدا نہیں ...
اسوقت پیغمبر اسلام نے عمر سے کہا اے
عمر یاد نہیں کہ تم لوگ احد کے میدان
جنگ سے بھاگ گئے تھے اور میں تم کو
بلا رہا تھا۔ مگر تم میں سے کسی کو اتنی ہمت
بھی نہ تھی کہ مڑ کر بھی دیکھ لے اور تم بھول
گئے غزوہ احزاب کو کہ دشمن اوپر اور
نیچے سے حملہ آور تھے اور جو خدا کا وعدہ
تھا پورا ہوا۔ پیغمبر اسلام نے اسی طرح
دوسرے غزوات کا ذکر کیا۔ جس میں
خدا کی مدد اہل اسلام کو پہنچی تھی۔ اور
.... جب فتح مکہ ہوئی تو پیغمبر
اسلام نے عمر کو بلایا اور خانہ کعبہ کی کنجی ہاتھ میں دکھا کر کہا۔ جس کا وعدہ میں نے کیا تھا وہ یہ ہے!

(۳) تاریخ طبری ص۱۵۵ حوالہ اسوۃ الرسول جلد سوم ص۲۱ :۔

قوموا فانحروا ثم احلقوا، قال (الراوی)
فواللہ ما قام منہم رجل حتی قال
ذالک ثلاث مرات فلما لم یقم منہم
احد فدخل علی ام سلمہ فذکر لھا
مالقی من الناس فقالت لہ ام سلمی
یا نبی اللہ اتحب ذالک اخرج
لا تکلم احد منہم کلمۃ حتی تنحر بدنک
وتدعو حالقک فیحلقک فقام فخرج
فلم تکلم احد منہم کلمۃ حتی فعل
ذالک نحر بدنہ ودعا حالقہ
فحلقہ فلما رأوا ذالک قاموا

جب صلح نامہ کی تحریر سے فراغت ہو چکی
تو پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ سب کھڑے
ہو جاؤ اپنی اپنی قربانیاں نحر کرو سر منڈاؤ
راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں میں سے
ایک بھی کھڑا نہ ہوا حتی کہ رسول خدا نے
تین بار حکم دیا۔ لیکن پھر بھی تعمیل حکم نہ
کی۔ یہ دیکھ کر رسول خدا ام سلمہ کے خیمہ
میں چلے گئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ ام
سلمہ نے کہا کہ یا نبی اللہ اگر آپ اس امر
کو دوست رکھتے ہیں تو آپ (کسی کی پرواہ
کئے بغیر) گھر سے باہر جائیے۔ کسی سے بات

فنحروا وجعل بعضهم یحلق حتی کاد بعضهم یقتل بعضا غما۔ — تک نہ کیجئے یہاں تک کہ اپنی قربانی کے اونٹ کو نحر کیجئے سر منڈوائیے۔ یہ سنکر

رسول خدا باہر گئے قربانی کے اونٹ کو نحر کیا سر منڈایا اور کسی سے بات نہ کی۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی قربانیاں کیں اور سر منڈایا درانحالیکہ ان کی حالت غصہ و غم سے یہ تھی کہ ایک کو ایک قتل کر دے۔

(۴) قصص القرآن جلد چہارم مؤلفہ مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ص۲۴۸

معاہدہ جب مکمل ہو گیا تو مسلمانوں نے یہ محسوس کیا کہ اس میں ہمارا پہلو کمزور رہا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ گویا ہم نے دب کے صلح کی ہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے ضبط نہ ہو سکا اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے جذبہ نے مجبور کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کریں۔

"یا رسول اللہ کیا یہ حدیبیہ کا واقعہ فتح ہے۔"

حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:- "ہاں" قسم بخدا بلا شبہ فتح ہے۔ (فتح الباری جلد ۵ ص۵۵)

حوالہ جات مندرجہ بالا سے واضح ہو گیا کہ عمر ابن خطاب کی بے محل دخل اندازی کا پیغمبر اسلام بھرے مجمع میں اعتراض کر دینے کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لشکر اسلام ہی پیغمبر اسلام کے حکم سے پھر گیا تھا اور گویا اس وقت تک تمام مساعی پیغمبر اسلام حرف غلط کی طرح مٹ چکی تھیں۔ مگر حکمت نبوی اور تدبر محمدی نے بگڑے ہوئے کام کو بنا لیا۔ آپ نے تن تنہا قربانی کی اپنا سر منڈایا ارکان عمرہ ادا کئے اور اس فعل رسول کا اثر یہ پیدا ہوا کہ اہل لشکر نے بھی بادل نخواستہ ارکان عمرہ ادا کئے۔ اسی واقعہ کا نتیجہ تھا کہ پیغمبر اسلام نے فتح مکہ کے روز عمر ابن خطاب کو اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا:-

(روضۃ الصفا حوالہ بالا ص۲)

"وچوں در عام الفتح کلید خانہ کعبہ را بدست گرفت عمر را طلبیدہ فرمود ھذا الذی قلت لکم۔"

ترجمہ- اور جب سال فتح مکہ میں خانہ کعبہ کی کنجی پیغمبر اسلام کے ہاتھ میں آ گئی تو آپ نے عمر کو بلایا اور فرمایا اے عمر یہ وہ چیز ہے جس کے بارہ میں میں تم سے کہہ چکا تھا۔

گویا پیغمبر اسلام نے برمحل اور موقع پر عمر ابن خطاب کو جتایا کہ دیکھو میں صادق ہوں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ اور میرے معاملات میں شک کرنا کسی وقت بھی کسی کو مناسب نہیں۔ بہر حال

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت -

حکمت بلائے حکمت
تکملہ واقعہ حدیبیہ

عتبہ ابن اسید جنکی کنیت ابو بصیر تھی نے مکہ سے روانہ ہو کر سات روز تک سفر طے کر کے اپنے کو خدمتِ پیغمبر میں پہنچایا - احسن بن شریق اور ازہر بن عبد عوف نے پیغمبر اسلام کو خط لکھا اور ابو بصیر کو مطابق معاہدہ حدیبیہ طلب کیا - پیغمبر اسلام نے ابو بصیر کو حکم دیا کہ وہ واپس جائے - ابو بصیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھ کو کفار کی طرف واپس کرتے ہیں ؟ وہ مجھ کو قتل کر دیں گے - پیغمبر اسلام نے فرمایا :-

علمت انا اعطینا القوم عھداً ولا یصلح فی الدین الغدر - ہم نے قوم قریش سے معاہدہ کیا ہے اور دین میں بد عہدی روا نہیں ہے " ابو بصیر کو دو مشرکوں نے جو اسی غرض سے مکہ سے آئے تھے گرفتار کیا اور جانب مکہ روانہ ہوئے - اثنائے راہ میں ابو بصیر نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور پھر واپس آیا اور رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ بری الذمہ ہیں کیونکہ آپ تو مطابق معاہدہ عمل کر چکے - پیغمبر اسلام نے فرمایا :-

بل انہ مشتعل حرب لو کان مع احد -

اگر ابو بصیر کے ساتھ ایک شخص بھی اعانت کرے گا تو وہ جنگ کا مشتعل کرنے والا قرار پائے گا - ابو بصیر نے جب یہ سنا تو وہاں سے بھاگا - اور مقام عیض لب دریا پر اس نے قیام کیا -

خیر یہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا - ابو بصیر نے سمندر کے کنارے سکونت اختیار کی - ادھر عمر ابن خطاب کو یہ سوجھی کہ مکہ میں جو مسلمان مقید تھے یا ہجرت کرنے سے مجبور تھے - ان کو یہ اطلاع دیدی کہ پیغمبر اسلام نے ابو بصیر کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اس کو کفار کے حوالہ کر دیا تھا - اور وہ جان بچا کر جلا وطنی کی حالت میں ساحل سمندر پر سکونت پذیر ہو گیا ہے - ملاحظہ ہو -

(۱) روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۲۵

چوں ابو بصیر بریں امر وقوف یافت بے توقف روئے بگریز بنہاد تا بمنزل عیض کہ کنارہ دریا بود در ہیچ جا نہ ایستاد و فاروق بلطائف از ارباب توحید کہ در مکہ ممنوع بودند پیغام داد کہ حضرت رسول در شان ابو بصیر چنیں فرمود -

ترجمہ :۔ جب ابوبصیر نے بزبان رسول یہ سن لیا کہ کوئی مسلمان اس کی اعانت نہ کرے گا تو وہ بھاگا اور منزل عیص جو کنار دریا ہے جا کر دم لیا۔ ادھر عمر فاروق نے مکہ کے مسلمانوں کو لکھ بھیجا کہ حضرت رسول نے ابوبصیر کے بارہ میں ایسا حکم دیا ہے۔

اس اطلاع دینے کی غرض بظاہر تو کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر حالات حاضرہ تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر وہ مسلمان جو مکہ میں باقی رہ گئے تھے کمزور ایمان والے ہوتے اور اپنے پیغمبر کی اتنی کمزوری کی خبر پاتے تو یقیناً مرتد ہو جاتے۔ مگر واقعی وہ مسلم کامل تھے کہ ان کا قدم راہِ ایمان سے نہیں ڈگمگایا۔ بلکہ ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مکہ میں ہمارا رہنا تو ہمیشہ ذلیل و خوار ہونا ہے یا مصیبتوں پر مصیبتیں اٹھانا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم بھی ابوبصیر کے پاس چلے جائیں۔ اس صورت میں اہل مکہ کے ظلموں سے بھی بچیں گے۔ اور دامن اسلام سے بھی وابستہ رہیں گے۔ لہٰذا وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے اور ابوبصیر کے رفیق ہو گئے۔ ان کی تعداد ستر ہو گئی۔ چونکہ مقام عیص اہل مکہ کے تاجروں کی گذرگاہ تھا لہٰذا انہوں نے جب موقع پایا قافلہ پر حملہ کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا اور اس کو اپنا آذوقہ بنایا اسی طرح وہ اپنی زندگی بسر کرنے لگے اور انہوں نے قریش کا ناک میں دم کر دیا....

آخر کار ابوسفیان خود پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

۲ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۲۶ :۔

ابوسفیان بن حرب را نزد حضرت رسول فرستادند تا خدائے را شفیع آوردہ از آں حضرت درخواست نماید کہ ابوبصیر و یاران او را بمدینہ طلب فرماید۔ ابوسفیان ملتمس مشرکاں را معروض داشتہ گفت قریش می گویند کہ ما از سر ایں شرط در گذشتیم ہر کہ از ما نزد محمد رود در اماں باشد مارا باو دریں باب ہیچ مضائقہ نیست۔

ترجمہ مشرکان مکہ نے اپنے سردار ابوسفیان بن حرب کو خدمت پیغمبر اسلام میں بھیجا اس نے عرض کیا کہ قریش کہتے ہیں کہ معاہدہ حدیبیہ کے اس شرط سے باز آئے اب جو کوئی ہم میں سے محمد کی امان میں آجائے گا ہم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں اور ہم اس کو واپس نہیں لینا چاہتے۔

بہر حال پیغمبر اسلام نے ابوبصیر کو خط لکھا۔ مگر یہ خط اس وقت ابوبصیر تک پہنچا جبکہ اس پر حالت نزع طاری تھی مگر اللہ رے ایمان ابوبصیر کہ اس نے اس خط کو اپنی آنکھوں سے لگایا

اور دم نکل گیا۔

ناظرین کتاب نے غور کیا ہو گا کہ صلح حدیبیہ میں باعث تزلزل لشکر اسلام جو شرط تھی وہ یہی شرط تھی اس وجہ سے عامۃ المسلمین میں انتشار اور بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر حکمت پیغمبر اسلام نے اسی شرط کو ایسا مفید بنا دیا کہ خود کفار قریش نے درخواست کی کہ اس شرط کو منسوخ کر دیا جائے۔ درحقیقت شرائط صلح نامہ حدیبیہ سراسر فتح اسلام تھی۔ مگر مذبذبین اور نومسلم فرمودہ پیغمبر اسلام کی حکمتوں کو کیونکر سمجھ سکتے تھے۔

(۱) اس باب میں علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف سیرۃ النبی ص۳۳ اور صاحب رحمت العالمین ص۲۲۱ کی اصل عبارت کو نقل کرتا ہوں۔ ان عبارتوں سے بھی صلح حدیبیہ کے فوائد معلوم ہوں گے

"اب تک مسلمان اور کفار باہم ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی"... خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے تھے مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے۔ باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا تھا۔ اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص حسن عمل، نیکوکاری، پاکیزہ اخلاق کی ایک زندہ تصویر تھا۔ جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لیکر فتح مکہ تک اسقدر لوگ کثرت سے اسلام لائے کہ کبھی نہ لائے تھے حضرت خالد بن ولید (فاتح شام) اور عمر ابن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ (سیرۃ النبی)

(۲) صلح کا حقیقی فائدہ امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ جانبین سے آمد رفت کی روک ٹوک اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کے ذریعے ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پہلے کسی سال اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اسلئے اللہ کا رسول دو ہزار صحابہ کو لئے مکہ پہنچا مکہ والوں نے بھی نبی کو مکہ آنے سے نہ روکا۔ لیکن خود گھروں میں قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے حال کو دیکھتے رہے۔ خدا کا نبی تین دن تک عمرہ کیلئے مکہ میں ٹھہرا رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس گیا۔ ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش سادہ اور سچے طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت و امانت کا

(کہ خالی شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہیں ہوا -) عجیب اثر ہوا جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ (رحمت العالمین)

حکمت چہل و ہفتم خطوط بنام بادشاہان

سال ششم ہجرت ماہ ذی الحجہ میں پیغمبر اسلام نے چھ بادشاہوں کو خطوط لکھے اور اپنے معتمد اصحاب کے ہاتھوں ان کو پہنچایا عبارت خطوط ملاحظہ کیجئے جو سرتاسر حکمت و تدبر سے مملو ہے نقشہ مندرجہ ذیل قاصدوں اور بادشاہان ممالک کے نام پیش کرے۔

	قاصد	بادشاہ		قاصد	بادشاہ
۱	وحیہ کلبی	قیصر روم (ہرقل)	۴	عمرابن امیہ الضمیری	نجاشی شاہ حبش
۲	عبداللہ بن حذافہ	خسرو پرویز ایران	۵	سلیط بن عمر بن عبد شمس	رؤسائے یمامہ
۳	حاطب بن بلتعہ	عزیز مصر	۶	شجاع بن وہب الاسدی	رئیس حدود شام

پیغمبر اسلام نے ان قاصدوں کو مندرجہ ذیل احکامات بوقت روانگی دیئے۔

"ایہا الناس خدا نے مجھ کو تمام دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے دیکھو عیسٰی کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا جاؤ اور میری طرف پیغام حق ادا کرو۔"

جب پیغمبر اسلام یہ حکم سنا چکے تو اصحاب نے عرض کیا:-

قالوا یا رسول اللہ صلعم وکیف کان اختلافہم - قال دعا الی مثل ما دعوتکم الیہ فاما من قرب بہ فاحب وسلم واما من بعد بہ فکرہ وابی فشکا ذالک منہم عیسٰی الی اللہ عزوجل فصبحوا من لیلتہم تلک وکل رجل منہم بلغۃ القوم الذین بعث الیہم فقال عیسٰی ھذا امر قد عزم اللہ لکم علیہ فامضوا۔

(طبری صفحہ ۱۵۶)

صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا اختلاف تھا جو ان سے سرزد ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ عیسٰی نے ان کو بھی ویسی ہی دعوت دی تھی جیسی کہ میں نے تم لوگوں کو دی ہے۔ لیکن جب تک وہ لوگ حضرت عیسٰی کے پاس رہے اس کے ساتھ خلوص و محبت بھی رکھتے رہے اور اطاعت بھی کرتے رہے۔ لیکن جب ان سے دور چلے گئے تو ان سے نفرت کرنے لگے۔ ان کی شکایت عیسٰی نے خدا سے کی۔ پھر اسی رات کی صبح کو ان میں سے ہر شخص اس قوم کی زبان میں عیسٰی کے متعلق کلام کرنے لگا جس قوم کی طرف وہ بھیجے گئے تھے عیسٰی نے کہا۔ یہ امر جیسا کہ ان کے لئے منجانب اللہ مقدر ہو چکا تھا بالآخر ویسا ہی ہو کر رہا

بہر حال یہ اصحاب خطوط لیکر روانہ ہوئے پہلا خط جو ہرقل قیصر روم کے نام تھا مندرجہ ذیل ہے

پیغمبرِ اسلام کا پہلا خط

ہرقل قیصر روم کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم

السلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعاۃ الاسلام۔ تسلم واسلم لربک اللہ اجرک مرتین وان تتول فان اثم الاکارین علیک ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا تعبدوا الا اللہ ولا تشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعض اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدو بانا مسلمون۔

ترجمہ

یہ خط محمد رسول خدا کی جانب سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف لکھا گیا ہے۔

اسلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تجھ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو تمہارا رب تم کو دو بڑے ثواب عطا فرمائے گا ایک تو عیسیٰ کی پیروی کرنے کی وجہ سے اور دوسرا ثواب میری اطاعت کرنے کے باعث سے۔ ورنہ گناہ تمام باشندگانِ ملک کا تیری گردن پر ہوگا۔

اے اہل کتاب بجز خدائے واحد کے کسی کی عبادت نہ کرو اور خدا کا شریک کسی شے کو نہ بناؤ۔ اور بجز خدا کے کسی کو پالنے والا نہ بنانا چاہئے۔ اور اگر تم نہیں مانو تو کہو اور گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔

لہ ناسخ التواریخ صفحہ ۲۷۵ جلد اوّل۔

۲

پیغمبر اسلام کا دوسرا خط

خسرو پرویز بادشاہ ایران کے نام !

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس !
السلام علی من اتبع الھدی وامن باللہ و رسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس ۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول خدا کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام
سلامتی ہے اس شخص کے لئے جو ہدایت کا پیرو ہوا اور خدا اور پیغمبر خدا پر ایمان لائے۔ اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے۔ اور یہ کہ خدا نے مجھے تمام لوگوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا سے ڈرائے۔ تو اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا۔ ورنہ مجوسیوں کا گناہ تیری گردن پر رہے گا۔

پیغمبر اسلام کا تیسرا خط

مقوقس عزیز مصر کے نام!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط
سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ
الاسلام تسلم اسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک
اثم القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان
لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا
اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

ترجمہ

یہ خط محمد بن عبد اللہ اور خدا کے رسول کی جانب سے ہے مقوقس شاہ روم کے نام
سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تجھ کو دعوت دیتا ہوں
اسلام لانے کی اگر تم نے اسلام قبول کیا تو اللہ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے انکار
کیا تو تم پر گناہ ہے قبط کا۔ اے اہل کتاب میں تم کو بلاتا ہوں ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے
اور تمہارے مابین ہے کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کرو اور اس کا شریک
کسی کو نہ بناؤ۔ اور کسی کو اپنا رب نہ بناؤ بجز خدائے یکتا کے۔ پس اگر تم روگردانی کرو
تو کہو اور گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۴

پیغمبر اسلام کا چوتھا خط

نجاشی شاہِ حبشہ کے نام!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

من محمد رسول اللّٰہ الی النجاشی اصحم ملک حبشہ

سلام۔ انت وانی احمد الیک اللّٰہ الملک القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسیٰ ابن مریم روح اللّٰہ وکلمۃ اللّٰہ القاھا الی المریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسیٰ فخلقہ اللّٰہ من روحہ نفخۃ کما خلق آدم بیدہ ونفخہ وانی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ والولاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتومن بالذی جائنی فانی رسول اللّٰہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفر ونفراً معہ من المسلمین۔ فاذا جاؤک فاقرھم ودع التجبر وانی ادعوک وجنودک الی اللّٰہ فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی والسلام من اتبع الھدیٰ۔

(طبری ص ۱۵۶۹)

ترجمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللّٰہ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ کے نام۔

تجھے سلامتی ہو۔ محن۔ پہلے اللہ طرف سے اور اپنی طرف سے اللّٰہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جو مالک ہے قدوس۔ مومن ہے اور مہیمن ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور خدا کا کلمہ ہیں جو مریم دوشیزہ طیبہ اور عفیفہ کی جانب بھیجے گئے۔ اور ان کو عیسیٰ کا حمل رہ گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو یکتا اور بالکل لاشریک ہے ایمان لے آ اور اسی کی فرمانبرداری میں ہمیشہ رہا کر اور میری اتباع کر اور میری تعلیم

کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ میں قبل ازیں اپنے برادرِ عم جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیج چکا ہوں تم اسے بآرام ٹھہرانا ۔ تکبر چھوڑ دو ۔ میں تم کو اور تمہارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں ۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے ۔

جواب خط منجانب معوقس عزیز مصر

محمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک

اما بعد فقد قرأت کتابک و فہمت ما ذکرت و ما تدعو الیہ و قد علمت ان نبیا بقی و انت اظن انہ یخرج بالشام و قد اکرمت رسولک و بعثت الیک بجاریتین لہما مکان فی القبط عظیم و بکسوۃ و اھدیت الیک بغلۃ لترکبہا و السلام علیک ۔

ترجمہ

محمد بن عبد اللہ کے نام معوقس رئیس قوم قبط کی طرف سے

سلام علیک اما بعد میں نے آپ کا خط پڑھا ۔ اور اس کے مطلب کو سمجھا ۔ مجھ کو اسقدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے ۔ لیکن میں یہ سمجھا کہ وہ ملک شام میں ظہور کرے گا ۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی قبطیوں میں بڑی عزت کی جاتی ہے ۔ اور ایک ملبوس بھیجتا ہوں اور ایک خچر بھیجتا ہوں کہ آپ اس پر سوار ہوں ۔ والسلام ۔

جواب خط منجانب نجاشی شاہ حبشہ !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاضحم بن الحجر

سلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ نبی اللہ الذی ھدانی الی الاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فی ماذکرت من امر عیسٰی فورب السماء والارض ان عیسٰی ما یزید علی ماذکرت وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا وقد قربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد انک رسول اللہ صادقاً مصدقاً وقد بایعتک و بایعت ابن عمک واسلمت علی یدیہ للہ رب العالمین وقد بعثت الیک ابنی ارحا ابن الاضحم بن الحجر فانی لا املک الا نفسی وان شئت ان اتیک فعلت یا رسول اللہ صلعم فانی اشھد ان ما تقول حق السلام علیک یا رسول اللہ ۔

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی الاضحم بن الحجر کی طرف سے

اے پیغمبر آپ پر اللہ کی سلامتی و رحمت و برکت ہو۔ اس خدا کے سوا ..... کوئی معبود نہیں ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسٰی کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم وہ اس سے ذرہ بھر بڑھ کر نہیں ہے۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ میں نے آپ کی تعلیم سیکھ لی اور آپ کے ابن عم اور دیگر مسلمان میرے پاس بہ آرام تمام ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں۔ راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے ابن عم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کا اقرار کرلیا ہے۔

اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارحا کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے نفس کا مالک

ہوں اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ میں خود حاضر خدمت ہو جاؤں تو میں ضرور حاضر خدمت ہونگا۔ کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب سچ ہے آپ پر یا رسول اللہ میرا سلام ہو۔

نجاشی نے حسب وعدہ اپنے بیٹے کو معہ اس کے رفقا کے بھیجا۔ لیکن افسوس ہے کہ قضائے الٰہی سے وہ باریاب خدمت نہ ہو سکا۔ طبری میں اس کی کیفیت یہ لکھی ہے ص۱۵۷ ۔

قال ابن اسحاق ان النجاشی بعث ابنه فی ستین من الحبشه فی سفینة فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لهم سفینتهم فهلکوا۔

(طبری ص۱۵۷)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ اہل حبش کی جماعت کے ساتھ پیغمبر اسلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر میں پہنچ کر ڈوب گئی اور سب مر گئے۔

اسی طرح کے تبلیغی خطوط پیغمبر اسلام نے سرداران قبائل کو بھی روانہ کئے۔ حاکم بحرین منذر بن ساوی، ہودہ بن علی رئیس یمامہ اور حاکم عمان موسوم بہ عبد و جیفر (دو بھائی تھے) اور حارث سردار قبیلہ غسان رئیس حدود شام کے پاس بھی خطوط روانہ کئے۔

عبارات مذکورہ کے مطالعہ کے بعد ہر بافہم بخوبی و باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ان خطوط کو روانہ کرنا یقیناً برمحل اور بے انتہا مفید ہوا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مستحکم اقتدار اسلام کا سکہ قلوب سلاطین اطراف و سرداران قبائل جوانب پر بیٹھ گیا۔ ان خطوط کی تبلیغی عبارتوں نے ان کے دل و دماغ میں ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ وہ حقانیت اسلام اور پیام توحید پر غور و خوض کرنے کیلئے مجبور ہو گئے۔ اسلام کیلئے ایک موقع فکر پیش کر دیا گیا۔

اگر یہ خطوط نہ پہنچتے تو ممکن تھا کہ وہ اپنے غرور سلطنت و حکومت میں خلاف اسلام اجتماعی سازش کرنے کی مساعی کرتے۔ مگر برمحل خطوط نے پہنچ کر ان کے زعم شہنشاہی و غرور سلطانی کو ایک ایسی ٹھوکر لگائی کہ یا تو وہ اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ یا اگر بوجہ رعونت و پندار شاہی کے سرکشی کا اظہار کرنے لگے۔ مگر ان کے دلوں پر رعب اسلامی چھا گیا اور ان سرکشوں کو بھی یہ سوچنا پڑا کہ پیغمبر اسلام کے حکم کی خلاف ورزی اب آسان نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ان خطوط سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اطراف و جوانب کی طاقتوں میں کتنی طاقتیں یا بالفاظ دیگر حکومتوں میں سے کتنی حکومتیں اسلام دشمنی کیلئے آمادہ ہیں۔ آجکل کی حکومتیں اپنے جاسوسوں کے ذریعہ اس امر کا اندازہ کرتی ہیں کہ ان کے موافق و مخالف

کون کون سے ملک اور اقوام ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان خطوط کے ذریعے ہی اس امر کا اندازہ لگا لیا کہ کون دشمن ہے اور کون دوست اور پھر اتنا ہی نہیں ہوا۔ بلکہ یہ بھی پتہ چل گیا کہ ان میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو اسلام کا کلمہ بخوشی پڑھ سکتے ہیں۔ چنانچہ حوالہ جات مذکورہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں سے بعض تو پیغمبر اسلام کا خط پڑھتے ہی مسلمان ہو گئے۔

سیاست حاضرہ ۱۹۶۵ء کا معمول تو یہ ہے کہ کمزور ممالک و اقوام کو منتخب کیا جائے اور ان کو کبھی پیسہ دیکر کبھی غلہ دیکر کبھی مشینیں دیکر۔ اور کبھی اپنے دشمنوں کے مقابلہ کی طاقت فراہم کرنے کے لئے اسلحہ دیکر خریدا جائے۔ اس صورت میں یہ رشوتیں کبھی کچھ فائدہ بھی پہنچا دیتی ہیں۔ مگر وہ فائدہ وقتی و عارضی ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ کمزور اقوام یا ممالک طاقتور ہو کر باغی یا غدار بھی ثابت ہو جاتے ہیں جیسا کہ سیاستدان حضرات حالات حاضرہ کے جائزہ سے خود سمجھ سکتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے دوست و دشمن کی جانچ کیلئے جو طریقہ اختیار فرمایا وہ جتنا سادہ ہے اتنا ہی مفید و دیرپا ہے۔

حکمت چہل و ہشتم جنگ خیبر محرم ۷ھ

جب پیغمبر اسلام صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے اور چند روز آرام کیا تو آپ نے روساء و مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ جہاد کیلئے کمر کس لیں کیونکہ میں خیبر کی طرف جانے والا ہوں اور فرمایا لا یخرج معی احدٌ الا للجهاد۔ میرے ساتھ کوئی نہ جائے مگر وہ مجاہدین جن کی غرض صرف جہاد فی سبیل اللہ ہو۔

اس جنگ کے بارہ میں چند ضروری اقتباسات تاریخ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ استنباط نتائج میں سہولت ہو۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۱۴۴۔

و بنی نضیر کے یہودی مدینہ سے اکھڑے تو خیبر چلے گئے اور اپنی فطرتی غداری کے تقاضوں سے یہاں بھی مخالفت اسلام کی نیش زنی سے باز نہ آئے۔

ب قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ یہ لوگ یہود اہل خیبر کے ساتھ قدیم الایام سے معاہدہ میں شریک تھے۔

ج ۶ھ میں سلام ابن الحقیق نے جس کی کنیت ابو رافع ہے خود ان کے پاس جا کر سب لوگوں کو اسلام کے استیصال پر برانگیختہ کیا ابن سعد طبقات جلد دوم میں لکھتے ہیں صفحہ ۶۶

ان ابو رافع بن ابی الحقیق قد اجلب — ابو رافع نے غطفان اور آس پاس کے مشرکین

فی غطفان ومن حولہ من مشرکین العرب وجعل لھم الحفل العظیم لحرب رسول اللہ صلعم

عرب کو جنگ پر ترغیب دیکر اور آنحضرت صلعم سے جنگ کرنے کی ضرورت دکھلا کر ان لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ جمع کی۔

۲ سیرت النبی شبلی نعمانی۔

اسیر نے قبائل یہود کو جمع کر کے تقریر کی اور کہا کہ میرے مشیروں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں جو تدبیریں کیں وہ غلط تھیں۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد صلعم کے دارالریاست (مدینہ) پر حملہ کیا جائے اور میں یہی طریقہ اختیار کروں گا۔ اس غرض سے اسیر نے غطفان اور دیگر قبائل میں دورہ کیا اور ایک فوج گراں تیار کی۔

۳ اسوۃ الرسول ص۴۵ :۔

ج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبریں پہنچیں تو آپ نے اس افواہ پر اعتبار نہیں کیا بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کہ خود خیبر جاکر اصل واقعہ کی تحقیق کریں۔ چنانچہ وہ چند آدمیوں کو لیکر گئے۔ اور چھپ کر خود اسیر کی زبانی اس کی تدبیریں اور مشورے سن لئے یہ حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کئے۔ آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمی دیکر خیبر کو روانہ کیا۔

۴ دفعتاً راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پر عنقریب لشکر گراں لیکر حملہ کرنے والے ہیں۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی خوف و ہراس دل میں نہ لاؤ مسلمانوں کی قلیل جماعت تمہاری کثیر جمعیت کا کچھ بھی نہیں لبگاڑ سکتی۔ تمہارے مقابلہ میں ان کو سوائے نقصان کے نفع کی کوئی امید نہیں ہے۔

۵ رئیس غطفان سے سب حالات کہہ سنکر اس کو نخلستان خیبر کی نصف پیداوار دیئے جانے کی شرط پر اپنے ساتھ معاہدہ میں شریک کر لیا۔ غطفان کا ایک قوت دار اور نمودار قبیلہ بنو فرازہ بھی تھا۔ اس کے سردار بھی خیبر میں بلائے گئے کہ شریک ہوکر مسلمانوں سے لڑیں۔

۶ اسوۃ الرسول ص۴۶ و ص۴۷ ۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے بنو فرازہ کو اس مضمون کا خط لکھا :۔

عن ابن شہاب قال کانت بنو فزارہ ممن قدم علی اھل خیبر لیعینوھم فارسلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان لا یعینوا ھم وسألھم ان یخرجوا ھم (معجم البلدان)

ابن شہاب سے منقول ہے کہ جب بنی فزارہ اہل خیبر کے پاس ان کی حمایت کیلئے آئے تو پیغمبر اسلام نے ان کو لکھ بھیجا کہ تم ان لوگوں کی حمایت نہ کرو۔ بلکہ ان سے درخواست کی کہ اہل خیبر کے معاہدہ و شرائط سے نکل جاؤ

لیکن بنو فزارہ بنی غطفان کے اغوا اور اہل خیبر کے سطوت و شہرت کی وجہ سے اسلام کے پیام کی شنوا نہیں ہوئے۔

۷ تاریخ روضۃ الصفا ص ۱۲۹ جلد ۲ :-

چوں حضرت مقدس نبوی از حدیبیہ مراجعت فرمود بعد از چند روزے کہ در مدینہ توقف نمود بارو ساء مہاجر و انصار فرمود بہ تہیہ اسباب لشکر قیام نمائید کہ بجانب خیبر میرویم و فرمود :- لا یخرج معی الا للجہاد۔ یعنی ہیچکس بامن نیاید مگر بجہتہ جہاد و مقصود ازیں سخن آں بود کہ ہر کہ را میل بحطام دنیا باشد و ہمت او مصروف بر اخذ غنیمت بودہ بامن بیروں نیاید۔

جب پیغمبر اسلام صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ نے چند روز تو آرام کیا۔ اس کے بعد روساء، امراء مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ لشکر تیار کریں کہ مجھ کو خیبر کی جانب جانا ہے۔ اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ جائے جس کی غرض بجز جہاد کے کچھ اور ہو۔ ایسا اسلئے کہا تھا کہ جس کسی کو مال دنیا کی حرص ہو اور مال غنیمت کا طالب ہو وہ نہ جائے۔

۸ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۱۲۹

توجہ حضرت بطرف خیبر بر ارباب نفاق و یہودانے کہ در مدینہ اقامت داشتند بغایت دشوار آمد چہ می دانستند کہ اہل اسلام با یہود خیبر ہماں معاملہ خواہند کرد کہ بہ یہود بنی قریظہ و بنی النضیر کردہ بودند۔

پیغمبر اسلام کا جانب خیبر جانا منافقین اور یہودیوں پر جو مدینہ میں مقیم تھے سخت گراں گزرا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اہل اسلام نے جو سلوک بنی قریظہ و بنی نضیر کے ساتھ کیا ہے۔ وہی اہل خیبر کے ساتھ بھی کریں گے۔

روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ :-

۹ عبداللہ بن ابی سلول منافق خبر بہ یہود خیبر فرستاد کہ محمد عزم استیصال شما دارد و دلیفہ آنکہ جانب حزم مرعی دارید۔ و باید کہ در حصن متحصن نشوید و باو در صحرا جنگ کنید کہ شما بکثرت عدد از وے ممتاز ید

عبداللہ بن ابی سلول منافق نے خیبر کے یہود یونکو خبر پہنچا دی کہ محمد نے تمہارے برباد کر دینے کا عزم کر لیا ہے۔ لہذا تم لوگ ذرا ہوشیار رہو تمکو چاہئے کہ قلعہ میں محصور نہ ہو بلکہ محمد سے میدان و صحرا میں جنگ کرو کیونکہ تم تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ ہو ۔۔۔

۱۰ اہل خیبر بہ عزیمت حضرت خیر البشر وقوف یافتند کنانہ بن ابی الحقیق را با شخصے دیگر نزد حلفاء خویش یعنی قبیلہ غطفان فرستادہ استمداد نمودند۔ روایتے آنکہ چہار ہزار مرد جنگی ازاں قبیلہ بیروں آمدند۔

یہودان خیبر کو پیغمبر اسلام کے ارادہ کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے کنانہ بن ابی حقیق کو ایک دوسرے شخص کے اپنے حلیفوں یعنی قبیلہ غطفان کے پاس بھیجا اور ان سے مدد و کمک طلب کی ایک روایت ہے کہ چار ہزار بہادر جنگ آزمودہ اس قبیلہ سے جمع ہو گئے۔

۱۱ چوں سپاہ اسلام بمنزل صبا رسیدند حضرت بعد از اداء صلوٰۃ عشا دلیلان طلبید کہ مارا از راہ ببرید کہ میان غطفان و خیبر باشد تا نگذاریم کہ ایشاں بمدد یہودان خیبر روند ۔۔

جب لشکر اسلام منزل صبا تک پہنچا تو پیغمبر اسلام نے نماز عشا کے بعد راہبروں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ایسے راستہ سے ہمکو لے چلو جو غطفان اور خیبر کے درمیان میں ہو۔ تاکہ ہم غطفان کو اتنا موقع نہ دیں کہ وہ یہودان خیبر سے مل سکیں ۔۔۔

۱۲ رسول اللہ عباد بن بشیر را برسم خبر گیری با بست سوار فرستاد و آں شخص را کہ اہل خیبر بہ تجسس فرستادہ بودند بگرفت واز وے پرسید کہ چہ کسی ؟ جواب داد کہ مردے شتر بانم و در عقب شتران خویش سرگرداں عباد گفت از یہود خیبر چہ خبر داری

پیغمبر اسلام نے عباد بن بشیر کو خبر گیری کے کیلئے بھیجا اور اس کے ہمراہ بیس سوار بھی کر دیئے۔ عباد نے اس شخص کو جو اہل خیبر کی طرف سے جاسوسی کیلئے آیا تھا گرفتار کر لیا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اونٹ چرانے والا

جاسوس جواب داد کہ ایشاں کنانہ بن
الحقیق و ہودہ بن قیس وائلی بجانب
حلفاء و ہم سوگندان خود یعنی قبائل
غطفان فرستادہ طلب مدد کردند ملتمس
آں جماعت با جابت اقتران یافتہ عتبہ
بن بدر با جمع کثیر از مردان دلیر صف برد
بقلاع خیبر در آمدند و حالا دہ ہزار مرد
مبارز کہ مجلس بزم و میدان رزم نزد ایشاں
یکساں است منتظر اند کہ با محمد مقابلہ نمایند۔

عباد گفت کہ تصور من آنست
کہ تو جاسوس بنی نغانی و بتازیانہ چند محکم
اورا بنواخت چنانچہ جانش بجا سود و گفت
راستی پیش آر و اگر خلاف واقع گوئی بجاں
رستگاری نیابی۔

اعرابی گفت۔ مرا اماں دہ تا
راست بگویم۔ چوں اماں یافت گفت
آں قوم از شما اندیشہ ناکند و از معاملہ کہ
با یہود یثرب مثل بنی نضیر و بنی قریظہ کردہ
رعبی قوی و خوفی عظیم بر ضمائر ایشاں استیلا یافتہ
و منافقان مدینہ باہل خیبر خبر فرستادہ
اند کہ محمد متوجہ شما است ولیکن اندیشہ
و دغدغہ ہیچ بخاطر راہ ندہید کہ سپاہ شما
نسبت بلشکر او بسیار است و سلاح او
در جنب شما کم۔

عباد جاسوس را نزد خواجہ کائنات آورد؟

والا ہوں۔ اپنے اونٹوں کی تلاش میں
سرگرداں ہوں۔ عباد نے کہا کہ یہودان
خیبر کی تجھکو کچھ خبر ہے۔ جاسوس نے جواب
دیا کہ انہوں نے کنانہ بن الحقیق اور ہودہ
بن قیس وائلی کو اپنے حلیفوں یعنی قبائل
غطفان کی جانب بھیجا ہے اور کمک طلب
کی ہے۔ اور غطفان نے ان کی درخواست
منظور کرلی ہے عتبہ بن بدر مع لشکر کثیر
آزمودہ کار اور بہادر کے قلعہ خیبر کے گرد
جمع ہوگئے ہیں فی الحال دس ہزار مرد جنگجو کہ
بزم و رزم ان کے نزدیک یکساں ہے محمد سے
جنگ کرنے کیلئے تیار ہیں۔

عباد نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تو ان
کا جاسوس ہے اور عباد نے اس کے چند تازیانے
مارے کہ اس کی طبیعت ٹھکانے ہوگئی۔
پھر عباد نے کہا کہ سچ کہو۔ اگر جھوٹ بولیگا
تو قتل کردیا جائے گا۔

اعرابی نے کہا کہ مجھ کو جان کی اماں دے
تو میں سچ کہوں۔ جب اماں ملگئی تو کہا۔
کہ وہ قوم تم سے خوفزدہ ہے اور اہل اسلام
نے جو معاملہ بنی نضیر و بنی قریظہ کے ساتھ کیا ہے اس سے
زبردست رعب و خوف طاری ہوگیا ہے
اور مدینہ کے منافقین نے اہل خیبر کو خفیہ
اطلاع دی ہے کہ محمد تمہاری طرف متوجہ
ہیں۔ لیکن تم خوف و ہراس نہ کرو بلکہ

کماہی حالات معروضداشت و فاروق اعظم در قتل جاسوس مبالغہ نمود۔
عباد گفت من اورا امان دادہ ام آنسرور جاسوس را بعباد سپردہ و او بیمان لحظہ ایمان آورد۔۔۔

خاطر جمع رکھو کہ تمہارا لشکر بہ نسبت محمد کے زیادہ ہے اور ان کے پاس تمہارے مقابلہ میں ہتھیار کم ہیں۔۔
عباد اس جاسوس کو پیغمبر اسلام کے پاس لایا اور تمام واقعات بیان کئے

اور عمر فاروق نے اس جاسوس کے قتل کرنے میں بہت مبالغہ و اصرار کیا۔ عباد نے عمر سے کہا کہ میں نے جاسوس کو امان دی ہے۔ پیغمبر اسلام نے اس جاسوس کو عباد کے سپرد کردیا۔ اور وہ عباد کی سپردگی میں آکر فوراً مسلمان ہوگیا۔۔

۱۳ روئے مبارک بسوئے اصحاب کرد و فرمود کہ ادخلوا علی برکۃ اللّٰہ تذموا بسم اللّٰہ سپاہ ظفر انجام لنز مودہ رسول اللّٰہ در حرکت آمدند۔

پیغمبر اسلام نے اصحاب کی طرف مخاطب ہوکر کہا برکت خدا میں داخل ہوجاؤ اور بسم کہکر جہاد کیلئے بڑھو۔ لشکر اسلام مطابق حکم رسول روانہ ہوگیا۔

۱۴ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۱۳ ء

روایت آنکہ چہار ہزار مرد جنگی از ان قبیلہ یعنی قبائل غطفان بیرون آمدند۔۔ در بعضے از کتب مسطور است کہ آواز حس و حرکتے از عقب خویش شنیدہ گمان بردند کہ اہل اسلام بمنازل ایشان آمدہ اند و دست بغاوت و تاراج برآوردہ ازیں جہت باز گشتند۔۔

ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ غطفان سے چار ہزار بہادر میدان جنگ میں آئے۔ بعض کتب تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ لشکر دشمن نے محسوس کیا اور گمان کیا کہ لشکر اسلام ان کے مکانات کی طرف آگئے ہیں اور ان کے گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔ وہ لوگ واپس گھروں کو چلے گئے۔۔۔

استنباط نتائج و حکمت ۔ مذکورہ بالا حوالجات تاریخی سے ثابت ہوا کہ خیبر کے یہود کو اپنی طاقت اور متعدد و مضبوط قلعوں کی وجہ سے بہت کچھ غرور تھا۔ اور وہ اب بھی اس بات کے خواہشمند تھے کہ مرکز اسلام مدینہ پر حملہ آور ہوں اور استیصال اسلام کرسکیں۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی طاقت فراہم کررہے تھے اور ان کو اس بات کا بھی اطمینان تھا۔ کہ مرکز اسلام یعنی مدینہ میں بھی ان کے مددگار اور اسلام کے دشمن موجود ہیں۔ ایسی صورت میں حکومتِ اسلام کا تختہ الٹا جاسکتا ہے۔

(۲) اہل خیبر نے قبائل غطفان، بنو فزارہ اور دیگر قبائل گرد و نواح کو جمع ہونے کیلئے اور اسلام کے خلاف جنگ کرنے کیلئے دعوت نامے بھیجے تھے۔

(۳) صرف بنی غطفان کے چار ہزار بہادر جنگ کیلئے اہل خیبر کے ساتھ شامل ہونے کی خاطر روانہ ہوئے۔

(۴) عبداللہ بن ابی سلول رئیس منافقین جو مدینہ میں مقیم تھا اس نے بھی اہل خیبر کا دل بڑھایا اور ان کو اس بات کا سراغ دیا کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ فوج اور اسلحہ کم ہیں۔ تم محصور نہ ہونا۔ بلکہ مقابلہ کرنا فتح تمہاری ہوگی۔

(۵) صلح حدیبیہ کو ابھی چند ہی روز گذرے تھے۔ اور اس صلح سے دشمنان اسلام نے اس بات کا پتہ لگایا تھا کہ یہ صلح اہل اسلام نے دب کر کی ہے۔ اگر ان کی طاقت زیادہ ہوتی تو اس میں کمزور شرائط منظور نہ کی جاتیں۔ اس وجہ سے بھی ان یہود قبائل کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اگر وہ اجتماعی طاقت سے اہل اسلام پر حملہ کریں گے تو یقیناً وہ اسلام کو مٹا سکیں گے۔

ان حالات میں اہل خیبر کی پوزیشن اور جنگی حیثیت مضبوط تھی۔ مگر پیغمبر اسلام کے ہر فعل میں حکمت نظری و عملی کا اعلیٰ معیار موجود تھا۔ چنانچہ آپ نے ان قبائل اور اہل خیبر کی طاقت کو اس طرح توڑا۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) بنی فزارہ جو بنی غطفان کے حلیف تھے۔ اور اہل خیبر کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ ان کو پیغمبر اسلام نے لکھ بھیجا کہ تم اہل خیبر کی مدد نہ کرو۔ اور اہل خیبر کے معاہدے سے نکل جاؤ۔ چنانچہ بنی فزارہ تو کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ وہ اہل خیبر کی مدد سے باز رہے۔

(۲) بنی غطفان کے چار ہزار بہادر اہل خیبر کی جانب چلے۔ پیغمبر اسلام نے منزل صبا پہنچ کر فرمایا کہ ایسا راستہ بتانے والے لاؤ جو ہمکو اہل خیبر اور بنی غطفان کے درمیان کے راستہ سے لے چلیں۔ چنانچہ پیغمبر اسلام معہ اپنے لشکر کے اس راہ غلط پر چل پڑے جو مشہور راستہ نہ تھا۔ اور جب بنی غطفان کو لشکر اسلام کے آنے کی خبر لگی تو ان کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ مبادا لشکر اسلام پہلے بنی غطفان ہی پر حملہ نہ کر دیں اور ان کے جانے کے بعد ان کے مال اور اولاد اور عیال پر قبضہ نہ کر لیں معاً اس خیال کے آتے ہی غطفان اپنے مقام کی طرف واپس ہو گئے اس واقعہ کو اہل تاریخ نے پیغمبر اسلام کا معجزہ ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

عبارت روضۃ الصفا صفحہ ۳ ملاحظہ کیجئے:-

روایت آنکہ چہار ہزار مرد جنگی ازاں قبیلہ	روایت میں ہے کہ چار ہزار بنی غطفان مقابلہ

بیروں آمدند و در منزل اول آوازے از
آسمان شنیدند کہ غارت روئے بہ شما آوردہ
بنا بریں مراجعت نمودند و در بعضے از
کتب مسطور است کہ آواز حسو حرکت
از عقب خویش شنیدہ گماں بردند کہ اہل
اسلام بمنازل ایشاں آمدہ اند و دست
بغاوت و تاراج برآوردہ ازیں جہت
خوفناک بازگشتہ و ایں صورت معجزہ بود
از معجزات رسول -

کیلئے باہر آئے۔ غیب سے آواز سنی کہ
تمہاری تباہی تم تک آگئی ہے۔ اس وجہ
سے وہ واپس ہوگئے۔ اور بعض تاریخوں
میں ہے کہ انہوں نے لشکر اسلام کو پیچھے سے
آتا ہوا دیکھ کر گمان کیا کہ مسلمان ان کے
مکانات کو لوٹ رہے ہیں۔ اس وجہ سے
خوفزدہ ہوکر واپس گئے۔ اور یہ معجزہ
تھا معجزات پیغمبر اسلام سے۔۔

عبارت تاریخی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے دلیل راہ سے فرمائش کی تھی کہ لشکر اسلام کو اسی راہ سے لے چلو جو بنی غطفان اور خیبر کے درمیان پہنچا دے تاکہ میں بنی غطفان کی راہ روک سکوں۔ دوسری عبارت یہ ظاہر کرتی ہے کہ بنی غطفان کے چار ہزار افراد نے جب اپنے پیچھے سے حرکت لشکر اسلام کی آواز سنی تو بخوف غارت گری اہل اسلام۔ وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔۔

جب یہ دونوں تاریخی ثبوت موجود ہیں تو پھر اس واقعہ کو معجزہ پر محمول کرنا کیا ضروری ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی حکمت عملی نے کام دیا اور چار ہزار دشمن راہ سے واپس ہوگئے۔ اور اہل خیبر کی طاقت کم ہوگئی۔ چونکہ پیغمبر اسلام کا طریق جنگ اتنا اعلیٰ تھا کہ عوام و خواص اس کی حکمت کو نہ سمجھ سکے اسلئے اسکو معجزہ سے تعبیر کیا۔

(۳) واقعات و عبارات تاریخی ظاہر کرتے ہیں کہ خیبر میں متعدد مضبوط قلعے تھے۔ اہل خیبر نے ان قلعوں کو سامان و سلاح و رسد اور افواج سے ہر طرح مسلح کرلیا تھا۔ اور وہ اس وقت کے منتظر تھے کہ جمعیت اسلامی میں کمزوری رونما ہو اور اپنی طاقت کو مکمل کرلیں۔ پھر یکبارگی مدینہ پر حملہ آور ہوکر استیصال اسلام کردیں۔ اس موقع پر دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ اول تو یہ کہ پیغمبر اسلام ان کے حملہ کا انتظار کرتے اور جب وہ مجتمع ہوکر مدینہ پر حملہ کرتے تو یہ اس کا جواب دیتے۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہوتا۔ ظاہر تو یہ ہے کہ اہل مدینہ محصور ہوجاتے اور دبتے کو اور دبایا جاتا ہے لہذا تمام دشمنان اسلام فواج عرب سے جمع ہوجاتے اور یہ سلسلہ جنگ طویل تر ہوجاتا۔ اور اہل اسلام کو نہ معلوم کیا کچھ دیکھنا پڑتا۔ بخلاف اس کے دوسری صورت یہ تھی جو پیغمبر اسلام نے اختیار کی کہ جب معلوم ہوا کہ اہل خیبر نے حملہ کا ارادہ کیا ہے تو

تو آپ نے بھی صرف پختہ ایمان مسلمانوں کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ اس جنگ میں میرے ساتھ وہی جائیں جو خدا کی راہ میں بحالت جہاد صرف مرنا چاہتے ہوں۔ اور جن کی غرض مال غنیمت ہو وہ میرے ساتھ نہ جائیں۔ اس سے پہلا فائدہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ نے بظاہر جو کمزوری کا اظہار کر دیا تھا۔ اور قبائل عرب میں اس امر کو ضعفِ اسلام سمجھا جا رہا تھا۔ اس حملہ نے اس نقش کو کفار عرب کے دل سے مٹا دیا اور اب ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ صلح حدیبیہ کسی مصلحت سے اس طرح کر لی گئی تھی۔ مگر اہل اسلام کافی فوجی طاقت کے مالک ہیں...

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اہل خیبر جو مدت سے اسلام کے خلاف سامان جنگ اور فوج جمع کر رہے تھے اور ان کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ جب ان کو اہل اسلام کے حملہ کی اطلاع ملی تو وہ حواس باختہ ہو گئے۔ اور ان کا وہ زعم طاقت باطل ہو گیا اور ان میں احساس کمتری پیدا ہو گیا۔ گویا یہ اہل اسلام کی پہلی فتح خیبر ہوئی۔

(۴) جب پیغمبر اسلام مقام صبا سے آگے بڑھ چکے اور معلوم ہو گیا کہ قبیلہ بنی غطفان اور بنی فزارہ اہل خیبر کی مدد کو نہیں آئے بلکہ واپس ہو گئے تو آپ نے عباد بن بشیر صحابی کو دشمن کی خبر گیری کیلئے روانہ فرمایا اور عباد بن بشیر کے ہمراہ بیس سوار بھی کر دیئے۔ اثنائے گشت میں عباد کو ایک شخص ملا اہل اسلام کا قیافہ بھی بہت زبردست تھا۔ عباد نے سمجھ کہ ہو نہ ہو یہ دشمن کا جاسوس ہے۔ چنانچہ عباد نے اس سے سوال و جواب کئے اور جب خاطر خواہ جواب نہیں ملا تو چند تازیانے اس کو مارے گئے اس کی طبیعت درست ہو گئی بلبلا کر بولا۔ جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ بیشک میں اہل خیبر کا جاسوس ہوں۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ اہل خیبر اہل اسلام سے خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ ان کی تعداد دس ہزار ہے اور مسلح ہیں اور منافقین مدینہ نے ان کو مفید اطلاعات بھیجی ہیں۔ جب عباد نے جاسوس سے یہ سب کچھ سن لیا۔ تو عباد اس جاسوس کو خدمت پیغمبر اسلام میں لائے۔ اور کامل واقعات بیان کئے۔ عمر ابن خطاب نے اصرار کیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ عباد نے عرض کیا کہ میں اس کو پناہ دے چکا ہوں۔ پیغمبر اسلام نے جاسوس کو عباد کے سپرد کر دیا۔ اور وہ جاسوس یہ دیکھ کر فوراً ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا۔ (حوالہ سابقہ ۱۲)

پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کا اقتضا یہی تھا کہ عباد جیسے فرزانہ۔ قیافہ شناس انسان کو معہ بیس سوار کے خبر گیری کیلئے روانہ کیا۔ اور جاسوس کے مل جانے سے لشکر کفار کی پوری کیفیت و حالت معلوم ہو گئی۔ اور اچھی طرح لشکر اسلام کو دشمن کی طاقت کا حال معلوم ہو گیا۔ دوسری حکمت جاسوس کے قتل نہ کرنے میں مضمر تھی۔ یوں تو آسان کام تھا کہ جاسوس کو قتل کر دیا جاتا۔ اور جبکہ عمر ابن خطاب صحابی رسول نے بھی رائے دی تھی۔ تو مناسب تھا کہ اس مشورہ پر عمل کر کے اپنے ہمراہیوں کی تالیف قلوب ہی کر لی ہوتی۔

مگر رسول ایسا کر لیتے تو خلاف حکمت فعل ہوتا۔ کیونکہ اول تو عباد بن بشیر جو اس کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ اور جس نے اس کو امان دی تھی اس کی دلشکنی ہوتی اور پیغمبر اسلام پر ان کے اصحاب یہ الزام لگا سکتے تھے کہ وہ اپنے رفقاء و مددگاروں کی عزت اور بات کا احترام نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہوتی کہ وہ جاسوس فوراً ہی مسلمان ہو گیا۔ اس کے قتل سے گویا ایک مسلمان قتل ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ عباد بن بشیر نے جب دیکھا کہ پیغمبر اسلام نے اس کی بات کی اتنی وقعت کی ہے کہ جاسوس کی جان اس کے قبضۂ قدرت میں دیدی اب چاہے وہ قتل کر دے۔ چاہے آزاد کر دے۔ چاہے غلام بنالے تو عباد بن بشیر اور اس کے اہل قبیلہ میں جذبہ جانثاری رسول اور بھی بڑھ گیا۔ چوتھے یہ فائدہ ہوا کہ دشمنوں کو یعنی لشکر مخالف کے افراد کو یہ خیال تھا کہ پیغمبر اسلام خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو انہوں نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے ساتھ روا رکھا تھا۔ یعنی جلا وطنی یا قتل کر دینا۔ تو اس خیال سے تمام یہودیوں کے دل میں شدید تنفر مذہب اسلام سے پیدا ہو گیا تھا۔ مگر جب ان کو یہ معلوم ہوا ہو گا کہ ان کا جاسوس جب پیغمبر اسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر اتنا بھروسہ اور اطمینان کیا کہ اس کو بحیثیت مسلم کے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تو ان کے پہلے خیال کی تردید ان کے دلوں نے خود کر دی۔ اور ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا۔ کہ اگر ہم پیغمبر اسلام کے متبع اور فرمانبردار بن جائیں گے۔ تو ہماری بھی جان بخشی ہو سکتی ہے۔

بہر حال واقعہ خیبر کے یہاں تک کے معاملات سے جو حکمتیں ظاہر ہوئیں ان کا تذکرہ کیا گیا۔ آئندہ سطور میں حالات جنگ کے واقعات کو کتب تاریخ سے پیش کر کے ان کے نتائج حکمت کو پیش ناظرین کیا جائے گا۔۔

(۱) تاریخ روضۃ الصفا صفحہ ۱۳۱ جلد اول :۔۔۔

دراں شب کہ حضرت نبوی بخیبر رسید خدائے تعالیٰ خواب غفلت بر ایشاں گماشت۔	جس رات کو پیغمبر اسلام قلعہ پر پہنچے ہیں تو خدا نے اہل خیبر پر نیند کو مسلط کر دیا۔
(۲) چوں یہود بحصون متحصن شدہ خبر لشکر اسلام بہ سلام بن مشکم رسیدہ با قوم خود گفت اگرچہ در مبداء حال بر سخن من اقبال نہ کردید باری الکنون در محاربہ بغایت جد و اہتمام	جب یہودی قلعوں میں محصور ہو گئے اور سلام بن مشکم کو خبر پہنچی تو اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اگرچہ تم نے ابتدا میں میرے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ اور اب موقعہ

بجای آرید که در جنگ کشته شدن هزار بار بهتر که در اسیری و یهود دل بر قتال نهاده اہل و عیال خود را در قلعه کتیبه محفوظ ساختند و نعیم گوناگون در حصار ناعم و حصن صعب مضبوط گردانیدند و دلیران کارزار در قلعه نطاره مجتمع گشتند..

یہ ہے کہ جنگ میں جان توڑ کوشش کرو کیونکہ جنگ میں مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے کہ قید کیے جاؤ۔ یہودی جنگ پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے اہل وعیال کو قلعہ کتیبہ میں محصور کر دیا اور قسم قسم کا سامان قلعہ ناعم و قلعہ صعب میں جمع کر لیا اور تمام بہادر جنگجو قلعہ نطارہ میں جمع ہو گئے۔...

(۳) حضرت مقدس نبوی اصحاب را تحریص بر حرب نموده و فرموده که اگر صبر کنید ظفر یابید و سپاه اسلام جنگ آغاز نهاده دست بر تیر بگشادند و محمود بن مسلمه برادر محمد بن مسلمه در آن روز که بغایت گرم بود جنگ بسیار کرده و از کثرت حرب و حرارت هوا مانده و کوفته شد و در سایه حصار ناعم بتصور آنکه هیچ کس از اہل قتال در آنجا نیست بخواب رفت و کنانه بن الحقیق با مرحب یهودی سنگی از بالای حصار بقصد او بینداخت و آن سنگ بر سر محمود بن مسلمه رسیده خود در سرش به پیوست -

اہل اسلام او را بدان حال نزد رسول اللہ آوردند و حضرت پوست پیشانی او را بدست مبارک بر موضع خود چسپانیده سرش را بکہ پاسی بست محمود در آن آوان از زخمی که یافته بود بفرادیس جنان خرامیده -

پیغمبر اسلام نے لشکر اسلام کو جنگ پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ اگر صبر سے کام لوگے تو فتح پاؤگے۔ سپاہ اسلام نے جنگ کی ابتدا تیر بارانی سے کی اور محمود بن مسلمہ اس دن جبکہ بہت گرمی تھی خوب لڑے اور لڑتے لڑتے تھک گئے اور قلعہ ناعم کے دیوار کے سایہ میں یہ سمجھتے ہوئے کہ وہاں کوئی نہیں ہے سو گئے۔ اور کنانہ بن ابی حقیق نے مرحب یہودی کے ساتھ مل کر قلعہ سے محمود پر ایک پتھر پھینک دیا وہ پتھر محمود کے سر پر گرا اور خود سر میں دھنس گیا۔ اہل اسلام محمود کو اس حالت میں پیغمبر اسلام کے پاس لائے پیغمبر اسلام نے محمود کے پوست سر کو زخم پر اپنے ہاتھ سے لگا دیا اور پٹی باندھی مگر زخم شدید تھا محمود کی وفات ہو گئی -

(۴) آورده اند که در شبی از شبها که عمر ابن خطاب

ایک رات کو عمر ابن خطاب نگرانی کی خدمت

بحراست سپاہ اسلام قیام می نمود یہودی
را گرفتہ نزد او آوردند۔ فرمود کہ اورا
بکشند آں شخص گفت مرا نزد پیغمبر خود ببرید
کہ با او سخنے دارم عمر اورا نزد رسول خدا
بردہ صورت حال را معروض داشت۔
آنحضرت با یہودی فرمود کہ سخن داری
یہودی گفت۔
از حصار نطارہ می آیم و ضمائر اہل قلعہ
از مہابت قتال امروز بغایت پریشان
است داعیہ دارند کہ امشب بہ حصن
شق انتقال نمایند۔

(۵) روضۃ الصفا جلد اول صفحہ ۱۳۲ :۔

فرمود تا سپاہ نصرت انجام بہ یکبار حملہ
کردند آں گروہ کہ شکایت از گرسنگی
کردہ نخست خود را بدر حصن صعب رسانیدہ
در قتال مشغول شدند۔ تا مسخر گشت و اقمشہ
و امتعہ و اطعمہ کثیرہ ازاں قلعہ بیروں
آوردند و خمر بسیار درآنجا یافتہ بحکم آسمانی
در زمین ریختند و شخصے از مسلماناں موسوم
بہ عبداللہ بن حمار کہ شرب خمر شوقے تمام
داشت جرعہ چند کشیدہ آں مجرم را
یاراں پیش رسول اللہ آوردند ایں
صورت مکروہ بہ طبیعت ہمایوں صاحب
شریعت آمدہ نعلین مبارک خویش اورا
تادیب نمود و حضار مجلس نیز باشارت

پر مامور تھے کہ لوگ ایک یہودی کو پکڑ کر
ان کے پاس لائے۔ عمر نے حکم دیا کہ اس کو
قتل کر دیا جائے۔ یہودی نے عرض کیا کہ
مجھ کو پیغمبر اسلام کی خدمت میں لے چلو کہ
مجھ کو کچھ کہنا ہے۔ عمر نے اس کو پیغمبر اسلام
کے سامنے پیش کیا۔ واقعہ بیان کیا۔ پیغمبر
اسلام نے یہودی سے پوچھا تم کو کچھ کہنا
ہے۔ یہودی نے کہا کہ میں قلعہ نطارہ سے
آ رہا ہوں۔ آج کی جنگ سے اہل قلعہ کے
دل خوفزدہ ہیں ان کا ارادہ ہے آج رات
وہ قلعہ شق میں منتقل ہو جائیں۔

پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ لشکر اسلام
یکبارگی حملہ کر دے اور وہ گروہ جو بھوک
کی شکایت کر رہا تھا قلعہ صعب کے دروازہ
پر پہنچ کر مشغول جنگ ہو گیا اور قلعہ فتح
ہو گیا مسلمانوں کو قسم قسم کی چیزیں غذائیں
اور کثیر دولت ہاتھ لگی۔ اور شراب بہت
زیادہ تھی۔ بحکم قرآن شراب کو زمین پر
بہادیا۔ اور ایک شخص مسلمان جسکو شراب
نوشی کا بہت شوق تھا۔ اس میں سے چند
گھونٹ پی گیا۔ اس کا نام عبداللہ بن حمار
تھا۔ پیغمبر اسلام کے سامنے پیش کیا گیا پیغمبر
نے اپنے نعلین سے اس کو سزا دی۔ اصحاب
نے بھی جوتوں سے مارا۔ اصحاب میں سے
عمر ابن خطاب نے کہا اے خدا تو اس کو لعنت کر

رسول ثقلین عبداللہ را بہ نعلین زجر نمودند و از میانہ اصحاب عمر گفت بار خدایا او را لعنت کن حضرت مقدس نبوی فرمود اے عمر چنیں مگو کہ او خدا و رسول را دوست می دارد ۔

پیغمبر اسلام نے عمر سے کہا۔ ایسا نہ کہو کیونکہ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے ۔

(۶) حضرت مقدس نبوی را درد سرے روئے نمود و بداں واسطہ در معرکہ قدم رنجہ نمی فرمود ولیکن ہر روز چنانچہ ضمیر منیر و خاطر آفتاب تاثیرش اقتضا می کرد ملتمنت اعیان مہاجر و اشراف انصار شدہ رایت نصرت رایت بدست یکے از اصحاب دادہ بجنگ می فرستاد ۔

پیغمبر اسلام کو درد سر شدید ہو گیا اس وجہ سے آپ میدان جنگ میں نہ گئے مگر روزانہ جیسا کہ آپ مناسب سمجھتے تھے مہاجرین و انصار میں سے کسی کو علم فوج دیکر میدان جنگ میں روانہ فرما دیتے تھے ۔

(۷) روزے فاروق اعظم متصدی امر محاربہ گشت و علم برداشتہ با طائفہ از حامیان بیضۂ اسلام بپائے قلعہ (قموص) اہل شرک و ظلام رفت ۔ ہر چند دست و پائے زد چہرہ فتح در آئینہ مراد روئے نہ نمود روزے دیگر صدیق اکبر رایت برگرفتہ با جمع از شجاعان و ابطال بمقاتلہ اہل ضلال شتافت و محاربات عظیم درمیان فریقین واقع شدہ بحصول مقصود بازگشت و در نوبت سوم باز عمر ابن خطاب با زمرۂ اصحاب روئے بہ جنگ محصوران قلعہ قموص آورد و کوشش بسیار نمود و بدستور سابق مراجعت فرمود ۔

ایک دن عمر فاروق کو علم دار فوج بنا کر قلعہ قموص کی فتح کیلئے مقرر کیا گیا لشکر اسلام کو ہمراہ لیکر عمر فاروق قلعہ کے سامنے پہنچے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر روئے مراد آئینۂ فتح میں نمودار نہ ہوا

دوسرے دن پیغمبر اسلام نے ابوبکر صدیق کو علمدار فوج اسلامی بنا کر لشکر اسلام کو ہمراہ کر کے روانہ کیا۔ شدید جنگ ہوئی مگر مقصد حاصل نہ ہوا ۔

تیسری مرتبہ پھر عمر ابن خطاب بہادران اسلام کو ہمراہ لیکر فتح قموص کیلئے گئے بہت ہی کوشش کی مگر مثل سابق واپس آئے ۔

بعد ازاں کہ خسرو انجم با علم زرنگار متوجہ تسخیر دیار مغرب شد آں سرور بطحا و یثرب بر زبان گوہر نثار معجز آثار بگذرانید۔
لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔ گویند کہ علی کرم اللہ وجہہ بنا بر عارضہ رمد در مبدء حال ازیں غزوہ تخلف نمودہ در مدینہ توقف فرمودہ بود دریں اثنا مفارقت آنحضرت بر ضمیر منیرش دشوار آمدہ با المی کہ داشت متوجہ دست بوس گشت و در راہ یا بعد از وصول بخیبر علی الروایتین برسول اللہ پیوست ...

بعد اسکے کہ شاہ انجم آفتاب علم زرنگار شعاعوں کا ہمراہ لیکر دیار مغرب کی فتح کیلئے نکلا اس وقت بطحا و یثرب کے شہنشاہ نے زبان گوہر فشاں پر جاری فرمایا۔ کہ۔ "میں کل علم اسلام اس شخص کو دونگا جو بار بار حملہ کرنے والا ہے۔ کبھی نہیں بھاگا ہے۔ خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا اور رسول کو وہ دوست رکھتا ہے۔ خدا اس کے دونوں ہاتھوں پر قلعہ خیبر قموص کو فتح کرے گا۔" مورخین کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ بوجہ آشوب چشم اس غزوہ کی ابتدا میں مدینہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اس وقت پیغمبر اسلام کی جدائی علی کے دل پر دشوار ہوئی باوجود آشوب چشم کی تکلیف کے علی اثناء راہ میں یا خیبر پہنچنے کے بعد پیغمبر اسلام سے مل گئے ...

(۹) سہیل بن سعد ساعدی گوید کہ دراں شب کہ حضرت رسالت ایں سخن فرمود غلغلہ درمیان اصحاب افتاد گفتند آیا رایت بکدام یک ازما خواہد داد ....
جمع از قریش گفتند مقرر است کہ مراد ایں مرد علی ابن ابی طالب نیست چہ او را چشم چناں درد میکند کہ موضع قدم خود را نمی بیند ---...

سہیل بن سعدی کہتا ہے کہ جس شب پیغمبر اسلام نے عطاء علم اسلام کا اعلان کیا تو اصحاب میں غلغلہ ہوا کہ دیکھیں کل علم اسلام کس کو عطا ہوتا ہے ...
جماعت قریش نے کہا کہ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اس شخص سے مراد علی نہیں ہو سکتے کیونکہ علی کی آنکھوں میں ایسی تکلیف شدید ہے۔ کہ وہ اپنے پشت پا کو بھی نہیں دیکھ سکتے

(۱۰) چوں گوش امیر المومنین از الفاظ آبدار سید ابرار گراں بار شد گفت:۔

جب علی نے پیغمبر اسلام کے اعلان کے الفاظ کو سنا دعا کی:۔

اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی
لما منعت ۔ یعنی خداوندا ہیچ کس
نتواند بخشید چیزی اگر منع تو بآں تعلق
کردہ و ہیچ کس باز نتواند داشت چیز
کہ عنایت تو بہ بخشش آں تعلق پذیرد۔

"اے خدا جسکو تو عطا کرے اس کا روکنے
والا کوئی نہیں ہے اور جس سے تو روک لے
اس کو عطا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔"

(۱۱) سعد بن وقاص گوید کہ در برابر چشم رسول
بزانو در آمدم و بعد ازاں برخواستم بامید
آنکہ صاحب رایت من باشم از فاروق
اعظم منقول است کہ گفت من امارت
ہرگز دوست نداشتم مگر در آں روز و
چوں حضرت مصطفی از خیمہ بیروں آمد
فرمود کہ علی ابن ابی طالب کجاست
مردم از ہر طرف آواز برآوردند کہ چشم
اوچناں درد میکند کہ پیش پائے خود نمی
بیند فرمانداد کہ او را بیاورید علی را گرفتہ
حاضر ساختند حضرت سراو را بر راں
مبارک خویش نہادہ آب دہان مبارک
در چشمانش افگند و گفت اللھم اکفہ
الحر والبرد علی مرتضیٰ گوید دیگر بہ برکت
رسول اللہ سرما و گرما نیافتم چوں علی
از علتہ درد خلاصی یافت رایت را باو
داد و فرمود برو والتفات مکن تا آنزماں
کہ خدا عز و علا خیبر را بر دست تو مفتوح
گرداند علی اندک مسافت قطع کردہ
آواز برآورد کہ یا رسول اللہ علی ماذا

سعد بن وقاص نے کہا کہ میں پیغمبر اسلام
کی نگاہوں میں آنے کیلئے گھٹنوں کے بل
بیٹھا پھر کھڑا ہو گیا اس امید پر کہ پیغمبر اسلام
مجھ کو دیکھ لیں اور علم اسلام مجھ کو عطا
ہو جائے عمر ابن خطاب نے کہا کہ مجھ کو
امیر لشکر بننے کا کبھی شوق نہیں ہوا مگر
اس دن جبکہ پیغمبر اسلام خیمہ سے علم اسلام
لیکر باہر آئے باہر آکر فرمایا کہ علی کہاں
ہیں۔؟ لوگوں نے ہر جانب سے شور
مچایا کہ علی کی آنکھیں اس طرح آشوب
کی ہوئی ہیں کہ وہ اپنی پشت پا کو بھی
نہیں دیکھ سکتے۔

پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ علی کو میرے
پاس لاؤ۔ علی کو ہاتھ پکڑ کر لوگ لائے
پیغمبر اسلام نے علی کا سر اپنے زانو پر رکھ
لیا اور اپنا لعاب دہن آنکھوں پہ لگا دیا
اور دعا کی کہ اے خدا گرمی و سردی سے
علی کو محفوظ رکھ۔ علی کہتے کہ میں نے دعائے
پیغمبر اسلام کی برکت سے پھر گرمی و سردی
کی تکلیف نہیں پائی۔ جب علی نے آشوب چشم

اقاتل حضرت رسول فرمود که قاتلهم حتی تشهدوا ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منا دماءهم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله ..... بعضے گفته اند که رسول خدا زره خود بعلی مرتضی پوشانید و ذوالفقار در میان او بسته رایت نصرت آیت بدست او داد ---

سے شفا پائی پیغمبر اسلام نے علی کو فوج اسلامی عطا کیا اور حکم دیا کہ علی جنگ کو جاؤ اور واپس نہ آؤ جبتک کہ خیبر فتح نہ کر لو۔ علی آگے بڑھ گئے اور پھر وہیں سے آواز دیکر پوچھا یا رسول اللہ کس بات پر جنگ کروں۔ پیغمبر اسلام نے حکم دیا اہل خیبر سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ کلمہ شہادت کا اقرار کریں اور جب وہ ایسا کریں تو ان کا خون نہ بہایا جائے اور ان کے مال نہ لوٹیں جائیں وہ انکا حق ہے اور ان کا حساب بذمہ خدا ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام نے خود علی کو زرہ پہنائی ذوالفقار علی کی کمر میں باندھی اور علم اسلام عطا کیا۔

(۱۲) و علی مرتضی قدم در راه نهاد و نزدیک حصن قموص رسیده علم در توده از سنگ ریزه فرو برد۔

اور علی آگے بڑھے اور قلعہ قموص کے پاس جاکر ایک پتھر کی چٹان پر علم اسلام کو نصب کر دیا۔

(۱۳) نخستین کسیکه از حصن حصین با فوج خویش بجنگ بیرون آمد حارث یهودی برادر مرحب بود و حرب آغاز کرده مسلمانان را شهید گردانید امیرالمومنین علی متوجه حارث شده بیک ضرب او را بدوزخ رسانید مرحب چون بکشته شدن برادر خویش واقف شد با طائفه از اهل شجاعت سلاح پوشیده بکین برادر پائے از دروازه حصار بیرون نهاد ۔ مرحب مبارزے بود بالا بلند و تنومند که سنان نیزه او سه من وزن داشت و در شجاعت و مبارزت از مردم خیبر نظیر نداشت

قلعہ قموص سے جو پہلا بہادر جنگ کیلئے آیا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا۔ اس نے جنگ شروع کی اور مسلمانوں کو شہید کرنا شروع کیا۔ علی نے جب یہ دیکھا تو آپ حارث کی طرف لپکے اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ مرحب کو جب بھائی کی موت کی خبر ہوئی تو وہ ایک جماعت بہادروں کی ہمراہ لیکر قلعہ سے نیچے اترا۔ مرحب ایک بہادر جنگجو اور بلند قامت فربہ جسیم انسان تھا۔ کہ اس کے نیزہ کی انی کا وزن تین من تھا (گرز

...... در میدان آمد و رجز
خواند- قد علمت خیبر انی مرحب
و ہیچ کس از سپاہ اسلام نتوانست
کہ با او در مقام مقاتلہ آید لاجرم شاہ مرداں
و شیر یزداں علی ابن ابی طالب بجانب
او رواں شد و در زبان مبارکش رجزے
جاری گشت کہ انا الذی سمتنی امی
حیدرہ -

اور اہل خیبر میں شجاعت اور جنگ میں
اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا.........
وہ میدان میں آیا رجز پڑھا- اہل خیبر
جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں- لشکر اسلام
میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس کے
مقابلہ کو جائے آخر کار شاہ مرداں شیر
یزداں علی ابن ابی طالب اس کی جانب
روانہ ہوئے- آپ کی زبان پر یہ رجز
جاری تھا- "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے"۔

مرحب خواست کہ تیغ با امیر المومنین
علی زند امیر پیش دستی نمودہ ذوالفقار
بہ سر آں ملعون نابکار فرود آورد چنانچہ
از سر و خود و دستارش گذشتہ بدندانہا
او رسید و زمرہ از نقلہ اخبار تا پیش
قربوس زین گفتہ اند امیر و با مور بکشتن
یہوداں باز و کشادند و ہفت کس از
روسا و ابطال خیبر بہ ضرب تیغ قلدرہ
اولیا کشتہ شدند و سائر یہود روئے بہ ہزیمت
بہ قلعہ نہاد و علی در عقب ایشاں رواں شد
و دراں اثنا یکے از مخالفاں چیزے بامیر المومنین
علی زد بمثابہ کہ سپر از دستش بر زمین افتاد
و دیگرے ہم از ایشاں سپر گرفتہ روئے بگریز
آورد امیر المومنین ازیں صورت نجابت
خشمناک شدہ خود را بدر حصار قموص
رسانید و در آہنین حصار را بر کندہ سپر

مرحب نے چاہا کہ علی کے سر پر تلوار لگائے
علی نے پیش دستی کر کے ذوالفقار کا بھرپور
وار مرحب کے سر پر لگایا کہ علی کی تلوار
خود، دستار اور سر سے گذر کر اس کے
دانتوں تک پہنچ گئی- مورخین نے بیان
کیا ہے کہ امیر لشکر علی اور لشکر اسلام نے
دشمنوں پر حملہ کر دیا اور علی کے ہاتھ سے
خیبر کے سات روسا اور بہادر قتل ہوئے
لشکر دشمن بھاگا اور قلعہ قموص کی طرف
بڑھنے لگا- علی ان کے پیچھے دوڑے اسی
اثنا میں کسی شخص نے کوئی چیز علی کے ہاتھ پر
ماری کہ علی کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی
دوسرا شخص وہ سپر اٹھا کر بھاگا- علی کو ان
دونوں دشمنوں کی اس گستاخی پر غصہ
آگیا اور آپ نے نپٹنے کو قلعہ قموص کے
پاس پہنچایا اور قلعہ کے دروازہ آہنی کو اکھاڑا

خویش ساخت ....

کر اپنی سپر بنا لیا ....

و بعد آنکہ جناب ولایت پناہی را از جنگ فراغتے روی نمود آں در را بمقدار ہشتاد وجب از پس پشت خویش دور انداخت و ہفت کس از لشکر اسلام کہ در غایت قوت بودند ہر چند خواستند کہ باتفاق یکدگر در را از پہلو بہ پہلو دیگر بگردانند نتوانستند و در بعضے از کتب سیریہ نظر رسیدہ کہ وزن در خیبر شش صد من بود و زمرہ از شیعہ سہ ہزار من گفتہ اند

جب علی کو جنگ سے فراغت حاصل ہو گئی تو اس دروازہ کو اسّی بالشت اپنی پشت کی جانب دور پھینک دیا اور سات مسلمان جو قوت جسم کافی رکھتے تھے۔ انہوں نے چاہا کہ دروازہ آہنی کو ایک رخ سے دوسرے رخ پر پلٹ دیں ممکن نہ ہو سکا....

بعض کتب تاریخ میں میں نے دیکھا ہے کہ در خیبر کا وزن چھ سو من تھا اور شیعہ مورخین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ تین ہزار من تھا۔

(۱۵) بالجملہ چوں اہل حصن قموص و مردم سائر قلاع خیبر چناں امر عجیب از امیر المومنین حیدر مشاہدہ کردند فریاد الاماں بر آوردند علی ابن ابی طالب بعد از رخصت از حضرت رسالت ایشاں را اماں داد مشروط بر آنکہ ہر مردے یک شتر طعام برداشتہ از اں دیار بیروں روند۔۔

مختصر یہ کہ جب اہل قلعہ قموص اور تمام قلعوں کے فوجیوں نے علی کی یہ طاقت دیکھی تو فریاد الاماں الاماں کی بلند کی علی نے پیغمبر اسلام سے اجازت اماں لی اور پھر ان کو اماں دی اور اس شرط پہ کہ ہر شخص ایک شتر بار غذا ہمراہ لیکر اس شہر سے باہر چلا جا۔

۱۶ در حین توجہ علی بملازمت (رسول) از خیمہ باستقبال او قدم مبارک بیروں نہاد و دیرا بکنار گرفتہ ہر دو چشمش بوسید۔ و فرمود قد بلغنی نبأ المشکور صنیعک المذکور فقد رضی اللہ عنک و رضیت انا عنک۔ امیر ازیں سخن رقت دست داد و در گریہ شد۔

جب علی خیبر کو فتح کر کے واپس آ رہے تھے۔ تو پیغمبر اسلام نے آگے بڑھ کر علی کا استقبال کیا اور علی کو سینہ سے لگا لیا۔ اور علی کی دونوں آنکھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا مجھ کو ایسی خبر پہنچی ہے جو قابل تشکر ہے اے علی تمہاری سعی قابل ذکر ہے تم سے خدا راضی ہے اور میں تم سے راضی ہوں علی نے جب خدا اور رسول کی یہ مہربانیاں دیکھیں تو آپ فرط جذبہ محبت خدا و رسول سے رونے لگے

(۱۷) در حصن قموص که والی آن کنانه بن ابی الحقیق بود صد جوشن و چهار صد شمشیر و هزار تیر و پانصد کمان یافتند و اثاث و امتعه فراواں جمع کردند۔

قلعہ قموص جس کا حاکم کنانہ بن ابی حقیق تھا سو زرہیں، چار سو تلواریں، ہزار تیر پانچ سو کمان پائیں اور بہت سامال غنیمت حاصل ہوا۔

(۱۸) در حین محاصرہ خیبر پانزدہ مرد از مسلمانان بقتل آمدند و نود و سہ کس از یہود بدوزخ رفتند بر سائر یہود پیغمبر منت نہادہ از سر خون ایشاں درگذشتہ حکم فرمود۔ ازاں دیار بیروں روند اہالی خیبر بتضرع وزاری معروض داشتند کہ اہل اسلام را جمع می باید کہ تعہد باغات و مزارع قیام نمایند و غمخواری آں بجا آرند ملتمس آنکہ ما را بہ اجرت گیرند در اصل ملک ہیچ دخل نداشتہ باشیم حضرت مقدس نبوی بر آں جماعت ترحم نمودہ حکم فرمود کہ ہر زمینی ضیاع و کروم کہ در اں مرز و بوم بود تعلق بہ یہود داشتہ باشد مقرر و مشروط آنکہ نصف محصول را بہ بیت المال بسپارند و نصف دیگر بجہت اجرت خویش تصرف نمایند۔

محاصرہ خیبر کے دوران پندرہ مسلمان قتل ہوئے اور ۹۳ افراد یہودیوں کے قتل ہوئے۔ اور پیغمبر اسلام نے یہودیوں کا خون معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ وہ شہر سے باہر چلے جائیں۔ یہودیوں نے پیغمبر اسلام سے بہ تضرع و زاری التماس کیا کہ وہ باغات اور زراعت میں کام کریں گے اور اسکی اجرت لیتے رہیں گے اور معاملات ملکی میں دخل نہ دیں گے پیغمبر اسلام نے ان کی درخواست منظور کر لی اور حکم دیا کہ اراضی مزروعہ وغیرہ کو یہودیوں کے سپرد کر دیا جائے اس شرط پر کہ نصف منافع پیداوار بیت المال میں جمع کرتے رہیں اور نصف خود لے لیں۔

(۱۹) در اوان فتح خیبر حجاج بن خلاص سلمی کہ بوفور مال و کثرت استعداد اشتہار داشت برسم تجارت از قبیلہ خویش بیروں آمدہ بخدمت حضرت رسول فائز شد...... ایمان آورد و معروض داشت کہ من نزد مردم مکہ و زوجہ خویش ام شیبہ مال فراواں

اثناء فتح خیبر میں حجاج بن خلاص سلمی جو بہت مال و دولت رکھتا تھا۔ تجارت کے بہانہ اپنے قبیلہ سے نکلا اور خدمت پیغمبر اسلام میں حاضر ہوا۔ ایمان لایا اور عرض کیا کہ اہل مکہ اور اپنی زوجہ کے پاس میرا بہت سامال ہے اگر وہ لوگ میرے مسلمان ہونے کی خبر پائیں گے

دارم۔ اگر از اسلام من خبر یابند فلسے از ایشاں حاصل نشود۔ ملتمس آنکہ شرف رخصت ارزانی فرمائی تا مسافت نمودہ باں دیار روم و ہرچہ خواہم بگویم و بحیلہ کہ دانم و توانم اموال خویش بدست آرم مسئول او شرف قبول! اقتران یافتہ فرمود بروو ہرچہ خواہی بگو ....

(چوں بمکہ رسید) قریش گفتند اینک حجاج آمد آنگاہ باہم گفتند کہ ما شنیدم کہ آں قاطع متوجہ خیبر شد ہیچ خبرے از حال او داری گفتم خبرے دارم ...... محمد و اصحاب او شکستے فاحش یافتند و یاران وے بعضے کشتہ شدند و بعضے اسیر شدند و محمدؐ نیز اسیر شد و اہل خیبر گفتند کہ ورا اینجا نکشیم بلکہ بمکہ میبرم تا در موضع قریش کشیم ....

تا حجاج اموال متفرقہ را بدست آورد و براین بہانہ آنچہ در پیش زوجہ خود داشت بگرفت ....

پنج روز از رفتن حجاج بگذشت خبرے فتح خیبر بحد تواتر رسید و قریش از مکیدت و تدبیر حجاج تعجبہا کردند و از رفتن او سالماً غانماً تاسف خوردند و از ارتفاع اعلام اسلام رعبے تمام و خوف لا کلام بر ضمائر مخالفاں استیلا یافت۔

ایک پیسہ نہ دیں گے۔ آپ کی اجازت ہو تو مکہ جاؤں اور جس حیلہ و تدبیر سے ممکن ہو اپنے مال کو حاصل کر لوں۔ پیغمبر اسلام نے اس کی درخواست منظور کر لی اور فرمایا جاؤ اور جو چاہو کہو ....

....

....

(جب حجاج مکہ پہنچا) قریش نے کہا کہ حجاج آگیا آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے محمدؐ خیبر کی طرف متوجہ ہیں۔ تم کو کچھ خبر ہے۔ میں نے (حجاج نے) کہا ہاں مجھ کو خبر ہے۔ محمد اور ان کے اصحاب نے شکست فاحش پائی اور محمدؐ کے ساتھی مارے گئے اور کچھ اسیر ہو گئے۔ اور محمدؐ کو بھی قید کر لیا اور اہل خیبر کہتے ہیں کہ ہم محمدؐ کو یہاں قتل نہ کریں گے بلکہ مکہ لیجا کر وطن قریش میں قتل کریں گے ....

یہاں تک کہ حجاج نے اپنا کل مال قبضہ میں کر لیا اور اس بہانہ سے جو کچھ اس کی زوجہ کے پاس تھا حاصل کر لیا ....

حجاج کو گئے ہوئے پانچ روز گذر گئے فتح خیبر کی خبر متواتر اہل مکہ کو پہنچتی رہی اور قریش کو حجاج کے مکر و فریب پر بہت تعجب ہوا اور اس کے معہ مال و دولت کے صحیح سالم چلے جانے پر افسوس ہوا اور اسلام کے علو کی سر بلندی سے ان پر رعب اور خوف چھا گیا

(۱۹) این خیبر را هفت حصن حصین بود اول
ناعم دوم قموص سوم کتیبه، چهارم شق
پنجم نطاة ششم وطیح هفتم سلالم
ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۲۹ ۔۔۔۔۔

خیبر میں سات قلعے تھے، اول ناعم دوم قموص
سوم کتیبہ، چہارم شق، پنجم نطاۃ،
ششم وطیح، ہفتم سلالم ۔

(۲۰) آن گاه زید بن ثابت را فرمود تا لشکریان
را انجمن ساخته عرض داد هزار و چهار صد مرد
بر آمد پس غنائم را بیرون خمس بر ایشان
قسمت کردند مردے را یک بهره و اسپی را
دو بهره نصیبه افتاد و زنان مسلمانان را
که برائے مداوائے مرضی و مرہم جرحی
حاضر لشکرگاه داشتند چیزے عطا رفت

اس وقت زید بن ثابت کو حکم دیا کہ لشکر اسلام
کا جائزہ لیا جائے ایک ہزار چار سو افراد
شمار ہوئے پس تمام مال غنیمت کو (خمس کو
علیحدہ کر کے) ان افراد پر تقسیم کر دیا۔
پیدل کو ایک حصہ سوار کو دو حصے ملے اور
ان عورتوں کو جو زخمیوں کی تیمار داری
کیلئے موجود تھیں بحصہ مناسب تقسیم کیا گیا۔

(۲۱) بروایتے از غنائم سهم بردند آنگاه رسول
خدا بنی هاشم و بنی عبدالمطلب را از خمس
بهره بکمال عطا فرمود جبیر ابن مطعم و عثمان
بن عفان بحضرت رسول آمد و عرض کردند
که با فضل برادران خود که بنی هاشم اند پوشیده
نتوانیم داشت چه ایشان را قربت با تو افزون
از ماست لکن قربت ما و بنو عبدالمطلب
نسبت با تو همچنداست چون است که ایشان
را سهم ذوالقربی دادی و ما را محروم گذاشتی
فرمود بنی هاشم و بنو عبدالمطلب شیئے واحد
اند بدینگونه و انگشتان مبارک را تشبیک
داد و بروایتے فرمود ما و بنی عبدالمطلب
از هم جدا نگشته ایم نه در جاهلیت و نه
در اسلام ۔

ایک روایت میں ہے کہ مال غنیمت تقسیم ہوا
اس وقت پیغمبر اسلام نے بنی ہاشم و بنی
عبدالمطلب کو خمس سے حصہ دیا اور جبیر
ابن مطعم و عثمان بن عفان خدمت پیغمبر
اسلام میں آئے اور عرض کیا کہ بنی ہاشم
کی فضیلت جو ہم پر ہے وہ پوشیدہ
نہیں ہے۔ مگر ہماری اور بنو عبدالمطلب
کی قربت آپ سے مساوی ہے یہ کیا؟ کہ
آپ نے انکو ذوالقربیٰ کا حصہ دیا اور ہم کو
محروم کر دیا۔ رسول خدا نے فرمایا کہ بنی
ہاشم و بنی عبدالمطلب شیئے واحد ہیں اس
طرح! اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا
اور بروایتے فرمایا کہ ہم اور عبدالمطلب ایکدوسرے
سے جدا نہیں ہیں نہ جاہلیت میں نہ عہد اسلام میں

عبارات مذکورہ تاریخی کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب لشکر اسلام جس کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی قلاع خیبر کے مقابل پہنچا تو سلام بن مشکم نے اہل خیبر کو مشورہ دیا کہ اے یہود تم جم کر جنگ کرو اسیری سے موت بہتر ہے۔ ۲ دوسرے اہل خیبر کی تعداد دس ہزار تھی اور ان کے مضبوط قلعوں کی تعداد سات تھی ۔۔ ان ساتوں قلعوں میں سب سے زیادہ مسلح اور مضبوط قلعہ قموص تھا۔ ۳ جنگ شروع ہوگئی اور محمود بن مسلمہ کو مرحب نے دیوار قلعہ سے پتھر پھینک کر ہلاک کر ڈالا۔ ۴ جبکہ عمر ابن خطاب لشکر اسلام کی نگرانی کر رہے تھے تو لوگ ایک یہودی کو پکڑ کر لائے عمر نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ مگر اس یہودی نے عرض کیا کہ مجھ کو خدمت رسول میں لے چلو میں ان کے مفید مطلب حالات بتاؤں گا۔ اور اس یہودی نے حاضر ہو کر اپنے لشکر کی بدحالی و پریشانی کا حال بتایا۔ ۵ قلعہ صعب جب فتح ہوا تو اس میں کافی ذخیرہ شراب کا ہاتھ آیا۔ پیغمبر اسلام نے اس کو پھینکوا دیا مگر ایک صحابی جس کا نام عبد اللہ بن حمار تھا چند جام پی ہی گیا۔ پیغمبر اسلام نے اسکو اپنے نعلین سے سزا دی اور اس شرابی پر جب عمر ابن خطاب نے لعنت کی تو پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ اے عمر اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ ۶ پیغمبر اسلام نے اہل خیبر کا محاصرہ کر لیا تھا اور مختلف افراد کو لشکر کی سرداری دیکر حملہ کیلئے روانہ فرما دیتے تھے۔ ۷ عمر ابن خطاب نے دوبار لشکر اسلام کو ہمراہ لیکر حملہ کیا اور بہت کچھ کوشش کی مگر وہ کوشش عبث گئی۔ ابوبکر بن قحافہ نے بھی لشکر اسلام کو ہمراہ لیکر حملہ کیا۔ مگر بے نیل مرام واپس ہوئے۔ ۸ جب لشکر اسلام کو پے در پے ناکامیابی ہوئی تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو علم اسلام دوں گا جو کرار ہوگا غیر فرار ہوگا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ اور اس کو اللہ اور رسول دوست رکھتے ہوں گے۔ اور خدا اس کے ہاتھوں پر قلعہ قموص کو ضرور فتح کر دے گا۔ ۹ علی الصبح پیغمبر اسلام نے علم اسلام علی ابن ابی طالب کے ہاتھ میں دیدیا اور فرمایا کہ یا علی خدا تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح کر دیگا۔ علی نے چلتے چلتے باواز بلند دریافت کیا کہ کب تک جہاد کروں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ دیں۔ ۱۰ علی قلعہ خیبر کے نزدیک گئے اور آپنے بزور ید الٰہی پتھر پر علم اسلام کو نصب کر دیا۔ (۱۱) مقابل اہل خیبر کا بہادر حارث نکلا جو علی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ۱۲ حارث کے بھائی مرحب نے جو اہل خیبر میں سب سے زیادہ بہادر تھا اپنے بھائی کو قتل ہوتے دیکھا تو میدان میں آگیا اور سخت جنگ کے بعد دست علی سے قتل ہوا۔ اس کے بعد سات بہادر یہودی فوج کے علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ یہ دیکھ کر فوج یہود بھاگی اور اسی اثنا میں کسی شخص نے

علی کے ہاتھ پر وار کیا کہ ڈھال ہاتھ سے گر گئی وہ شخص ڈھال لیکر بھاگ گیا۔ ۱۳ علی کو اس کی
حرکت پر غصہ آگیا اور اس کا تعاقب کیا۔ مگر اہل خیبر قلعہ کا دروازہ بند کر چکے تھے۔ آپ نے قلعہ خیبر
کے دروازے کو اپنے ہاتھ سے اکھیڑ کر اسکو ڈھال بنا لیا۔ اور جنگ میں معروف ہو گئے۔ جب اہل خیبر
نے علی کے یہ کارنامے دیکھے تو ہر طرف سے الامان الامان پکارنے لگے۔ ۱۴ اہل خیبر کو پیغمبر اسلام نے
حکم دیا کہ وہ اس شہر سے نکل جائیں۔ (۱۵) یہود خیبر نے عرض کی کہ ہم کو اپنے کھیتوں پر رکھا جائے
اور ہم کو نوکر رکھ لیا جائے۔ ان کی یہ درخواست پیغمبر اسلام نے منظور کر لی اور حکم دیا کہ زراعت کا منافع
نصف بیت المال میں جمع کیا جائے اور نصف منافع خود ان کی اجرت قرار پائے۔ ۱۶ حجاج بن خلاط
سلمی تاجر بزرگ یہود مسلمان ہوا۔ اور وہ با جازت پیغمبر اسلام مکہ گیا اور اپنا کل مال و متاع لیکر وہاں
سے واپس آیا۔ ۱۷ حجاج بن خلاط سلمی نے پیغمبر اسلام سے اجازت مانگی کہ وہ خلاف اسلام اہل مکہ سے
جو چاہے کہے اس کو پیغمبر اسلام نے اجازت دیدی۔ ۱۸ خمس نکال لینے کے بعد تمام اموال و سامان
غنیمت کو پیغمبر اسلام نے اصحاب پر تقسیم کر دیا۔ ۱۹ مال خمس بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کو دیا گیا۔ جبیر ابن
مطعم و عثمان بن عفان نے پیغمبر اسلام کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ مگر پیغمبر اسلام نے ان کی رائے کو
نہیں مانا۔ اور فرمایا کہ خمس رسول اور خاندان رسول کا حق ہے۔

با فہم افراد اور مدبرین عالم خود ان واقعات سے نتائج حکمت نبوی کو سمجھ سکتے ہیں۔ واقعات
خیبر از سر تا پا حکمت ہی پر مبنی و منحصر ہیں۔ پیغمبر اسلام نے اگرچہ جنگیں کی تھیں اور دشمنوں کو مغلوب
اور پسپا کیا تھا۔ مگر وہ سب جنگیں ابھی تک حقیقی مقصد تک نہیں پہنچا سکی تھیں کیونکہ ابھی تک پیغمبر
اسلام اپنے وطن سے جلا وطن تھے۔ اطراف و جوانب میں قبائل عرب ہر وقت اپنی طاقت بڑھا
رہے تھے اور استیصال و بیخ کنی اسلام کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اور اپنی منتشر طاقتوں کو رفتہ
رفتہ مجتمع کر رہے تھے۔ وہ کسی وقت بھی محدود پیروانِ اسلام کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ لہذا ضروری
تھا کہ اہل خیبر کے بہت بڑے مورچہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے۔ علاوہ بریں صلح حدیبیہ کی بظاہر
کمزور شرائط نے بھی اسلام کی کمزوری کا اعلان کر دیا تھا۔ اور دشمن سمجھ رہے تھے کہ کمزور شرائط کا
مان لینا ہی پیغمبر اسلام کی کمزوری ہے۔ کافر تو کافر خود اصحاب رسول ہی کو نبوت محمد میں شک ہو گیا
تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام پر بھرے مجمع میں اعتراضات کر ہی دیئے گئے۔

ان حالات میں پیغمبر اسلام کی حکمتِ عملی کا اقتضا یہی ہونا چاہئے تھا کہ وہ اپنی بڑھتی ہوئی طاقت
کا اندازہ بیگانہ و یگانہ، اصحاب و اغیار بلکہ تمام عرب کو کرا دیں۔ جب پیغمبر اسلام نے اپنی حکمتِ با

سے قبائل بنی فزارہ اور قبیلہ بنی غطفان کو اہل خیبر سے الگ کر دیا تو اہل خیبر کو مجبوراً بند قلعوں کے اندر رہنا پڑا علاوہ بریں عبارات تاریخی یہ بھی بتاتی ہیں کہ پیغمبر اسلام ان کے سروں پر ایسے وقت پہنچے اور اس انداز سے گئے کہ وہ خواب غفلت میں سو رہے تھے کہ لشکر اسلام ان کے سر پر سوار ہو گیا اب ان کو حملہ کا تو موقع ہی نہ ملا کیونکہ ان کی طاقت منتشر اور مختلف قلعوں میں منقسم تھی یکایک لشکر اسلام کے حملہ نے ان کو تحیر میں ڈال دیا۔ کرتے تو کیا کرتے بس یہی کہ قلعوں میں بیٹھ کر مقابلہ کریں قلعہ تھے سات عدد تو گویا دس ہزار افراد سات جگہ منقسم ہو گئے۔ اگر وہ باہر نکل کر سب ایک جگہ ہونا چاہیں تو ناممکن کیونکہ لشکر اسلام ان کو باہم ملنے ہی نہ دیگا اور اگر علیحدہ علیحدہ رہ کر مقابلہ کریں تو بھی کتنے ہی مسلح اور بہادر ہوں مقابلہ نہیں کر سکتے یہی ہوا۔ چھوٹے چھوٹے قلعے لشکر اسلام نے پہلے فتح کر لئے۔ جب پیغمبر اسلام کو اطمینان ہو گیا کہ چھ قلعے فتح ہو گئے اور ان کا سامان خورد و نوش بھی بکثرت مسلمانوں کو حاصل ہو گیا تو آپ نے اپنے لشکر کے بہادروں کو باری باری حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اور جب سرداران لشکر اسلام کو یہ احساس ہو گیا کہ قلعہ قموص کا فتح کرنا آسان کام نہیں ہے اور حملہ کر کر کے مایوس واپس آ گئے اور اس واپسی نے ان میں احساس کمتری و کمزوری پیدا کر دیا تو سب سے زیادہ ضروری یہ امر ہوا کہ افراد لشکر کے دلوں کو جرأت و یقین فتح مندی سے بھر دیا جائے۔ اور ان کو دشمن کی شکست اور اپنی فتح کا اس طرح یقین دلایا جائے جس طرح انسان اپنی موت کا یقین رکھتا ہے۔ مذکورہ بالا تاریخی حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ بار بار واپس آنے والے افراد بھی ایڑیوں کے بل لڑتے ہوکر پیغمبر اسلام کو اپنی صورت دکھا رہے تھے۔ کہ علم لشکر اسلام پھر ان کو ملجائے۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کے خلاف ہوتا کہ وہ مارے ہوئے شکست خوردہ سے امید فتح یابی کرتے ہوئے پھر علم اسلام ان کے ہاتھ میں دے دیتے۔۔

اچھا تو پھر ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہئے تھا۔ جبکہ سب بہادران اسلام باری باری حملہ کر کے واپس آچکے ہوں۔ اور سب شکست خوردہ ذہنیت لیکر واپس آئے ہوں۔ اس صورت میں نہ تو خود ان کے ہی دل میں جوش شجاعت پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ ان کے ہمراہ حملہ کرنے والی فوج ہی میں جذبہ جاں سپاری ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ایک حکیم یا مدبر کو یہی کرنا چاہیئے تھا جو پیغمبر اسلام نے کیا۔۔

اور وہ یہ کہ ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو ہر جنگ میں فاتح و غالب رہا ہو اور وہ ایسا آدمی ہو جو اس بھاگ آنے والے لشکریوں میں موجود بھی نہ ہو تاکہ فوجیوں کو بھی فتح کا پورا بھروسہ ہے۔ اور اس شخص میں بھی احساس کمزوری و کمتری پیدا نہ ہوا ہو۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے علم کو حرکت دیتے ہوئے علی ابن ابی طالب کو آواز دی۔ پیغمبر اسلام کی اس آواز کو بھی بے خبر لوگوں نے بے معنی سمجھا اور کہنے لگے

یا رسول اللہ آپ کس کو آواز دے رہے ہیں علی تو شدید ورم چشم میں مبتلا ہیں ان کو اپنے پاؤں کی پشت بھی نظر نہیں آتی۔ علاوہ کیا لڑیں گے۔ پیغمبر اسلام مسکرائے اور فرمایا کہ علی کو لاؤ۔ علی کو دو آدمی بازو پکڑ کر لائے پیغمبر اسلام نے اپنی مسیحائی دکھائی علی نے شفا پائی اور پیغمبر اسلام نے علم اسلام علی کے ہاتھ میں دیا، اپنی زرہ علی کو پہنائی اور تلوار ذوالفقار علی کی کمر میں باندھی اور دعائیں دیتے ہوئے علی کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ بہر حال مقابلہ سخت ہوا اور عجیب واقعات رونما ہوئے اور فتح خیبر اہل اسلام کے حصہ میں آئی۔ اس دفعہ خیبر میں حکمت پیغمبر اسلام اتنی بلند ہو گئی ہے کہ بعض مورخین تو ان واقعات کو معجزۂ رسول خدا سمجھنے لگے۔ معجزہ اپنی جگہ پر قابل اعتقاد شے ہے۔ مگر معجزہ کی اس جگہ ضرورت ہوتی ہے جبکہ نبوت و رسالت کے ثبوت و تصدیق کیلئے کافر معجزہ طلب کریں۔ اس موقع پر پیغمبر اسلام کو معجزہ دکھانے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ پیغمبر اسلام کا مجسم و زندہ معجزہ خود علی کی ذات ہی موجود تو تھی...

یہود خیبر نے اپنی زراعت پر رہنے کی اجازت پیغمبر اسلام سے مانگی اور یہ بھی کہا کہ ہم کو اہل اسلام نوکر ہی رکھ لیں تاکہ ہم اپنی کھیتی باڑی کرتے رہیں۔ پیغمبر اسلام نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور طے کر دیا کہ نصف آمدنی بیت المال کو دی جائے اور نصف خود کاشتکار لے لیں۔ پیغمبر اسلام کے اس فیاضانہ رویہ سے بہت فائدے حاصل ہوئے۔ اب تک تو یہود و دیگر دشمنان اسلام قبائل کو یہ معلوم تھا کہ اہل اسلام بنی قریظہ اور بنی نضیر کی مانند یا تو مفتوح کو قتل کر دیتے ہیں یا اس کو شہر بدر کر دیتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے اہل خیبر کے ساتھ جو طریقہ روا رکھا اس سے سب کو یہ معلوم ہو گیا کہ پیغمبر اسلام کی اصلی غرض کسی کو تباہ و برباد کرنا نہیں ہے۔ بلکہ معقول معاملات پر صلح بھی کی جا سکتی ہے جیسی کہ صلح حدیبیہ ہوئی، اور اہل اسلام غیر مذہب والے کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ دشمن اسلام نہ ہو۔ اس خیال نے اسلامی رواداری کا اعلان کیا اور دشمنوں کے دلوں سے جذبہ نفرت کم ہونے لگا۔ اسی کا اثر تھا کہ حجاج بن خلاص سلمی جو یہودیوں کا بڑا تاجر تھا۔ چاہتا تو کہیں اور چلا جاتا۔ مگر وہ تجارت سے واپسی پر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ اور مکہ سے اپنا سب مال و متاع لا کر خدمت اسلام کیلئے محفوظ کر دیا...

جنگ خیبر کے واقعات سے حکمت نبوی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ غنیم آبادی کو تاراج کر دیتا ہے اور اموال کو لوٹ لیتا ہے۔ مگر اہل خیبر کا محاصرہ تقریباً چالیس روز تک رہا اور خیبر کے سات قلعے بھی فتح ہوئے۔ خیبر کے بیلوں مارے بھی گئے۔ لشکر اسلام قلعہ میں گھس بھی گیا۔ مگر دشمن کے

افراد صرف ۹۳ قتل ہوئے اور باقی جو اپنی جان بچا کر بھاگ جانا بھی بڑی نعمت سمجھتے تھے رو رو کر خوشامد کرنے لگے کہ ہمکو یہیں رکھا جائے۔ ہم اسلام کے نوکر بن کر رہیں گے۔

معلوم پیغمبر اسلام نے کس انداز سے جنگ کی تھی کہ صرف پندرہ مسلمان قتل ہوئے اور ۹۳ کافر قتل ہوئے پھر کافر اہل اسلام کے پاس رہنے کیلئے گڑگڑا کر درخواست کر رہے ہیں۔ یہی وہ طریقہ جنگ ہے جسکی تقلید اہل عالم کو کرنی چاہیئے تھی۔ بدترین دشمن بعرف بادشاہ ہی دشمن نہیں! بلکہ قوم کی قوم دشمن اور بعد مفتوح ہونے کے اس کے دل میں یہ جذبہ کہ وہ اپنے فاتح کی نوکر ہی بن کر رہ جائے۔ حالانکہ اس کو آزاد کیا گیا ہے۔ مگر وہ اپنی آزادی کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ اس غلامی کو پسند کرتی ہے۔ یہ تھا اعتماد حقوق رعایا لشکر اسلام سے بہ عہد رسول۔

حکمت بالائے حکمت

حجاج بن خلاص سلمی یہودی تاجر کا خدمت پیغمبر اسلام میں آنا۔ اور بخوشی خاطر ایمان لانا اور اس کے بعد خیبر سے مکہ جانے کی اجازت پیغمبر اسلام سے طلب کرنا اور یہ بتانا کہ اس کا بہت کچھ مال و متاع اہل مکہ کے رؤساء کے پاس موجود ہے۔ اگر وہ اظہار ایمان کرے گا تو وہ مکہ کے کافر اس کا مال نہ دیں گے۔ اور اگر وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھے گا تو اس کی زوجہ اور رؤسائے مکہ اس کا مال اس کو بخوشی واپس کر دیں گے۔ پیغمبر اسلام نے اس موقع خاص پر حجاج بن خلاص سلمی کو مکہ جانے کی اجازت بھی دی اور یہ بھی فرمایا کہ (بہ وذہر چہ خواہی بگو) جاؤ اور جو چاہو کہو۔۔

چنانچہ حجاج مکہ گیا اور اپنا مال و متاع اہل مکہ سے واپس لے آیا اور وہ مال کثیر مسلمانوں کے کام آیا۔ اس مال سے مسلمانوں کی عزت ہی کم نہیں ہوئی۔ بلکہ یہود اور کفار قریش کے دلوں پر خوف و رعب اسلام پیدا ہو گیا۔ نیز ان کو یہ بھی اعتماد ہو گیا کہ پیغمبر اسلام اپنے دشمنوں کو قتل نہیں کرتے بلکہ حجاج بن خلاص کی مانند ان پر پورا اعتماد کرتے ہیں اور ان کی عزت و احترام کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان کو اصحاب میں معزز و ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اس خیال سے ان کے دلوں میں رعب اسلام کے ساتھ ہی ساتھ محبت اسلام بھی پیدا ہونے لگی۔ فاتح کی سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ مفتوح قوم کے دلوں کو اپنی رواداری سے مفتوح کر لیا جائے لہٰذا پیغمبر اسلام کے ہر ایک غزوہ یا جنگ میں یہ رواداری کا پہلو نمایاں تر ہے اور یہی چیز ہر ایک کیلئے آسان نہیں ہے۔ اپنی طاقت سے کام لینا اور کمزور کو مفتوح کر لینا تو آجکل بھی ممکن ہے۔ مگر جذبہ نفرت مفتوح قوم کے دلوں میں اندر ہی اندر کارفرما رہتا ہے اور وہی ایک دن فاتح کو مفتوح اور مفتوح کو فاتح بنا دیتا ہے۔۔

پیغمبر اسلام کے طرزِ جنگ میں یہی راز مضمر تھا کہ صرف دشمنوں کے جسموں کو ہی فتح نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے دلوں کو بھی مفتوح کر لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دائرہ اسلام میں آنے کے بعد بدترین دشمن اسلام بھی بہترین دوست و قابل اعتماد ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ حجاج سلمی کا واقعہ اور عمر ابن خطاب کا واقعہ اسلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور صرف یہ شخصی یا انفرادی ہی صورت نہیں تھی۔ بلکہ قوم کی قوم کے قلوب مفتوح ہو جاتے تھے۔ جس کی مثال یہودان خیبر سے ملتی ہے۔ بعد مفتوح ہونے کے اہل خیبر نے خود ہی بخوشی پیغمبر اسلام سے یہ اجازت مانگی کہ ہمکو خیبر ہی میں رہنے دیا جائے۔ اور ان کو اہل اسلام ملازم رکھ لیں ہم لوگ ان کی کھیتی کے کام کو پورا کرتے رہیں گے۔ یہی وہ طریقہ جنگ ہے جسکی بنا پر دشمن کو دوست بنایا جاتا ہے۔

اگر بعد پیغمبر اسلام فرمانروایان اسلام و شاہان اور شہنشاہان عالم نے اس طریقہ جنگ پر عمل کیا ہوتا تو آج دنیا جنگ و جدال کی جہنم نہ بنی ہوتی۔ بلکہ امن و امان عالم روز افزوں ہوتا اور تمام اہل ارض مسلمان ہو گئے ہوتے۔

حکمت بالائے حکمت عقد صفیہ

کتب احادیث سیر میں عقد صفیہ بنت حیی ابن اخطب کے بارہ میں مختلف حکایات اور روایات لکھی گئی ہیں۔

مگر ان کے بیان میں ایک تحریر دوسری تحریر سے مختلف ہے۔ اسلئے حقیقت حال کا انکشاف نہیں ہوتا شبلی نعمانی مولف سیرۃ النبی نے اس واقعہ کے بارہ میں بعد تحقیقات کے جو کچھ لکھا ہے وہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس تحریر سے پوری کیفیت اور مصلحت عقد صفیہ کا اظہار ہو جائے گا۔ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت صفیہ کی نسبت کتب حدیث و سیر میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو وحیہ کلبی کو دیا تھا۔ پھر کسی نے ان کے حسن و جمال کی تعریف کی تو ان سے مانگ لیا اور اس کے معاوضہ میں ان کو سات لونڈیاں بھی دیں۔ مخالفین نے اس روایت کو نہایت بدنما پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ اور جب اصلی روایت میں اتنی بات موجود ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مخالف اس سے کہاں تک کام لے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت صفیہ کا یہ واقعہ حضرت انس سے منقول ہے۔ لیکن خود حضرت انس سے کئی روایتیں ہیں۔ اور وہ باہم مختلف ہیں۔ بخاری کی جو روایت خیبر کے ذکر میں ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوا۔ تو لوگوں نے آپ کے سامنے حضرت صفیہ کے حسن کا ذکر کیا آپ نے ان کو اپنے لئے لے لیا۔ اصلی الفاظ یہ ہیں:۔

فلما فتح اللہ علیہ الحصن ذکر لہ جمال

جب خدا نے قلعہ فتح کرا دیا تو لوگوں نے آپ سے

صفیہ بنت حیی ابن اخطب و قد قتل زوجھا و کانت عروساً فاصطفاھا النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم لنفسہ۔

حیی بن اخطب کی لڑکی صفیہ کے حسن و جمال کی تعریف کی اس کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہٖ وسلم نے اسے اپنے لئے پسند کر لیا۔

لیکن بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب ما یذکر مانی الفخذ) و صحیح مسلم باب فضل عتق الامۃ) میں خود انس کی پھر روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ الہٖ وسلم سے درخواست کی کہ ان میں سے ایک لونڈی مجھے عنایت ہو۔ آپ نے ان کو اختیار دیا کہ خود جاکر کوئی لونڈی لے لو انہوں نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا۔ لیکن لوگوں کو اعتراض ہوا ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ والہٖ وسلم سے کہا۔

اعتراض اصحاب :۔ ....

یا نبی اللہ اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی ابن اخطب سیدۃ قریظہ والنضیر لا تصلح الا لک۔

اے پیغمبر خدا آپ نے صفیہ بنت حیی کو دحیہ کے حوالہ کر دیا وہ قریظہ اور بنی نضیر کی رئیسہ ہیں اور آپ کے سوا اور کوئی ان کے لائق نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ابوداؤد میں یہ دونوں روایتیں ہیں اور دونوں حضرت انس سے مروی ہیں ابوداؤد کی شرح میں مادری (مشہور محدث) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو دحیہ سے اسلئے واپس لیکر ان سے عقد کر لیا کہ :۔

مافیہ من انتھاک الصامح مرتبتھا وکونھا بنت سیدھم۔

چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں اسلئے اور کسی کے پاس جانا ان کی توہین تھی حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اسی کے قریب قریب لکھا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ خاندان کے تباہ ہو جانے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بنکر رہتیں۔ وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھیں ان کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونوں قتل کئے جا چکے تھے اس حالت میں ان کے پاس خاطر حفظ مراتب اور رفع غم کیلئے اس کے سوا کوئی اور تدبیر نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ الہٖ وسلم ان کو اپنے عقد میں لے لیں۔ وہ کنیز ہو کر بھی رہ سکتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی خاندانی عزت کے لحاظ سے ان کو آزاد کر دیا۔ اور پھر نکاح پڑھایا۔ حسن خلق رحم اور مصیبت زدہ

کی چارہ نوازی کے علاوہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موثر ہوئی اور بجا تھی۔ اور اس قسم کے طرز عمل سے عرب کو اسلام کی طرف رغبت اور کشش ہوتی تھی کہ اسلام اپنے دشمنوں کے ورثا کے ساتھ بھی اس قسم کا محسنانہ اور ہمدردانہ سلوک کرتا ہے۔ (سیرت النبی جلد اول ص ۵۸-۳۶۰)

(۲) ناسخ التواریخ جلد اول ص ۶۰۵ مطبوعہ ایران

زوجہ رسول خدا صفیہ بنت حی بن اخطب بن ثعلبہ از بنی اسرائیل از سبط ہارون بن عمران علیہ السلام از قبیلہ بنی نضیر است مادر او برہ بنت سموال باشد نخست زن سلام بن مشکم بود از وجدا شدہ بہ نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق در آمدہ و کنانہ در جنگ خیبر کشتہ شد و صفیہ اسیر گشت ....
رسول خدا ایشں خاص خویش داشت و تزویج کرد آزاد ساخت و اعتاق او را صداق او فرمود ...

پیغمبر اسلام کی زوجہ محترمہ صفیہ بنت حیی بن اخطب بن ثعلبہ بنی اسرائیل سبط ہارون بن عمران علیہ السلام قبیلہ بنی نضیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کی والدہ برہ بنت سموال ہیں۔ صفیہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجیت میں تھیں۔ اس کی طلاق کے بعد کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی زوجیت میں آئیں۔ اور کنانہ جنگ خیبر میں قتل ہوا اور صفیہ اسیر ہوگئیں ....
پیغمبر اسلام نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا ان کو قید سے آزاد کیا، پھر نکاح کیا اور ان کی رہائی کو ان کا مہر قرار دیا ....

(۳) یک روز پیغمبر بر صفیہ در آمدہ او را گریان یافت پرسید۔ گفت عائشہ و حفصہ می گویند ما بہتریم از تو چہ ما را قرابت است و ہم زنان او ئیم فرمود چرا نمی گوئی پدر من ہارون و عم من موسیٰ و شوہر من محمد است۔

ایک دن پیغمبر اسلام صفیہ کے پاس آئے تو ان کو روتا ہوا پایا۔ سبب پوچھا تو کہا کہ عائشہ و حفصہ کہتی ہیں کہ ہم بہتر ہیں کیونکہ ہم کو رسول سے قرابت ہے اور ہم پیغمبر اسلام کے قبیلے سے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ تم کیوں یہ جواب نہیں دیتیں کہ میرا باپ ہارون اور میرا چچا موسیٰ اور میرا شوہر محمد ہے۔

مذکورہ بالا حوالجات تاریخی سے ثابت ہوا کہ صفیہ عالی خاندان تھیں۔ ۲. وہ نہیں اہل خیبر کی

زوجہ تھیں ۳ اصحاب رسول میں ان کے بارہ میں اختلاف تھا۔ اور ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اس کے حصہ میں آئے ۴ بقول جب دحیہ نے بحکم رسول صفیہ کو پسند کر لیا تو اصحاب نے رسول سے شکایت کی کہ ان کو صفیہ کیوں دیدی گئیں ۵۔ صفیہ کے دو شوہر پہلے ہو چکے تھے۔

ان حالات کے تحت میں ہر عاقل انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس موقعہ پر پیغمبر اسلام کو کیا کرنا چاہئے تھا۔! اگر بصورت اختلاف افراد لشکر اسلام پیغمبر اسلام کسی لشکری کو صفیہ دیدیتے تو یقیناً افراد لشکر میں بنیادی اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اور پیغمبر اسلام پر اعتراض کئے جاتے۔ اور ایک عورت کے معاملہ سے باہم پھوٹ پڑ جاتی۔ نہ معلوم اس کا نتیجہ کیا ہوتا اور بات کتنا طول کھینچتی چنانچہ حکمت نبوی کا تقاضا یہ ہوا کہ اس اختلاف کی بنیاد ہی کو ختم کر دیا جائے۔ اور صفیہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا جائے۔ تاکہ وہ اختلاف ہی مٹ جائے۔

سیاسی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے۔ تو اگر پیغمبر اسلام صفیہ کو کسی لشکری کو دیدیتے تو بہر حال صفیہ کنیز ہی رہتیں اور اس صورت میں حکمت و تدبر پیغمبر اسلام پر حرف آ جاتا۔ کیونکہ شریف النسل عالی خاندان کی بے عزتی ہوتی اور اس کی قوم و قبیلہ کے قلوب میں یہ زخم ہمیشہ تازہ رہتا کہ ہماری شہزادی اور رئیس قبیلہ کی زوجہ کو پیغمبر اسلام نے کنیزی میں دیدیا تھا۔ اس صورت میں بھی اقتضا حکمت رسول یہی تھا کہ صفیہ کو آزاد کر دیا جائے۔ اور اس کے آزاد کر دینے سے اس کی قوم کے دلوں کو فتح کر لیا جائے۔ اور آزاد کرنے کے بعد اگر صفیہ کو بغیر شوہر کے رہنے دیا جاتا تو بھی خلاف حکمت تھا۔ یا اگر اس کو اس کی قوم میں واپس کر دیا جاتا۔ تو بھی خلاف حکمت تھا۔ بلکہ بہترین صورت یہی تھی کہ رئیس لشکر اسلام پیغمبر اسلام اس کو اپنا رفیق زندگی بنا لے۔ پیغمبر اسلام کا یہ عمل بھی پُر از حکمت اور بہر صورت بہتر تھا۔

صفیہ کو بحیثیت اعلیٰ خاندان ہونے کے اور نیز رئیس قوم کی زوجہ ہونے کے اور بحیثیت اختلاف اہل اسلام مٹانے کیلئے یہی زیادہ مناسب تھا جو پیغمبر اسلام نے کیا۔ اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کے ایسا کرنے میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ بعد رسول فاتحین اسلام کیلئے بھی پیغمبر اسلام کا طریقہ عمل نمونہ بن کر قائم رہے۔ جب بھی اشراف قوم کی عورتیں اسیر ہوں تو ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا جائے۔ اور کسی موقعہ پر بھی ان کو ذلیل نہ کیا جائے۔ تاکہ اسلام کی شرفا نوازی اور اس کا حسن سلوک اقوام عالم کے دلوں کو اپنی جانب کھینچتا رہے اور اہل اسلام اس بلند کردار کی وجہ کا لازمہ ہے بزرگ و عزیز ہوتے رہیں۔

حوالہ نمبر ۳ سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام نے صفیہ سے کہا کہ تم اپنی سوت سے کہدو کہ میں ہارون نبی کی بیٹی اور موسیٰ نبی کی بھتیجی اور سردار الانبیاء محمد کی زوجہ ہوں۔ گویا پیغمبر اسلام نے یہ کہکر یہ بات ظاہر کردی کہ صفیہ اگر بظاہر اسیر اور کنیز تھیں مگر پیغمبر اسلام کی نگاہوں میں ان کی عظمت کتنی بلند تھی اور پیغمبر اسلام نے اس شریف خاندان عورت کا کتنا احترام کیا۔

اس طرز عمل نے کہ اہل اسلام کی غرض کبھی کسی کو ذلیل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اہل اسلام کی جنگ اور صلح سب تبلیغ دین کی خاطر ہوتی ہے۔ اور جب یہ جنگ ختم ہو جاتی ہے۔ تو وہ ہر شریف کی شرافت کا لحاظ ہی نہیں رکھتے بلکہ اس کی شرافت کو اور بھی بلند کر دیتے ہیں۔

صفیہ کے عقد کے بارہ میں متقدمین مورخین نے دشمنان اسلام مورخین کا تتبع کیا ہے اور صفیہ کے حسن و جمال وغیرہ کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے صفیہ کو اسی لئے اپنے لئے خاص کر لیا کہ وہ بہت ہی حسین و جمیل تھیں۔ مورخین کی یہ غلط راہروی ہے۔ اور انہوں نے پیغمبر اسلام کی سیرت کو اپنی سیرت پر قیاس کیا ہے۔ یا دشمنوں کی روایتیں نقل کر کے خود ذمہ دار اتہام بن گئے۔ مذکورہ تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ صفیہ پہلے سلام بن مشکم کی زوجیت میں رہیں۔ اور جب اس نے چھوڑ دیا تو کنانہ بن ربیع کی زوجیت میں رہیں۔ ظاہر ہے کہ صفیہ کے شباب کا زمانہ اور حسن و جمال و صباحت و ملاحت کا وقت تو دوسروں کی زوجیت میں گذر ہی گیا تھا۔ اب سبب مجاذب فطرت مرد کیا چیز باقی تھی۔ معمولی انسان کیلئے بھی ایسی عورت میں کوئی وجہ جذب نہیں ہو اکرتی نہ کہ اس شخص کیلئے جو بانی اصول معاشرت ہو۔ اور جس نے عرف تہذیب انسانی کے قوانین کے مرتب کرنے اور نافذ کرنے کیلئے اپنی ہر شے کو قربان کر دیا ہو۔

آپ کو یاد ہو گا جب اہل مکہ نے ابو طالب سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے محمد سے کہہ دیجئے کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے اور تبلیغ اسلام بند کر دے۔ اگر وہ کہے تو ہم اس کے سامنے نقرہ و زر کے انبار لگا دیں۔ یا کہے تو ہم بہترین حسین و جمیل عورت سے اس کا عقد کرا دیں۔ جب ابو طالب نے اہل مکہ کا یہ پیغام پیغمبر اسلام سے کہا تو پیغمبر اسلام نے یہی جواب دیا تھا۔ کہ چچا صاحب اگر وہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دیں اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں۔ تب بھی میں تبلیغ اسلام و اشاعت اصول تہذیب انسانی سے باز نہیں آؤں گا۔

ایسے صاحب نفس مدبر عالم کی ذات پر ایسے رکیک اتہامات لگانا بجز حماقت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ بہر حال پیغمبر اسلام کا یہ فیصلہ کہ وہ صفیہ سے عقد کر لیں۔ اور اس کو اپنی زوجیت کا شرف عطا

عطا فرمادیں عین حکمت تھا۔

حکمت چہل و نہم تفویض فدک بہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

واقعہ فدک کو قریب قریب ہر مورخ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے

اس کتاب میں گنجائش تو نہیں ہے کہ صدہا کتب تاریخ و حدیث کی اصل عبارات کو نقل کیا جائے مگر اہم و ضروری متفقہ کتب تاریخ کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ ان حوالجات کے پڑھنے سے خود ناظرین فیصلہ کرلیں گے کہ پیغمبر اسلام کے اس فعل میں کتنی حکمت موجود تھی۔ اور میں بھی استنباط نتائج کرتے ہوئے اس کی حکمت و مصلحت پر روشنی ڈالوں گا۔۔

(۱) ترجمہ تاریخ طبری مصنفہ محمد بن جریر یزید الطبری ترجمہ ابو علی محمد بن محمد البلغمی مطبوعہ نولکشور کانپور (ہند) ص۲۴۲۔

فصل در ذکر غزائے فدک و قصہ آن ہم
دراں ہفتہ با مردمان فدک صلح کردند۔
فدک برابر خیبر بود و در آں یہودان بودند

اسی ہفتہ میں اہل فدک کے ساتھ صلح کی گئی۔ فدک خیبر کے متصل تھا۔ اور اس میں یہودی رہتے تھے۔

(۲) روضۃ الصفا ص۱۳۵ جلد دوم۔۔۔۔

ذکر صلح فدک چوں حضرت مقدس نبوی نزدیک بخیبر رسید محیصہ بن مسعود را بجانب فدک کہ از اقصائے قلاع خیبر بود فرستاد تا اہالی آں موضع را دعوت کند و اگر تمرد نمایند شرط تخویف بجائے آورد محیصہ بموجب فرمودہ عمل نمودہ ایشاں گفتند کہ عامر و یاسر و حارث و سند یہود در نطاۃ مقیم اند و دہ ہزار مرد مقاتل دارند و گمان نمی بریم کہ محمد با ایشاں مقاتلہ تواند کرد محیصہ چوں دید کہ اہل فدک سر مصالحہ ندارند لبیدانہ دو روز خواست کہ مراجعت نماید یہود گفتند چنداں صبر کن کہ بارو ساد

ذکر صلح فدک پیغمبر اسلام جب خیبر کے قریب پہنچے محیصہ بن مسعود کو بجانب فدک روانہ کیا۔ فدک خیبر کے قلعوں میں سے دور ترمقام تھا۔ پیغمبر اسلام نے محیصہ کو حکم دیا کہ وہ اہل فدک کو دعوت اسلام دیں۔ اگر وہ لوگ سرکشی کریں تو ان کو خوفزدہ کریں۔ محیصہ نے حکم کی تعمیل کی اہل فدک نے کہا کہ عامر اور یاسر اور حارث اور سند یہودی نطاۃ میں مقیم ہیں ان کے پاس دس ہزار جنگجو موجود ہیں۔ ہم یہ گمان نہیں کر سکتے کہ محمد ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ محیصہ نے جب دیکھا کہ اہل فدک کو صلح نہیں کرنی ہے۔ تو دو دن

خود مشورت نمائیم و جمع را مصحوب تو گردانیم
پیش محمد فرستیم تا بساط صلح ممہد گردد
وقواعد مصالحت استحکام پذیرد و دریں
اثناء خبر قتل اہل ناعم بسمع آں جماعت
رسید بغایت ہراساں گشتند و با محیصہ
گفتند کہ آنچہ در باب خیبر و محمد با تو گفتیم
پوشیدہ دار تا ما جمیع حلی نسواں خویش
بتو دہیم چوں ملتمس شاں مبذول افتاد
یکے از روساء خویش کہ نون بن یوشع نام
داشت با طائفہ از یہود نزد حضرت نبوی
فرستادند تا مہم صلح اقرار دہند ......
جمہور اہل سیر در مصنفات خویش آوردہ اند
کہ بعد از قیل وقال وگفت وشنید مہم مصالحہ
برآں قرار گرفت کہ نصف اراضی خود را بہ رسول
اللہ صلعم دادند و نصف دیگر از آں ایشاں
باشد۔ و لہذا عمر ابن خطاب در ایام خلافت
خویش با جلاء ایشاں حکم فرمود و مقومان
بفدک فرستاد تا نصف زمینے کہ تعلق بآں
جماعت داشت بہا کردند و مبلغ پنج ہزار
درہم کہ قیمت زمینہا بود۔ فرمود کہ از بیت المال
تسلیم ایشاں نمودند۔ بعضے گویند کہ حضرت
رسالت بسوئے فدک امیر المومنین علی را
فرستاد و مصالحہ بدست امیر واقع شد
برآں نہج کہ امیر قصد خون ایشاں نکند و
حوائط خاص از آں رسول اللہ باشد۔ پس

کے بعد چاہا کہ واپس ہو جائیں۔ یہودیوں نے کہا کہ
تم اتنا توقف کرو کہ ہم اپنے سرداروں سے مشورہ
کر لیں اور ایک جماعت کو تمہارے ہمراہ کر کے محمد
کے پاس بھیجدیں کہ وہ لوگ صلح کی گفتگو کریں۔
اور صلح کے معاملات طے ہو جائیں۔ اسی اثناء میں
اہل ناعم کے قتل کی خبر ان کو پہنچی وہ خوفزدہ ہو گئے
اور محیصہ سے عرض کیا کہ ہم نے پہلے خیبر اور محمد کے
بارہ میں جو گفتگو کی ہے اس کو پوشیدہ اور مخفی
رکھو ہم تم کو اپنی عورتوں کا تمام زیور دیدیں گے
محیصہ نے ان کی بات مان لی۔ انہوں نے اپنے ایک
سردار کو جس کا نام نون بن یوشع تھا۔ معہ ایک گروہ
یہوداں کے۔ حضرت پیغمبر اسلام کے پاس بھیجا تاکہ صلح کی
بات چیت ہو سکے۔

...... تمام مورخین نے اپنی تصنیفات میں لکھا
ہے کہ بہت قیل وقال اور مباحثہ کے بعد یہ امر طے ہو گیا
کہ اہل فدک اپنی نصف اراضی کو پیغمبر اسلام کے سپرد
کر دیں اور نصف پر خود قابض رہیں۔ عمر ابن خطاب
نے اپنے عہد خلافت میں ان اہل فدک کے جلاوطن
کرنے کا حکم دیا اور حکام کو بھیجا تو اہل فدک نے
اپنی اراضی فروخت کر دی اور مبلغ پانچ ہزار درہم
ان کی اراضی کی قیمت کے بارہ میں حکم دیا کہ وہ
بیت المال سے ادا کر دی جائے۔ بعض مورخین
کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے اہل فدک کے پاس
امیر المومنین علی کو بھیجا تھا اور علی نے ہی صلح کر لی
تھی۔ اور وہ صلح اسطرح ہوئی تھی کہ علی ان کے قتل کا

جبرئیل فرود آمده گفت حق تعالی می
فرماید که حق خویشاں بده۔ رسول اللہ
فرمود که خویشاں کیانند و حق ایشاں چیست
جبرئیل گفت که۔
فاطمہ است حوائط فدک را بدو ده و آنچه
ازاں خدا و رسول است در فدک ہم بدو ده
پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے او مجتے نوشت
و آں وثیقہ بود که بعد از وفات رسول اللہ
پیش ابوبکر آورده گفت این کتاب رسول
خدا است که برائے من و حسن و حسین نوشته
است ۔۔

ارادہ نہ کریں اور اراضی فدک پیغمبر اسلام
کی ملکیت قرار دی جائے پس جبرئیل امین
نازل ہوئے اور پیغمبر اسلام کو بتایا کہ خدا حکم دیتا
ہے کہ اپنے قرابت داروں کا حق ادا کرو
پیغمبر اسلام نے جبرائیل سے پوچھا کہ وہ اقربا
کون لوگ ہیں۔ اور ان کا حق کیا ہے ؟
جبرئیل نے عرض کیا کہ ۔ وہ فاطمہ ہے اراضی
فدک فاطمہ کو دیدو اور فدک میں جو حصہ خدا
اور رسول کا ہے وہ بھی فاطمہ کو دیدو پیغمبر
اسلام نے فاطمہ کو طلب کیا اور ان کے لئے
ایک دستاویز تحریر کی لکھی۔ یہی وہ دستاویز
وثیقہ تھی جو بعد وفات پیغمبر اسلام فاطمہ ابوبکر کے پاس لائیں اور کہا کہ یہ تحریر پیغمبر اسلام کی
ہے جو انہوں نے میرے اور حسن اور حسین کیلئے لکھی ہے ۔

(۳) سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی :۔

تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے جس میں بہت سی بستیاں آباد ہیں ان کو وادی القریٰ
کہتے ہیں قدیم زمانہ میں یہاں عاد و ثمود آباد تھے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ
ثمود و عاد کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اسلام سے پہلے ان بستیوں میں آکر یہود آباد ہوئے
اور زراعت و آب رسانی کو بہت ترقی دی اور اب یہ یہود کا خاص مرکز بن گیا ۔
(معجم البلدان لفظ قریٰ)

(۴) ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۹۰ :۔

قال ابن اسحاق فلما فرغ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من خیبر
قذف اللہ الرعب فی قلوب اھل
فدک حین بلغھم ما اوقع اللہ
تعالیٰ باھل خیبر فبعثوا الی رسول اللہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا
نے معاملات خیبر سے فراغت پائی تو خداوند
عالم نے اہل فدک کے قلوب میں ایسا رعب
پیدا کر دیا کہ انہوں نے خود نصف حاصل
فدک پر مصالحت کرنے کیلئے آنحضرت صلعم

صلی اللہ علیہ وسلم لیصالحونہ علی النصف من فدک فقدمت علیہ رسلہم بخیبر او بالطریق او بعد ماقدم المدینہ فقبل ذلک منہم فکانت فدک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خالصۃ لانہ لم یوجف علیہا بخیل ور کاب۔

کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ چنانچہ ان لوگوں کا قاصد حاضر خدمت ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ قیام خیبر ہی کے زمانہ میں قاصد آیا اور بعض کہتے ہیں کہ راستہ میں شرف یاب خدمت رسول ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں آپ کے داخلہ کے بعد شرف حضوری سے بہرہ اندوز ہوا بہر حال آنحضرت صلعم نے ان کی درخواست کو قبول کیا۔ پس فدک رسول خدا کا خالصہ قرار پایا۔ کیونکہ اس میں جنگ و جہاد اور سواروں پیادوں سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (ابن ہشام)

(۵) تاریخ طبری ص ۱۵۸۹ جرمن :-

فکانت فدک لرسول اللہ خالصۃ لانہ لم یوجف علیہا الخیل ولا رکاب

فدک رسول خدا کا خالصہ قرار پایا اسلئے کہ بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوا۔

(۶) تاریخ ابوالفدا ۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۴ لکھنؤ :-

کان فتح خیبر فی صفر سنہ سبع للہجرۃ وسئل اہل خیبر رسول اللہ صلعم الصلح علی ان یساقیہم علی النصف من ثمارہم ویخرجہم متی شاء فنفعل ذلک وفعل ذلک اھل فدک وکانت خیبر للمسلمین وکانت فدک خاصۃ لرسول اللہ لانہا فتحت بغیر ایجاف خیل ۔۔

خیبر ماہ صفر ۷ھ میں فتح ہوا اور اہل خیبر نے پیغمبر صاحب سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ ان کو ان کے باغات کے پھل نصف ملا کریں اور آنحضرت صلعم جب چاہیں ان کو خارج البلد کر دیں۔ چنانچہ ان کی درخواست منظور کر لی گئی۔ اور ایسا ہی معاملہ اہل فدک کیساتھ بھی طے پایا۔ خیبر کی آمدنی مسلمانوں کیلئے تھی۔ اور فدک کی خالص رسول خدا کے لئے۔ اسلئے کہ وہ بغیر لشکر کشی کے فتح ہوا تھا۔

(۷) امام جلال الدین سیوطی تفسیر درمنشور :-

اخرج البزار وابو یعلی وابن ابی حاتم عن ابی سعید الخدری قال

بزار ابو یعلی اور ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب

لما نزلت هذه الآية وآت ذی القربیٰ حقہ اقطع رسول اللہ صلعم فاطمہ فدکا۔

آیہ وآت ذی القربیٰ حقہٗ نازل ہوئی تو پیغمبر نے فدک کی جائداد حضرت فاطمہ کو عطا کی۔۔۔

(۸) فی کنز العمال للشیخ علی متقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذی القربیٰ حقہ قال النبی یا فاطمہ لک فدک رواہ الحاکم۔

شیخ علی متقی نے کنز العمال کی کتاب الاخلاق کی فصل صلہ رحم میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوا تو جناب رسول خدا نے حضرت فاطمہ سے ارشاد کیا کہ اے فاطمہ فدک میں نے تجھ کو دے دیا۔۔۔

(۹) معارج النبوۃ ملا معین ہروی :۔

در مقصد اقصیٰ باین عبارت مذکور است بعضے گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد ومصالحہ بر دست حضرت امیر واقع شد بر آں نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشاں نکند و حوائط دخواص ازاں رسول باشد پس جبرئیل نازل شد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول اللہ گفت خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را بادوہ وآنچہ از خدا ورسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجت نوشت وآں وثیقہ کہ فاطمہ بعد از وفات رسول پیش ابو بکر صدیق آورد

مقصد اقصیٰ میں عبارت درج ہے بعض مورخین کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے علی کو خیبر کی طرف بھیجا تھا اور علی کے ذریعہ ہی صلح فدک واقع ہوئی تھی۔ اس شرط پر کہ علی اہل فدک کو قتل نہ کریں اور فدک کا تمام علاقہ پیغمبر اسلام کی ملکیت قرار پائے۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ خدا حکم دیتا ہے کہ اے پیغمبر اپنے اقربا کا حق دیدو۔ پیغمبر اسلام نے پوچھا کہ میرے اقربا کون ہیں۔ اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرئیل نے کہا وہ فاطمہ ہے علاقہ فدک فاطمہ کو دیدو اور فدک میں جو خدا اور رسول کا حصہ ہے وہ بھی اسکو دیدو پیغمبر اسلام نے فاطمہ کو طلب کیا اور فاطمہ کے حق میں تحریر لکھدی دی

وگفت ایں کتاب رسول خدا است کہ برائے من وحسن وحسین نوشتہ است۔

تحریری دستاویز تھی جو فاطمہ نے ابوبکر صدیق کو پیش کی تھی اور کہا تھا کہ یہ پیغمبر اسلام کی تحریر ہے جو میرے اور حسن وحسین کے بارہ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۰) ناسخ التواریخ جلد ۴ ص ۱۰۵

چوں رسول خدا فدک را بدست کرد بحکم ایں آیت مبارک کہ خداوند فرد فرستاد وآتِ ذو القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً۔ فدک را بہ فاطمہ تسلیم فرمود وفاطمہ باندکے از منافع آں رفع حاجت می فرمود وآنچہ زیادت بود براہلِ استحقاق انفاق میکرد چہ منافع فدک را سالے بہ بیست وچہار ہزار دینار وبرخے ہفتاد ہزار دینار رقم کردہ اند...

پیغمبر اسلام کا قبضہ جب فدک پر ہوگیا تو آپ نے خدا کی نازل کی ہوئی اس آیت کے مطابق کہ قرابت داروں اور مساکین اور مسافرین کو ان کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔ آپ نے فدک فاطمہ کو دیدیا۔ فاطمہ فدک کی آمدنی سے کچھ تو اپنا خرچ پورا کرتی تھیں اور جو بچتا تھا وہ مستحقین کو دے دیتی تھیں کیونکہ فدک کی آمدنی سالانہ ۲۴ ہزار دینار اور بعض مورخین کے نزدیک ۷۰ ہزار دینار تھی.....

(۱۱) ناسخ التواریخ قصہ فدک ص ۱۳۰ جلد اول کتاب دوم۔

رسول خدا علی را بفرستاد تا کتاب مصالحت بدست او تقریر یافت بداں شرط کہ حوائط فدک خاص رسول خدا باشد ولشکر آہنگ فدک نکند وآں کس کہ ایماں آورد رسول خدا خمس مال او بگیرد وآں کس کہ از مسلمانی بگشت مالش تمامت ماخوذ شد وچوں فتح فدک بلشکر سوارہ وپیادہ نبود تمامت خاص پیغمبر گشت وایں آیت مبارک مفاد ایں

پیغمبر اسلام نے علی کو بھیجا تا کہ صلح فدک علی کے ذریعے مکمل ہو اس شرط پر کہ علاقہ فدک پیغمبر اسلام کی ملکیت ہو اور فدک پر لشکر کشی نہ کی جائے۔ اور جو شخص ایمان لے آئے تو پیغمبر اسلام اس کے حصہ کا پانچواں حصہ بطور خمس لے وصول کریں اور جو شخص مرتد ہو جائے اس کا تمام مال ضبط کرلیا جائے۔ چونکہ فتح فدک بذریعہ لشکر اسلام نہیں ہوئی

معنی تواند بود۔
وما افاء الله علی رسوله منهم فما
اوجفتم علیه من خیل ولا رکاب
ولکن الله یسلط رسله علی من
یشاء والله علی کل شیئ قدیر وما
افاء الله علی رسوله من اهل القری
فلله وللرسول ولذی القربی و
الیتامی والمساکین وابن السبیل
کیلایکون دولة بین الاغنیاء
منکم وما اتیکم الرسول فخذوه
وما نهٰکم عنه فانتهوا واتقوا
الله ان الله شدید العقاب۔

تھی لہذا یہ تمام علاقہ پیغمبر اسلام کا قرار پایا
جو کچھ کافروں کے ملک و مال سے میں
نے اپنی نبی کو دیا اس پر تمہارے سوار و
پیادے نے چڑھائی نہیں کی تھی کہ اس
میں سے اپنا اپنا حصہ طلب کرو۔ ولکن خدا
اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے غالب
کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قادر ہے
جو کچھ کہ اللہ نے دیا اپنے رسول کو اہل القری
سے پس وہ خدا کا ہے اور رسول کا ہے
اور رسول کے قرابت داروں کا ہے۔ یتیموں
مسکینوں اور مسافرین کا ہے تاکہ تمہارے
اغنیا کے دست بدست نہ جائے۔ پس
تم کو جو رسول دیدے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو منع کرے اس سے دور رہو۔ اور خدا سے
ڈرو یقیناً خدا سخت عذاب کرنے والا ہے۔۔۔

ایں ہنگام جبرئیل علیہ السلام فرود شد
ودر حضرت پیغمبر اسلام عرض کرد۔ خدا
می فرماید حق خویشاں بدہ وایں آیت
مبارک بیاورد۔ فآت ذا القربی حقه
والمسکین وابن السبیل ذلک خیر
للذین یریدون وجه الله واولئک
هم المفلحون۔ چوں ایں فرمان برسید
کہ حق خویشاں بدہ پیغمبر فرمود۔
کہ ایں خویشاں کہ اند عرض کرد کہ فاطمہ
علیہا السلام است حوائط فدک را باو گذار
وحق خویش مطلب چہ خدا وند نیز حق خود

اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور پیغمبر
اسلام کے عرض کیا کہ خدا فرماتا ہے اقربا
کا حق دیدو اور یہ آیت لائے۔
اے پیغمبر اقربا مساکین اور مسافرین کو
ان کا حق دیدو۔ جو رضائے خدا چاہتے
ہیں ان کیلئے اس میں بہتری ہے اور وہی
لوگ فلاح یافتہ ہیں۔ جب یہ حکم پہنچا
تو پیغمبر اسلام نے فرمایا۔
کہ وہ اقربا کون ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا
کہ وہ فاطمہ ہے۔ علاقہ فدک فاطمہ کو دیدو۔
اپنا حق بھی نہ لو کیونکہ خدا نے قدیہ بھی

باو گذاشت و ایں فدک حصار در نشیب
خیبر بود ....
لاجرم رسول خدا فاطمہ را طلب داشت
و ایں آیۃ مبارک بر او قرائت فرمود
وآت ذاالقربیٰ فدک بدست کردہ بود تسلیم داد
وحوالۂ فدک را بدو گذاشت۔ فاطمہ
عرض کرد آنچہ بفرمان خدا از بہرہ من گشت
با تو گذاشتم پیغمبر فرمود ایں جملہ از بہر
خویشتن و فرزندان خود بدار و دانستہ
باش کہ بعد ازیں ایں فدک را از تو بستانند
و با تو منازعت و مشاجرت آغاز نہند ایں
وقت بفرمود تا صنادید صحابہ را انجمن
کردند و در مجلس ایشاں حوالۂ فدک
را با ہر ملک و مال کہ از انجا ماخوذ داشت
تسلیم فاطمہ داد و وثیقہ نگاشت کہ فدک
بایں خواستہ خاص فاطمہ و فرزندان
او حسن و حسین است۔

اپنا حق فاطمہ کو عطا کر دیا ہے۔ یہ فدک
ایک حصار نشیب خیبر میں تھا........
پیغمبر اسلام نے فاطمہ کو طلب کیا اور یہ
آیت تلاوت فرمائی اور جو منافع و مال
فدک سے آیا تھا۔ فاطمہ کو دیدیا۔ فاطمہ
نے عرض کیا کہ جو خدا کی جانب سے مجھ کو
عطا ہوا ہے۔ میں آپ پر چھوڑتی ہوں
پیغمبر اسلام نے فرمایا یہ تمام اپنے اور اپنے
بچوں کو دیدو اور جان لو کہ اس کے بعد
اس فدک کو تم سے لوگ چھین لیں گے
اور تم سے جھگڑا کریں گے۔ اس کے بعد
پیغمبر اسلام نے مخصوص و معروف اصحاب
کو جمع کیا۔ اور ان کی موجودگی میں ملک
و مال فدک فاطمہ کو دیدیا۔ اور ایک
وثیقہ لکھ دیا کہ فدک مطابق حکم خدا
فاطمہ اور حسن و حسین کا حق ہے۔

(۱۴) تفسیر منہج الصادقین ص۲۱۷ سورہ انفال پ۔

واعلموا انما غنمتم من شیئ فان للہ
خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ
والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل
ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علیٰ
عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن
واللہ علیٰ کل شیئ قدیرہ ...

اور یہ جان لو کہ جب کسی طرح کی غنیمت
تمہارے ہاتھ آئے۔ تو اس کا پانچواں
حصہ اللہ کا اور رسول کا اور رسول کے
قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں
کا اور مسافروں کا حق ہے۔ بشرطیکہ تم
اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس مدد پر جو
ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی جس دن دو گروہوں کی مڈبھیڑ ہو گئی تھی

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ۔۔۔

بدانکہ علماء جمہور متفق اند کہ اسم اللہ
در آیۂ تبرک است وقسمت خمس برائے
جماعت مذکورہ در حیات رسول اللہ
بودہ است ومراد از بذی القربیٰ
بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب اند وبنو
مطلب وبنی ہاشم شیئ واحد اند در
اسلام ۔۔۔۔۔

جان لو کہ تمام علماء متفق ہیں کہ اللہ کا
نام تبرک ہے اور خمس کی تقسیم مذکورہ
جماعت کیلئے ہے ۔ بعہد رسول ایسا
ہی ہوا ہے ۔ اور مراد ذی القربیٰ سے
بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب ہیں ۔ اور
بنو عبدالمطلب و بنو ہاشم اسلام میں
مساوی و ملحق ہیں ۔۔۔۔۔۔

وحسن بصری گفتہ کہ سہم رسول اللہ
لاولی الامر بعدہٗ واصحاب ما تقسیم آں می کنند
بشش قسم سہ قسم برائے رسول خدا
بودہ در حیات او وبعد از او برائے
امام است ومراد از بذی القربیٰ امام
است وثلثہ باقیہ کہ یتامی ومساکین
وابن السبیل اند از بنی عبدالمطلب
نہ کہ غیر ایشاں ۔۔۔

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ رسول
اللہ کا حصہ اولی الامر کیلئے ہے جو بعد
رسول کے ہو ۔ ہمارے اصحاب اس
کی تقسیم چھ حصوں پر کرتے ہیں ۔ تین
حصے رسول خدا کے خاص ہیں ۔ ان کی
زندگی میں اور ان کے بعد امام کا حق
ہے ۔ اور مراد بذالقربیٰ سے امام ہے
وباقی تین حصے یتیموں مسکینوں اور مسافرین
کیلئے ہیں ۔ جو اولاد عبدالمطلب سے ہوں نہ ان کے غیر کیلئے

عبارات مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں ۔

(۱) فدک پر اہل اسلام نے حملہ نہیں کیا ۔
(۲) فتح خیبر کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے اہل فدک نے فدک پیغمبر اسلام کے حوالے کر دیا
(۳) فدک ۷ھ میں پیغمبر اسلام کے قبضہ میں آیا ۔
(۴) فدک پیغمبر اسلام کا خالصہ و خاصہ تھا ۔
(۵) پیغمبر اسلام نے حکم خدا کی تعمیل کرتے ہوئے ۔ فدک اور اموال فدک کو فاطمہ کی ملکیت و قبضہ میں دیدیا ۔
(۶) ہر مال غنیمت میں خدا و رسول کا پانچواں حصہ ہے ۔ اور یہ پانچواں حصہ اولاد عبدالمطلب اور

اولاد ہاشم کا حصہ ہے۔

سطحی بین مورخین نے معاملہ فدک وخمس کو معمولی بات سمجھا۔ اور اس کا تذکرہ سرسری طور پر کرتے ہوئے منازل تاریخ نویسی سے آگے بڑھ گئے۔ حالانکہ یہ معاملہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور بعد پیغمبر اسلام اہل اسلام کے اتحاد وعظمت ومرکزیت کا سبب بنتا ہے۔ میں چند اہم پہلوؤں کا ذکر کرتا ہوں جن سے حکمت نظری وعملی پیغمبر اسلام نمایاں ہوگی۔

(۱) پیغمبر اسلام کی حیثیت حاکم دین ودنیا کی حیثیت تھی۔ پیغمبر اسلام احکام خداوندی کا نفاذ اہل عالم پر کرنے کیلئے آئے تھے۔ اسلئے تو وہ حاکم ..... دنیا تھے۔ اور علوم الٰہیہ وصفات خداوندی کے مظہر تھے۔ اور اس کے معلم اول تھے لہٰذا آپ حاکم دین تھے۔ جب یہ دونوں حیثیتیں پیغمبر اسلام کو حاصل تھیں تو ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کیلئے بیت المال مقرر کرتے اور بیت المال کی آمدنی کے ذرائع بھی بتاتے تاکہ ان کے بعد امت واہل اسلام افلاس کا شکار نہ ہوں۔ اور چونکہ افلاس مانع ترقیات دنیوی ہے لہٰذا ان کا افلاس ان کو پست اقوام میں شامل نہ کردے چنانچہ آپ نے صدقات زکوٰۃ اور مال غنیمت کو اہل اسلام کا حق قرار دیا۔ اور ان ذرائع سے اسلامی بیت المال ہمیشہ مملو رہا اور مسلمان روز بروز خوشحال ہوتے گئے۔ اور انہوں نے اس بیت المال کی بدولت وہ نمونے حکومت وصنعت وفنون وعلوم کے قائم کئے کہ اقوام عالم آج بھی ان کے کردار کی بلندی پر دنگ ہیں۔

عہد رسالت سے تا انتہائے خلافت بیت المال کا قیام رہا۔ اور اسی بیت المال کے ذریعہ اسلامی سلطنتوں کے خزانے مملو رہے۔ ان بیت المالوں میں روم، ایران، عراق اور عرب کی دولتیں سمٹ سمٹ کر آتی تھیں اور اسلامی مرکزیت کو استحکام ہوتا تھا۔ اسلامی دور کی کل ترقیاں اسی بیت المال کی رہین منت ہیں۔

پیغمبر اسلام نے زکوٰۃ ومال غنیمت کا طریقہ ایسا معین کیا کہ افراد قوم انفرادی طور پر نیز اجتماعی طور پر متمول وخوشحال ہوتے رہے۔

پیغمبر اسلام نے عام اہل اسلام کی فلاح وبہبود کیلئے جو کچھ کیا وہ تو عین حکمت تھا لیکن اگر وہ صرف اتنا ہی کردیتے اور بس تو یہ شہنشاہی اور دنیوی حکومت تو ہوتی۔ مگر کار نبوت ورسالت نہ ہوتا۔ کار نبوت تو یہ تھا کہ انسانی اقتصادیات اور مادی ترقیات کے ساتھ ہی ساتھ روحانیت کی تعلیم بھی ہوتی اور علوم ومعرفت اشیائے عالم وعرفان الٰہی کی نفاذ وترویج واشاعت کا بھی

انتظام کیا جاتا اور مرکز کار نبوت کو بھی نمایاں جگہ دی جاتی اور صاحبان معرفت و اہل علم و عمل کو بلند پایہ اور نمایاں مرتبہ دیا جاتا۔ اگر پیغمبر اسلام اس شق کو ترک کر دیتے تو دائرہ اسلام صرف حکومت دنیوی بنجاتا اس میں یہ جاذبیت و بلندئی مقاصد نہ پیدا ہوتی جو آج ہے پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کو دو حصوں پر تقسیم کیا ایک وہ جو عامۃ المسلمین کہلائے اور ایک وہ جو وارث علوم انبیاء، حامل علوم کتب سماویہ، واقف حقائق اشیا عارف ذات واجب الوجود اور مبلغ توحید کبریا تھے۔ ایسے افراد ظاہر ہے کہ نو مسلم نہیں ہوسکتے تھے اور نہ یہود نصاریٰ کے علماء ہی اس بلند منزلت کیلئے انتخاب کئے جاسکتے تھے۔ پھر اس طبقہ میں کون آتا بجز خاندان رسول و اہل بیت رسول کے کوئی دوسرا اس مرتبہ کا حقدار نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے ہر موقعہ پر اہل اسلام کو بتایا کہ بلحاظ نبوت و رسالت جو میری عزت و وقعت کرتا ہے وہ میرے اہل بیت اور میری اولاد کی بھی وہی عزت و وقعت کرے جیسی کہ وہ میری عزت کرتا ہے۔ آخر پیغمبر اسلام نے ایسا کیوں کیا۔ خواہ مخواہ اپنے خاندان کی حکومت عام مسلمانوں کے سر منڈھ دی یا کنبہ پروری کیلئے ایسا کیا۔ پیغمبر اسلام ایسے حکیم و مدبر کے بارہ میں ایسا خیال کرنا انتہائی تنگ نظری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کو بحیثیت نبی و رسول ہونے کے ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ اولاد و خاندان رسول اعلم ترین افراد اسلام تھے لہذا اعلم افراد کیلئے بھی ایسا ہی انتظام کرنا لازمی تھا جس کی وجہ سے ان افراد کو امتیازی شان حاصل ہو جائے۔ پیغمبر اسلام نے اس امتیازی حیثیت کو اسطرح قائم کیا کہ صدقات و مال غنیمت و زکواۃ وغیرہ کو اپنی اولاد اور خاندان کیلئے حرام قرار دیا۔ اگر پیغمبر اسلام صرف اتنا ہی کر دیتے کہ اپنے خاندان کے افراد کیلئے ان ذرائع آمدنی کو حرام کر دیتے۔ اور بس تو یہ عدل و انصاف نہ ہوتا بلکہ ظلم ہوتا۔ اور یہ فعل حکمت نہ ہوتا بلکہ فعل عبث ہوتا۔ کیونکہ اعلیٰ طبقہ انسانوں کا بدوں معیشت و بغیر روزی کے تباہ ہو جاتا۔ اور ان کے تباہ ہو جانے سے گویا علم قرآن علم انبیاء و اوصیاء سب تباہ ہو جاتے۔ پیغمبر اسلام نے اس اعلیٰ طبقہ کیلئے دو چیزیں مقرر فرمائیں۔

اول فئے دوم خمس۔ فئے وہ اشیاء، اراضی، باغات، اموال ہیں جو کفار سے بغیر جہاد کئے حاصل ہوں۔ ان کا پانچواں حصہ خمس ہے۔ و نیز دیگر ذرائع آمدنی سے بعد اخراج مصارف جو بچ جائے اس میں خمس ہے۔ مذکورہ حوالہ جات تاریخی و قرآنی سے ثابت ہوا کہ فدک پیغمبر اسلام کا خالصہ تھا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے خالصہ کو فاطمہ و اولاد فاطمہ کو دیدیا۔ گویا اپنے عمل سے اہل اسلام

کیلئے یہ مثال قائم کردی کہ وہ ہمیشہ فیٔ کو اولاد فاطمہ کا حصہ قرار دیتے رہیں اور اسی طرح مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) اولاد پیغمبر اسلام کی نذر کرتے رہیں۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر مسلمان ایسا کرتے رہیں گے تو اول تو وہ اپنے پیغمبر کے وقار و احترام کو باقی رکھیں گے۔ اور گویا یہ احترام پیغمبر اسلام حقیقی معنوں میں احترام اسلام ہوگا۔ اور اس طرح مرکزیت اسلام مستحکم و پائیدار رہےگی

دوم یہ کہ اگر اہل اسلام خمس و فیٔ ادا کرتے رہیں گے تو ان کو ہمیشہ خدا و رسول کا حق یاد رہے گا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رہیگا کہ خدا و رسول کے حقیقی جانشین وہی افراد ہوسکتے ہیں جو خدا و رسول کے حق کے حقدار ہیں۔ اور جب یہ طریقہ جاری رہے گا تو دین اسلام میں اختلاف و افتراق نہ ہوگا۔ کیونکہ وارثان حقوق خدا و رسول کو ہر مسلم جانتا و پہچانتا ہوگا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کی تائید قرآن نے بھی کی ہے۔۔

واعلموا انما غنمتم من شیئٍ فان للّٰہ خمسہ و رسول و ذی القربیٰ الخ

ترجمہ:۔ جان لو کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا و رسول اور رسول کے قرابت داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔ (حوالہ سابقہ ع۱۲)

ظاہر ہے کہ خدا اپنا حصہ لینے نہیں آئے گا۔ بعد رسول خود رسول بھی حصہ نہ لیں گے۔ پھر یہ کہاں جائیں گے بجز اس کے کہ رسول کے قرابت داروں میں سے جو یتیم ہوں گے مسکین ہوں گے۔ یا مسافر ہوں گے۔ ایسی صورت میں امت محمدی ہمیشہ یہ سمجھتی رہے گی کہ جو حقوق خدا و رسول کے حقدار ہیں۔ وہی قابل سیادت و ریاست ہیں اور وہی قابل احترام و توقیر ہیں۔ اس صورت میں پیغمبر اسلام کی توقیر بحیثیت نبی ہونے کے باقی رہے گی۔ اور ان کی نبوت کا اقرار ہی اصل دین اسلام ہوگا۔ اس طرح تا قیامت اسلام لازوال رہے گا۔

سوم یہ کہ یہ عہد پیغمبر اسلام و بعد پیغمبر اسلام صاحبان علم و معرفت و وارثان علوم انبیاء و کتب سماوی صرف اہل بیت رسول ہی تھے۔ گویا اہل اسلام میں اعلم بعد رسول یہی افراد تھے۔ تو پیغمبر اسلام نے جہاں امت کو ہر مال کے چار حصے دیئے پانچواں حصہ ان اہل علم کیلئے مقرر کیا گویا اس طرح وارثان علوم کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی فلاح و معاش کا انتظام کر دیا۔

چہارم پیغمبر اسلام بحیثیت حکیم نمونہ عمل تھے۔ جیساکہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے۔ لکم فی رسول اللّٰہ اسوہ حسنۃ (تمہارے لیے پیغمبر اسلام کی ذات میں اعلیٰ نمونہ موجود ہے)

اگر پیغمبر اسلام اپنی زندگی میں فاطمہ اپنی بیٹی اور اپنے نواسوں حسن و حسین کو اپنا وارث نہ بناتے اور اپنا

ورثہ فدک کو قرار دیگران کو حبہ نہ کرتے تو گویا کار نبوت نا تمام رہ جاتا۔ اور بعد رسول اہل اسلام کیلئے وراثت و میراث کے قوانین بھی نہ بنتے اور اہل اسلام کی اولاد ان کی مالک ہی نہ بنتی۔ گویا یہ کمی دستور اسلامی میں ایسی رہ جاتی کہ دین کامل سرتاسر ناقص ہی رہ جاتا۔ چونکہ ذات پیغمبر اسلام حیات انسانی و معاشرت انسانی کیلئے اعلیٰ نمونہ تھی۔ لہذا پیغمبر اسلام نے اپنی حیات ہی میں قانون میراث کو مکمل کر دیا۔۔

پنجم۔ صدقات، زکوٰۃ وغیرہ کو پیغمبر اسلام نے اپنے خاندان کیلئے حرام کر دیا ہے۔ حالانکہ قومی آمدنی کے یہ بہت بڑے حصے ہیں۔ ان کا حقدار اہل اسلام کو بنا دیا ہے۔ قانون عدالت اس امر کا مقتضی تھا کہ اولاد رسول کیلئے کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی مقرر کیا جاتا۔ ورنہ یہ صریحی ظلم ہو جاتا کہ لاتعداد مسلمانوں کیلئے تو سب کچھ ہے اور اولاد رسول کیلئے صرف فقر و فاقہ۔ اس مساوات و معیشت کے باقی رکھنے کیلئے بھی ضروری تھا کہ پیغمبر اسلام بہ مقتضائے حکمت خمس کو اپنی اولاد کا حق قرار دیں۔ چنانچہ حوالہ جات تاریخی سے ثابت ہے کہ پیغمبر اسلام نے خمس کو اپنے خاندان کا حصہ قرار دیا ہے۔ اور یہی اعلیٰ نمونہ حکمت نظری و عملی ہے۔۔۔

ششم۔ حوالجات تاریخی سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام نے اراضی فدک میں یہود کو آباد رہنے کی اجازت دیدی۔ اور ان کو یہ بھی حق دیا کہ وہ خدمت کاشتکاری و باغبانی کو باجرت کر سکتے ہیں یعنی مسلمان غیر مسلموں کو اپنا اجیر بھی بنا سکتے ہیں اور وہ حق کاشتکاری و باغبانی میں بحصہ معینہ یا مساوی شریک بھی ہو سکتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کے اس فعل حکیمانہ سے ان معترضین کی زبان بندی ہو گئی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام صرف بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اور مسلمان اپنے مفتوح اور مقبوضہ اقوام کو بغیر مسلمان بنائے اپنی حکومت میں رہنے ہی نہیں دیتے تھے اور غیر مسلموں کو بجبر مسلمان بنا لیا کرتے تھے۔ اور جب تک غیر مسلم اقوام مسلمان نہیں بن جاتی تھیں ان کا مال اور ان کی جان محفوظ نہیں ہوتی تھی۔ پیغمبر اسلام نے یہودیوں کو کہ اسلام کے انتہائی ابتدائی دشمن تھے مملکت اسلامی میں رہنے کی بھی اجازت دیدی اور ان کو کار زراعت وغیرہ میں اپنا شریک بھی بنایا۔ اور ان کو اپنا اجیر بھی بنایا۔ گویا پیغمبر اسلام کے اس فعل حکیمانہ سے ظاہر ہو گیا کہ تبلیغ اسلام برضا و رغبت کی جاتی تھی۔ بجبر کسی کو مسلمان نہیں بنایا جاتا تھا۔۔

یہودان خیبر و فدک کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جلا وطن کیا۔ گویا یہ فعل حکمت پیغمبر اسلام کے خلاف کیا گیا۔ اور اس نقش پر چلتے ہوئے بعد میں آنے والے خلفائے اسلام نے غیر مسلموں پر زیادتیاں

کیں۔ مگر مورخین و معترضین نے ان واقعات مابعد پیغمبر سے یہ غلط نتیجہ نکالا کہ اسلام بجبر غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پیغمبر اسلام اپنی زندگی میں کیوں یہودان خیبر و فدک کو اپنی ہی اراضی پر رہنے کی اجازت بھی دیتے اور ان کو حق کاشتکاری و باغبانی بھی دیتے۔ اور بعدہ مساوی ان کو شریک بھی بناتے۔ یہ تھے وہ اصول حکمتِ نظری و عملی جو اہل عالم کیلئے مشعل راہ حیات ہیں۔ اور غیر مسلموں کیلئے سبب قبول اسلام تھے۔ اور ہیں۔۔

حکمت پنجاہ سال ۷ھ عمرۃ القضاء

اس واقعہ کے متعلق اول تاریخی حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ بعد ازاں اس کی حکمت نظری و عملی پر غور فرمائیے گا۔

تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۳۶ :۔

چوں حضرت مقدس نبوی از قضائے ربانی و تقدیر سبحانی مظفر و منصور از خیبر و وادی القری مراجعت بمدینہ فرمود بر سر طوائف برایا کہ از نواحی مکہ و مدینہ بودند سرایا فرستاد و بعد ازاں فرمان داد کہ یاران بہ تہیہ اسباب سفر عمرۃ القضا مشغول شوند۔ فرمود کہ مجموع اصحاب کہ در صلح حدیبیہ ہمراہ بودہ اند دریں سفر موافقت نمایند ہیچکس از ایشان تخلف جائز ندارند۔ و ازاں جمع ہر کہ در قید حیات بود کارسازی خود کردہ ملازم رکاب ملک فرسا گشت و سہ صد نفر دیگر غیر اصحاب بیعت رضوان کمر بر میان جاں بستند۔ بالجملہ آنحضرت ابوذر غفاری را در مدینہ بخلافت تعین نمود و با دو ہزار کس و صد اسپ جنیبت و سلاح بسیار

پیغمبر اسلام جب فتح خیبر اور وادی القری کے بعد مدینہ واپس ہوئے تو آپ نے اطراف مکہ و مدینہ کے سرکشوں کی ہدایت کیلئے مسلمانوں کو بھیجا اس کے بعد فرمایا کہ اہل اسلام سفر عمرۃ القضا کی تیاری کریں۔ اور فرمایا کہ وہ سب اصحاب جو صلح حدیبیہ میں ہمراہ تھے وہ سب میرے ہمراہ چلیں۔ اور کوئی شخص ان میں سے باقی نہ رہے۔ اس جماعت کا ہر ایک شخص جو زندہ تھا وہ ہمراہ پیغمبر اسلام روانہ ہوا اور ان کے علاوہ تین سو افراد دوسرے بھی روانہ ہوگئے۔ پیغمبر اسلام نے ابوذر غفاری کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور دو ہزار افراد سو گھوڑے اور بہت اسلحہ زرہ و تلواریں۔ اور ساتھ

از خود و زرہ و شمشیر با شصت یا ہفتاد
شتر ہدی در ماہ ذی القعدہ سنہ سبع از
ہجری بہار کی و خرمی و خوبی بہ نیت
گذاردن عمرۃ از مدینہ بیروں آمدند ۔

یا ستر قربانی کے اونٹ ہمراہ لیکر ماہ ذیقعدہ
ساتویں ہجری کو بخوشی و خرمی مدینہ سے
عمرہ خانہ کعبہ کے ادا کرنے کیلئے روانہ
ہوئے ۔

(۲) بعضے گفتند یا رسول اللہ یکے از شروط
صلح آں بود کہ ہیچ سلاح بمکہ در نیاورند
مگر شمشیر در غلاف فرمود کہ اینہا را در حرم
در نمی آورم ۔ لیکن بنا بر احتیاط میبرم
کہ اگر قوم خلاف کنند و عہد بشکستند
اسلحہ نزدیک ما باشد ۔۔۔

بعض افراد نے عرض کیا اے خدا کے
رسول صلح کی شرائط میں یہ بھی تھا کہ آپ
اپنے ہمراہ مکہ میں کوئی ہتھیار نہ لائیں گے ۔
تلواریں بھی غلاف میں ہوں گی ۔ فرمایا ۔
کہ اسلحہ حرم میں نہ لے جاؤں گا ۔ احتیاطاً
ساتھ رکھی ہیں تاکہ اگر اہل مکہ عہد شکنی کریں
تو اسلحہ ہمارے ساتھ ہوں ۔

(۳) چوں رسول اللہ از مناسک عمرہ فارغ گردید
بخانہ کعبہ در آمد و بلال را فرمود بر بام
کعبہ برآمدہ بانگ نماز پیشین گفت ۔

پیغمبر اسلام جب عمرہ کعبہ سے فارغ ہوگئے
تو خانہ کعبہ میں داخل ہوئے ۔ بلال کو حکم دیا
کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان نماز ظہر دیں ۔

(۴) سہ روز از تشریف قدوم حضرت بگذشت
در روز چہارم سہیل بن عمرو و حویطب بن
عبد العزی نزد آنسرور آمدہ گفتند زمانے
کہ تعین یافتہ بود منقضی شد ۔۔۔۔۔

جب پیغمبر اسلام کو تین دن مکہ میں گذر گئے
چوتھے روز سہیل بن عمرو و حویطب بن
عبد العزی حاضر ہوئے اور کہا کہ معینہ وقت
ختم ہوگیا ۔۔۔۔۔۔

(۵) حکم فرمود تا نداء رحیل در دادند و فرمان
داد کہ ہیچ کس از یاران شب در مکہ نماند
و حضرت بجانب مدینہ توجہ فرمود ۔

پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ اعلان کوچ کر دیا
جائے کہ آج کی شب مکہ میں کوئی مسلمان نہ رہے
اور آپ مدینہ کو روانہ ہوگئے ۔۔۔

(الف) تاریخ طبری ترجمہ فارسی جلد چہارم صفحہ ۱۲۴
مطبوعہ نولکشور ۔

تاریخ طبری ترجمہ فارسی صفحہ ۱۲۴

فصل در ذکر غزائے عمرۃ القضائے موعود
چو موعود در رسید رسول خدا بمکہ رفت
و ہر کس کہ مسلمان بود با انحضرت بود و قریش

فصل ذکر غزوہ عمرۃ القضاء جب وقت
وعدہ آگیا پیغمبر اسلام مکہ گئے اور تمام مسلمان
پیغمبر اسلام کے ہمراہ تھے ۔ قریش نے راستہ

ایشاں را راه دادند و خود بر سر کوه ها
رفتند و پیغمبر بر اشترے نشستہ بود
و عبداللہ بن رواحہ مہار اشتر را
گرفتہ بود و بمکہ در آمدند و قریش در کوه ہا
نشستہ بودند و در مسلماناں می نگریستند
و آنحضرت گرد خانہ کعبہ اندر دوید و طواف
کرد و یارانش نیز ہمچناں کردند و بصفا شدند
و از اں کوه فرود آمدند و بر اں کوه
دیگر دویدند و سعی فرمودند میان صفا
و مروه و خلائق ہمچناں کردند و روز دیگر
میمونہ بنت حارث بن عبدالمطلب را
بزنی در قید از زوجات خویش در آورد
و چوں سہ روز بریں بگذشت حضرت رسالت
پناہی شتراں ہدی را قربانی کردند
و چوں ۔ ت مہلت تمام بود قریش
حویطب و سہیل بن عمر را بفرستادند
و گفتند ما شرط خویش وفا کردیم تو نیز
بر شرط خویش وفا کن و باز گرد در روز
چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم با صحاب باز گشتند ....

دیا اور اہل مکہ پہاڑوں پر چلے گئے۔ پیغمبر
اسلام ایک ناقہ پر سوار تھے۔ اور عبداللہ
بن رواحہ مہار شتر پکڑے تھے۔ مکہ میں
داخل ہوئے اور قریش پہاڑوں پر بیٹھے
ہوئے تھے۔ مسلمان دیکھ رہے تھے۔ پیغمبر اسلام
دوڑے اور طواف کعبہ کیا اصحاب نے بھی
طواف کیا۔ اس کے بعد صفا اور مروہ
پر سعی کی۔ لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا
دوسرے دن میمونہ بنت حارث
بن عبدالمطلب کو اپنی زوجیت میں
لیا۔ اور جب تین دن گذر گئے تو
آپ نے اپنے اونٹوں کی قربانی کی
اور جب مدت قیام ختم ہو گئی تو قریش
نے حویطب اور سہیل بن عمر کو بھیجا
اور کہا کہ ہم نے اپنی شرط پوری کر دی
اور اب تم بھی اپنا وعدہ پورا کرو اور
واپس چلے جاؤ۔ اور پھر اس کے
بعد چوتھے روز آنحضرت صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم اور سب اصحاب
واپس ہو گئے ..

(ج) ناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۰۹ (مطبوعہ ایران)

عمرہ قضا نیز در سال ہفتم ہجری واقع
شد......

عمرہ قضا بھی ہجرت کے ساتویں سال
واقع ہوا......

چوں رسول خدا از خیبر مراجعت فرمود
و بہ فتح کفار چند کس بسریہ مامور داشت

جب پیغمبر اسلام خیبر سے واپس ہوئے
تو کفار کو فتح کرنے کیلئے مسلمانوں کو سریہ

زیارت مکہ را بتعمیم عزم داد و در شہر
ذیقعدہ فرمان کرد تا اصحاب ساختہ سفر مکہ
شوند و عمرہ حدیبیہ را قضا کنند نیز حسب
زمان ہیچ کس از آں جماعت کہ حاضر حدیبیہ
بود ازیں سفر متقاعد نہ شد پس دو ہزار مرد
بشمار رفت ....

رسول خدا بر ناقہ قصوی سوار شدہ و
اصحاب گرد بے سوارہ و جماعتے پیادہ
ملازم رکاب شدند و شمشیر ہا در غلاف
گذاشتہ حمائل ساختند تلبیہ کناں از
ثنیہ حجون بمکہ در آمدند و عبداللہ بن رواحہ
مہار شتر بکشید - وایں رجز ہمیں خواند

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
قد انزل الرحمٰن فی تنزیلہ
فی صحف تتلی علی رسولہ
فان خیر القتل فی سبیلہ
نحن ضربناکم علی تاویلہ
کما ضربناکم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام من مقیلہ
ویذھل الخلیل عن خلیلہ
یارب انی مومن بقیلہ
انی رایت الحق فی قبولہ

ایں وقت عمر ابن خطاب روئے با
عبداللہ بن رواحہ کرد و گفت اے
عبداللہ در نزد رسول خدا و حرم خداوند

سریہ پر بھیجا اور خود زیارت مکہ کا ارادہ
کیا اور ماہ ذی قعدہ میں سامان سفر کی
تیاری کا حکم دیا - اور فرمایا کہ عمرہ
حدیبیہ کی قضا بجالائیں - حسب حکم
کوئی شخص بھی جو حدیبیہ میں موجود تھا
اس سفر سے باز نہیں رہا - رفقا کی تعداد
دو ہزار تھی ......

پیغمبر اسلام ناقہ قصوی پر سوار تھے - کچھ
لوگ سوار اور کچھ پیادہ روانہ ہوئے اور
تلواریں نیام میں رکھ لی تھیں - اور لبیک
کہتے ہوئے حجون کی طرف سے مکہ میں داخل
ہوئے - عبداللہ بن رواحہ مہار شتر
پکڑے ہوئے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے
تھے -

اے کفار راستہ چھوڑ دو - کیونکہ رسول
رحمٰن وارد ہوا ہے - تنزیل قرآن پر - جو
کتاب رسول پر نازل ہوئی ہے اس میں
جہاد فی سبیل اللہ کو بہترین جہاد بتایا
گیا ہے - ہم نے تاویل قرآن پر تم سے جہاد
کیا ہے جس طرح ہم تنزیل قرآن پہ جہاد
کر چکے ہیں - ہماری ضربیں سر شگاف اور
دوست کو دوست سے جدا کر دینے والی
ہوتی ہیں - اے اللہ میں رسول پر ایمان
رکھتا ہوں کیونکہ یہی طریق حق ہے --
اسوقت عمر ابن خطاب نے اپنا رخ عبداللہ

شعر ہمی گوئی پیغمبر فرمود اے عمر می شنوم و بردایتے فرمود او را بگذار کہ ایں شعر در کفار مضائے خدنگ آبدار کند وازاں پس فرمود اے عبداللہ بگو لا الٰہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہٗ و اعز جندہٗ و ہزم الاحزاب وحدہ۔۔

بن رواحہ کی جانب کیا اور کہا اے عبداللہ پیغمبر اور حرم خدا کے سامنے شعر کہتے ہو پیغمبر اسلام نے فرمایا اے عمر میں سن رہا ہوں بعض نے لکھا ہے کہ فرمایا کہ اے عمر عبداللہ کو شعر پڑھنے دے۔ کیونکہ یہ شعر دشمنوں کیلئے تیر تیز کا کام کر رہے ہیں اس کے بعد فرمایا اے عبداللہ کہو لا الٰہ اللہ وحدہٗ نصر عبدہٗ و اعز جندہٗ و ہزم الاحزاب وحدہ۔۔

حوالہ جات تاریخی کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔۔

(۱) جنگ خیبر کے بعد پیغمبر اسلام مدینہ تشریف لائے اور اس کے بعد آپ نے مختلف اصحاب معہ ضروری سپاہ کے مختلف مقامات پر بھیجا۔ تاکہ وہ پیام توحید کی تبلیغ کریں اور باغی اور نافرمان قبائل کو مطیع و حلیف بنائیں۔ پیغمبر اسلام کا یہ فعل انتہائی حکمت پر مبنی تھا۔ کیونکہ حکومت اسلامی کے مرکز کے قریب میں دشمنان اسلام کا باقی رہنا کسی وقت بہت ہی خطرناک صورت اختیار کر سکتا تھا۔ علاوہ پیغمبر اسلام کے علم میں تھا کہ وہ معہ لشکر اسلام کے قضائے عمرہ کیلئے کعبہ کو جائیں گے۔ ایسی صورت میں مدینہ میں فوج اسلامی کم رہ جائے گی اور وہ بھی مدینہ میں نہ رہیں گے۔ ایسی صورت میں اگر عنصر باغی و قبائل سرکش و دشمنان اسلام نے کوئی سازش کی تو اس کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے بعد فتح خیبر ضروری سمجھا کہ حوالی مدینہ کو دشمنوں کے خطرہ سے پاک و صاف کر دیا جائے۔ اور یہی فعل عین حکمت تھا۔

(۲) پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو افراد بھی سپاہ اسلام میں شامل تھے وہ سب عمرہ بجا لانے کیلئے مکہ جائیں۔ پیغمبر اسلام کے اس فعل میں یہ حکمت تھی کہ لشکر اسلام کے بعض نمایاں افراد صلح حدیبیہ میں منعقد کمزوری اسلام کے شکوک میں مبتلا ہو گئے تھے اور بعض اکابر نے تو یہاں تک کہا تھا کہ پیغمبر اسلام گویا رسول خدا ہی نہیں ہیں۔ ایسے کمزور عقیدہ کے مسلمان اگر اس موقعہ پر ساتھ نہ جاتے تو گویا ان کا ایمان کمزور رہ جاتا اور ان کے سلسلہ سے اولاد در اولاد کمزوری اسلام و پیغمبر اسلام کا چرچا تاریخی حیثیت اختیار کر لیتا۔ ضروری تھا کہ تمام صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو پیغمبر اسلام ساتھ

لائیں تاکہ ان کے قلوب سے شکوک رفع ہو جائیں اور وہ پختہ عقیدہ والے مسلمان بن جائیں۔ اور پھر ان پر صداقت قول پیغمبر بھی روشن ہو جائے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ اس قول پیغمبر اسلام پر بعض کو شکوک پیدا ہو گئے تھے اور حقانیت اسلام کے بارہ میں ان کا عقیدہ خراب ہو گیا تھا۔ اسلئے ضروری تھا کہ اس قول کی تصدیق عملی طریقہ پہ کردی جاتی۔ چنانچہ پیغمبر اسلام بڑی شان و شوکت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اور مناسک عمرہ معہ اصحاب و سپاہ اسلام کے ادا کیئے۔

۳) پیغمبر اسلام کے قضائے عمرہ موعود نے دشمنان اسلام کے قلوب میں غیر معمولی رعب اسلام پیدا کر دیا چنانچہ تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ وہ بار بار اہل اسلام پر حملہ کرنے والے کفار قریش اپنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر پہاڑیوں پر چلے گئے۔ اور شان پیغمبر اسلام کو دیکھ دیکھ دنگ ہوتے رہے۔

۴) پیغمبر اسلام نے شرائط کی بجا آوری پوری طرح کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ایفائے عہد کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ تین روز حسب شرائط گذر گئے تو پیغمبر اسلام نے واپسی کا حکم دیا حالانکہ یہ مہینہ ذیقعدہ کا تھا۔ اس کے بعد ہی حج کا مہینہ شروع ہوتا تھا۔ اگر شرائط کی بجا آوری اور ایفائے عہد کا لحاظ نہ کیا جاتا تو قاعدہ تو یہ کہتا تھا کہ پیغمبر اسلام کو معہ لشکر اسلام کے حج خانہ کعبہ بھی کر لینا چاہیئے تھا۔ مگر اس اہم عبادت پر آپ نے ایفائے عہد کی عبادت کو ترجیح دی اور اپنے اس فعل سے ثابت کر دیا کہ حقوق ناس ایفائے عہد میں مضمر ہیں اور شرائط معاہدہ کی بجا آوری حقوق ناس کی بجا آوری ہے اور یہی اہم عبادت ہے۔

۵) پیغمبر اسلام کے اس عمرہ قضا کے بجالانے نے اہل مکہ یا یوں کہوں کہ قدیم ترین دشمنان اسلام کے دلوں پر رعب اسلام کو ایسا مسلط کر دیا جو حقیقی معنی میں فتح مکہ کا پیش خیمہ بن گیا۔ اس عمرہ قضا کے بجالانے سے دشمنان اسلام کے زور اور زعم غرور کا خاتمہ کر دیا وہ سمجھ گئے کہ وہی شخص جسکو ہم نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر عمرہ کعبہ سے واپس کر دیا تھا آج وہ ایسی طاقت کا مالک ہے کہ اگرچہ اس کے رفقا و اصحاب کی تعداد تو وہی ہے جو سال گذشتہ عمرہ کے ارادہ سے آئی تھی۔ مگر ہم باوجود اپنے ملک و وطن کے اور اپنے شہر میں ہونے کے بھی اس کے مقابلہ سے مجبور رہیں اور نہ اس کو عمرہ کعبہ سے روک سکتے ہیں پیغمبر اسلام نے بھی اس موقع خاص پر شان اسلام کے اظہار کیلئے وہ انداز اختیار کیا

جو آپ کی عادت کے خلاف تھا۔ یعنی یہ کہ اول تو طواف بحالت سوار ہونے کے کیا دوسرے عبداللہ
ابن رواحہ صحابی کے ہاتھ میں اپنے ناقہ کی مہار دیدی اور عبداللہ بن رواحہ نے باآواز بلند رجز پڑ
شروع کیا اور عمر ابن خطاب نے ان کو روکنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں عبداللہ کو رجز سے نہ روکو
یہ موقع ہی اظہار شان اسلام کا ہے۔ پیغمبر اسلام چاہتے تھے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جتنا کہ
ممکن ہو رعب اسلام قلوب اہل مکہ پر طاری کر دیا جائے۔ تاکہ بوقت فتح مکہ یہ رعب اسلام
کام آئے اور فتح مکہ میں سہولت کا سبب ہو۔ اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے خیال کیا
تھا۔ کہ مکہ بدوں خونریزی کے فتح ہو گیا۔ جیسا کہ آئندہ واقعات سے معلوم ہوگا۔

(۶) پیغمبر اسلام کے اس فعل سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ عبادت واجبہ اگر کسی مجبوری سے ادا نہ ہو سکے
تو اس کو دوسرے وقت میں بہ نیت قضا ادا کر لیا جائے۔ عمرہ قضا صلح حدیبیہ کے وقت ادا
ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس کی نیت سے پیغمبر اسلام معہ دو ہزار افراد کے قریب مکہ پہنچ چکے تھے۔ مگر
چونکہ اہل مکہ نے اجازت نہ دی اور جنگ و جدال اور فساد پر آمادہ ہو گئے۔ اسلئے بمجبوری
عمرہ کو ترک کرنا پڑا۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد واپس ہونا پڑا۔ مگر حسب شرائط صلح حدیبیہ
جب وقت معینہ اور موعود آ گیا تو پیغمبر اسلام نے حکم دیدیا کہ جو افراد اس وقت صلح حدیبیہ
کے موقع پر میرے ہمراہ تھے وہ سب میرے ساتھ عمرہ قضا کے ادا کرنے کیلئے مکہ چلیں اور
اس حکم پر تاکید فرما دی کہ کوئی شخص بھی باقی نہ رہ جائے۔ یہ کیوں کہا گیا صرف اسلئے کہ
مسلمان بوجہ ترک عمرہ کے ماخوذ الذمہ نہ رہ جائیں بلکہ واجب کو بہ نیت قضا ادا کر کے رضائے
خدا کو حاصل کریں۔ علاوہ بریں پیغمبر اسلام کے اس فعل سے یہ بھی قانون اسلام بن گیا کہ واجب
و فرض جو منجانب خدا واجب و فرض کیا گیا ہے۔ بمجبوری خاص ترک ہو گیا ہو۔ اس کو یونہی
ہمیشہ کیلئے ترک نہ سمجھو بلکہ جب اس کے ادا کرنے کا موقعہ و محل آ جائے اور اس کو بسہولت
ادا کیا جا سکے تو ادا کرو۔ گویا وہ فریضہ متروکہ خدا کا قرض تمہارے ذمہ ہے۔ اس کی ادائیگی تمہارے
ذمہ واجب ہے۔ پیغمبر اسلام نے عمرہ قضا کو شرط صلح حدیبیہ میں رکھ کر اور اس کے بعد وقت
موعود پر عمرہ قضا بجا لا کر اعلیٰ حکمت عملی و فطری کے نمونے پیش کئے۔ اور اسلام کی آئندہ ترقی
استحکام کیلئے بکثرت مواد اپنے اس فعل حکیمانہ سے جمع کر لیا۔

حکمت بالائے حکمت تزویج رملہ المعروف بام حبیبہ ؓ

ناظرین اول واقعات تاریخی کو مطالعہ فرمائیں
اور پیغمبر اسلام کے اس فعل حکیمانہ پر غور کریں

(۱) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص ۳۱۳ :-

دریں سال ہفتم ہجری رسول خدا با ام حبیبہ
دختر ابوسفیان بن حرب زفاف کرد بجملۂ
ام حبیبہ نخست زوجہ عبید اللہ بن جحش
بود و باتفاق شوہر مسلمانی گرفت و نام
او رملہ است چوں در سرائے عبید اللہ دختر
آورد و حبیبہ نامید بہ ام حبیبہ ملقب گشت
و باتفاق شوہر از مکہ بجانب حبشہ ہجرت
نمود و در حبشہ شوہرش مرتد شد و در دین
ترسایان بمرد و ام حبیبہ در اسلام خویش ثابت
بود ....

سنہ ۷ھ میں پیغمبر اسلام نے ام حبیبہ دختر
ابوسفیان بن حرب سے زفاف کیا۔ ام
حبیبہ پہلے عبید اللہ بن جحش کی زوجہ تھیں
اور معہ شوہر کے مسلمان ہو گئی تھیں۔ ان کا
اصلی نام رملہ تھا۔ چونکہ عبید اللہ سے ایک
لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اسلئے ام حبیبہ نام
ہو گیا تھا۔ ام حبیبہ نے شوہر کے ہمراہ حبشہ
کی جانب ہجرت کی تھی۔ اور حبشہ پہنچ کر ان
کا شوہر مرتد ہو گیا تھا اور کافر ہو کر مرا مگر ام
حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

(۲) عمر ابن امیہ از جانب رسول خدا برسالت
حبشہ رسید و در مجلس نجاشی مکتوب پیغمبر
را کہ مشعر خواستاری ام حبیبہ بود برسانید
نجاشی ابرہہ کنیزک خود را بہ ابلاغ ایں
مژدہ بنزدیک ام حبیبہ فرستاد و فرمود
کسے را بوکالت نصب کند تا او را بہ نکاح
پیغمبر درآوریم۔ حبیبہ چوں ایں خبر بشنید
بر حلی و زیور کہ در بر داشت بمژدگانی ابرہہ
پیش گذرانید و در امر خود را بخالد بن سعید
بن عاص تفویض داشت و پس نجاشی مجلس
بساخت و جعفر بن ابی طالب و دیگر مسلمین
را انجمن کردہ خود بہ وکالت رسول خدا۔
ام حبیبہ را عقد بست و خود قرأت خطبہ کرد

عمر ابن امیہ پیغمبر اسلام کی جانب سے خط
لیکر حبشہ گئے اور شاہ حبشہ نجاشی کو پیغمبر
اسلام کا خط پہنچایا جس میں ام حبیبہ کی خواستگاری
پیغمبر اسلام نے کی تھی۔ نجاشی نے اپنی کنیز ابرہہ کے
ذریعہ ام حبیبہ کو یہ مژدہ پہنچایا اور کہا کہ کسی کو اپنا
وکیل بنا دو تاکہ میں آپ کو پیغمبر اسلام کے نکاح
میں لا سکوں ام حبیبہ نے جب یہ مژدہ سنا تو نجاشی
کی کنیز ابرہہ کو اپنا تمام زیور بطور انعام دیدیا اور اپنا
وکیل خالد بن سعید کو بنا دیا۔
نجاشی نے محفل میں جعفر بن ابی طالب اور دوسرے
مسلمانوں کو جمع کیا اور آپ خود وکیل پیغمبر اسلام
کی حیثیت سے ام حبیبہ کا نکاح پڑھا اور یہ
خطبہ پڑھا :-

الحمد للہ الملک القدوس السلام المومن المہیمن العزیز الجبار اشہد

ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدً عبدہٗ ورسولہ وانہ الذی بشر بہ عیسیٰ بن مریم اما بعد فان رسول اللّٰہ کتب الی ان ازوجہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان فاجبت الی ما دعی الیہ رسول اللّٰہ واصدقتہا اربع مائۃ دینار۔

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں۔ جو مالک ہے، قدوس ہے، سلام، مومن اور غالب ہے اور جبار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللّٰہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ اور محمد اس کے عبد اور رسول ہیں۔ اور وہ رسول ہیں جن کے بارہ میں عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی۔ اسکے بعد پیغمبر نے مجھ کو لکھا ہے۔ کہ میں ام حبیبہ کا نکاح پڑھادوں میں نے قبول کیا ہے کہ میں اسکو پورا کر دوں۔ اور میں نے چار سو دینار مہر مقرر کیا ہے۔

(۳) صفحہ ۳۸۳:۔ چوں خبر ایں ترویج با ابوسفیانؔ رسید۔ گفت۔ جب اس نکاح کی خبر ابوسفیان کو پہنچی تو اس نے کہا۔

ذاک الفحل لا یقدع انفہ؎

واقعات مذکورہ نے ثابت کیا کہ رملہ یعنی ام حبیبہ عبد اللّٰہ بن حجش کی زوجہ تھیں اور ابوسفیان بدترین دشمن اسلام کی لڑکی تھیں اور مسلمان ہو گئی تھیں ہجرت حبشہ میں اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھیں عالم مسافرت میں شوہر نے دغا دی کہ مرتد ہو گیا۔ اب دو ہی صورتیں ممکن تھیں کہ ام حبیبہ بھی شوہر کے ساتھ مرتد ہو جائیں۔ اس صورت میں ان کا باپ ابوسفیان بھی خوش ہوتا کیونکہ وہ مخالف اسلام تھا۔ اور دشمن پیغمبر اسلام تھا۔ شوہر بھی راضی رہتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ وہ حبشہ ہی میں کسی غیر مسلم سے تعلق کر لیتیں یا داشتہ بنکر رہتیں۔ ایک صورت یہ بھی ممکن تھی کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے معدودے چند مسلمانوں میں سے کوئی مسلم ام حبیبہ سے عقد کر لیتا۔ اس آخری صورت کیلئے تو کسی مسلمان مہاجر حبشہ کی رغبت نہیں معلوم ہوئی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کہیں نہ کہیں تاریخ اسلام میں اس کا سراغ مل جاتا۔ اب صرف دو ہی صورتیں باقی رہتی ہیں۔ یا شوہر کے ساتھ مرتد ہو جائیں یا غیر مسلم کے ساتھ تعلق کر لیں۔ مگر ان کے استحکام ایمان نے شوہر کے ساتھ مرتد نہیں ہونے دیا۔ بلکہ انہوں نے محبت اسلام کی وجہ سے شوہر کو چھوڑ دیا۔ پھر ایسی مسلمہ کب کسی غیر مسلم کی جانب اپنی نظر اٹھا سکتی تھیں۔ البتہ یہ ممکن تھا کہ ان کو لاوارث سمجھ کر کوئی رئیس قبیلہ غیر مسلم ان پر قابض و متصرف ہو جاتے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو بظاہر مہاجرین حبشہ اور اہل اسلام کی ہتک ہو جاتی

؎ بنت ابوسفیان

اور رملہ بھی بے گناہ ومجبور رہ جاتیں - گویا ان کی مدد کسی مسلمان نے نہیں کی - لہٰذا ہر طرح سے یہی بہتر تھا کہ جو پیغمبر اسلام نے بہ اقتضائے حکمت کیا اور وہ یہ کہ شاہ حبش کو اپنا وکیل بنا دیا - اور اس لاوارث اور شوہر سے دغا یافتہ اور مسافرہ سے عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا - رسول اسلام کے اس فعل حکیمانہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :-

(۱) رملہ نے جس پختہ عزم کے ساتھ اسلام پر باقی رہنے کا ارادہ کیا تھا اس کا صلہ اس کو مل گیا کہ خود بانیٔ اسلام نے اسکو اپنی زوجیت کا شرف بخشا اور بلحاظ رسوم اعراب اس کو حقارت وذلت سے بچاتے ہوئے اعلیٰ مرتبہ عطا فرما دیا -

(۲) شاہ حبشہ جو تازہ مسلمان ہوا تھا - اس کو رسوم اسلام کے ادا کرنے کا اختیار دیکر پیغمبر اسلام کے عقد کا وکیل بننے کا شرف دیکر اور اس کی زبان سے صیغۂ عقد وخطبۂ عقد پڑھوا کر رسوم اسلام کا عامل بنا دیا - علاوہ بریں اس کے اسلام کو اس فعل سے اور بھی زیادہ استحکام دے دیا کہ وہ پیغمبر اسلام کے عقد کرنے کا وکیل رہ چکا ہے - گویا اس کیلئے اس عقد کو شرف ذات بنا دیا - اس کے علاوہ جب شاہ حبشہ نے رسول کی جانب سے رملہ سے عقد پڑھایا - تو یہ خبر اس کی مملکت میں مشہور ہوگئی - کیونکہ بادشاہوں کے افعال جو عام مجالس ومحافل میں ظاہر ہوتے ہیں - وہ رعایا میں جلد مشہور ہو جاتے ہیں - اس خبر کے ملک بھر میں پھیلنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی رعایا بھی بہ پیروی وبہ تاسی بادشاہ رسم نکاح اسلام پر عامل ہوگئی - اور طریقہ نکاح کو جو اسلام میں رائج ہے پسند کر کے اس پر عمل کرنے کیلئے مستعد ہوگئی - اور عہد جاہلیت کی حرام کاری اور بے اصولی تزویج سے کنارہ کش ہوگئی -

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہوا کہ اگر رملہ کو اس غیر ملک میں اہل اسلام میں سے کوئی اپنے عقد میں لاتا - تو خود اہل اسلام میں تنازعہ پیدا ہونے کا امکان تھا - وہ اندیشہ بھی پیغمبر اسلام کے اس فعل سے ختم ہوگیا -

(۴) چوتھے یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی غیر مسلم رملہ کو اپنے قبضہ میں لے لیتا اور فساد کی شکل پیدا ہو جاتی - مگر جب کہ شاہ حبشہ خود وکیل پیغمبر اسلام بن گیا تو یہ خدشات بھی فنا ہوگئے اور رملہ کا عقد پیغمبر اسلام کے ساتھ اس شان وشوکت سے ہوا کہ وہ جتنا بھی فخر کرے بجا ہے کیونکہ اس کا عقد بلند ترین شخصیت سے ہوا - اس کا عقد شاہ حبشہ نے خود پڑھایا - اور اس کی رسوم شادی شاہی طور پر پوری کی گئیں -

(۵) پانچواں یہ فائدہ ہوا کہ جب شاہ حبشہ محفل عقد میں خطبہ نکاح پڑھنے کیلئے بیٹھا اور اس نے خدا کی ثنا اور رسول خدا کی تعریف اور الفاظ خطبہ نکاح اپنی زبان سے ظاہر کئے تو اس کے مسلمان ہونے کا اقرار بر سر محفل ہو گیا۔ اور یہ خبر اس کے ملک میں پھیلی تو گویا اس طرح تمام ملک اس کے مسلمان ہونے سے واقف ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ جب بادشاہ بخوشی مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کی رعایا بھی بخوشی مسلمان ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ اہل حبشہ نے اسلام بخوشی دل و جان سے قبول کیا۔

حکمت پنجاہ و یکم نشہ مکتوبات بہ حاکمان عمان قریہ ہائے مختلفہ

ان واقعات کے متعلق پہلے تاریخی واقعات ملاحظہ ہوں۔ ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران صفحہ ۳۱۴ جلد اول۔

(۱) دریں سال رسول خدا غالب بن عبداللہ لیثی را با یکصد و سی تن از اصحاب گسیل از جہت منیفہ داشت تا جمع از بنی ثعلبہ و بنی عبد بن ثعلبہ را تنبیہ کند ایشاں رفتند و بسیار کس از انجماعت را بکشتند و شتر و گوسفند فراواں بمدینہ آوردند

اس سال میں پیغمبر اسلام نے غالب بن عبداللہ لیثی کو معہ ایک سو تیس افراد افرود کے راستہ منیفہ کی جانب روانہ کیا تاکہ وہ بنی ثعلبہ و بنی عبد بن ثعلبہ کو تنبیہ کریں وہ لوگ گئے اور ان کی کثیر جماعت کو قتل کیا اور اونٹ اور بکریاں مدینہ لائے۔

(۲) و ہم دریں سال عبداللہ بن ابی حدرد بفرمان رسول خدا باہنگ اضم از مدینہ بیروں شد ابو قتادہ و محلم بن جثامہ با جماعت از صحابہ در جیش او بودند چناں افتاد کہ عامر بن الاضبط الاشجعی باہنگ حضرت رسول خدا طے مسافت می کرد و در عرض راہ بالیشاں دو چار شدہ و تحیت اہل اسلام بگفت و مسلماناں جواب باز ندادند و محلم او را بقتل آورد ایں بود تا آں ہنگام کہ لشکریاں باز مدینہ شدند

اسی سال عبداللہ بن ابی حدرد پیغمبر اسلام کے حکم سے با رادہ اضم مدینہ سے باہر گئے۔ ابو قتادہ و محلم بن جثامہ اور اصحاب دیگر ان کے لشکر میں تھے۔ یہ واقعہ ہوا کہ عامر بن الاضبط الاشجعی با رادہ جنگ پیغمبر اسلام آ رہا تھا۔ راستہ میں یہ دونوں دوچار ہو گئے بطریق اہل اسلام سلام کیا مسلمانوں نے جواب نہیں دیا اور محلم نے اس کو قتل کر دیا یہ واقعہ ہوا۔ اور لشکری مدینہ واپس آ گئے

....

و پیغمبر با محلم عتاب آغازید و فرمود چرا مسلمانے را بقتل آوردی محلم گفت از بیم مرگ کیش مسلماں شعار ساخت۔
رسول خدا فرمود مگر دل او را بشگافتی و اندیشہ او را باز یافتی۔ محلم در حضرت رسول خدا خواستار شد کہ بدرگاہ یزدانش طلب آمرزش کند پیغمبر فرمود لا غفر اللہ لک۔ محلم برخواست و گریاں از مجلس رفت بدر بردو آب دیدہ بدامے خویش می سترد بعد از ساعتے و بروایتے بعد از ہشت روز جاں بداد۔

پیغمبر اسلام نے محلم پر عتاب کیا اور فرمایا کہ تم نے مسلمان کو کیوں قتل کیا؟ محلم نے عرض کیا کہ اس نے خوف جان سے اظہار اسلام کیا تھا۔ پیغمبر نے فرمایا کہ شاید تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ محلم نے پیغمبر اسلام سے عرض کیا۔ کہ درگاہ خدا میں میری بخشش کی دعا کریں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ خدا تجھ کو معاف نہ کرے۔ محلم روتا ہوا چلا گیا۔ اور اسی صدمہ سے آٹھ روز میں مرگیا.....

۳) وہم دریں سال رسول خدا عبداللہ بن رواحہ را باسی سوار بدفع بشیر بن رزام یہودی را مامور داشت ہماناں بشیر بن رزام قبیلہ غطفان را بجنگ پیغمبر تحریص ہمی داد۔

اسی سال پیغمبر اسلام نے عبداللہ بن رواحہ کو معہ تیس سواروں کے بشیر بن رزام کے دفع کرنے کو مقرر کیا۔ بشیر بن رزام قبیلہ غطفان کو پیغمبر اسلام کی جنگ پر آمادہ کرتا تھا۔

۴) وہم دریں سال عینیہ بن حصین بفرمان رسول خدا قبیلہ بنی عنبر مامور شد و این بنی عنبر از قوم بنی تمیم اند کہ نسبت باولاد اسمٰعیل علیہ السلام می رسانند بالجملہ عینیہ با جماعتے از اصحاب را برگرفت و بر بنی عنبر تاختن برد و گروہے را بکشت و زنان و فرزندان ایشاں را اسیر گرفت

اسی سال عینیہ بن حصین کو پیغمبر اسلام نے قبیلہ بنی عنبر پر مقرر کیا اور یہ بنی عنبر قوم بنی تمیم سے ہیں۔ جو اپنا نسب اسمٰعیل علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عینیہ نے بنی عنبر پر حملہ کر دیا۔ اور ایک گروہ کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔

۵) و دریں سال رسول خدا فرمان کرد۔ تا غالب بن عبداللہ لیثی باراضی کدید تاختن برد و جماعت بنی الملوح را غارتے افگندہ

اسی سال پیغمبر اسلام نے غالب بن عبداللہ لیثی کو علاقہ کدید پر مامور کیا۔ غالب گئے اور بنی الملوح پر حملہ کر کے غارت کیا۔

(۹) و ہم دریں سال رسول خدا غالب بن عبد اللہ
لیثی را فرمان کرد۔ کہ بارض فدک تاختن
کردہ گروہ کافران بنی مرہ را کیفری بسزا
کند چہ در سریہ بشر بن سعد چنانکہ بدان
اشارت شد جماعتے از مسلمین را بقتل آوردند
.... بالجملہ غالب ابن عبد اللہ
بالشکر خویش از مدینہ بیرون شتافت و
طے مسافت کردہ بکنار مراتع بنی مرہ آمد و
ایشاں در حواشی در حوالی فدک جائے داشتند
چوں آمدن از لشکر اسلام آگاہ شدند صف
راست کردند و بہ جنگ پیوستند مسلمین
غلبہ جستند و بسیار کس از کافران را بکشتند
و زن و فرزندان ایشاں را بندہ گرفتند و
مواشی براندند و باز بمدینہ شدند رسول
خدا غالب ابن عبد اللہ را در بر گرفت و
پیشانیش ببوسید ..

اسی سال پیغمبر اسلام نے غالب بن عبد اللہ
لیثی کو حکم دیا کہ فدک پر حملہ کریں اور بنی مرہ
کے گروہ کافراں کو سزا دیں۔ کیونکہ سریہ
بشر بن سعد میں جیسا کہ اشارہ لکھا جا چکا
ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا
مختصر یہ کہ غالب مع لشکر کے مدینہ سے
چلے۔ اور اراضی بنی مرہ پر پہنچے۔ انہوں نے
مقابلہ کیا۔ آخر مسلمانوں کو غلبہ ہوا۔ اور
مال غنیمت میں۔ عورتیں اور مویشی وغیرہ
حاصل ہوئے۔ غالب جب مدینہ پہنچے تو
پیغمبر اسلام نے گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ
دیا۔

واقعات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام دشمنوں کی سازشوں اور ان کے مختلف حصوں میں جمع ہو کر اور موقعہ کا انتظار کر کے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدابیر سے باخبر رہے۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے اجتماع اور ان کی تخریبی کارروائیوں کو دفع فرماتے رہے۔ اور ایسا کرنا بہ اقتضائے حکمت و سیاست ضروری تھا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام کے سامنے ابھی فتح مکہ کا معاملہ درپیش تھا۔ آپ بخوبی جانتے تھے کہ جب مدینہ سے افواج اسلامی مکہ پر جائیں گی تو یقیناً یہ مختلف قبائل اور دشمنان اسلام مجتمع ہو کر مرکز اسلام یعنی مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اسلئے ضروری تھا کہ حوالی مدینہ اور نواح مرکز اسلامی کو خطرات دشمن سے صاف کر دیا جائے۔ چنانچہ ۸ھ میں پیغمبر اسلام نے نواح مدینہ کو دور دور تک دشمنوں کے خطرات سے صاف کر دیا۔ اور بار بار سازش کرنے والے اور حملہ کرنے کا ارادہ کرنے والے قبائل کو تباہ کر دیا۔ یا زیر حکومت اسلام کر لیا۔ یا ان کے حوصلے پست کر کے ان کو نکما بنا دیا۔ تاکہ

وہ مرکز اسلام پر حملہ کا ارادہ دل میں نہ لا سکیں۔۔

تاریخی حوالہ نمبر ۲ میں یہ واقعہ درج ہے۔ کہ محلم بن جثامہ نے عامر بن الاضبط کو قتل کر دیا۔ پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ عامر مدینہ آرہا تھا۔ اور اس نے اثنائے راہ میں مسلمانوں کو سلام کیا تھا بظاہر مسلمان تھا۔ آپ کو بہت غصہ آیا۔ محلم پر آپ ناراض ہوئے۔ اسکے بَد دعا کی و نیز یہ بھی فرمایا کہ اے محلم کیا تونے عامر کے سینہ کو چیر کر دیکھا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ خوف جاں سے اظہار اسلام کرتا ہے۔ مطلب پیغمبر اسلام کا یہ تھا کہ جب بظاہر کوئی شخص اظہار اسلام کرے تو وہ مسلمان ہی کہلائے گا۔ اور اس کو اہل اسلام کے کل حقوق دیئے جائیں گے اور اس کی جان اور مال کی ذمہ داری دین اسلام پر ہوگی۔ چنانچہ محلم نے دین اسلام کے خلاف کام کیا تھا۔ اور یعنی قتل مسلم لہذا قابل معافی نہیں تھا۔ محلم پیغمبر اسلام کی ناراضگی کی تاب نہ لا سکا اور روتے روتے تیسرے دن مرگیا۔ اس موقعہ پر ہو سکتا تھا کہ پیغمبر اسلام اس کو معاف کر دیتے۔ مگر ایسا کرتے تو یہ فعل حکمت نہ ہوتا۔ کیونکہ محلم کا یہ فعل پیغمبر اسلام کی ذات کے کیلئے نہ تھا۔ اور نہ حقوقِ خدا کے بارہ میں تھا۔ بلکہ محلم کا یہ فعل حقوق عباد کے بارہ میں تھا۔ حقوق عباد کو پیغمبر اگر معاف کر دیتے۔ تو ایک کلیہ بن جاتا کہ خدا بھی حقوق عباد کو روز قیامت معاف کر دے گا۔ حالانکہ اصول اسلام یہ ہے کہ خدا عادل ہے اور وہ اپنی خوشی سے اپنے حقوق کو جو انسانوں پہ ہیں معاف کر دے گا۔ مگر حقوق عباد اور مومنین کا بدلہ لیگا۔ اور یہی اقتضائے عدالت خداوندی ہے۔ اور یہی اقتضائے حکمت نبوی تھا۔

حکمت پنجاہ و دوم غزوۂ موتہ جمادی الآخر ۸ھ

ناظرین پہلے واقعات کی نوعیت ۸ھ کو تاریخی روشنی میں ملاحظہ کریں۔۔

کتاب ناسخ التواریخ جلد اول ص۳۱۱:۔

موتہ باہمزہ نام قریہ است از قرایائے بلقا کہ در اراضی شام افتادہ است و از انجا تا بیت المقدس دو منزل مسافت است مع القصہ رسول خدا دریں سال بدست حارث بن عمیر ازدی بسوئے حاکم بصری مکتوب کردہ و حارث طیّ طریق کردہ بارض موتہ آمد در انجا شرجیل

ترجمہ۔ موتہ ایک قریہ کا نام ہے جو بلقا میں واقعہ ہے اور یہ علاقہ شام کا ہے اور بیت المقدس تک دو منزل کا فاصلہ ہے۔ پیغمبر اسلام نے حارث بن عمیر ازدی کو حاکم بصریٰ کے پاس دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا۔ حارث بعد طے منازل علاقہ موتہ میں پہنچے۔ اس وقت اس جگہ شرجیل

بن عمرو غسانی کہ از بندگان درگاہ قیصر
بود باو دوچار شد و گفت بکجا میشوی گفت
شام گفت گمان دارم کہ رسول محمد امین باشی
حارث گفت بلی رسول خدا ایم شرجیل حکم داد
تا اورا القبق آوردند بجز حارث ہیچک از
فرستادگان رسول خدا مقتول نگشت ۔۔

بن عمرو غسانی جو دربار قیصر روم کی طرف
سے حاکم تھا موجود تھا۔ اس سے ملاقات
ہو گئی۔ شرجیل نے حارث سے پوچھا کہ
کہاں کا ارادہ ہے۔ جواب دیا شام کا۔
شرجیل نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ تو پیغمبر اسلام
کا قاصد ہے۔ حارث نے اقرار کیا کہ میں قاصد
پیغمبر اسلام ہوں شرجیل نے یہ سنکر حارث کو قتل کرا دیا اور بجز حارث کے کوئی مسلمان
قتل نہیں ہوا ۔۔۔

چوں ایں خبر منتشر شد پیغمبر سخت برآشفت
و فرمان داد تا لشکریان اعداد کار کردہ بارض
جرف بیروں شوند و خود بنزد ارض جرف
آمدہ لشکر را عرض داد سہ ہزار مرد جنگی
بشمار آمد پس نماز پیشین بگذاشت و
در میان لشکریان بنشست و حکم داد
تا لشکر در گرد او بنشستند و جماعتے از مردم
مدینہ بمشایعت لشکر حاضر بودند آنگاہ
رسول خدا رایتے سفید ببست و جعفر ابن
ابی طالب را پیش خواند و او را سپرد و امارت
لشکر او را دادہ فرمود اگر جعفر نماند زید بن
حارثہ امیر لشکر خواہد بود و اگر پسر حارثہ را
حادثہ پیش آید عبداللہ ابن رواحہ علم بردارد
و چوں عبداللہ کشتہ شود مسلماناں باختیار
خود کسے را از لشکر گزیدہ کنند تا امارت او را
باشد ۔۔۔

جب یہ خبر پیغمبر اسلام کو پہنچی تو آپ غضبناک
ہوئے اور حکم دیا کہ لشکر اسلام اپنا شمار
کر کے ارض جرف کی طرف روانہ ہو اور پیغمبر
اسلام خود بھی ارض جرف تک پہنچے لشکر
اسلام کا شمار کیا تین ہزار مردان بہادر موجود
تھے۔ آپ نے نماز ظہر ادا کی اور لشکر اسلام
کے درمیان میں تشریف فرما ہوئے اور
حکم دیا کہ لشکر اسلام آپ کے گرد بیٹھ جائے
اور جماعت انصار مدینہ کی بھی مشایعت
لشکر کیلئے آئی ہوئی تھی۔ پیغمبر اسلام نے ایک
سفید علم درست فرمایا اور جعفر ابن ابی طالب
کو سامنے بلایا اور علم سپرد کیا اور لشکر اسلام کا
امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر جعفر نہ رہیں تو
زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا جائے اور اگر
زید کو بھی کوئی حادثہ پیش ہو جائے تو عبداللہ
ابن رواحہ کو امیر و علمدار لشکر مقرر کیا جائے
اور جب عبداللہ بھی قتل ہو جائیں تو مسلمان اپنے اوپر کسی کو خود امیر مقرر کر لیں۔

(۳) ص۳۱۸ از جماعت یهودان نعمان بن محصن
حاضر بود چون این کلمات بشنید گفت۔
یا ابا القاسم اگر تو پیغمبری و سخن تو بصدق
است از این کس که نام بردی هیچ از
جنگ باز نخواهند گشت چه انبیاء بنی اسرائیل
در کیل داشتن سپاه اگر صد کس را بد بگویند
بر شمردند همه کشته می شدند آنگاه روی
با زید کرد و گفت من با تو عهد میکنم که اگر
محمد پیغمبر است تو ازین سفر باز نشوی
زید گفت من گواهی می دهم که او پیغمبر راست
گفتار و نیکو کردار است ...

ص۳۱۸ ۔ جماعت یہود میں نعمان بن
محصن موجود تھا۔ اس نے سنا اور کہا کہ
اے ابوالقاسم اگر آپ پیغمبر ہیں اور کلام
صادق کہتے ہیں تو جن کا آپ نے نام لیا
ہے ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔
کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل اگر سو افراد کا
شمار اس طرح کرتے تھے تو وہ سب قتل
ہو جاتے تھے۔ اس وقت اس نے زید
سے کہا۔ کہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر
محمد پیغمبر ہیں تو۔ تو اس سفر سے زندہ واپس
نہ ہوگا۔ زید نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں
کہ محمد راست گفتار اور پیغمبر ہیں ...

(۴) این هنگام پیغمبر لشکریان را بدعائے خیر یاد
فرمود و گفت دفع الله و ردکم
صالحین سالمین غانمین فقال
اغزوا بسم الله فقاتلوا عدو الله و
عدوکم بالشام وستجدون فیها
رجالاً فی الصوامع معتزلین الناس
فلا تعرضوا لهم وستجدون آخرین
للشیطان فی رؤسهم مفاحص۔
فاقلعوها بالسیوف لا تقتلن امرأة
ولا صغیراً ضرعاً ولا کبیراً فانیاً ولا
تقطعن نخلاً ولا شجراً ولا تهدمن
بناءً ...

۴ ۔ پیغمبر اسلام نے اس کے بعد لشکریان
اسلام کو دعائے فتح دی اور فرمایا جہاد کو
روانہ ہو جاؤ۔ خدا تم کو ایسی حالت میں
واپس لائے کہ تم صالح رہو سالم رہو مال غنیمت
حاصل کرنے والے رہو۔ اور پھر فرمایا بہ
بسم اللہ کہکر جہاد کرو دشمنان خدا کو قتل کرنا
اور شام میں جو تمہارے دشمن ہیں ان کو قتل کرنا
تم وہاں کچھ لوگوں کو کلیساؤں میں گوشہ نشین
پاؤگے ان سے تعرض نہ کرنا اور کچھ لوگوں کو
ایسے پاؤگے کہ انکے سر میں شیطان سمایا ہوا ہے
تلواروں سے ان کا قلع قمع کر دینا۔ دیکھو!
عورتوں، بچوں، ضعیفوں عمر رسیدہ افراد کو قتل نہ کرنا۔ اور نہ نخل و شجر کو کاٹنا اور نہ عمارات
کو گرانا ...

(۵) ہرا قلیوس کہ ایں وقت فرمان گذار ممالک روم بود بدفع ایں حادثہ لشکر بزرگ نامزد کرد تا بقدم عجل و شتاب بنزد شرجیل شوند و از مشارف شام نیز گروہے گروہ آمدند و از قبائل عرب مانند لخم و جذام و بلی و قضاعہ مردان جنگ فراہم شدند بالجملہ لشکر شرجیل از صد ہزار مرد افزوں آمد

۵ - ہرا قلیوس جو کہ ممالک روم کا فرماں گذار تھا۔ اس نے لشکر اسلام کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر جرار مقرر کر دیا اور حکم دیدیا کہ فوراً شرجیل کی مدد کو پہنچیں اور شام کے علاقہ اور نواحی سے بھی لشکر آیا۔ اور قبائل لخم، جذام و بلی و قضاعہ کے بہادران جنگ بھی جمع ہوئے۔ مختصر یہ کہ شرجیل کا لشکر ایک لاکھ سے زیادہ ہو گیا۔۔۔

(۶) بالجملہ ہر دو لشکر زمیں تنگ گرفتند و صف راست کردند و جعفر ابن ابی طالب چوں شیر شمیدہ و شمشیر کشیدہ از پیش روئے صف بیروں شد و ندا در داد کہ اے مردم رزم از اسپہا فرود شوید و پیادہ برزم درسید ایں سخن از بہر آں کرد کہ لشکر کفار فراواں بودند خواست تا مسلماناں پیادہ شوند و بدانند کہ فرار نتواں کرد۔ ناچار نیکو کارزار کنند۔ اما۔ مسلماناں در پذیرفتن ایں فرمان گرانی کردند۔ جعفر چوں ایں بدید بے توانی خود از اسپ شقرا بزیر آمد و اسپ را پے زد و ایں اول اسپے است کہ در اسلام عقر شد جعفر علم گرفت و از ہر جانب حملہ در انداخت جنگ انبوہ شد و کفار گرد تا گرد حملہ در گشتند و در پیراموں جعفر بہرہ زدند و شمشیر و نیزہ برآوردند نخستین دست راست را بزخم از تن باز کردند جعفر علم را بدست چپ گرفت و بجنبانید

۶ - آخر دونوں لشکر مقابلہ میں آئے۔ صفیں درست کیں جعفر ابن ابی طالب مثل شیر غضبناک صفوں سے باہر آئے اور فرمایا اے بہادران جنگ گھوڑوں سے کود پڑو اور پیدل جنگ کرو۔ جعفر نے یہ چاہا تھا کہ لشکر کفار کی طاقت زیادہ ہے۔ مبادا مسلمان فرار اختیار کر لیں لہذا پیادہ کر لیا جائے تاکہ فرار ممکن نہ ہو اور جم کر جنگ کریں لشکر اسلام نے جعفر کا حکم ماننے میں پس و پیش کیا۔ جعفر اپنے گھوڑے شقرا سے کود پڑے اور اسکے پے کر دیا۔ یہ پہلا گھوڑا ہے جو اسلام میں پے ہوا۔ جعفر نے علم لیا اور حملہ شدید کر دیا۔ جنگ گھمسان کی ہونے لگی اور کافروں کے گروہ در گروہ ملکر حملہ آور ہوئے اور جعفر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور نیزہ و تلوار کے وار ہونے لگے۔ جعفر کا ایک ہاتھ کٹ گیا جعفر نے علم کو دست چپ میں لے لیا۔

رزم می داد تا پنجاہ زخم از پیش روئے بدو رسید و بر روایتے نود و دو زخم نیزہ و تیر داشت پس دست چپش رقطع کردند وایں ہنگام علم را با ہر دو بازوئے خویش افراشتہ می داشت کافرے چوں ایں بدید خشم آگندہ بروئے عبور داد و شمشیر بر کمر گاہش بزد۔ چنانکہ بدو نیمہ گشت و علم نگوں شد پس زید بن حارثہ سرعت کردہ علم بر داشت و نیکو مبارزت کرد و بزخم نیزہ شہادت یافت نوبت بہ عبد اللہؓ بن رواحہ رسید و بمیدان ستیز در آمد کافراں بروئے حملہ کردند و میدان جنگ از گرد تاری گشت دراں گیرو دار۔ زخم بر انگشت عبد اللہؓ آمد چنانکہ آویختہ گشت عبد اللہؓ از اسپ بزیر آمد و آں انگشت را بزیر پائے بنہادہ بکشید تا جدا گشت و دست بقتال کشودہ ہمی رزم داد تا شہید شد بعد از شہادت ثابت بن اخرم انصاری علم برگرفت پس مردماں خالد بن ولید را با مارت برداشتند مسلماناں بانجمنند و در گرد خالد بن ولید انجمن گشتند پس خالد رزمے بزرگ انداخت . . . .

کفار گماں کردند کہ لشکرے از نو بمدد رسیدہ و سخت تر رسیدند لاجرم چوں بازار گیرو دار روانی گرفت کافراں پشت با جنگ دادہ

اور حملہ پر حملہ کیا حتیٰ کہ صرف سامنے کے رخ پر پچاس زخم لگے اور بروایتے نیزہ و تیر کے بانوے زخم جعفر کے لگے اور دست جعفر کو بھی کاٹ دیا گیا۔ جعفر نے اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے علم کو بلند رکھا۔ ایک کافر نے جب یہ جرأت دیکھی تو غضبناک ہو کر ایک تلوار کا وار ایسا کیا کہ جعفر کی کمر کے دو ٹکڑے ہو گئے اور علم گرا پس زید بن حارثہ نے بہ تعجیل علم کو اٹھایا اور خوب جنگ کی آخر نیزہ کے وار سے شہید ہوئے۔ اب عبد اللہؓ نے علم کو سنبھالا اور میدان میں آ کر شدید حملے شروع کئے کہ گرد و غبار نے تاریکی پیدا کر دی اسی اثنا میں عبد اللہؓ کی ایک انگلی کٹ گئی وہ گھوڑے سے اترے اور انگلی کو پاؤں کے نیچے دبا کر الگ کر دیا اور پھر سوار ہو کر حملہ کیا۔ آخر شہید ہوئے۔ اس کے بعد ثابت بن اخرم انصاری نے علم لیا۔ اس کے بعد لوگوں نے خالد بن ولید کو امیر لشکر مقرر کیا۔ اور مسلمانوں نے خالد بن ولید کے گرد جمع ہو کر شدید حملہ کیا۔ کفار نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ گئی ہے۔ وہ بہت خوفزدہ ہوئے۔ اور جنگ نے زور پکڑا آخر کفار کے میدان سے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔۔

ہزیمت شدند و مسلماناں از قفائے ایشاں تاختند و بسیار کس بکشتند و غنیمت فراواں از کفار بہر مسلماناں گشت۔۔	مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور بکثرت کفار کو قتل کیا۔ اور بہت زیادہ مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا۔

خلاصہ عبارات تاریخی مندرجہ ذیل ہوا۔

(۱) پیغمبر اسلام نے باقتضائے حکمت نظری و عملی خطوط مختلف ملکوں کو بھیجے تھے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی کہ سرحد شام و بیت المقدس کے عیسائی حاکم شرجیل بن عمرو غسانی کو بھی خط بھیجا۔

(۲) شرجیل نے اپنی حکومت و سلطنت روم کے غرور میں قاصد پیغمبر اسلام حارث بن عمیر ازدی کو قتل کر دیا اور یہ جانتے ہوئے قتل کیا کہ یہ قاصد پیغمبر اسلام ہے۔

(۳) پیغمبر اسلام نے خبر قتل قاصد اسلام سنکر تین ہزار فوج اسلامی کو بسرکردگی جعفر ابن ابی طالب روانہ کیا اور فرمایا کہ اگر جعفر قتل ہو جائیں۔ تو زید بن حارثہ علمدار لشکر ہوں۔ اور اگر وہ نہ رہیں تو عبد اللہ ابن رواحہ سردار لشکر ہوں۔ اگر ان کو بھی کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تو اہل اسلام خود اپنا امیر کسی کو بنالیں۔

(۴) پیغمبر اسلام نے لشکر اسلام کی مشایعت خود کچھ دور تک کی اور ان کو جنگ کے احکام دئے۔

(۵) لشکر شرجیل بن عمرو غسانی عیسائی نے قیصر روم سے کمک منگائی۔ اور ایک لاکھ فوج ہمراہ لے کر اہل اسلام کا مقابلہ کیا۔

(۶) آخر میں فتح لشکر اسلام کو حاصل ہوئی۔ اور لشکر اسلام مدینہ واپس آیا۔

پیغمبر اسلام نے حوالی مکہ و مدینہ کے مخالف قبائل و حکمرانوں کو خطوط لکھے اور جب گرد و نواح کے خطرات سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔ تو آپ نے ایسے حکمرانوں کو خطوط لکھے جو آئندہ اسلام کیلئے خطرہ ثابت ہو سکتے تھے۔ شرجیل بن عمرو شہر موتہ کا حاکم تھا۔ قیصر روم کا معتمد سردار و حکمران تھا۔ ظاہر ہے کہ قیصر روم سے لشکر اسلام کی ٹکر لینا اس وقت مناسب نہ تھی۔ لیکن اس کے غرور کا سر نیچا کرنا ضروری تھا۔ تاکہ وہ جلد یا بدیر خطرہ نہ بن جائے۔ پیغمبر اسلام نے پہلے بھی قیصر روم کو خط لکھا تھا۔ مگر اس نے اظہار اسلام نہیں کیا تھا۔ اور اس کی رعایا میں اسلام کے خلاف شورش شدید ہو گیا تھا۔ لہٰذا خطرہ ہمہ وقت تھا۔ ضرورت تھی کہ اتنی طاقتور حکومت کے آئندہ خطرات کا سد باب کیا جائے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے اپنے اعلیٰ سپہ سالار کی ہمراہی میں لشکر اسلام کو

روانہ کیا اور معاملہ کی اہمیت کا اظہار اسطرح کیا کہ یکے بعد دیگرے تین سپہ سالاران کے بوجہ حادثہ پیدا ہو جانے کے تبدیل ہونے کا حکم دیا معرکہ سخت ہوا کیونکہ اگر شرجیل کی مقامی فوج ہی سے مقابلہ ہوتا تو لشکرِ اسلام کے جانثار سپاہی جلد فتح پالیتے۔ مگر شرجیل نے اپنے کو پہلے تو قلعہ میں محصور کیا اور اس وقفہ میں قیصر روم سے مدد مانگی اور قرب و جوار کے قبائل کو جنکا نام سطور بالا میں آچکا ہے بھی اپنی کمک کو بلا لیا۔ اب اس کی کل فوج ایک لاکھ ہو گئی۔ اس کو یقین کامل ہو گیا کہ فتح اس کی ہو گی اور لشکرِ اسلام کی شکست ہو گی۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت کا اقتضا یہی تھا کہ ایسے منتخب جاں نثاران اسلام کو مقابلہ کیلئے بھیجا تھا جو فوجوں کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ بلکہ انہوں نے شہادت اور جان دینے ہی کو اپنا مقصدِ حیات سمجھا اور ایسے جم کر لڑے کہ ایک لاکھ فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور بالآخر ان کو شکست ہوئی۔ اور لشکر اسلام کو مال غنیمت حاصل ہوا اور نیکنامی بھی اور فتح مبین بھی۔

اس فتح اسلام کا اثر ایسا زبردست ہوا کہ عیسائیان شام، بیت المقدس و روم کا غرور، طاقت و حکومت کم ہو گیا اور بجائے اس کے کہ وہ کبھی موقع پا کر اہل اسلام کے مرکز مدینہ پر حملہ آور ہوتے وہ خود اپنی خیر منانے لگے اور ہمہ وقت خائف رہنے لگے۔ پیغمبر اسلام نے ان زبردست طاقتوں کو خطوط لکھے اور بحالت اظہار دشمنی جنگ بھی کی۔ یہ سب اسلئے کیا گیا کہ پیغمبر اسلام کو فتح مکہ کیلئے معہ کل اہل اسلام کے بجانب مکہ سفر کرنا تھا۔ اور آپ یہ حفاظتی تدابیر اسلئے کر رہے تھے کہ بعد روانگی لشکر اسلام بجانب مکہ۔ مرکز اسلام مدینہ دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ اور چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مکہ فتح ہوا اور مرکزِ اسلام کو کچھ بھی لاحق خطرہ نہیں ہوا۔

پیغمبر اسلام کا بوقت روانگی لشکر اسلام کے علمداران فوج کو حادثات کی خبر دینا اور یکے بعد دیگرے علمداروں کے بدلنے کی اطلاع دینا آپ کی حکمت نظری و عملی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے لشکر اسلام کو خبر دیدی تھی۔ کہ اس لشکر میں صرف دینی سپاہی اور بہادر جائیں جو شہادت پر فائز ہونے کو اپنے لئے سعادتمندی سمجھتے ہوں۔ صرف مال غنیمت کے لالچ میں جانے والے شریک لشکر نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ جب کبھی مقابلہ سخت ہوا ہے تو ایسے ہی حریص لوگ لشکر اسلام کیلئے مضر ثابت ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے اس حکم تاکیدی سے مجمع منتخب رہگیا اور تین ہزار فوج اسلامی کے سپاہی ایک لاکھ دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ اور نتیجہ بصورت فتح اسلام ظاہر ہوا۔

اس واقعہ میں بہت سے واقعات ہیں۔ جو حکمت پیغمبر اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر بوجہ طول کلام نمایاں حصوں کو ہی قلمبند کیا جاتا ہے۔۔۔

حکمت بالائے حکمت

پیغمبر اسلام کے یہ غزوات تو تبلیغ اسلام و اشاعت کلمۂ توحید کیلئے جاری تھے۔ مگر اس مقصد کے ماتحت کبھی کبھی آپ نومسلموں کی آزمائش بھی کرتے رہتے تھے۔ اور ایسے مواقع پر ان کو بھیج دیا کرتے تھے جہاں ان کے استحکام اسلام کا بھی پتہ چل سکے اور مبادا کبھی یہ لوگ عین جنگ کے موقعہ پر سبب تباہی و بربادی نہ ہو جائیں۔ چنانچہ واقعہ ذیل سے یہ امر بخوبی واضح ہو جائے گا۔

حکمت واقعہ پنجاہ وسوم جنگِ ذات السلاسل

تاریخ روضۃ الصفاء ص ۱۳۸ :۔......

(۱) واقدی روایت کند کہ عمرو بن عاص گفت کہ چوں بشرف ایمان مشرف گشتم عرض کردم کہ یا رسول اللہ مدت درہدم قصر شریعت اسلام کوشیدہ ام واکنون دوست می دارم کہ از اسلام من اثرے ظاہر گردد آنسرور فرمود کہ من ترا بجائے خواہم فرستاد انشاء اللہ تعالیٰ گویند دراں اثنا کہ عمرو انتظار امارت میبرد خبر بسامع علیہ خیر البریہ رسید کہ جمع از بنی قضاعۃ اتفاق نمودہ اند کہ بطرفے از اطراف اسلام تاختن کنند و بنا بریں عمرو بن عاص را با سیصد نفر از مسلمانان نامزد فرمود کہ تقلع وقمع مخالفاں کمر بند و چوں بسرائے کہ بسلاسل موسوم است فرود آید چوں از مدینہ بیروں آمدہ متوجہ بہ مشرکان شد شنید کہ جمع از اعراب لطارقہ یا بنی قضاعہ در مخالفت موافقت نمودہ اند عمرو ازیں خبر اندیشناک شدہ قاصدے

واقدی نے روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص نے کہا کہ جب مجھ کو ایمان و اسلام کا شرف حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے مدت تک قصر اسلام کے گرا دینے کی کوشش کی ہے اور اب چاہتا ہوں کہ میرا اسلام ظاہر ہو جائے۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں تجھ کو کسی جگہ بھیجوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسی اثنا میں کہ عمرو بن عاص کو امارت کا انتظار تھا۔ پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ قضاعہ نے باہم اتفاق کیا ہے۔ کہ وہ کسی جانب سے اہل اسلام پر حملہ کر دیں۔ پیغمبر اسلام نے عمرو بن عاص کو تین سو افراد لشکر دیکر امیر لشکر بنایا۔ اور فرمایا کہ دشمنان اسلام کا قلع قمع کر دیں۔ اور مقام سلاسل تک جائیں۔ عمرو بن عاص جب مدینہ سے باہر آئے اور مشرکین کا مقابلہ کا ارادہ کیا۔ تو سنا کہ اعراب لطارقہ یا بنی قضاعہ متفق ہو گئے ہیں۔ عمرو کو اس

نزد حضرت فرستادہ صورت واقعہ را معروض داشتہ استمداد نمود رسول اللہ جماعتے راکہ صدیق و فاروق داخل ایشاں بودند مقرر فرمود کہ بمدد عمرو بن عاص توجہ نمایند و طائفہ ثانیہ ابو عبیدہ جراح را امیر کرد..... چوں عمرو بمدد ابو عبیدہ مستظہر گشت فرمود تا لشکر اسلام در دیار مخالفاں دست بغارت و تاراج بر آوردند و با حصول مقصود بمدینہ بازگشتند ...

خبر سے خوف پیدا ہوا اور پیغمبر اسلام کی خدمت میں قاصد بھیجا۔ اور صورت واقعہ بتا کر کمک طلب کی پیغمبر اسلام نے ایک کمک مقرر کی جس میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق بھی داخل تھے اور حکم دیا کہ عمرو بن عاص کی مدد کو جائیں اور دوسرے گروہ پر ابو عبیدہ جراح کو امیر مقرر کیا۔ جب عمرو بن عاص کو ابو عبیدہ کی جماعت سے مدد حاصل ہو گئی تو لشکر اسلام نے دشمنان اسلام کے مقامات اور آبادیوں کو لوٹا اور پھر مدینہ واپس آئے ۔...

تاریخ حیات القلوب جلد دوم ص۴۰۸ باب چہل و دوم۔

قطب راوندی و سائر مفسران و محدثان از حضرت صادق و ابن عباس روایت کردہ کہ دوازدہ ہزار سوار از اہل وادی یابس جمع شدند و بایکدیگر عہد کردند و سوگند یاد کردند کہ از یکدیگر جدا نشوند و ترک یاری یکدیگر نکنند تا محمد و علی را بقتل رسانند پس جبرئیل نازل شد و قصہ ایشاں را برائے آنحضرت نقل کرد۔ پس حضرت بر منبر بالا رفت و حمد و ثنائے الٰہی ادا کرد و فرمود کہ اے گروہ مہاجر و انصار جبرئیل مرا خبر داد کہ دوازدہ ہزار نفر برائے قتل من و برادرم علی جمع شدہ اند...... پس سعی کنند دریں امر و استعداد خود را بگیرید و متوجہ دشمن خود شوید پس مسلماناں تہیہ خود را گرفتند

قطب راوندی اور تمام مفسر و محدث جعفر صادق اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وادی یابس میں بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور انہوں نے باہم قسم کھائی اور عہد کیا کہ ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ محمد اور علی کو قتل نہ کر دیں گے پیغمبر اسلام کو اس واقعہ کی اطلاع جبرئیل نے دی۔ پیغمبر اسلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے انصار و مہاجرین مجھ کو جبرئیل نے اطلاع دی ہے کہ بارہ ہزار سوار میرے اور میرے برادر علی کے قتل کو جمع ہوئے ہیں .... پس تم لوگ مستعد ہو جاؤ اور دشمن کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ پس مسلمانوں نے سامان سفر کیا اور پیغمبر اسلام

وحضرت رسول ابوبکر بن قحافہ را طلبید
و بر ایشاں امیر کردد و فرمود کہ چوں با
ایشاں ملاقات نمائی اول اسلام را برایشاں
عرض کن اگر قبول نہ کنند مردان جنگی ایشاں
را بکش و زناں و فرزندان ایشاں را اسیر
کن و مالہائے ایشاں را غارت کن و خانہائے
و مزارع ایشاں را خراب کن۔ پس ابوبکر
باآں گروہ از مہاجر و انصار باتہیہ و اسلحہ
متوجہ ایشاں شد ...... چوں خبر
تردل عسکر اسلام باآں کافراں رسید۔
دویست نفر از ایشاں با اسلحہ قتال بنزد
ایشاں آمدند و گفتند شما کیستید۔ پس
ابوبکر باگروہے از مسلماناں از میان عسکر
اسلام بیروں رفت و گفت کہ من صحابہ
رسول ہستم رسول خدا امر کردہ است
کہ اسلام را بر شما عرض کنم اگر قبول کنید
آنچہ برائے مسلماناں می باشد برائے شما
خواہد بود وگرنہ جنگ درمیان ما و شما قائم
خواہد شد۔ گفتند بلات و عزیٰ ....
کہ مارا بشما کارے نیست و ما محمد و برادرش
علی را می خواہیم کہ بقتل برسانیم ......
پس ہمہ برگشتہ و آنچہ گذشتہ بود بخدمت
حضرت عرض کردند ....
حضرت بر ممبر برآمد و خدا را حمد و ثنا کرد و
گفت .... و عمر ابن خطاب را

نے ابوبکر بن قحافہ کو طلب کیا اور ان پر
امیر بنایا اور فرمایا کہ جب ان سے ملاقات
ہو تو پہلے ان کو دعوت اسلام دی جائے
اور اگر قبول نہ کریں تو ان کے مردان جنگی
کو قتل کرو اور ان کی عورتوں اور فرزندوں
کو قید کرو۔ ان کے اموال کو لوٹ لو اور
ان کے مکانات اور کھیتوں کو خراب کردو
پس ابوبکر مع لشکر مہاجرین و انصار کے
روانہ ہوئے ......
جب لشکر اسلام کے آنے کی خبر کافروں
کو پہنچی تو ان کے دو سو افراد مع اسلحہ جنگ
ان کے پاس آئے اور پوچھا۔ تم کون لوگ
ہو۔ ابوبکر لشکر اسلام سے نکل کر ان کے
پاس گئے اور کہا۔ کہ ہم اصحاب پیغمبر اسلام
ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ہم کو حکم دیا ہے کہ
تم کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر
تم قبول کروگے تو حقوق اسلامی مساوی
پاؤگے ورنہ ہم اور تم میں جنگ ہوگی...
انہوں نے کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم ہم کو
تم سے سروکار نہیں ہے۔ ہم تو محمد اور علی
کو قتل کرنا چاہتے ہیں ..... پس سب
لوگ واپس آگئے ...... اور جو واقعہ
گذرا تھا وہ پیغمبر اسلام سے بیان کردیا
..... پیغمبر اسلام ممبر پر تشریف لائے اور
بعد حمد و ثنائے خدا کے فرمایا ... اور عمر ابن خطاب

با چہار ہزار سوار روانہ کرد ۔ باز دو لیست
نفر از ایشاں بیروں آمدند و آنچہ با ابوبکر
گفتند با او گفتند و او بزودی برگشت
و سخن ایشاں را نقل کرد ۔ حضرت فرمود
اکنون جبرئیل از جانب حق تعالیٰ مرا
امر کردہ است کہ علی ابن ابی طالب را
بایں گروہ مسلماناں بفرستم پس علی را طلبید
و اورا وصیت نمود بآنچہ ابوبکر و عمر را
بآنہا وصیت نمودہ بود .....
پس علی با گروہ مہاجرین و انصار متوجہ
آں دیار گردید ..... پس باز دو لیست
نفر مکمل و مسلح از ایشاں بیروں آمدند پس
ایشاں گفتند تو کیستی و بچہ کار آمدہ گفت
منم علی ابن ابی طالب پسر عم و برادر پیغمبر
و رسول او بسوئے شما و شمارا دعوت
میکنم بسوئے شہادت بوحدانیت و رسالت
کہ باسلام در آئید و در نیک و بد مسلماناں
شریک باشید آں کافراں گفتند ما ترا
میخواستیم اکنون مہیائے جنگ شید انکہ ما ترا
و اصحاب ترا خواہیم کشت و وعدہ ما و شما
فردا چاشت است .... حضرت فرمود
کہ وائے بر شما ما شما بکثرت لشکر و نور عسکر
میترسانید من استعانت بخدا و ملائکہ ۔ و
مسلماناں می جویم بر شما و لا حول و لا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم پس آنہا بجائے خود

کو معہ چار ہزار مردان مجاہد کے روانہ کیا
...... پھر دو سو افراد کفار کے آئے اور
جو کچھ ابوبکر نے کہا تھا وہی عمر سے بھی کہا
وہ فوراً واپس ہوئے اور واقعہ پیغمبر اسلام
سے عرض کیا ۔ پیغمبر اسلام نے اس مرتبہ فرمایا
کہ جبرئیل خدا کی جانب سے آئے تھے اور
یہ کہہ گئے ہیں کہ علی ابن طالب کو کفار کی
حملہ کیلئے بھیجا جائے ۔ آپ نے علی کو بلایا
اور حسب سابق علی کو حکم دیا ۔
علی گروہ انصار و مہاجرین کے ہمراہ اسطرف
روانہ ہوئے .... پھر دو سو نفر کفار
کے آئے ۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کس
کام کو آئے ہو ۔ علی نے کہا کہ میں علی ابن ابی
طالب ہوں ۔ اور پیغمبر اسلام کا چچازاد بھائی
ہوں ۔ اور میں تم کو دعوت توحید خدا و
رسالت محمد دیتا ہوں ۔ اور کہتا ہوں کہ تم
دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اہل اسلام
کے نیک و بد میں شریک ہو جاؤ ۔ کفار نے
کہا کہ ہم تو تم کو ہی چاہتے تھے ۔ اب ہم تم کو
اور تمہارے رفقا کو قتل کریں گے ۔ کل صبح
جنگ ہوگی ...... علی نے کہا کہ وائے ہو
تم پر کہ تم مجھ کو کثرت لشکر سے ڈراتے ہو
میں خدا و رسول اور ملائکہ کی مدد چاہتا
ہوں ۔ کہ تم پر غالب ہو جاؤں اور فرمایا ولاحول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ پس سب واپس

برگشتند و حضرت بعکر خود مراجعت نمود
و چوں شب شد فرمود کہ اسپاں را جو بدہید
و جو بدہید و زیں کنید و مہیا باشید
و چوں صبح طالع شد در اول صبح فریضۂ صبح
ادا کرد و ہنوز ہوا تاریک بود کہ برسر
ایشاں غارت برد و ہنوز آخر لشکر حضرت
ملحق نہ شدہ بود کہ مردان جنگی ایشاں کشتہ
شدہ بودند و زنان و فرزندان ایشاں
را اسیر کرد و مالہائے ایشاں را بغنیمت
گرفت از مسلماناں بغیر از دو کس شہید
نشدند۔

ہو گئے۔ جب رات ہو گئی تو علی نے لشکر کو
حکم دیا کہ گھوڑوں کو جو کھلادو اور کمر بستہ
ہو جاؤ۔ جب صبح ہوئی تو نماز صبح ادا کی
اور ابھی تاریکی شب باقی تھی کہ کفار پر حملہ
کر دیا اور ابھی کہ باقی لشکر اب تک نہیں
پہنچا تھا کہ وہ کفار قتل ہو چکے تھے۔ اور ان
کے زن و فرزند قید ہو چکے تھے اور ان کا
مال غنیمت حاصل ہو چکا تھا۔ اور دو مسلمانوں
سے زیادہ شہید نہ ہوئے۔

حضرت جعفر صادق فرمود ....
پس حق تعالیٰ سورہ عادیات را فرستاد
والعادیات ضبحاً سوگند یاد میکنم
باسپان دوندہ کہ در وقت دویدن نفس
زنند نفس زدنی فالموریات قدحاً
پس بیروں آورندگان آتش از سنگہا
سمہائے خویش فالمغیرات صبحاً پس
قسم بغارت کنندگان در وقت صبح فاثرن
بہ نقعاً فوسطن بہ جمعاً۔ پس
برانگیختند در سفیدہ دم گردے را در کنار
آں قبیلہ پس بمیان آوردند دراں وقت
گرہے را از کافراں ان الانسان لربہ لکنود
وانہ علی ذلک لشہید وانہ لحب الخیر
لشدید۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ
خدا تعالیٰ نے سورہ عادیات نازل فرمائی
والعادیات ضبحاً۔ قسم کھاتا ہوں ان گھوڑوں
کی جو دوڑتے میں ہانپتے تھے۔ فالموریات
قدحاً اور ان کے سموں سے دوڑتے وقت
چنگاریاں آگ کی نکلتی تھیں فاثرن بہ
نقعاً فوسطن بہ جمعاً ان الانسان
لربہ لکنود وانہ علیٰ ذالک لشہید
وانہ لحب الخیر لشدید۔ قسم کھاتا
ہوں ان حملہ و غارت کرنے والوں کی جو
صبح سویرے دوڑے تھے اور صبح کے وقت
ایسی گرد اڑائی کہ جس نے اس جماعت کو
اپنے اندر چھپا لیا۔ یقیناً انسان اپنے رب
کا ناسپاس ہے اور اپنے بخل و کفران کا گواہ ہے

وبدرستیکہ انسان پروردگار خود را ناسپاس
است وبدرستیکہ در بخل وکفران خود گواہ
است وبدرستیکہ در محبت مال وزندگانی
سخت است۔ افلا یعلم اذا بعثر ما فی
القبور وحصل ما فی الصدور ان ربہم
بہم یومئذ لخبیرۃ۔ آیا نمی داند انسان
کہ چوں برآوردہ شود آنچہ در قبرہا است
از مردگان وحاضر کردہ شود آنچہ در سینہا
است بدرستیکہ پروردگار ایشاں دراں
روز بکردہائے ایشاں داناست۔۔

اور محبت مال زندگی میں سخت ہے
افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل
ما فی الصدور ان ربہم بہم یومئذ
لخبیرۃ۔
کیا انسان نہیں جانتا کہ جو کچھ قبروں میں ہے
وہ نکالا جائے گا۔ اور موجود حاضر کیا
جائے گا جو کچھ کہ سینوں میں ہے۔ یقیناً
ان کا خدا اس دن ان کے کردہوں کا جاننے
والا ہے۔۔

وجہ تسمیہ جنگ ذات السلاسل :- صف ۸۰۶ :-

بقیہ مردان ایشاں را بزنجیرہا وریسمانہا
بست وباین سبب آں جنگ را غزوہ
ذات السلاسل نامیدند و از آں موضع کہ
جنگ واقع شد تا مدینہ پنج منزل راہ بود۔

صف ۸۰۶ اور ان کے باقی مردوں کو زنجیروں
اور رسیوں سے باندھا۔ اسی سبب سے
اس جنگ کو غزوہ ذات السلاسل کہتے ہیں
اور اس موقع جنگ سے مدینہ کی مسافت
پانچ منزل ہے۔۔

۳) ناسخ التواریخ جلد اول ص۳۲ :-

وہم دریں سال غزوہ ذات السلاسل بود
ہمانا چوں عمرو بن العاص مسلمانی گرفت
گفت عرض کردم یا رسول اللہ چندانکہ کافر
بودم در ہدم بنیان مسلمانی فراواں کوشش
کردم اکنون کہ طریق حق گرفتم خواہندہ ام
کہ در راہ دین اثرے ہمی بماند پیغمبر اورا
بمامور داشتن جانبے وعدہ نہاد ایں ببود تا
خبر بمدینہ آوردند کہ جماعتے از بنی قضاعہ
و بنی القین ہمدست شدہ در اطراف مدینہ

(۳) اور اسی سال غزوہ ذات السلاسل واقع
ہوا جب عمر ابن عاص مسلمان ہوئے تو۔
انہوں نے پیغمبر اسلام سے عرض کیا کہ میں
جب تک کافر رہا۔ میں نے اساس عمارت
اسلامی کے گرا دینے کی کوشش کی۔ اب جبکہ
میں مسلمان ہو گیا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ
دین اسلام میں میرا نام ونشان و یادگار
باقی رہے۔۔ پیغمبر اسلام نے وعدہ کر لیا تھا
اثنا میں مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ بنی قضاعہ اور

غارت بردند .... اعرابی گفت !
یارسول اللہ حارث بن مکیدہ الخشنی کہ اورا
با پانصد مرد گذاشتہ اند دوازدہ ہزار کس
لشکر از اہل وادی یابس فراہم کردہ وسوگند
بلات وعزیٰ یاد نمودہ کہ عنان باز نہ کنند تادر
مدینہ تا ختن کنند و اگر توانند ترا وعلی را بکشد
رسول خدا عمرو بن عاص را طلب داشت
و فرمود وسلاح جنگ بر خود راست کن
تا ترا بالشکرے بفرستم باشد کہ غنیمتی آوری
عرض کرد من از بہر مال مسلمانی نہ گرفتم فرمود
نعم المال الصالح للرجال الصالح ولوائے
سفید یا سیاہ از بہر او ببست وسیصد کس
از مہاجر و انصار ملازم خدمت او ساخت
.... بالجملہ عمرو راہ بر گرفت
تادر اراضی وادی القریٰ بر سر آبے کہ
ذات سلاسل نام داشت فرود آمد و مکتوبے
داشت کہ گروہے از عرب لطار قرد
بنی قضاعہ ہمدست و ہمداستان شدہ اند
عمرو ہراسناک شد ورافع بن مکیس جہنی
را بحضرت رسول فرستادہ استمداد کرد۔
رسول خدا لوائے دیگر ببست وابو عبیدہ
جراح راداد و دویست کس با او مامور
داشت ابوبکر و عمر بن خطاب را فرمود
در تحت حکومت ابوعبیدہ کوچ دہند۔

بنی النقین متحد ہو کر نواح مدینہ میں لوٹ مار کر رہے
ہیں۔ ایک اعرابی نے بیان کیا کہ اے رسول خدا
حارث بن مکیدہ الخشنی جس کے ہمراہ پانسو افراد
ہیں اس نے وادی یابس سے بارہ ہزار کا لشکر
جمع کر لیا ہے۔ اور انہوں نے عہد و پیمان کر لیا
ہے کہ جب تک کہ مدینہ کو غارت نہ کر لیں گے واپس
نہیں ہوں گے۔ اور وہ لوگ آپ کو اور علی کو
ضرور قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے عمرو
بن عاص کو طلب کیا۔ اور فرمایا کہ اسلحہ سے
مسلح ہو جاؤ۔ میں تم کو لشکر اسلام کے ہمراہ
بھیج رہا ہوں۔ شاید تم کو کچھ مال غنیمت حاصل
ہو جائے۔ عمر بن عاص نے عرض کیا کہ۔ میں
نے اسلام حصول مال کیلئے نہیں اختیار کیا ہے
پیغمبر اسلام نے فرمایا۔
کیا اچھا ہے مرد صالح کا مال مرد صالح
کے لئے۔ اور علم سفید سجا کر تین سو افراد
ہمراہ کر کے روانہ کر دیا عمرو عاص روانہ
ہو کر وادی القریٰ کے قریب ایک تالاب
جسکو ذات السلاسل کہتے تھے پہنچے وہاں
جاکر سنا کہ عرب لطار قرد بنی قضاعہ
ہم عہد ہو گئے ہیں۔ عمرو بن عاص نے
خوفزدہ ہو کر رافع بن مکیس جہنی کو خدمت
پیغمبر اسلام میں بھیج کر کمک طلب کی
پیغمبر اسلام نے ابوعبیدہ جراح کو علمدار بنا کر
دوسو افراد جن میں ابوبکر و عمر بھی تھے روانہ کئے

نتیجہ عبارات سابقہ :-

(۱) عمرو بن عاص نے پیغمبر اسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ہمیشہ تباہی اسلام میں سعی کی ہے لہٰذا اب مسلمان ہونے کے بعد چاہتا ہوں کہ بذریعہ جہاد خدمت اسلام کروں ۔

(۲) بنی قضاعہ وغیرہ کی ۱۲ ہزار جماعت نے چاہا کہ مدینہ پر حملہ آور ہو اور پیغمبر اسلام وعلی کا خاتمہ کر دیے

(۳) پیغمبر اسلام نے تین سو افراد کی فوج عمرو بن عاص کی سرکردگی میں روانہ کر دی اور بعد کو طلب کمک کرنے پر کمک بھی بھیجی۔

(۴) اس واقعہ کی تصدیق سورۂ قرآں سے ہو گئی ۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق والعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً اسی موقعہ کی مدح میں نازل ہوئی ہے ۔

(۵) سلاسل زنجیروں کو کہتے ہیں ۔ چونکہ علی ابن ابی طالب نے قیدیوں کو زنجیروں سے باندھنے کا حکم دیا تھا اسلئے اس لئے اس غزدہ کو ذات السلاسل کہتے ہیں ۔ یہ مقام مدینہ سے صرف پانچ منزل دور تھا اور اسکو وادی یابس کہتے تھے ۔

(۶) اس جنگ میں فتح اہل اسلام کو ہوئی ۔

عمرو بن عاص قبل قبول اسلام اسلام کا بدترین دشمن تھا ۔ اس کو خود بھی اس امر کا احساس تھا اسلئے اس کے دل کا چور اس کی زبان تک آگیا ۔ اور اس نے خود ہی پیغمبر اسلام کی خدمت میں اپنی آزمائش کی درخواست پیش کر دی ۔ پیغمبر اسلام نے فوراً ہی اس کو وادی یابس سے حملہ کرنے والوں پر فوج دیکر روانہ کر دیا ۔ حقیقت کھل گئی کہ پہلے ہی موقع پر گھبرا کر پیغمبر اسلام سے کمک طلب کی ۔ پیغمبر اسلام نے بھی چیدہ چیدہ افراد کو مدد کیلئے روانہ کیا ۔ اور آخر فتح تدابیر علی وحملہ علی سے ہوئی ۔ اور قرآن کے سورہ نے نازل ہو کر علی ابن طالب کے شبخون کی مدح بھی فرمادی ۔ اور پیغمبر اسلام نے بوقت واپسی علی کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔

ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۹ جلد اول کتاب دوم ۔

پس آنحضرت بر منبر شد و اصحاب را آگہی داد و فرمود از مسلمین زیادت دو کس مقتول نگشت آنگاہ فرود شدہ باتفاق مردم مدینہ باستقبال علی بیرون شد و سہ میل راہ بہ پیمود علی چوں رسول خدا رانگریست از دابہ خود فرود شد و پیغمبر نیز بزیر آمد و پیشانی علی را بوسید ۔ و غبارہ از چہرہ مبارکش بسترد و نگریست و فرمود الحمد للہ یا علی الذی شد بک ازری وقوی بک ظہری یا علی انی سئلت اللہ فیک کما سئل اخی موسیٰ بن عمران صلوٰت اللہ

وسلامہ علیہ ان یشرک ہارون فی امرہ وقد سئلت ربی ان یشدبک ازری یا علی من احبک فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن احب اللہ فقد احبہ اللہ ...... الخ

ترجمہ - پیغمبر اسلام ممبر پر تشریف لیگئے اور فتح ذات السلاسل سے اصحاب کو آگاہ فرمایا اور فرمایا کہ اس جنگ میں دو مسلمانوں سے زیادہ شہید نہیں ہوئے۔ اس کے بعد اہل مدینہ کو ہمراہ لیکر مدینہ سے تین میل تک علی کا استقبال فرمایا۔ علی نے جب پیغمبر اسلام کو دیکھا تو آپ سواری سے اتر پڑے۔ پیغمبر خدا نے علی کی پیشانی کا بوسہ لیا اور علی کے چہرہ سے گرد وغبار کو صاف کیا۔ پھر دیکھا اور فرمایا۔

"الحمد للہ اے علی خدا نے تیرے ذریعہ میری کمر کو مضبوط کر دیا۔ بوجھ ہٹا دیا اور میری پشت کو قوی کر دیا۔ یا علی میں نے خدا سے وہی چیز مانگی تھی جو میرے بھائی موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے خدا سے مانگی تھی کہ خدا ہارون کو ان کے کار رسالت میں شریک کر دے۔ یقیناً میں نے خدا سے سوال کیا کہ میرا رب تمہارے ذریعہ سے میرا بوجھ ہلکا کر دے۔ یا علی جو تم سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اور جو مجھ سے محبت کرے گا۔ تو خدا اس سے خود محبت کرے گا۔"

اسی طرح کے دیگر واقعات ہیں۔ جن کے ذریعہ پیغمبر اسلام نے نومسلم افراد کو مختلف حالتوں میں آزمایا ہے۔ اور جس کو جس کام کیلئے مناسب سمجھا اس سے وہی کام لیا۔ اگر پیغمبر اسلام ایسا نہ کرتے منافق گروہ ابتدا ہی سے اسلام کی بیخ کنی کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ کیونکہ یہ گروہ بخوف جان اور بوجہ حرص مال مسلمان ہوا تھا۔ ہمہ وقت تخریبی کاروائیوں میں لگا رہتا تھا۔ مسلمانوں کی اندرونی کمزوریوں سے دشمنوں کو آگاہ کرتا رہتا تھا اور موقعہ کا منتظر رہتا تھا۔ پیغمبر اسلام کی تھوڑی سی بھی بے توجہی اور بے موقع اعتماد سے وہ گروہ پورا پورا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ لہذا پیغمبر اسلام نے ہر موقعہ پر ایسے گروہ کو پرکھا بھی ہے اور اس سے باخبر و ہوشیار بھی رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھی ان کے خطرہ سے آگاہ فرماتے رہے ہیں۔ انہی میں کے ایک گروہ کا نام مولفۃ القلوب رکھا تھا۔ اور ان کو مال غنیمت کا حصہ بھی کچھ زیادہ دیا جاتا تھا۔ بعض نافہم اصحاب پیغمبر اسلام پر اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ کہ ان کو مال غنیمت میں کیوں حصہ دیا گیا۔ یا دیگر مسلمانوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ حصہ کیوں دیا گیا۔ ایسے مواقع پر پیغمبر اسلام عام مسلمانوں کو سمجھا دیا کرتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام اپنے اس سلوک و طریقہ سے ہر عہد کے

مسلمانوں کو باخبر رکھنا چاہتے تھے۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس گروہ کی سازشوں سے خبردار رہیں اور یہ خیال
رکھیں کہ اسلام میں اس گروہ کا وجود تباہ کن ثابت ہوگا۔ لہٰذا جو مسلمان محبت خدا اور رسول میں پرخلوص
ہیں وہ ایسے گروہ خوفناک کی سازشوں اور چالاکیوں سے خبردار رہیں۔ اور جن کے دلوں میں بغض و
عناد خدا اور رسول سے ہے۔ وہ اپنے کو بوجہ حرص و آز مال غنیمت گروہ مولفتہ القلوب میں رکھیں گے۔
اور ان کے اس طرح نمایاں رہنے سے مسلمان ان کے افعال و ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے باخبر رہیں گے
پیغمبر اسلام کا یہ فعل اعلیٰ حکمت نظری کا نمونہ تھا۔

واقعہ ذات السلاسل کا دوسرا افادی پہلو یہ بھی تھا کہ وادی یابس میں جمع ہونے والے بارہ
ہزار دشمنوں کو ان کی منزل پر گھیر لینے سے ان پر رعب اسلام طاری ہوگیا۔ اور صرف پانچسو مسلمان
ان بارہ ہزار پر شب خون مارنے میں کامیاب رہے۔ اگر وہ بارہ ہزار مدینہ پر حملہ آور ہوتے جیسا کہ
ان کا ارادہ تھا۔ تو لشکر اسلام کو اتنا فائدہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اور نہ مال غنیمت اتنی کثیر تعداد میں ہاتھ
آتا۔ کیونکہ دشمنوں کو ان کے گھروں پر گھیر کر مارنے سے ہمیشہ ان کے گھروں کا مال بھی مسلمانوں کے ہاتھ
آتا ہے۔ تو اس طرح بارہ ہزار دشمنان اسلام بھی ختم ہوگئے۔ اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی
بوجہ مال غنیمت مل جانے کے درست ہوئی۔ مزید براں نو مسلم اور سابقہ دشمنان اسلام کی آزمائش بھی
ہوگئی کہ مبادا وہ کہیں دشمن کا ساتھ تو نہ دیں گے۔ اور کبھی اہل اسلام کو دغا تو نہ دیں گے۔۔

فتح مکہ

رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء

فاصلہ از مدینہ تا مکہ ۳۸۰ میل

حکمت پنجاہ و سوم فتح مکہ
قریش کی بدعہدی

قبیلہ بنی خزاعہ اہل اسلام کا حلیف و ہم عہد
تھا۔ بنو بکر اور بنی خزاعہ میں قدیمی عداوت تھی
بنو بکر نے موقعہ پا کر بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔
قریش مکہ نے خلاف معاہدہ اہل اسلام بنو بکر
کی حمایت کی اور بنی خزاعہ کا قتل شروع کر دیا۔ ممتاز قریش افراد جنہوں نے مسلمانوں کے حلیف
قبیلہ بنی خزاعہ کو تباہ کرنا چاہا تھا مندرجہ ذیل تھے۔۔

عکرمہ بن ابوجہل ، صفوان ابن امیہ ، سہیل ابن عمر ، حویطب ابن عبدالعزیٰ ، مکرز ابن حفصی ۔ ابتدا اس طرح ہوئی کہ بنو بکر نے بنی خزاعہ پر شب خون مارا اور پھر جنگ شروع ہو گئی ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بنی خزاعہ بوجہ کم تعداد انصار کے تاب مقاومت نہ لا سکے اور انہوں نے خانہ کعبہ میں جا کر پناہ مانگی ۔ نوفل بن معاویہ سردار بنو بکر سے بنی خزاعہ کے بچے ہوئے افراد نے ان الفاظ میں پناہ مانگی ۔ تاریخ طبری ص ۱۶۲ ؎ ۔

یا نوفل قد خلنا حرم الٰہک فقال کلمۃ عظیمۃ انہ لا الٰہ لہ الیوم ۔

اے نوفل اب تو ہم تیرے خدا کے حرم میں چلے آئے ہم کو پناہ خدا کے واسطے دے ۔ نوفل نے کہا یہ کلمہ عظیم تو ضرور ہے لیکن آج میرے لئے خدا نہیں ہے ۔

آخر کار بدیل بن ورقا خزاعی نے بیچ میں پڑ کر کسی طرح ان غریبوں کی جان بچائی اور بقیہ السیف مرد اپنی عورتوں اور بچوں کو اپنے گھر لیگئے ۔ (اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۱۴۲ ۔)

(۲) بنو خزاعہ کے چالیس مظلوم استغاثہ لیکر مدینہ پہنچے ۔ پیغمبر اسلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ یکبارگی چند افراد نے با آواز کہا اور ان الفاظ میں فریاد کی ۔

لاھم انی شاھد محمداً	حلف ابینا وابیہ الاتلدا
کوئی غم نہیں ہم محمد کو وہ معاہدہ یاد دلائینگے	جو ہمارے ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے
فوالداکنا وکنت ولدا	ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا
اس عہد پر ہم پیدا ہوئے بیں اور آپ پر ہماری اولاد بھی قائم ہیگی	ہم سکے بعد اسلام بھی لائے اور اب آپکی دستبردار نہیں ہو سکتے
ان القریش اخلفوک الموعدا	ونقضوا میثاقک الموکدا
قریش نے آپ کے معاہدے کے خلاف کیا	اور آپ کے عہد تاکیدی کو توڑ ڈالا
ھم تبنونا بالوتیر ھجدا	فقتلونا رکعا وسجدا
مخالف ہمارے گھر پہ چڑھ آئے	اور ہمکو کھڑے بیٹھے قتل کر ڈالا
رسول اللہ نصراً اعتدا	وادع عباداللہ یاتو مددا
اے خدا کے رسول ہماری نصرت کر	اور خدا کے بندوں کو بلا سب مدد کو حاضر ہونگے

(طبری ص ۱۶۳۱)

(۳) پیغمبر اسلام نے بنو خزاعہ کے چالیس افراد کو سامنے بلایا ان سے حالات دریافت فرمائے انہوں نے حالات کو بیان کرنا شروع کیا ۔ وہ واقعات اتنے دردناک تھے کہ پیغمبر اسلام ان کو

سننے کی تاب نہ لا سکے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور ردائے مبارک زمین پر کھچتی جاتی تھی۔

اور آپ فرماتے تھے کہ "اگر میں بنو خزاعہ کی مدد نہ کروں تو مجھ کو بھی مدد نہ ملے۔"

اس کے بعد آپ نے ان افراد کو اطمینان دلا کر واپس کیا۔ اور پھر پیغمبر اسلام نے قریش مکہ کے پاس قاصد بھیجا اور اس کے ذریعہ تین شرطیں لکھ بھیجیں۔

۱ - مقتولین بنی خزاعہ کا خون بہا دیا جائے۔

۲ - قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳ - اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

(۴) قریش کے پاس جب پیغمبر اسلام کا قاصد پہنچا اور ان کو معلوم ہوا کہ انہوں نے خلاف معاہدہ بنو بکر کی نصرت کی ہے تو وہ گھبرا گئے۔ اور اسلام کی روز افزوں ترقی و طاقت سے ایسے مرعوب ہوئے کہ انہوں نے اپنے لیڈر ابو سفیان کو سفیر بنا کر خدمت پیغمبر اسلام میں بھیجا۔ ابو سفیان پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چاہا کہ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی جائے۔ مگر پیغمبر اسلام نے انکار کر دیا...

عزم مکہ بطور مخفی۔ ابو سفیان کے مکہ واپس جانے کے بعد آپ نے مکہ کی جانب کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور پوشیدہ طریقہ پر اسکی تیاریاں کی جانے لگیں۔ اس اثناء میں حاطب ابن ابی بلتعہ ایک صحابی رسول نے قریش کو خفیہ طور پر خط لکھا۔ جس کو تاریخی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ترجمہ عبارت عربی ابن ہشام - طبری -

(۵) عن عروہ بن الزبیر قال لما اجمع رسول اللہ المسیر الی مکہ ..... فقد غفرت لکم۔

ترجمہ۔ عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ جب رسالت مآب صلعم مکہ کے قصد سے لشکر جمع فرمانے لگے تو حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط میں آنحضرت صلعم کے ارادہ اور جمعیت لشکر کی خبر لکھدی محمد بن جعفر کے قول کے مطابق حاطب نے اپنے اس خط کو قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت کو دیا تھا۔ اور دوسرے لوگوں کی روایت کے مطابق سارہ نامی ایک عورت کو سپرد کیا کہ اس خط کو قریش تک پہنچا دے یہ عورت قبیلہ بنو مطلب میں کسی کی لونڈی تھی۔ اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں رکھ لیا اور اوپر سے پٹیاں گوندھ لیں اور خط لیکر چلدی۔

رسول خدا کو بذریعہ وحی حاطب کی اس حرکت کی اطلاع مل گئی۔ پس آپ نے حضرت علی اور زبیر ابن العوام (بقول زرقانی باسناد صحیحین مقداد و باسناد عسقلانی عمار یاسر) کو بلایا

ـــــ اور حکم فرمایا کہ ایک عورت کو حاطب نے ہمارے حالات کی خبر لکھ کر قریش کے پاس بھیج دیا ہے تم لوگ ـــــ اس کو تلاش کر کے لاؤ۔..

یہ دونوں صاحب چلے اور اس کو مقام حلیفہ ابن ابی احمد میں پہنچ کر گرفتار کر لیا۔ اور اس کے سامان کی ہر چند تلاش کی۔ مگر کچھ دستیاب نہ ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر علی مرتضیٰ نے بتقسم فرمایا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول خدا نے غلط ارشاد فرمایا ہو یا ہم لوگ جھوٹ کہتے ہوں (و لیخرجن الی ھذا الکتاب) اور ہم تو ضرور اس کے پاس سے خط نکالیں گے۔ اور اس عورت سے کہا کہ وہ خط دیدے ورنہ تجھے برہنہ کر دیں گے۔ یہ سنکر وہ عورت خوفزدہ ہو کر کہنے لگی۔ آپ مجھ کو چھوڑ دیں میں خود نکالے دیتی ہوں حضرت علی نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی چوٹی کی مینڈھیوں کو کھولا اور وہ خط عقدہ کشا کے سامنے رکھ دیا حضرت علی پھر اس کو مع خط پیغمبر اسلام کی خدمت میں لائے۔ آپ نے حاطب کو بلایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ کس باعث سے یہ خط تم نے لکھا تھا۔ حاطب نے عرض کی خدا کی قسم میں خدا و رسول پر اب تک کامل ایمان رکھتا ہوں۔ میرے ایمان میں اتبک نہ کوئی تغیر واقع ہوا ہے اور نہ تبدل۔ لیکن بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے درمیان مکہ میں میرے اہل و عیال اتبک مقیم ہیں۔ نہ کوئی میرے قبیلہ کا وہاں محافظ نہ نگہبان۔ اسلئے میں نے قریش کو اطلاع کیلئے خط لکھ دیا کہ وہ میرے عیال کے ساتھ رعایت کریں۔ یہ سنکر عمر ابن خطاب بولے۔

فقال عمر ابن الخطاب یا رسول اللہ دعنی فلا ضرب عنقہ فان الرجل قد نافق فقال رسول اللہ وما یدریک یا عمر لعل اللہ قد اطلع الی اصحاب بدر یوم بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فانزل اللہ عزوجل فی حاطب یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم الخ ۔

ترجمہ :۔ یہ سنکر عمر ابن خطاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ حاطب نے نفاق کیا آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں۔ رسول خدا نے فرمایا اے عمر تم کیا نہیں جانتے ہو کہ اہل بدر کے واسطے یہ حکم نازل ہو چکا ہے۔ "اور تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔" پھر حاطب کی معافی میں یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ آخر آیت تک۔ (سورہ ممتحنہ جزو ۲۸)

روانگی بجانب مکہ ـ یکم رمضان سے دہم تک دس روز درستی فوج اور ترتیب سامان میں مصروف رہے۔ اسی اثنا میں بیرونجات سے اتحادی قبائل ـ قبیلہ اسلم، غفار، مزنیہ،

جہنیہ اور بنی اشجع اپنی اپنی جمعیت لیکر مدینہ پہنچ گئے۔ صرف بنی سلیم کا قبیلہ رہ گیا۔ وہ بھی منزل قدید میں شامل ہوگیا۔ دسویں رمضان المبارک کو جناب ختمی مرتبت دس ہزار فوج جرار کے ساتھ بکمال عزو وقار فتح مکہ اور تصفیہ بیت اللہ معظم کے قصد سے روانہ ہوئے۔

اثناء سفر میں افطار صوم

۶۔ وقت روانگی تک پیغمبر اسلام کا روزہ تھا اور تمام مسلمان بھی روزہ دار تھے مقام کراع غمیم میں پہنچ کر آپ نے روزہ افطار فرمایا۔ اور تمام لشکر کو افطار صوم کا حکم دیا۔ صحیح مسلم بحوالہ تاریخ احمدی ص۲۶ اسوۃ الرسول جلد ۳ ص۱۵۳:-

عن جابر ابن عبد اللہ ان رسول اللہ صلعم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان حتی بلغ کراع غمیم وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس ثم شرب فقیل لہ بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ۔

ترجمہ:۔ جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول خدا فتح مکہ کیلئے ماہ رمضان میں روانہ ہوئے حتیٰ کہ مقام کراع غمیم میں پہنچ گئے۔ آپ نے ایک پیالہ پانی کا منگایا اس کو سب کو دکھایا۔ اور پھر نوش فرمایا۔ بعض اصحاب نے عرض کیا کہ ابھی بعض مسلمانوں نے روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ تو رسول خدا نے فرمایا کہ وہ نافرمان ہیں۔

لشکر اسلام مقام مر الظہران تک پہنچا۔ یہ مقام مکہ سے تقریباً ایک منزل ہے۔ پیغمبر اسلام نے لشکر کو یہیں ٹھہرنے کا حکم دیدیا۔

جاسوسانِ دشمن

۷۔ قریش نے خبر آمد سنکر اپنے تین معتمدین۔ بدیل بن ورقا، حکیم ابن حزام، اور ابو سفیان بن حرب کو لشکر اسلام کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ یہ تینوں افراد مختلف راستوں سے روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے عباس ابن عبد المطلب نے ابو سفیان کو پہچانا اور اس کو آواز دی۔ تاریخ ابن ہشام میں مندرجہ عبارت ہے:

فقال یا ابا الفضل قلت نعم قال	ابو سفیان نے کہا یا ابا الفضل۔ میں نے
مالک فدا لک امی وابی قال قلت	کہا ہاں! ابو سفیان بولا میرے ماں باپ
ویحک یا ابا سفیان ھذا رسول	آپ پہ فدا ہوں یہ کیا ہے۔ میں نے کہا
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	یہ رسول اللہ کا لشکر ہے۔ اور قریش
فی الناس واصباح قریش واللہ	کیلئے خدا کی قسم اب صبح ہے۔ ابو سفیان

قال فما الحيلة فداك امی و ابی — بولا اب میرے بچنے کا کوئی حیلہ ہے
قال قلت و الله لئن ظفر بك — میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں
ليضربن عنقك فاركب فی عجز — نے کہا یہ سمجھ لے فتح ہوتے ہی تیری گردن
هذه البغلة حتی اتی بك رسول — ماری جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ میرے خچر
الله صلی الله علیه و آله وسلم — کے پیچھے سوار ہونے میں تجھے رسول خدا
فاستامنه ۔۔ — کی خدمت میں لیجا کر امان دلوا دوں گا

اسلام ابو سفیان پر شبلی کی رائے

ابو سفیان بن حرب کو عباس ابن عبد المطلب ہمراہ لیکر پیغمبر اسلام کے سامنے حاضر ہوئے اور اس کی سفارش کی اسی اثناء میں عمر ابن خطاب نے خدمت رسول میں عرض کیا کہ اس دشمن اسلام کی گردن ماردی جائے۔ اس واقعہ کے متعلق مولانا شبلی نعمانی اپنی تصنیف سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں۔ سیرت النبی ص ۲۷۶ :۔

حضرت عمر جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ لیکن حضرت عباس نے جان بخشی کی درخواست کی حضرت عمر نے دوبارہ عرض کیا حضرت عباس نے کہا۔ عمر اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا ہوتا تو اسقدر سخت دل نہ کرتے۔ حضرت عمر نے کہا آپ یہ نہ فرمائیں۔ آپ جس دن اسلام لائے مجھ کو مسرت ہوئی تھی۔ خود میرا باپ خطاب اسلام لاتا تو مجھ کو اس قدر خوشی نہ ہوتی۔

تاریخ طبری ص ۱۶۳۲ (واقعہ اسلام ابوسفیان)

فقال العباس فقلت له ويلك — قبول اسلام میں جب تاخیر اور نبوت رسول
تشهد شهادة الحق قبل و الله — میں شک کا اظہار ہوا۔ تو حضرت عباس
ان تضرب عنقك قال فشهد ۔ — نے ابوسفیان سے کہا۔ وائے ہو تجھ پر

جلد کلمہ شہادت حق پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جاتی ہے۔ حضرت عباس کا بیان ہے کہ پس اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

ابن ہشام اور تاریخ زرقانی جلد ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ مصر باختلاف الفاظ :۔

قال ابو سفیان بابی انت و امی — ابو سفیان نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ

ماحملك واكرمك اوصلك اما هذه والله فان فی النفس منها حتی الآن شیئاً فقال له العباس ویحك اسلم واشهد ان لا اله الا الله و محمد رسول الله قبل ان تضرب عنقك قال فشهد شهادة الحق فاسلم ۔

آپ پر فدا ہوں آپ سے بڑھ کر میرے لئے حلیم و کریم تر اور صلہ رحم برتنے والا کوئی نہیں ہے ۔ لیکن اس امر میں خدا کی قسم میرے دل میں ابھی شک ہے (اقرار نبوت) یہ سنکر حضرت عباس نے کہا وائے ہو تجھ پر اے ابوسفیان جلد اسلام قبول کر اور فوراً کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھ لے قبل اس کے کہ تیری گردن ماری جائے ۔ عباس کہتے ہیں کہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لایا ۔

سیرۃ النبی مولفہ علامہ شبلی نعمانی ص۳۷۵ :۔
لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے ۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم ہوا ۔ قبائل عرب کی موجیں جوش مارتی ہوئی بڑھیں سب سے پہلے بنی غفار کا پرچم نظر آیا ۔ پھر جہینہ ، ہذیم ، سلیم ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے نکل گئے ۔ ابوسفیان ہر مرتبہ مرعوب ہو جاتا تھا ۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سروسامان سے آیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں ۔

سیرۃ النبی ص۳۷۶ :۔ ابوسفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی ذمہ دار تھی ، مدینہ پر بار بار حملہ ، قبائل عرب کا اشتعال ۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنے کی سازش ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی ۔ لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز (عفو نبوی) تھی اس نے آہستہ سے ابوسفیان کے کان میں کہا کہ خوف کا مقام نہیں ۔۔۔

(۸) تاریخ طبری ص۱۶۳۲ :۔

عن عباس فقلت یا رسول اللہ انا ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل له شیئاً یکون فی قومه فقال نعم من

عباس نے خدمت رسول میں عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان ایک مفاخرت پسند انسان ہے اس کیلئے کوئی امتیاز خاص

دخل دار ابو سفیان فھو آمن و من دخل مسجد فھو آمن و من اغلق بابہ فھو آمن (طبری ص ۱۶۳۲) عنایت ہو جو اس کی قوم میں اس کے امتیاز کا باعث ہو۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر یوں اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔ اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا۔ وہ امان میں ہے۔ اور جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا وہ امان میں ہے۔

(۹) ترجمہ عبارت محدث شیرازی بحوالہ اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ۱۶۵۔

جب تمام لشکر اسلام کو ابو سفیان دیکھ چکا۔ تو عباس ابن عبد المطلب نے ابو سفیان سے کہا جلد مکہ میں جاؤ اور لوگوں کو ڈراؤ کہ وہ اپنی جان کی فکر کریں اور مسلمان ہو جائیں تا ان کی جان بچے (ورنہ ہلاک خواہند شد) ورنہ مار ڈالے جائیں گے۔ ابو سفیان دوڑتا ہوا مکہ آیا۔ اور لشکر اسلام مقام ذی طوی میں پہنچ کر ٹھہر گیا اسلئے کہ رسول خدا ان سے آکر مل جائیں۔ اس دن بہت گرد و غبار تھا۔ کہ تمام پہاڑ کی چوٹیاں گرد سے بھر گئی تھیں اور اس وقت تک کفار کو رسول خدا کی آمد کی کچھ خبر نہ تھی۔ جب لوگوں نے ابو سفیان کو جلد جلد آتے دیکھا۔ تو اس کے استقبال کو آگے بڑھے۔ اور اس سے پوچھا تمہارے پیچھے کون ہے۔ اور یہ غبار کیسا ہے۔؟

ابوسفیان کا اہل مکہ کو مرعوب کرنا۔ ابو سفیان نے کہا (گفت وائے بر شما محمد با لشکرے غرق آہن و فولاد رسید) اے قریش تم پر افسوس ہے کہ محمد ایک ایسے لشکر کے ساتھ آرہے ہیں۔ جو فولاد و آہن میں غرق ہے۔ ان میں ایسے ایسے دلاوران جنگ ہیں۔ جن سے کسی کو تاب مقاومت و محاربت نہیں ہو سکتی۔ محمد نے مجھ سے کہدیا ہے۔ کہ جو شخص میرے مکان میں جائے گا۔ وہ امان میں رہے گا۔ اور جو اپنے ہتھیار ڈال دیگا۔ وہ بھی امان میں رہے گا۔ اور جو شخص گھر میں بیٹھ کر دروازے بند کر لے گا۔ وہ بھی امان پائے گا۔ یہ سنکر سب نے کہا قبحک اللہ ایں چہ خبر است ؟ خدا تجھ کو ذلیل کرے۔ یہ کیا خبر لایا ہے۔ لہذا ابو سفیان کی زوجہ بھی اس کے استقبال کو آئی تھی۔ شوہر کے ان ناشنوا کلام کو سنکر بیتاب ہو گئی۔ شوہر کی داڑھی پکڑ لی اور اس کی بڑی ذلت کی اور پھر چلا کر کہنے لگی اے آل غالب اس بوڑھے احمق کو مار ڈالو کہ پھر ایسا احمقانہ کلام نہ کرے۔ ابو سفیان نے جواب دیا میری جو ذلت چاہو کرو۔ مگر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو مسلمان نہ ہو جائے گی تو تیری گردن بھی اتار لی جائے گی۔ جلد اپنے مکان میں چلی جا۔ اور دروازے بند کر کے بیٹھ رہ۔ ص ۳۲۷۔

رد ضنۃ الاحباب محدث شیرازی ص ۳۲۷۔

۱) ہمہ طوائف را آنحضرت گفت باید کہ ہیچ کس مقابلہ و محاربہ نکند مگر آنکس کہ خیرگی نماید و با شما مقابلہ و محاربہ کند ۔

ترجمہ۔ تمام قبائل کو پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ کوئی شخص جنگ یا مقابلہ نہ کرے۔ مگر جب کوئی سرکشی یا تم سے جنگ کرے ۔

۲) عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو جماعتے از بنی بکر و بنی حارث و بن عبد مناف و گروہے از ہذیل و احابیش سر راہ خالد گرفتند .... باوے محاربہ آغاز کردند ۔

(۲) عکرمہ بن ابو جہل، سہیل بن عمرو اور بنی بکر و بنی حارث و بنی عبد مناف اور حبشیوں نے خالد کا راستہ روک لیا۔ اور جنگ شروع کردی ۔

خالد بن ولید کی غلطی :-

۳)۔ خالد بضرورت با ایشاں مقابلہ نمود ۔

۴) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از دور شعاع شمشیر و نیزہ بدید پرسید کہ ایں چیست نہ نہی کردہ بودم از قتال بعرض رسانیدند کہ گماں می برم کہ جماعتے با خالد جنگ بیروں آمدہ باشند و خالد را ضرورت شدہ باشد کہ با ایشاں مقابلہ نماید۔ چوں آں فتنہ تسکین یافت حضرتؐ با خالد گفت چوں نہی کردہ بودم چرا جنگ کردی خالد جواب داد کہ ایشاں ابتدا کردند ۔

خالد بن ولید نے ضرورتاً ان سے جنگ کی پیغمبر اسلام نے جب دور سے نیزہ و تلوار کی چمک و جھنکار سنی تو پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے تو جنگ سے منع کیا تھا عرض کیا گیا کہ گمان ہے کہ کوئی جماعت خالد سے جنگ کر رہی ہے۔ اور خالد کو بضرورت جنگ کرنا پڑی ہے۔ جب وہ فتنہ ختم ہوگیا تو پیغمبر اسلام نے خالد سے فرمایا کہ جب میں نے جنگ سے منع کیا تھا تو تُو نے کیوں جنگ کی۔ خالد نے کہا کہ کفار نے ابتدا کی تھی۔

بُت شکنی ۔ مواہب الدنیہ امام قسطلانی ۔

(۵) وبقی صنم خزاعہ فوق الکعبۃ وکان من قواریر صفر فقال یا علیؑ ارم بہ فحملہ علیہ السلام حتی صعد ورمی بہ وکسرہ فجعل اھل مکہ یتعجبون ۔

بعد بت شکنی کے خزاعہ کا بت باقی رہ گیا تھا جو کعبہ کی چھت پر نصب تھا اور سیسہ کی بنی ہوئی شکلیں تار و رسے کی طرح مدور اور خرطومی تھیں آپؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا۔ کہ انہیں توڑ ڈالو۔ یہ کہہ کر آپؐ نے ان کو اوپر اٹھایا یہاں تک کہ علیؑ اوپر چڑھ گئے

اور ان (بتوں) کو نیچے گرا کر چور چور کر دیا اور اہل مکہ تعجب سے دیکھتے رہے۔

(۶) اس کی شرح میں زرقانی لکھتے ہیں۔ صـ ۳۸۷ جلد دوم مطبوعہ مصر۔

رواہ ابن ابی شیبہ والحاکم عن علی قال انطلق رسول اللہ صلعم حتی اتی بالکعبۃ فقال اجلس فجلست الی جنب الکعبۃ فصعد علی منکبی ثم قال انهض فنهضت فلما رأی ضعفی تحتہ قال اجلس فجلست ثم قال یا علی اصعد علی منکبی ففعلت فلما نهض بی خیل لی لو شئت قلت افق السماء فصعدت فوق الکعبۃ وتنحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الق صنمهم الاکبر وکان من نحاس موتد باوتاد من حدید الی الارض فقال علیہ السلام عالجہ ویقول لی آیۃ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا فلم ازل عالجۃ حتی استمکنت منہ... فقال لی اقذفہ فقذفتہ۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم نے علی سے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ علی نے بیان کیا کہ رسول خدا کعبہ کے پاس آئے اور میں بھی کعبہ سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے ارشاد ہوا بیٹھ جاؤ۔ میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا تو آپ میرے کندھے پر سوار ہو گئے اور مجھ سے ارشاد کیا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن آپ نے میرے ضعف جسمانی کو محسوس کیا تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تو مجھ سے ارشاد ہوا اے علی تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ جب میں آپ کے دوش مبارک پر چڑھا۔ تو مجھے اس وقت خیال آیا۔ کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارہ تک پہنچ جاؤں۔ پھر میں کعبہ پر چڑھ گیا اس پر کانسی کی مورت رکھی تھی وہ لوہے اور تانبے کی میخوں سے زمین تک جڑی ہوئی تھی۔ رسول خدا نے مجھے فرمایا کہ اس بڑی مورت کو اکھاڑ کر پھینک دو اور آیت جاء الحق پڑھتے رہو۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو ہلا ہلا کر اسے اکھیڑ دیا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اسے پھینک دو میں نے اسے پھینک دیا۔

۷ پیغمبر اسلام نے عثمان بن طلحہ حجبی کی ماں سلافہ بنت سعد سے خانہ کعبہ کی کلید منگائی۔ اور جب خانہ کعبہ کا دروازہ کھل گیا۔ تو آپ نے عمر ابن خطاب کو حکم دیا کہ وہ اندر جا کر تصاویر خانہ کعبہ کو مٹا دیں اس کی پوری تفصیل تاریخی سند سے پیش ناظرین ہے۔

زرقانی ص۳۸۸ بحوالہ اسوۃ الرسول جلد ۳ ص۱۸۰ :-

فی حدیث جابر عن ابن سعد وابی داود وانہ امر عمر ابن الخطاب وھو بالبطحا ان یاتی الکعبۃ فامحوا کل صورۃ فیھا۔ فلم یدخلھا حتی محیت الصور وعند الواقدی فی حدیث جابر کان عمر قد ترک صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راھا فقال یا عمر الم امرک ان لا تدع فیھا صورۃ قاتلھم اللہ مجلوہ شیخا یستقسم بالازلام ثم رای صورۃ مریم فقال امسحوا ما فیھا من الصور قاتل اللہ قوماً یصورون ما لا یخلقون وعن اسامہ انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب و یضرب بہ علی الصور ویقول قاتل اللہ قوماً یصورون ما لا یخلقون۔ ص۳۸۸

ابن سعد اور ابو داؤد نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے عمر ابن خطاب کو بلا کر حکم دیا اور وہ اس وقت بطحا میں موجود تھے کہ کعبہ کے اندر جا کر تمام تصویروں کو مٹادو اور جب تک یہ تصویریں نہ مٹ گئیں آپ اندر تشریف نہیں لے گئے۔ اور واقدی نے جابر کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ عمر نے حضرت ابراہیم کی تصویر کو چھوڑ دیا جب رسول خدا کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے اس تصویر کو دیکھا۔ عمر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ کسی تصویر کو نہیں چھوڑنا۔ خدا ان کو غارت کرے جنہوں نے اس بزرگ کو تقسیم سہام قمار بازی کے ساتھ نسبت دی ہے پھر آپ نے حضرت مریم کی تصویر مشاہدہ کی اور ارشاد فرمایا کہ جو تصویریں اندر بچ گئی ہیں۔ ان سب کو مٹادو۔ خدا ان کو غارت کرے جو ان اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنکو وہ خود پیدا نہیں کر سکتے اور اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ رسول خدا نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں ایک ڈول پانی بھر لایا۔ آپ نے کپڑا پانی میں تر کر کے اس کو تصاویر پر مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ خدا ان کو غارت کرے جو ان اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ خود پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

خطبۂ رسول بہ مکہ

خانہ کعبہ میں اتنا ہجوم تھا کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس وقت پیغمبر اسلام نے مجمع کو مخاطب فرما کر مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا :- (سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی)

لاالہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ	ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے اس
صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم	کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ
الاحزاب وحدہ الا کل ماثر اودم	سچا کر دکھایا اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور تمام
او مال یدعی فھو تحت قدمی ۔	جتھوں کو تنہا چھوڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر
ھاتین الاسد انہ البیت وسقایۃ	تمام انتقامات خونبہائے قدیم۔ تمام خونبہا
الحاج یامعشر القریش ان اللّٰہ قد	سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ اے قوم
ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیہ وتعظمھا	قریش سب تمہارا جاہلیت کا غرور اور
بالآباء الناس من آدم و آدم من	نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ
تراب ۔ (سیرت النبی جلد اول ص۳۷۱)	آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

(۹) پیغمبر اسلام کو طرح طرح کی اذیتیں دینے والے۔ مسلمانوں کو بے دردی سے ستانے والے قریش سب موجود تھے۔ کہ پیغمبر اسلام نے ان کو مخاطب فرماتے ہوئے خوف انگیز لہجہ میں فرمایا:۔

"تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے آج کیا معاملہ کرنے والا ہوں ؟"

یہ آواز غضبناک سنکر قریش یک زبان چلا اٹھے:۔

قریش ۔ اخ کریم وابن اخ کریم ۔ آپ شریف بھائی ہیں اور کریم برادر زادہ ہیں ۔

رسول ۔ لاتثریب علیکم الیوم اذھب وفانتم الطلقاء ۔ تم پر آج کے دن کوئی الزام نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد کئے جاتے ہو ۔

اہل مکہ اور بیعت بہ دست رسول

سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی ص۳۸۱

نماز ظہر کا وقت آیا تو حضرت بلال نے

(۱) بحکم رسولؐ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی۔ وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے۔ ان کی آتش غیرت پھر مشتعل تھی۔ عتاب بن اسید نے کہا کہ خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ ایک اور قریش سردار نے کہا۔ اب جینا بیکار ہے۔

مقام صفا میں آپ ایک بلندی پر بیٹھے۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات آئیں۔ عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے ان سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا۔ پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ میں رسول خدا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے۔ آپ کے بعد عورتیں اسی پیالہ میں ہاتھ

ڈالتی تھیں اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔ ان مستورات میں ہند بھی آئی یہ وہی ہند تھی جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی معاویہ کی ماں تھی۔ امیر حمزہ کا جگر اسی نے چبایا تھا۔ اور ان کا قتل اسی نے کرایا تھا۔ آتے ہی رسول خدا سے کہنے لگی ؛۔

ہند مادر معاویہ جگر خوار امیر حمزہ کی بدزبانی در پیغمبر اسلام کی در گذر و عفو

رسول خدا :۔ اے ہند اقرار کرو

ھند :۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں۔

رسول خدا :۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ھند :۔ یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا۔ بہر حال ہم کو منظور ہے۔

رسول خدا :۔ چوری نہ کرنا۔

ھند :۔ میں ! اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال سے دو چار آنہ کبھی لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

رسول خدا :۔ اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ھند :۔ ربینا هم صغاراً وقتلتهم کباراً فانت وهم اعلم۔ ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا۔ بڑے ہوئے تو (جنگ بدر و احد میں) آپ نے ان کو مار ڈالا۔ اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔ (سیرت النبی ص ۳۸۲)

طبری ص ۱۶۴۳ ۔ :۔

فضحك عمر ابن الخطاب من قولها حتی استغرب قال ولا تاتین و ببهتان تفترینه بین ایدیکن وارجلکن قالت والله ان ایتان البهتان لقبیح والبعض التجاوز امثل قال ولا تعصینی فی معروف قالت ما جلسنا هذا المجلس ونحن نرید ان نعصیك فی معروف فقال۔

(ہند کے یہ شوخی کے کلام سنکر) عمر ابن خطاب ہنس پڑے۔ اور ان کو یہ باتیں عجیب معلوم ہوئیں۔ اس سے کہا اب بھی تم کو اپنے وہ مفتریات جو تو نے براۃ العین ظاہر کئے تھے۔ نہیں معلوم ہوئے ہند نے کہا ہاں بہتان اور افترا تو واقعی میری چیزیں ہیں۔ لیکن بعض چیزوں میں ان سے تجاوز مناسب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایعھن واستغفر لھن فبایعھن عمر ابن الخطاب وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یصافح النساء و لا یمس امراۃ ولا یمسہ امرأۃ احلھا اللہ لہ او ذات محرم منہ ۔

عمر: ۔ کیا تونے امر معروف ارتکاب گناہ نہیں کیا۔
ھند (غصے سے جلکر) ہم ایسی مجلس میں نہیں بیٹھتے جس میں ہم پر امر معروف کیلئے ارتکاب عصیانی کا الزام لگایا جائے
یہ سنکر رسول خدا نے عمر ابن خطاب سے کہا کہ تم عورتوں سے بیعت لو۔ چنانچہ انہوں نے عورتوں سے بیعت لی۔ اس دن رسول خدا نے نہ کسی عورت سے معانقہ کیا اور نہ ان کا جسم چھوا اور نہ کسی عورت نے آپؐ کا جسم چھوا۔ سوائے ان عورتوں کے جن کو خدا نے آپ کیلئے حلال کیا تھا۔ یا جن کے آپ محرم تھے۔

حوالی مکہ میں تبلیغ اسلام

پیغمبر اسلام کو جب مکہ کے تمام کاموں سے فراغت ہوگئی تو آپؐ نے حوالی مکہ میں اصحاب کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ متفرق و مختلف قبائل کو اصول اسلام سے واقف کر دیں۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) تاریخ ابوالفدا بحوالہ تاریخ احمدی صہ ۶۹ و مدارج النبوۃ فارسی۔

لما فتح رسول اللہ مکۃ بعث لسرایا حول مکۃ الی الناس یدعوھم الی اسلام ولم یامرھم بالقتال وکان من لسرایا سریۃ مع خالد بن ولید

خالد کے ظلم سے رسول کی بیزاری۔

...... حلما بلغ رسول اللہ ما فعل خالد رفع یدیہ الی السماء حتی بان بیاض بطیہ قال اللھم انی ابرا الیک مما صنع خالد۔

پیغمبر اسلام نے بعد فتح مکہ بعض صحابہ کو معہ مختصر فوج کے حوالی مکہ میں اس غرض سے بھیجا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں لیکن کسی سے جنگ نہ کریں۔ انہیں خالد بن ولید کو بھی روانہ کیا۔ خالد جیسے ہی خزیمہ پر پہنچے تو بنی خزیمہ کے گروہ مسلح ہوکر باہر آئے۔ خالد نے ان سے کہا کہ ہتھیار کھول دو۔ جب انہوں نے ہتھیار کھول کر رکھ دیئے تو خالد نے ان کے ہاتھ بندھوا کر سب کو تلواروں پر رکھ لیا۔ جب رسول خدا کو خالد کی اس ظالمانہ کاروائی کی خبر پہنچی تو۔

تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرما کر ارشاد فرمایا کہ خداوندا جو حرکت ناشائستہ خالد نے کی ہے اس سے میں بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔

مقتولین بدست خالد بن ولید کا خون بہا دلوانا

(۲) تاریخ ابن ہشام جلد ۳ صـ۷۳ مصر بحوالہ اسوۃ الرسول جلد ۳ صـ۱۹۱ :۔

انفلت رجل من القوم فاتی رسول اللہ صلعم فاخبرہ خبر .... ابرأ الیک مما صنع خالد بن ولید ثلث مرات۔ ترجمہ :۔ اس قوم (بنی خزیمہ) کا ایک آدمی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اطلاع کی رسول خدا نے پوچھا کہ کیا کسی شخص نے خالد کو منع نہیں کیا۔ اس نے عرض کیا جی ہاں پہلے ایک شخص نے جو سفید لباس پہنے تھا منع کیا۔ لیکن خالد نے اسے ڈانٹ دیا۔ اور وہ چپ ہو گیا۔ پھر خالد کو دوسری بار ایک طویل قامت مضطرب الحال شخص نے منع کیا۔ لیکن خالد نے اسے بھی ڈانٹ دیا پھر خالد نے سختی سے ان دونوں کو نکلوا دیا۔ یہ سن کر عمر ابن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ پہلے جس شخص کو یہ بتاتا ہے۔ وہ میرا بیٹا عبداللہ ہے۔ اور آخر والا آدمی سالم غلام ابو حذیفہ ہے۔ اس کے بعد رسول خدا نے علی ابن ابی طالب علیہ الرضوان کو بلایا اور حکم دیا کہ اے علی قوم بنی خزیمہ کی طرف چلے جاؤ۔ اور ان کے معاملات کا انتظام کرو اور جہالت کے امور کو مٹا ڈالو۔ یہ سنکر علی مرتضیٰ قوم بنی خزیمہ کی طرف روانہ ہوئے اور قبیلہ بنی خزیمہ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ وہ مال بھی تھا جو رسول خدا نے ساتھ کر دیا تھا۔ علی ابن ابی طالب نے بنی خزیمہ کے تمام مقتولین کی دیت دیدی۔ اور پھر جو کچھ ان کا مال لوٹا گیا تھا۔ اس کا معاوضہ بھی ادا کر دیا۔ حتی انہ لیدی لھم میلغۃ الکلب حتی اذا لم یبق شیئ من دم ولا مال۔ حتی کہ ان کے کتے تک کی قیمت ادا کر دی یہاں تک کہ مال اور خون بہا کسی چیز کا بھی باقی نہیں رہا۔ اور علی کے پاس رقم موجودہ میں کچھ بچ بھی رہا تو آپ نے بنو خزیمہ کے لوگوں کو مخاطب فرما کر دریافت کیا کہ اب تو تمہارے خون اور مال و متاع کی قیمت میں کچھ باقی نہیں رہا۔ جو ادا نہ کیا گیا ہو!۔ سب نے عرض کیا کہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا تو اچھا فانی اعطیکم ھذہ البقیۃ من ھذا المال احتیاطا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مما لا نعلم ولا تعلمون

فنخل ثم رجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصبت واحسنت

اب میں احتیاطاً رسول خدا کی طرف سے تمہیں یہ بچی ہوئی رقم بھی عطا کئے دیتا ہوں۔ شاید کوئی ایسا رہ گیا ہو جسے نہ ہم جانتے ہوں اور نہ تم پہچانتے ہو۔

ان امور سے فارغ ہو کر علی ابن ابی طالب رسول خدا کی خدمت میں واپس آئے۔ اور حقیقت حال عرض کر دی۔ آپ نے ان کے اصابت عمل پر آفرین کہی۔ پھر آنحضرت اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہ آپ کے بغل کے نیچے کی چیز دکھائی دیتی تھی قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا۔ الٰہی جو خالد بن ولید نے کیا میں اس سے برأت و بیزاری چاہتا ہوں۔

(جلد ۳ صـ مصر)

ترجمہ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور کانپور صـ۱۳۴ جلد چہارم۔

(۱) و در روز حدیبیہ کہ قریش صلح کردند و بدیں شرط صلح کردہ بودند کہ با رسول خدا حرب نہ کنند و دشمنان او را بہ حرب یاری نہ دہند و کسیکہ در عہد پیغمبر باشد باایشاں حرب نکنند۔

ترجمہ:۔ صلح حدیبیہ کے دن جب قریش نے صلح کی ہے تو مندرجہ ذیل شرائط صلح تھے (۱) پیغمبر اسلام سے جنگ نہ کریں گے (۲) دشمنان اسلام کی جنگ میں شرکت و مدد نہیں کرینگے اور جو پیغمبر اسلام کا حلیف ہوگا اس سے جنگ نہیں کریں گے۔

(۲) بمکہ اندر دو حیٔ بودند یکے بنی خزاعہ و یکے بنی بکر بن کنانہ و ہمیشہ با یکدیگر خصومت داشتند و بنی خزاعہ ہمیشہ در حلف بنی ہاشم بودندے و در عہد و زینہار پیغمبر بودند۔

(۲) مکہ میں دو قبیلے تھے۔ ایک بنی خزاعہ دوسرے بنی بکر بن کنانہ ہمیشہ ان ہر دو میں دشمنی رہتی تھی۔ اور بنی خزاعہ بنی ہاشم کے حلیف رہے اور پیغمبر اسلام کی پناہ میں تھے۔

(۳) بنی بکر پیش ابوسفیان آمدند و از قریش یاری خواستند از بیم پیغمبر یاری نتوانستند کردن اما مہتران قریش گروہے با بنی بکر بیروں آمدند و با بنی خزاعہ حرب کردند و از ایشاں بسیار بکشتند۔

(۳) بنی بکر ابوسفیان کے پاس آئے اور قریش کی مدد چاہی۔ مگر قریش بوجہ خوف پیغمبر اسلام مدد ظاہری نہ کر سکے۔ لیکن ایک گروہ قریش کے سرداروں کا بنی بکر کے ساتھ مل گیا اور بنی خزاعہ سے جنگ کی اور ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے۔

(۴) پس خزاعیاں مردے را بیروں کردند کہ نام او عمرو ابن سالم بن الخزاعی بود تا سوئے

حضرت پیغمبر آیدو او را از کار قریش آگاہ
کند کہ عہد ترا قریش شکستند واز آنحضرت
یاری خواہند منجملہ اشعار دو شعر ایں ہمہ
بود ۔

بدین تو از جاں مسلماں شدیم
ز فقد خلافت پشیماں شدیم
خلاف تو کردند قوم قریش
شکستند عہد بہ یکبار خویش

۵ قریش دانستند کہ خطا کردہ اند ابوسفیان
را فرستادند و گفتند بسوئے محمد شو واز ایں
خطا کردہ ایم عذر خواہ ۔

(۶) چوں ابوسفیان بمدینہ آمد جائے نداشت
کہ فرود آید بخانہ دختر خویش ام حبیبہ کہ زن
رسول خدا بود آمد بسترے بود از آنحضرت
رسول خدا خواست براں نشیند دخترش
آں بستر را از زیر پائے او بکشید و نگذاشت
کہ برآں بستر نشیند .... دختر گفت
اینجائے پاکانست و تو مشرک و پلیدی
ترا نشاید بریں بستر نشستن ۔

(۷) ابوسفیان بنومیدی بازگشت و بمکہ باز
آمد ۔۔

(۸) رسول اللہ حکم داد تا کار سازی جہاد کنند
و نہ فرمود کہ بکدام سوئے خواہم شد ۔
در یک منزل مدینہ سپاہ را عرض کردہ
دہ ہزار مرد بودند ہم در ماہ رمضان

(۴) بنی خزاعہ نے ایک شخص بہ موسوم
عمران سالم بن الخزاعی کو خدمت پیغمبر
اسلام میں بھیجا اور قریش مکہ کی بدعہدی
کی اطلاع دی اور کہا کہ قریش نے عہد شکنی
کی ہے اور پیغمبر اسلام سے مدد طلب کی کچھ
اشعار بھیجے جن میں سے دو شعر یہ ہیں ۔
ہم نے آپکے دین میں آکر اسلام قبول کیا اور
حکومت کے خیال کو ترک کر دیا مگر قوم قریش
نے آپ سے عہد شکنی کی اور ہم سے جنگ کی ۔

(۵) قریش کو محسوس ہوا کہ انہوں نے غلطی کی ہے
ابوسفیان کو بھیجا کہ پیغمبر اسلام سے معذرت چاہے

(۶) جب ابوسفیان مدینہ پہنچا تو اس کے
لیئے کوئی جائے قیام نہ تھی ۔ آخر اپنی لڑکی ام
حبیبہ (زوجہ پیغمبر اسلام) کے گھر آیا اور
پیغمبر اسلام کے بستر پر بیٹھنا چاہا ام حبیبہ
نے اس بستر کو ابوسفیان کے نیچے سے کھینچ
لیا ۔ اور اس کو بستر پر نہ بیٹھنے دیا .....
لڑکی نے کہا کہ یہ پاک لوگوں کی جگہ ہے ۔ تو
مشرک اور نجس ہے تجھکو بستر رسول پر نہ
بیٹھنا چاہیئے ۔

(۷) ابوسفیان ناامید واپس مکہ ہوا ۔

(۸) پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ جہاد کی تیاری
کی جائے اور یہ ظاہر نہ کیا کہ کس طرف کو جانا
ہے ۔ ایک منزل پہنچ کر لشکر اسلام کو شمار
کیا تو دس ہزار افراد تھے ۔ ماہ رمضان میں مدینہ

از مدینه بیرون شد ۔

(۹) و بدیل بن ورقا و ابوسفیان از مکه بیرون
آمده بودند و بخبر گیری بشب آنجا رسیدند
.... عمر ابن خطابؓ طلایه لشکر داشت
و عباسؓ آواز ابوسفیان بشنید بشناخت
..... پس به یکدگر رسیدند عباسؓ گفت
چه کار بیرون آمده گفت بخبر جستن آمده ام
عباس فرمود اینک محمدؐ آمده است
ده هزار سوار پس عباسؓ ابوسفیان
را گفت بر پس این شتر نشین تا ترا
نزد پیغمبر برم و از وی ترا زنهار خواهم
اگر ترا بے زنهار یابند فی الحال بکشند
و میان ابوسفیان و عمر ابن الخطاب عداوت
پیشینه بود۔ بر پس عباسؓ نشست و
عباس شتر را به تعجیل میراند ۔ چوں
باتش عمرؓ رسیدند ابوسفیان را دید و
فرمود ۔ اے دشمن خدا الحمد للہ که خدا عز و جل
ترا بدست مسلمانان اسیر کرد ۔ عمر ابن
خطاب چناں پنداشت که عباس او را اسیر
کرده است عباس گفت یا عمر من او را
زنهار داده ام و در جوار من است پس عمر
برفت که حضرت رسالت پناهی را آگاه کند
عباس اشتر را براند و بر دو با عمر بر در خیمه
پیغمبر رسیدند ۔ عباس فرود آمد و ابوسفیان
را به در خیمه پیغمبر بداشت عمر نزدیک حضرت

سے باہر نکلے تھے ۔

و بدیل بن ورقا اور ابوسفیان مکہ سے
خبر گیری کیلئے نکلے تھے اور رات کو وہاں
پہنچے .... عمر ابن خطاب لشکر اسلام
کا طلایہ پھر رہے تھے ۔ عباس نے ابوسفیان
کی آواز سن لی ۔ پوچھا کیسے آنا ہوا کہا کہ خبر
گیری کیلئے آیا ہوں ۔ عباس نے کہا کہ محمد دس
ہزار لشکر کے ساتھ آئے ہیں ۔ اے ابوسفیان
تو میرے اونٹ پر میرے ساتھ سوار ہو جا
کہ میں تجھ کو خدمت پیغمبر اسلام میں لے چلوں
اور ان سے تیرے لئے معافی چاہوں اور
اگر تجھ کو بغیر پناہ کے مسلمان پائیں گے
فوراً قتل کر دیں گے ۔ اور ابوسفیان
اور عمر ابن خطاب کے درمیان دیرینہ
عداوت تھی ۔ پس عباس نے اشتر کو تیز
چلایا ۔ جب عمر ابن خطاب کے قریب پہنچے
تو انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا ۔ کہا اے
دشمن خدا خدا کا شکر ہے کہ تو مسلمانوں
کے ہاتھ گرفتار ہو گیا ۔ عمر نے یہ گمان کیا
کہ عباس نے ابوسفیان کو قید کر لیا ہے
عباس نے کہا کہ اے عمر میں نے ابوسفیان
کو پناہ دی ہے ۔ اور وہ میری پناہ میں
ہے ۔ پس عمر چلے کہ پیغمبر اسلام کو آگاہ
کر دیں ۔ ادھر عباس نے ناقہ کو دوڑایا
دونوں ایک ساتھ خدمت پیغمبر اسلام

رسول شد گفت اینک ابوسفیان را
خدا تعالی گرفتار کردہ است بے زنہار
مرا دستوری فرمائی تا او را بکشم عباس
در آمد و پیغمبر را بکنار گرفت گفت من
ابوسفیان را در جوار خود گرفتہ ام و امشب
ہیچ راز نگویم و پیغمبر فرمود امشب او را زنہار
دادم یا عباس تو او را نگہدار امشب تا
فرداش پیش می آوری پس عمرو عباس
ہر دو باز گشتند۔ روز دیگر ابوسفیان
را عباس نزد حضرت مقدس نبوی آورد
تا ابوسفیان بشرف اسلام مشرف شد
و او را بہ مکہ باز گردانید۔

میں پہنچے عباس نے ابوسفیان کو خیمہ
کے باہر چھوڑا۔ ادھر عمر ابن خطاب نے
پیغمبر اسلام سے کہا کہ عباس نے ابوسفیان
کو قید کر لیا ہے۔ آپ اجازت دیں تو
میں اسکی گردن ماردوں اتنے میں عباس
پہنچ گئے اور پیغمبر اسلام کو گلے لگایا۔
اور کہا کہ میں نے ابوسفیان کو اپنی پناہ میں
لیا ہے۔ اور آج رات میں کوئی راز نہ کھولوں
گا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ آج کی رات
میں نے ان کو پناہ دی اے عباس تم اس
کو اپنے پاس رکھو۔ کل میرے سامنے حاضر
کرو عمر و عباس دونوں واپس ہو گئے۔
دوسرے دن عباس ابوسفیان کو خدمت پیغمبر اسلام میں لائے۔ ابوسفیان مسلمان ہوگیا
اور مکہ واپس چلا آیا۔

پیغمبر اسلام نے فتح مکہ و داخلہ مکہ کے بعد اہل اسلام و لشکر اسلام کو مندرجہ ذیل حکم
دیا۔۔۔

(۱) جو کوئی ہتھیار ڈالدے اسے قتل نہ کیا جائے۔
(۲) جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے قتل نہ کیا جائے۔
(۳) جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اور کواڑ بند کرلے۔ وہ قتل نہ کیا جائے۔
(۴) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے قتل نہ کیا جائے۔
(۵) جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔
(۶) بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے
(۹) مہاجرین کے املاک پہ کفار قریش نے قبضہ کر رکھا تھا۔ آج فتح مکہ کے بعد وہ

مکانات و املاک مسلمانوں کو واپس ہونی چاہئے تھیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ مہاجرین اپنے املاک سے دست بردار ہو جائیں۔ اگرچہ مختلف و مستند کتب تاریخ کے حوالہ جات سے حالات فتح مکہ کو لکھا گیا۔ مگر چند واقعات ضروری کتاب روضۃ الصفا سے مزید پیش کر کے ہم استنباط نتائج کریں گے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہر واقعہ کا کماحقہٗ حال پیش ناظرین ہو جائے تاکہ بعد کو کسی قسم کا شبہ و شک و اعتراض نہ کیا جا سکے۔

(۱) روضۃ الصفا جلد دوم مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۷ ....

یکے از شروط صلح حدیبیہ آں بود کہ مسلماناں تعرض جمعیکہ در عہد قریش باشند نہ نمایند قریش نیز ہم بریں موجب عمل نمایند درآں حین خزاعہ کہ آبا و اجداد عبدالمطلب بودند عہدنامہ او را معروض حضرت گردانیدند و آنحضرت در معاہدہ ایشاں با عبدالمطلب آگاہی داشت وبنا بر التماس خزاعہ در رسول اللہ در امان خویش در آوردہ و بر عہدیکہ در ایام جاہلیت استحکام پذیرفتہ باشد در زمان اسلام مستحکم تر کردہ و زیادہ شدت می پذیرد و ہم درآں اوان بنوبکر بعہد قریش در آمدند و حال آنکہ میان ایں دو قبیلہ یعنی بنوبکر و خزاعہ پیش ظہور اسلام قواعد عداوت و خوں ریختن استمرار و استحکام داشت ...

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو جماعت قریش کے ہم عہد ہوگی۔ اس سے مسلمان تعرض نہ کریں گے۔ اور اسی طرح قریش بھی کریں گے۔ اسی اثناء میں خزاعہ جو آبا و اجداد عبدالمطلب تھے۔ نے عہد نامہ کو پیغمبر اسلام کے سامنے پیش کیا۔ پیغمبر اسلام کو اس معاہدہ کی اطلاع تھی۔ اس عہد نامہ کی بنا پر پیغمبر اسلام نے خزاعہ کو اپنی امان میں لے لیا تھا۔ اور جو معاہدہ عہد جاہلیت میں ہوا تھا۔ وہ عہد اسلام میں مضبوط تر ہو گیا تھا۔ اور اس پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ اور اسی زمانہ میں بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا حالانکہ قبل اسلام کے ان ہر دو جماعتوں خزاعہ و بنو بکر میں عداوت اور خون ریزی جاری تھی۔

(۲) روضۃ الصفا ص ۱۴۲ ۔

روزے یکے از بنی ذیل کہ فرقہ از بنی بکر اند مردے زباں بہ ہجو سید کائنات بکشاد و ایں صورت مسموع غلامے از بنی خزاعہ شدہ آں شخص را منع کرد و آں گمراہ ممتنع نشد از غایت خشم و غیظ

(۲) ایک دن بنی ذیل جو کہ بنی بکر کا ایک گروہ تھا۔ اس نے پیغمبر اسلام کی ہجو کرنی شروع کر دی بنی خزاعہ کے ایک غلام نے اس ہجو کو سن لیا۔ غلام نے اس ہجو کرنے والے

غلام خزاعی استیلا یافت و سر و روے آں بے باک را بشکست و ذیلی استغاثہ بہ بنی بکر و بنی نفاسہ کہ بطنی از بنی بکر بند بعزم محاربہ و مقاتلہ بنی خزاعہ بکمیبہت شدہ۔۔ آنگاہ بنو بکر رجوع بقریش .... نمودند آں قوم عہد حضرت رسالت پناہی را بشکستند و بنو بکر را با اسلحہ و اسباب حرب اعانت کردند بلکہ از اعیان قریش مثل سہیل بن عمرو و حویطب بن عبد العزیٰ و عکرمہ بن ابوجہل و صفوان بن امیہ و مکرز بن حفظ تغیر ہیئت خود کردہ و نقاب بربستہ با معتمدان خویش بمرافقت بنو بکر شبخون بر سر خزاعہ بردند و میان ہر دو فریق قتالے فاحش دست دادہ۔ زماں محاربہ امتداد یافتہ جنگ کناں بسرزمین حرم در آمدند و بیست کس از خزاعہ بقتل آمدہ

کو منع کیا وہ نہ مانا۔ غلام خزاعی کو غصہ آگیا اور اس نے ہجو کرنے والے کو خوب مارا۔ اس شخص ذیلی نے بنی بکر و بنی نفاسہ (جو بنی بکر کی ایک شاخ تھی) سے استغاثہ کر دیا بنی بکر اس بات پر بنی خزاعہ سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت بنو بکر نے قریش سے مدد چاہی۔ انہوں نے پیغمبر اسلام کے عہد و پیماں کو توڑ دیا۔ اور بنی بکر کو اسلحہ و رسد وغیرہ سے مدد دیدی۔ بلکہ کچھ سرداران قریش مثل سہیل بن عمرو حویطب بن عبد العزیٰ و عکرمہ بن ابوجہل و صفوان بن امیہ و مکرز بن حفظ اپنا بھیس بدل کر اور چہروں پر نقاب ڈال کر اپنے معتمدوں کے ہمراہ بنی بکر سے مل گئے۔ اور بنی خزاعہ پر شب خون مارا۔ اور ہر دو جماعتوں میں سخت جنگ واقع ہوئی۔ اور یہ جنگ مدت دراز تک رہی اور جنگ کرتے ہوئے اراضی حرم مکہ میں پہنچ گئے اور بیس افراد بنی خزاعہ کے قتل ہو گئے ......

۳) چوں ایں حرکت شنیع از مشرکان مکہ صدور یافت نادم شدند و از نقض عہد و پیماں پشیماں شدند چنانچہ حارث بن ہشام و عبد اللہ بن ابی ربیعہ نزد ابوسفیان بن حرب آمدہ باو گفتند کہ حادثہ واقع شدہ کہ آں را نتواں پوشید ..... اگر در تدارک ایں امر سعی ننمائیم محمد مخالفت

(۳) جب یہ حرکت نامناسب مشرکان مکہ سے سرزد ہو گئی۔ تو نادم ہوئے اور اپنے عہد کے توڑنے سے پشیمان ہوئے۔ چنانچہ حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ ابوسفیان بن حرب کے پاس آئے اور کہا کہ ایک ایسا واقع ہو گیا ہے جسکو پوشیدہ نہیں کیا جا سکتا .... اگر ہم

مابہ خیزد و بانتقام قتیلان خزاعہ خون
ماریزید ۔۔۔

(۴) چون سہ روز بر این حدیث بگذشت
عمرو بن سالم خزاعی با چہل نفر از یاران
خویش بمدینہ رسید و در زمانیکہ حضرت
مقدس نبوی با اصحاب در مسجد نشستہ بود
و سعادت پائے بوس فائز گشتہ و در برابر
آن سرور ایستادہ قصیدہ معروض داشت
کہ مشتمل بود بر نقض عہد قریش و تعدی
نو بکر و ضعف حال خزاعہ۔ رسول فرمود
حسبک یا عمرو و بعد ازاں برخاستہ
ورداے مبارک در زمین می کشید و می
فرمود نصرت دادہ نشوم اگر نصرت
ندھم بنی کعب را۔

(۵) صـ ۱۴۳ ج ۱ چون ابو سفیان بمدینہ
رسید ۔۔۔۔۔۔۔۔ و با حضرت
ملاقات نمودہ ہر چند در باب
تجدید عہد و ازدیاد مدت صلح سخن گفت
جوابی شافی نہ شنید ۔۔۔۔۔۔
ابو سفیان چون بعزم رفتن مکہ از مدینہ
بیرون آمد حضرت رسول بکار سازی
توجہ حرم مشغول گشت و این صورت
با صدیق اکبر در میان نہادہ گفت کہ بہ
ہیچ کس نگوید۔ و دعا فرمود۔
اللھم خذ علی ابصارھم حتی

اسکی تلافی و تدارک نہ کریں گے تو ہم اس
کا جواب دیں گے اور بنی خزاعہ کے مقتولوں
کے بدلے میں ہمارا خون بہائیں گے۔

(۴) جب اس بات کو تین دن گذر گئے تو
عمرو بن سالم خزاعی مع چالیس نفر کے
مدینہ پہنچا۔ اور جبکہ پیغمبر اسلام مع صحابہ
کے مسجد میں تشریف فرما تھے حاضر ہوا
اور اس نے وہیں کھڑے ہو کر قصیدہ پڑھا
جس میں قریش کی عہد شکنی اور ظلم نو بکر
اور مظلومیت بنی خزاعہ کا ذکر تھا پیغمبر
اسلام نے فرمایا اے عمر بس اتنا کافی ہے۔
اس کے بعد آپ بحالت غضب کھڑے ہو گئے
اور ٹہلتے ہوئے فرما رہے تھے۔ اگر میں
بنی کعب کی نصرت نہ کروں تو میری بھی نصرت
نہ کی جائے۔

(۵) جب ابو سفیان مدینہ پہنچا۔ اور اس
نے پیغمبر اسلام سے ملاقات کی اور جتنی بھی
تجدید معاہدہ کی کوشش کی۔ کامیاب
نہ ہوئی ... جب ابو سفیان مکہ واپس
ہونے کیلئے مدینہ سے باہر آیا تو پیغمبر اسلام
حرم کعبہ کی طرف جانیکی تیاری میں مشغول ہو گئے
اور یہ واقعہ صدیق اکبر سے کہہ کر فرمایا کہ کسی سے نہ
کہنا۔ اور دعا کی اے خدا قریش کی آنکھوں
کو اندھا کر دے کہ ہمکو نہ دیکھ سکیں۔

لا یردنی الا بغتة - . . .

(۶) دریں اثنا حاطب بن ابی بلتعہ مکتوبے بہ صنادید قریش نوشت کہ حضرت مقدس نبوی بجمع لشکر سفر مشغول است و ظن غالب آنست کہ مقصد آنحضرت غیر مکہ جائے دیگر نباشد۔

حاطب مکتوب بزنی داد تا در موئے خود پنہاں کردہ روے بمکہ نہاد۔ آنسرور (رسول خدا) علی ابن ابی طالب و زبیر بن عوام و عمار یاسر را طلبیدہ و فرمودید بروید نامہ بروضہ خاخ و دراں موضع زنے را خواہید یافت کہ مکتوبے مصحوب او ست آں را گرفتہ مکتوب را بیاورید۔ چوں امیر المومنین علی و اصحاب در روضہ خاخ باں زن رسیدہ مکتوب را طلبداشتند انکار نمود ایشاں ہر چند تفتیش و تفحص نمودند نامہ ظاہر نہ شد لاجرم قصد مراجعت نمودند علی ابن ابی طالب گفت بخدا سوگند کہ رسول اللہ بامن دروغ نگفتہ آنگاہ تیغ از نیام بر کشید و بر سر آں رفت و در تہدید تعجیل نمود آں ضعیفہ از بیم جاں مکتوب را از محلی کہ پنہاں کردہ بود بیروں آوردہ و بعلی داد و علی مکتوب را بہ نظر کیمیا اثر مصطفوی رسانید حاطب را حضرت طلبداشتہ پرسید کہ باعث بریں امر چہ بود۔ حاطب جواب داد کہ ما

مگر یہ کہ یکا یک دیکھ سکیں۔

(۶) اسی اثنا میں حاطب بن ابی بلتعہ نے صنادید قریش کو خط لکھا کہ پیغمبر اسلام تیاری لشکر میں مصروف ہیں اور گمان غالب ہے کہ ان کا ارادہ بجز مکہ کے باہر کا نہیں ہے ... حاطب نے وہ خط ایک عورت کو دیا کہ وہ اپنے بالوں میں چھپا لے وہ مکہ روانہ ہو گئی پیغمبر اسلام نے علی ابن ابی طالب و زبیر بن عوام و عمار یاسر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ روضہ خاخ تک جائیں وہاں ان کو ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے اس کو پکڑ کر خط میرے پاس لاؤ۔ جب علی اور اصحاب روضہ خاخ پہنچے تو اس عورت کو پکڑا اور خط طلب کیا اس نے انکار کیا ان لوگوں نے بہت جامہ تلاشی لی۔ مگر خط کا پتہ نہ چلا مختصر یہ کہ واپسی کا ارادہ کر لیا۔ علی نے کہا خدا کی قسم پیغمبر اسلام نے جھوٹ نہیں کہا ہے یہ کہہ کر تلوار نیام سے نکال لی اور اس عورت کو ڈرایا۔ اس عورت نے خوف جان سے خط نکال کر علی کو دیا۔ علی نے وہ خط پیغمبر اسلام کو پہنچایا۔ آپ نے حاطب کو طلب کر کے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے حاطب نے کہا کہ خدا کی قسم کہ میں خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور مرتد یا منافق نہیں ہوا ہوں

رسول اللہ بخدا سوگند کہ بخدا و رسول ایمان دارم و مرتد و منافق نگشتہ ام ..... غرض ازیں کتاب آں بود کہ مرا بہ قریش حقے ثابت شود تا بملاحظہ آں خط از حفظ و رعایت مال و عیال من غافل نشوند ۔ حضرت مقدس نبوی با صحاب فرمود بدانید و آگاہ باشید کہ حاطب با شما راست گفت اما عمر بن خطاب با حاطب خطاب کرد کہ قاتلک اللہ .... آنگاہ فاروق معروض حضرت خاتمی گردانید کہ یا رسول اللہ بگذار تا گردن ایں منافق بزنم آنسرور عمر را تسکین داد و فرمود او از اہل بدر است ۔ و ان اللہ قد اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ....

یہ خط میں نے اسلئے لکھا کہ قریش پر میرا حق قائم ہو جائے۔ تاکہ وہ اس خط کے عوض میں میری اولاد و مال کی حفاظت سے غافل نہ ہوں۔ پیغمبر اسلام نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ یاد رکھو اور جان لو کہ حاطب نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔ لیکن عمر ابن خطاب نے حاطب سے کہا۔ خدا تجھ کو قتل کرے .... پھر فاروق نے پیغمبر اسلام سے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول مجھ کو حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں ۔ پیغمبر اسلام نے عمر کو تسلی دی کہ وہ اہل بدر سے ہے اور خدا اہل بدر سے مطلع ہو چکا ہے۔ پھر فرمایا جو تم چاہو کرو تم کو خدا نے مغفرت عطا کر دی ہے ...

(۷) در دہم رمضان از مدینہ بیروں آمدہ بر سر چاہ ابو عبیدہ نزول اجلال فرمود و ہفت صد مرد از مہاجرین در حین شمار آمدند و سیصد اسپ در میان ایشان بود و سہ رایت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب داشت ...... دہ ہزار مرد دراں غزوہ ملازم رکاب فلک فرسا محمدی بودند و قریش از توجہ حضرت ہیچ خبر نداشتند ....

(۷) دسویں رمضان کو پیغمبر اسلام مدینہ سے نکل کر چاہ ابو عبیدہ پر قیام پذیر ہوئے سات سو مہاجرین تین سو گھوڑے لشکر اسلام میں تھے۔ علم فوج اسلام شیر خدا علی ابن ابی طالب کے دوش پر تھا ... اور دس ہزار افراد لشکر اسلام میں شامل تھے۔ اور قریش کو پیغمبر اسلام کی آمد کی مطلق خبر نہ تھی ۔۔

(۸) محمد بن سلمہ زمام ناقہ خاصہ گرفتہ و بقرأت سورہ انا فتحنا لک مشغول بود و بے احرام

(۸) محمد بن مسلمہ پیغمبر اسلام کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے انا فتحنا لک کی قرات کر رہے تھے

بحرم در آمده مسجد الحرام را بنور حضور خویش
منور گردانید ....
سیصد و شصت بت در اطراف نواحی
کعبہ مشرکاں نصب کردہ بودند و ہبل کہ
اعظم اصنام بود ...... رسول خدا
بنیزہ و چوبے کہ در دست داشت بآں
بتاں می رسانید و می فرمود وجاء الحق
وزھق الباطل و آں بتاں بمجرد رسیدن
چوب بایشاں بر روئے در می افتادند بصحت
رسیدہ کہ بتے چند بزرگ در موضع بلند
بنہادہ بودند کہ دست بآنہا نمیرسید حضرت
رسول و علی مرتضیٰ چوں بخانہ کعبہ در آمدہ
آں بتاں را دیدند علی بعرض رسانید کہ یا رسول
اللہ پائے مبارک بر کتف من نہ و ایں بتاں
را فرود آور۔ حضرت مقدس نبوی فرمود
یا علی تو را طاقت ثقل نبوت نیست تو
پائے بر کتف من نہ و باین امر اشتغال
نما۔ علی مرتضیٰ بموجب فرمودہ رسول عمل
نمودہ و در ایں حین کہ پائے علی بر کتف رسول
اللہ بود آنحضرت از وے سوال فرمود کہ
اے علی خود را چگونہ می یابی۔ گفت یا رسول
اللہ چناں می بینم کہ حجب مرتفع شدہ و سر
من بساق عرش رسیدہ و ہر چہ دست
دراز می کنم در پنجہ تصرف من می آید آنسرور
فرمود کہ اے علی رسیدی بآنچہ مطلوب تو بود

بغیر احرام باندھے خانہ کعبہ میں تشریف
لائے ....
تین سو ساٹھ بت اطراف کعبہ میں مشرکوں
نے نصب کئے تھے اور ہبل بت سب بتوں
میں بڑا تھا۔ پیغمبر اسلام اس نیزہ سے جو
آپ کے ہاتھ میں تھا بتوں کو چھوتے تھے اور
جاء الحق وزھق الباطل قرأت کر رہے
تھے۔ اور آپ کا نیزہ جس بت کو لگتا تھا
وہ گر جاتا تھا۔ مستند تاریخوں سے ثابت ہے
کہ چند بت بلند مقامات پر نصب تھے کہ وہاں
تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پیغمبر اسلام اور
علی مرتضیٰ کعبہ میں داخل ہوئے اور ان بتوں
کو دیکھا۔ علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میرے شانہ پر پائے مقدس رکھئے۔ اور
ان بتوں کو گرا دیجئے پیغمبر اسلام نے فرمایا
کہ اے علی تم میں یہ طاقت نہیں کہ بار نبوت
برداشت کر سکو۔ تم میرے شانوں پر کھڑے
ہو جاؤ اور بتوں کو گرا دو علی نے حسب ارشاد
نبوی عمل کیا۔ جس وقت علی کے پاؤں شانۂ
رسول پر تھے پیغمبر اسلام نے علی سے پوچھا
اے علی تم اپنے کو کیسا پاتے ہو۔ علی نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایسا پاتا ہوں
کہ حجاب ہائے قدرت ہٹا دیئے گئے ہیں۔
اور میرا سر ساق عرش پر پہنچ گیا ہے اور جس طرف
ہاتھ بڑھاتا ہوں ہر چیز میرے تصرف میں آجاتی

علی گفت بآں خدائے کہ ترا بحق بخلق فرستادہ کہ چناں می بینم خود کہ اگر خواہم دست بآسمان خواہم رسانید گویند چوں علی بتاں را برزمیں انداخت خود را از دوش آنحضرت برزمیں افگندہ تبسمی فرمود آنحضرت از موجب خندہ پرسید جواب داد کہ جہتہ آنکہ خویش را از جائے بلند انداختم و المی بمن نرسید حضرت نبوی فرمود کہ اے علی چگونہ الم بتو رسد کہ محمدؐ ترا برداشتہ بود و جبرئیل فرود آورد ......

ہے پیغمبر اسلام نے فرمایا اے علی تم پہنچ گئے اس مقام پر جو تمہارا مقصود تھا علی نے عرض کیا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ چاہوں تو آسمان پر ہاتھ پہنچا دوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب بتوں کو توڑ چکے تو آپ آنحضرتؐ کی پشت سے نیچے کود گئے۔ اور مسکرائے آنحضرتؐ نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو علی نے عرض کیا کہ اتنی بلند جگہ سے زمین پر کودا ہوں مگر چوٹ نہیں لگی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی تم کو کیسے تکلیف پہنچتی جبکہ محمدؐ نے تم کو بلند کیا ہے اور جبرئیل نے تم کو اتارا ہے ....

(۹) اکثر صنادید قریش و عظماء مکہ در حوالی کعبہ صف کشیدہ انتظار محمدؐ میکردند کہ در باب ایشاں چہ حکم واقع خواہد شد چہ خواہد فرمود آنسرور بر زبان گوہر افشاں بگذرانید کہ الحمد للہ الذی صدق وعدہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونصر عبدہ وجندہ وھزم الاحزاب۔ بعد ازاں با اہل مکہ خطاب کرد کہ ما تقولون وما تظنون یعنی چہ می گوئید چہ گماں می برید از من نسبت بخویشتن ارباب مکہ جواب دادند۔

نقول خیراً ونظن خیراً اخ کریم و ابن اخ کریم قد قدرت علینا۔

یعنی می گوئیم خیر و گمان میبریم خیر۔ برادر کریم

(۹) اکثر سرداران داعیان قریش حوالی کعبہ میں کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ ان کے بارہ میں کیا حکم دیا جاتا ہے ......

پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ شکر اس خدا کا جس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ وہی معبود یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنے بندہ کو صادق قرار دیا اور اس نے اپنے بندہ اور اس کے لشکر کی مدد کی اور دشمن فرار کر گیا۔ اس کے بعد اہل مکہ سے خطاب کیا۔ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اور تمہارا کیا گمان ہے؟ اہل مکہ نے عرض کیا۔ ہم خیر کہتے ہیں اور خیر کا گمان کرتے ہیں تم برادر کریم ہو اور پسر برادر کریم ہو۔ بیشک آپ کو ہم پر اختیار کلی حاصل ہے ......

و پیر برادر کریم کہ بر ما قدرت یافتہ آنحضرت
فرمود کہ انی اقول ما قال اخی یوسف
لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم
وھو ارحم الراحمین واذھبوا
فانتم الطلقاء ۔
و بعد ازاں خطبہ فصیح خواند ۔

(۱۰) ۔ انصار بیکدیگر گفتند کہ ایں مرد
یعنی رسول اللہ مہربانی و شفقت قوم
و عشیرت خویش دریافت بشہر خویش
رغبت نمود .... رسول با انصار خطاب
فرمود کہ شما چنیں گفتہ اید و ایشاں اعتراف
نمودند آنحضرت فرمود کہ کلا و حاشا کہ چناں
و چنیں کنم من بندہ خدا و رسول اویم ہجرت
بسوئے خدا و شما کردہ ام حیات من
حیات شما است و ممات من ممات شما۔
انصار در گریہ افتادہ معروض داشتند
کہ واللہ ایں سخناں بجہت آں گفتیم کہ
غلت بخدا و رسول داریم ۔
رسول خدا فرمود کہ خدا و رسول تصدیق
شما می کنند ۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں وہی کہتا ہوں
جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا۔ آج تم پر
کوئی مواخذہ نہیں ہے آج خدا تم کو معاف
کرے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا
ہے۔ تم لوگ جاؤ تم کو آزاد کیا جاتا ہے۔
اور اس کے بعد خطبہ فصیح فرمایا۔

(۱۰) انصار نے کہا کہ اس شخص یعنی پیغمبر
اسلام نے اپنی قوم والوں سے شفقت کا
برتاؤ کیا اور اپنے شہر کو واپس آ گیا پیغمبر
اسلام نے انصار سے خطاب کیا کہ تم لوگ
ایسا کہتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا۔ پیغمبر
اسلام نے فرمایا کلا و حاشا۔ میں ایسا
نہیں کروں گا۔ میں خدا کا بندہ اور رسول
ہوں۔ میں نے خدا کی طرف اور تمہاری طرف
ہجرت کی ہے۔ میری زندگی تمہاری زندگی
اور میری موت تمہاری موت ہے۔ انصار
ایکدم رونے لگے اور عرض کیا کہ یہ بات
ہم نے اسلئے کہی تھی کہ ہمکو خدا و رسول سے
بہ خلوص محبت تھی۔ رسول خدا نے فرمایا کہ
خدا و رسول تمہاری بات کی تصدیق کرتے ہیں

حوالہ جات تاریخی نے مندرجہ ذیل امور کو ثابت اور واضح کیا۔ اور یہ تمام امور حکومت رسول
خدا پر بدرجہ کامل دلالت کرتے ہیں۔

استنباط نتائج :-

۱) پیغمبر اسلام نے صلح حدیبیہ میں جو شرائط صلح منظور کی تھیں اس پر آپ قائم رہے۔ کفار قریش نے
بنو بکر کی حمایت کرکے اور بنو خزاعہ جو حلیف اہل اسلام تھے۔ کو قتل و غارت کرکے خود ہی معاہدہ
کی خلاف ورزی کی۔ اس صورت میں دو ہی صورتیں تھیں۔ یا رسول اللہ اس معاملہ کو نظر انداز

کرتے اور خاموش رہتے اور یا بنو خزاعہ کے مقتولین کا انتقام لیتے ۔ اگر قریش کے اس فعل مذموم پر خاموشی اختیار فرماتے تو اس کے نتائج بدمرتب ہوتے ۔

اول ۔ یہ کہ اہل اسلام کے حلیفوں کو ہمیشہ کیلئے اہل اسلام کا اعتماد و اعتبار و نیز توقع استمداد لگ ختم ہو جاتی ۔ اور کبھی کوئی قبیلہ اہل اسلام کا حلیف نہ بنتا ۔ اور نیز جو قبائل اہل اسلام کے اگلی کی اعتماد پر) حلیف بنے ہوئے تھے وہ سب مایوس ہو کر دوسرے طاقتور قبائل کے ہمراہ ہو جاتے اور اس طرح جمعیت اہل اسلام روز بروز کم ہو جاتی ۔

دوم ۔ دوسرے یہ کہ خود اہل اسلام جو نو مسلم تھے ۔ اور جو مولفۃ القلوب اسلام کی روز افزوں طاقت سے مرعوب ہو کر دائرہ اسلام میں شامل ہو گئے تھے ۔ یا شامل ہو رہے تھے وہ سب اہل اسلام کی کمزوری اور بے اصولی کو دیکھ منتشر ہو جاتے ۔ اور اس طرح اہل اسلام میں انتشار و افتراق پیدا ہو جاتا ۔

سوم ۔ اہل اسلام کے معاہدوں و نیز قول و فعل کا اعتماد ہمیشہ کیلئے فنا ہو جاتا ۔ اور اس طرح اسلام نا قابل تلافی نقصان پہنچتا جو انتہائی مضر ہوتا ۔

بخلاف اس کے پیغمبر اسلام نے بنو خزاعہ حلیف اسلام کے قتل و غارت ہو جانے کی خبر سنکر فرمایا اگر میں نصرت نہ کروں تو نصرت نہ کیا جاؤں ۔ حقیقت میں یہ ہے کہ اس موقعہ خاص پر اگر پیغمبر اسلام بنو خزاعہ کی نصرت نہ کرتے تو اہل اسلام کی نصرت کوئی بھی نہ کرتا ۔ کیونکہ یہ ایک اصولی غلطی ہوتی ۔

چہارم ۔ پیغمبر اسلام نے قریش کی اس بدعہدی کا منہ توڑ جواب دیکر صرف بنو خزاعہ کا ہی انتقام خون لیا بلکہ اہل اسلام کی محدود ترقیوں اور رکی ہوئی طاقت کو وسیع و کشادہ کر دیا ۔ معاہدہ صلح علاوہ کی حکمتیں تو اپنے موقعہ پر لکھی ہی گئیں ۔ وہ تو اس لئے بھی کیا گیا تھا کہ پیغمبر اسلام جارحانہ جنگ سے دامن اسلام کو ہمیشہ کیلئے بچانا چاہتے تھے ۔ مگر معاہدہ صلح نے اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی طاقت کو روک لیا تھا ۔ اور ترقی اسلام کی رفتار کو مدھم بنا دیا تھا ۔ پیغمبر اسلام نے اس موقعہ پر اہل اسلام کی دس ہزار فوج کو ہمراہ لیکر جانب مکہ کوچ کیا ۔ اور اس انداز سے روانگی اختیار فرمائی کہ جب افواج اسلامی قریب مکہ پہنچ گئیں ۔ اور ابو سفیان نے داخل مکہ ہو کر اہل مکہ کو آمد فوج اسلامی کی خبر دی تو ان کو خبر ہوئی ۔ پس قدیم دشمنان اسلام دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور ان کو مقابلہ کی نہ جرأت ہی ہوئی اور نہ وہ کوئی تیاری ہی کر سکے ۔ اور پیغمبر اسلام کی اس حکمت بالغہ کاملہ کی وجہ سے سب سے بڑا شہر اور سب سے بڑا دشمن مغلوب ہو گیا ۔ اور کشت و خون کی نوبت

بھی نہ آئی۔ اگر خالد بن ولید نے فرمان رسول کے خلاف ورزی نہ کی ہوتی تو وہ تھوڑی سی جھڑپ بھی نہ ہوتی مگر پیغمبر اسلام نے مجمع عام میں خالد بن ولید کے اس فعل مذموم سے برئیت کا اظہار کرکے دامن اسلام کو خون ناحق کے دھبہ سے ہمیشہ کیلئے بچالیا۔

پیغمبر اسلام کے اس فعل برمحل نے سب سے بڑے دشمنان اسلام کی بیخ کنی کردی اور مرکز عداوت کو ختم کردیا نیز مکہ سے مدینہ تک کے تمام قبائل ونیز افواج کو کلمہ گو بنالیا۔ جانی دشمن حقیقی دوست بن گئے اور اسلام کی طاقت دگنی ہوگئی پھر اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ کی اس بے بسی اور شکست کی خبر پاکر اطراف جوانب دور دراز کے قبائل وممالک مرعوب ہوگئے۔ اور کفار کا زور رفتا ہوگیا۔ کیونکہ صدیوں سے مکہ جو اصنام پرستی کے مرکز کفار بنا ہوا تھا۔ اس کی بقا پر کفار عالم کی بقا منحصر تھی۔ اور اسکی شکست پر کفار عالم کی شکست منحصر تھی۔ لہٰذا جب مرکزیت اصنام پرستی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ہمیشہ کیلئے صنم پرستوں اور کفار کا زوال ہوگیا۔ پیغمبر اسلام کی اس فتح کے بعد تمام عالم کے اصنام پرست اور کفار مغلوب ومرعوب ہوگئے یہی وجہ تھی کہ بعد پیغمبر اسلام بھی کبھی کفار وصنم پرست اقوام باوجود اپنی بے انتہا قوتوں کے بھی اہل اسلام کے مقابلہ میں کبھی نہ ٹھہر سکیں یا مسلمان ہوگئیں۔ یا شکست خوردہ اور پسپا ہوگئیں۔

فراست وحکمت رسول

پیغمبر اسلام نے بجانب مکہ روانہ ہونے کی خبر کو مخفی رکھنا چاہا تھا۔ مگر حاطب بن ابی بلتعہ ایک صحابی نے اہل مکہ کو ایک خط کے ذریعہ آگاہ کردینا چاہا۔ یہ بات پیغمبر اسلام کو معلوم نہ تھی۔ مگر فراست وحکمت کاملہ کا اقتضا یہی ہوا کرتا ہے۔ کہ ایسے افعال سرزد ہونے لگتے ہیں کہ جن کو عوام معجزہ سمجھنے لگتے ہیں۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے علی ابن ابی طالب کو معدود افراد کے اس جاسوس عورت کی گرفتاری کیلئے ایک خاص مقام کا نام بتاکر روانہ فرمایا۔ اس عورت نے خط کو بالوں کی لٹوں میں چھپالیا تھا۔ مگر علی کے ڈرانے دھمکانے سے اس عورت نے وہ خط علی کو دیدیا بظاہر تو یہ بات معمولی تھی مگر درحقیقت معاملہ بہت سنگین تھا۔ کیونکہ اگر اہل مکہ کو آمد لشکر اسلام کی خبر کچھ پہلے پہنچ جاتی۔ تو یقیناً وہ اپنی فوج کو جمع کرکے قبائل حلیف سے مدد لیکر مقابلہ کرتے اور باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا ہوجاتی۔ اور فتح مکہ کا یہ تاریخی واقعہ پھر اس طرح صفحات تاریخ پر نظر نہ آتا۔ بلکہ یہ اسلام کی جارحانہ جنگ کی صورت میں نظر آتا۔ اور اہل اسلام کی تلوار عہد رسول جارحانہ جنگ میں اٹھتی ہوئی نظر آتی اور پھر دشمنان اسلام کا یہ الزام صحیح ہوجاتا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ اس فتح مکہ میں صدہا بلکہ ہزارہا مسلم وغیر مسلم مقتول ومجروح ہوجاتے۔ اور یہ فتح مکہ انتقامی جنگ کا نمونہ پیش کرتی۔ حالانکہ یہ جنگ انتقامی نہ تھی اور نہ فتح مکہ کا نام جنگ رکھا جاسکتا ہے۔

افطار صوم کی حکمت

مشہور ہے کہ فعل حکیم حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ حکیم کا ہر فعل عین حکمت ہوتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کی زندگی کا ہر ایک لمحہ عین حکمت ہے۔ چونکہ ماہ رمضان المبارک میں بجانب مکہ روانگی ہوئی تھی۔ گرمی کا موسم کثرت افواج اسلام تھی لہذا پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کو افطار صوم کا حکم دیدیا۔ اور خود بھی روزہ افطار فرمایا۔ بعض اصحاب نے عرض کیا کہ بعض مسلمان روزہ افطار نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ وہ نافرمان خدا رسول ہیں۔ پیغمبر اسلام کے اس فعل میں یہ حکمت تھی۔ کہ حالت سفر میں روزہ بحکم خدا معاف ہے۔ اور بعد ختم سفر اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ لہذا خدا کے اس حکم کی تعمیل کرنا ضروری تھا۔ دوسرے اپنی فوج کو روزہ کی تکان اور سفر دور و دراز کی تھکن سے بے جان نہ کرنا تھا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ فتح کی یہ شکل نہ ہوتی بلکہ جنگ عظیم کی صورت اختیار کر لیتی۔ لہذا فوج اسلامی کو تازہ دم ہونا ہی چاہیئے تھا۔۔۔

حکمت بالائے حکمت۔ ابوسفیان کی بجانب مکہ روانگی

ابوسفیان بخوف جان مسلمان ہوا۔ وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ افواج کفار قریش کا معرکہ میں سپہ سالار رہتا تھا۔ پیغمبر اسلام نے ابوسفیان کو حکم دیا کہ وہ سب سے پہلے جا کر اہل مکہ کو لشکر اسلام کے آنے کی خبر دے اور اہل مکہ سے کہدے کہ جو مقابلہ نہ کرے گا اس کی جان و مال محفوظ ہے۔ چنانچہ ابوسفیان کے پہنچتے ہی۔ اہل مکہ نے دریافت کیا کہ کچھ دور پر یہ نیزے و سوار کیسے نظر آرہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ ان کا مقابلہ تمہارے لئے دشوار ہے۔ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ ورنہ سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔

زمانہ کا انقلاب تو دیکھئے ابتدائے اسلام سے مقابلہ اسلام و استیصال اسلام کیلئے جو شخص کفار کو آمادہ کیا کرتا تھا۔ وہی باوجود اس دشمنی کے آج اپنے ہموطنوں اور کافروں کو طاقت اسلام سے مرعوب کر رہا ہے۔ اس کی بات تو ہمیشہ مانی ہی جاتی تھی۔ لہذا سب نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے۔ اور فتح مکہ بغیر جنگ کے ہو گئی۔۔۔

یہ تھی وہ حکمت پیغمبر اسلام جو اہل عالم کیلئے نمونۂ فتح و فیروزی بن سکتی ہے۔

حکمت خاص بت شکنی

کعبہ شہر مکہ میں واقع تھا۔ مکہ ناف زمین پر واقع تھا۔ دور دراز شہروں، ملکوں سے عوام الناس اصنام کعبہ کی پرستش کیلئے آتے تھے اور خانہ کعبہ کو دنیا کا ایک بڑا بت خانہ سمجھا جاتا تھا۔ نہایت قدیم بت اس میں نصب تھے قبائل نواحی مکہ کی خوشنودی کیلئے ہزاروں بت خانہ کعبہ میں نصب کئے تھے۔ بہر حال مکہ کو بلحاظ بت پرستی

مرکزیت حاصل تھی یہی وجہ تھی کہ اہل مکہ نے متعدد حملے اہل اسلام پر کئے اور انہوں نے ہر سال کا دستور بنا لیا۔ کہ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ مختلف قبائل و اقوام کو اہل اسلام کے مقابلہ کیلئے ابھارا جائے اور اس سلسلہ کو روز بروز اتنا قوی کیا جائے کہ آخر کمزور ہوتے ہوتے اسلام کا خاتمہ ہو جائے۔ ان حالات کے تحت میں ضروری تھا کہ مرکزیت بت پرستی کو فنا کر دیا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے مرکزیت کفار یا مرکزیت بت پرستی کو اس خوبی سے فنا کر دیا کہ شہر شہر اور ملک ملک میں اسلام کی رواداری پیغمبر اسلام کی مروت اور جاں بخشی دعفو کا شہرہ ہو گیا۔ اور اس طرف جو اقوام اہل اسلام سے مخالف رہتی تھیں ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے اچھے خیال پیدا ہو گئے۔ اور دنیا کو یقین ہو گیا کہ اسلام کسی طاقت دنیوی کے حاصل کرنے کیلئے سب کچھ روا نہیں رکھتا۔ بلکہ اسلام خدا پرستی اور سلامتی عالم کے اصول کی تبلیغ کرنے ہی کو مقصد اصلی قرار دیتا ہے۔ بہر حال پیغمبر اسلام نے اپنے دوش اقدس پر علی ابن ابی طالب کو اٹھا کر سقف خانہ کعبہ پر چڑھا دیا اور اس طرح چھوٹے بڑے سب بتوں کو مسمار کر ڈالا۔

حکمت بالائے حکمت

اس موقعہ پر اتنی یاد دہانی کرتا ہوں کہ پیغمبر اسلام خانہ کعبہ کے بتوں کو اس طرح بھی مسمار کرا سکتے تھے۔ کہ فوج کے ایک دستہ کو حکم دیتے۔ وہ کدالوں اور پھاوڑوں سے بتوں کو توڑ ڈالتے۔ اگر ایسا نہ کیا تھا تو صرف اتنا ہی کر دیتے کہ کوئی بلند شے دیوار کے نیچے رکھ کر چند بہادران اسلام کو چھت پر چڑھا دیتے۔ اور بتوں کو مسمار کرا دیتے اچھا یہ بھی نہ کیا اور آپ کو یہی منظور تھا کہ علی کے ہاتھ سے ہی خانہ کعبہ کی بت شکنی ہو تو ایسا ہی کر دیتے کہ کسی بلند شے سیڑھی وغیرہ کے ذریعہ ہی علی کو سقف خانہ کعبہ پر چڑھا دیا ہوتا۔ بہر حال کام بہ سہولت ہو جاتا۔ مگر پیغمبر اسلام نے باوجود اتنے جانبازانِ اسلام اور بہادران اسلام کی موجودگی کے یہ کیا کیا کہ خود بہ نفس نفیس سخت تکلیف برداشت کی کہ علی جیسے قوی ہیکل بہادر کو اپنے کندھوں پر چڑھایا پھر ان کو کندھوں پر لیکر خود کھڑے ہوئے اور علی کو حکم دیا کہ بتوں کو توڑو ظاہر ہے کہ مضبوط اور منصوب بتوں کو توڑنا آسان نہ تھا۔ مضبوط اور بڑی بڑی میخیں ان میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کو جب جنبش دی جاتی تھی تو کعبہ کی دیواروں کو جنبش ہو جاتی تھی۔ علی برابر اصنام شکنی کرتے رہے اور بتوں کو جھٹکے دیتے رہے اور پیغمبر اسلام کے کندھوں پر سوار بھی رہے اتنی تکان پیغمبر اسلام نے آخر کیوں برداشت کی۔ اس کام میں کیا حکمت مضمر تھی۔

(۱) بات یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ جتنے بھی آدمی تھے وہ سب اور ان کے آباؤ اجداد صدیوں سے ان بتوں کے سامنے سر جھکاتے رہے تھے۔ ان کے قلوب میں ان کا احترام موجود تھا۔ ان مسلمانوں

میں بکثرت مولفۃ القلوب اور منافق بھی تھے۔ بظاہر وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر دلوں میں ابھی نور ایمان نہیں پہنچا تھا۔ اگر پیغمبر اسلام ان میں سے بعض کو یا زیادہ افراد کو حکم بت شکنی دیتے تو ممکن تھا کہ بعض بتوں کے توڑنے اور بعض کو چھوڑنے پر اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اور اگر ایسا ہو جاتا تو اصول اسلام ہی کو نقصان پہنچ جاتا ——— اور اساس اسلام خراب ہو جاتی اس لئے مناسب اور قرین مصلحت یہی تھا کہ ان قدیم پتھر کے خداؤں کو ایسے ہاتھوں سے کعبہ سے نکالا جائے جن کی پیشانیاں کبھی بتوں کے سامنے نہ جھکی ہوں اور ایسے افراد لشکر اسلام میں صرف دو ہی تھے ایک خود پیغمبر اسلام اور دوسرے علی ابن ابی طالب چنانچہ ان ہی دونوں نے بت شکنی کی

(۲) اساس اسلام توحید خدا ہے۔ شرک توحید کے منافی اور خلاف ہے۔ بت پرستی شرک ہے اور توحید کے خلاف ہے۔ خانہ کعبہ کو ملجا نظا اصنام پرستی کے مرکزیت حاصل تھی۔ لہذا حکمت رسول کا اقتضا یہی ہونا چاہئے تھا کہ مرکزیت بت پرستی کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیں تاکہ یہ کام یعنی بت شکنی حکم خدا بن جائے۔ سنت پیغمبر بن جائے اور قیامت تک کے مسلمانوں کا دامن مثل دیگر ادیان داغ بت پرستی سے داغدار نہ رہے۔ اور تمام عالم کے مسلمان . . . . . .

. . . اس مسئلہ سے ہمیشہ متفق رہیں کہ وہ بت شکن ہیں بت پرست نہیں ہیں۔ صدیوں سے انسانوں کی یہ عادت تھی کہ جب ان کے نبی کی وفات ہو گئی تو انہوں نے پچھلوں کے ساتھ اس ہی کا بھی مجسمہ بنا کر بت پرستی شروع کر دی۔ اسی طرح رواج بت پرستی عالم میں از آدم تا ایندم جاری رہا۔ مگر پیغمبر اسلام کے اس فعل سے بت پرستی کی بنیادیں ختم ہو گئیں۔ اور بت شکنی سنت پیغمبر خدا قرار پا گئی۔ آج بھی اہل اسلام کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ بت شکن ہیں۔

(۳) پیغمبر اسلام نے بہ نفس نفیس خود بت شکنی اسلئے بھی فرمائی کہ اگر وہ کسی دستہ فوج کو حکم دیتے تو ممکن ہے کہ جوش جہاد میں حملہ سخت ہوتا۔ اور کعبہ کی دیواریں بھی مسمار ہو جاتیں۔ اور وجود کعبہ ہی ختم ہو جاتا۔ اور مسلمانوں کی سمجھ میں یہ آتا کہ بتوں کی جگہ صرف بتخانہ ہے۔ جس طرح بتوں کو توڑنا کار نیک ہے اسی طرح بتخانہ کو ڈھا دینا بھی کار ثواب ہے۔ چنانچہ بعد رسول تمام جنگوں میں یہی ہوتا رہا کہ مسلمانوں نے بعد فتح بتوں کے ساتھ بتخانوں کو بھی مسمار کر ڈالا۔ اور شاید تا یہی ہوتا رہا پیغمبر اسلام نے اس چیز کو بڑی حکمت سے بچایا۔ کیونکہ خانہ کعبہ خانہ خدا تھا اور پیغمبر خدا ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسرے پیغمبر حضرت اسمٰعیل نے تعمیر کیا تھا، انبیاء نے اس میں عبادات کی تھیں، یہ کعبہ ناف زمین پر واقع تھا۔ یہی کعبہ مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔

اس کا فنا کر دینا سخت غلطی و خلاف حکمت تھا۔ لہذا پیغمبر اسلام نے اس خیال سے بھی اس کام کو اپنے ذمے لیا اور اپنے کندھوں پر چڑھا کر علی کو حکم دیا کہ وہ میخوں سے جڑے ہوئے بتوں کو جنبش دیکر اکھاڑیں اور دور پھینک دیں۔ ظاہر ہے کہ علی بتوں کو جنبش دیکر اکھاڑتے ہوں گے۔ مگر یہ لحاظ بھی رہتا ہو گا کہ بت شکنی کے جھٹکے دوش مبارک رسول پر اثر انداز نہ ہوں۔ اور پیغمبر اسلام کو اذیت نہ پہنچے۔ یہی ہوا کہ علی نے بتوں کو ہلا ہلا کر توڑ بھی ڈالا۔ خانہ کعبہ کی دیواروں کو نقصان بھی نہ پہنچا اور پیغمبر اسلام کو اذیت بھی نہ پہنچی اور جب علی پشت مبارک رسول سے زمین پر آگئے ہیں تو دونوں بھائیوں میں مزاح ہونے لگا۔ اور دونوں باہم ہنس ہنس کے باتیں کرنے لگے۔ جیسا کہ عبارات ماسبق سے ظاہر ہے۔

(۴) بعد بت شکنی پیغمبر اسلام نے تمام اہل اسلام اور اہل مکہ کو جمع کر کے تقریر فرمائی اور اس میں خدا کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔ اور قدیم رسوم جاہلیت کو مٹا دینے کا حکم دیا۔ اور مساوات انسانی کا درس دیا۔ درحقیقت یہ ایسا برمحل خطبہ تھا اور اس کے چند جملے اتنے مطالب دنیا و دین پر حاوی تھے کہ قیامت تک آنیوالے مسلمانوں کیلئے شمع ہدایت کا کام دیگئے۔

حکمت بیعت

پیغمبر اسلام نے مکہ کے مردوں اور عورتوں سے بیعت لیکر ان کو صرف مسلمان ہی نہیں بنا دیا بلکہ ان دشمنان اسلام کی شرارتوں سے اور آئندہ ہونیوالے واقعات مفسدہ سے بچا لیا اور نیز اہل مکہ کو بھی یہ اطمینان ہو گیا کہ وہ لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو کر انتقام سے محفوظ ہو گئے۔ بیعت نے مفتوحین اور فاتحین کے قدیم دشمنوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا اور ہر دو دشمن ترین فریقوں کو باہم گردوست بنا لیا۔ علاوہ بریں اس موقعہ خاص پر بیعت لیکر رسم بیعت اسلامی کو مضبوط کر دیا اور موجودہ مسلمانوں کو و نیز قیامت تک آنیوالی نسلوں کو بتا دیا کہ حاکم شریعت و دین خدا کیلئے مسلمان کیونکر اپنی جان و مال و عزت و اولاد کو بیچ ڈالتے ہیں۔ چنانچہ جب تک اسلام میں یہی طریقہ اسلامی باقی رہا اور خلفا بیعت لیتے رہے دین اسلام کو فروغ ہوتا رہا۔ اور اس کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اور جب سے خلافت الہیہ کو ظاہری شہنشاہی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور رسم بیعت کو ختم کر دیا گیا۔ اہل اسلام کا جذبہ جانثاری بھی ختم ہو گیا و نیز اہل اسلام میں بجائے اتحاد کے انتشار ہو گیا۔ اور حقیقی اسلام کمزور ہوتے ہوتے دنیوی بادشاہت بنگیا۔

حکمت بالائے حکمت

معاملات فتح مکہ سے فراغت پانے کے بعد پیغمبر اسلام نے اطراف و جوانب مکہ میں منتشر قبائل کو دعوت اسلام دی اور اس طرح دور دور تک مکہ کو دشمنوں کے ہر وقت کے خطرہ سے اہل اسلام کو بے خطر کر دیا۔ اسی موقعہ پر خالد بن ولید نے

ـــ رسوم جاہلیت کی بنا پر بنو خزیمہ سے انتقام لیا اور خواہ مخواہ باوجود اطاعت کے ان کو قتل کر ڈالا
پیغمبر اسلام نے خالد کی اس نافرمانی اور خالد کے اس ظلم سے اظہار برأت کیا اور پیغمبر اسلام کی اس بیزاری
سے یہ ظاہر ہو گیا کہ پیغمبر اسلام حقیقی معنی میں پیغمبر خدا اور مبلغ دین اسلام ہیں۔ ان کو قدیم جاہلیت کو فنا
کر دینا منظور ہے۔ نو مسلم اہل مکہ کو بھی رسول کے اس فعل سے فی الجملہ اطمینان ہو گیا اور اطراف و جوانب
کے قبائل نو مسلم و غیر مسلم بھی مطمئن ہو گئے۔ اور ان کو اہل اسلام کی طرف سے بد عہدی کا گمان پیدا نہ ہو سکا
پیغمبر اسلام نے خالد بن ولید کی اس ناشائستہ حرکت کا پورا پورا بدلہ اس طرح دیا کہ علی ابن ابی طالب کو
قبیلہ بنو خزیمہ میں بھیجا اور ان کے مقتولوں کا خون بہا اور اموال کا بدلہ پورا پورا ادا کر دیا۔

پیغمبر اسلام کے اس فعل نے نو مسلموں کے دلوں کو خرید لیا اور ان کے دلوں میں جو شکوک اہل اسلام
کی جانب سے تھے۔ وہ بھی مٹ گئے۔ واضح رہے کہ اہل مکہ نے برضا و رغبت اسلام قبول نہیں کیا تھا
بلکہ بمجبوری و بوجہ خوف جان مسلمان ہوئے تھے۔ کیونکہ لشکر اسلام کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔
اور ایکدم غیر معلوم طریقہ پر لشکر اسلام ان کے سروں پر چڑھ آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی بہ رسول کی دشمنی دلوں
میں دبی چنگاری کی طرح موجود تھی۔ اور ان کے دلوں میں ہمہ وقت خدشات و خطرات بدعہدی تھے۔ مگر
پیغمبر اسلام کے اس فیاضانہ سلوک سے جو آپ نے دشمنوں کے ساتھ کیا ان کے شکوک مٹ گئے۔ اور ان کے
اکثر کے دلوں میں محبت اسلام پیدا ہونے لگی۔ جو آئندہ زمانہ میں حقیقی محبت اسلام کی شکل میں تبدیل
ہو گئی اور آج تک اہل مکہ پختہ مسلمان رہے کہ مکہ و مدینہ کو ہی آج تک مرکز اسلام کا درجہ حاصل ہے۔

تتمہ ۔ میں نے متعدد و مستند کتب تاریخ سے واقعہ فتح مکہ کو مکرر و سہ کرر لکھا تاکہ کسی دوست اور دشمن
کے دل میں پیغمبر اسلام کی جانب سے بد معاملگی کا گمان نہ گذرے۔ تاریخوں نے مکرر ثابت کیا کہ
بد معاملگی قریش مکہ کی جانب سے ہوئی۔ اور وہ خود اتنے پشیمان ہوئے کہ انہوں نے اپنے معتمد ترین
شخص ابو سفیان کو خدمت پیغمبر اسلام میں بھیجا۔ اور معاہدہ صلح حدیبیہ کی تجدید و توسیع چاہی اور اپنی
غلطی پر اظہار تاسف کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قریش مکہ نے خلاف معاہدہ کیا۔ اس کے بعد تو پیغمبر اسلام
کو اختیار تھا کہ وہ بنو خزاعہ جو حلیف اہل اسلام تھے اور جو قریش کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ ان کا بدلہ پیغمبر
اسلام قریش سے لیں اور مکہ پر چڑھائی کر کے قریش کو قتل و غارت کریں۔ مگر پھر بھی پیغمبر اسلام نے قریش
مکہ پر رحم فرمایا اور ان کو مفتوح تو بنایا۔ مگر ان کی کسی سفاکی، خونخواری، خونریزی اور سابقہ بدعہدی
کا انتقام نہیں لیا۔ اور ان کے حرکتوں کے جواب میں فرمایا کہ انتم طلقاء۔ تم سب آزاد ہو۔
پیغمبر اسلام کے ان کارناموں نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلام کے جہادوں کا مقصد صرف تبلیغ اصول اسلام

تھا اور پیغمبر اسلام سلامتی و محبت کے حلقہ میں تمام عالم کو لانا چاہتے تھے اور اسی غرض کے پورا کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ اور انہی کارناموں کا نام حکمت نظری و عملی ہے اور یہی افعال اہل عالم کیلئے نمونہ کامل بن سکتے ہیں۔ اگر یہی طریقہ بعد نبی بھی خلفائے اسلام نے رائج رکھا ہوتا تو یقیناً آج روئے زمین پر بجز اہل اسلام کے دوسری قوم یا مذہب موجود نہ ہوتا۔ اور دامن اسلام پر یہ دھبہ اس کے دشمن نہ لگا سکتے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ دنیا میں پھیلایا گیا ہے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ مورخین غیر مسلم عہد رسول کی تاریخ کا بغور مطالعہ کر کے صحیح نتائج نہیں نکالتے۔ بلکہ بعد رسول کی کتب تاریخ سے حوالے پیش کر کے دشمنی اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل اسلام کا کہنا تو یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے اقوال و افعال اہل عالم کیلئے نمونہ حیات ہیں نہ کہ اعمال و اقوال شاہان اسلام ۔!

حکمت پنجاہ و چہارم واقعہ حنین
۸ شوال ۸ھ جنوری و فروری ۶۳۰ء

میں نے اس امر کا التزام کر لیا ہے کہ حکمت پیغمبر اسلام بیان کرنے سے قبل مختلف تاریخ و سیر، و تفسیر وغیرہ سے نوعیت واقعہ بیان کر دوں تاکہ ناظرین خود اندازہ فرما سکیں۔ کہ واقعہ کی اصلی صورت کیا تھی۔ اور اس وقت کا اقتضائے حکمت کیا تھا۔ اور جو کچھ پیغمبر اسلام نے عمل کیا۔ اس سے بہتر عمل آیا ممکن بھی تھا یا نہ تھا۔ اس صورت تحریر سے تاریخ اسلام کے حقیقی و اصلی واقعات بھی پیش ناظرین ہو جاتے ہیں۔ اور عمل پیغمبر اسلام کی حکمتیں و مصلحتیں بھی واضح ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ تاریخی حقائق روشن ہو چکتے ہیں اور حقیقی واقعات واضح ہو جاتے ہیں۔ لہذا غلط حوالہ جات تاریخی پیش کر کے کوئی معترض عمل پیغمبر اسلام پر اعتراض بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس طرح قلمی جنگ و جدال کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جاتا ہے۔ اور حقائق در حکم پیغمبر اسلام واضح ہو جاتے ہیں۔

جنگ حنین

اسوۃ الرسول جلد سوم صـ۲۰۱

(۱) طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اسے حنین کہتے ہیں۔ اس وادی میں قدیم الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخیں اور کثیر التعداد قومیں آباد تھیں۔ ہوازن عرب کی قدیم و عظیم قوم تھی جس میں بیشمار قبائل و عشائر اور ان کے حلیف شریک شامل تھے ....

ان کا ایک ایک قبیلہ اور عشیرہ بجائے خود ایک قوم تھی۔ اور فطرۃً ایک جنگجو قوم تھی اور فنونِ

حرب و ضرب میں بڑی کامل قوم کہلاتی تھی۔

(۲) صلح حدیبیہ کے فسخ ہو جانے کے بعد ان لوگوں میں مخالفت اسلام کی آگ پھر از سر نو مشتعل ہو گئی تھی اور یہ لوگ قریش کو مقابلہ اسلام کیلئے اب بالکل ضعیف اور ناقابل سمجھ کر خود آہستہ آہستہ اور مخفی طور پر اسلام سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اپنے اور اپنے ہمسایہ قبائل میں مختلف ذرائع وسائل سے اسلام کے خلاف سخت شورش پھیلا رہے تھے۔ اور اپنی ان خفیہ سازشوں میں کامیاب ہو کر اسلام پر ایک مجموعی اور سخت ترین حملہ کا پورا انتظام کر چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد یہ اتنا بیتاب ہو گئے کہ اپنی خفیہ ترکیبوں کو زیادہ مخفی نہ رکھ سکے اور اپنے قرارداد حملہ کا سامان و اعلان کرنے لگے۔

(۳) ہوازن عجیب حرفت کی فطرت رکھتے تھے۔ انہوں نے خواہ مخواہ اپنے دل میں واہمہ بھی پیدا کر لیا تھا کہ اب پیغمبر اسلام ہم پر حملہ کریں گے .... جب یہ تمام انتظام درست کر چکے تو اسلام کے حملہ موہومہ کا بھی انتظار نہ کر سکے اور اپنے غیر متحمل جوشوں میں بیتاب ہو کر لشکر اسلام پر حملہ کرنے کیلئے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ باہم دو بڑے کثیر التعداد قبیلے اور مشہور و معروف گروہ، ہوازن اور بنی ثقیف متحد ہو گئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ان کے ماتحتی اور ہم معاہدہ قبائل و عشائر بھی داخل ہو گئے۔ امیر فوج کا انتخاب پیش ہوا ہوازن نے اپنے سردار مالک بن عوف کو اور ثقیف نے اپنے رئیس قبیلہ کنانہ بن عبد یالیل کو منتخب کیا۔ گفتگو کے بعد ایک امیر کے مقرر کئے جانے کی تجویز پر اتفاق ہوا۔ ثقیف نے بڑے ایثار کے ساتھ ہوازن کے رئیس مالک بن عوف کی تنہا امارت کو تسلیم کر لیا۔ اور مالک بن عوف دونوں لشکروں کا امیر بن گیا۔ (کفار کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی)

(۴) صـ۲۰ ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ سے روانگی کا قصد فرما رہے تھے۔ کہ ہوازن کے حملہ کی خبریں آنے لگیں۔ بقول شبلی نعمانی آپ نے تصدیق کیلئے عبد ابن حدرد کو بھیجا اور وہ جاسوس بنکر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات تحقیق کئے۔

تاریخ طبری صـ۱۶۵۸ تاریخ ابن ہشام میں یہ واقعہ بہ تغیر الفاظ درج ہے۔

(۵) ثم اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاخبرہ الخبر فدعا رسول اللہ صلعم عمر ابن خطاب فاخبرہ

ابن حدرد نے رسول خدا کی خدمت میں آکر تمام حالات کی خبر کی تو آپ نے عمر ابن خطاب کو بلایا اور ان کو ان حالات سے آگاہ کیا

فخبره ابن حدرد فقال عمر کذب فقال ابن حدرد ان تکذبنی نطال ما کذبت بالحق یا عمر فقال عمر الا تسمع یا رسول اللہ صلعم الی ما یقول ابن ابی حدرد فقال رسول اللہ صلعم قد کنت ضالاً فهدٰک اللہ یا عمر

عمر نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ ابن حدرد نے کہا تم مجھے جھوٹا کہتے ہو۔ تم ایک مدت تک حق کو جھوٹ کہتے رہے ہو۔ عمر نے عرض کی یا رسول اللہ آپ سنتے ہیں ابن ابی حدرد نے کیا کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا بیشک تم گمراہ تھے خدا نے اے عمر تمکو ہدایت کی۔

۶) شبلی نعمانی سیرت النبی :-

شوال ۸ھ مطابق جنوری و فروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجیں جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھیں کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ لیکن بارگاہ ایزدی میں یہ نازش پسند نہ تھی (ترجمہ آیات قرآنی) جب تم یوم حنین اپنی کثرت پہ نازاں تھے۔ لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پہ تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا تھی۔

۷) بخاری ص ۱۶۶ :-

فواللہ ما راعنا ونحن سخطون الکتائب وقد شدت علینا رجل واحد۔

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ہماری حفاظت کیلئے کوئی بھی موجود نہیں تھا اور ہم ان کی کثرت میں چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے اور ان لوگوں نے بڑی شدت سے اپنی متفقہ قوت کے ساتھ ہم پہ حملہ کردیا۔

طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۱ :-

انه قد بقی مع رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم نفر من المهاجرین والانصار واهل بیته وممن ثبت معه من المهاجرین ابوبکر وعمر و من اهل بیته علی ابن ابی طالب

رسول خدا کے ساتھ چند مہاجر و انصار اور چند آپ کے اہل بیت باقی رہ گئے مہاجرین میں جن کا رہنا ثابت ہے ابوبکر و عمر بن خطاب ہیں اور اہل بیت میں علی ابن ابی طالب اور عباس بن عبد المطلب اور ان کے بیٹے

والعباس بن عبد المطلب وابنه الفضل وابوسفیان بن الحارث و ربیعہ بن الحارث وایمن بن عبید وھو ایمن بن ام ایمن واسامہ بن زید بن حارثہ۔ (طبری)

فضل اور ابوسفیان اور ربیعہ بن حارث اور ایمن بن عبید اور ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید بن حارثہ (ایمن کا نام عبید تھا اور یہ ایمن ام ایمن کے بیٹے تھے) (طبری)

(۹) صحیح بخاری :-

عن ابی قتادہ قال فھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر ابن الخطاب فی الناس فقلت لہ ماشان الناس قال امر اللہ (بخاری)

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان بھاگے تو میں بھی انہی کے ساتھ تھا ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ بھاگنے والوں میں عمر بھی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا حال ہے مسلمانوں کا۔ انہوں نے کہا کہ خدا کا حکم ایسا ہی تھا۔

(۱۰) کنز العمال :-

اخرج بن عساکر عن حسین ابن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلعم یوم حنین العباس وعلی ابن ابی طالب والوسفیان بن حارث وعقیل ابن ابی طالب وعبد اللہ بن زبیر و زبیر بن العوام واسامہ بن زید بن حارثہ۔

ابن عساکر نے حسین ابن علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز جنگ حنین جو لوگ رسول خدا صلعم کے ہمراہ ثابت قدم رہے وہ حضرت عباس، علی ابن ابی طالب، ابوسفیان بن حارث، عقیل ابن ابی طالب، عبد اللہ بن زبیر، زبیر ابن عوام اور اسامہ بن زید بن حارثہ تھے

(۱۱) سیرۃ الحلبیہ از تاریخ احمدی ص :-

لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ھاشم ورجل من غیرھم علی ابن ابی طالب والعباس والوسفیان بن الحارث وابن مسعود۔۔۔۔

جب بروز حنین لوگوں نے رسول خدا کے پاس سے فرار کیا تو آنحضرت کے پاس سوائے چار شخصوں کے اور کوئی نہیں تھا۔ تین بنی ہاشم تھے اور ایک دوسرا تھا۔ علی اور عباس ابن ابی طالب، ابوسفیان اور ابن مسعود تھے۔

(۱۲) مورخ ابن الوردی از اسوۃ الرسول جلد ۳ ص ۲۱۵ :-

لما انهزم الصحابه یوم حنین قال صلعم للعباس نادیهم فقال یا رسول اللہ کیف یبلغهم صوتی او منی لیسمعون ندائی فقال علیک الندا و علی اللہ البلاغ

جب بروز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو جناب رسول خدا نے عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو۔ بلاؤ۔ عباس بولے یا رسول اللہ میری آواز ان کے کانوں تک کیسے پہنچے گی۔ رسول خدا نے فرمایا۔ اے عباس ندا کرنا تمہارا کام ہے اور اس کو ان تک پہنچا دینا خدا کا کام ہے۔

(۱۳) تاریخ ابو الفداء -

لما انهزم المسلمون اظهر اهل مکه ما فی نفوسهم من الحقد فقال ابو سفیان بن حرب لا تنتهی هزیمتهم دون البحر۔۔

جب بروز حنین مسلمان بھاگ رہے تھے تو اہل مکہ کے دلوں میں کینہ وحسد پوشیدہ تھا وہ ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے بھاگنے کو دیکھ کر ابو سفیان بن حرب کہنے لگا۔ یہ لوگ جب تک سمندر میں نہ پہنچ جائیں گے۔ دم نہ لیں گے۔۔

(۱۴) تاریخ ابن ہشام جلد سوم ص ۹ مصر -

فلما انهزم الناس ورای من کان مع رسول اللہ صلعم من جفاہ اهل مکة الهزیمة تکلم رجال منهم بما فی انفسهم من الضغن فقال ابو سفیان بن حرب لا تنتهی هزیمتهم دون البحر ان الازلام لمعه فی کنانة

جب لوگ بھاگ گئے اور مکہ کے ان لوگوں نے جنکے دلوں میں کینہ وعداوت اسلام باقی تھی مسلمانوں کی ہزیمت کو دیکھ کر اس کا آپس میں ذکر کرنے لگے۔ ابو سفیان بن حرب بولا کہ اب یہ بغیر سمندر کے دم نہ لیں گے (یعنی اب ان کا ٹھکانا سمندر ہے) ابو سفیان کے ساتھ کمان بھی تھی اور ترکش میں تیر بھی موجود تھے۔

(۱۵) سیرت الحلبیہ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۷۱ :-

جب لشکر اسلام پیچھے سے پہلو سے فوج کی فوج صفوں کی صفیں دستوں کے دستے بھاگے جا رہے تھے تو جناب رسول خدا چاروں طرف باآواز بلند پکار رہے تھے۔۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ نبی جھٹلایا

وکان ابوسفیان بن الحارث اخذ برکابہ صلعم وھو یقول حین رای مارای من الناس الاین ایھا الناس فلم ارا الناس یلوون علی شیئ فقال رسول اللہ صلعم یاعباس اصرخ یامعشر الانصار یا اصحاب السمرہ یعنی شجرۃ التی کانت تحتھا بیعۃ الرضوان

نہیں جاتا۔ یعنی نبی جو کہتا ہے وہ سچ ہوتا ہے۔ یہ فتح بھی ہماری ہوگی۔ اس حالت میں ابوسفیان بن حارث (بن عبدالمطلب) رسول خدا کی رکاب پکڑے ہوئے تھے اور آپ لوگوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر فرما رہے تھے۔ تم کہاں بھاگے جاتے ہو۔ مگر وہ کسی طرح پلٹ کر نہ دیکھتے تھے۔ تب رسول خدا نے عباس سے فرمایا کہ ان کو آواز دو۔ اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنی زیر درخت سمرہ بیعت رضوان کرنے والو (کہاں بھاگے جاتے ہو۔

(۱۶) سیرت النبی جلد اول ص ۳۹۳ علامہ شبلی نعمانی۔

اس پراثر ندا کا کانوں میں (ندائے عباس) پہنچنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً لوٹ پڑی۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکتے تھے۔ انہوں نے زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے۔ دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑی۔ لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب ان کا علمدار عثمان بن عبد اللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔"

(۱۷) طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۴ :-

ا۔ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال بینا ذلک الرجل من ھوازن صاحب الرایۃ علی جملہ یضع اذ ھوی لہ علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہ ورجل من الانصار یرید انہ قال فیاتیہ علی ابن ابی طالب من خلفہ فضرب عرقوبی الجمل فوقع علی عجزہ ووثب الانصاری علی الرجل

جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ہم پر اس وقت قوم ہوازن کا علم بردار (عثمان بن عبد اللہ) سخت حملہ کر رہا تھا وہ ہم کو معلوم تھا۔ علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہ اور ایک مرد انصار نے اس کے قتل کا ارادہ کیا علی نے اس کے پیچھے سے آکر اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں اونٹ پچھلے پیروں سے زمین پر گر پڑا مرد انصاری نے

فضربه ضربة اطن قدمه بنصف ساقه فانجعف عن رجله

آگے لپک کر اپنے نیزہ کی نوک میں کونچ لیا اور اونٹ سے گرادیا۔

ب - طبری و ہشام :-
واجتلد الناس فواللہ ما رجعت راجعة الناس من ہزیمتہم حتی وجدوا الاساری مکتفین عند رسول اللہ صلعم -

طبری و ہشام بہ اسناد جابر بن عبداللہ لکھتے ہیں کہ پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول صلعم کے آگے ہتھکڑی پہنے ہوئے یا اون کے بنے مشکیں کسے ہوئے کے سوا اور کہیں دکھائی نہیں دی یعنی سب گرفتار ہو کر آگئے۔

(۱۸) روضۃ الاحباب محدث شیرازی ص۵۳۷

خلاف حکمت فعل پر خالد بن ولید کو تنبیہ

دراں روز حضرت صلعم بزنے گذشت کہ کشتہ شدہ بود و مردم برائے او ازدحام نمودہ بودند، فرمود چیست، گفتند زنے ست از کفار کہ خالد بن ولید ویرا کشتہ۔ کسے را بہ نزد خالد فرستاد تا بادے گفت کہ رسول اللہ صلعم ترا نہی می کند از انکہ طفلے یا زنے یا اجیرے را کشتہ باشی -

اس روز رسول خدا ایک عورت کی لاش پر گذرے جہاں آدمیوں کا ہجوم تھا۔ دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ ایک کافرہ کی لاش ہے جسے خالد بن ولید نے قتل کیا ہے۔ آپ نے فوراً ایک آدمی کی معرفت خالد کو کہلا بھیجا کہ آئندہ کسی بچے، عورت یا مزدور کو قتل نہ کیا جائے۔

(۱۹) حیات القلوب جلد دوم ص۴۲۸ :-

چوں حضرت رسول متوجہ مکہ گردید چناں اظہار نمود برائے مصلحت کہ جنگ ہوازن میروم و چوں خبر بہ ہوازن رسید تہیہ خود را گرفتند و عساکر و اسلحہ بسیار جمع کردند و رؤسائے ہوازن بسوئے مالک بن عوف نظرے رفتند و او را بر خود رئیس کردند و بیروں آمدند و اموال و مواشی و انعام و زناں و فرزنداں خود را ہمہ با خود

جب پیغمبر اسلام نے مکہ کی جانب کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو مصلحتاً یہ ظاہر فرمایا کہ آپ ہوازن کی طرف جائیں گے۔ ہوازن کو جب معلوم ہوا تو اس نے افواج و اسلحہ بہت کچھ جمع کیا اور رؤساء ہوازن نے مالک بن عوف کو اپنا رئیس بنالیا اور جنگ کے ارادہ سے باہر نکل آئے۔ اور مال، جانور، عورتوں بچوں کو اپنے ساتھ لے آئے۔ یہاں تک کہ

آوردند تا بوادی اوطاس فرود کردند۔

وادی اوطاس میں پہنچ گئے۔

(۲۰) ص ۸۲۹۔ چوں حضرت رسول شنید کہ قبائل ہوازن در اوطاس جمع شدہ اند۔ قبائل اسلام را جمع کرد و ایشاں را تحریص بر جہاد نمود و وعدہ نصرت و یاری از جانب خدا فرمود .... پس مردم راغب بجہاد گردیدند و علمہائے خود را برداشتہ بیروں بیروں رفتند و علم بزرگ را حضرت رسول ببست و بدست حضرت علی ابن ابی طالب داد و بدوازدہ ہزار کس بیروں رفت۔

جب پیغمبر اسلام نے سنا کہ قبائل ہوازن اوطاس میں جمع ہو گئے ہیں۔ تو آپ نے بھی قبائل اسلام کو جمع کیا۔ حکم جہاد دیا اور خدا کی جانب سے مدد ملنے کا وعدہ فرمایا۔ ...... لوگ جہاد پہ آمادہ ہو گئے اور اپنے اپنے علم لیکر باہر نکل آئے۔ ایک بڑے علم کو رسول خدا نے سجایا اور وہ علم علی ابن ابی طالب کے ہاتھ میں دیا اور بارہ ہزار کا لشکر ہمراہ لیکر آپ روانہ ہوئے۔

(۲۱) چوں خبر بمالک بن عوف رسید قوم خود را گفت ہر کس از شما باید کہ اہل و مال خود را در پشت خود بازدارد و غلافہائے شمشیر ہائے خود را بشکنند و در میان درہا و در پشت درختہا پنہاں شوید و در کمیں ایشاں باشید و در صبح کہ ہوا تاریک باشد بر ایشاں بیک دفعہ حملہ آورید و ایشاں را درہم بشکنید زیرا کہ محمد کسے را ندیدہ است کہ آداب جنگ داند ...... پس بر یکدفعہ لشکرہائے ہوازن از ہر جانب بر مسلماناں حملہ آوردند و بنو سلیم گریختند و آنہا کہ در عقب ایشاں بودند ہمہ رو بہزیمت آوردند و ہمہ گریختند مگر حضرت امیر المومنین علی با قلیلے از صحابہ

جب یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی دولت و اولاد کو اپنی پشت پہ رکھو اور اپنی تلواروں کی نیاموں و غلافوں کو توڑ ڈالو پہاڑیوں اور درختوں کے پیچھے چھپ رہو اور مسلمانوں کی گھات میں لگے رہو۔ صبح کے وقت جبکہ اندھیرا ہو یکدم مسلمانوں پہ حملہ کردو اور ان کی جمعیت کو منتشر کردو۔ کیونکہ محمد نے آجتک ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں ہے جو آداب جنگ سے واقف ہوتے ہیں ..... پس یکایک ہوازن کے لشکروں نے ہر جانب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور بنو سلیم بھاگ گئے جو فوج پیچھے تھی وہ بھی بھاگی۔ مختصر یہ کہ جب لشکر اسلام بھاگا تو اس وقت شب تاریک تھی۔ اور مشرک

(۲۲) چو لشکر حضرت گریختند شب تاری بود و مشرکان

از درہا و بیغولہا بیروں آمدند -

ص ۸۳۵ - در روز حنین چہار ہزار اسیر

(۲۳) و دوازدہ ہزار شتر بدست مسلماناں آمد بغیر
آنچہ از سائر اموال بدست ایشاں آمد

۲) چوں حق تعالیٰ جمعیت مشرکاں را در حنین بہ
تفرق مبدل گردانید بقیۃ السیف ایشاں دو
طائفہ شدند پس اعراب و ہر کہ تابع ایشاں
شد بہ اوطاس رفتند و قبیلہ ثقیف و ہر کہ تابع
ایشاں شد بہ طائف رفتند -

(۲۵) تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۳۵ ترجمہ فارسی

۱ - و ایں مرداں کہ بحنین اندر بودند از قبیلہ ہائے
بسیار جمع شدہ بودند قریب سی ہزار مرد
بودند - مردے را مہتر خود ساختند کہ نام او
مالک بن عوف بود -

(۲۶) پس پیغمبر با دوازدہ ہزار مرد از مکہ بیروں
آمد و مردے را در مکہ امیر کرد کہ نام او عباس
بن اسید بود ....

پس در روز حرب مسلماناں ہزیمت
شدند ....

پس چو مسلماناں ہزیمت شدند پیغمبر منادی
فرمود یگان یگان بیروں آمدند و سیصد
تن با آنحضرت گرد آمدند و حملہ کردند بر مشرکاں
و یک طرف لشکر بشکستند و یاران دیگر از
ہر سوئے می آمدند و افزوں می شدند و
مشرکاں پشت بدادند و مسلماناں شمشیر

پہاڑوں کے دروں اور گوشوں سے یکایک
نکل کر حملہ آور ہوئے تھے -

۲۳ - جنگ حنین کے دن چار ہزار دشمن کے افراد
قید ہوئے اور بارہ ہزار اونٹ مال غنیمت
میں ملے اسکے علاوہ جو مال و متاع ملا وہ الگ تھا

۲۴ - جب روز حنین خدا نے مشرکوں کو متفرق
کر دیا اور ان میں سے بکثرت اہل اسلام کے
ہاتھوں قتل ہوئے اور جو بچ گئے وہ دو گروہ
ہو گئے - ایک گروہ اوطاس کو چلا گیا - اور قبیلہ
ثقیف اور اس کے ساتھی طائف کے قلعہ میں جاکر
محفوظ ہو کر بیٹھ گئے -

۲۵ - اور وہ آدمی جو حنین میں جمع ہوئے
تھے وہ بہت سے قبیلوں کے آدمی تھے قریب تیس
ہزار مرد تھے انہوں نے ایک شخص کو اپنا سردار
بنایا اس کا نام مالک بن عوف تھا -

۲۶ - پس پیغمبر اسلام بھی بارہ ہزار لشکر کو
ہمراہ لیکر مکہ سے باہر آئے اور آپ نے مکہ
میں عباس بن اسید کو سردار بنایا - جنگ
حنین میں جب مسلمان بھاگ گئے -....

جب مسلمان بھاگ گئے تو پیغمبر اسلام نے منادی
کرائی - تو مسلمان ایک ایک کرکے واپس ہونے
لگے اور تین سو افراد جمع ہو گئے - اور انہوں
نے حملہ کیا اور دشمن فوج کے ایک حصہ کو
درہم برہم کر دیا - پھر اصحاب پیغمبر اور بھی
جمع ہونے لگے اور بڑھتے گئے حتیٰ کہ

در ایشاں نہادند و زنان و فرزندان ایشاں
را اسیری کردند و رسول شمشیر برکشیده
بود و می فرمود :-

انا النبی لا کذب انا ابن عبد
المطلب۔

پس مالک بن عوف بگریخت و بسوئے طائف
شد و اہل آنجا ہمہ بنی ثقیف بودند و بحصار
ایشاں اندر شدند۔

(۲۷) تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۵۳ :-

واقدی آوردہ کہ چوں رسول اللہ مکہ را فتح
فرمود اشراف ہوازن و ثقیف با یکدیگر
گفتند کہ محمد بر قریش ظفر یافت و چوں خاطر
او از مہم ایشاں فارغ شد محتمل کہ متوجہ
ما گردد مصلحت آنست کہ پیش از انکہ
لشکر بیاراید و بطرف ما آید ما بر سر او
رویم بعد از اتمام امر مشاورت ہوازن
زمام اختیار در قبضہ اقتدار مالک بن عوف
النصری کہ در عنفوان شباب بود نہادند
بالجملہ سی ہزار مرد بر محاربہ حضرت مقدس
نبوی اتفاق نمودند ......

و متوجہ حنین شدند۔ چوں حضرت مقدس
نبوی از توجہ مخالفان آگاہی یافت عبد اللہ
بن ابی حدرد اسلمی را بجانب ایشاں فرستاد
تا خبر تحقیق بیاورد و فرماں داد تا سپاہ
بہ تہیہ اسباب قتال اشتغال نمودند و

مشرک شکست کھا کر بھاگے مسلمانوں نے
ان کو تلواروں پہ لے لیا۔ ان کی عورتوں
بچوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اس روز بحالت
جنگ رسول خدا ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے تھے
اور فرما رہے تھے۔ "میں سچا نبی ہوں میں عبد المطلب
کا بیٹا ہوں۔" پس مالک بن عوف سردار
لشکر بھاگا۔ اور طائف چلا گیا اور وہاں کے
رہنے والے بنی ثقیف تھے وہ قلعوں میں محصور ہو گئے
واقدی کا بیان ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے
مکہ کو فتح کیا تو اس کے روساء ہوازن و
ثقیف نے باہم مشورہ کیا کہ محمد نے قریش
پر فتح پا لی ہے۔ جب ان کو قریش کی طرف
سے اطمینان ہو جائے گا۔ تو گمان غالب ہے
کہ ان کا رخ ہماری طرف ہو گا۔ لہذا اس سے
پہلے کہ وہ حملہ کرے ہم کو چاہئے کہ ہم ان
پر حملہ کر دیں یہ بات طے کر کے سب نے مالک
بن عوف کو جو ابھی نوجوان و بہادر تھا اپنا
امیر بنا لیا اور تیس ہزار اہل اسلام پر حملہ
کرنے کیلئے جمع ہو گئے اور حنین کی طرف
روانہ ہو گئے۔ جب رسول خدا کو ان کے
حملہ کرنے کی اطلاع ملی تو آپ نے عبد اللہ
ابن حدرد کو واقعہ کی اصلیت معلوم کرنے
کیلئے روانہ کیا۔ اور فوج کو تیار رہنے کا
حکم دیا۔ اور آپ نے عباس بن اسید کو
مکہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اور بارہ ہزار

عباس بن اسید را در مکہ بخلافت تعیین
نمود با دوازدہ ہزار کس سوئے بحنین
نہاد ۔

(۲۸) روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۵۳ ۔

مالک بن عوف پیش از وصول لشکر اسلام
بوادی حنین در آمدہ سپاہ را در کمین گاہ
باز داشت و ایشاں را وصیت کرد کہ
چوں مسلماناں را بہ بینید بہ یکبار بر ایشاں
حملہ کنید ۔

مخالفاں انتہاز فرصت نمودہ بہ یکبار
بر مسلماناں حملہ کردند و تزلزل و رعبے بحال
ایشاں راہ یافتہ روئے بفرار نہادند و
اول فوجے کہ روئے بگریز آورد سلیم بودند
دگرو خالد بن ولید .... و انہزام
سپاہ بمرتبہ رسید کہ بیش از محدودے
چند پیش حضرت رسول نماندند ۔ و از
جملہ دلاوراں کہ ثبات قدم نمودند ۔ علی
بود و عباس و عبداللہ مسعود و ابوسفیان
بن حارث بن عبدالمطلب و اولاد جعفر
و ربیعہ و پسران عباس و قثم و فضل
و اسامہ بن زید برادرش و بیہ ادر مادر
او ام ایمن .... و ہر چند
حضرت اشارت بصبر و ثبات می فرمود از
غایتے وحشتے کہ بر مسلماناں استیلا یافتہ
بود ہیچ کس روئے باز پس نمی کرد در ایں اثنا

فوج لیکر حنین کی طرف روانہ ہوئے ۔

مالک بن عوف لشکر اسلام کے آنے سے قبل
ہی وادی حنین میں داخل ہو گیا۔ اور اس
نے فوج کو گھات میں لگا دیا۔ اور اس نے
حکم دیا کہ جیسے ہی مسلمانوں کو دیکھیں یکبارگی
ان پر حملہ کر دیں ۔

دشمن نے موقع پاتے ہی لیکایک ایکدم مسلمانوں
پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں پر رعب چھا گیا انکے
پاؤں میدان سے اکھڑ گئے وہ بھاگے۔ جو
فوج پہلے بھاگی وہ سلیم اور خالد بن ولید کی
فوج تھی اور سپاہ اسلام اس طرح بھاگی
کہ چند افراد سے زیادہ رسول اللہ کے قریب
کوئی نہ رہا۔ جو بہادران اسلام ثابت قدم
رہے وہ یہ تھے ۔ علی ابن ابی طالب، عباس،
عبداللہ مسعود اور ابوسفیان بن حارث
بن عبدالمطلب و اولاد جعفر ربیعہ و
عباس و قثم و فضل کے بیٹے و اسامہ بن
زید اور اس کا بھائی اور اس کی ماں ام
ایمن کا بھائی ...... رسول خدا جس قدر
بھی ثابت قدم رہنے کی فرمائش کرتے تھے ۔
اتنا ہی مسلمانوں پر دہشت و خوف چھا گیا تھا
کہ واپس نہیں لوٹتے تھے ۔ اسی اثناء میں

رسول اللہ تحریک شتر یکہ برآں سوار بود
سعی می کرد۔ تا بجانب مخالفاں رود ابوسفیان
بن حارث عنان اشتر و عباس بن عبدالمطلب
رکاب فلک فرسا را گرفتہ بودند و مانع می
آمدند و آنحضرت می فرمود ۔۔

انا النبی لا اکذب انا ابن عبدالمطلب

دریں اثنا مالک بن عوف گفت محمد را
بمن بنمائید و چوں نزد او مشخص شد کہ محمد
کدام است متوجہ آں جانب شد و ایمن
بن ام ایمن سر راہ بروے گرفتہ جنگ می کرد
تا شہادت یافت و نہ کس از بنی مطلب
بر پیرامن شتر آنحضرت در آمدہ محافظت
می نمودند بعد ازاں مالک بن عوف ہر چند
جد و جہد نمود تا خود را برسول اللہ رساند
اسب وے از حرکت باز ایستاد ۔

رسول خدا اپنے شتر کو جس پر سوار تھے اس
طرف جدھر دشمن تھے بڑھاتے تھے۔ اور
ابوسفیان بن حارث اور عباس مہار ناقہ
کو پکڑے ہوئے تھے اور اس طرف ناقہ رسول
کو نہ بڑھنے دیتے تھے اور روکتے تھے اور
رسول خدا فرما رہے تھے کہ میں نبی ہوں اس
میں صادق ہوں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اسی اثناء میں
مالک بن عوف نے کہا کہ محمد کو مجھے دکھا دو
جب اس کے نزدیک وہ مشخص ہو گیا کہ محمد
کون ہیں۔ تو وہ اسطرف بڑھا۔ مگر ایمن
بن ام ایمن نے اس کا راستہ روک لیا
اور جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔ بنی عبدالمطلب
کے نو افراد ناقہ رسول کے گرد حفاظت کر
رہے تھے۔ اس کے بعد مالک بن عوف
نے لاکھ چاہا کہ رسول تک پہنچے مگر اس کا گھوڑا
آگے نہ بڑھ سکا۔

(۲۹) روضہ صـ ۱۵۳ :۔

در وادی حنین شخصے از مشرکاں ابوجرول
نام بر اشترے سوار روئے بمسلماناں نہاد
و او شجاع بود سفاک بیباک عظیم الجثہ
طویل القامت کہ ہیچ کس از مبارزان
عرب پائے در معرکہ او نہ نہادے و در
برابر او دست جرأت از آستین جلادت
بیروں نیاوردے و ابن ابو جرول
از سر تہور و غرور رجزے می خواند و
مبارزے می طلبید و اصحاب حضرت

وادی حنین میں ایک شخص جس کا نام ابوجرول
تھا ایک اونٹ پر سوار ہو کر مسلمانوں کے
مقابلہ میں آیا وہ بہادر ترین عرب تھا۔
خونخوار و بیباک عظیم الجثہ لمبے قد کا تھا عرب کے
بہادروں میں سے کوئی بہادر اس کے مقابلہ کی تاب
نہ رکھتا تھا۔ اور اس کے مقابلہ میں آ کر اظہار
بہادری نہ کر سکتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے
مقابل آ کر رجز خوانی کی اور اپنا مقابل طلب
کیا اصحاب پیغمبر نے اس کے مقابلہ سے

انتساب در محاربہ او توقف می نمودند
کہ ناگاہ شیر بیشہ ہیجا ابن عم مصطفیٰ متوجہ
ابوجرول شد و بزخم تیغ آبدار دمار از روزگار
مدبر خاکسار برآورد و بہرام خون آشام از مشاہدۂ
ایں حال انگشت تحیر بدندان تفکر گرفت و اہل
اسلام از ملاحظہ ایں صورت متنظہر و قوی
دل و مشرکاں خوار و خجل گشتند .....
و ہوازن و ثقیف با قبیح وجہے روئے از
معرکہ برتافتند .... طائفہ
با مالک بن عوف روئے بجانب حصن طائف
نہادند و گروہے بطرف بطن نخلہ گریختند
و جمعے جہتہ صیانت اموال کہ در اوطاس
داشتند بآں جانب شتافتند حضرت
ختمی مرتبت ابو عامر اشعری را با جماعتے کہ
زبیر العوام و ابو موسیٰ اشعری دراں میانہ
بودند - در عقب گریختگان بجانب اوطاس
فرستاد و لشکر اسلام بعد از قطع مسافت
بمخالفاں رسیدند ....
نائرہ قتال در میداں اشتعال یافتہ ....
کافراں را منہزم گردانیدند و درید بن صمہ
کہ سردار مشرکاں بود روئے بجہنم نہاد و ایں
فتح عظیم علاوہ فتوحات دیگر گشتہ سپاہ
نصرت قرین بزیب و آئین بپابوس سید
اولین و آخرین مبادرت و مسادرت نمودند

توقف کیا۔ اور سب جان بچانے لگے کہ یکایک
میدان جنگ کا شیر محمد مصطفیٰ کا برادر دلیر علی
ابو جبرول کے مقابل آگئے اور اپنی شمشیر آبدار
کے ایک ہی وار سے اس کو جہنم واصل کر دیا
علی کی ان بہادریوں پر بہرام خون آشام بھی
حسرت میں رہ گیا۔ اور اہل اسلام جو بزدل
بنے ہوئے تھے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر قوی
دل ہو گئے اور کفار ذلیل و پسپا و شرمندہ
ہو گئے۔ اور ہوازن و قبائل ثقیف نے بہت
بری حالت میں لڑائی سے منہ موڑا۔ ایک
گروہ مالک بن عوف کے ساتھ قلعہ طائف کی
طرف چلا گیا۔ اور ایک گروہ نخلہ کی طرف روانہ
ہوا اور ایک جماعت اپنے اموال کی حفاظت
کیلئے اوطاس کی طرف چلی گئی۔ حضرت رسول
خدا نے ابو عامر اشعری کو معہ فوج کے کہ
جس میں زبیر العوام و ابو موسیٰ اشعری بھی
تھے فوج مشرکین کے عقب میں بجانب اوطاس
روانہ کر دیا۔ لشکر اسلام مخالفوں تک پہنچا
جنگ کی آگ بھڑک گئی کافروں کو شکست
ہو گئی اور درید بن صمہ سردار مشرکاں
جہنم واصل ہوا۔ اور اہل اسلام کو یہ فتح
عظیم علاوہ فتوحات دیگر کے حاصل ہوئی
اور لشکر اسلام خدمت رسول میں کامیاب
واپس آیا۔۔

نتائج اقتباسات

حنین طائف و مکہ کے درمیان واقع تھا۔ قبائل ہوازن و ثقیف بہت طاقتور تھے۔ اور انہوں نے تیس ہزار فوج پیغمبر اسلام کے مقابلہ کیلئے جمع کی تھی۔ مکہ کے قریب اور اہل مکہ قریش کے حلیف تھے۔ واقعات و صورت حالات سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ اہل مکہ نے ان قبائل کو ہر وقت تیار رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ اور کسی وقت بھی اہل اسلام کے حملہ کا خطرہ ان کو لگا ہوا تھا۔ اسی لئے اتنی بڑی تعداد میں اتنے قریب یہ فوج موجود تھی۔ یا اہل مکہ کے مشوروں کے مطابق ایک اجتماعی حملہ کیلئے جوانب و اطراف مکہ میں فوجیں تربیت پا رہی تھیں۔ مگر چونکہ پیغمبر اسلام مطابق حکمت کاملہ کام کر رہے تھے۔ اسلئے آپ نے جب مکہ کا ارادہ کیا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ ہم ہوازان کی جانب جائیں گے۔
اس شہرت نے اہل ہوازن و ثقیف کو اپنی جگہ سے نہ ہٹنے دیا اور وہ اپنی جگہوں اور محفوظ قلعوں میں موجود رہے اور مال و اطفال کی حفاظت کرتے رہے۔ اسی دوران میں لشکر اسلام بجائے ہوازن و ثقیف کے مکہ اچانک پہنچ گیا۔ اور جب دس ہزار مجاہدین کا لشکر اسلام اہل مکہ کے سروں پہ پہنچ گیا تو اہل مکہ دیکھنے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور لشکر اسلام کا اہل مکہ پر کامل قبضہ ہو گیا۔ اور وہ ایسی حالت میں گرفتار ہو گئے کہ اپنے قدیم و جدید کسی یار و مددگار کو مدد کیلئے نہ بلا سکے۔ اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ان پر اہل اسلام کا قبضہ مکمل ہو گیا ہے۔ تو ان کو بمجبوری اسلام قبول کرنا پڑا۔ اور بعد قبول اسلام وہ اپنی سابقہ نفرت و نفرت سے بے تعلق ہو گئے۔ اب اگر وہ مدد چاہتے بھی تو ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ان کی اپنی طاقت کچھ بھی باقی نہ رہ گئی تھی اور نہ مکہ کی مرکزیت اصنام پرستی ہی باقی تھی۔

اب رہے اہل حنین یعنی ہوازن و ثقیف انہوں نے جب یہ سنا کہ پیغمبر اسلام مع لشکر کے ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تو ان کو اپنی حفاظت ہی کے لالے پڑ گئے۔ مگر ان کو جب معلوم ہو گیا کہ پیغمبر اسلام دس ہزار کے لشکر سے مکہ فتح کر چکے اور تمام اہل مکہ قریش نے باوجود اپنی کامل دشمنی کے اطاعت قبول کر لی تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ قریش کی طاقت کم تھی۔ اسلئے بغیر مقابلہ کے انہوں نے لشکر اسلام کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے علاوہ قریش فنون حرب و ضرب سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ بایں وجہ شکست خوردہ ذہنیت رکھتے تھے۔ اور بغیر محاربہ و مقاتلہ اطاعت اسلام کو قبول کر لیا۔ یہ دونوں صورتیں ہم میں نہیں ہیں ہم فنون حرب و ضرب سے بھی واقف ہیں، بہادر ترین افراد عرب ہیں۔ و نیز تعداد و سامان جنگ و اسلحہ کے اعتبار سے بھی کامل ہیں۔ ہم حلوہ نرم نہیں ہیں کہ اہل اسلام کا مختصر لشکر ہم کو نوالہ بنالے وہ زیادہ سے زیادہ دس ہزار ہیں۔ یا مع اہل مکہ کے بارہ ہزار ہو سکتے ہیں۔ اور ہم کم از کم تیس ہزار بہادران

عرب ہیں ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری فتح یقینی ہے لہذا اس سے قبل کہ محمد مکہ کے لوگوں کو مسلمان بناکر اور کچھ مدت میں اپنی طاقت میں اضافہ کرکے ہم پر حملہ آور ہوں ہم خود ہی پہلے سے لشکر اسلام پر حملہ کردیں اور اس طرح سے اسلام و پیغمبر اسلام کا نام صفحہ ہستی سے مٹادیں۔ بادیہ النظر میں معاملہ واقعی ایسا ہی نظر آتا تھا اور ایک حد تک ان کا خیال صحیح بھی تھا۔ اور صورت واقعہ نے بھی یہ امر ثابت کردیا کہ وہ تیس ہزار اور مکمل مسلح ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام پر غالب آگئے۔ اور لشکر اسلام بارہ ہزار افراد جنگ پیغمبر اسلام کو چھوڑ کر میدان سے بھاگ گئے اور سپہ سالار فوج غنیم مالک بن عوف پیغمبر اسلام کے قریب بھی پہنچ گیا اور چاہتا تھا کہ آپکو قتل کردے۔ اس سے زیادہ تقویت لشکر کفار کو کیا ہوسکتی تھی اور اس سے زیادہ کامیابی اور کیا ممکن تھی ....

مگر معاملہ دگرگوں اسلئے ہوگیا کہ مقابلہ صرف لشکر محمد سے نہ تھا۔ بلکہ تیس ہزار بہادران عرب کا مقابلہ حکمت کاملہ پیغمبر اسلام سے تھا۔

آج ہم اسو سال گذرنے کے بعد بھی اور بقول حکماء دور۔ بہترین عہد ترقی کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ جنگ صرف کثرت افراد، کثرت سامان جنگ، و کثرت مال سے فتح نہیں کی جاتی۔ بلکہ جنگ ہائے عظیم عالم نے ثابت کردیا کہ یہ سامان تو صرف ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ جنگ فتح کرنے والا اور مفتوحہ علاقوں پر مستقل قبضہ دلانے والا تو صرف اس ملک کا وہ مدبر ہوا کرتا ہے۔ جو صرف کمانڈر کو مشورہ دیتا ہے۔ اور جنگ کی پالیسی و تدابیر کی راہنمائی کرتا ہے۔ میرے اس قول پر اہل عالم کے مدبران کی تائید حاصل ہوسکتی ہے۔ و نیز شواہد جنگہائے عظیم میرے مؤید ہوسکتے ہیں۔ یہی معاملہ جنگ حنین میں رونما ہوا حقیقتاً مالک بن عوف سپہ سالار افواج ہوازن و ثقیف بلحاظ ظاہری اہل اسلام پر فتح یاب ہوچکا تھا۔ اور اس نے میدان سے تمام مسلمانوں کو صاف کردیا تھا۔ اور اگر اس موقعہ پر محمد کے بجائے کوئی اور انسان ہوتا تو یہ شکست فاش اسلام کی دائمی شکست بن جاتی اور جماعت اسلام کا نام بھی صفحہ ہستی پر باقی نہ رہتا۔ مگر اس جنگ میں قیادت وہ ذات کررہی تھی۔ کہ بلحاظ حکمت نظری و عملی کے اہل عالم کیلئے ایک ہی نمونہ تھا۔ اور ایسا نمونہ تھا جو اہل عالم و اقوام کیلئے ابدی دستور العمل حیات انسانی مرتب کررہا تھا (ا)۔ لہذا پیغمبر اسلام نے موقعہ کو سمجھتے ہوئے کچھ ایسے رفقاء جاں نثار بھی ساتھ لے لئے تھے۔ اور ان بہادروں کو ایسا (ٹرینڈ) آزمودہ کار بنالیا تھا کہ جو اس آخری موقعہ پر پیغمبر اسلام کی سپر بن گئے اور صرف اتنا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے سپہ سالار فوج علی ابن ابی طالب کو حکم دیا کہ فوج مخالف کے سپہ سالار کو ختم کردیا جائے۔ چنانچہ سابقہ حوالہ نمبر ۱۸ سے ثابت ہے کہ عثمان بن عبداللہ جوان کا علمبردار تھا

لشکر اسلام پر بار بار حملے کر رہا تھا۔ اور لشکر اسلام کے واپس شدہ معدود آدمی بھی اس سے خوفزدہ ہو رہے تھے یکایک عثمان کے سر پر علی ابن ابی طالب پہنچ گئے اور جاتے ہی اس کے اونٹ کے پیچھے کے دونوں پاؤں کاٹ ڈالے اور ایک مرد انصاری نے نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیا۔

پس علم دار فوج کا مارا جانا تھا کہ کفار کے قدم اکھڑ گئے اور فوج مخالف میں بھگدڑ پڑ گئی۔ مالک بن عوف اور اس کی تیس ہزار فوج کا دم خم دغرور ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد دشمن کا دوسرا علم بردار ابو جبرول جو دشمن کا مایہ ناز بہادر تھا۔ اور جو سپاہ اسلام کو للکار رہا تھا۔ اور اصحاب پیغمبر اسلام پر سکوت طاری تھا کہ ناگاہ علی ابن ابی طالب اس کے سر پر جا پہنچے اور دم کے دم میں اس کو جہنم داخل کر دیا۔ پس ابو جبرول کا مارا جانا تھا کہ (بقول روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۹ اہل اسلام قوی دل شدہ و ہوازن و ثقیف با تیغ و نیزے روئے از معرکہ بر تافتند) مسلمانوں کا دل قوی ہو گیا۔ اور لشکر ہوازن و ثقیف بری حالت سے بھاگا اور اہل اسلام کی شکست فاش فتح کامل کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔

(ب) پیغمبر اسلام کی دوسری حکمت بالغہ اس معاملہ میں یہ تھی کہ آپ نے اپنے خاندان کے چند مخصوص بہادروں کو اپنے پاس رکھا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مالک بن عوف جب قتل کے ارادے سے رسول کے قریب پہنچ گیا تو ان بہادروں نے جان قربان کر دی اور اس کو اتنی دیر تک قریب آنے اور ارادہ قتل کرنے سے روکا کہ علی نے عثمان بن عبد اللہ علمدار فوج دشمن کو مار لیا۔ اور فوج دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور اس کے بعد ہی ابو جبرول مارا گیا۔

زمانہ قدیم میں پوری پوری فوج چند بہادروں کے بل بوتے پر اور بھروسے پر لڑتی تھی اور جب وہ مایہ ناز افراد قتل ہو جاتے تھے۔ تو پوری فوج بھاگ جاتی تھی۔ یا شکست مان لیتی تھی۔ وہی اس جنگ حنین میں بھی ہوا کہ کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے اور کچھ نے اطاعت اسلام قبول کر لی۔

(ج)۔ پیغمبر اسلام نے عین اس موقعہ پر اپنا جاسوس ابن حدرد لشکر دشمن میں بھیجا جب وہ بالارادہ جنگ کامل طور پر ہتھیار سجا کر گھروں سے نکل چکے تھے اور مقام اوطاس تک آ گئے تھے پیغمبر اسلام نے ان کی فوجی قوت کا پورا اندازہ اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے ہی کر لیا تھا۔ اور پوری طرح سمجھ لیا تھا کہ دشمن کی فوج میں اتنی طاقت ہے۔ اور ان کی پوری فوج کی طاقت کتنے مخصوص علمداروں، بہادروں پر مشتمل ہے اور ان علمداروں اور بہادروں کو قتل کرنے کیلئے کس بہادر کی ضرورت ہے اور نیز اپنی حفاظت کیلئے بھی جن جاں نثاروں کی ضرورت تھی کہ بارش تیر و تیغ میں سینہ سپر ہو جائیں وہ بھی ساتھ لے لئے تھے اور سب افراد پیغمبر اسلام کے قریبی عزیز تھے۔ جن کے نام حوالہ جات مذکورہ میں لکھے جا چکے ہیں۔

ابن حدرد کا پیغمبر اسلام کو پورے حالات کا بتا دینا اور پیغمبر اسلام کا ایسے قابل خبر لانے والے کا معین فرمانا آپ کی اعلیٰ حکمت نظری تھی۔۔

د) پیغمبر اسلام کو اپنی فتح کا اتنا کامل یقین تھا کہ باوجود اس کے ۱۲ ہزار فوجی بھاگ گئے اور پیغمبر اسلام چار رہ گئے مگر آپ اس وقت بھی اپنے ناقہ پر سوار تھے اور تلوار ہاتھ میں بلند کر رہے تھے۔ اور عباس ابن عبد المطلب سے فرما رہے تھے کہ آپ باآواز بلند مسلمانوں کو بلائیے اور عباس برابر ندا دے رہے تھے۔ اور خود بھی فرما رہے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں میری بات جھوٹ نہیں ہو سکتی میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں یعنی میرے خاندان میں بھی سب سچے تھے۔ اور میں بھی سچا ہوں جو کہوں گا وہی ہوگا۔ اے مسلمانو! تم واپس آجاؤ یقیناً فتح تمہاری ہی ہوگی۔۔۔

بات کیا تھی کہ پیغمبر اسلام علی کو عثمان بن عبد اللہ علمدار دشمن اور ابو جرول بہادر ترین فرد کے قتل کرنے کیلئے مامور کر چکے تھے۔ اور جانتے تھے کہ جیسے ہی علی کے ہاتھوں یہ دونوں بہادران ہوازن و ثقیف مارے جائیں گے۔ کافر تو بزدل ہوتے ہی ہیں جنگ سر ہو جائے گی۔ اور جو کچھ پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا۔۔

س) پیغمبر اسلام کی اعلیٰ حکمت یہ تھی کہ آپ نے اپنا علم دار فوج علی ابن ابی طالب کو بنایا (رسالۃ حوالہ عث) پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ علی وہ بہادر ہے کہ آج تک جس جنگ میں گیا کبھی ناکام واپس نہیں آیا لہٰذا اس جنگ میں بھی اگرچہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے وہ مسلح بھی ہیں مگر یہاں بھی فتح علی کی ہوگی اور فتح علی فتح لشکر اسلام ہوگی۔ مدبرین و فاتحین عالم پیغمبر اسلام کے اس طریقہ پر ہمیشہ گامزن ہیں۔ اور پیغمبر اسلام کی یہ حکمت عملی ہمیشہ قابل تقلید رہے گی کہ علمدار و کمانڈار فوج ایسا بہادر اور بافہم انسان بنایا جائے جو تمام فوج پر بلحاظ عقل و فہم و شجاعت گراں تر ہو۔

ص) پیغمبر اسلام کی حکمت کا ہی یہ اقتضا تھا کہ جب فوج مخالف شکست کھا کر بھاگی تو آپ نے مقام اوطاس تک پھر لشکر کے ایک حصہ کو بھیج دیا۔ بات یہ تھی کہ اوطاس کو دشمنوں نے اپنا کیمپ بنا لیا تھا۔ پھر اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کی غفلت کی حالت میں پھر دشمن کی فوج یہاں جمع ہو کر پھر حملہ نہ کر دے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جنگ کے بعد فوراً ہی ان کے کیمپ کو اجاڑ دیا جائے۔ تاکہ ان کو پھر اجتماعی طاقت حاصل نہ ہو۔ دوسرے اوطاس میں دشمنوں کا سارا مال و دولت و مویشی وغیرہ موجود تھے وہ شکست کے بعد بھی اتنے بڑے ذخیرہ مال و مویشی پر قابض ہو جاتے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے فوراً ہی حکم دیا کہ ان پر حملہ کیا جائے اور ایسا ہی ہوا کہ وہاں جنگ ہوئی اور دشمن پسپا ہوئے اور ان کا تمام

مال و متاع و مویشی اہل اسلام کے ہاتھ آئے جنکی تعداد مورخین نے مندرجہ ذیل لکھی ہے۔ ۱۲ ہزار اونٹ
اور بکثرت دولت مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ یہ دولت وہی تھی جو ہمیشہ فاتحین کا حصہ ہوتا ہے اور ہر زمانہ
اور ہر قوم کے نزدیک یہ مال جائز ہے۔ اس کے علاوہ بار دیگر فوج پہنچنے سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ منتشر
ہونیوالے دشمنوں کے دلوں میں آئندہ کے انتقام کا جو خیال پیدا ہوا ہوگا۔ وہ بھی فنا ہوگیا ہو
اور آئندہ اسلام کے مقابل آنے کی جرأت بھی نہ رہی ہوگی۔ اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ منتشر اور
بھاگے ہوئے دشمنوں کو یہاں سے بھاگنے کے بعد یہ خیال ہوگا کہ کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں اپنی حمایت
کافی ہو ورنہ لشکر اسلام بار بار حملہ کرکے ہم کو فنا کر ڈالے گا۔۔۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مختلف قلعوں، دروں، وادیوں کے قبائل جن کے دلوں میں عداوت اسلام
تھی اوطاس اور حنین سے بھاگ کر قلعہ طائف میں جمع ہو گئے۔ پیغمبر اسلام کیلئے اب یہ آسان ہوگیا کہ وہ سابقہ
جنگوں اور قلعوں کی طرح اس جنگ اور اس قلعہ کو بھی فتح کرلیں۔ گویا منتشر ہونے والے دشمنوں سے مختلف
لڑائیاں لڑنی پڑتیں بجائے اس کے اب پیغمبر اسلام کو وہ سب منتشر ہونے والے دشمن ایک ہی قلعہ میں مد
مل گئے۔ اس صورت میں دشمنوں کے قلعے فتح کرنے میں وقت بھی کم صرف ہوا اور فتح بھی کامل حاصل ہوئی
پیغمبر اسلام کی حکمت نے جیسا چاہا تھا وہی ہوا۔ کہ دشمنانِ اسلام قلعہ طائف میں جمع ہو کر اہل اسلام پر حملہ
کرنے کے پھر خواب دیکھنے لگے۔ اور آخر ان خوابوں کی تعبیر ان کے خلاف ہوئی اور وہ مغلوب و مفتوح ہوگئے۔

حکمت پنجاہ و پنجم فتح طائف

ناظرین اول واقعات فتح طائف کا بغور مطالعہ فرمائیں بعد ازاں نتائج کریں۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۲۲۵ :-

حنین اور اوطاس کی بھاگی ہوئی فوج طائف میں جمع ہوئی۔ طائف مقام محفوظ بھی تھا اور مضبوط
یہاں کا قلعہ قدیم تھا۔ اور شہر کی آبادی کے چاروں طرف مستحکم چار دیواری تھی۔ اسی رعایت
و مناسبت سے اس شہر کو طائف کہتے تھے۔ فوج کفار نے یہاں مقیم ہو کر قلعہ کی ضروری مرمت
کرائی اور سال بھر کا آذوقہ جمع کرلیا۔ اور قلعہ بند ہو کر سال بھر تک لڑنے کیلئے جملہ سامان فراہم
کرلئے۔ عروہ ابن مسعود (جسکو ابوسفیان بن حرب کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی)
یہاں کا رئیس تھا وہ کفار کا جانب دار بن گیا۔۔۔۔۔۔۔
طائف کے لوگ قلعہ بند ہو کر لڑنے کے خاص فن میں مہارت رکھتے تھے۔۔۔۔۔
ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ خود عروہ ابن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جرش میں جاکر

جو یمن کا ایک مرکزی مقام ہے قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ، ضنبور اور منجنیق کے بنانے اور لڑائی کے موقعوں پر ان کو کام میں لانے کی خاص تعلیم پائی تھی۔ فوج کفار نے ان کے اس علم و واقفیت سے بہت بڑا فائدہ اٹھایا۔ کہ ان آلات کو ضروری مقامات پر لگا کر اور جابجا تیر اندازوں کے محافظ دستے بٹھا کر قلعہ طائف کو ہر طرح سے مضبوط اور مستحکم بنا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب ان تیاریوں کی خبر ملی تو آپ نے غنائم اور اسرائے حنین کے معاملات کو ملتوی کر دیا۔ اور اسیران جنگ کو مع اموال غنیمت کے مقام جعرانہ میں بھیج دیا اور طائف کے معاملات کے تصفیہ تک ان کو وہیں محفوظ رکھنے کا حکم دیا اور بالنفس نفیس لشکر اسلام لیکر طائف کی طرف متوجہ ہوئے۔

طائف پہنچ کر کفار کے آلات قلعہ شکن ملاحظہ فرمائے، لشکر اسلام کو بھی انہیں آلات کی فراہمی اور استعمال کا حکم فرمایا۔ جتنے بھی اور جیسے بھی یہ آلات مل سکے جمع کر لئے گئے۔ تاریخیں بتلاتی ہیں کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ لشکر اسلام میں آلات قلعہ شکن استعمال کئے گئے۔

(۲) علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی صفحہ ۳۹۴ ؎۔

اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں۔ اور اس شدت سے تیر بارانی کی کہ حملہ آوروں کو ہٹنا پڑا اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔

(۳) روضۃ الاحباب صفحہ ۵۰۸ ؎۔

آنسرور فرمود تا در بلندی کہ اکنون مسجد طائف است عسکر ہمایوں زدند۔۔۔۔ اوثلث قضاعالله

ترجمہ۔ طائف پہنچ کر پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ اس مقام بلند پر جہاں طائف کی موجودہ جامع مسجد ہے لشکر خیمہ زن ہو۔ اس سفر میں حضرت زینب اور حضرت ام سلمہ ہمراہ تھیں اور ان مخدرات کیلئے دو جدا جدا خیمے نصب کئے گئے اور نماز باجماعت ان دونوں قبوں کے درمیان پڑھی جانے لگی۔ ۱۸ روز اور ایک روایت کے مطابق ۲۰ روز اور دوسری روایت کے مطابق بہم شبانہ روز محاصرہ نے طول کھینچا اور اس درمیان میں جنگ عظیم واقع ہوئیں۔ اور اصحاب رسول میں سے بہت سے زخمی ہوئے اور ۱۲ اصحاب شہید ہو گئے۔ ایک شخص قبیلہ لیث سے چار قبیلہ انصار سے اور سات مہاجرین قریش سے انہیں لوگوں میں عبداللہ بن ابوبکر الصدیق بھی شامل ہیں ان کے ایک تیر لگا تھا زخم اچھا بھی ہو گیا تھا لیکن چند روز کے بعد پھر پھٹ گیا اور رسول اللہ صلعم کی وفات سے کچھ پہلے انہوں نے دنیا سے انتقال کیا۔ پیغمبر اسلام نے حکم

دیا کہ اہل طائف کی انگور کی بیلیں کاٹ دی جائیں۔ صحابہ تعمیل حکم کرنے لگے اہل طائف کو اس کی خبر ہوئی انہوں نے درخواست کی کہ برائے خدا و صلہ رحم ان درختوں کو نہ کاٹا جائے۔ پیغمبر اسلام (حکمت) نے فرمایا۔ انی ادعہا للہ وللرحم میں نے تمہارے درختوں کو خدا و صلہ رحم کی رعایت سے

(۱) چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام نے منادی کرادی کہ جو غلام قلعہ سے باہر آئیگا وہ ہماری جانب سے آزاد ہوگا۔ اس دعوت کو سنکر بیس غلام جن میں نفیع بن الحارث بھی تھے نیچے آئے۔ نفیع چونکہ مقام بکرہ سے آئے تھے اس رعایت سے یہ ابو بکرہ کے لقب سے مشہور ہوئے یہ سب کے سب مشرف با اسلام ہو کر اسی وقت سے آزاد ہوگئے۔ پیغمبر اسلام نے ایک ایک کر کے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ اور تاکید فرما دی کہ ان افراد سے باخبر رہا جائے۔ اور بعد مدت کے جب

(۲) اہل طائف مسلمان ہوئے تو انہوں نے ان غلاموں کو واپس لینے کی استدعا کی۔ ارشاد ہوا کہ یہ خدا کے آزاد کردہ ہیں اب تمہاری غلامی میں ہرگز نہیں آسکتے۔

(۴) اسوۃ الرسول ص۲۲۸ :۔

جناب رسول خدا کے اس حکم (التوائے محاصرہ) سے اکثر اخلاص مند صحابہ بیدل اور برخاستہ خاطر ہوئے۔ اور خدمت مبارک میں عرض کرنے لگے کہ اہل طائف کیلئے بددعا فرمائی جائے۔ رحمت عالم نے ان کی خاطر سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا تو یہ کہ:۔

اللھم اھد ثقیفاً وائت بھم ۔ اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس لے آ...

(۵) اسوۃ الرسول ص۲۳۰ چنانچہ طائف کا محاصرہ اٹھا کر جناب رسالتمآب صلعم جعرانہ میں جہاں اسیران حنین و اوطاس مقیم تھے تشریف لائے۔ غنیمت کا بڑا ذخیرہ تھا اس کو تقسیم فرمایا...

(۶) روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۵۵ غزوۂ طائف :۔

سابقاً سمت گذارش یافت کہ جمیع از مشرکان با مالک بن عوف خائف و خاسر از معرکہ روئے برتافتہ بجانب طائف رفتند و قبل از محاربہ و انہزام باستعداد قلعہ داری و استحکام بمنع و بارود و غیر ذلک پرداختہ قوت یکسالہ

قبل ازیں لکھا گیا ہے کہ ایک جماعت مشرکوں کی مالک بن عوف کے ہمراہ نا امید ہو کر معرکہ سے طائف کی جانب بھاگی اور انہوں نے وہاں پہنچ کر قلعہ کو ہر قسم کے سامان جنگ سے آراستہ کر لیا اور ایک سال کا آذوقہ ذخیرہ کر لیا

آمادہ ساختہ بودند چوں بحصار رسیدند
مداخل آنرا محافظت نمودہ دل بر جنگ
نہادند۔ دیپر تو این خبر بہ پیشگاہ ضمیر انور
تافتہ خاطر خطیر حضرت کہ مظہر آیات رحمت
بود مائل بر آن شد کہ بر آں نواحی عبور فرمودہ
آں قلعہ را فتح نماید چوں ایں عزیمت تصمیم
یافت رایت فتح آیت را بہ علی ابن ابی طالب
ارزانی داشتہ ابو عبیدہ جراح با خالد بن
الولید را با ہزار مرد رزم آزمائی علی اختلاف
روائتین مقدمہ لشکر ساخت و بنفس مبارک
از عقب ایشاں با کوکبہ تمام متوجہ دیار
طائف گشت و در راہ گزرش بقصر مالک
بن عوف افتادہ فرمان داد تا آتش دراں
زدند و بعد از طے مراحل و منازل بمقصد
رسیدہ قریب بہ حصار نزول اجلال نمودہ
و اہل قلعہ تیر باران عظیم کردہ بسیارے
از مسلمانان را مجروح گردانیدند۔ ؎

گراں تیر باراں کنوں آمدے
بجائے نم از ابر خوں آمدے

بنا بر آنکہ تیر مخالفاں لشکر گاہ مے رسید
از موقف نبوت فرمان صادر شد کہ سپاہ
نصرت پناہ ازاں محل کوچ کردہ موضع مرتفع
راکہ اکنوں مسجد طائف است معسکر ہمایوں
گردانیدند۔۔۔

(۷) ص ۱۵۵ :۔ در مدت محاصرہ کہ بقولے

اس کے بعد انہوں نے اپنا دل جنگ پہ
رکھ لیا۔ اور آمادہ پیکار ہو گئے۔ اس
کی اطلاع پیغمبر اسلام کو ہوئی۔ تو آپ
نے ارادہ کر لیا کہ اس قلعہ کو فتح کر لیا
جائے۔ اور آپ کا یہ ارادہ بالکل
پختہ ہو گیا اور جب ارادہ پختہ ہو گیا تو
آپ نے اپنا نشان فوج علی ابن ابی طالب
کو عطا فرمایا۔ اور ابو عبیدہ جراح و خالد
بن ولید کو ایک ہزار فوج دیکر اپنے لشکر
ظفر پیکر کا مقدمہ بنایا۔ اور خود بہ نفس
نفیس مقدمہ لشکر کے عقب میں روانہ ہوئے
راستہ میں مالک بن عوف کا قلعہ ملا آپ نے
حکم دیا کہ اس کو آگ لگا دی جائے اور راہ
طے کر کے قریب قلعہ پہنچ کر قیام کیا اہل
قلعہ نے اہل اسلام پر تیر برسانا شروع
کئے بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے

شعر :۔

اگر وہ تیر اب برستے
تو بادل سے بجائے پانی خون برستا

پیغمبر اسلام نے دیکھا کہ دشمنوں کے تیر
لشکر اسلام تک پہنچ رہے ہیں تو آپ نے لشکر
کو حکم دیا کہ ایک بلند مقام پر خیمہ زن ہوں
یہ وہی جگہ ہے جہاں اب مسجد طائف
موجود ہے ۔۔۔

طائف کے محاصرے کی مدت ایک بیان سے

ہیزدہ روز و بروایتے چہل روز جنگہائے عظیم اتفاق افتاد و بسیارے از اصحاب نصرت انتساب مجروح و زخمدار شدند..

(۸) در آوان محاصرہ روزے حضرت زماں داد تا شخصے ندا کرد کہ ہر کہ از حصار فرود آمدہ بجانب ما آید آزاد باشد۔ قریب بہ بیست مملوک از قلعہ بزیر آمدہ سعادت لبساط بوس دریافتند و حضرت ختمی مرتبت آں ہمہ غلاماں را آزاد فرمود .... و بعد از مدتے اہل طائف بخدمت سید عالم مبادرت نمودند ایمان آوردند و مفتاح قلعہ تسلیم کردند۔

(۹) در اثناء محاصرہ طائف حضرت مقدس نبوی علی ابن ابی طالب را طلب داشتہ اسرار لبیہ باو درمیان نہاد۔ مردم ازیں تعجب شدہ باہم گفتند کہ پیغمبر خدا عجب راز دور و دراز با ابن عم خویش گفت۔ آنحضرت ایں حدیث را استماع نمودہ۔ فرمود ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنی من بخود با او راز نگفتم خدا تعالیٰ با او راز گفت۔ یعنی راز گفتن با علی بامر خداوند بود۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

(۱۰) در ایام محاصرہ طائف حضرت مقدس نبوی مرتضیٰ علی را با جمع از اصحاب نصرت انتساب نامزد فرمود کہ در اطراف آں دیار سیر فرمانید و ہر بتے را کہ یابند بشکنند۔ حضرت علی بموجب فرمودہ از

۱۸ روز اور ایک روایت کی رو سے چالیس روز تک رہا اس مدت میں عظیم اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں اور پیغمبر اسلام کے بہت سے اصحاب زخمی ہوئے

(۸) پیغمبر اسلام نے اس محاصرہ کے دوران میں حکم دیا کہ با آواز بلند منادی کرادی جائے کہ جو غلام قلعہ سے نیچے اتر کر ہمارے پاس آجائیگا ہم اسکو آزاد کردیں گے۔ اس آواز کا اثر یہ ہوا کہ بیس غلام قلعہ سے نیچے آگئے اور پیغمبر اسلام نے ان کو آزاد کردیا۔ اور کچھ مدت کے بعد اہل طائف خدمت پیغمبر میں آکر مسلمان ہوئے اور قلعہ کی کنجی بھی پیغمبر اسلام کو دیدی۔

(۹) اثنائے محاصرہ طائف میں پیغمبر اسلام نے ایک روز علی ابن ابی طالب کو بلایا اور تادیر ان سے رازداری کی باتیں کرتے رہے۔ لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا۔ آپس میں چرچا کرنے لگے۔ پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے علی سے رازداری کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ خدا نے علی سے رازداری کی باتیں کی ہیں۔ یعنی پیغمبر اسلام نے علی سے جو راز کہے وہ بحکم خدا تھے

ترجمہ۔ میری مثال اس طوطی کی ہے جو آئینہ کے پیچھے رکھی جائے۔ میں وہی کہتا ہوں جو استاد ازل (خدا) کہتا ہے

(۱۰) محاصرہ طائف کے زمانہ میں پیغمبر اسلام نے مرتضیٰ علی کو معہ چند اصحاب کے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اطراف و نواحی طائف میں جہاں کہیں بتوں کو دیکھیں توڑ ڈالیں۔ علی مرتضیٰ بموجب حکم

لشکرگاہ بیروں رفتہ درراہ طائفہ از دلاوران
قبیلہ خشعم باو رسیدند و شخصے از مخالفاں کہ
بر قوت خویش اعتماد داشت از میان فوج مبارز
طلبید و ہیچ کس را از اہل اسلام یارائے آں
نبود کہ با آں مشرک در مقابلہ آید۔ عاقبت
علی ابن ابی طالب آہنگ محاربہ او کرد و ہر چند
ابوالعاص بن ربیع کہ داماد رسول اللہ بود
گفت کہ سزاوار نیست کہ امیر لشکر باوجود دیگراں
ابتداء بجنگ کند امیر المومنین از منع او ممتنع
نشدہ۔ فرمود کہ دیگرے نمی رود و اگر کشتہ
شوم باید کہ تو بریں لشکر امیر باشی آنگاہ
امیر المومنین علی قدم در میدان بنہادہ برابر
آنقدر آمدہ و بزخم شمشیر آبدار او زا بسوار الیہ
فرستاد و بتان ہوازان و ثقیف کہ دراں نواحی
یافت ہمہ را بشکست و رسول بود بر حصین
طائف انتظار قدوم او را می کشید۔ چوں سرور
اولیاء از ایں کار فراغت یافت بعسکر ہمایوں
رسید چشم مبارک خاتم الانبیاء کہ بروے افتاد
تکبیر گفت و باو بخلوتے رفتہ راز گفتن آغاز
نہاد ....
جابر گوید کہ در ایام خلوت نبی و ولی عمر آمدہ۔
گفت یا رسول اللہ با علی راز می گوئی آنحضرت
جواب داد کہ سالقاسمت گزارش یافت با
عمر گفت فاروق از گفتار خویش پشیماں شدہ
بازگشت و با خود گفت کہ متیرسم کہ اس اعتراض

رسول لشکرگاہ سے روانہ ہوئے کہ راہ میں قبیلہ
خشعم کے بہادروں کا ایک گروہ دوچار ہوا
اور ایک بہادر جو اپنے اوپر پورا اعتماد فتح رکھتا
تھا۔ سامنے آکر مبارز طلب ہوا۔ اہل اسلام
میں سے کسی کو اتنی مجال نہ ہوئی کہ اس کے مقابلہ
کو آئے۔ آخر کار علی مرتضیٰ اس کے مقابل آئے
حالانکہ ابوالعاص بن ربیع جو داماد رسول تھے
کہنے لگے کہ مناسب نہیں ہے کہ سردار لشکر
باوجود لشکریوں کے موجود ہونے کے خود مقابلہ
کرے اور جنگ کی ابتدا کرے۔ مگر علی نے اس کی
بات نہ مانی اور فرمایا کہ کوئی دوسرا مقابلے کو
نہیں جا سکتا۔ اور سن اگر میں قتل ہو جاؤں
تو تم امیر لشکر بن جانا۔ یہ کہکر علی میدان جنگ
میں آئے اور اپنی شمشیر آبدار کے پہلے ہی وار
سے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ اور ہوازان و
ثقیف کے جتنے بھی بت تھے جو نواحی طائف میں
نصب تھے سب کو توڑ ڈالا۔ ادھر رسول اللہ
قلعہ طائف کے دروازہ پر علی کی آمد کا انتظار
کر رہے تھے۔ جب سردار اولیاء بت شکنی سے
فارغ ہو چکے اور اپنے لشکر میں پہنچے۔ تو خاتم الانبیاء
کی نگاہ علی پر پڑی۔ اسی وقت آپ نے تکبیر کہی اور
علی کو خلوت میں بلا کر تادیر راز ہائے دین کہنا
شروع کئے۔ جابر کہتا ہے کہ ایام خلوت نبی و
علی میں عمر نے آکر کہا۔ یا رسول اللہ علی سے راز
کہتے ہو رسول نے وہی جواب جو پہلے لکھا گیا ہے دیا

چوں اعتراض حدیبیہ باشد ۔۔

فاروق اپنے قول سے پشیماں ہوکر واپس ہوئے اور اپنے دل میں کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرا یہ اعتراض مثل اعتراض حدیبیہ ہو ۔۔۔

(۱۱) چوں رسول اللہ جعرانہ را معسکر ہمایوں ساخت
دست مبارک بہ بذل اموال برکشادہ وجمع
از مسلماناں راکہ مؤلفۃ القلوب موسوم بودند
عطایائے ارجمند داد گویند درزمانے کہ نقود
غنیمت را نزد آں حضرت جمع کردہ بودند ۔
ابوسفیان بن حرب کہ باسماک اتصاف
داشت فرصت غنیمت شمردہ در مجلس ہمایوں
حاضر گشت وگفت یا رسول اللہ تو امروز
متمول ترین قریشی ۔ آنحضرت تبسمے فرمود و
ابوسفیان تحریک سلسلہ طمع نمودہ گفت ۔
ازیں اموال چیزے بمن ارزانی دار حضرت فرمود
تا چہل اوقیہ نقرہ باو دادند و صد شتر دیگر
بموجب حکم نبوی باآں منضم گردانیدند ۔۔۔۔
ابوسفیان گفت پسرم یزید را لعطائے سرفراز
گرداں رسول اللہ اشارت کرد تا موازی آنہا
ابوسفیان بہ یزید تسلیم کردند و ہنوز او را
تسلی حاصل نشدہ بود معروض داشت کہ
نصیب پسر دیگرم معاویہ کجاست حضرت
مقدس نبوی فرمود تا بمعاویہ چہل اوقیہ
نقرہ و صد شتر دادند ۔ ابوسفیان گفت
پدر و مادرم فدائے تو باد بخدا سوگند کہ تو
کریمی ہم در زمان جنگ و ہم در اوان آشتی
آنچہ غایت کرم و مروت بود بجائے آوردی

(۱۱) جب رسول خدا نے جعرانہ کو اپنا لشکرگاہ
بنایا تو اموال کی تقسیم شروع کی اور مسلمانوں کی
ایک جماعت کو جو مؤلفۃ القلوب کہلاتی تھی
بہت معقول بخشش کی ۔ جبکہ اموال غنیمت کو
رسول خدا کے سامنے جمع کیا گیا تو ابوسفیان بن
حرب سماک کیلئے مشہور تھا ۔ حاضر خدمت
رسول ہوا ۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ تو متمول
ترین قریش ہیں ۔ آپ نے تبسم فرمایا ۔ ابوسفیان
نے حرص وطمع کرتے ہوئے کہا اس مال میں سے
کچھ ہم کو بھی دے دیجئے ۔۔۔
حضرت نے فرمایا کہ چالیس اوقیہ چاندی اس
کو دیدی گئی اور سو اونٹ بھی دیئے گئے ابوسفیان
نے عرض کیا کہ میرے پوتے یزید کو بھی اپنی عطا
سے سرفراز فرمائیے ۔ رسول نے اشارہ فرمایا تو
اسی قدر اسکو بھی بخشش دیگئی ۔ مگر پھر بھی اسکو
سیری نہ ہوئی تو ابوسفیان نے کہا اے حضرت
میرے بیٹے معاویہ کا حصہ کہاں ہے ۔ تو
رسول خدا نے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ
چاندی معاویہ کو عطا کیئے ۔ ابوسفیان نے
کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں
آپ تو خدا کی قسم بیشک سخی اور کریم ہیں ۔
بحالت جنگ بھی بحالت صلح بھی آپ نے انتہائی مروت
وکرم کو پورا کر دیا ۔۔۔۔۔۔۔

خدائے ترا جزائے خیر کرامت کناد ..

(۱) سید کائنات آں نوع عطایائے ارجمند بصنادید
قریش و سائر رؤساء عرب داد تا دلہائے
ایشاں را الفتے باسلام و مسلمانی پیدا شود
اشراف و اعیان انصار را بلکہ ہیچ یک از ایشاں را
بنابر وثوق و اعتمادے کہ براں فرقہ داشت
چیزے نداد بعضے از ایشاں بنا بر کمال غیظ و
خشم و حزن و اندوہ باہم گفتند کہ ایں
عواطف در شان قریش و سائر قبائل ارزانی
می دارد و در بارہ ما التفاتے نمی کند ......
ایں سخن بسمع ہمایون حضرت مقدس نبوی
رسیدہ فرماں داد تا انصار در خیمہ مجتمع شوند
و غیر ایشاں ہیچکس نباشد و بعد از حمد و ثنائے
باری سبحانہ و تعالیٰ فرمود اے انصار ایں چہ
سخن است کہ از شما بمن رسیدہ و شما قائل
ایں حدیث ہستید یانہ بعضے ازاں جماعت
جواب دادند کہ یا رسول اللہ اکابر و رؤساء
ما ہیچ نگفتہ اند اما جواناں مثل ایں حکایت
بر زبان آوردہ اند حضرت فرمود کہ نہ من آمدہ
ام بشما در حالتے کہ شما در کوئے آتش بودید
پس خدائے تعالیٰ شمارا ازاں رہائی داد و
انصار گفتند بلے واللہ والرسولہ امن والطول
چوں زبان انصار بتصدیق خبر مخبر صادق گویا
گشت آنسرور فرمود کہ نہ شما دشمن یکدیگر
بودید و خدائے تعالیٰ ببرکت من میان شما الفت

خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

(۲) سردار دو عالم نے اسی قسم کی عطا و بخشش
تمام رؤساء و بزرگان قریش و عرب کو دی
تاکہ ان کے قلوب میں اسلام و اہل اسلام کی محبت
پیدا ہو جائے ۔ لیکن بزرگان و سرداران انصار
کو کچھ بھی نہ دیا ۔ اور صرف اسلئے کہ ان پر پورا
اعتماد و وثوق تھا ۔ بعض انصار نے غیظ و
غضب و ملال کی حالت میں باہم گفتگو کی کہ
رسول خدا نے تمام قریش و قبائل پر بخشش کی
اور ہم کو کچھ بھی نہ دیا ...
یہ بات رسول خدا کو معلوم ہوئی تو آپ نے
تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع ہونے کا حکم دیا
اور یہ بھی فرمایا کہ بجز انصار کے کوئی دوسرا
موجود نہ ہو ۔ اس کے بعد رسول خدا نے بعد
حمد خدا فرمایا کہ ۔ اے انصار کہ یہ تم نے کیا کہا ؟
سرداران انصار نے عرض کیا کہ ہم نے کچھ نہ کہا
بلکہ کچھ جوانوں کی زبان پر یہ الفاظ آگئے تھے
آپ نے فرمایا کہ یاد کرو جب میں تم میں آیا تھا ۔ تو
تم لوگ آگ میں پڑے ہوئے تھے ۔ پس خدا
نے تم کو اس سے نجات دی ۔ انصار نے عرض
کیا کہ بیشک آپ سچ فرماتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا
کہ تم باہم دشمن تھے ۔ خدا نے میری برکت سے
تم میں الفت پیدا کر دی ۔

الفت داد واندک بودید و خداوند شمارا
بسیار گردانید و نہ شما درویش بودید و
خداتعالیٰ شمارا توانگر گردانید۔ حضرت این
سخنان گفت انصار تصدیق می نمودند و چوں
پیغمبر از القاء این مقولہ فراغت یافت
فرمود اے معشر الانصار چرا جواب نمیگوئید
گفتند جواب تو چہ گوئیم کہ پدر و مادر ما
فدائے تو باد فضل و منت تو بر ماست و عالم
اسرار برین سخن گواہ است۔ رسول اللہ
فرمود کہ اگر خواہید بگوئید و در آں گفتن
صادق و مصدق باشید گوئید کہ بجانب ما
آمدی در حالیکہ قوم تو را تکذیب می کردند
و ما تو را راستگوئی می دانستیم و کسے بر تو نمی
پرداخت و نصرت و اعانت تو بجائے آوردیم
راندہ شدہ بودی از وطن خویش و ما تو را جائے دادیم
و فقیر و درویش بودی ما جوانمردی نسبت
تو کردیم و خائف آمدی و ما تو را ایمن گردانیدیم
حضرت فرمود کہ اینہا کہ می گوئید ہمہ صدق است
چوں این سخن بانجام رسانید انصار در گریہ شدند
و پیران ایشاں برخاستہ بہ تقبیل دست
و زانوئے پیغمبر سرافراز شدند و گفتند یا رسول
از خدا و رسول او خوشنود گشتیم و اموال خاصہ
ما را اگر خواہد قسمت فرماید کہ ما را نظر بر متاع
دنیا نیست ما را اندیشہ و بیم مفارقت تو بود
نہ از قلت مال۔ حضرت مقدس نبوی فرمود کہ

تم کم تعداد تھے۔ میری وجہ سے کثیر ہوگئے
تم فقیر تھے خدا نے تم کو متمول کر دیا۔ انصار
نے تصدیق کی اس کے بعد رسول نے فرمایا کہ
اے گروہ انصار تم کچھ کیوں نہیں کہتے انہوں
نے عرض کیا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ آپ کے احسانات
ہم پر ہیں اور بھیدوں کا جاننے والا خود اس
پر گواہ ہے۔ رسول خدا نے فرمایا اگر تم چاہو
تو کہہ سکتے ہو اور اس کہنے میں تم سچے ہو۔
تم کہو کہ اے رسول تم ہماری جانب اس
حالت میں آئے۔ کہ تمہاری قوم تمہاری
تکذیب کرتی تھی۔ اور ہم تم کو راست گو سمجھتے
تھے۔ اور کوئی تمہاری طرف توجہ نہیں کرتا
تھا۔ اور ہم نے تمہاری اعانت کی اور تم
اپنے وطن سے جلاوطن ہو چکے تھے ہم نے تم کو
اپنے وطن میں جگہ دی۔ تم فقیر و درویش
تھے ہم نے تمہارے ساتھ سخاوت و ایثار
کیا۔ تم خوفزدہ حالت میں آئے تھے ہم نے تمکو
پناہ دی۔ رسولؐ نے فرمایا کہ اگر تم یہ سب کچھ
کہو تو اپنے قول میں صادق ہو۔ جب سلسلہ کلام
یہاں تک پہنچا تو انصار زار و قطار رونے لگے
اور عمر رسیدہ انصار نے اٹھ کر رسول خدا کے دست
و پا کے بوسے لئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
ہم سب خوش ہیں آپ چاہیں تو ہمارا اپنا مال بھی
آپ ہم سے لیکر تقسیم کر دیں ہم کو مال دنیا کا خیال
مطلق نہ تھا ہم کو تو آپکی جدائی کا اندیشہ تھا۔ رسول خدا

قریش قریب العہد اند بجاہلیت و من خواستم که
تدارک مصیبت ایشاں نمائیم و قلوب آں جماعت
را الفت دہم و بعد فرمود که اے گروہ انصار
شما در خشم مردید که من مال بمؤلفۃ القلوب
میدہم و شمارا با ایمان شما باز می گزارم و بہ
کمال اخلاص شما اعتماد می نمائیم شما راضی نیستید
که دیگراں با شتر و گوسفند بمنازل خود باز گردند
و شما با رسول خدا بجانب خویش مراجعت
نمائید بخدا سوگند که آنچه شما بآں معاودت
می نمائید بہتر است از آنکه خلق بان معاودت
می نمائید ......
در آواخر ذیقعدہ ۸ھ بمدینہ مراجعت نمود
و دریں سال ابراہیم ابن النبی تولد گشت ۔

نے فرمایا کہ قریش زمانہ جاہلیت سے قریب
تر ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان کی مصیبت کو
دفع کروں اور اس جماعت کے دلوں میں
الفت اسلام پیدا کروں۔ بعد فرمایا کہ اے
گروہ انصار تم غم نہ کرو میں نے مال مؤلفۃ
القلوب کو دے دیا ہے۔ اور تم کو تمہارے
ایمان پر چھوڑ دیا ہے۔ اور تمہارے کمال خلوص
پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ تم راضی ہو کہ دوسرے
اونٹ و بھیڑ لے کر اپنے گھروں کو روانہ ہونگے
اور تم لوگ خدا کے رسول کو ساتھ لیکر واپس
ہو گے خدا کی قسم جو چیز ہمراہ لیکر تم لوگ واپس
ہو رہے ہو وہ بہتر ہے اس چیز سے جو دوسرے
لوگ ہمراہ لیکر واپس ہو رہے ہیں ۔۔

آپ ذلقعدہ کے آخر ۸ھ میں طائف سے مدینہ واپس ہوئے اور اس سال رسول خدا کے صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے ۔

حکمت نظری و عملی و نتائج جنگ طائف

ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ پیغمبر اسلام کیلئے طائف پر حملہ کرنا کتنا ضروری تھا۔ جنگ حنین کے بعد کفار نے اپنی فوج کو طائف میں جمع کر دیا تھا۔ طائف کو پہلے سے سامان جنگ سے آراستہ کر لیا تھا اور عہد جدید کے آلات حرب بھی کافی تعداد میں جمع کر دیئے تھے۔ گویا کفار کی فوج کو یہ اعتماد تھا کہ جب ہم طائف پہنچ کر قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اور لشکر اسلام ہمارا تعاقب کرے گا۔ تو ہم آلات حرب استعمال کریں گے کہ لشکر اسلام کی شکست یقینی ہو گی اور ہماری فوج کا کوئی نقصان بھی نہ ہو گا۔ ابتدائے جنگ میں ایسا ہی ہوا جیسا وہ خیال کر رہے تھے انہوں نے لشکر اسلام کے پہنچتے ہی جدید آلات حرب کی مدد سے وہ حملہ کیا کہ مسلمان پسپا ہو گئے۔ مگر لشکر اسلام کا سپہ سالار بہترین سپہ سالار و حکیم و مدبر تھا۔ لہذا پیغمبر اسلام نے اپنے لشکر گاہ کو ایک بلندی پر پہنچا دیا تاکہ ان کے تیر برسانے کی زد سے لشکر اسلام محفوظ رہے۔ اور جب اس کام سے فرصت ہو گئی تو آپ نے قلعہ طائف کے محاصرے کا حکم دیا اور بہادران اسلام کو بار بار حملہ کرنے کا حکم دیا ۔

اہل طائف نے اپنے قلعوں کی بلندیوں سے یہ سب کچھ دیکھا۔ اب دو ہی صورتیں تھیں اول یہ کہ اگر طاقت و قوت مقابلہ اور جنگ ہو تو میدان جنگ میں اتر جائیں۔ اور فیصلہ کن جنگ ہو جائے اور اگر لشکر اسلام کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو اپنی عاجزی کا اظہار کریں۔ اور پیغمبر اسلام کے حکم قطع باغات میں یہی راز مخفی تھا۔ اور آپ اسی امر کا اظہار چاہتے تھے۔ چنانچہ حسب منشاء یہی امر ظاہر ہوا کہ وہ مقابلہ کیلئے قلعہ سے باہر تو نہ نکلے مگر عاجزانہ انداز میں خدمت پیغمبر اسلام میں درخواست کی کہ باغات کو قطع نہ کیا جائے۔ اور خدا کا واسطہ دیا اور صلہ رحم اور قدیم تعلقات کو ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے فرمایا (انی ادعھا للّٰہ وللرحم) باغات کو خدا کیلئے اور صلہ رحم کی خاطر چھوڑتا ہوں۔ بظاہر یہ فعل معمولی معلوم ہوتا ہے۔ مگر موجودہ حالات کے لحاظ سے پیغمبر اسلام کے اس فعل میں غایت حکمت مضمر تھی۔ پیغمبر اسلام نے جب یہ اظہار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کیلئے اور صلہ رحم کی خاطر چھوڑتا ہوں۔

. . . . پیغمبر اسلام نے جب یہ اظہار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کیلئے اور صلہ رحم کی خاطر مجھ کو منظور ہے اور باوجود انتہائی دشمنی کے بھی میں تمہارا لحاظ کرتا ہوں۔ تو محصور لشکر طائف کے قلوب میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ پیغمبر اسلام کا یہ محاصرہ ذاتی مالی اور طلب سلطنت کیلئے نہیں ہے بلکہ آپکی غرض صرف طلب رضائے خدا اور اشاعت اصول انسانیت ہے۔ ادھر دشمنوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا۔ ادھر اس طرف فوراً ہی پیغمبر اسلام نے باواز بلند اعلان فرمانے کا حکم دیدیا کہ قلعہ طائف کے جو غلام باہر آجائیں گے اور ہم تک آئیں گے ان کو ہم آزاد کر دیں گے۔ اس اعلان کا جو بر محل کیا گیا تھا یہ اثر ہوا کہ بیس غلام قلعہ سے باہر آگئے۔ اور پیغمبر اسلام نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور ایک ایک کو اپنے اصحاب کے سپرد کر دیا اور اصحاب کو تاکید فرما دی کہ ان غلاموں کے قول و فعل پر کامل اعتماد نہ کیا جائے۔ اور ان سے با خبر رہا جائے۔

(۲) جب اہل طائف نے پیغمبر اسلام کا یہ انداز صلح جوئی دیکھا۔ اور ان کے دلوں سے خوف کی گھٹائیں دور ہونے لگیں اور نور اسلام ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہونے لگا۔ اور وہ خدمت پیغمبر اسلام میں حاضر ہو کر مسلمان ہونے لگے۔ اور انہوں نے عرض کیا کہ وہ غلام جو سب سے پہلے حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ہم کو واپس کر دیئے جائیں۔ تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ وہ خدا کے آزاد کردہ ہیں۔ اب وہ تمہاری غلامی میں واپس نہیں آسکتے۔ پیغمبر اسلام نے اپنے اس فعل سے رگ غلامی کو ہمیشہ کیلئے کاٹ دیا۔ اور ظاہر فرما دیا کہ خدا کے بندوں کو کوئی انسان بھی غلام بنانے کا حقدار نہیں ہے۔ ہر انسان مساوی حیثیت رکھتا ہے۔

(۳) تقریباً چالیس روز طائف کا محاصرہ جاری رہا۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام نے حکم دیدیا کہ محاصرہ کو اٹھا لیا

نیز لشکر اسلام و اصحاب رسول متحیر ہو گئے کہ یہ حکم التوائے محاصرہ تو بے موقع ہے۔ مگر مصالح و مقلیں رہبر عالم میں چوں و چرا کی مجال کس کو تھی۔ بعض مخصوص اصحاب اس حکم کے سننے کے بعد مضطرب اور بے چین ہو گئے۔ اور جیسے کہ ان کی عادت تھی کہ ہر موقع پر پیغمبر اسلام کی کمزوری کا اظہار کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً طنزیہ باتیں کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر بھی انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر محاصرہ میں کامیابی نہیں ہوئی تو آپ درگاہ خدا میں اہل طائف کیلئے بد دعا کیجئے۔ پیغمبر اسلام موقع کی نزاکت کو سمجھ گئے۔ آپ نے بدرگاہ باری ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا۔

اللھم اھد ثقیفا و آئت بھم۔ اے خدا بنی ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو مجھ تک پہنچا دے۔

عام عقلیں اور عام نگاہیں پیغمبر اسلام کے اس فعل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکیں اور انہوں نے گوناگوں قیاس آرائیاں کیں مگر مدبر اعلیٰ و سپہ سالار اعظم و مالک حکمت کاملہ کے بعض افعال اتنے بلند ہوتے ہیں کہ ان کو سطحی عقلیں نہیں سمجھ سکتیں اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا وہ نتیجہ نکلا جو بظاہر جنگ و فتح سے نہیں نکل سکتا تھا۔ صرف جنگ کر کے اپنی بے اندازہ طاقت و قوت سے دشمن کی افواج کو تباہ و برباد کر دینا اور اس پر فتح حاصل کرنا آسان ہے۔ مگر حقیقی فتح وہ ہے جو دشمنوں کے قلوب پر حاصل کی جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے فتح مکہ و نیز واقعہ طائف دونوں سے یہ ثابت کر دیا کہ فتح کا اعلیٰ نمونہ وہ ہے جو ان دونوں مواقع پر پیغمبر اسلام نے پیش کیا اہل طائف نے ابتدائے اسلام میں پیغمبر اسلام پر وہ مظالم کئے تھے اور ایسا ستایا تھا جو انسانیت سے بھی پست تھا۔ اور اسی طرح اہل مکہ نے پیغمبر اسلام پر وہ مظالم ڈھائے تھے۔ جو تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مگر ان ہر دو مقامات پر پیغمبر نے اس انداز سے فتح حاصل کی جس کی نظیر صفحات تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتے۔ بات یہ ہے کہ اگر پیغمبر اسلام اہل طائف کے محاصرہ کو اور سخت کرتے اور ان کو مجبور کر کے قتل عام کر ڈالتے تو بھی حق بجانب تھے۔ کیونکہ اہل طائف نے ابتداء میں پیغمبر اسلام کو سخت اذیتیں دی تھیں اور اس موقع پر محاصرہ میں بھی چند اصحاب رسول کو قتل کر ڈالا تھا اس کے جواب میں اہل طائف ہر انتقام کے مستحق تھے۔ اور اسی طرح اہل مکہ بھی ہر انتقام کے مستحق تھے مگر پیغمبر اسلام نے اہل عالم کے سامنے یہ نمونہ حکمت پیش کر دیا کہ بدترین دشمنوں کو بھی بغیر قتل و غارت کئے فتح کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ان ہر دو مقامات کے دشمن لشکروں پر سختی کی جاتی تو بھی وہ مفتوح ہو جاتے مگر دامن پیغمبر اسلام و امن و امان پر یہ داغ بھی آ سکتا تھا کہ اپنے پچھلے و سابقہ مصائب کا انتقام پیغمبر اسلام نے اہل مکہ و اہل طائف سے لیا۔ اور ان کو تہ تیغ کر ڈالا۔

یہی دو مواقع ایسے نازک تھے جن میں پیغمبر اسلام نے اپنی اعلیٰ حکمت عملی و نظری کا استعمال کیا اور بے مثال

عفو وکرم وایثار و رواداری کا اظہار فرمایا و نیز مقصد جہاد یعنی تبلیغ توحید خداوندی بھی ایسے اعلیٰ طریقہ پر حاصل کیا کہ آج بھی یہ ہر دو مقامات مرکز تہذیب و تبلیغ توحید ہیں اور قیامت تک یہ ہر دو مقامات مرکز اسلام رہیں گے اور کیوں ہے صرف اسلئے کہ پیغمبر اسلام نے ان کے قلوب کو فتح کیا تھا نہ کہ ان کے جسموں کو۔ یہ نفاذہ نمونہ حکمت جو قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے نمونہ فتح و کامیابی بن سکتا ہے۔

(۴) پیغمبر اسلام نے اثناء محاصرہ قلعہ طائف میں علی ابن ابی طالب کو حکم دیا کہ وہ اطراف طائف میں جائیں اور جہاں جہاں ثقیف اور ہوازن کے قلعے ہوں یا ان کے بتخانے ہوں ان سب کو مسمار کر ڈالیں۔ چنانچہ علی ابن ابی طالب علمدار لشکر اسلام نواح و اطراف طائف میں گئے۔ اور ان بتخانوں کو مسمار کر دیا۔ اور ایک مقام پر بنی خثعم اپنی طاقت کے بل بوتے پر لشکر اسلام کے مقابل ہوئے اور جنگ ہوئی۔ اور ان کا ایک بےنظیر بہادر میدان جنگ میں آیا اور مبارز طلب ہوا۔ صاحب روضۃ الصفا کے الفاظ ہیں کہ :-

"ہر ہیچ کس را از اہل اسلام یارائے آں نہ بود کہ باں مشرک بمقابلہ آید۔ عاقبت علی ابن ابی طالب آہنگ محاربہ کرد۔"

علی نے اس بہادر کو قتل کیا، اس کے لشکر پر حملہ کیا سب کو پسپا کیا اور خدمت پیغمبر اسلام میں واپس آئے پیغمبر اسلام قلعہ طائف کے دروازہ پر علی کی آمد کے منتظر تھے آپ نے جب علی کو دیکھا تکبیر کہی بالفاظ روضۃ الصفا۔

"چشم مبارک خاتم الانبیاء کہ بروے افتاد تکبیر گفت وبا او بخلوتے رفتہ راز گفتن آغاز نہاد۔"

جب آپ کی نظر علی پر پڑی تو آپ نے تکبیر کہی اور علی کو اپنے ساتھ تنہائی میں لے جاکر ان سے راز کی باتیں کرنے لگے اور بحالت خلوت تا دیر باتیں کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے پیغمبر اسلام کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا :-

"ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ - میں نے علی سے راز نہیں کہے بلکہ خدا نے علی سے راز کہے ہیں۔"

پیغمبر اسلام کا یہ فعل کہ آپ نے تقریباً چالیس روز طائف کا محاصرہ کیا۔ گویا تمام دشمنوں کو محصور و بند کر لیا۔ اور اطراف طائف میں علی کی سرکردگی میں فوج بھیج کر تمام مراکز بت پرستی اور مراکز افواج دشمن کو برباد کرا دیا۔ ایسی حکمت کاملہ تھی جس کے ذریعہ دشمنوں کی بڑی اور وسیع طاقت کو بسہولت ٹکڑے ٹکڑے کرکے ختم کر دیا۔ بات یہ تھی کہ بہادران طائف اپنے آلات حرب پر نازاں تھے اور وہ سب آلات حرب قلعہ میں جمع کر چکے تھے۔ بس دور دور کچھ مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے انہوں نے مورچوں پر کچھ فوجیں لگا رکھی تھیں۔ پیغمبر اسلام نے اس حالت کا اندازہ کر لیا ادھر تو اہل طائف کو قلعہ بند کر لیا اور ادھر مختلف مورچوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور اسی کے ساتھ مقصد تبلیغ توحید کو اس طرح پورا کیا کہ مراکز بت پرستی ختم کر دیئے۔ اور چونکہ علی کے ہاتھوں یہ

کچھ ہوا تھا۔ لہٰذا لشکر اسلام پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ علی کا یہ کارنامہ ایسا زبردست ہے کہ میں خاتم الانبیاء ان کے
اس فعل کی ستائش میں تکبیر کہہ رہا ہوں۔ اور خلوت میں میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ علی سے رازداری میں اسرار توحید
کہہ رہا ہے۔ پیغمبر اسلام کے اس فعل نے عوام و خواص اہل اسلام پر یہ ظاہر کر دیا کہ بعد پیغمبر اسلام علی نمونہ حکمت
پیغمبر اسلام ہیں علاوہ بریں اس موقعہ خاص و اہم کیلئے علی کا منتخب کرنا اور اطراف طائف کے قبیلوں اور بتخانوں کی
صفائی کیلئے علی کا بھیجنا اور علی کا کامل کامیابی حاصل کر کے خدمت پیغمبر اسلام میں آنا۔ اور علی کو دیکھ کر پیغمبر اسلام کا
تکبیر کہنا ثابت کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے جس شخص کو اس کار اہم کیلئے انتخاب کیا تھا وہ بلحاظ نتیجہ پیغمبر اسلام کی اعلیٰ
حکمت ہی کا اقتضا تھا۔

(۵) پیغمبر اسلام نے جنگ حنین کو فتح کیا اور بکثرت مال غنیمت مویشی وغیرہ حاصل کئے۔ مقتضائے وقت تو
یہی تھا کہ حسب دستور قدیم فوراً ہی اموال غنیمت کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جاتا۔ مگر برخلاف اس کے پیغمبر اسلام
نے مقام جعرانہ میں تمام اموال کو جمع کر دیا اور لشکر کو کوچ کا حکم دیدیا۔ اور طائف کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً چالیس
روز کی طولانی مدت محاصرہ جاری رہا۔ جنگ بھی ہوتی رہی۔ بادی النظر میں یہ فعل عجیب تھا۔ مگر آپ اس کی
حکمت پر غور فرمائیں۔

(ا) طائف کا قلعہ بلحاظ قوت فراوانی آلات حرب و کثرت افواج و بہادران عرب خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ایسی
حالت میں یہ بھی ممکن تھا کہ اہل طائف قوی پڑتے اور لشکر اسلام کمزوری کا اظہار کرتا۔ لہٰذا نو مسلم عربوں
کو مال غنیمت اور بھی اتنی کثیر تعداد میں آمادہ جاں نثاری بنائے رہا۔ اور ہر سپاہی نے بڑھ بڑھ کر جاں نثاری
کا ثبوت دینا چاہا۔ اور اس طرح دشمن کی فوج پر رعب اسلامی بڑھتا ہی گیا۔

(ب) چالیس روز کے صبر آزما محاصرہ کے بعد پیغمبر اسلام نے التوائے محاصرہ کا حکم دیدیا اور جنگ سرنہ ہوئی۔
اور طائف سے مال غنیمت کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ یہ چیز نو مسلم عربوں کیلئے بہت ہی دلشکن تھی کہ وہ اتنی طولانی مدت
تک محاصرہ کرنے کی تکلیف گوارہ کریں پھر روزانہ جنگیں بھی کرتے رہیں۔ اور قتل بھی ہوں۔ پھر بھی بے نیل مرام
بغیر مال غنیمت پائے ہوئے گھروں کو خالی ہاتھ جائیں۔ ایسا ہونے سے آئندہ وہ کبھی بھی پیغمبر اسلام کے ساتھ نہ
نکلتے اور دوسروں کو بھی پیغمبر اسلام کا ساتھ دینے سے روکتے۔ کیونکہ اس قسم کے بکثرت واقعات تاریخوں
میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ ہی پر نبوت پیغمبر اسلام پر کیا کیا شکوک کا اظہار ہو چکا تھا۔ اگر پیغمبر
اسلام قلعہ طائف کے محاصرہ کو ملتوی بھی کرتے اور ساتھیوں کو مال غنیمت بھی طائف سے نہ ملتا تو آئندہ کیلئے
پیغمبر اسلام کو لشکر فراہم کرنے میں دشواریاں پیدا ہو جاتیں۔

مگر پیغمبر اسلام کو ساتھیوں کے مزاج کا پورا علم تھا۔ لہٰذا آپ کی حکمت کا اقتضا یہ ہوا کہ اموال غنیمت حنین کو

مقام جعرانہ میں روک دیا جائے اس کے ملنے کی امید میں اہل عرب پہلے تو اہل طائف سے ہم کر جنگ کر لیتا
اور اگر ایسا ہوا کہ جیسا میرا خیال ہے کہ اہل طائف رعب لشکر اسلام سے ہی پسپا ہو گئے اور قلعہ بند ہو گئے تو میں
ان پر حیر کو پسند نہ کروں گا۔ اور التوائے محاصرہ کا حکم دیدوں گا۔ اس آخری صورت میں بھی جمعیت اسلامی
میں انتشار اور ان کے عقاید میں فتور پیدا ہو گا۔

مگر اس انتشار و فتور کو مٹانے کیلئے التوائے محاصرہ کے فوراً ہی بعد واپس آ کر اموال غنیمت حنین کو تقسیم کیا
جائے گا۔ اور اتنا کثیر مال ملتے ہی مناسب یہی ہے کہ مدینہ کو واپس ہو جائیں۔ تاکہ لشکر اسلام کی اکثریت کا
رعب و نیز اتنے کثیر مال غنیمت کا اشتہار قبائل عرب پر رعب طاری کرنے کیلئے بہتر آلہ رعب ہو گا۔ چنانچہ
آپ نے اموال و مویشی حنین کو تقسیم فرمایا۔ اور اپنے اس فعل سے مسلمانوں میں صرف جذبہ جہادی پیدا
نہ کیا بلکہ ان کی اقتصادی حالت کو بھی بہتر بنا دیا۔

(۶) ایک عجیب واقعہ تاریخ میں درج ہے مختلف مستند تاریخوں کے صفحات سابقہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا
کہ پیغمبر اسلام نے اتنے کثیر مال غنیمت کو صرف مولفۃ القلوب منافقین اور اہل مکہ کو تقسیم کر دیا اور اپنے
جاں نثاروں اور مددگاروں پُر خلوص خدمت گاروں یعنی انصار مدینہ کو اس مال غنیمت سے محروم کر دیا۔
ابو سفیان بدترین دشمن اسلام کو اور اس کی فرمائش پر یزید اور معاویہ اس کے بیٹوں کو بھی سو سو
اونٹ اور سونا چاندی عنایت فرمایا اور تمام مہاجرین کو مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ مگر انصار مدینہ دیکھتے
ہی رہے۔ اور بعض نے پیغمبر اسلام کے اس فعل پر اعتراض کیا (پوری تفصیل عبارت حوالہ نمبر ۱۰ اور
میں ملاحظہ ہو) پیغمبر اسلام کو جب انصار کے اعتراض کا علم ہوا تو آپ نے سب کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ
اے انصار تم کہہ سکتے ہو کہ جب میں بے یار و مددگار تھا۔ تم نے میری مدد کی وغیرہ وغیرہ۔ جب انصار نے
پیغمبر اسلام کی یہ گفتگو سنی بالفاظ تاریخ روضۃ الصفا۔

"انصار در گریہ شدند و پیران ایشاں برخواستہ بہ تقبیل دست و زانوے پیغمبر سرفراز شدند و
گفتند یا رسول اللہ از خدا و رسول خوشنود گشتیم و اموال خاصہ ما اگر خواہد قسمت فرماید۔"

انصار نے روتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول ہم خوش ہیں۔ آپ چاہیں تو ہمارا ذاتی مال بھی مسلمانوں کو تقسیم
فرما دیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ۔

اے انصار تم بددل نہ ہو۔ میں نے مال مولفۃ القلوب کو دیا اور تم کو تمہارے ایمان ہی کے سپرد
کر دیا۔ تمہارے کمال خلوص ایمان کا مجھ کو اعتماد ہے۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ دوسرے بکری اور
اونٹ لے کر اپنے گھروں کو واپس ہونگے اور تم خدا کے رسول کو ہمراہ لیکر اپنے گھروں کو واپس ہوگے

خدا کی قسم جو کچھ تم ساتھ لیکر واپس ہو رہے ہو۔ وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو دوسرے لوگ ساتھ لے کر واپس ہو رہے ہیں۔*

عبارت مذکورہ نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلام نے اپنی حکمت و تدبر سے اس موقعہ پر جبکہ بجید مال غنیمت موجود تھا اور اصحاب پیغمبر کی نگاہیں مال پر لگی ہوئی تھیں اور ان کا مطمح نظر مال دنیا ہی بن گیا تھا۔ ایسے خاص موقعہ ہدایت پر آپ نے اصحاب مہاجرین و انصار کو ایسا درس ایثار و اخلاص دیا۔ جو ہمیشہ کیلئے معیار خلوص و ایمان بن گیا اور جو طریقہ اور موقعہ آپ نے ایسے اہم کام کیلئے انتخاب کیا وہ بہترین طریقہ و موقعہ تھا۔ ایک طرف بکری، اونٹ اور سونے چاندی کے انبار تھے اور ایک طرف عرب کے حریص و طماع اور منافق للچائی ہوئی نظریں اس مال پر ڈال رہے تھے۔ اور ایسے موقعہ پر تو اچھے خوش اقبال بھی اپنی نیت خراب کر لیا کرتے ہیں۔ ایسے نازک موقعہ پر پیغمبر اسلام نے اس گروہ کو مطلقاً اس مال غنیمت سے محروم کر دیا جو آپ کا انتہائی ہی خواہ اور جاں نثار تھا۔ اور جب ان میں سے بعض کو شکوہ پیدا ہوا تو ایسے اسلوب سے ان کو سمجھایا کہ وہ اپنا مال تو مال اپنی جان بھی رسول کے قدموں پر نثار کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ اور انصار مدینہ کے قلوب کو ابدی خلوص کے ساتھ سند ایمان کامل بھی عطا فرما دی اس موقعہ پر حریصان عرب نے مال غنیمت تو کثیر تعداد میں حاصل کیا۔ مگر ان کو بھی محسوس ہوا ہوگا کہ دولت ایمان و اسلام سے ان کے دامن خالی ہی رہے۔

پیغمبر اسلام کے اس فعل حکمت نے مجاہدین اسلام و دعویداران اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(۱) اول وہ جن کی غرض اسلام کی خاطر جان و مال کی قربانی ہی تھی۔ بس۔

(۲) دوسرا وہ جو صرف مال دنیا کیلئے شریک جنگ ہو۔ بس۔

اصطلاح اسلام میں اول گروہ کا نام مومن قرار پایا۔ اور دوسرے گروہ کا نام منافق جیسا کہ حوالجات مذکورہ اور کلام پیغمبر اسلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر مولفۃ القلوب۔

حکمت پنجاہ و ششم واقعہ تبوک

ناظرین کتاب اول واقعات تاریخی مطالعہ فرمائیں بعد ازاں پیغمبر اسلام کی حکمتوں اور اعلیٰ تدابیر و سیاست کو سمجھیں اور ان حکمتوں کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ۲۸۱:۔

تبوک مدینہ اور دمشق کے بیچ میں چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہے۔

(۲) سیرۃ النبی شبلی نعمانی صفحہ ۱۱:۔

سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیاں تھیں۔ ان اسباب سے ان لوگوں کو گھروں سے

نکلنا شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر آپ کو مسلمان کہتے تھے ان کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی دل چرانے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے لا تنفروا فی الحر گرمی میں نہ نکلو۔ سویلم ایک یہودی تھا اس کے گھر میں منافقین جمع ہوتے تھے اور لڑائی پر جانے سے لوگوں کو روکتے تھے۔

(۳) روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۷۰۔

(ا) سبب آں بود کہ قافلہ از شام بمدینہ آمدند .... ایں خبر از ایشاں شائع شد کہ والی روم و حاکم آں مرز بوم لشکر فراہم آوردہ کہ صحرائے و کوہ گنجائش آں ندارد و جمع کثیر از نصاریٰ و عرب با رومیاں متفق شدہ متوجہ مدینہ اند ...... و مقدمہ آں بہ بلقا رسیدہ۔

(ب) نصاریٰ عرب بہرقل نوشتند کہ آں مرد کہ دعوے نبوت می کرد قحط و تنگی درمیان اصحاب او افتادہ و اموال ایشاں ناچیز گشتہ و مملکت او را بسہولت بدست تواں آورد۔ پس مردے از عظمائے روم قباد نام با چہل ہزار کس نامزد مدینہ کرد۔ ایں خبر بسمع پیغمبر رسیدہ۔

(ج) پس حضرت رسالت یاران را فرمود کہ کارسازی نمایند کہ بحرب روم می رویم و نامہ باطراف و قبائل کہ شرف اسلام دریافتہ بودند۔ فرستاد کہ مہیا گردند و بآں حضرت ملحق گردند۔ دستور آں سرور چنیں بود کہ بہر غزوہ کہ توجہ نمودے توریہ کردے و بصریح نہ گفتے کہ کجا میروم۔ تا دشمن آگاہ نہ گردد۔

(ا) اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ایک قافلہ شام سے مدینہ میں آیا۔ ان کے ذریعہ یہ خبر عام طور پر پھیل گئی کہ حاکم روم نے ایک لشکر جمع کیا ہے۔ کہ وہ صحرا اور پہاڑوں میں بھی نہیں سما سکتا۔ اور نصاریٰ اور عربوں میں سے کثیر جماعت ان کے ہمراہ ہو گئی ہے۔ یہ سب افواج ملکر مدینہ کی طرف رخ کر چکی ہیں اور مقام بلقاء تک پہنچ چکی ہیں۔

(ب) عرب کے عیسائیوں نے ہرقل روم کو لکھا کہ جس شخص نے دعوئ نبوت کیا ہے (محمد) اس کے ساتھی قحط و مفلسی میں گرفتار ہو گئے ہیں اب موقعہ ہے کہ اس کی املاک پر قبضہ کر لیا جائے۔ قباد کی قیادت میں چالیس ہزار رومی فوج مدینہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہ خبر پیغمبر اسلام کو ملی۔

(ج) پس پیغمبر نے اصحاب کو حکم دیا کہ تیاری کریں کہ جنگ روم کیلئے جانا ہے اور ان قبائل کو خطوط لکھے جو اسلام قبول کر چکے تھے اور لکھا کہ تیار ہو جائیں اور لشکر اسلام سے مل جائیں۔ پیغمبر اسلام کا یہ دستور تھا کہ جب جنگ کا ارادہ فرماتے تو اس کو پوشیدہ رکھتے اور یہ نہ بتلاتے کہ کس طرف جانا ہے تاکہ دشمن آگاہ نہ ہو جائے۔

ص ۱۱۱ :-

(د) لہٰذا ایں لشکر را جیش العسرت نام شد حتیٰ کہ اہل سیر و تفاسیر و تواریخ چنیں آوردہ اند کہ عسرت دریں لشکر بمرتبہ بود کہ بردہ تن را از فقرا ء اصحاب یک شتر بیش نبود کہ بنوبت سواری می کردند و آب دراں سفر خیال دشوار یاب بود کہ باوجود قلت مراکب شتر می کشتند و بر رطوبات آں افواہ تر می ساختند

(بحوالہ روضۃ الاحباب)

(د) لہٰذا اس لشکر کا نام جیش العسرت ہو گیا مورخین نے لکھا ہے کہ اس لشکر میں اس حد تک تنگی تھی کہ دس آدمیوں میں صرف ایک اونٹ تھا کہ وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ اور پانی اس سفر میں ایسا نایاب تھا۔ کہ اونٹوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کی رطوبتوں سے منہ تر کر لیتے تھے۔

(بحوالہ روضۃ الاحباب)

(س) جمع از منافقاں و سہ کس از مسلمانان بالشکر اسلام موافقت نکردند گویند کہ عبداللہ ابن ابی سلول باہم سوگنداں خویش از مدینہ بیروں آمدہ در مقابل ذباب فرود آمد چوں حضرت مقدس نبوی از ثنیۃ الوداع رحلت فرمود۔ عبداللہ با طائفہ از منافقاں و یہود کہ ملازم او بودند بازگشت و گفت محمد بغزائے بنی الاصفر میرود و پندارد کہ جنگ بالیشاں آسان است۔

(س) منافقوں کی ایک جماعت اور تین افراد مسلمانوں نے لشکر اسلام کا ساتھ نہ دیا۔ عبداللہ ابن ابی سلول منافق اپنے ہم عہدوں کے ساتھ منزل ذباب پر کھڑا ہو گیا۔ اور جب پیغمبر اسلام ثنیۃ الوداع سے گذرے تو اس منافق نے اپنے ساتھیوں سے جو منافق اور یہودی تھے کہا کہ واپس چلو محمد بنی الاصفر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ خیال کر لیا ہے کہ ان سے جنگ آسان ہے۔

(ص) چوں رسول خدا از مدینہ بیروں رفت علی ابن ابی طالب دراں جا گذاشت تا از حال امہات المسلمین باخبر باشد و منافقاں در مدینہ گفتند کہ محمد بآں جہتہ علی را با خود نبرد کہ ثقلے از مصاحبت او در خاطرش پیدا شدہ امیر المومنین علی چوں حدیث اہل شقاق و نفاق شنید از عقب آں حضرت رواں شد

(ص) جب رسول خدا مدینہ سے باہر روانہ ہوئے تو علی ابن ابی طالب کو اپنی قائم مقامی میں مدینہ میں چھوڑا۔ تاکہ وہ ازواج رسول سے باخبر رہیں اور منافقوں نے مدینہ میں کہنا شروع کر دیا کہ محمد اسلئے علی کو اپنے ہمراہ نہ لے گئے کہ ان کو کچھ ملال خاطر ہے۔ جب علی نے منافقوں کی یہ گفتگو سنی تو پیغمبر اسلام کے پیچھے

و در موضع جبرف شرف ملاقات حاصل کرد و
صورت واقعہ را معروض داشت والتماس
نمود کہ دراں سفر مرافقت نماید حضرت در جواب
فرمود کہ :-

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون
من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ۔ یعنی اے
علی تو راضی نیستی کہ نسبت تو بمن ہمچوں نسبت
ہارون بہ موسیٰ باشد مگر آنکہ ہیچکس بعد از من
پیغمبر نخواہد بود ۔

روانہ ہوئے مقام جبرف میں ملاقات ہو گئی
صورت واقع بیان کی اور ہمراہ رکاب ہونے
کی درخواست کی ۔ تو پیغمبر اسلام نے علی کو
ان الفاظ میں سمجھایا ۔

کیا اے علی تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم کو
مجھ سے وہ نسبت حاصل ہو جائے کہ جو
ہارون کو موسیٰ سے تھی ۔ یقیناً میرے بعد اب
کوئی نبی نہ ہوگا ۔

(ط) چوں دراں منزل عرض لشکر فرمان داد سی
ہزار کس در شمار آمدند و بعض ہشتاد ہزار و
بعضے صد ہزار گفتہ اند ۔

جب اس منزل پر لشکر کا شمار کیا تو تیس ہزار
اور بعض نے اسی ہزار اور بعض نے سو ہزار
بیان کیا ہے ۔

(ع) چوں لشکر اسلام بعد از قطع منازل بہ تبوک
رسید بفرمان حضرت مقدس نبوی دراں منزل
دو ماہ توقف نمودہ از رنج و محنت راہ شام و
سحرگاہ بیاسودند و در خلال ایں احوال بہ تحقیق
پیوست کہ آنچہ در مدینہ مسموع شدہ بود
از قصد رومیاں و توجہ ایشاں بدیار اہل
اسلام اصلے ندارد ۔

(ع) جب لشکر اسلام بعد طے منازل تبوک
پہنچا تو مطابق حکم پیغمبر اسلام دو ماہ تبوک میں
قیام فرمایا تاکہ تکان سفر دور ہو سکے اسی حالت
قیام میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدینہ میں جو کچھ
سنا تھا وہ جھوٹ تھا ۔ اور رومیوں کا مدینہ
کا ارادہ نہ تھا ۔

(ف) چوں ہرقل والئے روم شنید کہ رسول اللہ
بحدود شام رسیدہ در تبوک توقف نمودہ شخصے
را از بنی غسان نامزد کرد کہ بہ لشکر گاہ مسلماناں
رود و از صفات و سمات حضرت رسالت
مثل حمرۃ چشم و خاتم نبوت و رد صدقہ و
قبول ہدیہ بہ ذلک معلوم کند آں شخص

(ف) جب ہرقل شاہ روم نے سنا کہ رسول اللہ
حد شام تک پہنچ گئے ہیں اور مقام تبوک میں
قیام ہے ۔ تو اس نے بنی غسان میں سے ایک
شخص کو لشکر اسلام میں بھیجا تو اس نے صفات
و نشانیاں پیغمبر کی دریافت کرائیں ، مثلاً سرخی
چشم و مہر نبوت ، صدقہ کا رد کرنا وغیرہ معلوم

بفرمودہ عمل نمودہ بہ تبوک آمد۔ و بعد از
تفتیش و تفحص تمام بخدمت ہرقل مراجعت
کردہ اوصاف و حالات و علامات رسول
اللہ را معروض قیصر گردانید ہرقل اعیان
ممالک و اشراف دیار روم را جمع کردہ فرمان
داد کہ از ملت نصرانیت اعراض نمودہ
اختیار شریعت غرا نمایند آدمیان از سخن
قیصر برآشفتہ بمرتبہ کہ از زوال ملک ہرقل
اندیشہ مند شد ناچار از ایں قضیہ درگذشت
اما در قضیہ ایماں آوردہ بسعادت دارین
مستسعد گشت۔۔۔

کرے۔ وہ شخص تبوک میں آیا تفتیش و تحقیقات
کے بعد خدمت ہرقل میں واپس ہوا اور اوصاف
و حالات اور علامات پیغمبر اسلام کو بیان کیا۔
ہرقل نے سرداران و اشراف ملک و قوم کو
جمع کیا اور حکم دیا کہ وہ سب لوگ مذہب
عیسائی کو ترک کر کے مذہب اسلام کو قبول
کرلیں۔ حاضرین میں اتنا اختلاف پیدا ہوا
کہ ہرقل کی حکومت کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہرقل
خاموش ہو گیا۔ مگر خفیہ طور پر خود مسلمان
ہو گیا اور سعادت دارین حاصل کی۔

۴) امام نسائی بحوالہ تاریخ احمدی ص ۷۹ :-

عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم
فی غزوہ تبوک وخلف علیا فقال اتخلفنی
فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلہ
ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی
بعدی۔

سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب
رسول اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے قصد
سے روانہ ہوئے تو آپ نے علی کو مدینہ میں
چھوڑا۔ علی کہنے لگے یا رسول کیا آپ مجھے یہیں
چھوڑ جائیں گے آپ نے فرمایا کہ اے علی کیا
تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اس منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کیلئے ہارون
تھے ۔ سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۵) رحمت العالمین بحوالہ اسوۃ الرسول جلد ۳ ص ۲۹۳ :-

فلاڈلفیا کا قدیم کلیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۳ درس ۷ و ۱۳ میں ہے تبوک ہی
کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر پائے گئے
ہیں۔ زمانہ نبوت میں یہاں عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں
تبلیغ اسلام بھی کی گئی اور ان سے معاہدات بھی کئے گئے۔

۶) سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۱۴ :-

تبوک پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک قیام فرمایا۔ ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہو کر اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اور ایک سفید خچر بھی نذرانہ میں پیش کیا جس کے صلہ میں آنحضرت نے اس کو ردائے مبارک بھی عنایت کی۔ جربا اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ میل ہے وہاں ایک عرب سردار جس کا نام اکیدر تھا۔ قیصر کے زیر اثر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو چار سو کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ خالد نے اس کو گرفتار کیا۔ اور اس شرط پر رہائی کر دی کہ خود دربار رسالت میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ میں آیا۔ آپ نے اس کو امان دیدی۔

(۷) ترجمہ فارسی تاریخ طبری جلد ۳ صـ ۴۲۷ :-

عبداللہ ابن ابی سلول بیروں آمد چوں حضرت رسولؐ متوجہ تبوک شد عبداللہ با منافقاں بازگشت و رسولؐ سباع بن غطفہ غفاری را در مدینہ خلیفہ ساخت و بہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمود گو بمدینہ ہمی باش و بخانہ مرا حاضر باش و چوں پیغامبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یک منزل بیشتر رفت منافقاں گفتند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ عنہ را در مدینہ از جہت آں باز داشت کہ بر دل گراں گرفتش۔ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ روز دیگر سلاح برگرفت و از عقب برفت و گفت۔ یارسول اللہ منافقاں چنیں می گویند فرمود۔ دروغ می گویند۔ من ترا بجائے خویش داشتم و بخانمان خویش بنشاندم و ایں ہمہ بتو سپردم و تو بمن

عبداللہ ابن ابی سلول باہر آیا۔ اور جب پیغمبر اسلام نے تبوک جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ اپنے منافق ساتھیوں کے ساتھ واپس ہو گیا پیغمبر اسلام نے سباع بن غطفہ غفاری کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ تم مدینہ میں رہو اور میرے گھر میں موجود رہو۔ جب پیغمبر اسلام مدینہ سے ایک منزل آگے نکل گئے تو منافقوں نے کہا کہ پیغمبر اسلام نے علی کو مدینہ میں اسلئے چھوڑ دیا ہے کہ آپ کو علی کا ہمراہ لیجانا ناگوار تھا۔ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے روز سلاح جنگ پہنے اور پیچھے روانہ ہو گئے۔ اور پہنچ کر فرمایا۔ یارسول اللہ منافقین ایسا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے تم کو اپنی بجائے رکھا ہے۔ اور اپنے گھر پر نگران بنایا ہے

بہ منزلتی کہ ہارون موسیٰ علیہ السلام را بود
چوں ازاں منزل بمنزل دیگر رفتند امیر المومنین
علی رضی اللہ عنہ را باز بمدینہ فرستاد۔

اور ان سب کو تمہارے سپرد کر دیا ہے۔
اے علی تمہاری مثال میرے ساتھ ایسی ہے۔
جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔ جب آپ
اس منزل سے آگے بڑھے تو علی کو پھر مدینہ واپس کر دیا۔

(ب) ص۴۲۸ طبری:-

چوں حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
بہ تبوک رسید شہرے بود بزرگ و آنجا
ترسایاں بودند و ہنوز از روم ہیچ سپاہے
بآنجا نیامدہ بودند و مہتر تبوک عروہ بن رویہ
بود و خواستہ بسیار اشتراں بیشمار داشت
بیامد با پیغامبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم
صلح کرد و جزیہ بپذیرفت و دراں حوالی
ملکے بود از عرب بنی کندہ ترسا بود و نام
او اکیدر بن عبد الملک بود پیغمبرؐ خالد بن
ولید را با سپاہ بآنجا فرستاد و فرمود
کہ او را در شکار یابی کہ او شکار دوست
است۔ خالد چوں بدر آں حصار رسید
شب ماہتاب بود و اکیدر در حصار بود
پس خالد پس حصار پنہاں شد ناگاہ
گاواں کوہی و آہوان نخچیر بر در حصار
بگشتند او بیدار شد و بفرمود تا مرکب او
را زین کردند و ہمہ شب برنشست و با
سہ تن از حصار بیروں آمد و قبائے پوشیدہ
بود کہ ہیچکس مثل آں نہ دیدہ بود خالد بن
ولید او را بگرفت و بسوئے رسالت پناہ

جب پیغمبر اسلام تبوک پہنچے تو دیکھا وہ
ایک بڑا شہر تھا۔ وہاں کے باشندے
یہودی تھے اور ابھی تک روم سے کوئی
فوج وہاں نہ پہنچی تھی۔ اور سردار تبوک
عروہ بن رویہ تھا۔ بہت مال اور بکثرت
اونٹ رکھتا تھا۔ وہ آیا اور اس نے
پیغمبر اسلام سے صلح کر لی اور جزیہ دینا
قبول کر لیا۔ اور اس کے اطراف میں
ایک بادشاہ تھا۔ جو بنی کندہ عرب سے
تھا اور یہودی تھا۔ اس کا نام اکیدر
بن عبد الملک تھا۔ پیغمبر اسلام نے خالد بن
ولید کو وہاں بھیجا اور فوج ہمراہ کر دی
اور یہ بھی فرمادیا کہ وہ شکار میں ملے گا
کیونکہ وہ شکار کو بہت دوست رکھتا تھا
خالد جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچا تو چاندنی
رات تھی اور اکیدر قلعہ میں تھا۔ پس خالد
وہاں چھپ گیا اتنے میں پہاڑی گائیں اور
ہرن قلعہ کے سامنے سے گذرے۔ اکیدر
نے حکم دیا کہ گھوڑے کو زین کریں اسی شب
کو سوار ہوا اور تین شخصوں کے ساتھ

آورد ...... پس او با پیغمبرؐ صلح کرد و جزیہ پذیرفت و بجائے خویش باز شد و پیغمبر با ہیچ کس حرب نہ کرد و باز گشت۔

حصار سے باہر آیا۔ خالد بن ولید نے اسکو گرفتار کر لیا اور پیغمبر اسلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اکیدر نے پیغمبر اسلام سے صلح کر لی اور جزیہ دینا قبول کر لیا اور واپس ہو گیا اور پیغمبر اسلام نے کسی سے جنگ نہ کی اور آپ واپس ہو گئے۔

(۸) حیات القلوب جلد دوم باب چہل و پنجم غزوہ تبوک ص ۱۱۶۵۔

پس از انجا حضرت روانہ شد تا آنکہ در ماہ شعبان در روز سہ شنبہ بہ تبوک رسیدند و بقیہ ماہ شعبان با چند روز از ماہ مبارک رمضان در آنجا توقف فرمودند و در انجا فتوحات رو نمود یکے آنکہ بحنہ بن رویہ کہ بادشاہ ایلہ بود بے جنگ اطاعت نمود و قبول جزیہ کرد و حضرت نامہ امانے از برائے ایشاں نوشت۔

پس وہاں سے پیغمبر اسلام روانہ ہوئے حتیٰ کہ ماہ شعبان روز سہ شنبہ تبوک میں پہنچے اور بقیہ ماہ شعبان اور چند روز ماہ رمضان کے وہاں قیام فرمایا اور اس مقام میں چند فتوحات حاصل ہوئیں۔ اول یہ کہ بحنہ بن رویہ جو کہ ایلہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے بغیر جنگ کئے اطاعت پیغمبر اسلام قبول کی اور جزیہ دینا منظور کیا۔ اور پیغمبر اسلام نے ان کو مال و جان کا امان نامہ لکھ دیا۔

۲ - ایضاً اہل اریا و ازرح اطاعت کردند و حضرت نامہ امان از برائے ایشاں نوشت

۲ - دوم یہ کہ اہل اریا و ازرح نے اطاعت قبول کی اور پیغمبر اسلام نے امان نامہ لکھ دیا

۳ - در مدتے کہ در تبوک بودند ابو عبیدہ بن جراح را با جمع از لشکر بہ سر گروہے از قبیلہ خذام کہ سر گروہ ایشاں تباع بن روح جذامی بود فرستاد و از ایشاں غنیمتہا و اسیراں گرفتند و سعد بن عبادہ را بسوئے جماعتے از قبیلہ بنی سلیم و گروہ چند از قبیلہ بلی فرستاد و چوں لشکر حضرت نزدیک ایشاں رسیدند ایشاں گریختند و خالد بن ولید را با جماعتے بر سر اکیدر فرستادند کہ بادشاہ

۳ - مدت قیام تبوک میں پیغمبر اسلام نے ابو عبیدہ بن جراح کو کچھ فوج دیکر ایک گروہ قبیلہ خذام میں سے جس کا سردار تباع بن روح جذامی تھا اس پر بھیجا۔ عبیدہ نے ان سے غنیمت کثیر حاصل کی اور بکثرت قیدی پکڑے۔ اور سعد بن عبادہ کو قبیلہ بنی سلیم کے ایک گروہ پر اور قبیلہ بلی کے چند گروہوں

دومۃ الجندل بود حضرت از باب اعجاز
فرمود کہ شاید حق تعالیٰ کفایت جنگ او
از تو بکند پست شکار گاؤ کوہی و او را
دستگیر کنی ....
پس اکیدر ہشت صد اشتر و دو ہزار
شتر و چہار صد زرہ و پانصد شمشیر
بخالد داد و او بخدمت حضرت فرستاد
و مصالحہ کرد کہ ہر سال جزیہ بدہد ۔

پر بھیجا اور جب لشکر اسلام ان کے نزدیک پہنچا
وہ بھاگ گئے اور خالد بن ولید کو مع ایک
جماعت مسلمانوں کے اکیدر پر چڑھائی کرنے
کیلئے بھیجا ۔ اکیدر دومۃ الجندل کا بادشاہ
تھا ۔ اور پیغمبر اسلام نے پہلے ہی بطور
اعجاز کے فرما دیا تھا کہ اے خالد شاید
حق تعالیٰ اس کی جنگ سے بچائے جبکہ
وہ پہاڑی گائے کے شکار کیلئے جائیگا
تو اس کو گرفتار کرے گا ۔ ایسا ہی ہوا اور اکیدر نے آٹھ خچر اور دو ہزار اونٹ اور
چار سو زرہ اور پانچ سو تلواریں خالد کو دیں کہ وہ خدمت پیغمبر میں بھیج دے اور اس نے
ہر سال جزیہ دینے پر صلح کر لی ۔

عبارات تاریخی کا مختصر ترین خلاصہ پیش ناظرین ہے ۔ تا کہ حکمت پیغمبر اسلام کا بخوبی وبآسانی
اندازہ ہو سکے ۔

(۱) تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان میں ۱۴ منزل پر واقع تھا ۔ گویا مدینہ جو دار السلطنت
حکومت اسلام تھا اس کے قریب تر تھا اور تبوک پر حکومت شاہ روم و نصاریٰ کی تھی ۔

(۲) نصاریٰ عرب نے شہنشاہ روم ہرقل کو خفیہ طور پر اطلاع دی تھی کہ لشکر اسلام و جماعت اسلام
سخت قحط میں مبتلا ہے ۔ اور گویا خود نصاریٰ عرب بھی ہرقل کے مددگار تھے تا کہ وہ اہل اسلام
کو فنا کر دیں ۔

(۳) منافقین مکہ و مدینہ اہل اسلام کے اندرونی دشمن تھے ۔ اور وہ ادھر تو مسلمانوں کو جنگ کیلئے نکلنے
سے روکتے تھے اور ادھر لشکر روم کو دعوت جنگ بھی دے رہے تھے ۔

(۴) درحقیقت لشکر اسلام میں سخت آثار قحط نمودار ہو چکے تھے اسی لئے اس لشکر اسلام کا نام جیش
العسرت رکھا گیا تھا ۔

(۵) پیغمبر اسلام تقریباً اسی ہزار کا لشکر ہمراہ لیکر تبوک کی جانب روانہ ہوئے ۔

(۶) پیغمبر اسلام نے مدینہ میں اپنا قائمقام علی ابن طالب کو مقرر کیا ۔

(۷) پیغمبر اسلام جب اسی ہزار کا لشکر لیکر تبوک پہنچ گئے تو لشکر ہرقل کے حملہ کرنے کی خبر غلط معلوم ہوئی

(۸) تبوک کا بادشاہ عروہ بن رویہ تھا اس نے مال جزیہ دیکر ہر سال جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔

(۹) اطراف و حوالی تبوک میں جو طاقتور قبائل آباد تھے ان کے سرداروں نے سالانہ جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

(۱۰) شہنشاہ روم ہرقل کو جب لشکر اسلام کے آنے اور پیغمبر اسلام کے تبوک پہنچنے کی خبر ملی تو اس پر رعب اسلام ایسا پڑا کہ اس نے اپنی رعایا کو خود دعوت اسلام دی۔ اور چاہا کہ اسکی رعایا اور وہ خود خونریزی کی متلاشی نہ ہو۔

(۱۱) قافلہ نے مدینہ پہنچ کر یہ خبر پیغمبر اسلام کو پہنچائی تھی کہ نصاریٰ تبوک و حوالی روم مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

(۱۲) پیغمبر اسلام کے اس سفر میں بے جنگ و جدال بکثرت مال جزیہ ملا۔ اور فتوحات در فتوحات حاصل ہوئیں۔

مدبرین ممالک و ماہرین سیاست واقعہ تبوک کا بغور مطالعہ کریں۔ تو ان کو معلوم ہوگا کہ جو تدبیر و حکمت نظری و عملی پیغمبر اسلام کے اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ خود اپنی آپ مثال ہے۔ چند سطور میں میں اس کی توضیح و تجزیہ کرتا ہوں۔ واقعات تاریخی ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت لشکر اسلام کی تعداد اسی ہزار یا سو ہزار تھی۔ اور اتنی کثیر جماعت میں قحط کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں دو ہی صورتیں تھیں یا تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے اور مختلف شہروں میں تلاش معاش کو نکل جاتے اور اپنے تجارتی، حمالی، مزدوری وغیرہ کے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ یا اطراف و جوانب کے حلیف یا ہم عہد جماعتوں پر ظلم و تعدی کر کے اپنا پیٹ پالتے۔ اگر پہلی صورت اختیار کر لیتے تو لشکر اسلام ہی منتشر ہو جاتا۔ اور اگر دوسری شکل اختیار کر لیتے تو اصول اسلام ہی فنا ہو جاتے۔ لہٰذا اس نازک ترین موقعہ پر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی دونوں کا تقتضا ہوا کہ ان کو ایسے علاقہ کی طرف روانہ کر دو کہ جو وسیع الذیل بھی ہو اور بلحاظ مال و دولت کے بہتر بھی ہو۔ اور اصول اسلام کی تبلیغ کیلئے اچھا ماحول بھی رکھتا ہو۔ اور آئندہ حکومت عظمیٰ رومۃ الکبریٰ کیلئے سبب رعب اسلامی بھی ہو۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کو تبوک پہنچنے پر یہ سب مقاصد حاصل ہو گئے۔

مدینہ تجارتی منڈی تھا۔ اور اہل مدینہ دور دور مال تجارت لیکر خود بھی جاتے تھے اور یہی قبائل تجارتی ذریعہ رسل و رسائل و خبر رسانی تھے۔ مدینہ آنیوالے قافلوں نے خبر دی کہ اس عہد کی زبردست طاقت یعنی شاہ روم مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام کو ایک بہترین مدبر و سیاستدان ہونے کی حیثیت سے یقیناً تیار ہو کر اس کے مقابلہ کیلئے جانا چاہیئے تھا۔ تاکہ بے خبری ہی میں وہ کہیں

حملہ نہ کر دے۔ اس لحاظ سے بھی پیغمبر اسلام کا تبوک کی جانب لشکر اسلام کو ہمراہ لیکر جانا لازمی و ضروری تھا۔

پیغمبر اسلام کا یہ اقدام انتہائی دور بینی و حکمت عملی پر مبنی تھا۔

چونکہ مدینہ و حوالی مدینہ میں بھی تو نو مسلم منافقین کی کثرت تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ پیغمبر اسلام اپنی پوری طاقت اور کل لشکر کو ہمراہ لیکر جب مدینہ سے دور ترین سرزمین پر پہنچ جائیں تو خود منافقین معہ کفار حوالی مدینہ کے مدینہ پر اپنا تسلط قائم کر لیں۔ اور پیغمبر اسلام کے عزیز و اقارب مردوں عورتوں کو قتل کر ڈالیں اور خود حاکم مدینہ بنکر مرکز اسلام اور دار السلطنت اسلام کو ہی ختم کر دیں۔ چونکہ یہ معاملہ سب سے اہم تھا لہٰذا پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا تقاضا صحیح یہ ہوا کہ داعی مدینہ اور اپنا قائم مقام اس کو بنایا جائے۔ جس کی موجودگی تنہا موجودگی ہی ایک لشکر کی قوت کے مقابلہ میں اہل عرب کے تمدیک مسلم ہو چکی ہو۔ تاکہ منافقین و مشرکین کی وہ چال کہ وہ مرکز اسلام مدینہ ہی پر قبضہ کر لیں اس بہادر کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ اسی لئے پیغمبر اسلام نے علی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور جب علی نے شکوہ کیا تو فرمایا کہ

"اے علی کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسٰی سے تھی بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہ ہو گا۔"

یعنی یہ کہ تم نبی تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نبوت تو مجھ پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر میرے کار نبوت میں تم شامل ہو۔ لہٰذا ادھر میں کار نبوت بجالانے کیلئے جا رہا ہوں۔ ادھر مدینہ میں مکان نبوت کی حفاظت کرنے کیلئے تم موجود رہو۔

یہ تھی حکمت بے مثل نبوی جو تا قیامت نمونہ عمل بن سکتی ہے۔

واقعہ پنجاہ و ہفتم واقعہ وادی الرمل

میں اس واقعہ کو تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم سے پیش کر رہا ہوں۔ (ترجمہ)

ترجمہ:۔ غزوۂ تبوک کے بعد ایک عرب خدمت پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ ایک جماعت عربوں کی وادی الرمل میں جمع ہو رہی ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ مدینہ پر شبخون ماریں اور مدینہ کو تاراج کر دیں۔ پیغمبر اسلام کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے اصحاب کو جمع فرمایا اور ان سے مشورہ کیا۔ اور دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون ہے کہ جو اس جماعت کے شر کو دفع کر دے۔

(۱) اصل عبارت تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۶۴:۔

طائفہ از اصحاب صفہ وغیرہم دراں امر رغبت نمودند حضرت خیر البرایا لوا را بالصدیق	اصحاب صفہ اور دیگر اصحاب نے اظہار متحدی کیا پیغمبر اسلام نے علم اسلام

داد و او را براں طائفہ امیر گردانیدہ بر سر
اعدا البغز ستاد و مقام مخالفان وادی بود
کثیر الحجارۃ والاشجار چنانچہ انحدار دراں وادی
دشوار می نمود۔ بالجملہ صدیق بموجب
فرمان روی بمخالفاں آورد و بعد از قطع
منازل قریب منزل ایشاں رسیدہ خواست
کہ پائے در وادی نہادہ دستبردے نماید
کہ ناگاہ ارباب خلاف و شقاق بہیات
اجتماعی از وادی بیروں آمدہ دست بشمشیر
و نیزہ بردند نیراں قتال اشتعال یافتہ
عاقبت چشم زخمے بسپاہ اسلام رسید
و مسلماناں بعضے بجز شہادت فائض شدہ
و برخے منہزم گشتہ مراجعت بہ مدینہ
نمودند۔

ابوبکر صدیق کو دیا اور ان کو لشکر اسلام
کا سردار بنایا اور دشمنوں کے مقابلہ کیلئے
روانہ کیا۔ مقام مخالفاں ایسا تھا کہ جہاں
بکثرت پتھر تھے اور درخت تھے کہ ان سے
گذرنا مشکل تھا۔ بہر حال ابوبکر صدیق مطابق
حکم پیغمبر اسلام بعد طے منازل اس مقام پر
پہنچے اور چاہا کہ حملہ کریں کہ اس وادی سے
دشمن فوج نے نکل کر حملہ کر دیا۔ گویا مسلمانوں
کی کثرت کو نظر بد لگ گئی۔ اور مسلمان قتل
ہوئے اور بھاگ آئے۔ اور مدینہ واپس
پہنچ گئے۔

(ب) و بعد از اطلاع رسول اللہ برائے اہل
اسلام رایتے ترتیب کردہ بہ فاروق داد
و او را با طائفہ از مسلماناں بہ انتقام ارباب
خلاف و شقاق نامزد فرمود عمر سپاہ
را سرکردہ بجانب مقصد شتافت و دراں
حین کہ سیل در آمدن وادی کرد مشرکاں
از پس احجار و اشجار کہ موضع کمین ایشاں
بود و بیروں آمدہ روئے بہ مسلماناں نہادند
بعد از کشش و کوشش لشکر اسلام بطریق
انہزام معاودت نمودند بمدینہ۔

(ب) پیغمبر اسلام نے اس کے بعد نشان فوج
اسلام فاروق کو دیا۔ اور دشمنوں سے انتقام
لینے کیلئے روانہ فرمایا جب لشکر اسلام اس
وادی میں پہنچا تو دشمنوں کے لشکر نے
درختوں اور پہاڑوں سے نکل کر حملہ کر دیا
اور مسلمان بعد کوشش کے بمشکل بھاگ
کر مدینہ پہنچے۔

(ج) و بعد وقوع ایں قضیہ عمرو بن العاص

اس کے بعد عمرو ابن العاص جو مکر و حیلہ

کہ بشیوہ مکر و حیل اختصاص داشت التماس
نمودہ گفت یا رسول اللہ مرا بر سر ایشاں
فرست تا بمقتضا کلمۃ الحرب خدعۃ عمل
نمودہ اعداء را فریبے دہم بنا بر درخواست
عمر حضرت مقدس نبوی او را بہ امارت جمیع
از مسلماناں سرفراز ساختہ بجانب دشمنان
رواں گردانید او نیز متوجہ معاندان شدہ
و با ایشاں در مقام مقابلہ و مقاتلہ آمدہ
منہزم باز گشت و بعضے از مسلماناں نیز شہادت
یافتند۔

میں یکتا تھا۔ اس نے پیغمبر اسلام سے عرض
کیا۔ یا رسول اللہ مجھ کو سردار بنا کر ان کے
سروں پر بھیج دیجئے۔ لڑائی تو دھوکہ ہے
میں دشمنوں پر بذریعہ فریب کے غالب
آجاؤں گا۔ پیغمبر اسلام نے عمرو بن عاص
کی درخواست منظور کرتے ہوئے اس کی
سرکردگی میں لشکر اسلام کو روانہ کر دیا۔
اس مرتبہ بھی مسلمان قتل بھی ہوئے اور
بھاگ بھی آئے۔

د) و بعد از چند روز از مراجعت عمرو بن عاص
حضرت مقدس نبوی جہتہ امیر المومنین علی
لوائے بستہ و دست بجانب آسمان
برداشت در شان او دعائے نیکو بزبان
معجز بیان بگذرانید و تا مسجد احزاب بہ تشییع
علی مرتضیٰ قدم رنجہ فرمود فرمانداد کہ صدیق
و فاروق و عمرو عاص دراں سفر با علی مرافقت
نمایند و از صوابدید او تجاوز جائز ندارند
مرتضیٰ علی از طریق وادی الرمل اعراض
نمودہ متوجہ عراق عرب گشت و بعد از طے
چند منزل عزیمت محاربہ مخالفاں تصمیم
دادہ از راہے کہ منتہی بفم وادی می شد
بجانب مقصد شتافت شب سیر می نمود
و روز از راہ بیروں رفتہ بآسائش و استراحت
می غنود و چوں نزدیک بمسکن اہل خلاف

د۔ جب عمرو عاص وغیرہ کی واپسی کو
کچھ دن گذر گئے تو پیغمبر اسلام نے امیر المومنین
علی کیلئے علم سجایا اور آسماں کی جانب ہاتھ
اٹھا کر علی کے بارہ میں نیک دعا کی اور پیغمبر
اسلام مسجد احزاب تک علی کو پہنچانے کیلئے
آئے۔ اور عمر فاروق و ابوبکر صدیق اور
عمرو عاص کو حکم دیا کہ اس سفر میں علی کے
ساتھ رہیں اور علی کے حکم سے روگردانی
نہ کریں۔ مرتضیٰ علی نے وادی رمل کا صحیح
راستہ چھوڑ دیا اور عراق عرب کے راستہ
سے روانہ ہوئے۔ اور چند منازل طے کرنے
کے بعد میدان جنگ تک پہنچے اور اس راستہ
سے وادی الرمل کے کنارہ پر پہنچے تھا —
اپنے مقصد کی جانب روانہ ہوئے حالت یہ
تھی کہ رات بھر چلتے تھے اور دن میں راہ سے

رسید فرمود تا سپاه باہستگی بحرکت آیند و خود پیش لشکر رواں شد ۔۔۔

ہٹ کر کسی جگہ آرام کرتے تھے۔ جب فوجِ اسلام دشمنوں کے مکانات کے قریب پہنچ گئے علی نے حکم دیا کہ فوج خاموشی سے آگے بڑھے اور خود لشکر کے آگے آگے روانہ ہوئے۔

(ص) وچوں از حرکات وسکنات امیر المومنین علی نسیم فتح وظفر بمشام عمرو عاص رسید خواست کہ آں قضیہ بزبان آرد لاجرم با فاروق وصدیق گفت کہ دریں راہ از وحوش وسباع خطرہاست اکنون مصلحت وقت آنست کہ از اعلائے وادی بر سرِ دشمناں شبخون بزنیم شیخین دریں باب با مرتضیٰ علی سخن گفتہ مبذول نیفتاد تا عمرو عاص گفت اے مسلماناں ما نفوس خود را ضائع نمی توانم کرد بیائید تا از اعلائے وادی بر ویم سپاہ اسلام جواب دادند کہ پیغمبر مارا از مخالفت علی نہی فرمودہ۔ اکنون چگونہ بسخن تو را شنیدہ پیرامون خلاف او گردیم علی رائے عمرو را خطا شمردہ ہمچناں می راند تا در وقت طلوع فجر بر سر ارباب عدواں رسیدہ بطریقیکہ خاطر او می خواست ازاں قوم بیباک انتقام کشیدہ۔

علی کے حرکات وسکنات وتدابیر سے عمرو بن عاص نے محسوس کیا کہ فتح وظفر یقینی ہے تو چاہا کہ اس واقعہ کو زبان سے بیان کرے لہٰذا اس نے فاروق اور صدیق سے کہا کہ اس راہ میں وحشی جانور اور درندے بہت ہیں۔ ان کا خطرہ ہے لہٰذا مصلحت یہ ہے کہ وادی کی بالائی جانب سے دشمنوں پر ہم شبخون ماریں۔ شیخین صدیق وفاروق نے علی سے اس رائے کا اظہار کیا۔ مگر علی نے منظور نہ کیا۔ اس پر عمرو عاص نے لشکر اسلام سے کہا اے مسلمانو! ہم اپنی جانوں کو ضائع نہ کریں گے لہٰذا اٹھو وادی کی بلند جانب سے آگے بڑھیں۔ فوج اسلام نے جواب دیا کہ ہمارے پیغمبر نے علی کی مخالفت کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ اب کیونکر تیری بات کو مان کر علی کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ علی عمرو عاص کی رائے کو غلط سمجھتے ہوئے اسی طرح آگے بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ بوقت طلوع صبح دشمنوں کے سر پر پہنچ گئے اور پھر علی نے اپنے حسب دلخواہ ان سے انتقام لیا۔

(ص) مولف کشف الغمہ می گوید کہ سورہ والعادیات دریں باب نازل گشت حضرت رسول اصحاب را بفتح بشارت داد وچوں علی مراجعت نمود نزدیک مدینہ رسید آں سرورِ یاراں را باستقبال امیر المومنین حیدر امر فرمود

(ص) مولف کشف الغمہ کے حوالہ سے صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ سورہ والعادیات

و خود پیش پیش ایشاں رواں شد
و دراں زماں کہ چشم مبارک جناب ولایت
مآب بر روئے فرخندہ حضرت نبوت انتساب
افتاد از اسپ پیادہ گشت آنسرور فرمود
اے علی اسوار شو کہ خدا و رسول خدا از
تو راضی اند امیر المومنین علی از غایت فرح
در گریہ شد۔ رسول فرمود اگر اندیشہ آں
نمی داشتم کہ طوائف امت در شان تو
گویند آنچہ در بارہ مسیح یعنی عیسیٰ ابن
مریم گفتہ اند ہر آئینہ در حق تو سخنے می
گفتم کہ بر ہیچ گروہے نمی گذشتے مگر
آنکہ خاک از تحت ہر دو قدم تو بر داشتندے

اسی بارہ میں نازل ہوا ہے۔ ادھر پیغمبر اسلام
نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے فتح کی بشارت
دی۔ جب علی فتح سے واپس ہوئے اور مدینہ
کے نزدیک پہنچے تو پیغمبر اسلام نے اپنے اصحاب
کو علی کے استقبال کا حکم دیا اور خود بہ نفس
نفیس آگے آگے چلے۔ جیسے ہی ولایت
مآب (علی) کی نظر چہرۂ مبارک پیغمبر اسلام
پر پڑی گھوڑے سے اتر گئے سردار دو عالم
نے فرمایا:۔
"اے علی سوار ہو جاؤ کہ خدا و رسول تم
سے راضی ہیں۔" علی یہ سنکر فرط مسرت
سے رونے لگے۔ رسول اللہ نے اس پر فرمایا
کہ اگر مجھ کو اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت کے گروہ تمہارے بارہ میں وہ کہیں گے جو عیسیٰ ابن
مریم کے بارہ میں کہا گیا ہے۔ تو آج تمہاری شان میں کچھ ایسا کہتا۔ کہ علی جب تم کسی جماعت
کے سامنے سے گزرتے تو لوگ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک اپنے سروں پر رکھتے۔

واقعہ مذکورہ سے چند امور ایسے ثابت اور ظاہر ہوئے جو پیغمبر اسلام کی حکمت اعلیٰ کو ظاہر کرتے ہیں
اور اس مسئلہ کو بھی صاف کر دیتے ہیں کہ فراست پیغمبر اسلام اس حد وانتہا پر تھی کہ اپنے پہلے ہی سپہ
سالار افواج کی نافرمانی نہ کرنے کی تاکید کر دی تھی۔ اگر آپ بوقت روانگی ایسا نہ کرتے تو یقیناً عمرو بن
عاص کا مشورہ صدیق و فاروق کو دینا اور ان ہر سہ افراد کا بالاتفاق علی پر زور ڈالنا کہ وہ اندرون
وادی نہ چلیں اور پھر ان ہر سہ کا فوج اسلام کو مشورہ دینا کہ وہ اپنی جانیں درندوں اور وحشی جانوروں
کے منہ میں نہ ڈالیں۔ اگر پیغمبر اسلام نے ان ہر سہ افراد اور فوج اسلام کو اعلاناً تاکیداً نہ سمجھا دیا ہوتا
تو یقیناً یہ سابقہ سپہ سالار اور فوج اسلام علی کی موافقت نہ کرتے اور اپنی جانوں کے خوف سے وادی کی
بلندی سے ہی حملہ کرتے اور مثل سابق شکست پاتے اور یہ شکست اہل اسلام کیلئے باعث کم ہمتی و
اظہار کمزوری ہوتی۔ اہل اسلام کو غزوہ تبوک میں فتح کامل حاصل ہوئی۔ اور غزوہ تبوک میں بعض مورخین
کے قول کے مطابق ایک لاکھ فوج تھی۔ اتنی کثیر افواج اسلام کو حاصل ہوں۔ اور مدینہ سے چند منازل کے فاصلہ

پر دشمنوں کی فوج جمع ہو رہی ہو اور ان پر تین بار لشکر اسلام کے تین سپہ سالار حملے کر چکے ہوں۔ اور پھر بھی شکست کھا کر بھاگ آئے ہوں۔ ان حالات میں چوتھی بار لشکر اسلام پھر حملہ کرے اور پھر بھی اگر شکست پائے تو آپ خود ہی غور فرمائیں کہ یہ شکست اور ان حالات میں اسلام کیلئے کتنا بڑا بدنما دھبہ تھا۔ لیکن یہ دھبہ اس وقت ہو سکتا تھا۔ جبکہ حکمت پیغمبر اسلام اس میں شامل نہ ہوتی پیغمبر اسلام نے اپنے حکم سے اس تین بار کی شکست کو چوتھی بار فتح بنا دیا۔ اور صرف اتنا ہی نہ ہوا بلکہ حکمت پیغمبر اسلام نے اس واقعہ کی روشنی میں کچھ اور امور بھی آئندہ کیلئے واضح فرما دیئے۔

(۱) سپہ سالار موجودہ کے مقابلہ میں فوج اسلام کبھی اپنے سابقہ سپہ سالاروں کا حکم نہ مانے۔ تاکہ اتحاد و قوت فوج کم نہ ہونے پائے۔

(۲) اگر سپہ سالار فوج افراد لشکر کو خطرے میں ڈالدے تب بھی کوئی سرمو روگردانی نہ کرے۔

(۳) کمزور سپہ سالار بہادر فوج کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔ اور پُر دل و شجاع سردار لشکر شکست خوردہ کو بھی فاتح بنا دیتا ہے۔ لہٰذا آئندہ مسلمان جب کبھی اپنا قائد یا سردار منتخب کریں تو پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ فرد افراد لشکر میں سے بہادر اور شجاع تر ہو۔

(۴) افراد لشکر ہی میں کمزور دل سردار ہوا کرتے ہیں۔ مگر اپنے قائد اعلیٰ کے مقابلہ میں کسی نمایاں حیثیت والے سردار کی بھی بات نہ مانے۔ چنانچہ لشکر اسلام نے عمرو عاص کے بہکانے پر صاف جواب دیدیا کہ ہم علی کی کیونکر مخالفت کر سکتے ہیں جبکہ پیغمبر اسلام نے ہم کو علی کی مخالفت سے منع فرما دیا ہے۔ یہی وہ تعلیم آداب جنگ پیغمبر اسلام کی تھی کہ جو انفرادی طور پر ایک ایک سپاہی کے ہر قطرۂ خون میں جاری و ساری تھی۔۔۔۔

(۵) پیغمبر اسلام نے بوقت روانگی لشکر اسلام کو علی کی مخالفت سے منع فرما دیا۔ اور بعد از فتح علی کی واپسی پر اصحاب کو علی کے استقبال کا حکم دیا۔ اور خود بھی استقبال کو آگے آئے۔ اور آخر میں فرمایا کہ اے علی تمہاری تعریف میں آج میں وہ الفاظ کہتا کہ جب کبھی تم کسی جماعت کے سامنے سے گذرتے تو وہ تمہارے قدموں کی خاک اپنے سروں پر رکھتے۔ مگر مجھ کو اندیشہ ہے کہ تمہارے بارہ میں لوگ کہیں وہ نہ کہنے لگیں جو عیسیٰ ابن مریم کے بارہ میں کہتے ہیں۔ (خدا کا بیٹا)

پیغمبر اسلام کے ان الفاظ پرشکوہ نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلام نے غزوہ تبوک کی واپسی پر تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کے سامنے اور وادی رمل کی فتح کے عین موقعہ پر لشکر اسلام کے سامنے ظاہر فرما دیا کہ میرے بعد اہل اسلام کی قیادت اعلیٰ کیلئے اگر کوئی شخص منتخب ہو سکتا ہے تو وہ علی ہے۔ گویا پیغمبر اسلام نے

آج وہ انتظام فرمادیا کہ امت محمدی میں تاقیامت اختلاف و افتراق نہ ہو۔

واقعہ پنجاہ و ہشتم واقعہ تبلیغ سورہ برات

بادی النظر میں یہ واقعہ معمولی نظر آتا ہے اور صرف کتب تاریخ کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک سورہ نازل ہوا تھا۔ اور پیغمبر اسلام نے اس کی تبلیغ کیلئے کسی شخص کو نامزد کرکے مکہ بھیج دیا تو گویا ایک سورہ قرآن کی تبلیغ اس کا مقصد تھی۔ اور بس ...

لیکن ایسا نہیں ہے یہ واقعہ تبلیغ سورہ برات پیغمبر اسلام کی اعلیٰ حکمت عملی و نظری کا نمونہ ہے اور اس واقعہ میں صدہا اور لا تعداد حکمتیں اور مصلحتیں و تدبیریں مضمر ہیں۔ جس وقت ناظرین کتب تاریخ اسلام کے حوالہ جات کو بغور مطالعہ فرمائیں گے اور حقیقت واقعہ اور اسرار انداز تبلیغ سے واقفیت حاصل کریں گے تو اس واقعہ کی اہمیت ثابت ہوگی۔ میں پہلے متفقہ کتب تاریخ سے پورے واقعہ کو پیش کرتا ہوں بعدہٗ نتائج پر روشنی ڈالی جائے گی۔

(۱) صحیح ترمذی :-

حدثنا بندار عن عفان بن مسلم و	بندار نے عفان بن مسلم سے عفان نے عبد الصمد
عبد الصمد قالا نا حماد بن سلمہ	سے ان دونوں نے حماد بن سلمہ سے حماد نے
عن سماک بن حرب عن انس بن مالک	سماک بن حرب سے سماک نے انس بن مالک
قال بعث النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے
ببراءۃ مع ابوبکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی	سورہ برأت دیکر ابو بکر کو بھیجا۔ پھر ان کو
لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی	بلا بھیجا اور فرمایا کہ اس کو سوائے میرے اہل
فدعا علیا و اعطاہ ایاہ ۔	بیت کے دوسرا کوئی نہیں لے جاسکتا۔ پھر

علی کو بلایا اور وہ سورہ ان کو دے دیا ...

(۲) تفسیر نیشاپوری :-

نزلت ھذہ السورۃ سنۃ تسع و	یہ سورہ ۹ ھ میں نازل ہوا اور اسی سال
کان قد امر فیھا ابابکر علی الموسم فلما	امیر حج ابو بکر تھے۔ پس جب یہ سورہ اترا تو
نزلت السورۃ اتبعہ علیا راکب الغضباء	رسول خدا نے علی کو بھیجا اور وہ ناقہ غضباء
لیقرءھا علی اھل الموسم فقیل لہ لو	پر سوار ہوکر گئے۔ اور اس سورہ کو حجاج
بعثت بھا الی ابا بکر فقال لا یؤدی	کے سامنے پڑھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کام

منی الا رجل منی — ابو بکر سے کیوں نہ لیا گیا تو ارشاد ہوا کہ اس کام کو میری طرف سے کوئی شخص نہیں ادا کر سکتا سوائے اس کے کہ جو مجھ سے ہو۔

(۳) تفسیر در منشور امام سیوطی:۔

اخرج عبد اللہ بن احمد بن حنبل فی زوائد المسند وابو الشیخ وابن مردویہ عن علی قال لما نزلت عشر آیات من براءتہ علی النبی دعا ابابکر لیقراءھا علی اھل المکۃ ثم دعانی فقال لی ادرک علی ابابکر فیحثما لقیتہٗ فخذ الکتاب منہ فاقرئ علی اھل مکہ فلحقتہ فاخذت الکتاب منہ ورجع ابوبکر فقال یا رسول اللہ انزل فی شی قال ولکن جبرئیل جاءنی فقال لن یودی عنک الا انت اورجل منک...

زوائد المسند میں عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے ابو شیخ اور ابن مردویہ نے علی سے روایت کی ہے کہ جب سورہ برات کی دس آیات نبی پر نازل ہوئیں تو رسول خدا نے ابو بکر کو بلایا اور کہا کہ ان ایات کو اہل مکہ کو سنا دو۔ پھر مجھ کو بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ جلد جاؤ اور ابو بکر سے ملو وہ جہاں کہیں بھی تم کو ملیں ان سے کتاب سورۂ برأت لے لو اور اسکو اہل مکہ کو سنا دو۔ پس میں چلا اور ابو بکر سے ملاقات کی اور تحریر ان سے لے لی اور پھر ابو بکر واپس مدینہ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میرے بارہ میں کچھ نازل ہوا ہے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری بات کوئی دوسرا ہرگز نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یا تم خود پہنچا سکتے ہو یا وہ شخص جو تم میں سے ہو۔

(۴) علامہ عینی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں۔

قال السہیلی کان سیدنا رسول اللہ حین قدم من تبوک اراد الحج فذکر مخالطۃ المشرکین للناس فی حجہم وتلبیہم بالشرک وطوافہم عراۃ بالبیت وکانو تعتقدون بذلک ان لیطوفوا کما ولدو بغیر الثیاب التی اذنبو فیہا فانظہوا فامسک عن

سہیلی کہتے ہیں کہ ہمارے مولا رسول اللہ جب غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو آپ نے حج کا ارادہ فرمایا اور پھر آپ نے یاد کیا مشرکین کا خلط ملط ہونا اور بطریق شرک تلبیہ بجالانا اور برہنہ جسم ہو کر طواف کرنا جیسا کہ مشرکین اس خیال سے کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم کو بغیر

الحج فی ذلك العام وبعث ابوبکر بسورۃ براۃ لینبذ الی کل ذی عهد عهدہ من المشرکین الا بعض بنی بکر الذین کان لهم عهد الی اجل خاص ثم اردف بعلی لیخرج ابوبکر الی النبی فقال هل انزل فی قرآن قال لا ولکن اردت ان یبلغ عنی من هو من اهل بیتی۔

اس لباس کے برہنہ طواف کرنا چاہیئے جس لباس میں ہم گناہ کرتے رہے ہیں۔ ان امور کو آپؐ نے ظلم وگناہ قرار دیا۔ پس اس سال حج سے باز رہے۔ مگر آپ نے اس سال ابو بکر کو سورہ برأت دیکر روانہ کیا کہ ان لوگوں کو جن کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا ہے بجز بنی بکر کے چند اشخاص کے جن کے معاہدے ایک خاص میعاد تک تھے سنا دیا جائے۔

اس حکم کے بعد آپ نے علی کو پیچھے سے روانہ کیا تو ابو بکر واپس آئے۔ اور پوچھنے لگے کہ میری نسبت کوئی وحی آئی ہے تو رسول خدا نے فرمایا۔ نہیں! لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اس کی تبلیغ میری طرف سے وہ کرے جو میرے اہل بیت سے ہو۔

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں :-

اصل قصہ آنست کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج بود وسورہ براۃ اول بدست حضرت صدیق دادہ بودند بعد ازاں جبرئیل فرود آمد کہ آنرا بدست مرتضیٰ باید فرستاد۔ اخرج الترمذی عن انس بن مالك قال بعث النبیؐ براۃ مع ابوبکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی فدعا علیا فاعطاہ ایاہا وعن سعد بن ابی وقاص ان رسول اللہ بعث ابوبکر ببراۃ الی اهل مکة ثم بعث علیاً علی اثرہ فاخذ ها منه وقال ابوبکر وجد فی نفسه فقال النبی یا ابوبکر لا یودی عنی الا انا

اصل قصہ یہ ہے کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج تھے اور سورہ براۃ بھی پہلے ابوبکر کو دیا گیا تھا۔ لیکن جبرائیل نے نازل ہو کر کہا کہ اس کو علی کے ہاتھ بھیجنا چاہیئے۔ ترمذی نے انس بن مالک کی سند سے روایت کیا ہے کہ سورہ برات ابوبکر کے ہاتھ رسول خدا نے بھیجا۔ پھر ان کو واپس بلایا اور ارشاد کیا کہ اس کی تبلیغ کوئی دوسرا شخص سوائے اس کے جو میرے اہل بیت سے ہو نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے بعد علی کو بلایا اور سورہ براۃ ان کے سپرد کیا اور سعد بن وقاص سے منقول ہے کہ ابو بکر سورہ لیکر مکہ چلے۔ پھر ان کے پیچھے علی کو روانہ

رجل منی ... کیا علی نے ابوبکر سے سورہ برأۃ لے لیا۔ ابوبکر
کے دل میں خیال گذرا تو انہوں نے رسول خدا سے پوچھا کہ میرے حق میں کوئی وحی آئی ہے۔؟
رسول خدا نے فرمایا اے ابوبکر میری بات میرے علاوہ یا اس شخص کے سوا جو مجھ سے ہو دوسرا
نہیں پہنچا سکتا۔

۶) مدارج النبوۃ میں شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں :-

چوں ابوبکر صدیق از مسجد ذو الحلیفہ احرام
بستہ رواں شد جبرئیل نازل شد کہ ادائے
رسالت و پیغام نکند مگر تو یا علی و در روایتے
یا مردیکہ از تو باشد زیرا کہ ثبوت عہد و نقض
آں کار مردے است کہ صاحب معاملہ است
یا کسیکہ خویش و قرابت او باشد۔ پس
آنحضرت صلعم علی مرتضیٰ فرمود کہ عقب
ابی بکر برود ایں آیات از وے بستاند
و در روز حج بر مردم بخواند۔

جب ابوبکر صدیق احرام باندھ کر مسجد ذو الحلیفہ
سے روانہ ہوئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا
کہ یا رسول اللہ رسالت یا پیغام دینے کا کام
آپ کر سکتے ہیں یا علی۔ اور ایک روایت میں
ہے کہ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ کیونکہ عہد
کرنا یا توڑنا اس شخص کا کام ہے جو صاحب
معاملہ ہو یا وہ شخص جو اس کا خویش و قریب
ہو۔ یہ سنکر رسول خدا نے علی کو حکم دیا کہ ابوبکر
کے عقب میں جاؤ اور ان آیات کو ان سے
لے لو اور روز حج اہل مکہ کو پڑھ کر سنا دو

۷) شبلی نعمانی سیرت النبی میں تحریر فرماتے ہیں :-
حضرت علی کھڑے ہوئے اور سورہ برات کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ اب
کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور نہ کوئی برہنہ اب حج کرنے پائے گا۔ اور وہ
تمام معاہدے جو مشرکین سے تھے ان کے نقض عہد کے سبب سے آج سے چار مہینہ کے بعد
ٹوٹ جائیں گے حضرت ابوہریرہ وغیرہ نے اس اعلان کی اس زور زور سے منادی کی کہ گلا
پڑ پڑ گیا۔ سورہ برات کی ابتدائی آیتیں جن میں خدا نے اس اعلان کا حکم فرمایا یہ ہیں :-

براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین
عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی
الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم
غیر معجزی اللہ وان اللہ مخزی
الکافرین ۰ واذان من اللہ ورسولہ

اے مسلمانو! جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا
تھا اور انہوں نے اپنا معاہدہ توڑ دیا ان
کی خدا اور رسول کی طرف سے کوئی ذمہ داری
نہیں ہے۔ اے مشرکین ہم نے تم کو چار مہینہ
کی مہلت دی ہے اس میں تم ملک میں چلو پھرو

الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللّٰہ بری من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو خیر الکم ۰ وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللّٰہ وبشر الذین کفروا بعذاب الیم ۰ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللّٰہ یحب المتقین ۰

اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے حج اکبر کے دن لوگوں کو اعلان عام ہے۔ کہ خدا اور رسول ان مشرکین کے اب ذمہ دار نہیں ہیں۔ اگر تم نے توبہ کرلی تو تمہارے لئے یہ بہتر ہے اور اگر اب بھی پھرے رہو تو یقین کرلو کہ تم خدا کو ہرا نہیں سکو گے۔ اے پیغمبر تو مشرکین کو دردناک عذاب کی خبر دیدے۔ لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے اسکی کچھ خلاف ورزی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں انہوں نے تمہارے دشمنوں کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ کو تم پورا کرو خدا پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔

پورا سورہ برأت نازل ہوا تھا۔

آیات کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(۱) جب مدت چار ماہ ذالحجہ سے ۱۰ ربیع الآخر تک ختم ہو جائے تو معاہدات ختم ہو جائیں گے اس کے بعد جہاں یہ مشرکین ملیں ان کو قتل کر دیا جائے۔

۲) اگر یہ مسلمان ہو جائیں اور وہ پناہ چاہیں تو پناہ دیدی جائے۔

۳) بنی حمزہ و بنی کنانہ جو اپنے عہد پر باقی رہے ہیں ان کی مدت معاہدہ باقی رہے گی۔

(۴) اگر بعد کو عہد شکنی کریں اور شریعت اسلامی کو حقیر سمجھیں تو ان کو قتل کر دینا واجب ہے۔

۵) انہی مشرکین نے تو حدیبیہ میں عہد شکنی کی تھی اور پیغمبر اسلام کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ لہذا تم اے مومنین ان سے نہ ڈرو اور ان سے انتقام لو۔

۶) کافروں کو خانہ کعبہ میں جانے اور رہنے کا حق نہیں ہے۔

۷) اے مسلمانوں اپنے باپ اور بھائیوں کو جو کافر ہیں دوست نہ رکھو۔ جو ایسا کرے گا ظالم متصور ہوگا

۸) اے مسلمانو! مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد خانہ کعبہ میں نہ جانے پائیں۔ اور کافروں سے جہاد کرو اور ان کو قتل کرو حتی کہ وہ جزیہ دینا قبول کریں۔

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ پیغمبر اسلام نے ۹ھ کے ماہ ذوالحجہ میں سورہ برأۃ کے سنانے کیلئے ابوبکر کو بھیجا تھا۔ اور جب وہ احرام باندھ کر روانہ ہو گئے اور نصف راہ طے کر چکے تو پیغمبر اسلام

نے علی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ ابوبکر سے سورہ برائت کو واپس لیکر خود مکہ جاؤ اور اس کی آیات کی تبلیغ مشرکین و غیر مسلمین پر کرو ایک عاقل اور حکیم کا یہ فعل کہ وہ بار بار اپنی رائے کو بدلے بظاہر سمجھ میں نہیں آتا اگر در حقیقت پیغمبر اسلام کو صاحب حکمت و فراست و صاحب تدبر و تدبیر سمجھ لیا جائے تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ اول ہی بار اس شخص کو بھیجا جاتا جو آیات کی تبلیغ کیلئے زیادہ موزوں تھا۔ اور اگر دل میں کچھ دغدغہ تھا کہ نہ معلوم ابوبکر صحیح تبلیغ کر سکیں گے یا نہیں تو ابتدا سے ساتھ ساتھ علی کو بھی بھیج دیا ہوتا۔ یہ کیا کہ پہلے ابوبکر کو اس کار رسالت کیلئے منتخب کیا اور بعد کو ان کو معزول کر کے پھر علی کو مقرر کیا۔ اگر معاملہ کو اسی رنگ میں دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام کا یہ فعل قطعی حکیمانہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو معمولی عقل والا انسان نہیں کیا کرتا۔ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر کوئی صورت بتائیے کہ پیغمبر اسلام کے اس فعل میں حکمت ہی حکمت نظر آئے۔

معاملہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے یہ فرائض نبوت و رسالت آخری حصہ عمر سے متعلق ہیں۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اور بلحاظ تبلیغ سورہ برائت ایک اہم کار رسالت ہے۔ اس کار اہم پر اگر کسی کو مقرر کر کے معزول کیا جائے اور کسی کو مقرر کیا جائے تو آئندہ کیلئے معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ بعد رسول وہی شخص کار تبلیغ دین کا اہل ہے جو بعہد پیغمبر اسلام اس کام کو پورا کر چکا ہے۔ اور وہ بھی بحکم پیغمبر اسلام۔ اسی ۹ھ کا واقعہ ہے کہ غزوہ تبوک میں پیغمبر اسلام نے ظاہر فرمایا کہ میں مرکز اسلام یا دار السلطنت اسلام کی حفاظت کیلئے اپنی غیر حاضری میں اگر کسی کو چھوڑ سکتا ہوں تو صرف علی ہے اور اسی طرح اسی ۹ھ میں سریہ وادی الرمل میں پیغمبر اسلام نے علی کی شان میں حدیث خاص بیان فرما کر اور صحابہ کو علی کے استقبال کا حکم دیکر اور خود بنفس علی کا استقبال کر کے اہل اسلام پر ظاہر کر دیا کہ میرے بعد میرے امور دین کا محافظ صرف علی ہی ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی یہ اعلیٰ حکمت فطری یا فراست کا ملہ تھی کہ آپ نے وادی الرمل کی جنگ میں پہلے ابوبکر کو پھر عمر کو اور پھر عمرو عاص کو بھیجا اور جب یہ تینوں شکست پا کر واپس ہو چکے اور کچھ مسلمان بھی قتل ہو چکے تو آپ نے علی کو ان سب کا حاکم بنا کر بھیجا۔ تاکہ تبوک سے واپس شدہ تقریباً ایک لاکھ لشکر کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان خاص اور عوام امت پر اگر کوئی حاکم بنائے جانے کے قابل ہے۔ تو وہ علی ہے اسی طرح اس موقع تبلیغ سورہ برائت پر پہلے ابوبکر کو بھیج کر پھر ان کو معزول کر کے ظاہر کر دیا کہ گویا پیغمبر اسلام کو معلوم تھا کہ ان کے بعد علی کو معزول کر کے ابوبکر کو حاکم امت بنایا جائے گا لہٰذا اپنی زندگی ہی میں امت پر اس حجت کو تمام کر دیا اور حجت خدا و رسول قائم ہو گئی کہ امت کو اس معاملہ میں بے رہبر اور حاکم کے پیغمبر اسلام نے نہیں چھوڑا تھا۔ اب اگر بعد کو امت منشائے و حکم پیغمبر اسلام کے خلاف کرے تو یہ اس کا فعل ہو گا۔ اور ہدایت اور گمراہی کی وہ خود ذمہ دار ہو گی۔

اگر اس موقعہ پر پیغمبر اسلام ابو بکر کو معزول نہیں کرتے اور علی کو مقرر نہ کرتے تو عند اللہ وعند الامت مورد اعتراض والزام ہوتے کہ عملاً اپنی زندگی میں پیغمبر اسلام نے اپنا قائمقام امت کو نہیں بتایا۔ اور قیامت تک باقی رہنے والے دین اور ناسخ کتب سماویہ کتاب خدا (قرآن) کے مطالب کا واضح وبیان کرنیوالا کسی کو مقرر نہ کیا۔ گویا نعوذ باللہ دین خدا اور کتاب خدا کو لاوارث چھوڑ دیا۔ اور عرب کے جاہلوں کے ہاتھ میں دین خدا کی باگ دے گئے۔ اور اعراب جہال کے ہاتھ میں کتاب حکمت وکتاب خدا کو دے گئے۔

اگر پیغمبر اسلام اس موقعہ پر علی کو مقرر نہ کرتے اور اس کے بعد جو دین اسلام کی گت خلفائے بنی امیہ وبنی عباس کے ہاتھوں بنی ہے اور کتاب خدا کے ساتھ جو بے ادبیاں کی گئی ہیں۔ اس سب کے ذمہ دار پیغمبر اسلام ہوتے۔ مگر یہ کیونکر ہوسکتا تھا۔ پیغمبر اسلام حکمت مجسم تھے ان کا ہر فعل حکمت کامل تھا۔

چنانچہ آپ نے ۹ھ میں عملی طریقہ پر ظاہر فرما دیا کہ غزوہ تبوک، سریہ وادی الرمل اور تبلیغ سورہ برأت میں بلحاظ کارکردگی وخدمت بجا آوری فرائض دین میں اپنا قائمقام صرف علی کو بنا کے جا رہا ہوں۔ کیونکہ جب ابو بکر نے پیغمبر اسلام سے دریافت کیا کہ مجھ کو کیوں واپس بلایا گیا۔ اور سورہ برأت مجھ سے کیوں واپس لے لی گئی۔ اور علی کو کیوں مقرر کیا گیا۔ کیا کوئی حکم خدا میرے بارہ میں نازل ہوا تھا۔ تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ کار رسالت کو میں خود کر سکتا ہوں یا وہ کر سکتا ہے جو مجھ سے ہو۔ یہ آخری لفظ ثابت کرتا ہے کہ جب حیات پیغمبر اسلام میں ہی علی ایک جزو رسالت ونبوت تھے تو بعد رسول تو کوئی دوسرا ان کا قائمقام ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ گویا پیغمبر اسلام کا یہ فعل تا قیامت باقی رہنے والے دین کیلئے ایک محافظ حقیقی کے معین کرنے کا سبب تھا۔

علاوہ بریں سورہ برأت میں علمی مسائل یا دقیق نکات مذہبی ہی نہ تھے۔ بلکہ اس سورہ میں کفار مکہ ومشرکین عرب کے نقض عہد کا تذکرہ تھا۔ اس میں مشرکین عرب کو قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اس میں مشرکین وکافرین کو ان کے قدیم معبد کے قریب تک آنے کو روکا گیا تھا۔ ان کو رسوم حج تک بجا لانے کو منع کیا گیا تھا۔ اعراب برہنہ یا جس طرح بھی چاہتے تھے سالانہ خانہ کعبہ میں آکر اپنے طریقہ جاہلیت کے مطابق عبادت اصنام وخانہ کعبہ کرتے تھے۔ اس سورہ نے ایکدم ان کو رد کر دیا۔ یہ سب کام اور احکام معمولی نہ تھے آج بھی معمولی مذہبی اختلافات اقوام کو باہمی خونریزی پہ آمادہ کر دیتے ہیں۔ نہ کہ آج کو ۱۴ سو سال قبل کی جہالت و درندگی تو اور بھی شدید تھی۔

سورہ برأت میں جن چیزوں کو سختی سے روکنے کا حکم ہے ان میں کا ایک حکم بھی اہل عرب میں شدید خونریزی کرنے کیلئے اور اشتعال فتنہ وفساد کیلئے کافی تھا۔ علاوہ بریں بعثت کے بعد سے اس وقت

تک پیغمبر اسلام نے تبلیغ دین کیلئے جو تدابیر اختیار فرمائیں تھیں وہ یا تو بہ سہولت اعلان حق کرنے کی صورت میں تھیں یا وہ مدافعانہ جنگیں تھیں یا اجتماعی صورت میں لشکر کشی تھی۔ جو فتح مکہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ پیغمبر اسلام نے تبلیغ سورہ برأت کی صورت سب سے علیحدہ ہی کی تھی۔ وہ صورت یہ تھی کہ چند مسلمان افراد موقعۂ سالانہ پر جبکہ تمام اطراف عرب کے اعراب جمع ہوں خانہ کعبہ میں جائیں۔ اور ان اعراب کو ان کی رسوم عبادت سے روکیں۔ ان کے معبد قدیم میں ان کے داخلہ کو ممنوع قرار دیں۔ اور ان کے قتل کر دینے اور خون بہا کر دینے کا اعلان کریں۔۔

ناظرین اور صاحبان عقل و فراست و ارباب تدبیر و تدبر خود غور کر سکتے ہیں کہ معاملہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہم ترین تھا۔ اگر پیغمبر اسلام کسی ایسے شخص کو اس کام پر مامور کر دیتے جو پہلے مدت العمران کفار و مشرکین کا ان عبادات میں شریک کار رہا تھا۔ یا وہ ان کی ہی برادری کا ہوتا یا وہ اصنام پرستی کر چکا ہے تو ظاہر ہے کہ حج کے موقعہ پر جمع ہونے والا جم غفیر اس کی کیا بات سنتا۔ بلکہ ان میں ایک بات بھی سنتے ہی مجمع مشتعل ہو جاتا۔ اور اس شخص یا افراد کو تکا بوٹی کر ڈالتا۔ کیونکہ معاملہ تعصب مذہبی و جاہلیت عرب کا تھا۔ قطعی یہی ہوتا۔ اگر یقین نہ آئے تو اس مہذب و متمدن دنیا میں کسی ایسے مذہبی موقعہ کو منتخب کر کے اقوام مہذب و متمدن کی درندگی دیکھ کر ملاحظہ کر لیجئے۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس وقت کے حالات میں یہی ہوتا کہ مبلغ سورہ برأت کا زندہ آنا ناممکن ہو جاتا۔ اعراب اس مبلغ سے فوراً ہی کہتے کہ :۔

آج ہم کو تو اس کام سے منع کرتا ہے حالانکہ تو ہم میں سے ہے اور سالہا سال تو بھی بت پرستی کرتا رہا ہے اور رسوم مذہبی کو بجا لاتا رہا ہے۔ اب تجھ کو کیا حق ہے کہ تو ہم کو منع کرے۔ اور اگر تو نہیں مانتا ہے تو اپنی سزا بھی دیکھ لے۔ یہ کہتے ہی جنگ و جدال اور خوں ریزی شروع ہو جاتی اور پیغام اسلام و تبلیغ سورہ برأت گویا سبب اشتعال خوں ریزی ہو جاتا۔ انہی چیزوں پر تفکر کرتے ہوئے پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا یہ اقتضا ہوا کہ اس اہم موقعہ پر ایسے شخص کو بھیجا جائے۔ جس کا رعب ایمان تمام اہل عرب پر چھایا ہوا ہو اس کی شجاعت کے کارناموں کی آواز سے ہر کان آشنا ہو، جس کی پیشانی کبھی بتوں کے سجدہ کو نہ جھکی ہو۔ جس نے کبھی ان مشرکین و کافرین کے ساتھ ان کی عبادات میں شرکت نہ کی ہو جس نے اہل مکہ و اہل عرب کو بحالت برہنگی و عریانی حج کرتے نہ دیکھا ہو جس نے اعراب کی عہد جاہلیت کی کسی رسم میں شرکت نہ کی ہو۔ اور جو ابتدا سے پیغمبر اسلام کا بھائی مشہور ہو۔ جس کی اخوت بہ رسول امر مسلّمہ ہو چکا ہو۔ جس کا پیغام پیغمبر اسلام کا پیغام اور جس کا ہر فعل پیغمبر اسلام کا فعل ہر موقعہ پر ثابت ہو چکا ہو۔ پیغمبر اسلام نے ایسے اہم موقعہ کیلئے علی کو منتخب کیا اور حقیقت میں یہ نمائندگی ایسی بے مثل نمائندگی رہی کہ لاکھوں کے بھرے مجمع میں علی پیغام حق سناتے رہے۔ اور سخت سے سخت احکام

خدا پہنچاتے رہے۔ حتیٰ کہ عربوں کے تاریخی و قدیمی معبد کو ہی ان کیلئے ممنوع قرار دیدیا۔ اور ان کا عہد ہی ختم کر دیا، ان کا خون بہانا ہی جائز کر دیا۔ مگر اللہ اکبر کی عظمت ذات خدا واللہ کی عظمت پیغام خدا و سبحان اللہ عزت سید الاولیاء علی مرتضیٰ کہ تمام کفار خاموش سنتے رہے اور بے چون و چرا اپنے گھروں کو چلے گئے، اور رعب سلطنت اسلامی و دبدبہ احکام اسلامی تمام عرب کے قلوب پر چھا گیا اور ایسا رعب چھایا کہ قیامت تک وہ رعب کم نہ ہوگا

یہ امر مسلمہ ہے کہ حکیم کا ہر قول و ہر فعل حکمت سے مملو ہوتا ہے۔ اور اس کے ہر فعل میں حکمت کے مختلف پہلو اور متعدد فوائد جمع ہوتے ہیں اسی طرح پیغمبر اسلام کے ہر فعل اور ہر قول میں متعدد فوائد ہوتے تھے۔ چنانچہ اسی واقعہ تبلیغ سورہ برأت میں علاوہ دیگر مفید پہلوؤں کے یہ بھی پہلو مضمر تھا کہ تبلیغ قرآن کو نبی کر سکتا ہے۔ اور یا وہ کر سکتا ہے جو نبی سے ہو۔

چنانچہ جب ابو بکر نے دریافت کیا کہ ان سے سورہ برأت کو واپس کیوں لیا گیا۔ کیا حکم قرآن نازل ہوا ہے؟ تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ:۔

اس کام کو میں کر سکتا ہوں یا وہ جو مجھ سے ہو۔ پیغمبر اسلام کے اس قول اور اس فعل نے صرف امت محمدیہ ہی پر نہیں بلکہ اس وقت کے حاضرین اہل عرب اور قیامت تک کے آنے والی انسانی نسلوں کو بتا دیا کہ تبلیغ رسالت خدا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اس کام کو صرف وہی کر سکتا ہے جو منجانب خدا مامور ہو۔ اگر پیغمبر اسلام کے اس نمونہ فعل اور قول پر عمل درآمد کیا جاتا۔ تو مذہب اسلام میں اختلاف نہ ہوتا اور اس کے صدہا فرقے نہ ہوتے اور مذہب اسلام اپنی یگانگت افادیت اور اتحاد عمل کی وجہ سے تمام اہل عالم کا مذہب ہوتا

حکمت پنجاہ و نہم ماموری عمال

پیغمبر اسلام نے سنہ ۹ھ میں بعد واپسی غزوہ تبوک ممالک و امصار محروسہ اسلام میں اپنے عمال بھیجے۔ ان عمال کو اس لئے بھیجا گیا تھا۔ کہ وہ تبلیغ دین الٰہی و اشاعت اصول اسلامی کرتے رہیں۔ و نیز زکوٰۃ و صدقات کو بیت المال اسلامی کیلئے جمع کر کے بھیجتے رہیں۔ ان عمال کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

	نام	مقام	کیفیت
۱	مہاجر بن ابی امیہ	صنعاء یمن	ام سلمہ زوجہ رسول خدا کے بھائی تھے۔
۲	زیاد بن لبید	حضرموت	صحابی جو جنگ بدر میں بھی شریک تھے
۳	خالد بن سعید	صنعاء یمن	سابقین اولین اور مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔
۴	عدی بن حاتم	قبیلہ طے یمن	سب سے پہلے انہوں نے کاغذ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا اور مشہور صحابی ہیں حاتم طائی کے بیٹے ہیں۔
۵	علا بن خضرمی	......	

	نام	مقام	کیفیت
۶	ابوموسیٰ الاشعری	زبید و عدن	مشہور صاحب علم صحابی ہیں ۔
۷	جریر بن عبداللہ البجلی		مشہور صحابی ہیں ان کے صاحبزادے عبداللہ ابن جریر شہید کربلا ہیں ۔
۸	ذو الکلاع حمیری		یمن کے سلاطینی خاندان سے ہیں جب یہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے چار ہزار غلام آزاد کئے
۹	معاذ بن جبل		مشہور صحابی ہیں
۱۰	علی ابن ابی طالب	ہمدان	
۱۱	مغیرہ بن شعبہ	نجران	
۱۲	خالد بن ولید	اطراف مکہ	
۱۳	عمرو عاص	عمان	

پیغمبر اسلام کے اس عمل سے بخوبی آشکار ہے کہ عمال اسلام کو مختلف مقبوضہ شہروں میں معین کرنا انتہائی حکمت و دانائی تھی ۔ ان عمال نے اصول اسلامی کی تعلیم بھی عوام کو دی اور ان کی نگرانی بھی کی کہ وہ اسلام سے منحرف ہونے پائیں علاوہ بریں ان سے مال زکوٰۃ و صدقات کو بھی وصول کرکے خدمت پیغمبر میں بھیجتے رہے تاکہ خزانہ بیت المال مملو رہے اور ضروریات عوام و غربا و انتظام افواج کے صرف میں رہے ۔ پیغمبر اسلام نے عمال کو معین فرما کر اس امر کی بنیاد ڈالدی کہ سلطنت کیلئے یہ تعین عمال ضروری ہے اور عمال بھی ایسے معین کئے جو علم توحید و قرآن میں کامل دسترس رکھتے تھے ۔ تاکہ وہ قلوب نو مسلمین میں اپنے پند و نصائح سے اعلیٰ تعلیمات اسلامی کو جاگزین کرتے رہیں ۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جو حکومت پند و نصائح سے قلوب پر قائم کی جاتی ہے ۔ وہ باقی رہتی ہے ۔ اور جو حکومت جبر و تشدد سے قائم کی جاتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے ۔ پیغمبر اسلام کے طریق کار کا نتیجہ ہے کہ اصول اسلامی روز بروز مضبوط تر ہوتے جاتے ہیں ۔ اور دائرہ اسلام روزافزوں ہے ۔ اور دنیوی حکومتیں روزانہ بدلتی رہتی ہیں ۔ بنتی ہیں اور خود بخود ہو جاتی ہیں ۔ پیغمبر اسلام نے تعین عمال کرکے بہترین نمونہ حکومت پیش کیا ہے ۔

حکمت پیغمبر اسلام کے نتائج

پیغمبر اسلام نے جو تدابیر یا حکمتیں اشاعت اصول اسلام کیلئے اختیار کیں وہ ایسی با اثر ثابت ہوئیں جن کی مثال تا قیامت دنیا والے پیش نہیں کر سکتے یاد رکھنے کی بات ہے کہ جو تدابیر دیرپا اثر قائم کر دیں ۔ یا یوں کہو کہ

وہ حکمتیں لازوال و غیر فانی اثرات قائم کر دیں وہی لاثانی کہے جانے کی مستحق ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے آجتک
لاتعداد اصول حکومت قائم کئے گئے۔ اور آج جبکہ اہل عالم کو انتہائی ارتقاء و ترقی و تمدن کا دعویٰ ہے۔ یہ
دعویداران سیاست و سائنس جو تدابیر بھی اختیار کرتے ہیں۔ ان کا اثر محدود زمانہ ہی تک رہتا ہے۔ اور پھر
فنا ہو جاتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام کے طریق کار نے ایسی کامیابی حاصل کی کہ اگرچہ بظاہر پیغمبر اسلام کی ذات دنیا
میں موجود نہیں ہے۔ مگر ان کے معین کردہ اصول آج بھی درخشاں تر ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس کا سلسلہ حیات
پیغمبر اسلام سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

کیونکہ جب غزوہ تبوک ختم ہو چکا اور ۹ھ آیا تو اسلام کی عالمگیری اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اطراف
واکناف عالم کے قبائل اطریق وفود خدمت رسول میں آتے تھے اور اسلام قبول کرتے جاتے تھے۔ ناواقف تاریخ
اور متعصب اہل مذاہب کا الزام ہے کہ اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ مگر آج تو ان کے قبضہ قدرت میں
بجائے شمشیر و سناں کے ایٹم اور ہائیڈروجن بم موجود ہیں۔ کم از کم وہ اتنے طاقتور آلات حرب کے ذریعہ سے
ہی اپنے اصول معاشرہ یا اصول حکومت کو قائم کر کے۔ ان کو لازوال بنا دیں۔!

حقیقت یہ ہے کہ ان نادانوں کی سمجھ میں ہی یہ نہ آیا کہ کیونکر پیغمبر اسلام کی حکمتوں اور تدابیر نے لازوال
کامیابی حاصل کی لہٰذا اس درخشندگی کار کی روشنی میں یہ شپرہ چشم خیرگی کی حالت میں اندھے ہو کر ایسے الزامات
پیغمبر اسلام پر لگاتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ ۹ھ میں خود بخوشی کتنے قبائل عرب و وفود ممالک آکر
مسلمان ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) مولانا شبلی نعمانی سیرت النبی جلد ۲ ص ۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

اصل یہ ہے کہ تمام عرب مکہ کے فیصلہ آخر کا انتظار کر رہا تھا۔ مکہ فتح ہو چکا تو یہ انتظار جاتا رہا
ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود دار الاسلام مدینہ میں جا کر کوئی فیصلہ کر لے۔ اہل عرب کو یہ بات معلوم ہو چکی
تھی کہ اب وہ اسلام سے سرکشی نہیں کر سکتے۔ لیکن خیبر وغیرہ کی نظیروں سے یہ جانتے تھے کہ
اسلام لانے پر وہ مجبور نہیں ہیں۔ بلکہ جزیہ یا کسی اور طریقہ سے صلح کر کے ان کی سابق حالت
قائم رہ سکتی ہے فتح مکہ کے ساتھ ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں۔ اور بجز چند کے باقی جسقدر بھی
سفارتیں آئیں انہوں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی
دولت سے مالا مال تھے۔ عرب کے سب سے طاقتور قبیلے جن کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا تھا
بنو تمیم، بنو سعد، بنو حنیفہ، بنو اسد، بنو کندہ، سلاطین حمیری، ہمدان، ازد اور
طے تھے۔ ان تمام قبائل کی سفارتیں دربار نبوت میں آئیں۔ ان میں سے بعض ملکی حیثیت

رکھتی تھیں جن کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ بحیثیت فاتح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرلیں۔ لیکن اکثر اس غرض سے آئے کہ اسلام کی حقیقت سے مطلع ہو کر حلقہ میں آجائیں یہ وفود زیادہ تر فتح کے بعد ۸ھ و ۹ھ میں آئے۔ لیکن تسلسل بیان کیلئے اس سے پہلے کے چند وفود کا ذکر کرنا بھی موزوں ہوگا۔

مندرجہ بالا عبارت علامہ شبلی کی تھی۔ آپ کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ اسلام کی ہردلعزیزی اور عالمگیری کا کیا اثر ہوا تھا۔ شبلی صاحب نے بہت سے وفود کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ باقی وفود کی فہرست ہم کتاب اسوہ الرسول جلد سوم سے پیش کرتے ہیں۔

۱ ہمدان ۲ بنو طارق بن عبداللہ ۳ بنو نجیب ۴ بنی سعد ہذیم ۵ دلیہ ۶ وفد بنی عبس ۷ بنی اسد ۸ بنی عذرا ۹ بنی ثقیف ۱۰ بنی شرازہ ۱۱ بنی حلیفہ ۱۲ عبدالقیس ۱۳ بنی طے ۱۴ اشعریین ۱۵ صداء ۱۶ بنی غامد ۱۷ محارب ۱۸ خولان ۱۹ غسان ۲۰ بنی الحارث ۲۱ سلامان ۲۲ بجخ ۲۳ دوس ۲۴ فروہ جذامی

ان قبائل و وفود کے ذریعہ کتنے لوگ مسلمان ہوئے اس کا تخمینی اندازہ لکھا جاتا ہے:۔

(۱) وفد مزینہ اسوۃ الرسول جلد ۳ ص ۳۲۱۔

ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جو مضر تک پہنچ کر قریش کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ نعمان بن مقرن صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزینہ کے علمدار تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان انہیں نے فتح کیا تھا۔ ۵ھ میں اس قبیلہ کے چار سو شخص تمام قبیلہ کے سفیر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے۔ (اصابہ فی احوال صحابہ)

(۲) وفد بنی تمیم ۔ یہ وفد بڑی شان و شوکت سے آیا۔ قبیلہ کے تمام بڑے بڑے روسا شامل تھے..... سب مسلمان ہوئے۔

(۳) وفد بنو سعد ۔ قبیلہ کے زن و مرد و بچے سب کے سب مسلمان ہوگئے۔

(۴) وفد اشعریین ۔ یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ اشعریین تھا۔ ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے ہیں۔ اس قبیلہ کے معزز ترین افراد بصورت وفد مدینہ پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔

(۵) وفد دوس ۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ ابوہریرہ اسی قبیلہ کے تھے۔ اس قبیلہ نے اسلام قبول کیا

(۶) وفد حرث بن کعب ۔ یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ یہ لوگ نہایت خلوص کے ساتھ اسلام لائے

۷) وفد قبیلہ طے۔ یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے روسا، زید الخیل اور عدی بن حاتم تھے اور ان کے حدود ملک علیحدہ تھے۔ ۹ھ میں یہ چند معزز اشخاص کے ساتھ آئے۔ پیغمبر اسلام نے ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے معہ اپنے ساتھیوں کے صدق دل سے اسلام قبول کیا

۸) وفد ثقیف۔ یہ اہل طائف تھے ان کے مفصل واقعات صفحات سابقہ میں گذر چکے ہیں۔ مگر یہاں اتنا لکھنا کافی ہے کہ دو ہی برس کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقیفی ایسا نہیں تھا کہ جنے اسلام نہ قبول کیا ہو۔

۹) وفد ہمدان ۹ھ۔ یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا پیغمبر اسلام نے علی ابن طالب کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کیلئے مامور فرمایا تھا۔ ان کی تقریر اور فیض صحبت کی وجہ سے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ علی نے جب پیغمبر اسلام کو بذریعہ خط اس امر کی اطلاع دی تو پیغمبر اسلام نے تین بار فرمایا السلام علی ہمدان

۱۰) وفد بنو اسد۔ یہ وہ قبیلہ ہے جو لڑائیوں میں قریش کا دست و بازو تھا۔ طلیحہ بن خویلد اسدی نے ابوبکر کے زمانہ میں دعوئی نبوت کیا تھا۔ وہ اسی قبیلہ سے تھا۔ ۹ھ میں یہ لوگ بھی اسلام لائے

۱۱) وفد بنی فزارہ۔ یہ نہایت سرکش اور زورآور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ نے رمضان ۹ھ میں جب پیغمبر اسلام غزوہ تبوک سے واپس آئے تو اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا۔

۱۲) وفد بن عامر بن صعصعہ ۹ھ میں مدینہ آکر مسلمان ہوا۔

۱۳) وفد حمیر۔ حمیری سلطنت نہیں رہی تھی۔ سلاطین حمیر کی اولاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لی تھیں اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ خود تو نہیں آئے ہیں۔ مگر قاصد بھیجے کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ (سیرۃ النبی)

۱۴) وفد کندہ ۱۰ھ۔ حضرموت یمن کے اضلاع میں ایک شہر ہے۔ یہاں کندہ خاندان کی سلطنت تھی۔ اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے یہ ۱۰ھ میں اسی سواروں کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور یہ لوگ اسلام اس حاضری سے پہلے ہی لا چکے تھے۔

۱۵) وفد بنی عبد القیس یہ قبیلہ بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہاں اسلام کا اثر پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے اس قبیلہ کے تیرہ آدمی ۵ھ میں حاضر خدمت نبوی ہو چکے تھے۔ دوسرا وفد ۱۰ھ میں آیا جس میں چالیس افراد تھے۔

۱۶) وفد تجیب۔ قبیلہ تجیب کے تیرہ افراد حاضر ہوئے اور اپنی قوم کی زکوٰۃ مویشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے اور ہدایات حاصل کر کے واپس گئے۔

(۱۷) وفد بنو سعد ہذیم ۔ یہ قبیلہ بنو قضاعہ کی شاخ تھا ۔ یہ وفد مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور پیغمبر اسلام سے گفتگو کی فیض صحبت حاصل کر کے اپنے وطن گیا تو تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا ۔

(۱۸) وفد بہراء یہ لوگ مدینہ میں آئے مقداد صحابی رسول کے مہمان رہے قرآن و احکام اسلام سیکھ کر واپس گئے ۔

(۱۹) وفد خولان سنہ ھ یہ دس افراد تھے خدمت پیغمبر اسلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں ۔ خدا و رسول پر ہمارا ایمان ہے ۔ پیغمبر اسلام نے پانچ نصیحتیں فرمائیں :-

۱ عہد کو پورا کرنا ۔ ۲ امانت کو ادا کرنا ۔ ۳ ہمسایہ سے اچھا برتاؤ کرنا ۔

۴ کسی پر ظلم نہ کرنا ۔ ۵ ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت میں آئے گا ۔

(۲۰) وفد محارب ۔ یہ دس افراد تھے جو اپنی قوم کے وکیل بن کر سنہ ھ میں آئے ۔ بلال ان کی خدمت کیلئے مامور تھے ۔ یہ مسلمان ہو کر پیغام حق کی اشاعت کیلئے واپس گئے ۔

(۲۱) وفد غسان ۔ قبیلہ غسان کے تین آدمی سنہ ھ میں خدمت پیغمبر اسلام میں آئے اور اسلام قبول کر کے برائے تبلیغ حق واپس گئے ۔

(۲۲) وفد بنی عیش ۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے منادیان اسلام سے سنا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد ہے ۔

"لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہٗ ۔ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا اسلام نہیں ہے ۔"

ہمارے پاس دولت بھی ہے اور مویشی بھی ۔ پس اگر بغیر ہجرت کے ہمارا اسلام ٹھیک نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سب کچھ فروخت کر کے خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں ۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا :-

"اتقوا حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئاً" ۔ تم جہاں آباد ہو وہیں رہو خدا سے ڈرتے رہو تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہ ہو گی ۔"

(۲۳) وفد بنی عائذ ۔ یہ وفد سنہ ھ ہجری میں آیا ۔ اس میں دس آدمی تھے ۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو پیغمبر اسلام نے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا کہ انہیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھائیں جب وہ گھروں کو واپس ہونے لگے تو ان کو شرائع اسلام ایک کاغذ پر لکھ کر دیئے گئے ۔

(۲۴) وفد ازد ۔ یہ وفد سات افراد پر مشتمل تھا یہ عالم اور نیک اشخاص تھے انبیائے سابقین کی ہدایا پر عمل کرتے تھے ۔ خدمت پیغمبر اسلام میں آئے مسلمان ہو گئے اور پیغمبر اسلام نے ان کو کچھ نصائح

فرمائیں۔۔

(۲۵) وفد نصاریٰ بنی نجران (اسوۃ الرسول جلد ۳ ص۳۲۹ بحوالہ سیرت النبی)

واقعہ مباہلہ

نجران مکہ معظمہ سے یمن کی جانب سات منزل پر ایک وسیع ضلع تھا۔ یہاں عیسائی عرب آباد تھے یہاں عیسائیوں کا ایک عالیشان کلیسا تھا۔ جسکو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں ان کے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ یہ صاحبان علم تھے ان کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا۔ اعشیٰ شاعر اسی کی شان میں کہتا ہے:۔

وکعبہ نجران حتم علیک — حتیٰ تناخی بابوابھا!

تزور یزید ارعبد المسیح — وقیسا ھم خیرا ربابھا!

اس کعبہ کی آمدنی دو لاکھ دینار سالانہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دعوت کا خط لکھا تو اس کعبہ کے محافظ و ائمہ مذہب سات آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ آنحضرتؐ نے ان کو مدینہ میں اتارا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی صحابہ نے روکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ ابو حارثہ جو لارڈ بشپ تھا نہایت محترم و فاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اس کو یہ منصب عطا کیا تھا۔ اور اس کیلئے معبد و گرجے بنائے تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف مسائل مذہبی پوچھے اور آپؐ نے ان کا وحی کی رائے سے جواب دیا۔۔۔۔۔

آنحضرت صلعم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے ہو، عیسےٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو آنحضرت نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو یعنی ہم تم دونوں اپنے اہل وعیال لیکر آئیں اور دعا کریں کہ جو شخص جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو

فمن حاجک فیه من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل

جو شخص تم سے جھگڑا کرتا ہے اسکے (بارہ میں) اس کے بعد کہ جو کچھ علم تمہارے پاس آچکا ہے اس سے کہدو کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو، ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو پھر مباہلہ کرو۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ٥ کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمہ، علی اور حضرت امام حسن و حسین علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیکر مباہلہ کیلئے نکلے تو خود ان کی جماعت میں سے ایک شخص نے رائے دی کہ مباہلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کیلئے تباہ ہو جائیں گے۔ غرض ان لوگوں نے سالانہ خراج قبول کر کے صلح کر لی۔

(شبلی نعمانی سیرۃ النبی)

(۲) محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے۔

حضرت صلعم خود از حجرہ شریف بیروں آمدہ حسین ابن علی را در زیر بغل و دست حسن را گرفتہ و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما در عقب آنحضرت صلعم و علی مرتضیٰ در عقب فاطمہ و با ایشاں فرمود چوں من دعا کنم شما آمین بگوئید سبحان اللہ چہ وقت و حالت است و چہ شاہد و مشہود۔

جناب رسالت مآب صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ حسین ابن علی کو گود میں لئے ہوئے تھے حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ کے پیچھے فاطمہ زہرا اور ان کے پیچھے علی مرتضیٰ تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا سبحان اللہ کیسا اچھا وقت و حالت تھی اور کیسے اچھے شاہد و مشہود تھے

(۳) صحیح مسلم، صحیح ترمذی، خصائص نسائی، مسند احمد ابن حنبل نے باسناد لکھا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص لما نزلت ھذہ الآیۃ فقال تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم علیاً و فاطمہ و حسناً و حسیناً فقال اللھم ھٰؤلاء اھلبیتی

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کہ اے محمد کہو جھگڑا کرنے والوں سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنی جان اور تمہاری جانوں کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت بھیجیں جھوٹوں پر) نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے علی فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا اے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(۴) روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۰۱

رسول اللہ نامہ بر ترسایان نجران نوشتہ ایشاں را باسلام دعوت فرمود نصاریٰ

پیغمبر اسلام نے نصاریٰ نجران کو ایک خط لکھا اور انکو دعوت اسلام دی نصاریٰ نے

نصاری بعد از مشاورت از میان قوم چهارده
کس اختیار کرده بمدینه فرستادند عبدالمسیح
امیر و صاحب مشورت و فرمانروای نصاری
نجران بود و دیگری صاحب رجال و پناه
و مجمع ایشان بود بایلیم و ملقب به سید و
دیگری ابوالحارث بن علقمه که صاحب
مدارس و عالم آن جماعت و در میان ترسایان
شرف و منزلت بسیار داشت و ملوک
روم بجهت وی کنیسا بنا کرده۔

باہم مشورہ کرکے چودہ افراد کو منتخب کرکے
مدینہ میں بھیجا۔ عبدالمسیح ان کا سردار تھا۔
ان کے کاموں میں ان کا مشیر تھا اور ان کا حاکم
تھا دوسرا حاکم و پناہ دہندہ تھا۔ ان کا نام
الیم اور اس کا لقب سید تھا۔ تیسرا ابوالحارث
بن علقمہ تھا جو ان کے مدارس کا نگران اور
اس جماعت کا عالم تھا۔ اور نہایت بزرگی
و کرامت رکھتا تھا شاہان روم نے اس کے
لئے گرجا و کلیسا بنایا تھا۔

۲ حضرت عناد و تمرد ترسایان مشاهده کرده
فرمود بیائید تا مباہلہ کنیم یعنی درباره هم دگر
دعا کنیم که لعنت خدا عزوجل بر اہل افک و افترا
باد ....

۲ پیغمبر اسلام نے عیسائیوں کی سرکشی و دشمنی
کو ملاحظہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ آؤ ہم اور تم
باہم مباہلہ کریں کہ خدا کی جھوٹوں پر لعنت ہو
....

۳ روز دیگر صباح وفد نجران متوجه منزل
مقدس شدند و دراں حین حضرت ختمی پناه از
حجره ہمایوں بیروں آمده دست حسن ابن علی
را در دست و حسین ابن علی در بغل داشت
و علی و فاطمه در عقب او قدم می گزاردند و
رسول الله بایشاں می فرمود چوں من دعا
کنم شما آمین گوئید۔ محشر نصاری که پنج کس
بدیں ہیئت دیده و حدیث دعا و آمین استماع
نموده خوف و رعب بر ضمائر ایشاں استیلاء
یافته ابوالحارث که عالم و صاحب مدارس
ایشاں بود گفت اے یاران روئے چند
می بینیم که اگر خواہد کوه را از مقام خود زائل

۳ دوسرے روز بوقت صبح وفد نجران پیغمبر
اسلام کے مکان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس
وقت پیغمبر اسلام اپنے حجرے سے باہر تشریف
لائے۔ حسن ابن علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے
تھے حسین ابن علی کو گود میں لئے ہوئے تھے
اپنے پیچھے فاطمہ اور اس کے پیچھے علی ابن ابی طالب
کو لئے ہوئے تھے اور آپ ان سے فرما رہے
تھے کہ جب میں دعا کروں تم آمین کہنا۔ جب
ان پانچ کو اس انداز سے جماعت نصاریٰ نے
دیکھا اور پیغمبر کے دعا کرنے اور آمین کہنے کا تذکرہ
سنا۔ پس ان کے دلوں پر خوف و رعب اسلام
چھا گیا۔ ابوالحارث جو ان کے مدارس کا معلم

گرداند البتہ چناں کنید و خلیفہ آنکہ با و مباہلہ نمائید والا در ہلاک و بوار خود سعی نمودہ باشید و مرا عقیدہ آنست کہ اگر با وے مباہلہ کنید یک ترسا در ربع مسکوں زندہ نماند (ترسایان بہ رسول گفتند) با تو صلح می کنیم کہ ہر سال دو ہزار حلہ در ماہ صفر و ہزار در ماہ رجب کہ قیمت ہر یک حلہ چہل درم باشد بدہیم مشروط آنکہ ما تثبیت بدین خویش ورزیم و در امان تو زندگانی کنیم حضرت بایں مصالحہ رضا دادہ۔

اعلیٰ اور ان کا عالم دین تھا۔ اس نے کہا اے یاروں میں چند ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ چاہیں تو پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیں لہذا بہتر یہی ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو گویا ہم نے خود اپنے آپ کو ہلاک و برباد کر ڈالا۔ گویا ایک عیسائی بھی تمام روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ عیسائیوں نے پیغمبر اسلام سے عرض کیا کہ ہم آپ سے صلح چاہتے ہیں اور ہر سال ماہ صفر میں دو ہزار لباس اور ایک ہزار لباس ماہ رجب میں ادا کریں گے اور ہر لباس کی قیمت چالیس درہم ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے دین کے مراسم ادا کرتے رہیں گے اور تمہاری امان میں زندگی گذاریں گے پیغمبر اسلام نے اس شرط کو منظور کر کے صلح پر اظہار رضا مندی کیا۔۔۔۔

(۵) ص۱۷۱ روضۃ الصفا ء

اسقف نجران بخانہ خود رسیدہ بفرمودہ رسول مسلمان شدم وقال فی کشف الغمہ عن عائشہ ان رسول اللّٰہ خرج و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم فاطمۃ ثم علی قال انما یرید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت و یطہرکم تطہیرا۔

نجران کے عیسائیوں کا بشپ جب اپنے مکان پر پہنچا ہدایات پیغمبر اسلام کی وجہ کو مسلمان ہو گیا۔ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر اسلام باہر تشریف لے گئے اس وقت آپ سیاہ بالوں کی سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھے اس وقت حسن آئے اور اس چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر حسین آئے وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر فاطمہ آئیں اور علی آئے تو پیغمبر اسلام نے فرمایا۔ آیت۔ یقیناً خدا نے اے اہل بیت رسول ہر گندگی کو تم سے الگ کر دیا ہے اور تم کو ایسا طاہر کر دیا ہے جیسے طاہر کرنے کا حق ہے۔

تاریخی حوالہ جات سابقہ سے واضح ہو گیا کہ ۹ھ میں اطراف و اکناف کے قبائل حکومتوں کے وفود کی

خدمت پیغمبر اسلام میں آتے تھے اور خود مسلمان ہوئے تھے اور پیغامات اسلام و آیات قرآن کو ہمراہ لے جاکر
اپنے اہل وطن کو بھی دعوت اسلام دیتے تھے اور وہ بھی مسلمان ہو جاتے تھے۔ میں نے چند وفود کی کیفیت مختصر
لکھی ہے۔ اور اس سے زیادہ کی گنجائش میری اس کتاب میں نہیں ہے۔ کیونکہ میرا مقصد صرف واقعات کا
جمع کرنا نہیں ہے۔ بلکہ واقعات کی روشنی میں یہ واضح کرنا ہے کہ پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کے کیا
اثرات کیونکر روز افزوں ہوتے گئے۔ اور یہ حکمت پیغمبر اسلام بلحاظ نتائج عمل کے کسقدر دیرپا اور موثر و عالمگیر
ہوتی گئی۔ ان وفود کی آمد یہ مسئلہ صاف کردیتی ہے کہ جن مقامات سے یہ وفود آتے تھے۔ ان مقامات و علاقوں
میں اسلام بعہد پیغمبر اسلام شائع ہو چکا تھا۔۔

اب تاریخ سے اس امر کا پتہ لگا لینا کہ مختلف مقامات پر اور ملکوں میں بعد رسول کتنی تعداد مسلمانوں کی
ہوگئی تھی دشوار تو ہے مگر ممکن ہے۔ بہر حال یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ بعد پیغمبر اسلام اشاعت اسلام ایک
سیلاب کی مانند بڑھتا ہی جارہا تھا۔ اور ہدایات پیغمبر اسلام کا آفتاب اپنی طولانی و درخشاں شعاعوں
میں تمام عالم کو لے چکا تھا۔ جتنا جتنا وقت گذرتا گیا آفتاب رسالت کی درخشانی و تابندگی بڑھتی ہی گئی۔
اور آج ۱۹۶۵ء میں روئے زمین کا ہر قطعہ پیغام اسلام سے باخبر ہے اور ہر خطہ ارض میں اسلام کے جاں نثار
موجود پائے جاتے ہیں۔ اور اس رفتار سے یہ امر یقینی ہو جاتا ہے کہ ایک دن مستقبل قریب میں تمام
انسانوں کو اصول اسلام اپنانے ہی پڑیں گے۔

ان وفود کی آمد اور ان کے حالات سے جو کچھ مترشح ہوتا تھا اس کے بارہ میں تو میں نے کچھ لکھا مگر
یہ آخری وفد۔ وفد نصارائے نجران خصوصیات تاریخی پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کی انتہائی
رواداری، تحمل، عفو اور حکمت بالغہ کو ظاہر کرتا ہے۔۔

کتب تاریخی میں لکھا ہے کہ وفد نصارائے نجران کے ارکان اپنی طاقت و دولت علمیت میں اپنا ثانی
کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے اپنی زعم میں پیغمبر اسلام کے سامنے پہنچ کر بے ادبانہ انداز اختیار
کیا ہٹ دھرمی و حرکات احمقانہ و مفسدانہ اختیار کرلیں اور آخر مناظرہ تک نوبت پہنچی۔ دوسری حکومت
ہوتی یا کوئی دوسرا شخص پیغمبر اسلام کی مانند صاحب حکومت و صاحب فوج و لشکر و فاتح عرب ہوتا تو
چشم زدن میں ان ارکان کی گردن مارنے کا حکم دے دیتا تاکہ رعب شاہی کی اشاعت ہو اور بے ادبانہ
حرکت کرنے کی کسی دوسرے کو ہمت و جرأت نہ ہو۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری کے سامنے یہ معاملہ تھا
کہ اس وقت کی سختی کا نتیجہ رعب وقتی تو ہوگا۔ مگر قیامت تک کے باقی رہنے والے دین کیلئے تو ایسے
انداز حکمت کو اختیار کرنا چاہیئے۔ جو قلوب پہ فتح ابدی حاصل ہونے کا ذریعہ ہو۔ لہٰذا آپ نے ان

منظور ارکان وفد نجران سے کہہ دیا کہ اگر تم علمی مسائل کو نہیں سمجھتے ہو اور اپنی ضد پر اصرار کر رہے تو پھر دربار خدا میں آکر مباہلہ کر و۔ پیغمبر اسلام کا یہ مسئلہ مباہلہ پیش کرنا بادی النظر میں معمولی معاملہ نظر آتا ہے مگر پیغمبر نے ان ارباب علوم مذہب نصاریٰ کو اس امر پر راضی کر لیا گویا پیغمبر اسلام کو علمی فتح اسی وقت حاصل ہو گئی۔

(ا) کیونکہ یہ طے ہوا کہ پیغمبر اسلام اپنے عزیز ترین افراد خاندان کو ہمراہ لیکر میدان میں آئیں اور نصاریٰ اپنے عزیز ترین افراد کو میدان میں لائیں یہ دونوں جماعتیں بوقت صبح آئیں اور اس میدان کو درگاہ خداوندی تصور کریں اور اس میں آکر ایک دوسرے پر خدا کی لعنت بھیجیں۔ نصاریٰ کا یہ شرط ماننا ہی گویا ان کی ہار ہو گئی۔ کیونکہ۔

(و) دونوں جماعتوں کی پیشی پیش خدا ہوئی — اقرار توحید ہو گیا۔

(ب) اپنا فیصلہ ہر دونوں جماعتوں نے خدا سے چاہا — خدا واحد کو حاکم تسلیم کیا گیا۔

(ج) خدا کی لعنت جھوٹوں کو برباد کر سکتی ہے — عدالت خدا ثابت ہوئی

(د) خدا کے سامنے صرف میدان میں جانا — ابطال صنم پرستی ہو گیا۔

جب نصاریٰ کے عالموں نے اپنی قوم سے کہا کہ پیغمبر اسلام سے مباہلہ نہ کرو کیونکہ ان کے ساتھ جو افراد ہیں ان کے چہرے یہ بتاتے ہیں کہ اگر یہ قوم نصاریٰ کیلئے بددعا کریں گے تو تمام روئے زمین کے نصاریٰ قیامت تک کیلئے فنا ہو جائیں گے۔ پیغمبر اسلام کے انداز روانگی اور انداز رفاقت سے یہ امر واضح ہو گیا کہ آپ نے گویا نصاریٰ سے اس بات کا بھی اقرار لے لیا کہ محمد کے بعد اگر صاحبان روحانیت وذوات مقدسہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف یہ اولاد رسول کیونکہ ان کی بددعا و دعا مشیت الٰہی و رضائے الٰہی کی مالک ہے۔ نصاریٰ نے تو گویا انداز پیغمبر سے وصایت رسول کا بھی علم حاصل کر لیا۔ اور اسی کام سے پیغمبر اسلام نے دوسرا مقصد یہ حاصل کیا کہ ۹ھ میں جو پیغمبر اسلام کی تبلیغات کا آخری حصہ تھا۔ امت مسلمہ پر یہ واضح ہو جائے کہ میرے بعد میرے دین کی حفاظت حقیقی یہی کر سکتے ہیں۔ جو میری موجودگی میں بھی میرے مددگار حقیقی ہیں۔ جہاں تمام افراد اور مسلمان عاجز نظر آئیں گے اور ان کے کئے کچھ کام نہ بن سکے گا۔ تو اس وقت جب وہ میری اولاد کو رہبر بنائیں گے تو کامیابی یقینی ہو گی۔ لہٰذا اس وقت پیغمبر اسلام نے اپنے اوصیا کو بھی اپنی امت کو پہنچوا دیا اور خود کو بھی متعارف کرا دیا۔

حکمت وتدبیر پیغمبر اسلام خدا کو بھی اسقدر پسند آئی کہ اس نے بھی ان الفاظ میں پیغمبر اسلام کی

تائید کی۔

فمن حاجّک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۝ (قرآن مجید)

جو شخص تمہارے ساتھ خداداد علم کے بعد بھی تم سے جھگڑتا ہے۔ بس اے پیغمبر تم ان سے کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم تم باہم مباہلہ کریں اور جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

کتب سیر و تاریخ میں سے واقعات مباہلہ کو لکھا۔ مگر جو روشنی آیات ربانی نے اس واقعہ پر ڈالی ہے وہ کسی حدیث و تاریخ سے پیدا نہیں ہوئی۔ آپ غور فرمائیں کہ اصناف و طبقات انسانیت کی چند ہی محدود صورتیں ہیں۔ اول تو باپ اور بیٹا دوئم مرد و عورت سوئم وہ احباب و رفیق کار جو بمنزلہ جان کے ہوں۔ چہارم باپ اور بیٹی۔ قرآن نے اس امر کی تصدیق کی کہ پیغمبر اسلام نے تمام مسلمانوں کے سامنے اور نیز نصارائے نجران کے سامنے پیام خدا کی صداقت اپنی نبوت کی صداقت اپنی بیٹی کی صداقت اپنے بیٹوں کی صداقت اور اپنے رفیق کار علی کی صداقت کا اپنے طور پر اعلان کیا جس سے بہتر موقع دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔

چونکہ قرآن میں خدا کا عام پیغام تھا کہ در آیہ

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

ترجمہ:۔ اے مومنو خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

پیغمبر اسلام نے جہاں دیگر تمام احکامات ربانی کو اعلیٰ طریقہ پر پہنچایا تھا وہاں عملی انداز میں قرآن کے اس حکم کو بھی بیک وقت کافرین و مسلمین کو پہنچایا۔ اور بتادیا کہ صرف رضائے خداوندی صرف میرے ذریعہ و نیز فاطمہ، علی اور حسن و حسین کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر میں موجود نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک تمہارا ہادی برحق ہوگا۔ اور ان کا قول و فعل تمہاری نجات اُخروی اور فلاح دنیوی کا ذریعہ بنے گا۔

گویا پیغمبر اسلام نے اپنے اس فعل اور اپنی اس بردقت حکمت سے جہاں نصاریٰ پر فتح مبین حاصل کی۔ وہاں اپنی امت کو افتراق و اختلاف آئندہ سے بچنے کیلئے بہترین نمونہ پیش کردیا۔ پیغمبر اسلام نے نصاریٰ کے علما کے سامنے چند افراد خاندان کو پیش کیا۔ اور صرف اتنا کہا کہ ہم ایکدوسرے پر اس طرح لعنت خدا بھیجیں کہ جو جھوٹا ہو اس پر لعنت خدا پڑے۔

نصارائے نجران کے علما کو اپنی صداقت و روحانیت پر ناز تھا۔ لیکن وہ سب ان صادقین آل محمد

کے چہرے دیکھتے ہی معترف ہو گئے کہ یہ سب سچے ہیں اور ہم سب جھوٹے ہیں۔ جبھی تو نارسانی اور جزیہ سالانہ دینے کا اقرار کیا جب کفار ان صادقین کی صداقت کا اقرار کر چکے تو پھر اہل اسلام کو تو ان افراد خاندان رسول کی صداقت پر کبھی بھی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یہ تھی پیغمبر اسلام کی حکمت جس میں گوناگوں فوائد مضمر تھے۔

حکمت ششم حجۃ الوداع سنہ ۱۱ھ فروری سنہ ۶۳۲ء

حسب معمول پہلے حوالہ جات تاریخی کو پیش ناظرین کیا جاتا ہے بعد ازاں استنباط نتائج کئے جائیں گے۔ سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی :-

سال آخر حجۃ الوداع اختتام فرض نبوت ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق فروری سنہ ۶۳۲ء اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح الخ اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آگیا۔ اس لئے شتاب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے ہجرت کے زمانہ سے اب تک فریضہ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ ایک مدت تک تو قریش سدرہ رہے صلح حدیبیہ کے بعد موقعہ ملا لیکن مصالح ملکی اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے۔

بہر حال ذیقعدہ میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلعم بارادہ حج مکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعتاً پھیل گئی۔ اور شرف ہمرکابی کیلئے تمام عرب اُمڈ آیا۔ سنیچر کے دن ذیقعدہ کی ۲۶ تاریخ کو آپ نے غسل فرمایا اور چادر۔ تہمد باندھی۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذو الحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی مضافات ہے۔ یہاں پہنچ کر شب بھر اقامت فرمائی۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک پر عطر لگایا۔ اس کے بعد آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر ناقہ قصوی پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے لبیک لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والملک لک لاشریک لک۔

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے

فتح مکہ میں آپ نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی۔ وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنائی تھیں آنحضرت صلعم ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ شرف میں پہنچ کر غسل فرمایا دوسرے دن اتوار کے روز ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا خاندان بنی ہاشم کے لڑکوں نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے آپ نے فرط محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے کسی کو پیچھے بٹھا لیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا اے خدا اس گھر کو اور عزت اور شرف دے۔ پھر کعبہ کا طواف کیا طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں دوگانہ ادا کیا۔ صفا سے اُتر کر مروہ پر تشریف لائے۔ یہاں بھی دعا اور تہلیل کی۔ اہل عرب ایام حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر آپ نے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے عمرہ تمام کر کے احرام اتار دینے کا حکم دے دیا۔ بعض صحابہ نے گذشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجا آوری میں معذرت کی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔

تاریخ ابن ہشام کی عربی عبارت کا ترجمہ :-

ان رسول اللہ صلعم کان بعث علیاالی نجران . . . . حتی فرغ من الحج ونحر رسول اللہ صلعم عنہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی کو نجران (یمن) کی طرف بھیجا تھا جب وہ وہاں سے لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے حضرت سے مکہ میں ملاقات کی اور جناب فاطمہ کو دیکھا کہ احرام سے نکلنے کی تیاری کر رہی ہیں۔ علی نے کہا اے رسول اللہ کی بیٹی تم نے کیوں احرام کھول دیا ہے۔ فاطمہ نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلعم نے عمرہ کے احرام کے کھولنے کا حکم دیا ہے اسلئے ہم نے احرام کھول دیا ہے۔۔ علی رسول اللہ کے پاس گئے۔ جب سفر کی حالت رسول خدا کے پاس عرض کر چکے۔ تو رسول خدا نے فرمایا جاؤ طواف کر کے اپنے دوستوں کی طرح تم بھی احرام کھول ڈالو۔ علی نے عرض کیا۔ ہم نے احرام باندھتے کے وقت اس طرح نیت کی تھی کہ اے پروردگار جس طرح تیرا نبی تیرا بندہ اور تیرا رسول احرام کھولے گا اسی طرح میں بھی اپنا احرام کھولوں گا۔ رسول خدا نے پوچھا تمہارے پاس قربانی کی کوئی چیز ہے۔ کہا نہیں۔ پس رسول اللہ نے علی کو بھی اپنی قربانی میں شریک کیا۔ اور علی مرتضیٰ بھی

بدستور سابق رسول اللہ کے ساتھ احرام باندھے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ نے حج سے فارغ ہو کر علی کی طرف سے بھی قربانی دی۔

(۳) صحیح مسلم کی اصل عبارت :-

عن جابر قال نحر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ثلاثاً وستین بدنة واعطا علیاً المنحر فنحر ما غبر منها واشرکه فی هدیه ثم امر من کل بدنة ببضعة جعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمها وشربا من مرقها۔

جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تریسٹھ اونٹ قربانی کیلئے اور علی کو برچھا یا نیزہ عطا کیا۔ اور انہوں نے باقی اونٹوں کی قربانی کی اور علی کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ پھر ہر ایک اونٹ میں سے تھوڑا سا گوشت کاٹنے کا حکم دیا پس وہ ایک ہنڈیا میں پکوا کر دونوں صاحبوں نے کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔

(۴) صحیح مسلم کی اصل عبارت :-

عن علی قال امرنی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان اقوم علی بدنه و ان اصدق بلحمها وجلودها وان لا اعطی الجزار منها شیئاً۔

علی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اونٹ کی قربانی کیلئے حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت اور پوست خیرات کر دو اور قصاب کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا جائے۔

(۵) مسند امام احمد بن حنبل و صحیح ترمذی کی اصل عبارت :-

عن علی امرنی رسول الله صلعم ان اضحی عنه ابدا فکان یضحی عنه الی ان استشهد بکبشین املحین ۔

علی سے روایت ہے کہ مجھے رسول خدا نے حکم دیا کہ میں ان کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا رہوں۔ پس علی اپنی شہادت تک مسلسل دو چتلے مینڈھے قربانی کرتے رہے۔

(۶) عبارت محمد ابن شہاب الزہری (جنہوں نے سب سے اول بحکم عمر ابن عبد العزیز حدیث کو مدون کیا)

انما خص علیاً بذلک دون ازواجه واهله لقرابة فکانه صلی الله علیه وآله وسلم فعل بنفسه ۔

رسول اللہ نے اپنے تمام اقارب و ازواج کے علی مرتضیٰ کو اس قربانی کیلئے بوجہ اپنی قرابت قریبہ کے مخصوص کیا ہے اس لئے کہ علی کا قربانی کرنا گویا

خود رسول اللہ کا قربانی فرمانا تھا۔
پیغمبر اسلام اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور اپنے ناقہ ہی پر سے خطبہ دیا۔

(۷) الا کل شیئ من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع۔

ہاں آج جاہلیت کی تمام رسوم اور قاعدے میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔

(۸) لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی فلکم ابناء آدم وآدم من تراب ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوة ارقائکم ارقائکم اطعموهم مما تاکلون والبسوهم مما تلبسون

عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کا وجود خاکی ہے۔ مسلماں مسلماں بھائی ہیں تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں جو خود کھاؤ انکو بھی کھلاؤ جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔

(۹) ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعه بن الحرث (بخاری ومسلم)

جاہلیت کے تمام خون (انتقام خون) باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

(۱۰) وربا الجاهلیة موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب

جاہلیت کے تمام باطل کر دیئے گئے اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبد المطلب کا باطل کرتا ہوں۔

(۱۱) فاتقوا الله فی النساء ان لکم نساء کم حق ولهن علیکم حقا (مسلم بخاری طبری)

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو تمہارا حق عورتوں پر ہے اور عورتوں کا تم پر ہے

(۱۲) ان دماءکم واموالکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا الی یوم تلقون ربکم۔ (بخاری ومسلم)

آج سے تمہارے خون اور اموال ایکدوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور وہ لقائے خدا کے وقت تک حرام رہے۔

(۱۳) لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذا (مسلم)

حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔

(۱۴) الا لا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض و تلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم ۔

ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایکدوسرے کی گردن مارنے لگو۔ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔

(۱۵) اعبدوا ربکم و صلوا خمسکم و صوموا شھرکم و اطیعوا اذا امرکم فدخلوا الجنۃ ربکم ۔ (زاد المعاد)

اپنے رب کی عبادت کرو پانچ وقت کی نمازیں پڑھو ایک ماہ کے روزے رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(۱۶) سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی جلد اوّل ۔

راہ میں ایک مقام خم پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہاں ایک تالاب ہے عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اور اسلئے اس مقام کا نام عام روایتوں میں غدیر خم آتا ہے۔ آپ نے یہاں تمام تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ پڑھا۔

اما بعد الا ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب و انا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی و النور فخذوا کتاب اللہ استمسکوا بہ و اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ۔

حمد و ثناء کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ان میں پہلے خدا کی کتاب ہے۔ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں ...

آخری جملہ کو آپ نے تین بار مکرر فرمایا (مسلم) یہ صحیح مسلم مناقب حضرت علیؑ کی روایت ہے۔ نسائی مسند امام حنبل، ترمذی، طبرانی و طبری اور حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں۔ جن میں حضرت علی کی منقبت ظاہر کی گئی ہے اور ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔ (ترجمہ سیرت النبی جلد اول)

من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ ۔

جس کا میں مولا ہوں پس علی بھی اس کا مولا.. ہے اے خدا تو بھی ولی بن اس کا

جو علی کا ولی ہے اور دشمن بن اس کا جو علی کا دشمن ہے۔

نسائی لکھتے ہیں :-

عن زيد بن ارقم قال لما حج رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة الوداع وعاد قاصد المدينة قام به غدير خم وهو ما بين مكه ومدينة وذالك في اليوم الثالث عشر من ذا الحجة فقال يا ايها الناس اني مسئول وانتم مسئلون هل بلغت - قالوا اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله وقال وانا اشهد مثل ما شهدتم ثم قال ايها الناس قد خلفت عليكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدي كتاب الله واهل بيتي وان اللطيف الخبير اخبرني انهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض وسعة حوضي ما بين بصرة وصنعا عدد آنية عدد النجوم ان الله اسئلكم كيف خلفتموني في كتاب الله واهل بيتي الى آخر الحديث -

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلعم الوداع سے بقصد مدینہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر قیام کیا جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے اس روز ذالحجہ کی تیرھویں تاریخ تھی۔ رسول خدا نے خطاب فرمایا۔ اے لوگو مجھ سے خدا پوچھے گا اور تم سے بھی پوچھے گا کہ آیا میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ تمام لوگوں نے عرض کی ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ میں بھی ایسی ہی گواہی دیتا ہوں جو تم نے گواہی دی ہے۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! میں تم میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے ان دونوں کو مضبوط پکڑ لیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جب تک وہ دونوں حوض پر وارد نہ ہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعا (یمن) تک اس کے جام (پیالے) ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ بہ تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تم نے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

(۱۸) ترمذی شریف کی اصل عبارت :-

عن حذیفه عن ابن اسید الغفاری
عن رسول الله صلعم قال انی اسئلکم
حین تردون علی عن الثقلین فانظروا
کیف تخلفونی فیهما فیهما الثقل
الاکبر کتاب الله عز وجل سبب
طرفه بید الله وطرفه بایدیکم و
استمسکوا به لا تضلوا ولا تبدلوا
وعترتی واهل بیتی وانه قد نبانی
اللطیف الخبیر انهما لن یفترقا
یردا علی الحوض ۔

حذیفہ ابن اسید غفاری سے روایت
کرتے ہیں بہ تحقیق رسول خدا صلعم نے فرمایا
کہ میں تم سے جو بھاری چیزوں کے بارے میں
سوال کرنے والا ہوں جبکہ تم میرے پاس حوض پر
واپس آؤ گے ۔ دیکھوں تم میرے بعد
ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے
ہو ۔ پہلی بڑی چیز تو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے
جس کی رسی کا ایک سرا تمہارے خدا کے
ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں
میں ہے ۔ تم اس کو مضبوط پکڑو تو تم گمراہ
نہ ہو گے اور نہ تم بدلو گے دوسرے میری عترت
واہل بیت ہے مجھے خدائے لطیف وخبیر
نے خبر دی ہے کہ وہ ایکدوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض پر وارد
نہ ہوں ۔۔۔

(۱۹) مسند امام احمد بن حنبل کی اصل عبارت :-

عن البراء بن عازب قال کنا مع رسول
الله فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنودی
منادِ الصلوٰة جامعة وکسح لرسول
الله صلعم تحت شجرتین فصلی الظهر
واخذ بید علی رضی الله تعالیٰ عنه
فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین
من انفسهم قالوا بلی قال الستم تعلمون
انی اولی بکل مومن من نفسه قالوا
بلی فقال من کنت مولاه فعلی مولاه
اللهم وال من والاه وعاد من

براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم
لوگ رسول خدا صلعم کے ہمراہ سفر میں تھے
جب غدیر خم میں وارد ہوئے تو منادی
نے ندا کی کہ اے الصلوٰة الجامعة اور
رسول خدا کے لئے درختوں کے نیچے زمین
صاف کی گئی پس آنحضرت صلعم نے نماز ظہر
ادا فرمائی اس کے بعد علی ابن ابی طالب کا
ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو خطاب فرمایا کہ اے
لوگو! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں مومنوں
کیلئے ان کے نفوس سے اولیٰ ہوں سب نے

عاداہ قال فلقیہ عمر ابن الخطاب بعد ذلک نقال لہ ھنیا لک یا بن ابی طالب اصبحت و امسیت مولا کل مومن و مومنۃ ۔

کہا بیشک! پھر آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اس کے نفس سے اولیٰ ہوں۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہر مومن کیلئے اس کے نفس سے اولیٰ ہیں تب آپؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ الٰہی دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اس کے بعد عمر ابن خطاب کی ملاقات علی سے ہوئی تو کہا کہ مبارک ہو تمہیں علی ابن ابی طالب تم کو کہ آج تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوئے۔

(۲۰) اصابہ میں ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے :-

اخرج البغوی وقال فی کنز العمال اخرج ابن ابی شیبہ وابوداؤد الطیالسی والبیھیقی عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ سوداء اطرق طرفیہا علی منکبی

ابن حجر اصابہ بروایت بغوی اور کنز العمال میں بروایت ابن ابی شیبہ وابوداؤد طیالسی و بیہیقی نے علی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اس کے دو کنارے میرے کاندھوں پر ڈال دیئے۔

(۲۱) علامہ علی بن برہان الدین شافعی لسان العیون فی سیرت الامین والمامون میں لکھتے ہیں :-

وکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامۃ تسمی السحاب کساھا علی ابن ابی طالب بغدیر خم فکان ربما اطلع علیہ علی فیقول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتاکم علی فی السحاب یعنی امامۃ التی وھب لہ ۔

رسول اللہ کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا۔ حضرت صلعم نے وہ عمامہ بروز غدیر خم علی ابن ابی طالب کے سر پہ باندھا تھا۔ جب کبھی علی اس عمامہ کو باندھے ہوئے خدمت رسول میں آتے تھے تو آپ لوگوں سے فرماتے تھے کہ دیکھو علی سحاب میں تمہارے پاس آرہے ہیں یعنی اسی عمامہ کو باندھے ہوئے جو انہیں عطا ہوا تھا۔

(۲۲) اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۳۹۸ :-

(۱) علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں تعداد مسلمین جو غدیر خم میں موجود تھے ایک لاکھ چالیس ہزار

بتاتے ہیں۔

(ب) فقیہ ابن المغازلی مناقب میں علامہ ابراہیم النطری کتاب الخصائص العلویہ میں علامہ صالح اپنی کتاب المناقب میں اور علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہیں:۔

عن مجاھد عن ابو ھریرۃ قال من صام ثمانیہ عشر من ذالحجۃ کتب لہ صیام ستین شھرا وھو یوم غدیر خم لما اخذ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علی ابی طالب فقال الست اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی یارسول اللہ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر ابن الخطاب بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی ومولیٰ کل مومن ومومنۃ فانزل اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ٥

مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اٹھارویں ذالحجہ کو روزہ رکھے اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ وہ غدیر خم کا دن ہے جبکہ رسول خدا صلعم نے علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا۔ کہ میں مومنوں کیلئے ان کے نفسوں سے اولیٰ ہوں۔ حاضرین نے عرض کیا بیشک یارسول اللہ۔ پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں عمر ابن الخطاب نے کہا مبارک ہو تم کو اے علی ابن ابی طالب تم آج میرے اور کل مومنین و مومنات کے مولا ہوئے

پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر کامل کر دیا اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوا۔

(ج) دربار رسالت کے ملک الشعراء حسان بن ثابت نے مدح علی میں قصیدہ کہا۔ جس کو

(۱) امام ابوبکر ابن مردویہ نے "مناقب" میں۔

(۲) حافظ ابونعیم نے "ما نزل فی القرآن فی العلی" میں۔

(۳) اخطب خوارزمی نے "مناقب" میں۔

(۴) سبط ابن جوزی نے "تذکرہ خواص الامہ" میں۔

(۵) امام سیوطی نے اپنی کتاب "بازھار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار" میں۔

(۶) محمد بن یوسف الگنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں ۔
(۷) امام حموینی نے فرائد السمطین میں ۔
(۸) علامہ ابراہیم النطنزی نے خصائص العلویہ میں لکھا ہے نقل کیا ہے ۔
(د) ارجح المطالب جلد اول ص۲۰۶ مطبوعہ لاہور ۔

عن ابو سعید الخدری قال لما قال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ بغدیر خم قال حسان بن ثابت اتاذن یا رسول اللہ صلعم قال برکۃ اللہ فقال حسان یا معشر القریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلعم فقال ۔

ینادیہم یوم الغدیر نبیہم
بخم واسمع بالرسول منادیا
وقال فمن مولاکم و ولیکم؟
فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
الٰہک مولانا وانت ولینا
ولن تجدن فی ذالک الیوم عاصیا
فقال لہ قم یا علی فاننی
رضیتک من بعدی اماما وھادیا
فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ
فکونوا لہ انصار صدق موالیا
ھناک دعا اللھم وال ولیہ
وکن للذی عاد علیا معادیا
فخص بھا دون البریۃ کلھا
وسماہ الوزیر المواخیا

ابو سعید خدری کہتے ہیں جب رسول خدا صلعم نے غدیر خم کے مقام میں ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ حسان بن ثابت نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت ہے کہ میں چند شعر پڑھوں۔ آپ نے فرمایا خدا کی برکت سے کہو۔ حسان بن ثابت نے کہا اے قریش کے لوگو رسول اللہ کی گواہی کو سن رکھو پھر یہ اشعار پڑھے۔

ان کے پیغمبر نے ان کو غدیر خم کے دن پکارا اور رسول خدا صلعم نے کہا اچھی منادی کی اور فرمایا کہ تمہارا کون مولا ہے اور ولی ہے ان لوگوں نے جو سرکشی نہیں کرتے تھے عرض کیا اے رسول تمہارا خدا . . . . مولا ہے اور تم ہمارے ولی ہو اور آج سے آپ ہمکو ہرگز نافرمان نہ پائیں گے پس فرمایا رسول خدا نے کہ اے علی اٹھ کھڑے ہو بے شبہ میں نے تم کو اپنے بعد امام اور ہادی پسند کیا ہے ۔ پس جسکا میں مولاہ ہوں اسکا یہ علی مولا ہے تم لوگ اس کے سچے مددگار و ناصر بنجاؤ وہیں آپ نے دعا کی کہ بار الہا علی کے دوست کو دوست رکھ اور علی کے دشمن کو دشمن رکھ تمام لوگوں میں علی کو اس خصوصیت کیساتھ

مخصوص کیا اور ان کا نام وزیر اور بھائیؑ رکھا۔

(۲۵) روضۃ الصفا جلد دوم حجۃ الوداع ص ۱۸۳ ء

(۱) حضرت مقدس نبوی از مناسک حج فارغ گشت چند روزے در مکہ شریف امامت نمود و عنانِ عزیمت بجانب مدینہ مکرمہ معطوف گردانید بعد از قطع منازل بغدیر خم کہ از نواحی جحفہ است رسیدہ دراں مرحلہ نزول فرمود و دراں موضع نمازِ پیشین گذاردہ روئے باصحاب آورد و فرمود ۔

الست اولی بالمومنین من انفسہم

آیا نیستم من اولی بمومناں از نفسہائے ایشاں و بقولے فرمود کہ گویا مرا لعالم لقا استدعا نمودند و من اجابت کردم معلوم شما باد کہ من درمیان شما دو امرِ عظیم می گزارم کہ یکے از دیگرے اعظم است قرآن و اہل بیت من بہ بینید کہ بعد از من چگونہ و بچہ کیفیت باآں دو امر سلوک خواہید کرد و رعایت آں دو امر بچہ نوع بجائی خواہید آورد و آں دو امر از ہم متفرق نخواہد گشت تا در کنارِ حوض کوثر کہ بمن رسند بعد ازاں بزبان معجز بیان گزرانید بدرستیکہ خدائے تعالیٰ مولائے منست و من مولائے مومناں آں گاہ دستِ علی را گرفتہ فرمود ۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من ولاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل

(۱)

پیغمبر اسلام مناسب حج سے فارغ ہوئے تو چند روز تک مکہ میں قیام فرمایا پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعد قطع منازل مقام غدیر خم جو نواحی جحفہ میں ہے پر پہنچے۔ وہاں قیام فرمایا اور نماز ظہر ادا کی اور اصحاب کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا۔

کیا میں مومنین کا ان کے نفوس سے اولیٰ و برتر نہیں ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو عالم لقا کی طرف بلایا گیا ہے۔ اور میں نے قبول کر لیا ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک شئے دوسری شئے سے عظیم تر ہے۔ قرآن اور اہل بیت دیکھو میرے بعد تم کیونکر اور کس طرح ان دونوں چیزوں کے ساتھ سلوک و عمل کرتے ہو۔ اور ان کی رعایت حقوق کس طرح کرو گے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے متفرق نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پہنچ جائیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یقیناً خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔ اس وقت علی ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

میں جس کا مولا ہوں علی اس کا مولا ہے۔ اے خدا .... دوست رہ اس کا جو

من خذله والغض من لغض ودار الحق معه حیث کان -

جو اس کا دوست رہے۔ اور دشمن رکھ اسکو جو اس کا دشمن بنے اور ترک کردے اس کو جو اس کو ترک کردے۔ اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور پھیر دے حق کو جدھر علی پھرے (یعنی حق ہمیشہ علی کے ساتھ رہے۔)

(ب) حضرت مقدس نبوی در وقت مراجعت از مکہ چوں بغدیر خم رسید فرمود تا از درختان آں موضع را صفا دادند و پالانہا شتراں را جمع نمودہ بر یکدیگر نہادند آنگاہ باشارت آنحضرت بلال موذن ندا کرد کہ الصلوٰۃ الجامعہ و بروایتے ندا کرد کہ حی علی خیر العمل خلق مجتمع گشتہ رسول اللہ بر بالائے آں پالانہا بر آمد و علی نیز بامر آنسرور براں موضع بر آمدہ در پہلوئے راست او بالستاد و حضرت ختمی پناہ زباں خجستہ بشکر وسپاس حضرت عزت کشود و خلائق را نصیحت فرمود و از مرگ خویش ایشاں را خبر دادہ فرمود کہ مرا بدار البقاء می خوانند و زود باشد کہ اجابت کنم و از میان شما بیروں روم و درمیان شما دو چیزی گذارم کہ اگر دست براں زنید گمراہ نشوید و آں دو چیز کتاب خدا است و عترت من و ایں ہر دو از یک دگر جدا نشوند تا بر لب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود کہ اے گروہ مردم کیست اولی بشما از نفسہائے شما مجموع جواب دادند کہ خدائے عزوجل و رسول او۔ فرمود کہ ہر کہ

پیغمبر اسلام مکہ سے واپسی کے وقت جب مقام غدیر خم پہنچے تو حکم دیا کہ میدان کو جھاڑیوں سے صاف کر دو۔ اور پھر اونٹوں کے کجاووں کو جمع کیا اور ایک دوسرے پر رکھا اور پھر بلال موذن نے بحکم پیغمبر خدا ندا کی الصلوٰۃ الجامعہ یا بروایتے حی علی خیر العمل۔ تمام اصحاب جمع ہو گئے۔ پیغمبر اسلام ان کجاووں کے اوپر چڑھ گئے اور علی بھی بحکم پیغمبر اسلام پالانوں پر چڑھ گئے اور پیغمبر اسلام کے داہنی جانب کھڑے ہو گئے۔ پیغمبر اسلام نے حمد خدا کی اور اصحاب کو وعظ کیا۔ اپنی وفات کی خبر دی۔ فرمایا کہ مجھ کو دار بقا کی طرف بلایا گیا ہے۔ جلد ہو گا کہ میں قبول کروں گا اور تم میں سے چلا جاؤں گا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہوں۔ اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب خدا اور میری عترت ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتی کہ لب کوثر مجھ تک پہنچیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو تمہاری جانوں سے زیادہ کون تم پر اولی د بر تر ہے

من جدو اولی ام از نفس او علی بدو اولی است از نفس او دوست علی را گرفته از پالا تہلائے شتر برداشت چنانچہ قدم امیر بر سر زانوے پیغمبر رسید و فرمود کہ من مولائی اویم علی مولائے اوست بار خدایا دوست دار آنرا کہ اورا دوست دارد اورا دشمن دار آنرا کہ اورا دشمن دارد و یاری دہ آنکس راکہ اورا یاری دہد و مخذول گردان آنکس راکہ اورا مخذول دارد و فرو گذار پس فرود آمد و در خیمہ خاص بہ نشست و فرمود کہ امیرالمومنین علی در خیمہ دیگر بہ نشیند بعد ازاں طبقات خلائق را امر کرد کہ بہ خیمہ علی رفتند و زبان بہ تہنیت کشادند و چوں مردم ازیں امر فارغ شدند امہات بہ فرمودہ خواجہ کائنات نزد علی رفتہ اورا تہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمر ابن الخطاب گفت خوشا حال تو اے علی کہ صباح کردی مولائے من و مولائے جمیع مومنین و مومنات۔

تمام اصحاب نے عرض کیا کہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کا رسول۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جسکی نفس سے میں برتر اور اولیٰ ہوں اس کی نفس سے علی بھی برتر اور اولیٰ ہے۔ اور علی کا ہاتھ پکڑ کر کجاووں پر سے اٹھا لیا یہاں تک کہ علی کے قدم پیغمبر اسلام کے زانو تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے خدا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھتا ہے۔ اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اسکو جو اس کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام اتر آئے اور ایک خاص خیمہ میں تشریف فرما ہوئے اور حکم دیا کہ علی دوسرے خیمہ میں بیٹھ جائیں اس کے بعد تمام اصحاب و حاضرین کو حکم دیا تو تمام لوگ علی کے خیمہ میں گئے اور علی کو مبارکباد دی۔ جب لوگ اس مبارکباد سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اپنی ازواج کو حکم دیا وہ بھی علی کے خیمہ میں گئیں اور انہوں نے بھی مبارکباد دی اور عمر ابن خطاب بھی علی کے خیمہ میں گئے اور کہا اے علی خوشا حال تمہارا کہ تم نے صبح کی ایسی حالت میں کہ تم میرے مولا اور تمام مومنین کے مولا ہو گئے اور مومنات کے بھی مولا ہو گئے۔

(۲۶) ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم کتاب الاعتصام باب کتاب و سنت کو مضبوط پکڑنے کا بیان :-

(۲۱۳۰) طارق بن شہاب کہتے ہیں یہودیوں میں سے ایک شخص نے حضرت عمر سے کہا کہ اے امیرالمومنین اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوتی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ہ تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں

میں جانتا ہوں جس دن کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے جمعہ کے دن عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے۔
(بخاری کہتے ہیں) سفیان نے مسعر سے اور مسعر نے قیس سے اور قیس نے طارق سے سنا ہے۔
پیغمبر اسلام کے حجۃ الوداع کے بارہ میں کتب مستند کے حوالجات پیش ناظرین کئے گئے۔ با فہم افراد خود سمجھ سکتے ہیں کہ از ابتدا تا انتہا اس سفر میں پیغمبر اسلام کے ہر قول و فعل میں حکمتیں مضمر تھیں اور یہ حکمتیں اتنی اہم تھیں جو خلاصۂ تبلیغ اسلام کہی جا سکتی ہیں۔ مختصراً ان کے افادی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اول واقعات تاریخی کا خلاصہ پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔ تاکہ نتائج کے حاصل کرنے میں سہولت و آسانی ہو:-

(۱) بقول شبلی نعمانی کے پیغمبر اسلام کو حجۃ الوداع کے ارادہ سے قبل یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا وقت وفات بہت قریب ہے

(۲) بقول شبلی نعمانی مصالح ملکی اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے

(۳) ذلیقعدہ میں اعلان ہوا کہ پیغمبر اسلام حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں یہ خبر دفعتاً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کیلئے تمام عرب امنڈ آیا۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔

(۴) علی ابن ابی طالب یمن گئے ہوئے تھے۔ مکہ میں پیغمبر اسلام کے شریک حج ہوئے اور پیغمبر اسلام نے ان کو اپنی قربانی میں شامل فرمایا۔

(۵) پیغمبر اسلام نے موقعہ حج پر تمام مسلمین کو مناسک حج سکھائے اور احکام ربانی کی تعلیم دی۔

(۶) حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر خم میں ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان شریک تھے۔

(۷) غدیر خم میں پیغمبر اسلام نے اونٹوں کے کجاووں کا ممبر بنایا اور اہل اسلام کو طولانی خطبہ دیا اور علی ابن ابی طالب کو اپنا قائم مقام اور وصی مقرر فرمایا۔

(۸) پیغمبر اسلام نے حسان بن ثابت سے ولایت و وصایت علی کے بارہ میں قصیدہ سنا اور دعائے برکت دی۔

(۹) پیغمبر اسلام نے مخصوص طریقہ پر خیمہ نصب کرائے۔ مسلمان مردوں عورتوں کو حکم دیا کہ وہ فرداً فرداً علی کو مبارکباد دیں۔

(۱۰) عمر ابن خطاب نے مخصوص طور پر علی کو مبارکباد دی اور یہ بھی (بموجب حدیث صحیح بخاری) یہودیوں کے جواب میں ظاہر کر دیا کہ آیت الیوم اکملت لکم الخ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ پیغمبر اسلام از آدم تا عیسیٰ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے علوم کے وارث تھے۔ اسرار ربانی و توحید سبحانی کے رازدار و مبلغ تھے۔ علوم کن فکان کے عالم اور مشیت خداوندی کے کارکن تھے۔ صفات جمالیہ و جلالیہ خداوندی کے مظہر کامل تھے۔ خاتم النبیین تھے اور علوم ظاہر و باطن کے واقف۔ پیغمبر اسلام ایک ایسے پیغام کے مبلغ تھے جس کے پہنچانے میں صدیوں کی مدتیں۔ اور صدہا نبیوں پیغمبروں اور وصیوں کی کوششیں ناکام رہی تھیں۔ لاکھوں اللہ کے جاں نثاروں نے اس راہ میں جانیں دی تھیں۔ تکلیفیں اٹھائی تھیں اپنی ہستیوں کو فنا کیا تھا۔ مگر کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ علاوہ بریں پیغمبر اسلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ سابقہ مساعی انبیاء و اوصیاء تو ضائع ہوگئیں تو کیے بعد دیگرے پیغام خدا کو بعد کے آنے والے پہنچاتے رہے۔

لیکن میرے بعد سلسلہ نبوت و رسالت جب مجھ پر ختم ہی کیا جارہا ہے۔ کون اس پیغام حق و علوم و اسرار خداوندی کی تبلیغ کرے گا۔ یہ امر اتنا اہم تھا کہ اس کی ذمہ داری کے احساس سے پیغمبر اسلام کی کمر جھکی جاتی تھی۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا درجہ اتنا کامل تھا کہ یہ مشکل ترین کام بھی آپ نے سہل کر دکھایا۔ یوں تو آپ نے دعوت ذوالعشیرہ کے روز سے ہی اس امر عظیم کا اعلان کر دیا تھا۔ اور زندگی کے ہر ہر لمحہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سامنے اس امانت عظیم کو بار بار پیش کیا تھا۔ پیغمبر اسلام کی ہر مجلس اور ہر غزوہ اس کار اہم کی تبلیغ تھا۔

مگر پیغمبر اسلام نے سنہ ۹ھ میں علی کو سورۃ برأت دیکر مکہ بھیجا۔ اور اس طور سے اس کار اہم کیلئے روانہ کیا کہ تمام مسلمانوں کو علی کی اہمیت کا اندازہ ہوگیا۔ پھر غزوہ تبوک کے موقعہ پر جو طریقہ اختیار کیا اور جو جو کلمات علی کی شان میں ارشاد فرمائے۔ وہ بھی اس کار اہم کی اصلی تبلیغ تھی۔ نصارائے نجران سے مباہلہ کے موقعہ پر فاطمہ حسن اور حسین کے ہمراہ علی کو لے جانا بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ آخر میں حجتہ الوداع کے موقع پر پیغمبر اسلام نے صاف صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ میرے بعد میرے دین کا مبلغ اور محافظ صرف علی اور میرے اہلبیت ہے۔

اگر پیغمبر اسلام اپنی حکمت اعلیٰ سے کام نہ لیتے تو گویا تمام انبیاء کی تبلیغ دین۔ اور صحابہ ماسلف کی مساعی۔ ضائع ہو جاتیں اور جس طرح انبیاء ماسلف کی مساعی آنکھ بند ہوتے ہی فنا ہوگئیں اور ان کی امتیں بجائے خدائے یکتا کے بتوں کو پوجنے لگیں۔ اور حق و باطل میں امتیاز مشکل ہوگیا۔ وہی نتیجہ پیغمبر اسلام کی مساعی تبلیغ کا ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ پیغمبر اسلام نے ۲۳ سال کی مدت تبلیغ میں تمام احکام ربانی کو لوگوں تک پہنچا دیا۔ مگر ان احکام کی تاسیس و اس دین کا استحکام آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا

پیغمبر اسلام کیلئے ضروری تھا کہ ایسے فرد کو اپنی زندگی میں منتخب کر جائیں جو حقیقی معنی میں محافظ دین الٰہی ہو سکتا ہو اور جو اسرار خداوندی علوم و اسرار و امانات انبیاء کا وارث ہو سکتا ہو۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے بہترین طریقہ پر اس کام کو بھی انجام دیدیا۔ اگر پیغمبر اسلام اس اہم کام کو اسی طرح چھوڑ جاتے اور قیامت تک رہنے والے دین کی پاسبانی و استحکام مالجید کا انتظام نہ کرتے تو خلاف حکمت نظری و عملی ہوتا اور پیغمبر اسلام کی حکمت پر حرف آجاتا۔ اگر اس موقعہ پر اعتراض کیا جائے کہ پیغمبر اسلام کے بعد باوجود اس انتظام کے بھی امت میں افتراق پیدا ہو گیا۔ اور ایک امت محمدی کے تہتر فرقے ہو گئے۔ تو یہ اعتراض حکمت نبوی پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ اعتراض خود ساختہ رہنمایان مذہب اسلامی پر ہے۔ کہ حق کی موجودگی میں جبکہ وہ بزبان و بہ عمل رسول نمایاں ہو چکا تھا انہوں نے باطل کی پیروی کی۔

خداوند عالم نے اہل دنیا کی ہدایت کیلئے صدہا انبیاء مبعوث فرمائے۔ لیکن اگر اہل دنیا نے ان انبیاء کی بات نہ مانی اور شیطان پرستی و بت پرستی ہی کو اپنا مذہب قرار دیا تو یہ خطا اہل دنیا کی ہے نا کہ خدائے قدیر کی۔ (نعوذ باللہ)

درحقیقت اگر اہل اسلام اسوہ رسول پر عمل کرتے تو یقیناً وہ تمام دنیا کے حاکم اور تمام اقوام عالم کے سردار ہوتے بلکہ اقوام دنیا کا ہر فرد خود مسلمان ہوتا۔ آج بھی اگرچہ صحیح معنی میں اسوہ رسول کی کامل پیروی نہیں کی گئی ہے۔ مگر پھر بھی اصول و قوانین مذہب اسلام ہر قوم کیلئے قابل عمل اور ہر زمانہ ترقی کیلئے باعث ارتقائے قومی و ملی ہے۔ یہ قول صرف میرا ہی نہیں ہے بلکہ سیاستدان طبقہ و مدبران عالم نے اسلام کی لامحدود وسعت اخلاق، اصول معاشرت و تمدن، قوانین حکومت و سیاست کا اعتراف کیا ہے۔

درحقیقت اسلام پر سب سے بڑی مصیبت اس وقت پڑی جب پیغمبر اسلام کی وفات ہو گئی۔ اور ان کے حکم یوم غدیر خم کو صاحبان اقتدار نے اپنی دنیوی حکومت کے زعم میں بھلا دیا۔ اور اسلام کی بے پناہ عالمگیر فتوحات کے سلسلہ کا رخ بجائے تبلیغ اسلام کے توسیع دائرہ حکومت کی خانہ جنگی کی طرف موڑ دیا۔ عہد رسول اور ابتدائے اسلام سے افواج اسلامی کا سپہ سالار ایک طرف تھا اور وہ بے اندازہ طاقت اور رعب سپہ سالاری اور فتوحات اسلام کا مالک تھا۔ افواج اسلامی جب کبھی اور جس مقام پر بھی اس کی قیادت میں حملہ آور ہوئی تھیں ہمیشہ کامیاب و کامران رہی تھیں۔ اور ان کے گھر اموال غنیمت سے مملو ہو گئے تھے۔ کبھی کسی معرکہ میں علی مرتضیٰ ناکام نہیں پھرے تھے۔ افواج اسلام کو علی کی بہادری پر کامل یقین تھا۔

یاد رکھنے بات ہے کہ افواج آزمودہ سپہ سالار اور بہادر ترین سردار کے حکم پر جاں نثاری کو تیار رہتی تھیں۔ اور ہمیشہ اس کی قیادت میں جنگ کرنے کیلئے کمربستہ اور مستعد رہتی ہیں۔ بعد وفات پیغمبر اسلام اگر علی

فوج بندی کا حکم دیدیتے تو علی کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کرسکتی تھی۔ پیغمبر اسلام نے اپنے آخری لمحات زندگی میں فوج اسلام کو تیار ہوکر میدان میں جمع ہونے کا حکم دیدیا تھا۔ اسامہ بن زید کو ان کا سردار بنا دیا تھا۔ اور حکم دیدیا تھا کہ وہ فتوحات اسلام پر روانہ ہو جائیں۔ بعض افراد نے پیغمبر اسلام کی حالت نازک دیکھ کر لشکر اسلام کے ساتھ باہر جانے کو مناسب نہ سمجھا اور تاخیر کی یہاں تک کہ پیغمبر اسلام کی وفات ہوگئی۔ اور ان چند افراد نے یوم کی روحانی سلطنت کو حکومت دنیوی کا رنگ دیدیا۔ حکم یوم غدیر کو فراموش کرکے اپنا دینی و دنیوی رہبر خود منتخب کرلیا۔ اگر اس موقعہ پر علی ابن ابی طالب لشکر اسلام جو اسامہ کی سرکردگی میں روانہ ہونے والا تھا کی علمداری اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور پوری اسلامی فوج کی مدد سے ان بعض اقتدار پسند افراد کو قتل کر ڈالتے اور ممالک محروسہ اسلام پر فوجی اقتدار حاصل کرلیتے تو کام بہت آسان تھا۔ اور یقیناً علی کی حکومت قائم ہو جاتی اور علی کی حکومت تقریباً چالیس سال بعد پیغمبر اسلام قائم رہتی۔ مگر علی کا یہ طریقہ علی کی حکومت تو قائم کردیتا اور ان کے باغیوں کو فنا بھی کردیتا۔ مگر قیامت تک باقی رہنے والا دین اسلام اس خانہ جنگی کی بھینٹ چڑھ جاتا اب یہ حکومت علی کی حکومت تو ہو جاتی اور شہنشاہی و سلطنت علوی قرار پاتی۔ مگر حقیقی معنی میں مطابق حکم رسول عمل درآمد نہ ہوتا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام نے امت مسلمہ کو بطریق موعظہ حسنہ پابند احکام ربانی کیا تھا۔ اور اسی انداز پر یوم غدیر خم وصایت علی کا اعلان کیا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر مسلمان میرے حکم پر عمل کرتے رہیں گے تو گمراہ نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ یہ اعلان ظاہر کرتا ہے کہ پیغمبر موعظہ حسنہ کے ذریعہ مسلمانوں کو دعوت عمل دے رہے تھے۔ آپ کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ جبریہ علی کی وصایت و خلافت کو منوایا جائے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام نے بجبر نہ اسلام کی تبلیغ کی اور نہ علی کی وصایت کو منوایا۔ لہٰذا علی کا بھی یہی فریضہ تھا کہ وہ اس معاملہ کو امت مسلمہ کے فیصلے پر چھوڑ دیں اگر وہ پیغمبر اسلام کے حکم یوم غدیر کی پابندی کریں۔ اور فلاح دارین کے حقدار بننا چاہیں تو حکم رسول کو نہ مانتے ہوئے میری وصایت و خلافت و ولایت کا انکار کردیں۔ اگر پیغمبر اسلام نے ابتدائے اسلام سے بجبر و بزور شمشیر اسلام پھیلایا ہوتا اور تمام عرب و عجم کو بہ طاقت شمشیر زیر نشان اسلام کیا ہوتا۔ تو بیشک علی بھی ایسا ہی کرتے۔ مگر پیغمبر اسلام نے صرف موعظہ حسنہ و ہدایات سے قلوب مشرکین و کافرین کو فتح کیا اور وہ خود مسلمان ہوگئے۔ اسی طرح علی مرتضیٰ نے بعد رسول امت رسول کو آزاد رکھا۔ کہ وہ چاہیں تو متابعت حکم رسول کریں یا اپنی نفس پرستی میں مبتلا ہو جائیں اور علی کیلئے پیغمبر اسلام کا یہی حکم تھا۔ اور پیغمبر اسلام کا یہی اسوہ حسنہ تھا جس پر علی کو عمل کرنا ضروری تھا۔ مگر علی بنصرت و حفاظت اصول اسلام پر مستقل رہے۔ اور ہر حالت میں خدمت اسلام بجالاتے رہے بعد وفات پیغمبر اسلام عام اہل اسلام نے حکم پیغمبر اسلام سے روگردانی کرکے روح اسلام کو

بہت بڑا نقصان پہنچایا۔ اسلام حکومت دنیوی ہی نہ تھی۔ بلکہ اسلام مسائل علمیہ، حقائق ربانیہ علوم الٰہیات علوم ارض و سما، علوم حکمت و فلسفہ، علوم جبر و اختیار کا مرکز و تخزینہ تھا۔ اور احکام خدا و رسول کا منبع تھا۔ یہ سب علوم منتشر ہو گئے۔ اور ان کی صحیح تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے توسیع دائرہ اسلام نہ ہو سکی اور تاریخ اسلام کی خانہ جنگی سے مہیب شکل ہو گئی۔ اسلام میں یوں تو صدہا فرقے ہو گئے۔ مگر ان مسائل علمیہ تحت ان کی دو قسمیں ہو گئیں ایک وہ جو علوم نبوت کو ہر شخص کی زبانی سنکر قبول کر لیتا ہے۔ اور دوسرا جو علوم نبوت کو بزبان رسول و آل رسول قبول کرتا ہے۔

اگر آج بھی یہ تفرقہ اسلامی مٹ جائے۔ اور صرف احادیث فرامین و علوم نبوی کو زبان نبوی و زبان آل نبی سے قبول کیا جائے تو مرکز علوم نبوی کے ایک ہوتے ہی اتحاد اسلامی پیدا ہو جائے اور وسعت سیع دائرہ اسلام روز افزوں ہونے لگے۔ ہر مسلم کا یہ فریضہ عینی ہے۔ خدا توفیق عطا فرمائے۔

حکمت شست و یکم روانگی لشکر بہ سرکردگی اسامہ بن زید ۱۱ھ

ماہ صفر ۱۱ھ میں پیغمبر اسلام نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ اہل شام سے جنگ کے ارادے سے جائیں اس آخری لمحات زندگی اور حالت مرض میں پیغمبر اسلام کیوں اسامہ بن زید کو لشکر کشی کا حکم دیا اور اس میں کیا تدبر و حکمت مضمر تھی پہلے مورخین کی زبانی واقعات مجمہ کو سن لیجئے پھر حکمت نظری و عملی پیغمبر اسلام پر غور فرمائیے۔

۱) سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۳ علامہ شبلی نعمانی :۔

آغاز علالت سے ایک روز قبل آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر اہل شام کی طرف جائیں اور ان شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز تھا۔

۲) مورخ ابو الفدا :۔

وابتداء برسول اللہ صلعم مرضہ فی آخر الصفر۔ جناب رسول خدا صلعم کے مرض کا آغاز صفر کی آخری تاریخوں میں ہوا۔

۳) سیرت النبی علامہ شبلی :۔

اوپر گذر چکا ہے کہ رومیوں کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلعم نے تجویز کیا تھا۔ اس کی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی۔ اس پر بعض لوگوں نے (ابن سعد

تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے) شکایت کی کہ بڑوں کے ہوتے ہوئے نوجوانوں کو یہ
منصب کیوں عطا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد کیا کہ
اگر اس کی یعنی اسامہ کی سرداری پر تمہیں اعتراض ہے تو اس کے باپ زید کی سرداری پر
بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ
محبوب تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

(۴) مدارج النبوت محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب :-

حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجر
و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق
و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص
و ابوعبیدہ الجراح وغیرہم الا علی مرتضیٰ
کہ ہمراہ نگردد۔ دراں لشکر اسامہ ہمراہ
باشد و در مجالس سخناں ازیں جماعت
دریں باب بہ ظہور می آمد و درود می یافت
ایں اخبار بسمع شریف رسید خاطر مبارکش
رنجیدہ شد و بغضب در آمد و با وجود
تپ و درد سر از خانہ سر مبارک بعصابہ
بستہ بیروں آمد و بر سر ممبر رفت و خطبہ
خواند و گفت اے معشر الناس ایں چہ سخن
است کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را
از شما سر بر می زند و در باب امارت پدرش
در غزوہ موتہ سخن می کردید بخدا سوگند
کہ سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار
امارت و اسامہ از دوست ترین مردم است
نزد من بعد از پدرش و ہر دو مظنہ خیر اند
اکنوں وصیت من در شان وے بہ نیکی

پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ مہاجر و انصار
میں سے معزز افراد مثل ابوبکر صدیق،
عمر فاروق، عثمان ذولنورین اور سعد بن
ابی وقاص و ابو عبیدہ جراح وغیرہم
بجز علی ابن ابی طالب کے جو نہ جائیں۔
اس لشکر اسامہ میں ہمراہ جائیں۔ اسی اثناء
میں لوگوں نے اپنے مجمعوں میں اس پر
اعتراضات کئے۔ یہ خبر پیغمبر اسلام کو پہنچی
آپ کو صدمہ پہنچا اور آپ غضبناک ہوگئے
اور باوجود شدید تپ اور درد سر کے سر پہ
پٹی باندھ کر گھر سے باہر آگئے اور ممبر پر جاکر
خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو یہ کیا بات
ہے کہ تم لوگ اس بات پر کہ میں نے اسامہ
کو امیر لشکر بنایا ہے تم سے سرزد ہو رہی ہے
تم لوگ اس کے باپ کی امارت پر جب غزوہ
موتہ میں اس کو امیر بنایا گیا تھا تب بھی تم
یہی باتیں کرتے تھے۔ خدا کی قسم کہ اسامہ
تمہاری سرداری کے لائق ہے۔ اور اس
کا باپ بھی سردار بننے کے لائق تھا۔

قبول کنید کہ وے از جملہ اخیار شما است پس از منبر فرود آمد و بخانہ درون رفت و اسامہ بنا بر فرمودہ حضرت صلعم بہ لشکر گاہ معاودت نمود و فرمان داد تا لشکر کوچ کنند و چوں خواست کہ خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا صلعم در نزع است اسامہ بازگشت و اشراف صحابہ نیز مراجعت نمودند۔

اسامہ کو میں سب سے زیادہ دوست اس کے بعد رکھتا ہوں۔ اور یہ دونوں نیکوکار تھے۔ اب تم لوگ میری وصیت اس کے حق میں قبول کرو کہ وہ تم میں نیک ہے۔ اس کے بعد آپ ممبر سے اتر گئے اور گھر میں تشریف لے گئے اور اسامہ مطابق حکم رسول خدا لشکرگاہ کو واپس گئے۔ اور انہوں نے حکم دیدیا۔ تاکہ لشکر کوچ کرے اور جب خود سوار ہوکر روانہ ہونے لگے تو اس کی ماں ام ایمن کا پیغام پہنچا کہ رسول خداؐ حالت نزع میں ہیں۔ اسامہ واپس آگئے اور صحابہ کرام بھی واپس آگئے۔

(۲) روضۃ الصفا جلد دوم وقائع سال یازدہم :۔

رسول اللہؐ روز دوشنبہ سادس عشرین صفر فرمان داد کہ طائفہ مسلمانان بہ تہیتہ اسباب مقابلہ و مقاتلہ لشکر روم پردازند در روز دیگر اسامہ بن زید را طلبید فرمود کہ تو را امیر ایں لشکر ساختم بروتا بنواحی موتہ کہ پدرت را کشتہ اند و بر سر آں جماعت تاختن کن ۔۔۔۔۔۔

پیغمبر اسلام نے روز دوشنبہ ۲۶ صفر کو حکم دیا کہ لشکر اسلام مقابلہ و مقاتلہ لشکر روم کیلئے آمادہ و تیار ہو جائے۔ دوسرے روز اسامہ بن زید کو بلا کر حکم دیا میں نے تم لشکر اسلام کا سردار بنایا۔ نواحی موتہ تک جاؤ وہاں کے لوگوں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے اب تم اس جماعت پر فوج کشی کرو۔۔۔۔

روز چہارشنبہ ثامن عشرین صفر آں سرور را تپ و درد سر عظیم روے نمود و روز پنج شنبہ ہمیں ماہ باوجود انحراف مزاج مبارک لوائے بدست فرخندہ جہت اسامہ بستہ باو گفت اغز بسم اللہ و فی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ اسامہ لوا گرفتہ بیروں

روز چہارشنبہ ۲۸ صفر کو آنحضرت کو شدید بخار اور درد سر پیدا ہوگیا اور بروز جمعرات اسی مہینہ میں باوجود سخت ناسازی مزاج اپنے دست مبارک سے علم فوج کو سجا کر عطا فرمایا۔ اور اسامہ سے کہا بسم اللہ کرو اور راہ خدا میں جہاد کرو اور کافروں کو

رفته به بریده بن الحصیب داد تا صاحب لوا
آں لشکر او باشد و اسامه موضع جرف را منزل
ساخت تا سپاه در آنجا مجتمع گردند۔
(ب) از موقف نبوت فرمان واجب الاذعان
صادر گشت که صدیق و فاروق و ذی النورین
وغیرہم از اعیان مہاجر و اشراف انصار
دراں سفر با اسامه مرافقت نمائید۔
ایں معنی بر خاطر بعضے از یاران گراں آمده
زبان طعن دراز کرده۔ گفتند رسول اللہ
ایں غلام را بر مہاجرین اولیں و جماعتے ایں
چنیں حاکم گردانیده سخن طاغیان بسمع حبیب
ملک منان رسیده عظیم خشمناک شد و عصابه
بر سر مبارک بستہ۔ باوجود صداع و تپ
از منزل مقدس بیروں آمده بر ممبر رفتہ
بعد از شکر و سپاس فرمود که یا معشر الناس
ایں چه سخن است کہ در باب امارت اسامه از
شما بمن رسید۔۔۔۔۔۔
اکنوں وصیت مرا در شان او بخیر و نیکوئی
قبول کنید که او از جملہ اخیار شما است۔

قتل کرو۔ اسامہ نے علم فوج اسلام ہاتھ میں
لیا اور باہر آئے اور بریدہ بن الحصیب کو
دیدیا تاکہ علمدار فوج وہ رہے اور اسامہ نے
مقام جرف کو منزل قرار دیا تاکہ فوج اس
مقام پر جمع ہو جائے۔
(ب) درگاہ نبوت سے حکم صادر ہوا کہ صدیق
اور فاروق اور ذوالنورین وغیرہم اشراف
مہاجرین و انصار اس سفر میں اسامہ کے ہمراہ
جائیں۔ پیغمبر اسلام کا یہ حکم بعض اصحاب
رسول کو ناگوار گذرا۔ انہوں نے طعن تشنیع
کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اسلام نے اس غلام
کو مہاجرین اولین اور انصار پہ حاکم بنادیا
ہے۔ ان مشرکوں کی گفتگو اور اعتراض
محبوب خدا کے گوش گذار ہوئے۔ تو آپ
بہت غضبناک ہوئے اور آپ نے سر پہ
پٹی باندھی اور ممبر پہ گئے۔ بعد حمد خدا فرمایا
کہ اے لوگو! یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں کہ تمہاری
جانب سے اسامہ کے بارہ میں مجھ تک پہنچی
ہیں۔ اب میری وصیت کو اس کے حق میں
بخوشی و نیکی قبول کرو۔ کہ وہ تمہارے نیکو کاروں میں سے ایک ہے۔

(۳) صحیح بخاری جلد دوم پارہ ۱۴ ترجمہ اردو ص۵۵۵ ۔ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔
حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے ایک لشکر مرتب کیا اور اسامہ بن زید کو اس کا
سردار بنایا تو بعض لوگوں نے ان کی سرداری میں طعن کیا۔ پس نبی صلعم نے فرمایا کہ اگر تم
ان کی سرداری میں طعن کرتے ہو (تو کچھ عیب نہیں) کیونکہ بیشک اس سے پہلے تم ان کے باپ
کی سرداری میں طعن کرتے تھے۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ سرداری کیلئے بہت موزوں تھے

اور مجھے تمام لوگوں سے محبوب تھے۔ اور انکے بعد یہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں ----

(ب) بخاری جلد سوم پارہ ۲۳ ترجمہ مرزا حیرت دہلوی ص۹۲

حضرت ابن عباس کہتے ہیں جس وقت رسول خدا صلعم کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں بہت سے آدمی جمع تھے۔ اور حضرت عمر بھی انہیں میں موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس قلم دوات لے آؤ تا کہ تمہیں ایسی کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔

حضرت عمر نے یہ کہا کہ آنحضرت کو درد کی سخت تکلیف ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ تمام حاضرین مکان میں نا اتفاقی پیدا ہوئی اور باہم جھگڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ جو آپ مانگتے ہیں دیدو۔ آپ تمہیں ایسی کتاب لکھ دیں گے جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ اور بعض حضرت عمر کے کہنے کے موافق کہتے تھے۔ جب جھگڑا اور شور آپ کے پاس حد سے بڑھا تو فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ عبداللہ ابن عباس سے نیچے کے راوی کہتے ہیں کہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ مصیبت کی بات یہ ہوئی کہ لوگوں کے شور و غل اور اختلاف کرنے سے رسول خدا وصیت نہ لکھ سکے۔

(م) مسند امام احمد بن حنبل وصحیح بخاری۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انه قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم لیسیل دموعه حتی رایت علی خدیه کانها نظام اللولوء قال رسول اللہ صلعم ایتونی بالکتف و الدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر ...

سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنج شنبہ کیا دن تھا۔ یہ کہکر اتنا روئے کہ موتیوں کی لڑی کی طرح ان کے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے بعد ازاں کہا پنج شنبہ وہ دن تھا کہ جب رسول خدا صلعم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت قلم دوات دیدو کہ میں تمہارے لئے تحریر لکھدوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ مگر افسوس لوگوں نے کہدیا کہ آنحضرتؐ ہذیان بک رہے ہیں۔

خلاصہ ونتائج حوالہ جات تاریخی ملاحظہ ہوں۔

(۱) ذی الحجہ میں پیغمبر اسلام نے حجۃ الوداع سے فراغت حاصل فرمائی۔ مدینہ واپسی پر

ماہ صفر میں تمام انصار و مہاجرین و نیز ممتاز افراد اسلام کا ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور اسامہ بن زید کو سردار لشکر بنا کر بجانب روم فتوحات اسلامی کیلئے روانہ ہونے کا حکم دیا
(۲) پیغمبر اسلام نے اپنی وفات کی اطلاع بار بار کی اور مسلمانوں کو احکام اسلام سے متمسک رہنے کا حکم دیا۔
(۳) بعض ممتاز افراد نے اسامہ بن زید کی سرداری پہ اعتراض کیا تو پیغمبر اسلام نے باوجود شدید علالت کے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور بعض افراد کو تو نام لیکر جانے کا حکم دیا۔
(۴) پیغمبر اسلام نے لشکر اسامہ کی ہمراہی سے علی ابن ابی طالب کو روک لیا۔
(۵) پیغمبر اسلام نے اپنی وفات سے چند لمحہ قبل محسوس کیا کہ ان کے خلاف لشکر اسلام مدینہ سے باہر نہیں گیا ہے۔ تو آپ نے انتہائی شدید بےچینی کی حالت میں اصحاب خاص کو حکم دیا کہ وہ قلم دوات لائیں تاکہ پیغمبر اسلام ان کے لئے ہدایت نامہ وصیت نامہ لکھ دیں تاکہ مسلمان بعد رسول گمراہ نہ ہوں۔

مذکورہ بالا واقعات وہ واقعات ہیں کہ کتب اسلام میں بہ سلسلہ تواتر لکھے گئے ہیں اور اگر ان تاریخوں کے حوالہ جات کو جمع کیا جائے تو مجلدات جمع ہو جائیں۔ صاحبان علم و نظر خود جانتے ہیں کہ ان واقعات کو ہر مورخ اسلام نے قریب قریب انہی الفاظ میں لکھا ہے۔ اسلئے مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ ان حوالہ جات تاریخی اور واقعات سے نتائج کیا نکلتے ہیں۔

ہر بافہم خود سمجھ سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی نظر میں تھا کہ آدم سے عیسیٰ تک تمام انبیاء کی امتوں میں بعد نبی افتراق و اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اور اس افتراق و اختلاف کی دو ہی شکلیں ہوئی ہیں یا تو بعد نبی ان کی امتیں دین الہٰی سے منحرف ہوکر پھر مثل سابق کافر و مشرک ہوگئیں۔ یا اسی مذہب میں مختلف فرقے پیدا ہوکر انہوں نے روح دین الہٰی کو فنا کرکے اس دین کو اپنی دنیاداری و حکومت کا چولا پہنا کر اپنا دنیوی الو سیدھا کر لیا۔ یہی ہوتا رہا اور صدہا انبیاء آتے رہے اور یونہی شریعت الہٰی و توحید ربانی داغدار بنتی رہی اور بجائے خداپرستی کے صنم پرستی کا ہی رواج باقی رہا۔
انبیاء حسب زمانہ جو علوم اہل عالم کیلئے لائے تھے۔ اور جن سے وہ اہل دنیا کو واقف کرنا چاہتے تھے۔ وہ بھی رائج نہ ہو سکے۔ اور اصول معاشرت و تمدن و تہذیب کی تدوین و تکمیل نہ ہو سکی

اور اہل زمانہ پر بربریت، سفاکی، خود غرضی، نفس پرستی و استبداد و جہالت چھائی رہی اور اس طرح سے اکثر نے بعد انبیاء اہل عالم کے سامنے اخلاق و تہذیب و تمدن کی روشنی کو پھیلنے نہیں دیا۔۔۔

جب یہ سب کچھ پیغمبر اسلام کی نظر میں تھا۔ اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اب ان کے بعد اصلاح عالم کرنے والا مصلح کوئی نہیں آنے والا ہے۔ اور وہ خود ہی خاتم النبیین بنکر آئے ہیں۔ تو پھر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا کامل اقتضاء یہی ہونا چاہیئے تھا کہ آپ اپنی نبوت و رسالت و تبلیغ اصول اسلام کا جزو اعظم اس امر کو قرار دیں کہ بعد تکمیل اشاعت اصول دین ان کے شائع کردہ دین کا محافظ حقیقی و ناشر کامل بھی کوئی معین کردیا جائے۔ بہرحال پیغمبر اسلام کیلئے یہ آسان تھا کہ وہ اپنے بعد کیلئے کسی کو بھی نامزد کردیتے۔ مگر یہ تو ممکن تھا کہ آپ کے بعد مثل دیگر انبیاء و مصلحین کے آپ کی آواز بھی صدا بصحراء سے زیادہ نہ سمجھی جاتی۔ حکم سے کسی کو معین کردینا تو ممکن ہے۔ مگر موافق و مخالف سے اس کو تسلیم کرالینا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ یہ کام تبلیغ اصول دین سے بھی زیادہ اہم تھا۔ کیوں اہم تھا۔ اسلیئے کہ ابتدائے عالم سے تا ایندم لاکھوں کروڑوں مشن و ازم و جماعتیں پیدا ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور کم و بیش کچھ زمانے کیلئے ان میں ہر ایک کو ایک حد تک کامیابی بھی ہو جاتی ہے۔ سوشلزم کا عروج ہوا تو ایسا ہی ہوا۔ نازی ازم کا عروج ہوا تو دنیا نازی بن گئی پھر امپریلزم کے اصولوں کی اشاعت ہوئی تو ایک مدت تک اسی کا دور دورہ رہا اور ہے۔ کمیونزم آندھی کی طرح دنیا میں چھانے لگی۔ اسی طرح کی عالم میں لاکھوں جماعتیں کچھ اصول لیکر کھڑی ہوئیں اور ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مگر عارضی اور وقتی۔۔!

اسی طرح انبیائے سابقین نے بھی مصائب برداشت کرکے پیغام خدا کو پہنچایا۔ اور آخر میں خاتم النبیین نے بھی انتہائی مصائب و سختیاں جھیل کر دین اسلام کی اشاعت فرمائی۔ اور رہتی دنیا تک اسلام کا نام روشن اور اسلام کا پرچم سربلند اور اسلام کا سکہ رائج کردیا۔ مگر یہ کیونکر؟ صرف تبلیغ اصول شریعت کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ آپ نے اپنے شائع کردہ دین کی حفاظت مابعد کیلئے وہ کچھ کردیا جو دوسروں سے ممکن ہی نہ ہوسکا۔ چنانچہ آپ اپنے آخری لمحات زندگی میں بھی یہی جدوجہد فرما رہے تھے کہ دین اسلام میرے بعد مثل ادیان سابقہ اختلافات امت کا شکار نہ ہو جائے۔ لہٰذا آپ نے اسامہ بن زید کی سرکردگی میں تمام اشراف و اعوان و اصحاب کو حکم دیا کہ وہ ممالک روم کی فتح کیلئے جائیں۔ اس کا پہلا فائدہ تو یہ تھا کہ مبادا بعد وفات رسول امت مسلمہ اقتدار حکومت کے لالچ میں خلافت رسول کے جھگڑے میں نہ پڑے اور فتوحات اسلام کا سلسلہ عالمگیر ہوجائے اور تمام دنیا زیر نگین علم اسلام ہوجائے۔ دوسرا فائدہ لشکر اسامہ کی روانگی کا یہ تھا کہ بعد رسول علی مرتضیٰ جن کو خود رسول نے حکماً اسامہ کی فوج میں جانے سے (مطابق تاریخی حوالہ نمبر ۴) کے روک لیا تھا۔

امور دفن رسول، ادائیگی امانات رسول، علوم رسول و خلافت رسول کے مالک بلا شرکت غیرے ہو جائیں
اب رہا یہ امر کہ لشکر اسلام کو جب میدان جنگ میں قریب سلطنت روم اطلاع وفات رسول ملے گی تو ظاہر
ہے کہ وہ میدان جنگ میں تو انتخاب خلافت کریں گے ہی نہیں ان کو مدینہ آنا ہوگا اور جب تک وہ مدینہ آئیں گے
ان کو اتنی طولانی مدت گذر چکی ہوگی کہ احکامات اسلام و عمال اسلام ممالک محروسہ میں بحکم علی پہنچ چکے ہوں گے
اب کسی اقتدار پسند جماعت کو اسلام میں اختلافات پیدا کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے گا۔ اور مرکزیت اسلام اور
علوم اسلام زیر فرمان علی ابن ابی طالب وارث علوم انبیاء باقی رہیں گے۔ بہر حال پیغمبر اسلام نے جب دیکھا
کہ لوگ حکمت عملی پیغمبر اسلام کو تاڑ گئے ہیں۔ اور ان کو لشکر اسامہ کے ساتھ جانے میں خلافت رسول نہیں
مل سکے گی تو انہوں نے اعتراض کر دیا کہ اسامہ غلام ہے ہم آزاد ہیں۔ ہم غلام کی سرداری میں نہ رہیں گے
مگر پیغمبر اسلام چونکہ مساوات بین الافراد قائم کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ لہذا آپ نے اسی موقعہ پر
مناسب سمجھا کہ اعتراض کو دور کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے شدید بخار اور درد سر کی حالت میں یہ خطبہ دیا
اور بتایا کہ اے مسلمانو! تم اسامہ یا اس کے باپ زید بن حارثہ کو غلام جان کر اپنے سے کمتر سمجھتے ہو یاد
رکھو تمہارا رسول اسامہ اور اس کے باپ دونوں کو تم سب سے زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ اب اگر تم کو اپنے
پیغمبر کی تاسی کرنی ہے تو آج سے تم کو حق نہیں ہے کہ تم کسی انسان کو غلام سمجھ کر اس کی تحقیر کرو جبکہ
میں تم سے کہتا ہوں کہ تم انصار و مہاجرین سے زیادہ محبوب مجھ کو اسامہ بن زید ہے۔ تم خود سمجھ لو کہ
تمہارا کیا فرض ہے۔ پھر پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ تم پر اسامہ کو اسلئے فوقیت ہے کہ وہ نیکوکار و صاحب
تقویٰ ہے۔ بس اسلام میں درجات انسان دو ہی ہیں ایک نیکوکار دوم بدکار۔ ایک کافر دوم مومن
کیونکہ قرآن میں خالق عالم نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ خدا کے نزدیک زیادہ صاحب
شرف وہ ہے جو زیادہ نیکوکار ہو۔ بہر حال پیغمبر اسلام نے مساوات انسانیت کا معیار بتاتے ہوئے پھر
روانگی لشکر کا حکم صادر فرمایا۔ مگر لوگ پھر بھی نہ گئے۔

جب پیغمبر اسلام نے اپنے آخری اوقات میں ان افراد کو دیکھا کہ کمرہ میں موجود ہیں تو آپ نے حکم دیا
کہ قلم دوات لاؤ تاکہ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ مگر وصیت رسول کی تعمیل
نہیں کی گئی اور کہہ دیا گیا کہ اب قول رسول کی وقعت کی ضرورت نہیں ہے یہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔
اقتدار حکومت خواہ جماعت تو اپنا کام کر رہی تھی۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت بالغہ و کاملہ اپنا کام کر رہی
تھی۔ جب آپ نے قلم دوات مانگنے پر اصحاب کو لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ تو حکم دیا کہ میرے پاس سے دور
رہو۔ قرآن کہہ چکا تھا کہ جو رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس سے تم کو منع کرے وہ ترک کر دو۔

من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی گویا پیغمبر اسلام نے اپنے آخری لمحات میں یہ بتادیا کہ اس وقت آخر میں میری اطاعت نہ کرنے والے خدا کی اطاعت سے بھی دور رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے علی مرتضیٰؑ کو وصایا فرمائیں اور دین اسلام کی حفاظت کا حکم دیا اور بتایا کہ میرے بعد مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانا اور امانات خداوندی کی حفاظت کرنا۔ پیغمبر اسلام کی حکمت بالغہ اپنا کام کر گئی اور آج دامن اسلام جن گلہائے رنگارنگ اخلاق۔ علوم الہیات معرفت، اصول تمدن و معاشرت، اصول قوانین جنگ و صلح۔ حقوق اللہ، حقوق عباد قوانین معاشرہ، علوم سیاست، توحید ربانی سے بھرا ہوا نظر آتا ہے وہ سب حکمت پیغمبر اسلام و مساعی محافظ اسلام علی مرتضیٰؑ کی بدولت ہے۔ اور اگر دامن اسلام میں یہ گلہائے بوقلموں موجود نہ ہوتے تو اسلام حرف لشکر کشی، دشمن کشی حصول مال غنیمت، کا نام ہوتا۔ اور اس پر مورخین عالم کی نگاہیں اس طرح پڑتیں جس طرح دیگر دنیوی سلطنتوں پر پڑا کرتی ہیں۔ آخر میں وصایائے پیغمبر اسلام جو آپؐ نے علی مرتضیٰؑ سے کی ہیں درج کی جاتی ہیں۔ ان سے معلوم ہو گا کہ دم آخر تک پیغمبر اسلام کی حکمت عملی کتنی بلندی پر ہے۔

وصیت رسولؐ بہ علیؑ

(۱) ارجح المطالب میں ہے کہ امام فخر الدین رازی و امام دار قطنی نے یہ عبارت لکھی ہے :-

عن ام المومنین عائشہ قالت لما حضر رسول اللّٰہ موت قال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فو اللّٰہ مایرید غیرہ فلما راٰہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل لتحضنہ حتی قبض وید ہ علیہ

ام المومنین عائشہ سے منقول ہے کہ رسول خدا کی وفات کا وقت قریب آیا۔ فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے ابوبکر کو بلایا جب وہ آیا تو آپ نے سر اٹھا کر دیکھا پھر سر رکھ لیا اور فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے عمر کو بلایا آپ نے سر اٹھا کر ان کو بھی دیکھا پھر تکیہ پر سر رکھ لیا۔ اور پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب میں نے لوگوں سے کہا افسوس ہے تم پر ان کیلئے علی ابن ابی طالب کو بلاؤ خدا کی قسم انکا مقصود حبیب سے علی ہے جب علی کو دیکھا تو آپ نے اپنی چادر کو اٹھایا اور اس میں علی کو لے لیا۔ اور علی سینہ سے

بیٹھے رہے یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی اور ان کا ہاتھ علی پر رکھا رہا۔

الفاظ وصایا رسول بعلی :- ناسخ التواریخ مطبوعہ طہران جلد اول کتاب دوم ص۵۳۵

(۲) فقال رسول اللّٰہ یا علی اخذت وصیتی وعرفتہا وضمنت للّٰہ ولی الوفاء بما فیہا فقال علی نعم بابی انت و امی علیّ ضمانہا وعلی اللّٰہ عونی وتوفیقی علی ادائہا۔
فقال رسول اللّٰہ یا علی انی ارید ان اشہد علیک بموافاتی بہا یوم القیامۃ فقال علیّ نعم اشہد فقال النبی ان جبرئیل و میکائیل فیما بینی وبینک الاٰن وھما حاضران ومعہما الملٰئکۃ المقربون لاُشہدھم علیک فقال نعم لیشہدوا وانا بابی انت امی اشہدھم فاشہدھم رسول اللّٰہ وکان فیہا اشترط علیہ النبی بامر جبرئیل فیما امرہ اللّٰہ عزوجل ان قال لہ یا علی تفی بما فیہا من موالاۃ من والی اللّٰہ ورسولہ والبرائۃ والعداوۃ لمن عاد اللّٰہ ورسولہ والبرأۃ منہم علی الصبر منک علی کظم الغیظ وعلی ذہاب حقک وغصب خمسک وانتہاک حرمتک فقال نعم یا رسول اللّٰہ

رسول خدا صلعم نے فرمایا یا علی میری وصیت کو سنا اور اس کی بجا آوری کی ضمانت کی اس کو تم نے پہچانا اور جو کچھ میری وصیت میں ہے اس کو ایفا کرنے پر خدا کو ضامن کیا۔ علی نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر اسکی ضمانت ہے اور خدا میری اس کے ادا کرنے میں مدد کرے گا اور توفیق دیگا۔۔
رسول خدا نے فرمایا کہ میں اس کے ایفا کرنے پر روز قیامت کیلئے تم سے شہادت طلب کرتا ہوں علی نے عرض کیا بیشک میں گواہی وشہادت دیتا ہوں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ یقیناً جبرئیل ومیکائیل میرے تمہارے درمیان میں اس وقت موجود ہیں اور ان کے ہمراہ فرشتگان مقرب بھی موجود ہیں کہ میں ان کو تم پر گواہ بناؤں۔ علی نے عرض کیا بیشک وہ بھی گواہ ہیں اور میں بھی گواہ ہوں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ان کو مجھ پر گواہ بنائیں۔ پس رسول اللّٰہ نے فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اس وصیت میں بحکم جبرئیل رسول خدا نے علی سے یہ شرائط کئے جن کا حکم خدا نے دیا تھا کہ اے علی اس عہد کا ایفا کرو کہ دوستاران خدا ورسول کی مدد کرنا۔ اور دشمنان خدا ورسول سے بیزار رہنا اور ان کو دشمن رکھنا۔ اور یہ کہ غصہ کو ضبط کرنا اور اپنے حق کے چھن جانے اور غصب خمس پر صبر کرنا۔ اور اس ذلت وبے حرمتی پر رضا بدرہنا۔۔ علی نے عرض کیا بیشک یا رسول اللّٰہ۔

فقال امیر المومنین والذی خلق الجنة
وبرء النسمة لقد سمعت جبرئیل
یقول للنبی یا محمد عرفه انه متمتك الحرمة
وهی حرمة الله وحرمة الرسول
الله وعلی عن تخضب لحیته من راسه
بدم عبیط فقال امیر المومنین فصعقت
حین فهمت الکلمة من الامین جبرئیل
حتی سقطت علی وجهی وقلت نعم
قبلت ورضیت وان انتهکت الحرمة
وعطلت السنن ومزق الکتاب وهدمت
الکعبة وخضبت لحیتی من راسی بدم
عبیط صابرا محتسبا ابدا حتی اقدم
علیك ....

علی نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم کہ جس نے
جنت کو خلق کیا اور جس نے ہوائیں چلائیں
میں نے جبرئیل کو کہتے سنا ہے۔ کہ وہ نبی صلعم
سے کہہ رہے ہیں۔ یا محمد تم علی کو بتادو کہ
ان کی ہتک حرمت کی جائے گی۔ اور حرمت
علی گویا حرمت خدا اور رسول ہے۔ اور یہ بھی
سنادو کہ علی کی داڑھی ان کے خون سرخ
سر سے خضاب کی جائے گی۔ علی نے کہا کہ جب
میں نے جبرئیل امین کے کلمات کو سنا اور
سمجھا تو میں منہ کے بل گر گیا۔ اور پھر میں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے قبول کیا
اور میں اس پر راضی ہوں اور اگر ہتک حرمت
ہوگی اور احکام شریعت معطل کئے جائیں گے
اور کتاب خدا پارہ پارہ کی جائے گی اور کعبہ ویران کیا جائے گا اور میری داڑھی میرے سر کے
خون سرخ سے خضاب کی جائے گی تو بھی میں صبر کروں گا۔ حتیٰ کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں

ناسخ التواریخ ص ۵۳۰ :

وقال رسول الله صلعم یا اخی والذی بعثنی بالحق لقد
قدمت الیهم بالوعید بعد ان اخبرتهم رجلا رجلا
ما افترض علیهم من حقك والزمهم من طاعتك
وکل اجاب وسلم الیك الامر وانی
لا اعلم خلاف قوله فاذا قبضت وفرغت
من جمیع ما اوصیك به وغیبتنی فی
قبری فالزم بیتك واجمع القرآن
علی تالیفه والفرائض والاحکام علی
تنزیله ثم امض غیر لائمة علی ما

رسول خدا صلعم نے فرمایا اے اخی اس ذات
کی قسم جس نے مجھ کو برحق نبی مبعوث کیا کہ میں
نے افراد امت کو فرداً فرداً آگاہ کر دیا ہے
کہ جو حقوق تیرے خدا نے ان پر فرض کئے ہیں
اور ان پر ان حقوق کو لازم کیا ہے اور تیری
مخالفت سے بھی ان کو ڈرایا ہے۔ اور ان
میں سے ہر شخص نے اس بات کو قبول کر لیا
ہے اور امر خلافت تجھ کو سپرد کر دیا ہے اور
میں اس قول کے خلاف نہیں جانتا ہوں جب

اُموتُکَ بِہٖ وَعلیکَ بالصبرِ علیٰ ما ینزلُ بِکَ وبِھا حتیٰ تقدمُ علیَّ ۔ میری روح قبض کر لی جائے اور تم ان کاموں سے جنکے بارہ میں میں نے وصیت کی ہے فارغ ہو جاؤ اور مجھ کو میری قبر میں چھپا چکو تو خانہ نشین ہو جانا اور قرآن کو اس کی تالیف کے مطابق جمع کرنا اور فرائض اور احکام کو تنزیل قرآن کے مطابق جمع کر دینا۔ اور جس چیز پر میں نے تم کو مامور کیا ہے اس کو بجا لانا اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا اور جو کچھ تم پر مصیبت نازل ہو اس پر صبر کرتے رہنا حتیٰ کہ تم میرے پاس پہنچ جاؤ ۔

ناظرین نے الفاظ وصایا رسول خدا صلعم کو مطالعہ کیا ۔ ایک ایک لفظ حکمت نظری وعملی پر مبنی ہے گویا ایک ایک جملہ ایک ایک قلعہ مستحکم ہے جو حفاظت دین خدا کیلئے بنایا گیا ہے۔ کام مشکل تھا اور معاملہ اہم ترین تھا۔ پیغمبر اسلام نبی آخرالزمان تھے ۔ تمام علوم ارض وسمٰوات کے عالم تھے۔ تمام انبیاء کے وارث علوم تھے۔ دین اسلام حجت خدا تھا ۔ جو قیامت تک آنیوالے انسانوں کیلئے حجت ودلیل بننے والا تھا۔ پیغمبر اسلام فرائض نبوت کو کامل کر کے خدا کی حاضری میں جا رہے تھے۔ جن کو از آدم تا عیسیٰ کوئی نبی یا وصی کامل نہ کر سکا تھا۔ ان کے فرائض نبوت کا بار بہت وزنی تھا ۔ اس کے تحمل کیلئے معمولی انسان کا کام نہ تھا۔ اس کے اٹھانے کیلئے ایسے انسان کی ضرورت تھی جو کہے لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا ۔

اور اگر عالمین پر سے پردے اٹھا دیئے جائیں تو بھی میرے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہو سکے۔ گویا ان کی نگاہوں سے پہلے سے ہی پردے اٹھا دیئے گئے ۔ یا جو کہے کہ پیغمبر اسلام نے مجھ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم کیئے اور مجھ پر اس ہر ایک باب علم سے ہزار باب خود بخود کھل گئے ۔

اس حفاظت فرائض واحکام نبوت کیلئے ایسے دست وبازو کی ضرورت تھی۔ جو دوش خاتم النبیین پر چڑھ کر خانہ کعبہ کے بتوں کو اس طرح توڑ کر پھینک دے کہ رسول اللہ کو جھٹکے تک کی اذیت بھی نہ پہنچے۔ اور جو باب خیبر کو پل بنا کر فوج اسلام کو پار لگا دے ۔ اس کار نبوت کی حفاظت کیلئے ایسے سینہ کی ضرورت تھی جس کے بارہ میں خود پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا۔ "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ اقضاکم علی۔ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے ۔ میری امت میں سب سے زیادہ احکام الٰہی کو جاننے والا اور بہترین قاضی علی ہے ۔"

اس کار نبوت کے فرائض کی اشاعت وحفاظت کیلئے ایسے نور کی ضرورت تھی جس کے بارہ میں خاتم النبیین نے خود فرمایا ہو کہ "انا وعلی من نور واحد میں وعلی ایک ہی نور سے ہیں۔" جو ابتدائے آفرینش میں نور محمد کا رفیق رہا ہو جس نے آغوش محمدی میں پرورش پائی ہو۔ تمام غزوات پیغمبر کا علمدار اور فاتح اعظم رہا ہو

اور جس نے امانت خدا کو وقت مراجعت سپرد خالق عالم کیا ہو اور جس نے بعد خاتم النبیین ان کے علوم کی حفاظت و اشاعت کا تنہا کام سنبھالا ہو۔ علی کے تمام اوصاف اور خواص ذات پیغمبر اسلام کی حکمت اعلیٰ کا بہترین نمونہ ہیں۔ پیغمبر اسلام کی حکمت عملی و نظری کا سمجھا یا اس کی کامل تعریف و توصیف کرنا احاطہ تحریر و تقریر سے بالاتر ہے۔ یہ نظر انتخاب رسول تھی جس نے علی کو پیدا ہوتے ہی اپنی آغوش میں لے لیا اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کو دکھا دیا کہ فعل حکیم و نظر حکیم کبھی خطا نہیں کرتے۔

چنانچہ علی کی وہ زندگی جو حیات رسول میں تھی۔ اور وہ زندگی جو بعد وفات رسول ہوئی صرف ایک ہی مقصد کی حامل رہی۔ یا اشاعت دین اسلام کیلئے جاں بازی یا بعد وفات رسول حفاظت دین کیلئے سرفروشی حیات پیغمبر میں احکام پیغمبر کی کامل تعمیل اور بعد پیغمبر وصیت پیغمبر کی کامل تعمیل یہ تمام کامیابیاں جو دین کی اشاعت و حفاظت میں ظہور میں آئیں صرف حکمت پیغمبر اسلام ہے اور بس۔

میں نے باب : الحکمت نبوی کے تحت ابتدائے پیدائش نبی صلعم سے وفات تک کے حالات لکھے پیغمبر اسلام کے حالات میں دو شعبہ ملتے ہیں۔ ایک تو احکام قرآن کی تعمیل اور ان کی اشاعت دوسرے خود پیغمبر اسلام کے افعال و اقوال۔ یوں تو پیغمبر اسلام کا ہر قول و فعل عین احکام قرآن تھا۔ مگر قرآن مجمل ہے اس کی تفصیل ذات محمد تھی اس تفصیل کا نام ملحاظ اقوال پیغمبر تفسیر و حدیث ہے اور ملحاظ اعمال پیغمبر سنت نبوی ہے۔ جہاں تک احکام قرآن کا تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ خدائے دو جہان کی حکمت مشیت سے متعلق ہے۔ اس میں نبی یا وصی کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کر سکتا۔

اب رہا معاملہ اقوال و اعمال پیغمبر کا تو وہ عین حکمت رسول ہے۔ مختصراً اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ علاوہ خاتم النبیین محمد صلعم کے اگر یہی قرآن کسی دوسرے نبی یا رسول کو دیا جاتا تو اس کے احکام اجمالی کی تعمیل اس طرح ممکن ہی نہ تھی۔ جیسی پیغمبر اسلام نے تعمیل کر دکھائی۔ گویا اجمالی احکام خداوندی کو مطابق مشیت و ارادہ خداوندی کرتے ہوئے اس کی عینی تصویر دکھا دی آخر خدا کو سند دینی پڑی الیوم اکملت لکم دینکم الخ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ آج تمہارے دین کو میں نے مکمل کر دیا اور میں دین اسلام سے راضی ہو گیا۔"

اسلام تو ظاہر ہے کہ وہ دین ہے جو آدم سے عیسیٰ تک ہر نبی کے عہد میں باقی تھا اور تمام انبیاء اور اوصیا اسی کی تبلیغ میں سرفروشی کرتے رہے۔ مگر چونکہ . . . . . . مطابق منشاء الہٰی مکمل نہ ہو سکا تھا اس لئے یکے بعد دیگرے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور لاکھوں اوصیا کی ضرورت پیش آئی۔ مگر پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ نے حکمت نظری کی مدد سے تو منشاء مشیت ربانی کا

سراغ لگایا اور حکمت عملی کے زور سے بہترین اسلوب پر اس کی تبلیغ فرمادی۔ بہر حال اس موضوع پر مجھ کو بحث کرنا نہیں ہے۔ میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک احکام قرآن کا تعلق ہے وہ حکمت سے بالا و بالا ہے۔ لیکن حیات پیغمبر اسلام کا ہر فعل حکیمانہ و مدبرانہ تھا۔ اور میں نے اپنی اس تصنیف میں وہی واقعات درج کئے ہیں جو اعمال رسول سے متعلق ہیں۔ اور چونکہ آپ سید الانبیاء اور خاتم النبیین تھے۔ اسلئے آپ کی حکمت نظری و عملی اسقدر بلند ہے کہ ہر زمانہ اور ہر خطہ کے انسانوں کے لئے وہ قابل عمل نمونہ بن سکتی ہے۔ باب الحکمت نبوی سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ سیرت پیغمبر اسلام تمام دنیا کے انسانوں کے لئے بہترین نمونے ہر شعبہ حیات کے پیش کر سکتی ہے۔ اور وہ نمونے اتنے بلند اور اتنے اقسام کے ہیں جو کسی مدبر، بادشاہ، رشی، منی، وصی، نبی یا کسی مذہب کے پیشوا میں بہ یکجا نہیں پائے جا سکتے۔ چونکہ ذات پیغمبر اسلام جامع اوصاف ہے لہذا یقیناً اس قابل ہے کہ تمام عالم کے انسان اس کامل ترین انسان کے لائحہ عمل کو اپنا مستقل اسوہ حیات و نمونہ معاشرہ بنائیں۔

بہت ہی سیدھی سادھی بات ہے کہ جب ایک ہی ذات میں انسانی ضروریات زندگی کا ہر بہترین نمونہ مل جائے تو در در کی ٹھوکریں کھانے اور در در کی بھیک مانگنے سے کیا فائدہ۔! العاقل تکفیہ الاشارہ۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا۔ وہ واقعات سیرت پیغمبر اسلام تھے۔ چونکہ یہ تمام واقعات باب الحکم کے تحت لکھے گئے ہیں لہذا ممکن ہے کہ صاحبان علم کو خیال گذرے کہ اس باب میں اقوال پیغمبر کو شامل کرنا ضروری تھا۔ یہ تسلیم ہے کہ اقوال پیغمبر اسلام بھی عین حکمت ہیں۔ مگر چونکہ ہم کو اہل عالم کے سامنے مسئلہ رکھنا ہے کہ بلحاظ نمونہ کمالات انسانی ذات پیغمبر اسلام تمام پیشوایان مذاہب سے برتر ہے لہذا اقوال تو ہر شخص اور ہر پیشوائے مذہب کے بکثرت یا بقلت مل سکتے ہیں۔ مگر افعال و اعمال حکیمانہ جو تمام مکارم اخلاق پر حاوی ہوں کسی فرد میں بھی بجز محمد مصطفیٰ کے جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہذا میں اس باب کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

باب الشجاعت

تعریف - شجاعت آنست کہ نفس غضبی نفس ناطقہ را انقیاد نماید تا در امور ہولناک مضطرب نشود و اقدام بر حسب رائے او کند تا ہم فعلے کہ جمیل شود وہم صبر یکہ نماید محمود باشد -

(اخلاق ناصری)

ترجمہ :- شجاعت یہ ہے کہ قوت غضبی انسان کے نفس ناطقہ کی پیروی کرے - تاکہ وہ واقعات ہولناک پر مضطرب و پریشان نہ ہو - اور جو کچھ وہ بجالائے مطابق نفس ناطقہ ہو تاکہ جو فعل وہ کرے قابل تعریف ہو اور شدائد پر جو صبر وہ کرے قابل مدح ہو -

(۲) شجاعت نیکو نیاید الا از مرد حکیم و شرائط آں تمام نشود الا بحکمت تا ہر نوع را بجائے خویش بمقدار حاجت بر مقتضائے مصلحت بکار دارد پس ہر شجاعے حکیم نبود و ہر حکیمے شجاع بود (ناصری)

ترجمہ ہر شجاعت بجز مرد حکیم کے بجا نہیں لائی جا سکتی - شرائط شجاعت پورے نہیں ہوسکتے جب تک کہ شجاع صاحب حکمت نہ ہو - کیونکہ ہر قسم افعال کو اس کے موزوں مقام پر، مناسب وقت پر صرف ضروری حد تک اور مطابق مصلحت پورا کرنا صرف حکیم کا کام ہے - پس ہر شجاع حکیم نہیں ہوسکتا بلکہ ہر حکیم شجاع ہوتا ہے -

شجاع ترین انسان کا قول یعنی قول علی ابن ابی طالب

قال رضی اللہ عنہ لاصحابہ یا ایھا الناس انکم لا تقتلوا تموتوا والذی نفس ابن ابی طالب بیدہ لالف ضربۃ السیف علی الراس اھون من میتۃ علی الفراش - ترجمہ - علی ابن ابی طالب نے اپنے اصحاب سے فرمایا - اے لوگو! اگر تم قتل نہ کئے جاؤ گے تو خود مرو گے - اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں علی ابن ابی طالب کی جان ہے کہ سر پہ ہزار تلواروں کے زخم کھانا زیادہ سہل اور آسان ہے اس سے کہ فرش پر دم نکلے - (اخلاق ناصری ص ۱۵۵)

اس سلسلہ میں بکثرت اقوال نقل کئے جاسکتے ہیں جن سے شجاعت کی صحیح تعریف واضح اور معلوم ہو جائے - مگر چونکہ مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ باب شجاعت میں سب سے پہلے ناظرین کو شجاعت

مختصر جامع مفہوم معلوم ہو جائے اسلئے اتنا لکھ دینا کافی ہے۔ کتب اخلاق سے یہ بات واضح ہوتی ہے
کہ فطرت انسانی میں قوت غضبی، قوت شہوی، اور قوت ادراک یا نفس ناطقہ موجود ہے۔ انسان
بحالتِ غیظ وغضب ہر وہ فعل کر بیٹھتا ہے جو اس کے اغراض ذاتی کیلئے مطلوب ہو خواہ وہ غصہ
سے کرے یا حرص وہوس کی وجہ سے کرے۔ لیکن جب یہ ہر دو قوتیں اس کے نفس ناطقہ قوت ادراک
کے ماتحت رہتی ہیں تو پھر اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غصہ وغضب کا کیا موقع ہے کیا وقت ہے
اور اس کی کتنی ضرورت ہے۔ اسی طرح قوت شہوی کے اعتدال کو بھی وہ سمجھ لیتا ہے اور اس کی
عقل اس کے فعل محمودہ و پسندیدہ کی طرف اجازت دیتی ہے اور فعل مذموم و مضر سے اس کو محفوظ
رکھتی ہے۔ اسی لئے صاحب اخلاق ناصری نے لکھا ہے کہ ہر شجاع حکیم نہیں ہو سکتا مگر ہر حکیم شجاع
ہوتا ہے۔ حکیم کی تعریف یہی ہے کہ وہ اشیا کی حقیقت و حدود فعلی کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی لئے
کا محل غضب و مقام غیظ شجاعت کہلاتا ہے۔ شجاع کا فعل چونکہ مطابق حکمت ہوتا ہے۔ اور
مطابق قول مشہور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یعنی فعل حکیم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ لہٰذا تسلیم
کرنا پڑے گا کہ جس طرح انسان کامل کی حکمت کے نتائج اس کی ذات و قوم، ملک، معاشرہ، تمد
و تمدن کیلئے اور فلاح دارین کیلئے مفید ہیں اسی طرح حکمت سے پیدا شدہ نتیجہ یعنی شجاعت بھی اس
کی ذات قوم، ملک، بنی نوع انسان، معاشرہ، تہذیب اخلاق، تمدن کیلئے مفید ہیں۔ اگر انسان
دیگر انسانوں کے مقابلہ میں کوئی بہادری، بیباکی کا مظاہرہ کرے تو اس کو بہادر اور دلیر تو کہا جا سکتا
ہے۔ مگر چونکہ اس نے اپنی قوائے باطنی و جسمانی کا استعمال مطابق حکمت نہیں کیا ہے لہٰذا اس کے
نتائج بھی حکیمانہ پیدا نہ ہوں گے اور اس کے افعال نہ تو نتیجۃً دیرپا ہوں گے اور نہ کسی کیلئے مفید دنیا
میں لاتعداد بہادر گذرے ہیں۔ تاریخیں ان کے تذکروں سے مملو ہیں۔ مگر ایسے بہادروں کے کارناموں
کو ان کے بعد بالفاظ جبر و تشدد و استبداد و ظلم و اقتدار پسندی ہی یاد کیا گیا۔ ایسا کیوں ہوا صرف
اسلئے کہ انہوں نے اپنے خداداد جذبہ و قوت مقابلہ کو قتل و غارت میں صرف کیا اور ان کے ایسا کرنے
میں صرف ذاتی اقتدار و منفعت کی چاشنی کے علاوہ کوئی شئے قابل تعریف یا مفید عوام و خواص
نہ تھی۔ اور وہ ہو بھی کیونکر سکتی تھی جبکہ وہ صاحب حکمت نہ تھے۔ وہ حدود شجاعت محل شجاعت
مقدار شجاعت، مصلحت و اقتضائے شجاعت ہی کو نہ جانتے تھے۔ بس ان کی مثال ایسی ہی تھی
جیسے کسی بن میں شیر ہو جب اس کو بھوک لگے دس بیس جانوروں کو شکار کرکے ان کا خون گلو پی
لے جب اس کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا شوق و جذبہ پیدا ہو تو چنگاڑے اور جنگل کے اطراف

رے والوں پر اپنی دوڑ دھوپ سے خوف وہراس پیدا کردے۔ چونکہ انسان شیر سے بہتر قوائے
نی و جسمانی کا مالک ہے لہٰذا اس کے تصرفات کی حدود اس سے بڑھ جاتی ہیں وہ اپنے اقتدار و
جاہ و منصب کی نشر و اشاعت کیلئے اپنے رعب داب کے پھیلانے کیلئے اپنے حدود مملکت کو بڑھانے
کیلئے زیادہ سے زیادہ افواج رکھتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مہلک سلاح جنگ بناتا ہے، زیادہ
زیادہ پروپیگنڈا کرتا ہے اور آخر میں اپنے سے کمزوروں کے حقوق انسانی غصب کرنے کیلئے۔
نسل کشی کرتا ہے اور لاتعداد انسانوں کو اس طرح تہ تیغ کر ڈالتا ہے جیسے بچے شبرات کے دن اپنی
خوشی کیلئے آتش بازی چھوڑتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔

ناظرین کتب تاریخ کو خود پڑھ کے اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہان و شہنشاہان
عالم کی فتوحات اس سے زیادہ ہلاکت خیز منظر پیش کرتی ہیں۔ گویا شہنشاہان عالم ہمیشہ عوام
کی جان سے کھیلتے ہیں۔

اگرچہ اب شاہی و شہنشاہی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور جمہوریت کارفرمائے عالم ہے۔ مگر اس
جمہوریت کے پردہ میں بھی وہی ہوتا ہے جو انفرادی حکومت کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ اس حکومت
کا بادشاہ تھا اور موجودہ حکومت کا سرگروہ یا صدر کہلاتا ہے اور وہ اپنے جذبہ خود پسندی
و حصول اقتدار کیلئے وہی مظالم روا رکھتا ہے جو پہلے رائج تھے۔ مجھ کو تو اتنا بتانا ہے کہ انسان
قوت غضبی کا نقطہ اعتدال اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ صاحب حکمت نہ
ہو اور اسی لئے ہر بہادر اور سفاک انسان کو شجاع نہیں کہہ سکتے۔ شجاع تو وہی کہلائے گا جو اپنی قوت
غضبی کے نقطۂ اعتدال کو پالے اور اس میں یہ ملکہ پیدا ہو جائے کہ وہ قوت غضبی کے جذبات کو
افراط و تفریط کی منازل سے دور رکھ سکے۔ جب انسان اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اس
میں خود بخود صفات تحت صفت شجاعت۔ کبر نفس، نجدت، علو، ہمت، ثبات قدم،
سکون نفس، شہامت تحمل، تواضع، حمیت اور رقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اب وہ
تمام صفات عالیہ انسانیہ کا پیکر حسین بن جاتا ہے اور وہ اور اس کے کارنامے اس قابل ہو جاتے
ہیں کہ تمام عالم کے عقلاء و حکماء ان کو اپنا نمونہ حیات و اسوہ زندگی بنا کر فلاح دارین حاصل کر
سکیں۔۔

شجاع کی ذات میں جہاں یہ خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہاں ایک خصوصیت اور بھی پیدا
ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کے نفس سے وہ تمام رذائل نکل جاتے ہیں جو معاشرہ و تمدن کیلئے

معز ہیں اور جو خود اس کی ذات کی تحقیر کا سبب ہیں۔

ناظرین جب پیغمبر اسلام کے واقعات شجاعت کو مطالعہ کریں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ واقعات مثل واقعات فتوحات فاتحین عالم کے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی غایت و جذبہ و قوت شجاعت کا اظہار اس وقت اور اس معین حدود تک عمل میں لایا گیا ہے جو انسانی بدیوں کو دور کر سکے اور نفس انسانی کی درستی کر سکے اور انسان اور اس کے معاشرہ کو ہمیشہ کیلئے برائیوں، گندگیوں اور خرابیوں سے محفوظ کر سکے۔ پیغمبر اسلام کا ہر فعل اسی مقصد کو لئے ہوئے تھا۔ اور ان کے شجاعانہ فعل اہل عالم کیلئے باعث فلاح دین و دنیا بن گئے اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کیلئے یہ افعال نمونہ عبرت و ترقی بنکر درخشاں رہیں گے۔

اب میں واقعات شجاعت پیغمبر اسلام کو ابتدائے عمر سے تا آخر لمحات حیات پیش کرتا ہوں۔

واقعہ اول مسند نشینی رسولؐ بعمر ۶ سال علو ہمت

سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر ص

کان رسول اللہ صلعم مع جدہ عبد المطلب .... ولیتہ ما یراہ یفنع۔

پیغمبر اسلام اپنے جد امجد عبد المطلب کی کفالت میں تھے۔ ایک بار ایک قومی مجلس کی ترتیب دی گئی تھی اور زیر کعبہ مشرفہ عبد المطلب کیلئے جو اس زمانہ میں امیر مکہ و متولی خانہ کعبہ تھے ایک فرش خاص بچھایا گیا تھا اور آپ کی تمام اولاد و فرزندان اپنے اعزازی مراتب و مناصب کے لحاظ سے اس فرش کے دور میں چاروں طرف بیٹھے تھے اور صدر میں حضرت عبد المطلب کیلئے ایک خاص جگہ چھوڑی ہوئی تھی اور مسند بچھی ہوئی تھی اور ان کے ذاتی عظمت کے اعتبار سے ان کے حاضر فرزندان میں سے بھی کوئی شخص اس مقام خاص پر بیٹھنے کا مجاز نہ تھا۔ حسن اتفاق سے فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یاتی وھو غلام حقیر حتی یجلس علیہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اس وقت آپ کم سن بچے تھے (اندازاً ۶ سال کی عمر ہوگی) آپ تشریف لاتے ہی سیدھے اپنے جد بزرگوار عبد المطلب کے مقام پر جا بیٹھے آپ کے چچاؤں نے اٹھ کر آپ کو تھام لیا اور اپنے پاس بٹھانا چاہا۔ اسی اثناء میں حضرت عبد المطلب آگئے اور یہ کیفیت دیکھ کر اپنے بیٹوں سے کہنے لگے کہ اے میرے فرزندو! کیوں روکتے ہو! چھوڑ دو خدا کی قسم اس کے لئے ایک شان خاص ہے یہ کہہ کر آپ جناب رسول خدا کو لیکر اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور ان کی پشت مبارک پر دست شفقت پھیرنے لگے اور جو دلشکنی آپ کی ہوئی تھی اس کی نسبت تسلی تشفی و دلجوئی کرنے لگے

شجاع کے دل پہ خوف و ہراس کبھی طاری نہیں ہوتا شجاعت ایک خداداد ملکہ ہے۔ جس شخص میں یہ ملکہ موجود ہوتا ہے تو اس کے عہد طفلی سے ہی آثار شجاعت ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ مذکورہ نے بتایا کہ رعب و داب کی محفل میں اس طرح مسند عبدالمطلب پہ بیٹھ جانا اور چچاؤں کے وہاں سے ہٹانے پر یہ دلیری اس مسند کو اپنا حق سمجھنا اور اپنے آباؤ اجداد کی میراث ہونے کا اظہار اس طرح کرنا انتہائی عقل و دانش و ہمت و جرأت کا ثبوت دینا ہے۔

آخر عبدالمطلب جد امجد پیغمبر اسلام کو اقرارِ عظمت و شجاعت پیغمبر اسلام ان الفاظ میں کرنا ہی پڑا۔ جب امام رسول خدا نے مسند پہ بیٹھنے سے روکا تو عبدالمطلب نے فرمایا۔ :-

دعوا ابنی فو اللہ ان لہ لشانا عظیما انی اری انہ سیاتی علیکم یوم وھو سیدکم انی اری عزتہ عزۃ تسود الناس۔

محمد کو چھوڑ دو کہ وہ میری مسند پر بیٹھ جائے یقیناً اس کی شان بہت عظیم ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں وہ دن دور نہیں ہے کہ وہ تم سب کا سردار ہوگا۔ اور میں محمد میں وہ عزت و جلال دیکھتا ہوں جو اس کو انسانوں پہ سردار بنا دے گا۔

واقعہ دوم بعمر ۸ سال سفر تجارت

جد پیغمبر اسلام عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت پیغمبر اسلام کی کفالت و نگرانی ابوطالب کے سپرد کر دی تھی ابوطالب پیغمبر اسلام کو بعمر ۸ سال اپنے ہمراہ سفر شام میں ہمراہ لیگئے تھے۔ سفر شام میں جب ابوطالب نے پیغمبر اسلام کے خصائل بلند۔ علو ہمتی و جرأت و شجاعت کے واقعات دیکھے تو آپ کا رعب ایسا ابوطالب پر قائم ہو گیا کہ ایک روز اہل قبیلہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ ابو طالب لات و عزیٰ کے پاس نہیں جاتے ہیں اور سفر شام کے بعد سے جانا تو بالکل ہی ترک کر دیا ہے۔ آخر لوگوں نے ابوطالب پر اعتراض کر دیا کہ تم کعبہ میں لات و عزیٰ کے پاس نہیں جاتے ہو۔؟

ابو طالب نے کہا کہ کیا کروں محمد مجھ کو ان کے پاس نہیں جانے دیتے اور وہ اس کام کو بہت برا جانتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تم محمد کو لات و عزیٰ کی پرستش پہ مجبور کرو۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ محمد سے جو کچھ امور میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھتے تو ایسا نہ کہتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم نے عجیب امور دیکھے ہیں ؟ تو ابو طالب نے کچھ واقعات ان کو سنائے وہ لوگ خاموش ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ ابوطالب اپنے اس لڑکے کو ملک کا بادشاہ بننے والا سمجھتے ہیں یا نبی آخر الزمان اسی کو بنانے والے ہیں۔۔۔

واقعہ سوم بعمر ۸ سال

طبقات ابن سعد ص۷۶ اسوۃ الرسول ص۳۸ جلد دوم
کان ابو طالب تلقی له سادة لیقعد علیها فجاء النبی صلی
اللہ علیه و آله وسلم وھو غلام فقعد علیھا فقال ابی طالب و آله ربیعه ان ابن اخی لیحش بنعیم ۔

ترجمہ :۔ جناب ابی طالب کے بیٹھنے کیلئے ایک بار (دار الندوہ) میں فرش بچھایا گیا تھا۔ اس اثنا میں جناب رسول خدا جو کمسن تھے آگئے اور ابو طالب کی مسند پر بیٹھ گئے اتنے میں ابو طالب آگئے اور آپ کو اپنی مسند پر بیٹھا ہوا دیکھ کر کہنے لگے کہ ربیعہ کے خدا کی قسم میرے بھتیجے کیلئے ایک نعمت خاص عطا کی گئی ہے ۔

واقعہ چہارم بعمر ۷ سال شہسواری

بحار الانوار میں یہ واقعہ درج ہے کہ جناب عبد المطلب جد پیغمبر اسلام سیف بن یزن شاہ یمن کی ملاقات سے واپس ہوئے تو شاہ نے آپ کو ایک گھوڑا تحفہ دیا تھا اور اس کا نام عقاب تھا شاہ یمن نے یہ گھوڑا پیغمبر اسلام کیلئے بھیجا تھا۔ جب پیغمبر اسلام کے سامنے یہ گھوڑا پیش کیا گیا تو باوجود صغر سنی کے آپ نے بڑی متانت اور شہسوارانہ تیور سے سب کو قریب سے ہٹایا لگام ہاتھ میں لی بس اتنا اشارہ پانا تھا کہ عقاب خود بیٹھ گیا محمد مصطفیٰ پشت عقاب پر سوار ہو گئے اور مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں اسے خوب بھگایا ۔ سارے مکہ میں شور مچ گیا کہ ننھا سا شہسوار کیا خوب سواری کے کرتب دکھا رہا ہے ۔ آپ عقاب کو مقام استقبال عبد المطلب سے مکہ تک لے گئے اور شہسواری کی مہارت دکھائی ۔

واقعہ پنجم واقعہ شش بعمر ۷ سال علو ہمتی

کتاب بحار الانوار جلد ششم میں ہے کہ

جناب عبد المطلب کا ایک اونٹ صحرائے عرب میں کسی طرف چلا گیا اور لاپتہ ہو گیا ۔ محمدؐ موجود تھے آپ کی عمر سات سال تھی آپ نے عرض کیا کہ میں اس کو تلاش کر کے لاتا ہوں یہ فرما کر صحرا کی جانب بے خوف و خطر چلے گئے ۔ جناب عبد المطلب کا خیال تھا کہ اونٹ قریب ہی کہیں ہوگا ۔ ورنہ وہ ہوتے کو نہ جانے دیتے ۔ مگر اونٹ دور جا چکا تھا محمدؐ مسلسل اس کے تعاقب میں چلے گئے واپسی میں بہت دیر ہو گئی ۔ جناب عبد المطلب بےچین ہو گئے اور خانہ کعبہ کے پردہ کو پکڑ کر دعا کی اور بہ تضرع و زاری فرمانے لگے :۔

یارب رد راکبی محمدا   ردا الی واصطنع عندی یدا

اے خدا میرے سوار دوش محمد کو واپس فرما دے مجھ تک پہنچا دے اور اس سے مجھ کو قوت بازو عطا فرما۔

یہ واقعہ جرأت و شجاعت پیغمبر اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ۷ سال کی عمر میں کوئی بچہ یہ جرأت نہیں دکھا سکتا۔ علاوہ بریں بعد وفات عبدالمطلب جب محمد ابوطالب کی کفالت میں تھے اور آپ کی عمر آٹھ سال کی ہو چکی تھی تو آپ نے ابوطالب کے ہمراہ سفر تجارت میں شرکت کی اور ان کے ہمراہ جانے کو ابوطالب سے کہا۔ تاریخی ثبوت ملاحظہ ہو۔

واقعہ ششم بعمر ۸ سال واقعہ سفر، علو ہمتی

کتاب بحار الانوار باسناد معتبر۔ جناب ابی طالب سے روایت ہے کہ جناب ابی طالب تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اس وقت جناب محمد کی عمر ۸ سال کی تھی۔ آپ نے ابی طالب کے اونٹ کی مہار پکڑی اور فرمایا۔ "اے چچا جان میرے ماں باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا ہے۔ مجھ کو آپ کس کے پاس چھوڑے جاتے ہیں"۔ ابوطالب یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ اور کہا جان عم تجھ کو میں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔ جب رفقا نے یہ سنا کہ ایک بچہ بھی سفر میں جا رہا ہے تو انہوں نے ابی طالب سے کہا کہ موسم گرما ہے اور سخت گرمی ہے اس حالت میں یہ بچہ صعوبات سفر و خطرات راہ کو کیسے برداشت کر سکے گا۔ مگر ابوطالب آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

میں نے یہ چند واقعات تاریخی لکھے۔ ممکن ہے کسی صاحب کو خیال گذرے کہ ان واقعات کو باب شجاعت کے تحت درج کرنا بے محل ہے۔ مگر ناظرین غور فرمائیں اور عہد طفلی کی فطرت سے موازنہ کریں تو ان کو معلوم ہو گا کہ پیغمبر اسلام کا یہ جذبہ فطرت ان کی فطرت شجاعت پر دلالت کرتا ہے۔ شرفاء مکہ بہادران عرب کے سرداری کی مسند پر بے خوف بیٹھ کر اپنی علو ہمتی اور شان کا اظہار کرنا اور ان حاضرین کے رعب و داب کا اثر دل پر نہ لینا فطری جرأت و شجاعت ہی ہو سکتی ہے اور صرف اتنا ہی کہ آپ مسند عبدالمطلب و ابوطالب پر بیٹھ گئے۔ آپ کے اس فعل کو بہادران و زعمائے عرب نے محسوس بھی کیا مگر عبدالمطلب و ابوطالب نے تصدیق بھی کر دی کہ محمد کا یہ فعل طفلانہ نہیں ہے۔ بلکہ شریفانہ و شجاعانہ ہے۔ اسی لئے ان ہر دو حضرات نے اعلان کر دیا کہ یہ بچہ اسی شجاعت فطری کی بدولت اس قابل ہے کہ اعلیٰ شان و شوکت کا مالک ہو۔ اور آئندہ سردار قوم نے۔

اسی طرح یہ واقعہ کہ ابو طالب نے اپنے ہموطن عربوں کے جواب میں کہا۔ کہ محمد کا رعب وجلال مجھ کو روکتا ہے کہ میں لات وعزیٰ تک جاؤں ان عرب افراد نے دریافت کیا کہ محمد میں ایسی بات دیکھتے ہو کہ تم خود اس کام سے خوفزدہ ہو تو ابو طالب نے کچھ واقعات سنائے۔ چونکہ ان کا تعلق ان خصائص سے تھا جو سرداری کیلئے ضروری سمجھے جاتے ہیں اور وہ جرأت وشجاعت ہے۔ لہٰذا وہ لوگ کہنے لگے کہ ابو طالب تو محمد کو ہمارا سردار بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ واقعات تاریخی ثابت کر رہے ہیں کہ محمد میں شجاعت فطری تھی اور اس کا مظاہرہ آپ کے ہر فعل سے ہو رہا تھا۔

پیغمبر اسلام کا بعمر ۷ یا ۸ سال صحرائے عرب کے اندر تلاش شتر میں دور تک چلے جانا اور پھر سفر شام میں سخت گرمی کے موسم میں ابو طالب کے ہمراہ جانے پر اصرار کرنا اور ہمراہ جانا۔ یہ سب واقعات بھی آپ کی علو ہمتی، جرأت اور انتہائی شجاعت کا اظہار کرتے ہیں۔

صاحب بحار الانوار نے بروایت حلیمہ جو آپ کی دائی تھیں لکھا ہے۔ کہ محمد صغر سنی میں تیر انداز کرتے تھے اور کشتی لڑتے تھے اور اپنے برابر کے ہم عمر بچوں پر ہمیشہ غالب رہتے تھے۔

واقعہ ہفتم بعمر ۷ سال امارت بہ اطفال

کتاب بحار الانوار میں یہ روایت موجود ہے کہ ابو جہل کو محمدؐ سے بچپن ہی سے بغض وعناد تھا۔ چنانچہ ایک دن جبکہ محمدؐ کی عمر ۷ سال کی تھی ابو جہل نے بنی مخزوم کے بہت سے لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں تمہارا امیر ہوں۔ جب بنی ہاشم کے بچوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابو جہل نے اپنی ٹولی بنائی ہے۔ تو وہ سب جمع ہو گئے اور انہوں نے بالاتفاق آرا محمدؐ کو اپنا امیر منتخب کیا اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگے۔ یا محمد انت امیرنا (اے محمدؐ آپ ہمارے امیر ہیں)

واقعہ مذکور نے بھی ثابت کیا ہے کہ محمد میں بچپن ہی سے وہ خصائص اور اوصاف پائے جاتے تھے جو سردار قوم وامیر قوم ہونے کیلئے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ وہ خصائص کیا ہیں۔ سب سے پہلے شجاعت کیونکہ عرب کا خاصہ شجاعت تھا۔ ان کے بچے بھی شجاعت کو پسند کرتے تھے ان بچوں نے محسوس کیا کہ ہم سب سے زیادہ شجاع محمد ہیں۔ لہٰذا ان کو اپنا امیر بنا لیا۔

علاوہ بریں کتب تاریخ میں بکثرت مقامات پہ تحریر ہے کہ پدر پیغمبر اسلام کا انتقال ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے عرب سردار متولی خانہ کعبہ جناب عبدالمطلب کی آغوش میں محمد صلعم نے پرورش پائی ۸ سال کی عمر تھی کہ عبدالمطلب کا سایا سر سے اٹھ گیا تو آپ نے بتاکید وصیت کی کہ ابو طالب محمد کی کفالت وحفاظت کریں۔ ابو طالب نے تا زمانہ بعثت پیغمبر اسلام کی ہر ممکن کفالت واعانت

کہ پیغمبر اسلام کے بچپن سے ہی ان کے بزرگ ایسے عظمت کرتے تھے کہ باوجود سرداران عرب ہونے کے
محمد کو ہر معاملہ میں پیش پیش رکھتے تھے۔ گویا آپ کو بچپن ہی سے اپنا مطاع و سردار سمجھتے تھے۔
بزرگ اپنے بچہ سے محبت کریں اور بلحاظ محبوب ہونے کے اس کی خدمت کریں یہ اور چیز ہے۔ مگر یہ
سرداران عرب محبت تو کرتے ہی تھے علاوہ اس محبت کے عظمت و کرامت و سرداری کے بھی قائل
تھے اور اپنی قوم کو بھی وقتاً فوقتاً بتاتے رہتے تھے کہ محمد میں وہ اوصاف پائے جاتے ہیں کہ وہ عرب
وعجم کا سردار بنے گا۔ یہ جذبات و تاثرات اشراف خاندان کے بے وجہ نہ تھے۔ بلکہ وہ آپ کے بچپن میں
ہی وہ خصوصیات اس ذات اقدس میں پا رہے تھے جو سرداری و پیشوائی کیلئے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔
اور ان میں سب سے اعلیٰ خصوصیت شجاعان عرب کے نزدیک صفت شجاعت ہی ہو سکتی ہے چونکہ
شجاعت ہی اصل ریاست و سیاست ہے۔

میں نے مختصراً و اجمالاً چند واقعات طفلی و شجاعت پیغمبر اسلام کو نمونۃً لکھ دیا اب میں ان واقعات
لکھوں گا جو اس عہد و وقت عمر سے شروع ہوتے ہیں جو عمر کہ صحیح و مفہوم شجاعت کے اظہار کیلئے
مخصوص ہے اور وہ جوانی ہے۔

واقعہ ہشتم سفر تجارت بہ عمر ۲۴ سال

حیات القلوب جلد دوم ؎

(۱) جاریہ آمد و گفت اے سیدہ من اینک بزرگواران عرب یعنی فرزندان عبدالمطلب بدر خانہ آمدند خدیجہ از استماع ایں نامہائے آشنا از صبر و قرار بیگانہ شد و گفت در رابکشا و میسرہ رابگو کہ فرشہائے زیبا برائے ایشاں مرتب سازد ....

(ب) از پس پردہ گفت کہ اے بزرگواران مکہ و حرم از انوار قدوم خود کلبہ مرا رشک گلستان ارم کردہ اید ہر حاجت دارید کہ برآوردہ است ابو طالب گفت کہ از برائے حاجتے آمدہ ایم کہ نفعش بتو عاید می گردد

عباس و ابو طالب وغیرہ خدیجہ کے مکان پر پہنچے تو لونڈی نے خدیجہ کو اطلاع کی کہ عرب کے سردار فرزندان عبدالمطلب آپکے مکان پر آئے ہیں۔ خدیجہ نے جب یہ متعارف نام سنے تو بیچین ہو گئی اور کہا کہ دروازہ کھولا جائے اور میسرہ غلام سے کہو کہ عمدہ فرش بچھائے۔ ب۔ خدیجہ نے پس پردہ کہا کہ مکہ و حرم کے سرداروں نے میرے غریب خانہ پر کیوں قدم رنجہ فرمایا ہے۔ جو حاجت ہو میں اس کے پورا کرنے کو حاضر ہوں ابو طالب نے کہا کہ ہم ایک ایسی حاجت لیکر آئے ہیں کہ

و برکتش بر تو می افزاید برائے پسر برادرم
خود محمد آمده ام ....

(ج) عباس گفت اے پسر برادر کسے انکار فضل
تو نمی تواند کرد اینها از تو غریب نیست
اکنوں بیا برویم بمنزل خدیجہ کہ می خواہد
ترا بر اموال خود امین گرداند کہ بہر جا کہ
کہ خواہی بتجارت روی فرمود کہ می خواہم
بطرف شام روم ۔

(د) پس خدیجہ در پس پردہ آمد و گفت اے
سید من .... آیا می خواہی
کہ امین باشی بر اموال من و بہر سو کہ خواہی
حرکت فرمائی ۔

فرمود بلے راضی شدم و می خواہم کہ بجانب
شام سفر کنم ۔ خدیجہ گفت اختیار داری
و گفت اے سید من آیا میتوانی شتر بار
کنی فرمود بلے ۔ خدیجہ گفت اے میسرہ
شترے حاضر کن کہ من مشاہدہ نمائیم
کہ ایں بزرگوار چگونہ بار می بندد پس
میسرہ بیروں رفت و شتر مست لبیائے
اشتومند چموشی آورد کہ ہیچ کس از اعیان
را تاب مقاومت او نبود چوں نزدیک
آوردند کفے از دہان خود بیروں آوردہ
بود و دیدہ ہائش سرخ شدہ و صدائے
مہیبے از او ظاہر می شد چوں حضرت دست
مبارک بر پشت آں گذاشت پس

جس کے پورا کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔
اور تمہارے لئے باعث برکت ہے۔ میں اپنے
بھتیجے محمد کیلئے آیا ہوں۔ خدیجہ نے کہا کہ بلائیے
تو عباس خود محمد کو لینے چلے گئے اور جب ان
سے ملاقات ہوئی تو کہا اے بھتیجے تمہاری
بزرگی کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ
تمہارے لئے عجیب نہیں ہے آؤ خدیجہ کے
مکان پر چلیں کہ وہ چاہتی ہے کہ تم کو اپنے
مال پر امین بنا دے اور جس طرف تمہاری
خوشی ہو مال تجارت لیکر جاؤ آپ نے فرمایا
میں چاہتا ہوں کہ شام کی جانب سفر تجارت
کروں جب آپ خانہ خدیجہ پر پہنچے تو پردہ
کے پیچھے سے خدیجہ نے کہا اے میرے سردار
کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے سامان تجارت
پر آپ امین ہو جائیں ۔ اور جس طرف چاہیں
مال تجارت کو لے جائیں آپ نے فرمایا کہ
میں راضی ہوں اور چاہتا ہوں کہ جانب
شام سفر کروں ۔ خدیجہ نے کہا آپ کو اختیار
ہے مگر اتنا تو بتا دیجئے کہ آپ اونٹوں پر
سامان بھی بار کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں
خدیجہ نے کہا اے میسرہ ایک اونٹ لا تاکہ
میں دیکھوں کہ یہ کیونکر سامان باندھتے
ہیں میسرہ باہر گیا اور ایک اونٹ بہت
مست بہت جسیم و موٹا و سرکش لیکر حاضر
ہوا وہ اونٹ اتنا سرکش تھا کہ کوئی چھڑا تا

زنان کہ نزد خدیجہ حاضر بودند گفتند
نیست ایں مگر سحر عظیم کہ ازیں یتیم ظاہر
شد ۔ ...

(س) چوں حضرت دید کہ اموال خدیجہ در زمین
ماندہ است و ہنوز بار نشدہ است باغلاماں
خطاب نمود کہ چرا بارہا را بشتراں نہ بستہ
اید گفتند اے سید عالم عدد ما کم است
و مال بسیار پس آں معدن فتوت و کرم
بر ایشاں رحم نمودہ پا از راحلہ گردانید
و فرود آمد و دامن بہ کمر زد و شتراں را
بزیر بار می کشید و بہ یک طرفۃ العین
بار ہر شترے را محکم بست چوں آفتاب
گرم بود عرق مانند شبنم صبحگاہی از چہرہ
گلگوں آں گلدستہ بوستان قرب الٰہی می
ریخت دلہائے حاضراں ہمہ از مشاہدہ
ایں حال در تاب شدند ۔

(ص) پس روانہ شدند و چوں بہ جحفۃ الوداع
رسیدند مطعم بن عدی گفت اے گروہ شما
بسفری روید کہ بیاباں ہا و درہ ہا بخوف
دارد باید کہ یکے از اشراف خود را
مقدم گردانید کہ ہمگی برائے او اعتماد
کنید و نزاع درمیان شما نباشد ....
میسرہ گفت ما ہیچ کس را بغیر از محمد بن
عبداللہ بر خود مقدم نمی دارم و بنو ہاشم
نیز چنیں گفتند پس ابوجہل گفت کہ اگر چنیں

بھی اس کے مقابلہ کی طاقت اور تاب نہیں
رکھتا تھا۔ جب وہ سامنے آیا تو اس کے
دہن سے جھاگ جاری تھے اس کی آنکھیں
سرخ تھیں اور بڑی ہیبتناک آواز سے
چنگھاڑتا تھا ۔ جیسے آپ نے اس کی پشت
پر ہاتھ رکھا اور آپ سوار ہوئے ۔ پس وہ
عورتیں جو خدیجہ کے ارد گرد کھڑی تھیں
کہنے لگیں کہ کچھ نہیں ہے مگر ایک بڑا جادو
ہے جو اس یتیم سے ظاہر ہوا ہے ۔

(س) روانگی کے وقت جب حضرتؐ نے دیکھا
کہ خدیجہ کا سامان تجارت زمین پر پڑا ہے
اور ابھی اونٹوں پر لادا نہیں گیا ہے تو آپ
نے غلاموں سے کہا کہ یہ سامان کیوں نہیں
لادتے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ اے عالم کے
سردار ہماری تعداد کم ہے اور سامان بہت
زیادہ ہے ۔ پس یہ سنتے ہی آپ کو ان پر
رحم آگیا اور آپ ناقہ سے نیچے اترے کمر باندھی
اور اونٹوں پر سامان رکھنا شروع کر دیا
اور تھوڑی ہی دیر میں تمام سامان اونٹوں
پر باندھ دیا چونکہ دھوپ بہت تیز تھی آپ
کے چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے
لگے اور حاضرین یہ حالت دیکھ کر حیران
رہ گئے اور ان کو تکلیف پہنچی جب قافلہ
روانہ ہو گیا تو مختلف قبائل نے اپنا سردار
چنا (ص) جب جحفۃ الوداع پر پہنچے

کنید من ایں شمشیر خود را بر شکم خود می گذارم
کہ از پشتم بیروں رود حضرت حمزہؓ شمشیر
خود را کشیدہ گفت اے خسیس ترین رجال
تو اکنوں دعوئی ریاست می کنی واللہ کہ
نمی خواہم مگر آنکہ خدا دستہائے و پاہائے
ترا قطع کند تو از کشتن خود مارا می ترسانی
حضرت رسول فرمود کہ اے عم شمشیر خود را
در غلاف کن ۔

تو مطعم بن عدی نے کہا اے لوگو تم ایسے سفر
پر جارہے ہو کہ جہاں خوفناک درے اور
بیابان ہیں تم کو چاہیئے کہ اپنے سرداروں
میں سے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لو وہ ایسا
ہو کہ سب کو اس پر اعتماد ہو تا کہ تمہارے
درمیان تنازع نہ ہو ۔
میسرہ نے کہا کہ ہم کسی کو بجز محمد کے اپنا
سردار و امیر نہیں بنائیں گے اور بنی ہاشم
نے بھی یہی کہا ۔ پس ابو جہل کو ناگوار ہوا
اور اس نے کہا کہ اگر تم محمد کو امیر بناؤ گے
تو میں اپنے شکم میں ایسی تلوار ماروں گا
جو میری پشت سے نکل جائے ۔ حضرت
حمزہ نے جب یہ سنا تو کہا کہ اے کمینہ ترین
انسان تو تو اب دعوئے امیری و سرداری
کرنے لگا ۔ خدا تیرے ہاتھوں اور پیروں کو
قطع کرے تو خود کشی سے ہم کو ڈراتا ہے

(ط) آں حضرت از د (خدیجہ) مرخص گردید
و بخانہ ابو طالب آمد و ارباح و فوائد آں
سفر را با بو طالب گذاشت و گفت کہ اے
عم آنچہ دریں سفر بہم رسیدہ است ہمہ تو
تعلق دارد ابو طالب اورا در بر گرفت و
روئے مبارکش را بوسید و گفت اے نور
دیدہ من تو از دے کہ دارم آنست کہ
از برائے تو زنے بخواہم ۔۔

پیغمبر اسلام نے کہا کہ اے چچا اپنی تلوار نیام میں کر لیجئے جب سفر تجارت سے واپس ہوئے
اور بہت منافع لیکر آئے تو (ط) وہ سامان خدیجہ کو سپرد کیا ۔ خدیجہ نے کثیر معاوضہ
دیا تو پیغمبر اسلام خدیجہ سے رخصت ہو کر ابو طالب کے گھر آئے اور تمام فوائد و منافع
کو ان کی خدمت میں پیش کیا اور فرمایا اے چچا جان اس سفر میں جو کچھ حاصل ہوا ہے
وہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ سب مال آپ کا ہی ہے ۔ ابو طالب نے محمدؐ کو
اپنے سینے سے لگایا اور چہرے کا بوسہ لیا اور کہا اے نور چشم میں اس کا کیا کروں گا
میری تو یہ خوشی ہے کہ تمہاری شادی کردوں ۔
ناظرین تمام واقعہ مذکورہ کو بغور مطالعہ کریں ان کو معلوم ہوگا کہ ابتدائے سفر شام سے تا آخر
پیغمبر اسلام کی ہمت و جرأت دلیری اور شجاعت کے مناظر ہیں ، ناقہ سرکش پر قابو پانا ، قافلہ تجارت

کے سامان کو شدید تمازت آفتاب عرب میں تنہا بار کردینا اور سفری صعوبات کو سر کرنا وکامیاب تاجر کی حیثیت سے واپس آنا اور بعمر عنوان شباب بہ تمام وکمال انجام دینا انتہائی جرأت و بردلی کا ثبوت ہیں

واقعہ سنہم حرب الفجار عمر ۲۰ سال

عرب کے زمانہ جاہلیت کی یہ قدیم جنگ تھی اس میں عرب کے قبائل مسلسل لڑتے رہے حرب الفجار کا سبب یہ ہوا کہ نعمان ابن منذر اپنے جانوران بار برداری پر سامان تجارت لیکر عکاظ میں میلہ کے ایام میں بغرض تجارت آیا تھا۔ ان جانوران بار برداری کو عروہ ابن عینیہ نامی شخص نے جو بنی کلاب کے قبیلہ سے تھا کرایہ پر لیا اور ان کو لیکر ایک پانی کے چشمہ پر جو آوارہ کے نام سے موسوم تھا۔ اترا براض ابن قیس نے جو قبیلہ بنی بکر کا ایک آدمی تھا۔ اور قوم و قبیلہ سے نکلا ہوا تھا۔ عروہ کو غافل کر مار ڈالا۔ اور بھاگ کر خیبر میں جا چھپا۔ اثر یہ ہوا کہ قریب قریب تمام قبائل و عشائر جہالت کے قدیم دستور کے مطابق آپس میں گتھ گئے۔ قتل و قصاص کا معاملہ تھا۔ اس نے طرفین سے تحمل و سکوت اور واگذاشت قطعی ناممکن تھا۔ اور عروہ کے قتل کی خبر جب عکاظ کے میلہ میں پہنچی جو اس وقت تمام قبائل و عشائر کا مرکز تھا تو اس خبر کے سنتے ہی قریش اور ان کے حلیف اور طرفدار قبائل نے بنی کنانہ کا ساتھ دیا اور بنی قیس سے عروہ کا قصاص طلب کیا۔ قریش نے بنی قیس پر صرف یہی ایک الزام نہیں لگایا تھا بلکہ ایام حرام میں خونریزی کرنے سے ان کو قومی مجرم بھی قرار دیا تھا۔ قریش اور بنی کنانہ اور ان کے معاون قبائل عروہ کے خون ناحق سے اسقدر متاثر ہوئے کہ وہ سب کے سب عکاظ کے میلہ سے اپنا اپنا سامان تجارت واپس لیکر مکہ چلے آئے۔ اور بنی قیس سے مقابلہ و مقاتلہ کی تیاریاں کرنے لگے بنی قیس بھی عرب تھے وہ کیوں دبنے لگے تھے۔ بالآخر جانبین سے مقابلہ ہوگیا اور سخت معرکہ پڑا اور بڑی خونریزی ہوئی۔ چونکہ اس میں تمام قریش کے قبائل داخل تھے۔ اسی لئے بنی ہاشم بھی شریک تھے۔ اور اپنے افراد خاندان کے ساتھ پیغمبر اسلام بھی میدان کارزار میں موجود تھے۔ بنی قیس کو قریشیوں پر دوپہر تک غلبہ حاصل رہا۔ مگر دوپہر کے بعد قریش نے بنی قیس کو زیر کرلیا اور آخر کار لڑائی صلح پر تمام ہوگئی۔

پیغمبر اسلام نے خود فرمایا ہے:۔

قال رسول اللہ صلعم و ذکر الفجار فقال قد حضرتہ مع عمومتی۔ کنت انبل علی اعمامی ای اردعنھم نبل عدوھم اذا رموا ھم بھا۔

میں حرب الفجار کے معرکہ میں اپنے اعمام کے ساتھ شریک جنگ تھا۔ میں اپنے اعمام کی

طرف سے تیر چلاتا تھا یعنی ان تیروں کو رد کرتا تھا جو میرے اعمام پر ان کے دشمن چلاتے تھے۔۔۔

عبارت مذکورہ نے ظاہر کیا کہ پیغمبر اسلام نے بعمر ۲۰ سال صرف اس عظیم جنگ میں شرکت ہی نہیں کی بلکہ ایک مشکل اور دشوار طریقہ اختیار کیا۔ غصہ میں جنگ کی آگ میں کود جانا تو آسان ہے۔ مگر چونکہ یہ جنگ زمانہ جاہلیت کی تھی۔ اس کا مقصد صرف انتقام تھا۔ اور بس! لہٰذا یہ جنگ کسی طرح سے بھی مقصد کے لحاظ سے کار آمد نہ تھی۔ اس میں شرکت کے معنی یہ تھے کہ رسوم جاہلیت میں بھی پیغمبر اسلام مثل دیگر اعراب شامل ہو جاتے تھے۔ مگر ایسا نہیں ہے پیغمبر اسلام کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ شریک جنگ تو ضرور رہے۔ کیونکہ تمام قبائل سے الگ رہ کر جنگ سے گریز کرنا بزدلی کی علامت تھی اور جنگ عبث و غیر مقصد میں شرکت کرنا فعل عبث تھا۔ لہٰذا آپ نے وہ طریقہ اختیار کیا جو نہایت بہادرانہ و شجاعانہ تھا۔ اور وہ یہ کہ میدان جنگ میں موجود بھی رہے۔ مگر اپنے خاندان کے بزرگوں کی جانوں کی حفاظت تیر اندازی سے کرتے تھے۔ گویا آپ نے اپنی اس جنگ کا یہ مقصد اعلیٰ قرار دیا تھا کہ بنی ہاشم کی جانوں کی حفاظت کی جائے۔ بظاہر کام آسان معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ کام بہت مشکل تھا۔ کیونکہ تیروں کی بارش اور تلواروں کے واروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔ و نیز اپنے افراد خاندان کو بھی ہلاکت سے بچانا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے اس شجاعانہ فعل سے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ بے مقصد جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اور اگر ایسی جنگ میں پھنس ہی جائے۔ تو وہ کام اختیار کرے جس میں خود اس کے نفس کی حفاظت بھی ہو اور اس کے کار آمد احباب و اعزاء کی بھی حفاظت جاں ہو۔

بعض مورخین نے لکھ دیا ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس جنگ میں شرکت نہ کی کیونکہ یہ جنگ زمانہ جاہلیت کی تھی۔ اور اس میں شرکت کار عبث تھی۔ مگر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے اس جنگ میں شریک ہو کر بھی ایک نمونہ شجاعت پیش کیا ہے۔ جو اپنے مقصد کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہے اس حرب الفجار کی تصدیق پیغمبر اسلام کی شرکت اور آپ کی شرکت کا اعلیٰ مقصد مندرجہ ذیل تاریخی عبارات ثابت کرتی ہیں۔

حلف الفضول

(۱) کان حرب الفجار فی شوال وھذہ الحلف فی ذالقعدہ وکان اشرف حلف کان قط اول من دعا الیه الزبیر بن عبد المطلب فاجتمعوا بنو ھاشم وزھرۃ وتیم فی دار عبد اللہ بن جدعان

فضع لهم طعاماً فتحاقدوا و تعاهدوا باﷲ القاتل لنکونن مع المظلوم حتی یوتی الیه حقه (طبقات ص۸۲)

ترجمہ :- جنگ فجار شوال میں واقع ہوئی اور حلف الفضول ذی قعدہ میں اور یہ معاہدہ تمام سابق معاہدوں سے اشرف و افضل تھا۔ سب سے پہلے اس معاہدہ کی دعوت زبیر بن عبدالمطلب نے دی اور اس دعوت کے سلسلہ میں بنی ہاشم، زہرہ اور تیم، عبداﷲ ابن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔ پہلے حاضرین کی ضیافت کی گئی پھر سب سے مجلس کا انعقاد کیا اور خدا کو درمیان ڈالکر باہم یہ معاہدہ کیا کہ وہ لوگ منظلومین کی طرف سے ظالموں کے ساتھ اس وقت تک مقابلہ کریں گے جب تک کہ ظالم اپنے مظالم کی دیت و معاوضہ مظلوم کو نہ دیدے۔

یہ تھا وہ معاہدہ جو حرب فجار کے بعد قبائل قریش میں ہوا اور اس میں پیغمبر اسلام خود موجود تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔

ما احب ان لی بحلف حضرته فی دار	اس معاہدہ میں جس میں میں بھی موجود تھا
عبداﷲ بن جدعان حمر النعم و	اور عبداﷲ ابن جدعان کے مکان میں
انی اعذرته هاشم و زهره و تیم	منعقد ہوا تھا۔ اور جس میں بنو ہاشم بنو
وتحلفوا ان یکونوا مع المظلوم ولو	زہرہ اور بنو تیم نے اس امر پر قسمیہ حلف
دعیت به لاجبت و هو حلف	اٹھایا تھا کہ وہ مظلوم کی اعانت و حمایت
الفضول (طبقات ص۸۲)	کیا کریں گے۔ اس معاہدہ کے عوض میں

مجھ کو اگر سرخ رنگ والے سو اونٹ بھی دے تو میں نہ لوں اور آج بھی اگر ایسے معاہدہ کیلئے مجھے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں وہ معاہدہ حلف الفضول تھا۔

میرا بیان اور بھی واضح ہو گیا اور میری تحریر کی تصدیق بھی ہو گئی کہ پیغمبر اسلام حلف الفضول اور حرب الفجار میں موجود تھے۔ حرب فجار میں تو شرکت اسلئے کی تھی کہ اس میں بنو ہاشم کی مدد کرنی تھی اور صرف مدد ہی کی۔ اور کوئی جارحانہ حملہ نہیں کیا بلکہ مدافعت تیر و تبر کرتے رہے۔ اور حلف الفضول میں اسلئے شرکت کی کہ وہ معاہدہ حمایت مظلومین کیلئے تھا۔

گویا حرب الفجار کی شرکت بھی بغرض امداد مظلوم میں حرب تھی اور شرکت معاہدہ بھی بغرض امداد و نصرت مظلومین تھی۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے اور صفحات تاریخ عالم گواہ ہیں کہ۔

مظلوم کی مدد کا جذبہ صرف اسی دل میں پیدا ہوتا ہے جو بہادر ترین و شجاع ترین انسان ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ بزدل کم ہمت خود غرض انسان ہمیشہ ظالم کی مدد کرتا ہے۔ اور اس کے ظلم و تشدد سے ڈر کے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے غلبہ و تسلط کے خیال سے حرص و طمع مال غنیمت کرتا ہے مگر مظلوم تو خود ہی حالت بیکسی میں ہوتا ہے اس سے کیا غرض و طمع وابستہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا شجاع ہمیشہ بے غرض حمایت کرتا ہے اور یہ وہی جذبہ تھا جس کی وجہ سے پیغمبر اسلام بعمر ۲۰ سال حرب فجار اور حلف الفضول میں شامل ہوئے اور آپ کا لائحہ زندگی آخر تک یہی رہا کہ مظلومین کی مدد کی جائے۔ مذکورہ و مندرجہ بالا سطور میں پیغمبر اسلام کے ابتدائی حالات لکھے گئے۔ اب میں آپ کی شان صورت اور شجاعت کا نقشہ کتب مستند و راویان موثق و معتمد کی زبانی لکھتا ہوں اس کے بعد واقعات شجاعت کو جو بعد بعثت وقوع میں آئے تحریر کروں گا۔

(۱) حیات القلوب باب ہفتم جلد دوم :-

از حضرت امام حسن و حسینؑ منقول است کہ حضرت رسالت پناہ در دیدہا باعظمت می نمود و در سینہا مہابت او بود و رویش از نور می درخشید مانند ماہ شب چہاردہ از میانہ بالا اندکے بلندتر بود و بسیار بلند نبود و سر مبارکش بزرگ بود ... میان دو کتفش پہن بود سر استخوانہائے بندہائے بدنش قوی و گندہ بود و اینہا از علامت شجاعت و قوت است و در میان عرب ممدوح است .... و بندہائے دستہایش دراز بود کف پائے مبارکش کشادہ بود و دستہا و پاہایش قوی بود و ایں صفت در مردان پسندیدہ است و علامت قوت و شجاعت است

امام حسن و امام حسین سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلام کی آنکھوں سے جلالت ظاہر ہوتی تھی اور لوگوں کے سینوں میں آپ کا رعب چھایا ہوا تھا آپ کا چہرہ نور سے چمکتا تھا۔ جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ درمیانی قد سے قدرے بلند قد تھا۔ آپ کا قد بلند نہ تھا۔ اور آپکا سر مبارک بڑا تھا آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ کشادہ تھی۔ آپ کے جسم کے جوڑ و بند فربہ تھے اور قوی تھے۔ اور یہ علامات شجاعت و قوت کی ہیں۔ اور عرب ان اوصاف کو پسند کرتے ہیں۔۔ آپ کے ہاتھوں کے جوڑ دراز تھے اور آپ کے کف پا کشادہ تھے آپ کے دست و پا قوی تھے اور یہ چیزیں مردوں میں پسندیدہ ہیں اور علامات شجاعت ہیں۔

۲) حیات القلوب ص۲۳۵ :-

شجاعت آنحضرت بمرتبہ بود کہ حضرت اسد اللہ الغالبؑ می گفت کہ ہر گاہ جنگ گرم می شد ما پناہ باآں حضرت بردیم و ہیچ کس بدشمن ازاں حضرت نزدیک ترنبود۔

اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب فرماتے تھے کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت اس حد پہ تھی کہ جب آتش جنگ بھڑک اٹھتی تھی تو ہم آپ کی پناہ میں آجاتے تھے اور کوئی دشمن قریب نہیں آسکتا تھا۔

۳) مناقب آل ابی طالب جلد اول ص۲۵

و زرقانی :-

جب پیغمبر اسلام کے چچا ابو طالب بن عبدالمطلب معہ اپنے افراد خاندان کے خدیجہ بن خویلد کے مکان پر گئے اور پیغمبر اسلام کا نکاح خدیجہؑ سے کرتے وقت خطبہ پڑھا ہے اس خطبہ کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ بعمر ۲۵ سال پیغمبر اسلام کی شان و شوکت رعب و جلالت اعیان و اشراف عرب کے نزدیک کتنی تھی۔ یاد رہے کہ اہل عرب مقام فخر میں شرافت خاندان اور شجاعت ہی کو سبب فخر سمجھتے تھے۔ بوقت نکاح خدیجہ یہ اشراف عرب موجود تھے۔ اگر ان پر محمدؐ کی شان و عظمت و شجاعت کا کافی اثر نہ ہوتا۔ تو جس وقت ابو طالب نے الفاظ خطبہ نکاح میں فضائل محمدؐ کو بیان کیا ہے۔ تو یہ امر اشراف و شجاعان عرب کے خلاف گذرتا کیونکہ وہ اپنے سے اعلیٰ اسی کو سمجھتے تھے جو حقیقت میں خصوصیات و اوصاف میں ان سے اعلیٰ و برتر ہو بعض الفاظ خطبہ نکاح پیغمبر اسلام ملاحظہ کیجئے :-

وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفاً و نبلاً و فضلاً و عقلاً -

ترجمہ :- ہم کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا ہے اور یقیناً یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد بن عبد اللہ وہ ہے کہ جب کسی شخص سے بھی اس کا موازنہ کیا جائے گا تو یہ شرف، خاندان، فضل و عقل میں سب سے زیادہ گرامی و برتر ہی نکلے گا۔

خدیجہ بنت خویلد عرب کی مشہور و متمول تاجرہ تھیں۔ ان کے نکاح میں خواص و شرفاء عرب کا مجمع تھا۔ اس بھرے جلسہ میں ابو طالب کا محمد کیلئے یہ الفاظ کہنا گویا حقیقت تھی اسی لئے سب نے اقرار کیا اور کسی کو ٹوکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ گویا بچپن سے نوجوانی یعنی ۲۵ سال کی عمر تک میں محمدؐ نے

بمقابلہ شجاعان عرب وہ خصوصیات فضائل و اوصاف شجاعت پیدا کر لیئے تھے یا ان کی ذات میں یہ اوصاف اس طرح موجود تھے کہ ہر ایک یگانہ و بیگانہ کو ان کا اقرار تھا۔ یہ وہ خصوصیت محمدؐ میں تھی جس کا جواب و مثل دنیا کے رہبروں میں نہیں پایا جاسکتا۔ ابتدائے عمر سے انتہائے عمر تک تمام اوصاف و اخلاق کا مجموعہ ثابت ہونا صرف ذات محمدؐ کیلئے ہی مخصوص ہے۔

واقعہ دوازدہم، واقعات بعد بعثت

(ا) مناقب جلد اول صـ ۲۳ :-

(ا) ونهى ابوجهل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الصلوٰة وقال ان رايت محمداً يصلي لاطان عنقه ۔

ابوجہل نے پیغمبر اسلام کو نماز سے منع کیا اور کہا کہ اگر محمد نے نماز پڑھی تو وہ محمد کا گلا گھونٹ دیگا۔

(ب) مناقب آل ابي طالب جلد اول صـ ۲۴ :-

قال ابن اسحاق ان ابي طالب قال له في السر لا تحملني من الامر ما لا اطيق فظن رسول الله صلعم انه قد بدالعمه وانه خاذله وانه قد ضعف عن نصرته فقال يا عماه لو وضعت الشمس في يميني والقمر في شمالي ما تركت هذا القول حتى انفذه او اقتل دونه ثم استعبر فبكى ثم قام يولي فقال ابوطالب امض لامرك فوالله ما اخذلك ابدا وفي رواية انه قال عليه السلام ان الله تعالى امرني ان ادعوا الى دينه الحنفية وخرج من عنده مغضبا فدعاه ابوطالب وطيب قلبه ووعده بالنصر ثم انشاء يقول شعر والله

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ ایک دن خلوت میں ابو طالب نے پیغمبر اسلام سے کہا کہ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو مجھ سے برداشت نہ ہو سکے۔ پس پیغمبر اسلام نے گمان کیا کہ چچا نے ساتھ دینے سے چھوڑ دیا ہے اور مدد کرنے سے عاجز آگئے ہیں۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے سیدھے ہاتھ میں سورج رکھ دیا جائے اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے۔ تب بھی میں اس کار تبلیغ کو ترک نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اس کو پورا کر لوں یا اسی راہ میں قتل کر دیا جاؤں پھر آپؐ نے بحالت گریہ فرمایا پھر کھڑے ہو کر چل دیئے ابو طالب نے کہا کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں میں تم کو کبھی نہ چھوڑوں گا اور نصرت کرتا رہوں گا۔ ایک روایت میں

لن یصلوا الخ ... ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں دین پاک
اسلام کی دعوت دینے پر منجانب خدا مامور ہوا ہوں۔ یہ کہہ کر غصہ سے چلے گئے۔ پھر ابوطالب
نے بلایا اور تسلی قلب کی اور وعدہ نصرت کیا اس کے بعد یہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ حسب ذیل
ہے :-
قسم بخدا تم کو اے رسول کوئی مضرت نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ ہم قبر میں دفن نہ کر دیئے
جائیں پس اے رسول جس بات کا تم کو منجانب خدا حکم ملا ہے اس کو پورا کرو اور اس کا اعلان
کرو۔ خوش رہو اور اس کام سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو۔ تم نے مجھ کو دعوت اسلام
دی میں خیال کرتا ہوں کہ تم ناصح صادق ہو۔ اور امین ہو اور فرمایا :-

وعرضت دینا قد عرفت بانہ ۔۔۔ من خیر ادیان البریۃ دینا

ترجمہ :- تم نے ایک دین ہمارے سامنے پیش کیا اور ہم جانتے ہیں کہ وہ دین بہترین دین ہے

لولا الملامۃ ان یکون معرۃ ۔۔۔ لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

ترجمہ :- اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ مضرت و شر پیدا ہو جائے گا تو اے محمدؐ تم مجھ کو ظاہر بظاہر اس
کام میں دلیر و جواں مرد پاتے۔

صاحبان نظر و واقفان تاریخ اسلام جانتے ہیں کہ نصاریٰ و یہود عرب با اثر تھے اور قبل بعثت
پیغمبر اسلام ہی علامات نبوت کو دیکھ دیکھ کر متحیر ہوتے تھے کہ اور پیغمبر اسلام کے جانی دشمن ہو گئے تھے
قبل بعثت پیغمبر بھی انہوں نے ہلاکت پیغمبر اسلام کی کوششیں کی تھیں مگر بخوف عبدالمطلب و ابوطالب
کر نہ سکتے تھے۔ جب پیغمبر اسلام نے دین الٰہی کی ظاہر بظاہر تبلیغ شروع کر دی تو یہ عداوت بھی ظاہر ہو گئی
اور مشرکین صنم پرست و یہود و نصاریٰ سب ہی متحد و متفق ہو گئے کہ پیغمبر اسلام کا خاتمہ ہی کر دیا جائے۔
اور ایسا کرنے میں چاہے ان کو مال کثیر خرچ کرنا پڑے۔ چاہے ان کو جانی قربانیاں دینی پڑیں۔ جو کچھ بھی ہو
مگر پیغمبر اسلام کی دعوت حقہ کو ختم کر دیا جائے۔ ایسے نازک موقع پر جب ابوطالب نے موقع کی نزاکت
کا احساس پیغمبر اسلام کو دلایا۔ اور صرف اس خوف سے عہد جاہلیت عرب کے جذبات جنگ مشتعل نہ ہو جائیں
سب اقوام عرب مل کر متحد ہو کر کہیں نور نبوت کو گل ہی نہ کر دیں اور جنگ قبائلی چھڑ جائے تو ابوطالب
پیغمبر اسلام سے کہا کہ مجھ پر اتنا بوجھ ڈالو جتنا میں برداشت کر سکوں۔

جب پیغمبر اسلام نے اپنے بچپن سے جوانی اور جوانی سے عمر چالیس سال تک کے کفیل و محافظ کی زبان
سے یہ الفاظ سنے تو محسوس کیا کہ شاید چچا بھی مجھ کو اکیلا چھوڑنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایک انسان کا

پورا ملک اور اس ملک کا در و دیوار دشمن ہو جائے اور صرف ایک حمایت کرنے والا ہو اس وقت وہ حامی بھی یہ الفاظ کہدے تو اس تنہا انسان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اور یقیناً وہ اپنے کام کو یا تو ترک کر دے گا یا کم از کم اس کی کوشش حصول میں کمی کر دے گا اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ ایسے مواقع پر جب کہ رہبر والا کا ساتھ ان کے پیروؤں نے چھوڑ دیا ہے یا سپہ سالاروں سے ان کی فوجوں نے منہ موڑ لیا ہے۔ تو یا تو وہ سپہ سالار خودکشی کر کے مر گیا ہے یا اس نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں یا وہ روپوش ہو کر بھاگ گیا ہے۔ مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا ہے۔

لیکن پیغمبر اسلام کے حالات ایسے نازک ترین مراحل و منازل تک پہنچ گئے تھے کہ جن کا تصور بھی کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مگر پیغمبر اسلام کی شجاعت نے اس موقعہ کو ایسا سر کیا کہ جس کا جواب نہیں آپ نے چچا سے فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پہ سورج رکھدیا جائے اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے یعنی اگر عرب کے لوگ اتنے طاقتور بھی ہو جائیں کہ آفتاب و ماہتاب پر تصرف کر کے مجھ کو بخش دیں۔ تو بھی میں اس کام کو ترک نہیں کر سکتا اور اس وقت تک اس کام کو انجام دیتا رہوں گا۔ جب تک کہ میں اس مقصد کے حصول میں اپنی جان نہ دیدوں یا کامیاب نہ ہو جاؤں۔

پیغمبر اسلام کے ان شجاعانہ الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ جناب ابوطالب چچا کے خون میں دریائے محبت موجزن ہو گیا۔ جوش حمایت میں آپ نے فرمایا کہ بیٹا میرا مقصد یہ نہ تھا کہ تم اس کام کو ترک کر دو بلکہ اتنا کہنا تھا کہ اس انداز سے اس کام کو کرو کہ جس کا مقابلہ ابوطالب کر سکے اور تم کو کامیاب بنا دے۔ اچھا اگر تمہارا ایسا ہی ارادہ ہے تو تم جس طریقہ سے چاہو اس کار نبوت کو انجام دو اب تم مجھ کو تا حیات اپنا مددگار پاؤ گے۔

چونکہ پیغمبر اسلام کے انداز گفتگو نے دل ابوطالب میں حمایت اسلام و نصرت پیغمبر اسلام کے جذبہ کو بیدار کر دیا تھا لہٰذا اسی جوش طبیعت کی وجہ سے آپ نے فی البدیہہ کچھ شعر کہے۔ گویا اپنے دلی مقاصد کی ترجمانی اشعار کے ذریعہ کی اور آخر میں کہدیا اے محمد اگر ابوطالب کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تمہارے مقصد کے حصول کو مضرت پہنچ جائے گی تو ابوطالب کھلم کھلا ابتدا سے ہی شجاعانہ انداز میں مدد کرتا اور ابوطالب جانتا ہے کہ تم امین ہو صادق ہو اور تمہارا دین حق ہے۔ اور تمہارا پیغام خدا کا پیغام ہے۔

(۴) مناقب آل ابوطالب صفحہ ۱۳۲ ج ۱

فی کتابۃ النبوۃ عن زین العابدین ع   امام زین العابدین سے کتاب النبوۃ میں

انه اجتمع قریش الی ابی طالب و
رسول الله عنده فقالوا انسئلك
من ابن اخیك النصف قال وما
النصف منه قالوا یکف عنا ونکف
عنه فلا یکلمنا ولا نکلمه ولا یقاتلنا
ولا نقاتله الا ان هذه الدعوة قد
باعدت بین القلوب وزرعت
الشحنا وانبت البغضا فقال
یا ابن اخی اسمعت قال یا عم لو
انصفنی بنو عمی لاجابوا دعوتی وقبلوا
نصیحتی ان الله تعالی امرنی ان ادعوا
الی دینه الحنفیه ملة ابراهیم فمن
اجابنی فله عند الله الرضوان و
الخلود فی الجنان ومن عصانی قاتلته
حتی یحکم الله بیننا وهو خیر الحاکمین
فقالوا قل له ارسله الله الینا خاصه
ام الی الناس کافة قال بل الی الناس
ارسلت کافة الی الابیض والاسود
ومن علی رؤس الجبال ومن فی لجج
البحار ولادعون السنة فارس
والروم یا ایها الناس انی رسول الله
الیکم جمیعا فتجبرت قریش و
استکبرت وقالت والله لو سمعت
بهذا فارس والروم لاختطفتنا
من ارضنا ولتقلعت الکعبة حجرا

میں روایت ہے کہ ایک بار قریش مکہ جمع
ہو کر ابو طالب کی خدمت میں آئے اور رسول
خدا وہاں موجود تھے قریش مکہ نے کہا کہ
ہم آپ کے بھتیجہ سے نصف چاہتے ہیں۔
ابو طالب نے کہا وہ نصف کیا ہے انہوں
نے کہا کہ وہ ہم سے باز رہے اور ہم ان سے
باز رہیں وہ ہم سے کلام نہ کریں اور ہم ان
سے کلام نہ کریں وہ ہم سے نہ لڑیں ہم ان
سے نہ لڑیں، کیونکہ ان کی اس دعوت
اسلام نے ہمارے قلوب میں بیگانگی و
بغض پیدا کر دیا ہے۔ ابو طالب نے کہا
اے بھتیجے سن رہے ہو۔؟ آپ نے فرمایا
چچا جان اگر میرے ہموطن باز رکھنا چاہتے
ہیں تو وہ میری دعوت اسلام کو قبول
کر لیں۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں
اس کے دین کی طرف دعوت دوں جو
ملت ابراہیم ہے جو دعوت قبول کرے گا
اسکے لئے خدا کی رضا ہے اور خدا اسکو جنت
خلد عطا کرے گا۔ اور جو میری نافرمانی
کرے گا تو میں اس وقت تک اس سے
جنگ کروں گا جب تک کہ خدا ہمارے
درمیان میں فیصلہ نہ کر دے وہ سب سے
بڑا حاکم ہے۔ قریش نے کہا کہ ابو طالب
ان سے کہو کہ خدا نے ان کو خاص کر ہمارے
لئے بھیجا ہے یا تمام دنیا کے انسانوں کے لئے

ترجمہ ....

پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں تمام دنیا کے انسانوں

فقال المطعم بن عدی والله یا ابا طالب لقد انصفك قومك وجهدوا علی ان یتخلصوا مما تکرهه فما اراك ترید ان تقبل منهم شیئا فقال ابوطالب والله ما انصفونی ولکنك قد اجمعت علی خذلانی ومظاهرة القوم علی فاصنع ما بدا لك فوثب کل قبیلة علی ما فیها من المسلمین یعذبونهم و یفتنونهم عن دینهم والا استهزاء بالنبی علیه السلام

گوروں، کالوں، پہاڑ پر رہنے والوں سمندروں کی گہرائیوں میں رہنے والوں کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ میں فارس و روم کو ان کی زبانوں میں ہدایت کرونگا پس قریش کو احساس غرور ہوا اور متکبرانہ انداز میں کہنے لگے کہ اگر روم و فارس میں یہ سن پائے تو خدا کی قسم تو ہم کو جلا وطن کر ڈالے اور کعبے کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ مطعم بن عدی نے کہا کہ اے ابو طالب! تمہاری قوم تم کو چھوڑ دے گی۔ اور وہ سب جد و جہد کریں گے کہ وہ اس سے خلاصی پائیں جس چیز کو وہ پسند نہیں کرتے ہم دیکھتے ہیں کہ تم کسی بات کو مانتے ہی نہیں۔ ابو طالب نے کہا قسم بخدا تم مجھ کو ہدایتیں کر رہے ہو بلکہ تم نے الیکا کر لیا ہے کہ مجھ سے قوم کو برگشتہ کرو اور مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ اچھا جو تم کر سکتے ہو کرو پس تمام قبیلہ اٹھ گیا اور انہوں نے طے کر لیا کہ وہ مسلمانوں کو عذاب دیں گے۔ اور رسول خدا کا مذاق اڑائیں گے۔

۳) جابر بن عبد الله ان النبی علیه السلام نزل تحت شجرة فعلق بها سیفه ثم نام فجاء الاعرابی فاخذ السیف و قام علی راسه علیه السلام فاستیقظ النبی علیه السلام فقال یا محمد من یعصمك الان منی قال الله تعالی فرجف و سقط السیف من یده و فی خبر آخر انه بقی جالسا زمانا ولم یعاقبه النبی علیه السلام ۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ۔ پیغمبر اسلام ایک روز ایک درخت کے نیچے آئے تلوار شاخ میں لٹکائی اور خود سو گئے۔ اتنے میں ایک عرب آیا اس نے تلوار ہاتھ میں لی اور پیغمبر اسلام کے سرہانے کھڑا ہو گیا اتنے میں پیغمبر اسلام کی آنکھ کھل گئی عرب نے کہا اے محمد اس وقت مجھ سے تجھے کون بچائے گا آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ بچائے گا۔ یہ سنتے

ہی وہ لرز گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور وہ اسی حالت میں تادیر بیٹھا رہا مگر پیغمبر اسلام نے اس پروا نہیں کیا اور نہ اس کو اس کے ارادہ قتل کی سزا دی۔

(۵) ترجمہ اصل عبارت مناقب صنہ

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک بار قریش دیوار کعبہ کے قریب ہوئے اور لات و عزیٰ و منات کی قسم کھا کر عہد کیا کہ اگر ہم محمد کو دیکھیں گے تو ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ یہ خبر فاطمہ کو معلوم ہو گئی۔ آپ بابا کی خدمت میں روتی ہوئی آئیں اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے بیٹی میں دیکھتا ہوں۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور خانہ کعبہ کی جانب چلے جیسے ہی ان لوگوں کے سامنے پہنچے وہ چلا اٹھے یہ ہے وہ۔ یہ کہتے ہی ان کے سر جھک گئے ان کی ٹھوڑیاں ان کے سینوں کی طرف جھک گئیں اور ان میں سے کوئی شخص بھی پیغمبر اسلام کی طرف نہ بڑھا

(۶) صنہ :۔ جابر بن عبد اللہ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ قریش میں سے ایک شخص نے عہد کیا اور ارادہ کیا کہ وہ پیغمبر اسلام کو قتل کر دے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا گھوڑا لنگڑا اس نے جست ماری قریشی کا گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ اس بات کا استغاثہ لوگوں نے معمر بن زید سے کیا (وکان اشجع الناس) وہ بہادر ترین عرب تھا اور بنی کنانہ کا سردار و حاکم تھا۔ اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد سے انتقام لوں گا میرے پاس بیس ہزار بنی مذحج ہیں قبیلہ بنی ہاشم کی اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ مجھ سے مقابلہ کریں۔ اگر بنی ہاشم قتل محمد کا خون بہا طلب کریں گے تو میں ان کو ایک نہیں دس خوں بہا دیدوں گا۔ وہ ایک تلوار لگائے ہوئے تھا جس کا طول دس بالشت تھا اور اس کا عرض ایک بالشت تھا۔ پس وہ پیغمبر اسلام کی طرف جھپٹا وہ اپنی تلوار علم کئے ہوئے تھا۔ پیغمبر اسلام دیوار کعبہ کے قریب سجدہ خالق میں تھے۔ جب معمر آپ سے دس گز کے فاصلے پر رہ گیا تو رعب شجاعت پیغمبر کی وجہ سے خود ہی زمین پر گرا ایک پتھر سے سر ٹکرا گیا پھر کھڑا ہوا خون اس کے چہرہ سے بہہ رہا تھا۔ وہ بھاگا حتیٰ کہ بطحا تک پہنچا۔ قریش اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس کے چہرے کا خون صاف کیا :۔

قالوا ماذا اصابك ۔ قریش نے پوچھا۔ معمر کیا گذری ؟

فقال المعمر ... دعوا نی تعد آلی نفسی ما رایت کا الیوم ۔ المعمر بولا مجھ کو چھوڑ دو کر دم تو لے لوں میں نے آج کے دن کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا۔

قالوا ما اصابك - قریش نے پوچھا اچھا یہ تو بتا کہ ہوا کیا ؟

قال لما دنوت منه وثب الی من عند راسه شجاعان اقرعان ینفخان بالمیزان

معمر کہنے لگا کہ جب میں محمد کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ان کے سر کے قریب خونخوار دو آتشبار اژدھے کھڑے تھے (معمر نے مطابق زبان عرب استعارہ سے کام لیا ہے گویا اس پر وہ خوف طاری ہوا تھا جو ان سے ہونا چاہئے تاکہ کوئی اس کو عرب میں بزدل نکمے اور وہ بھگوڑا مشہور نہ ہو جائے۔ ورنہ اس پر رعب شجاعت پیغمبر اسلام کا ایسا اثر پڑا تھا کہ جان ہی کے لالے پڑ گئے تھے۔

میں اب واقعات کلمہ توحید سے باب شجاعت کو شروع کرتا ہوں - اول واقعات تاریخی کو ملاحظہ فرمائیے۔

واقعہ سیزدھم ابتدائے تبلیغ اسلام ۳ھ

(۱) سیرت النبی ص ۱۵۳ علامہ شبلی بحوالہ صحیح بخاری ص ۷۰۲۔

آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر القریش ! لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا ۔ ؟ سب نے کہا - ہاں ! کیونکہ ہم نے تم کو سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر لوگ جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

چند روز کے بعد آپ نے حضرت علی سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت اسلام کی تبلیغ کا پہلا موقعہ تھا۔ تمام خاندان عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ ابوطالب اور عباس سب شریک تھے۔ آنحضرت صلعم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لیکر آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا کو کفیل ہے اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دیگا۔

تمام محفل میں سناٹا تھا۔ دفعتاً حضرت علی نے اٹھ کر کہا۔ گو مجھ کو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں تاہم آپ کا ساتھ دوں گا۔ قریش کے لئے ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ دو شخص جن میں ایک سیزدہ سالہ جوان ہے دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں حاضرین کو بیساختہ ہنسی آگئی لیکن آگے چل کر زمانے نے بتادیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔

(۲) تاریخ طبری کی اصل عبارت کا ترجمہ :-

محمد ابن اسحاق عبدالغفار بن قاسم بن منہال بن عمر سے اور وہ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب سے اور عبداللہ بن عباس سے اور وہ علی ابن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت رسول خدا پر نازل ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد کیا کہ اے علی خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤں میں نے اس کی تعمیل میں بایں خیال چندے توقف کیا کہ وہ میری ہدایت کو مکروہ جانیں گے تا آنکہ پھر جبرئیل آئے اور مجھ سے کہا۔ فقال یا محمد انک الا تفعل ما تؤمر بہ یعذبک ربک اے محمد اگر تم نے ایسے نہیں کیا تو تمہارا پروردگار تم پر عذاب نازل فرمائے گا۔ پس اے علی تم بقدر ایک صاع کے کھانا تیار کرو (صاع یعنی ۲ لے سیر پختہ) یعنی روٹیاں پکواؤ ایک بکرے کا گوشت تیار کراؤ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرو اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلا لاؤ تاکہ میں ان سے کلام کروں اور جو کچھ کہ خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق مجھے حکم دیا ہے وہ ان تک پہنچادوں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق سب فراہم کیا اور تمام بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو بلا لایا۔ اس دن وہ لوگ تعداد میں کم و بیش چالیس تھے۔ اور ان میں آپ کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی شامل تھے۔۔

پس جب یہ تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے کھانے کیلئے مجھ سے کہا تو میں جو کچھ پکا تھا سب لے آیا اور جناب رسول خدا کے سامنے رکھ دیا آپ نے اس میں سے ایک پارہ گوشت اٹھایا اور اس کو اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھ دیا۔ پھر تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ آپ لوگ تناول فرمائیں تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ خوب سیر ہو کر کھانا کھا چکے اور کھانا ویسے کا ویسا رہ گیا اس میں ان کے ہاتھوں کا نشان تک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے۔ وہ کھانا جو اتنے لوگوں نے ملکر کھایا ہے مقدار میں اتنا کم تھا کہ اکیلا آدمی ہی اسے کھا جاتا۔

اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ انہیں سیراب کرو۔ میں نے انہیں دودھ کا شربت پلایا اور وہ سیر ہو گئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثناء میں ابولہب نے اٹھکر آپ کا قطع کلام کیا

اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے دوست نے تم پر سحر کیا ہے یہ سننا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ یا علی اس شخص نے مجھ پر کلام کرنے میں سبقت کی اور قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں قوم کے لوگ متفرق ہو کر چلے گئے پس پھر تم آج ایسا ہی کھانا اور سب سامان وہی تیار کرو۔ اور سب لوگوں کو بلا لاؤ۔ میں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسے ہی سب سامان مہیا کئے اور پھر ان لوگوں کو بلا لایا۔ جب میں کھانا لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا تمام لوگوں نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے دودھ پیا اور سیراب ہو گئے فارغ ہو کر رسول خدا نے ان کو مخاطب فرمایا۔

یا بنی عبد المطلب انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علیٰ ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم

اے بنی عبد المطلب خدا کی قسم میں جوانان عرب میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین و دنیا کی ایسی خبر لایا ہو جیسی کہ میں لایا ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف دعوت دوں۔ پس تم میں سے کون ہے جو اس امر میں میری وزارت کرے گا۔ اور میرا اخی وصی اور تمہارے درمیان میں میرا خلیفہ ہو گا۔ یہ سنکر تمام لوگ خاموش رہ گئے۔ علی ابن ابی طالب نے کھڑے ہو کر کہا کہ باوجودیکہ میں عمر میں چھوٹا ہوں۔ میری آنکھیں پر آشوب ہیں۔ میرا پیٹ بڑا ہے۔ میری پنڈلیاں پتلی ہیں۔ لیکن میں باین ہمہ یا رسول اللہ اس امر میں آپ کا وزیر ہوں گا۔

یہ سنکر رسول خدا نے میرے شانہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ قال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا۔ یہ میرا اخی ہے میرا وصی ہے اور تم پر میرا خلیفہ ہے اس کے حکم کو سنو اور اس کی اطاعت کرو یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اور ابوطالب سے یہ کہتے ہوئے کہ تم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ چلے گئے۔

(۲) مسٹر جان ڈیوینپورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن میں لکھتے ہیں:۔

اسوۃ الرسول جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ :-

"محمدؐ نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا اور دوبارہ چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کئے اور ان لوگوں کے سامنے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا اس بے تکلف ضیافت کے بعد وہ اٹھے اور اپنے پاکیزہ صفات بیان کر کے تقریر اس درخواست کے ساتھ ختم کی کہ کون تم میں سے اس بار گراں کے برداشت کرنے میں میری مدد کرے گا اور کون شخص میرا نائب اور وزیر ہوگا جس طرح ہارون موسیٰ کے وزیر تھے۔ کل مجمع تعجب کے ساتھ سکوت میں ہو گیا اور کسی کو اس مجوزہ عہدہ خوفناک کے قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن ایک شجاع نوجوان علی نے (جو رسول خدا کے چچازاد بھائی تھے) اٹھ کر اور للکار کر کہا اے نبی اللہ میں آپ کا نائب اور وزیر ہوں گا۔ اگرچہ میں درحقیقت ان لوگوں سے کم سن ہوں اور میری طاقتیں ان لوگوں کے مقابلہ میں کمزور معلوم ہوتی ہیں اے نبی اللہ میں ان لوگوں پر آپ کا نائب ہوں گا محمدؐ نے اپنا ہاتھ علی کی گردن میں ڈال دیا اور ان کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور بآواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائی اور میرے وزیر کو۔"

۲) مسٹر کارلائل اپنی کتاب ہیروز مین جس کا اکثر حوالہ شبلی نعمانی نے بھی دیا ہے لکھا ہے :-

اگرچہ یہ مجمع جس میں علی کے باپ ابو طالب بھی تھے محمدؐ کا دشمن نہ تھا۔ مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادھیڑ عمر کے ان پڑھ آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہو گیا۔ لیکن ثابت ہو گیا کہ یہ ہنسنے کے لائق بات نہ تھی بلکہ ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اسے پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جس کی تیز و تند جرأت کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجب طرح کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا۔ لیکن باوجود اس کے مزاج میں ایسی نرمی رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچین نائٹ (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان ہوتی ہے۔

۵) واشنگٹن اروِن اپنی کتاب سکیسرس آف محمدؐ میں لکھتے ہیں۔

محمدؐ نے باوجود اپنی پہلی کوشش میں ناکام ہونے کے دوبارہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کو

اپنے مکان پر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی پھر کھڑے ہو کر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو آگاہ کیا اور بآواز بلند فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب جس خدا نے تم لوگوں کو افضل ترین نعمات عطا کی ہیں۔ اس کے نام سے تم لوگوں کو اس دنیا کی برکتیں اور آئندہ کی تمام خوشیاں بخشتا ہوں پس تم میں سے کوئی شخص میرا بھائی میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ خاموش رہ گئے۔ بعض لوگ تعجب کرتے تھے اور بعض بے اعتقادی اور تمسخر سے ہنستے تھے۔ آخر کار علی نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبر کے حضور میں عرض کی کہ اے پیغمبر خدا میں حاضر ہوں۔ محمدؐ صلعم نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن میں ڈال دیئے اور اس کو اپنے سینہ سے لگا کر بآواز بلند کہا تم لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے جانشین کو دیکھ لو اور اس کی فرمانبرداری کرو نوجوان علی کی اس جرأت اور مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگایا اور اس کمسن خلیفہ کے باپ کو اپنے بیٹے کے سامنے جھکنے اور اس کی فرماں برداری کرنے پر ملامت کی۔

(۴) مسٹر گبن ام پی اپنی تاریخ اقبال و ادبار رومن ایمپائر میں لکھتے ہیں :۔

محمدؐ نے اظہار دعوت میں تامل فرمایا۔ اس وقت کل ۱۴ آدمی ایمان لا چکے تھے لیکن چوتھے برس انہوں نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور ان کیلئے سامان ضیافت مہیا کیا۔ بعدہٗ ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

اے دوستو! اے عزیزو! میں تم لوگوں کیلئے بہترین نعمات دین و دنیا کا خزانہ لایا ہوں۔ جس کو میرے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلاؤں پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا۔ پیغمبر کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا گیا حتیٰ کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی علی کی جرأت سے دفع ہوئی جو اس وقت ایک چہاردہ سالہ نوجوان تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ میں ہر طرح اس کام میں آپ کی نصرت اور رفاقت کیلئے حاضر ہوں میں مخالفین کی آنکھیں نکال لوں گا۔ ان کے دانت توڑ ڈالوں گا، ان کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ اے نبی اللہ میں آپ کی وزارت کیلئے حاضر ہوں۔ محمدؐ نے علی کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس

عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے۔

۱۷) روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۶ ہر

چوں قوم و عشرت آنحضرت حاضر گشتند
و از خوردن و آشامیدن فارغ شدند
رسول خدا بعد از ثناء آفرید گار و شہادت
بوحدانیت او فرمود۔ بخدا سوگند کہ اگر
باہمہ خلائق دروغ می گویم با شما نخواہم گفت
بداں خدائے کہ جز وے دیگر خدائے
نیست و مرا براستی برانگیختہ است کہ
من رسول خدا ویم بسوئے شما و بسوئے
کافۂ خلائق واللہ کہ شما می میرید چنانچہ
در خواب می روید و برانگیختہ خواہد شد
چنانچہ بیدار می گردید و ہر آئینہ بداں
چہ عمل نمائید محاسب شوید جزا و احسان
و پاداش بدی خواہد بود و امیر المومنین
علی گوید گفتم یا رسول اللہ منکہ از ایشاں
بسال خوردترم ترا تصدیق نمودم و بتو
گرویدم و بجاں بخدمت تو کوشیدم و
خاک قدم ترا بکحل الجواہر نفروشم۔
رسول مرا نوازش فرمودہ و فرمود کہ
کہ ایں برادر منست و وصی من سخن
او را بشنوید و از فرمان او تجاوز جائز
ندارید امیر المومنین علی فرمود چوں سخن
بدیں جا رسانید قوم برخواستند و بہ ابوطالب
گفتند کہ دیدی محمد پسر تو را بر تو مہتر

ترجمہ

جب قوم اور خاندان پیغمبر حاضر ہو گیا اور
وہ لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو گئے۔
پیغمبر اسلام نے بعد مدح و ثنا خداوندی
کے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں تمام دنیا
کے لوگوں سے بھی دروغ کہوں۔ مگر تم
سے دروغ نہیں کہوں گا۔ اس خدا کی
قسم جس کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے اور
جس نے مجھ کو صداقت کے ساتھ مبعوث
فرمایا ہے میں خدا کا رسول ہوں تم پر
مبعوث کیا گیا ہوں اور تمام اہل عالم کے
لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ قسم خدا کی کہ تم
مرو گے جیسا کہ خواب میں جاتے ہو اور بعد
مرنے کے زندہ کئے جاؤ گے۔ جیسے کہ خواب
سے جاگتے ہو۔ یقیناً تم لوگ جیسا عمل کرو گے
ویسا ہی بدلہ پاؤ گے۔ جزائے احسان اور
بدلہ بدی کا دیا جائے گا۔ امیر المومنین
علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول
اللہ میں ہو کہ ان میں سب سے کم سن ہوں
میں نے آپ کی تصدیق کی میں آپ کا ہوں
اور اپنی جان بھی آپ کیلئے دیدوں گا اور
آپکے قدموں کی خاک کو کحل الجواہر کے عوض
میں بھی نہیں بیچوں گا۔ رسول خدا نے مجھ
پر شفقت فرمائی اور فرمایا کہ یہ علی میرا

ساخت و تو را مامور گردانید ۔ بھائی ہے میرا وصی ہے تم سب لوگ اس کی بات کو سنو اور اس کے حکم سے تجاوز نہ کرو۔ علیؑ نے کہا جب بات یہاں تک پہنچی تو قوم اٹھ کھڑی ہوئی اور ابوطالب سے ان لوگوں نے کہا۔ تم نے دیکھا محمدؐ نے تمہارے بیٹے کو تمہارا امیر و سردار بنا دیا اور تم کو ان کا مطیع و فرماں بردار بنا دیا۔

ناظرین کتاب نے ملاحظہ کیا کہ اعلان کلمہ توحید و رسالت کے وقت پیغمبر اسلام کو کیا کیا مشکلات اور دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ اس اعلان سے ۳ سال قبل عربوں کے مشرکوں، یہودیوں، نصاریٰ کو معلوم ہو چکا ہے کہ محمدؐ نے دعوائے نبوت کر دیا ہے۔ ان عربوں کی دشمنی تو ابتدا سے ہی تھی۔ جب ان کو بعثت پیغمبر اسلام کا علم ہو گیا تو انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ پیغمبر اسلام کو قتل کر دیں کوئی موقعہ انہوں نے خالی نہیں جانے دیا۔ مگر ابتداء میں عبدالمطلب کی نگرانی اور ۸ سال کی عمر کے بعد سے ابوطالب کی حمایت نے کفار کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ پیغمبر اسلام پر قاتلانہ حملہ کر سکیں لیکن جب ۳ سال کی خفیہ اور پوشیدہ تبلیغ کے بعد پیغمبر اسلام نے اعلان کلمہ توحید و رسالت کیا تو ان کفار و مشرکین کی عداوت بھی شدید ترین ہو گئی۔ یہ محل اور موقعہ پیغمبر اسلام کیلئے بڑا شدید ترین تھا۔ اس موقعہ و حالات پر فتحیابی۔ صرف پُردلی، بہادری، شجاعت و صداقت ہی کی بدولت ممکن تھی۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے شجاعانہ انداز میں نظاہر و قدیم دشمنان جان کے سامنے اعلان حق کر دیا۔ اور آپؐ پر عرب کے بہادروں اور سفاکوں، خونخواروں اور دشمنوں کا ذرا بھی اثر نہیں پڑا۔ اور آپؐ نے اپنے اس انداز اعلان میں صرف کلمہ توحید و رسالت کا ہی اعلان نہیں کیا بلکہ اس پردہ میں اہل عرب کے صدہا فرضی خداؤں کی خدائی مٹا دی! اور صرف آپؐ نے اتنا ہی نہیں کیا۔ بلکہ آج ابتدائے اعلان تبلیغ رسالت کے وقت اپنا وزیر و جانشین بھی منتخب فرمایا اور اس کی وزارت وصایت کا اعلان بھی کر دیا اور اصول حکومت و قوانین سلطنت کا اقتضاء بھی یہی تھا کہ جس طرح شاہان عالم کے لئے ان کے احکام کی تکمیل کرانے اور بجا آوری کیلئے سب سے پہلے انتخاب وزیر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس شہنشاہ دین و دنیا کے احکام کی بجا آوری بغیر تعین و اعلان تعین وزیر کے بے اصول ہو جاتی۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے اس موقعہ پر اپنی حکمت کاملہ و شجاعت فاضلہ کا اظہار فرمایا ہے۔

واقعہ دوازدھم میں جو واقعات تاریخی سطور بالا میں درج کئے گئے ان کے مطالعہ سے پیغمبر اسلام کی شجاعت و جرأت کے کامل مظاہرے ملتے ہیں۔ ابوجہل اور ابولہب کے بجالت نماز پیغمبر اسلام

حملے کئے مگر ان کا تشدد پیغمبر اسلام پر ذرا بھی اثر انداز نہ ہوا۔ ابو طالب محافظ پیغمبر اسلام تھے۔ مگر جب انہوں نے پیغمبر اسلام سے کہا کہ مجھ پر اتنا بار ڈالو کہ میں اس کو برداشت کر سکوں تو پیغمبر اسلام کے شجاعانہ تیور ہی کچھ اور ہو گئے جب چچا نے بھتیجے کی برہمی مزاج معلوم کی تو پوری حمایت کا وعدہ فرمایا اور جب کفار نے کہا کہ مقاطع کر لیا جائے تو آپ نے صاف جواب دیدیا کہ :-

"من عصانی فاقلته حتی یحکم اللہ بنیا ۔"

"اگر قوم میری نافرمانی کرے گی تو میں ان سے جنگ کروں گا جب تک کہ خدا ہمارے درمیان میں فیصلہ نہ کر دے ۔"

بقول مورخین اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور بقول انگریز مورخ گبن کے صرف ۴۰ افراد مسلمان تھے۔ مگر پیغمبر اسلام اپنے مقصد کیلئے اپنی جان کی بازی لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میں کسی کی نصرت کا بھی طالب نہیں ہوں ۔ اور قوم عرب سے جنگ کرنے پر بھی آمادہ ہوں۔ مگر تبلیغ کلمہ حق کو ترک نہیں کروں گا ۔ ان حالات میں پیغمبر اسلام کی شجاعت کا انداز بے مثل اور بے نظیر ہے اور حقیقی نمونہ شجاعت کو ظاہر کرتا ہے ۔

ابتدائے عمر سے تا زمانہ بعثت پیغمبر اسلام کے ہر فعل و عمل میں جس طرح حکمت کارفرما تھی اسی طرح آپ کے ہر فعل و قول میں آثار شجاعت موجود تھے ۔ کتب تاریخ اسلام قدیم یا جدید اس قسم کے واقعات سے مملو ہیں ۔ آپ کے ہر فعل کو اگر بغور دیکھا جائے تو ہر فعل شجاعت پر مبنی و منحصر ملے گا ۔ شجاع کی تعریف کامل بھی یہی ہے کہ یہ صفت خاص مواقع پر نمایاں نظر آئے اور اس شخص میں وصف شجاعت ہمہ وقت و ہمہ حالت موجود ہو ۔ اور اس کے ہر فعل کی بنا و اساس اصول شجاعت پر ہو ۔ جس طرح حکیم کامل کا ہر فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح شجاع کا ہر فعل شجاعت سے خالی نہیں ہوتا ۔ اگر باین نظریہ کتاب لکھی جاتی تو لاتعداد واقعات پیغمبر اسلام کی زندگی میں ایسے ملتے جو شجاعت پر مبنی ہیں ۔ مگر طول کلام لاحاصل ہوتا ہے۔ اس لئے صرف مخصوص اوقات و حالات کے مخصوص و محدود واقعات شجاعت کو پیش کیا جاتا ہے ۔ سطور مندرجہ ذیل میں پیغمبر اسلام کے ان حالات و واقعات شجاعت کو تاریخی روشنی میں پیش کیا جائے گا جن کا تعلق آپ کی بعثت و ہجرت کے بعد سے ہے ۔

واقعہ چہاردہم غزوات و سرایا کی تعداد

ترجمہ ناسخ التواریخ جلد اول صـ۱۴۹ :-

بایدو انست کہ چوں لشکرے را رسول خدا
بحرب می گماشت و خود باں لشکر بود آنرا
غزوہ نام است و اگر لشکرے را مامور
می فرمود و خود باایشاں نبود آنرا الجیش
و سریہ گویند و جملہ غزوات آنحضرت
بروایتے نوزدہ و بعضے بیست و یک
و برخے بیست و چہار و گروہے بیست
و ہفت داشتہ اند ......
اول غزوہ ابوا ، دوم غزوہ بواط
سوم غزوہ عشیرہ ، چہارم بدر اولی
پنجم بدر کبری ، ششم غزوہ بنی قینقاع
ہفتم سویق ، ہشتم قرقرۃ الکدر اعنی بنی
سلیم و غزوہ نجران گویند ، نہم غزوہ
غطفان ، دہم غزوہ احد ، یازدہم غزوہ
حمراء الاسد دوازدہم غزوہ بنی نضیر
سیزدہم غزوہ بدر صغری ، چہاردہم
بنی المصطلق ، پانزدہم غزوہ خندق
شانزدہم غزوہ بنی قریظہ ، ہفدہم
دومۃ الجندل ، ہجدہم غزوہ ذات الرقاع
نوزدہم غزوہ بنی لحیان بیستم ذی قرد
بیست و یکم حدیبیہ ، بیست و دوم غزوہ
خیبر ، و بیست و سیم ذات السلاسل
بیست و چہارم فتح مکہ ، بیست و پنجم
حنین و بیست و ششم فتح طائف ،
بیست و ہفتم تبوک ....

جاننا چاہیئے کہ رسول خدا جب لشکر اسلام
کو جنگ کیلئے مقرر فرماتے اور خود بھی
لشکر کے ہمراہ جاتے تھے تو اس کو غزوہ
کہتے ہیں اور اگر لشکر کو مامور تو فرماتے
تھے مگر خود ہمراہ نہ جاتے تھے تو اس کو
سریہ کہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کے تمام
غزوات ایک روایت سے ۱۹ بعض
روایت سے ۲۱ اور بعض روایت سے
۲۴ یا ۲۷ ہیں - اول غزوہ ابوا
دوسرا بواط ، تیسرا عشیرہ چوتھا بدر اولی
پانچواں بدر کبری ، چھٹا بنی قینقاع ،
ساتواں سویق ، آٹھواں قرقرہ الکدر
یا نجران ، نواں غطفان دسواں احد ،
گیارھواں حمراء الاسد ، بارھواں بنی
نضیر ، تیرھواں بدر صغری ، چودھواں
بنی المصطلق ، پندرھواں خندق ، سولھواں
بنی قریظہ ، سترھواں دومۃ الجندل
اٹھارواں ذات الرقاع ، انیسواں
بنی لحیان ، بیسواں غزوہ ذی قردہ
اکیسواں غزوہ حدیبیہ ، بائیسواں
غزوہ خیبر ، تئیسواں غزوہ ذات
السلاسل - چوبیسواں غزوہ فتح مکہ
پچیسواں حنین ، چھبیسواں غزوہ
فتح طائف ، اور ستائیسواں غزوہ
تبوک ....

رسول خدا ہرگز شبخون بر دشمن نزد — پیغمبر اسلام نے کبھی کسی پر شبخون نہیں مارا

اس تاریخی عبارت نے ظاہر کیا کہ پیغمبر اسلام نے بعد بعثت یعنی چالیس سال کی عمر کے بعد جہاد اور غزوات کا سلسلہ شروع کیا۔ تاریخ دان حضرات جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی عمر کل ترسٹھ سال کی ہوئی گویا ۲۳ سال مسلسل آپ اندرونی و بیرونی دشمنوں سے باقاعدہ جنگ میں مصروف رہے اور یہ تمام جنگیں صرف دفاعی تھیں۔ کیونکہ پیغمبر اسلام اصول اسلام و کلمہ توحید کی تبلیغ کرتے تھے اور آپ کا یہ فعل مشرکین کا قریش یہود و نصاریٰ کے مقاصد دنیوی کے خلاف تھا۔ لہٰذا یہ تمام افراد و اقوام ملکر پیغمبر اسلام کو فنا کرنا چاہتے تھے۔ جب ہزاروں کی تعداد میں لشکر کفار حملہ آور ہوتا تھا یا وہ حملہ کی تیاری کرتا تھا تو پیغمبر اسلام کو ان کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ گویا پیغمبر اسلام کی یہ ۲۷ لڑائیاں ۳۳ سرایا ملک گیری اقتدار شاہی کے حصول کیلئے نہیں تھیں۔ بلکہ یہ لڑائیاں یہ مدافعانہ جنگیں صرف اصلاح معاشرہ انسانی تہذیب روحانی کیلئے کی گئی تھیں۔ چونکہ پیغمبر اسلام کا مقصد تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کیلئے تھا اور آپ کی یہ کوشش صرف اصول تہذیب و تمدن و اسباب ارتقاء منازل انسانی کیلئے جاری تھیں۔ لہٰذا ان پر سختی سے قائم رہنا، مشکلات کا مقابلہ کرنا، جان و مال کو اس مقصد کیلئے قربان کرنا و نیز اس مقصد کیلئے تدابیر اختیار کرنا انتہائی حکمت و شجاعت پر منحصر تھا۔

انسان ایسے مواقع پر دو ہی صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ جب وہ ہر طرف سے اپنے دشمنوں کی یلغار دیکھے اور مسلسل دس سال تک قیام مکہ کے دوران اس کو یگانہ و بیگانہ سے کوئی مدد نہ مل سکے وہ بددل ہو کر اپنے مقصد کو ترک کر دے اور تاریخ عالم میں بڑے بڑے مدبروں بہادروں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے مقصد کی صداقت اور اپنی سعی کا یقین رکھتا ہو۔ اور اگرچہ اس کو ایک دو سال نہیں مسلسل دس تک بھی ناکامیابی ہوتی رہے تو بھی وہ اپنے مقصد کو ترک نہ کرے۔ پیغمبر اسلام نے چالیس کی عمر سے اپنے مقصد کا اعلان کیا مسلسل دس سال اپنے وطن مکہ میں یگانہ و بیگانہ پر کلمہ توحید کا اعلان کیا گیا۔ مگر دشمنی بڑھتی گئی اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اشراف و قبائل عرب نے ایک رات پیغمبر اسلام کا گھر گھیر لیا اور چاہا کہ تاریکی شب میں بحالت خواب پیغمبر اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ جب پیغمبر اسلام نے دیکھا کہ دس سال تک تبلیغ کرنے اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد بھی کامیابی نہیں ہوئی اور عرب میرے جانی دشمن اس حد تک ہو گئے ہیں کہ وہ رواج حمیت عرب کے خلاف ارتکاب کرنے یعنی گھر میں گھس کر سوتے میں قتل کرنے کو بھی عار نہیں سمجھتے۔ تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ میں چند ہی روز گذرے تھے کہ قریش مکہ نے اہل مدینہ کو بھی بہکانا

اور ڈرانا شروع کر دیا اور صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ ایک سال کے بعد ہی قریش مکہ نے مدینہ پر فوج کشی کر دی تب اس حکیم کامل، مدبر اعلیٰ، رہبر عالم، پیکر محبت و اخوت مجسمہ حلم و فتوت نے اپنے جوہر ذاتی یعنی اوصاف شجاعت کو ظاہر فرمایا پیغمبر اسلام نے مکہ میں دس سال بعد بعثت کے رہ کر اپنے حلم و بردباری کا مظاہر کیا تھا۔ اپنے مقصد تبلیغ توحید کو بانداز لطف و محبت لوگوں تک پہنچانا چاہا تھا مگر عربوں نے پیغمبر اسلام کی محبت و مروت کا غلط عکس دیکھا اور اپنی ملکی و طبعی بہادری و زعم کثرت کی بناء پر یہ تصور کیا کہ محمد یتیم عبداللہ بے یار و مددگار ہے۔ ابوطالب کی حمایت ختم ہو چکی ہے، خدیجہ کا اثر و مال تمام ہو چکا ہے لہذا محمد کو ختم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اور جب محمد خفیہ طور سے مدینہ چلے گئے تو عرب کے بہادروں نے یہ سمجھا کہ اب بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، ہم اہل مدینہ کو ڈرا دھمکا کر محمد کو واپس لے لیں گے۔ کیونکہ ہمارا وطن تو مرکز قبائل اعراب ہے۔ معبد اہل عرب ہے۔ اہل مدینہ ہمارے مقابلہ میں محمد کی حمایت ہرگز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انہوں نے یہی کام کیا۔ پہلے تو خود تلاش میں نکلے اور بعد کو اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا اور پھر لشکر تیار کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی حقیقتاً اگر اس موقع پر محمد کی بجائے دوسرا کوئی بھی ہوتا تو گویا فنا ہو چکا تھا اور نام و نشان بھی اس کا مٹ چکا ہوتا۔ مگر اہل عرب نے غلط خیال کیا تھا۔ ان کو بعد میں یہ معلوم ہوا۔ ہر سال وہ اپنی افواج کی طاقت بڑھاتے جاتے تھے۔ اور مدینہ پر حملہ کرتے تھے اور ہر سال ان کو معلوم ہوتا تھا کہ محمد کی شجاعت کا پلہ تمام قبائل عرب و عجم پر بھاری ہے۔ ہر سال شکست پاتے تھے۔ مگر پھر چڑھائی کرتے تھے۔ ان کا یہ انداز جنگ ہی بتاتا ہے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ وہ محمد کو شجاع نہیں جانتے تھے بلکہ اپنی طرح بہادر ہی سمجھتے تھے۔۔

مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام نے ۲۳ سال میں، ۲۷ غزوات و جہاد فرمائے اور ہر ایک میں دشمنوں کو شکست دی اور خود فتح حاصل کی۔ میں نے اسی کتاب کے باب الحکمت میں غزوات پیغمبر کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بعض مورخین کی غلطی ہے کہ انہوں نے بعض غزوات میں لشکر اسلام کی شکست کو تسلیم کر لیا ہے۔ اگر آپ اپنا یہ شبہ دور کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسی کتاب کا باب الحکمت مطالعہ فرمائیں اور اس میں جنگ احد و حنین وغیرہ کو دیکھیں بہر حال کہنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت ناہی کا کارنامہ ہے کہ مقصد پیغمبر اسلام تا قیامت زندہ رہے گا اور حیات پیغمبر اسلام میں اس کی ترقی روز افزوں ہوتی رہی جو تا قیامت روز افزوں ہی رہے گی۔ اب میں اس تمہید کے بعد سلسلہ واقعات غزوات و شجاعت نبوی کو لکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ ملحاظ واقعات باب الحکمت کے واقعات

سے تکرار نہ ہو جائے۔

واقعہ پانزدھم غزوہ اول الواء ۲ھ

الوا ایک گاؤں مدینہ اور مکہ کے درمیان میں تھا ۲ھ میں سال کے شروع ستر دن کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام نے سعد بن عبادہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑا۔ اور خود آپ معہ اپنے اصحاب باوفا کے قریش و بنی ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کے مقابلہ کیلئے روانہ ہو گئے آپ نے سفید نشان فوج ترتیب دیا اور حمزہ بن عبدالمطلب کو عطا فرمایا۔ یہ اسلام میں پہلا علم تھا۔ اصحاب پیغمبر کی تعداد ساٹھ تھی۔ جب پیغمبر اسلام مقام الوا کے قریب پہنچے تو مشئی بن عمرو ضمیری جو سردار قبائل الوا تھے انہوں نے دیکھا ان پر خوف طاری ہو گیا۔ یہ سردار خدمت پیغمبر اسلام میں آئے اور صلح کی درخواست کی اور پیغمبر اسلام نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ آپ الواء میں پندرہ روز مقیم رہے اور پھر مدینہ واپس آئے۔

سریہ اول ۔ آپ نے حمزہ عبدالمطلب کو ماہ رمضان ۲ھ میں ابو جہل اور اس کے تین سو بہادروں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ دونوں مقابل صف بستہ ہوئے۔ مگر ابو جہل واپس چلا گیا۔ اور حمزہ مدینہ واپس آگئے۔

سریہ دوم ۔ ابو جہل جب حمزہ ابن عبدالمطلب کے مقابلہ سے ہٹ گیا اور مکہ پہنچا تو اس نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اس سے پہلے محمد ہم پر حملہ کرے ہم پہلے ہی حملہ کر کے اس کا کام تمام کردیں بس دو سو افراد کی فوج لیکر اور اپنے بیٹے عکرمہ کو ان پر سردار بنایا اور مدینہ کے لوٹنے کا حکم دیدیا پیغمبر اسلام نے ابو عبیدہ بن حارث کو ساٹھ افراد دیکر روانہ کیا اور سفید علم ترتیب دیکر مسطح بن اثاثہ کو دیدیا اور اس کو علمدار بنایا۔ مسلمان نصف راہ مکہ تک پہنچے اور چاہ احیا کو قیام گاہ بنایا۔ دوسرے روز لشکر قریش آگیا اور ہر دو لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔

عکرمہ بن ابو جہل نے جنگ کا حکم دیا۔ تیر بارانی ہونے لگی۔ لشکر قریش کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کا کوئی دوسرا لشکر بھی گھات میں ہے اور وہ عنقریب مسلمانوں کی کمک کو آئے گا۔ یہ خیال آتے ہی ان کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ اور پیغمبر اسلام کو مدینہ آکر مطلع کیا۔

اس کے بعد سریہ سعد ابن وقاص واقع ہوا۔ پیغمبر اسلام نے سعد کو بیس سوار دیکر قافلہ قریش کی جانب روانہ کیا تھا۔ مگر قریش پہلے ہی جا چکے تھے۔

دوم غزوہ بواط ۔ غزوہ بواط ماہ ربیع الاول میں واقع ہوا ۔ اس غزوہ کی صورت حال یہ ہوئی کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ امیہ بن خلف جمحی پانچ سو قریش اور ڈھائی ہزار شتر سوار ساتھ لیکر روانہ ہو چکے ہیں ۔ جب پیغمبر اسلام نے یہ خبر سنی تو آپ نے سعد بن معاذ کو مدینہ میں اپنا قائمقام بنا کر چھوڑا اور ایک علم سفید بنا کر سعد بن ابی وقاص کو علمدار بنایا اور دو سو افراد کو ہمراہ لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام بواط تک پہنچے ۔ مگر کسی دشمن یا فوج دشمن سے ملاقات نہیں ہوئی ۔ کیونکہ امیہ بن خلف اس مقام سے جا چکا تھا ۔ آپ مدینہ تشریف لے آئے ۔

سوم غزوہ ذوالعشیرہ ۔ ماہ جمادی الاول میں غزوہ ذوالعشیرہ واقع ہوا ۔ ذوالعشیرہ مکہ و مدینہ کے درمیان میں ایک موضع تھا پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان دشمن اسلام شتر سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کی جانب آرہا ہے ۔ پیغمبر اسلام نے حمزہ بن عبدالمطلب کو علمدار لشکر بنایا اور دو سو افراد ہمراہ لئے اور آپ ذوالعشیرہ تک پہنچے اور چند روز وہاں قیام رہا ۔ معلوم ہوا کہ ابوسفیان مع اپنے رفقاء کے کسی دوسری طرف چلا گیا ۔ آپ نے ایک منزل اور سفر کیا حتیٰ کہ آپ ایک درخت بزرگ جس کا نام ذات الساق تھا تک پہنچے اس کے نیچے آپ نے نماز ادا کی ۔ اسی طرح جوانب و اطراف میں ابوسفیان کے لشکر کی تلاش کی مگر پتہ نہ چلا صرف سرداران بنی لخم جو ذوالعشیرہ کی نواح میں رہتے تھے خدمت پیغمبر اسلام میں آئے اور انہوں نے اہل اسلام سے صلح کا اقرار کیا ۔

اسی سفر میں پیغمبر اسلام نے دیکھا کہ علی ابن ابی طالب اور عمار یاسر صحابی ایک درخت کے سایہ میں سو رہے تھے ۔ پیغمبر اسلام ان کے بالین پر پہنچے اور علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ۔ قم یا ابا تراب اے ابو تراب بیدار ہو ۔ کھڑے ہو جاؤ ۔ علی فوراً سوتے سے بیدار ہوئے اور تعظیماً کھڑے ہو گئے ۔ پھر پیغمبر اسلام نے فرمایا ۔ اجلس یا ابا تراب (اے ابوتراب بیٹھ جاؤ) پیغمبر اسلام نے علی کو ابوتراب کا خطاب اسی غزوہ میں دیا تھا اور پھر پیغمبر اسلام نے علی کو فرمایا ۔ کہ اے علی میں تم کو آج یہ بتاؤں کہ بدبخت ترین انسان کون ہے ۔ علی نے عرض کیا ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ :۔

یکے آنکس کہ ناقہ صالح را عقر کرد و دیگر آنکس کہ روئے و موئے ترا بخون تو رنگین کنند ۔ ایک تو وہ شخص بدبخت ترین مردم ہے جسنے ناقہ صالح کو پے کیا تھا ۔ اور دوسرا شخص وہ ہوگا جو تمہارے چہرہ اور بالوں کو تمہارے خون سے رنگین کرے گا ۔

واقعہ شانزدھم غزوہ بدر اولیٰ یا بدر صغیر

ماہ جمادی الآخرہ ۲ھ میں پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ کرز بن جابر الفہری ایک جماعت

کے ساتھ مکہ سے تین منزل مدینہ کی طرف آیا ہے اور پیغمبر اسلام کے اونٹوں اور اہل مدینہ کے مویشیوں کو چراگاہ سے ہنکا کرلے گئے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے رایت اسلام علی مرتضیٰ کے سپرد کیا اور مہاجرین کی ایک جماعت ہمراہ لیکر منزل سفوان (جو بدر کے قریب ہے) پر اترے اس کنوئیں کے قریب چند روز قیام کیا۔ اور مشرکین ومعاندین کی جستجو کی۔ مگر دشمن پہلے ہی جا چکے تھے۔ مجبوراً مدینہ واپسی ہوئی۔ یہ جمادی الآخرہ کے آخری ہفتہ کا واقعہ ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش ۲ھ ۔ ماہ رجب میں پیغمبر اسلام نے عبداللہ بن جحش کو طلب فرمایا اور اس کے ہمراہ بارہ افراد کو کیا۔ اور عبداللہ کو ایک سر بمہر خط دیا اور فرمایا کہ جب تین دن مکہ کی طرف سفر کرچکو تو اس رقعہ کو کھولو اور جو حکم ہو اس پر عمل کرو ان میں سے جو ساتھ رہیں کسی کو نہ روکو اور جو واپس ہونا چاہیں واپس ہوجائیں۔ عبداللہ نے حسب ارشاد تین دن مکہ کی جانب سفر کیا پھر اس خط کو کھولا۔ اس خط میں حکم تھا کہ بطن نخلہ تک جاؤ۔ اور قریش کے قافلہ کی آمد کا انتظار کرو شاید تم کو اس سے کچھ بہتری حاصل ہو کسی کو بجبر اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ جو چاہے واپس آجائے۔ عبداللہ نے مضمون خط سے سمجھ لیا کہ معاملہ سخت ہے اس سے جان بری ناممکن ہے۔ لہٰذا موت پر دل رکھ کر رفقاء سے کہا کہ تم لوگ واپس جاسکتے ہو۔ میں تو بحکم پیغمبر اسلام بطن نخلہ تک جاؤنگا۔ مگر سب رفقا نے واپسی سے انکار کیا۔ اور حکم پیغمبر اسلام کو اپنا زاد راہ آخرت سمجھا۔ یہ لوگ نخلہ پہنچے اور دو چار روز قیام کیا۔ اسی اثنا میں کاروان قریش وہاں پہنچا۔ ان معدود مسلمانوں نے ان پر حملہ کردیا اور ان میں سے چند مارے گئے کچھ قید ہوئے اور مال غنیمت ملا۔ یہ افراد مدینہ واپس ہوئے عبداللہ بن جحش نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ پیغمبر اسلام کیلئے علیحدہ کرلیا اور یہ خمس خدمت پیغمبر میں پیش کردیا۔ یہ پہلا خمس تھا جو حق رسول میں ادا کیا گیا۔

اس سریہ میں سعد بن ابی وقاص وعتبہ بن عمرو بوجہ اونٹ کھو جانے کے اس کے ڈھونڈنے کیلئے عبداللہ بن جحش سے جدا ہو گئے تھے۔ جب اہل مکہ نے حکم بن کیسان وعثمان بن عبداللہ جو مقید ہو کر آئے تھے کی رہائی کیلئے خدمت رسول میں فدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ جب سعد بن ابی وقاص اور عتبہ مدینہ واپس آجائینگے تو تم تمہارے ان دونوں افراد کو رہا کریں گے ورنہ ان سے قصاص لیا جائے گا۔ جب سعد وعتبہ دونوں مدینہ بخیریت پہنچ گئے تو پیغمبر اسلام نے حکم بن کیسان وعثمان کو دعوت اسلام دی۔ حکم بن کیسان تو مسلمان ہوگیا۔ اور عثمان فدیہ ادا کرکے مکہ واپس چلا گیا۔

نتیجہ ۔ واقعہ مذکور سے پیغمبر اسلام کی شجاعت کا بخوبی اظہار ہوا۔ کیونکہ آپ نے کثیر التعداد اہل قافلہ کے مقابلہ کیلئے صرف بارہ افراد بھیجے اور ان کو بھی خبر جنگ نہ دی۔ بلکہ سربمہر حکم لکھ کر دیدیا۔ مدینہ

سے تین دن کی مسافت طے کر کے وہ خط کھولا گیا۔ تو اس میں بھی یہی درج تھا کہ جو واپسی چاہے اس کو نہ روکو بلکہ واپس کر دو مگر تم ضرور بطن نخلہ تک جاکر قریش کے قافلہ پر حملہ کرو۔ عبداللہؓ نے جب صورت حال کو بغور دیکھا تو اس کو اپنی موت کا خیال ہو گیا۔ مگر قوت ایمان نے اس کو آگے بڑھا دیا نتیجہ میں وہ کامیاب ہو گیا اور قیدی اور مال غنیمت لیکر پلٹا۔

معترضین کا جواب ۔ بعض انگریز نافہم مورخین نے پیغمبر اسلام کے ان سرایا پر اعتراض کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ پیغمبر اسلام نے تجارتی قافلوں کو لوٹنے اور غارت کرنے کیلئے مسلمانوں سے حملے کرائے اور خود بھی تجارتی قافلوں پر حملے کئے۔ جس بنا پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے وہ صرف یہی مذکورہ چند واقعات ہیں جو اسلامی کتب و حدیث میں اور تواریخ میں مندرج ملتے ہیں۔ اور ان ہی واقعات تاریخی کو دیکھ کر کم فہم اور متعصب دشمنان اسلام کو ایسے اعتراضات کا موقع مل جاتا ہے۔ میں مختصراً چند سطور میں ان کی تاریخی حقیقت بیان کرتا ہوں۔

پیغمبر اسلام کے مذکورہ غزوات و سرایا ۲ھ سے متعلق ہیں۔ اس سے پہلے کے واقعات کو یاد کیجئے۔ پیغمبر اسلام نے چالیس سال قریش مکہ میں زندگی بسر کی اور ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ قوم قریش نے آپ کو الامین اور الصادق کے القاب و خطابات دیدئے۔ پیغمبر اسلام نے چالیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک دس سال مسلسل توحید خدا کا اعلان کیا کسی کو نہ جسمانی تکلیف پہنچائی اور نہ مالی نقصان پہنچایا۔ مگر قوم قریش نے ہر ممکن تکلیف پہنچائی۔ پہلے جان لینے سے ڈرایا دھمکایا پھر راستہ میں کانٹے بچھائے۔ بحالت سجدہ اونٹ کی آنتیں سر پر ڈالدیں۔ ترک تعاون کیا۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں بند کر دیا۔ صرف تنہا پیغمبر اسلام کو ہی نہیں بلکہ ان کے معاونین اہل خاندان کو بھی محبوس کیا۔ بالآخر بہادران قریش نے محمدؐ کے گھر کا رات کو محاصرہ کر لیا اور تاریکی شب میں قتل کرنا چاہا۔ مگر محمد علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر گھر سے نکل آئے اور مجبوراً اپنا وطن چھوڑا اور مدینہ کو ہجرت کی ہجرت کے بعد بھی قوم قریش نے مکی مسلمانوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں ان کو گرم ریت پر لٹایا۔ ان کے سینوں پر گرم پتھر رکھے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دیکر مارا اور نکالا اور یہی سلسلہ جاری رکھا۔

دنیائے انصاف اب خود ہی فیصلہ کرے کہ ایسے دشمنوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے تھا اگر ایسے دشمنوں کو چن چن کر اذیت دیدے کر بھی قتل کر دیا جائے۔ تو بھی مہذب دنیا کے نزدیک قابل ملامت نہیں ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام نے تو فتح مکہ کے دن عام معافی دیکر ان دشمنوں کو قطعی معاف کر دیا۔ یہ طاقت بشری تھی یا طاقت نبوت۔!

اب رہا ان غزوات و سرایا کا طرز عمل تو بیشک قوی دشمن اور طاقتور فوجوں کو ضعیف و کمزور حق پرست گوریلا جنگوں کے ذریعہ سے زیر کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام کی معدود جماعت قریباً سو یا دو سو افراد قوم قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر ایسے موقعہ پر تبلیغ کلمہ حق کی کیا صورت ممکن تھی۔ صرف یہی کہ اس طاقتور اور کثیر تعداد قوم سے گوریلا جنگ لڑی جائے اور ان کی طاقت کو رفتہ رفتہ کمزور کیا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے مطابق اصول و حکمت کے شجاعانہ انداز اختیار کیا اور صرف ابتداء میں خود کئی موقعوں پر یہ گوریلا جنگ لڑی اور پھر اپنے رفقا کو اس جنگ لڑنے کا طریقہ سکھایا۔ اور شجاعت کے انداز سکھائے۔ ورنہ سریہ عبد اللہ بن جحش میں بارہ افراد کو لاعلم بنا کر بھیجنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ کیا مرد حکیم سے فعل نادانی ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہی تھی کہ پیغمبر اسلام اپنے فن سپہ گری اور فطری شجاعت سے کام لیکر اپنے قوی تر دشمنوں کو کمزور کر رہے تھے علاوہ بریں میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تو کتب تاریخ دوست و دشمن کی عبارات کی صفائی میں لکھ دیا ہے۔ ورنہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔ اور جہاں مورخین اولین نے بہت سی اور غلطیاں کی ہیں۔ اور دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ عہد اول کے اقوال کو تاریخی اہمیت دیدی ہے یا منافقین عہد اول کی احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ یہ واقعات ایسے گھل مل گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے صحیح تاریخی حالات کا اندازہ نہیں ہوا کرتا۔ مگر درایت اور صحیح قیاس کرنے سے واقعات خود ہی اپنی نوعیت پتہ دیتے ہیں۔

تاریخ دان حضرات جانتے ہیں کہ عرب جنگجو قوم ہے۔ معمولی باتوں پر لڑ جاتی تھی۔ اور پھر وہ لڑائی بین القبائلی جنگ ہو جاتی تھی۔ اور برسوں جاری رہتی تھی۔ پیغمبر اسلام نے تو ان کے تعداد خداؤں کی خدائی ہی مٹا دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ اور گویا ان کی خودداری قومی اور مذہبی سوم پر ہی ضرب کاری لگائی تھی۔ پھر وہ کیونکر برداشت کر سکتے تھے۔ چونکہ ان کے یہاں قصاص و انتقام ان کے دستور و معاشرہ میں شامل ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ اس سے بھی بچنا چاہتے تھے۔ علاوہ بریں جب وہ کہیں باہر نکلتے تھے اور ان کو کسی سے مقابلہ کرنا ہوتا تھا تو اپنے ساتھ سامان و اسباب قیمتی بھی لے جاتے تھے اور عورتوں کو بھی ہمراہ رکھتے تھے۔ تاکہ ان کے بہادروں میں جوش انتقام خوب پیدا ہو جائے اور وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں۔ چنانچہ بڑی لڑائیوں میں جو انہوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑیں ان میں سامان و اسباب قیمتی اور عورتوں کو بھی ہمراہ رکھا تھا۔ پیغمبر اسلام کو ان کے یہ دستور معلوم تھا۔ لہٰذا جب کبھی مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ ابو سفیان ابو جہل وغیرہ دشمنان اسلام

جماعت قریش کو ہمراہ لیکر نکلے ہیں۔ تو پیغمبر اسلام نے اندازہ کر لیا کہ یہ صرف مسلمانان مدینہ پر حملہ آور ہونگے اور جب موقع ملے گا تو مدینہ پر چھاپا ماریں گے۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی اور وہ پہلے ہی حملہ میں ختم ہو جاتی۔ لہٰذا آپ نے بنظر پیش بینی و حکمت عملی یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان کے حملہ سے پہلے ہی ان کو مرعوب کر دیا جائے۔ تو یا تو وہ بھاگ جائیں گے اور اس طرح رعب اسلام بڑھ جائے گا۔ یا مدینہ سے دور مقابلہ ہو گا اور مسلمان گھر سے دور جان کی بازی لگا دیں گے۔ اور انتہائی شجاعت کا نتیجہ ہمیشہ کامیابی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا میں اور میرے رفقا ہمیشہ کامیاب فاتح رہیں گے۔ اور دشمن باوجود اکثریت کے مغلوب ہونگے۔ درحقیقت پیغمبر اسلام نے۔ قافلہ ہائے تجارت پر کبھی فوج کشی نہیں کی۔ بلکہ یا تو دشمنوں کے زعم کثرت و طاقت کا مقابلہ گوریلا جنگ کے ذریعہ کر کے ان کا زور گھٹایا یا ان کے حملہ کرنے سے پہلے ہی راہ میں ان کا سر نیچا کر کے اپنی قوت اور اسلام کی طاقت کا مظاہرہ فرمایا۔ اس طرح مغرور کثیر تعداد دشمنان اسلام پر رعب پیغمبر اسلام بڑھتا گیا۔ جو آئندہ استحکام و اساس اسلام کیلئے ضروری تھا۔

واقعہ مقدمہ جنگ بدر

ناظرین پہلے واقعات جنگ بدر کو تاریخی روشنی میں ملاحظہ فرمالیں بعدہ اندازہ کریں کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت و جرأت مطابق اصول حکمت عملی کس حد تک اعلیٰ و برتر تھی۔ جو اقوام عالم کیلئے ایک واحد نمونہ ہے۔

(۱) موقع بدر مدینہ سے اسی میل کے فاصلہ پر شمال مغرب کی طرف شارع عام پر واقع ہے۔ اور یہیں سے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے ہو کر شام جانے کا تنگ اور پیچیدہ راستہ نکلتا ہے۔ مقام بدر قدیم منزل گاہ ہے۔ اسلئے کہ یہاں صاف پانی کے اکثر چشمے ہیں۔ عرب کے مشہور اور قدیم سالانہ میلوں کے مقامات میں بدر کا بھی شمار ہے۔ صاحب طبری نے لکھا ہے کہ بدر عرب کے مشہور مقامات میں تھا۔ یہاں ہر سال تین دن تک میلہ لگا رہتا تھا کثرت سے اہل عرب جمع ہوتے تھے۔ اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے پکاتے تھے اور کھاتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ عرب کی مشہور گانے بجانے والیاں گاتی بجاتی تھیں۔ (طبری ص ۱۳۰)

(۲) مسلمانوں کے لشکر میں تین سو تیرہ آدمی تھے۔ سواری کیلئے کل ساٹھ اونٹ تھے۔ صرف دو گھوڑے تھے۔ مسلمان باری باری سوار ہو کر آگے بڑھتے تھے۔ بعض مسلمان پیغمبر اسلام سے عرض کرتے کہ آپ سوار ہو جائیں تو آپ فرماتے تھے:-

ما انتما با قوی منی و ما انا غنی عن الاجر منکما ۔ تم لوگ مجھ سے قوی تر نہیں ہو اور میں تمہارے اول و آخر کی مدد و حمایت سے بالکل مستغنی ہوں۔

لشکر میں کل چھ زرہیں تھیں آٹھ تلواریں تھیں باقی نیزہ وسنان تھے یا تیر و کمان ۔

۳) لشکر قریش میں نو سو پچاس بہادران قریش تھے ۔ سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور انہوں نے یہ انتظام کیا کہ ہر روز ایک سردار قوم فوج اور جانوروں کیلئے رسد اور خوراک کا انتظام کرے ۔

۴) ۱۷ رمضان ۲ھ کو لشکر اسلام مقام بدر تک پہنچا اور ہر دو فریق میں جنگ شروع ہو گئی ۔

۵) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص۲۲ ۔

چون رسول خدا از مکہ بمدینہ ہجرت فرمود
ابوجہل بدین کلمات آنحضرت را پیام فرستاد
قال یا محمد ان الخیوط التی فی راسک ھی
التی ضیقت علیک مکہ و رمت بک
الی یثرب وانہا لا تزال بک حتی تنفرک
وتحثک علی ما یفسد لک وما تیلفک الی
ان تفسدھا علی اھلہا تصلیہم حرنا
ولعل بک طورک وما اری فلک الآ
وسیئول الی ان تثور قریشا علیک
وذلک ثورة رجل واحد القصد اثارک
ودفع ضرارک وبلائمک فتلقاھم بسفہاء ثملک
المغترین بک وتیساعدک علی ذلک
من ھو کافر بک مبغض لک فیلجئہ
ومضافرتک خوفہ لان یہلک
بہ اکلک و لیعطب عیالہ لعطبک
ولفقرہ ومن یدیہ تبغرلک ۔۔
ونفر شیعتک اذ لیعتقن ون ان
اعن املک اذا قہرک ودخلو دیارھم
عنوة لم یفرقوا بین من والاک
وما والک وسطلوھم با صطلام لک

جب پیغمبر اسلام مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آگئے
تو ابوجہل نے ان الفاظ میں آپ کو خط لکھا۔ اس نے
کہا کہ اے محمد تمہارے خیالات باطلہ نے جو تمہارے
دماغ میں بھرے تھے۔ تم کو یہ دن دکھایا کہ زمین تم
پر تنگ ہو گئی اور تم کو مدینہ میں پھینک دیا گیا اور
یہ عادت تمہاری اس وقت تک نہ چھوٹے گی۔
جب تک تم کو ہلاک و برباد نہ کر دے اور تمام
قریش کو تمہارے خون کا پیاسا اور دشمن جاکر
مشتعل نہ کر دے ۔ تاکہ وہ تمہارے نقصان کو اپنے
سے دور کریں اور یہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں
تمہارے ماننے والے نہیں ہیں۔ بلکہ تمہاری مدد
کرنے کیلئے مجبور ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ان کو خوف
ہے کہ جب وہ مقہور و مغلوب ہوں گے اور دشمن
کا لشکر ان میں گھس جائے گا تو وہ دشمن اور
دوست اور خادم و خائن میں امتیاز نہ کریگا
میں نے تم کو اس معاملہ سے خوف دلایا۔ اب
میں معذور ہوں میں نے تمہارے افعال کی برائی
تم کو دکھا دی اب تم جانو تمہارا کام جانے ۔

وآلوا على عيالتهم واموالهم بالسبى
والنهب لمايا توت على اموالك وعيالك
وقد اعذر من انذر وبالغ من
اوضح ۔

(ب) پیغمبر اسلام نے ابوجہل کے خط کا جو جواب دیا وہ مندرجہ ذیل ہے :۔

ان اباجهل بالمكاره والعطب	پیغمبر اسلام نے فرمایا اے ابوجہل تو مجھ کو
يهددني ورب العالمين بالنصر	موت سے ڈراتا ہے اور خدا مجھ سے نصرت
واللطف يعدني وخبر الله اصدق	کا وعدہ کرتا ہے ۔ یقیناً خدا کا وعدہ زیادہ
والقبول من الله احق لن يضر	مضبوط ہے ۔ خدا مجھ کو فتح وظفر کی خبر دیتا
محمداً من خذله ويغضب عليه	ہے اور اس کا قول زیادہ سچا ہے ۔ بجائے
اجدان ينصره الله ويتفضل	اس کے کہ قول ابوجہل کو جو جھوٹ ہے
بجوده وكرمه عليه قال قل له يا	سچ جانتا ۔ ابوجہل کو کہدو کہ جو کچھ تو نے
اباجهل انك واسلتني بما اكفاه	مجھ تک پہنچایا ہے وہ شیطان نے تیرے
في خاطرك الشيطان وانا اجيبك	دل میں ڈالا ہے ۔ اور جو کچھ میں کہہ رہا
بما القاه في خاطري الرحمن ان	ہوں وہ فرمان رحمٰن ہے ۔ عنقریب
الحرب بيننا وبينك كائنة الى	۲۹ دن میں ہمارے اور تمہارے درمیان
تسعة عشرين يوماً وان الله	میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے اور
سيقتلك فيها باضعف اصحابي	تو میرے کمزور ترین صحابی کے ہاتھ سے
وستلقى انت وعتبه وشيبه و	مارا جائے گا ۔ اور اسی طرح عتبہ و
الوليد وفلان وفلان في قليب	شیبہ و ولید وغیرہ ستر افراد
بدر مقتلين اقتل منكم سبعين	یہ سب قتل ہوں گے اور چاہ بدر میں
وا سر منكم سبعين احملهم	دفن ہوں گے اور تمہارے ستر افراد قید ہوں
على الفداء الثقيل ۔	گے ۔ اور ان کی رہائی بغیر شئے بزرگ
	کے ناممکن ہو گی ......

ج پیغمبر اسلام نے میدان جنگ میں اپنے لئے ایک عریشہ تیار کر دایا اور اس میں بیٹھے اور حکم ملاحظہ

بایں الفاظ فرمایا:۔

ناسخ التواریخ ص۹۳ جلد اول :۔

و نیز با لشکریاں فرمود تا نفرمائیم حملہ نکنید واگر بسوئے شما تاختن کنند تیر باراں کنید و چناں کار کنید کہ تیر ہائے شما بہ نہایت نشود ازاں پس بعریش آمد و پسر ابو قحافہ نیز با او بعریش رفت۔

آپ نے لشکریوں سے فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دیدوں تم لوگ حملہ نہ کرنا اور اگر وہ تم پر حملہ کر دیں تو تیر برسانا اور اس وقت تک تیر برساؤ جب تک کہ تیر تمہارے پاس موجود رہیں۔ بعد ازاں آپ عریشہ پر تشریف لیگئے اور ابوبکر بن قحافہ بھی آپکے ہمراہ عریشہ پر گئے۔

ج، حیات القلوب جلد دوم ص۴۲۶ :۔

چوں خبر بسیاری لشکر قریش باصحاب حضرت رسول رسید بسیار ترسیدند و جزع نمودند و گریستند و استغاثہ بدرگاہ حق تعالیٰ کردند و خدا ایں آیات را برائے تسلی ایشاں فرستاد اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم الخ

ج۔ "جب قریش کے لشکر کی کثرت کا علم اصحاب کو ہوا تو وہ بہت ڈرے اور مضطرب پریشان ہوئے اور روئے اور درگاہ خدا میں فریاد کی تو خدا نے ان کی تسلی کیلئے یہ آیات نازل فرمائیں۔ "جبکہ فریاد کی تم نے خدا سے پس خدا نے تمہاری دعا کو قبول کیا کہ میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں ہزار ملائکہ سے جو یکے بعد دیگرے آئیں گے"۔

س، حیات القلوب جلد دوم ص۴۲۳ :۔

چوں قریش کمی اصحاب آنحضرت را مشاہدہ کردند و ابوجہل باصحاب خود گفت کہ ایں ہا یک لقمہ بیش نیستند اگر غلامان خود را بفرستیم اینہا را بدست می گیرند عتبہ گفت شاید ایشاں را کمینے و مددے بودہ باشد پس عمرو بن وھب جمحی را کہ از شجاعان ایشاں بود فرستادند کہ بہ نزدیک لشکر آنحضرت آمد و بہ دور لشکر گردید و بر بلندی بر آمد و باطراف لشکر نظر کرد و بسوئے قریش برگشت و گفت کمینے و مددے ندارند و لیکن شتراں ابکس مدینہ اند کہ مرگ ریزندہ در بار دارند می بینید

س، جب لشکر قریش نے لشکر اسلام کی تعداد بہت کم دیکھی تو ابوجہل نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ یہ تو ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں اگر میں اپنے غلاموں کو بھیج دوں تو بہتے ہی ان کو گرفتار کر لیں۔ عتبہ نے کہا شائد ان کی کوئی گھات ہو۔ یا مدد و کمک رکھتے ہوں۔ پس عمرو بن وھب جمحی جو ان کے شجاع اور بہادروں میں سے ایک تھا۔

که زبان بسته اند و سخن می گویند و مانند
افعی زبان بر دو دہان می گردانند و ملجائے
بغیر شمشیر ہائے آبدار خود ندارند و چنان
می بینم ایشان را که پشت نگردانند تا کشته
نمیشوند تا بقدر خود نکشند پس در جدال
ایشان تدبیر نمائید و در جنگ ایشان دلیر
می باشید ابو جہل گفت دروغ میگوئی تو ترسیدہ
از شمشیر ہائے آبدار ایشان زہرات آب
شدہ است .....

کو بھیجا وہ لشکر اسلام کے قریب آیا اس کے
گرد چکر لگایا ایک بلندی سے لشکر اسلام پر
نظر دوڑائی اور پھر واپس جا کر کہنے لگا کوئی
گھات یا مدد تو نہیں ہے مگر مدینہ کے آبکش
اونٹ لائے ہیں جن کے چہروں سے موت
ظاہر ہوتی ہے تم نہیں دیکھتے ہو کہ ان کی
زبان بندھی ہے مگر بول رہے ہیں اور مثل
اژدہوں کے زبان گردہن گھما رہے ہیں
ان کے جائے پناہ بجز شمشیر آبدار کے کوئی
دوسری چیز نہیں ہے۔ مجھ کو تو ایسا نظر آتا
ہے کہ وہ پیٹھ نہ دکھائیں گے جب تک کہ خود
مر نہ جائیں یا اپنی طاقت بھر دوسروں کو
نہ مار ڈالیں۔ پس تم لوگ اس جنگ میں
کوئی مکر و تدبیر کرو اور اس جنگ کیلئے دلیر
اور بہادر بن جاؤ۔ ابو جہل نے کہا کہ تم جھوٹ
بولتے ہو ان کی تلواروں کی چمک سے تمہارا
پتہ پانی ہو گیا ہے۔

(ص) حضرت رسول بسوئے قریش پیغام فرستاد
که اے گروہ قریش می نمی خواہم که ابتدائے
جنگ من با شما باشد مرا با عرب بگذارید اگر
من صادق باشم و بر ایشان غالب گردم شما
از ہمہ کس بمن نزدیک ترید و قبیلہ و عشیرہ
منید و اگر دروغ گو باشم عرباں کفایت
امر من خواہند کرد و شما پس گردید که مرا
با شما کار نیست۔

ص۔ پیغمبر اسلام نے قریش کے لشکر کو پیغام بھیجا کہ اے گروہ قریش میں نہیں چاہتا کہ تمہارے
ساتھ جنگ میں ابتدا میری طرف سے ہو۔ تم مجھ کو عربوں کیلئے چھوڑ دو اگر میں صادق ہوں
تو میں ان پر غالب ہو جاؤں گا تم میرے قبیلے کے ہو سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک و قریب
ہو اور اگر میں دروغ گو ہوں گا تو عرب خود مجھ سے نپٹ لیں گے۔ تم سب واپس جاؤ مجھ کو
تم سے کوئی کام نہیں ہے ...

(ط) ص ۶۳ : عتبہ گفت بخدا سوگند که ہر که
این پیغام را قبول نکند رستگار نمی شود۔
.... چوں ابو جہل این سخنان

عتبہ نے کہا بخدا جو محمد کے پیغام کو قبول
نہ کرے گا بچ نہ سکے گا۔ جب ابو جہل نے
عتبہ کا یہ کلام سنا تو غضبناک ہوا اور کہا

را شنید در غضب شد گفت و بہ عتبہ خطاب کرد کہ اے عتبہ شمشیر ہائے فرزندان عبد المطلب را دیدی و ترسیدی و مردم را تکلیف برگشتن می کنی در وقتیکہ ظفر بر دشمن خود یافتہ ایم و کینہ دیرینہ را انتقام می توانیم کشید ۔

اے عتبہ تجھ کو عبد المطلب کی اولاد کی تلواروں نے مرعوب کر دیا ہے اور تو ان سے ڈر گیا ہے اسی لئے لشکریوں کو واپس کرنا چاہتا ہے ایسے وقت میں جبکہ ہم اپنے دشمن پر فتح پا چکے ہیں اور ہم اپنی قدیم دشمنی و کینہ کا انتقام اس وقت لے سکتے ہیں ۔

(ع) و آں روز ہفتاد نفر از کافراں کشتہ شدند و حضرت فرمود کہ مگذارید کہ ابوجہل بدر رود پس عمرو بن جموح ابوجہل را دید ضربتے بر رانش زد آں ملعون ضربتے بر عمرو زد کہ دستش از بازو جدا شت و آویخت پس عمرو دست بریدہ زیر پا گذاشت و قوت کرد و دست را جدا کرد و انداخت و باز مشغول جنگ شد عبد اللہ مسعود گفت کہ من وقتے رسیدم با ابوجہل کہ از شتر افتادہ بود و در خون خود دست و پا می زد سرش را جدا کردم و بخدمت حضرت رسول شتافتم در قدم مبارکش انداختم ۔

ع ۔ جنگ بدر کے دن کافروں کے ستر بہادر قتل ہوئے اور ستر آدمی قید ہوئے اتنے میں پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ ابوجہل کو جانے نہ دینا۔ پس عمرو بن جموح نے ابوجہل کو دیکھا۔ ایک تلوار اس کی ران پر لگائی اس نے عمرو پر تلوار کا وار کیا عمرو کا ہاتھ کٹ گیا اور لٹکنے لگا۔ عمرو نے اپنے پاؤں سے دبا کر لٹکتے ہوئے ہاتھ کو علیحدہ کیا اور پھینک دیا اور پھر ابوجہل سے لڑنے لگا ۔ عبد اللہ ابن مسعود نے بیان کیا ہے کہ میں جس وقت پہنچا ہوں تو دیکھا کہ ۔ ابوجہل اونٹ سے گر گیا ہے اور اپنے خون میں لوٹ رہا ہے۔ میں نے اس کا سر جدا کیا اور لا کر پیغمبر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا ۔

باب الشجاعت نبوی میں مفصل واقعات و غزوات کا درج کرنا قطعی غیر ضروری ہے اس کے لئے صرف اقتصاراً اتنا ہی حصہ لکھا جاتا ہے جو اس باب کیلئے ضروری ہے ۔ اسی طرح ہر باب میں اس بات کا پورا خیال رکھا جائے گا۔ بہر حال ناظرین کو واضح ہو گا کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت اعلیٰ ترین درجہ رکھتی ہے ۔ اور شجاعانہ ہر فعل حکمت عملی و نظری کا جامہ پہنے ہوئے

ہے۔ جنگ بدر میں صرف ہتنے تین سو ۱۳ افراد کو ہمراہ لیکر جانا اور ایک ہزار مسلح بہادران عرب کا مقابلہ کرنا اور باوجود کم سپاہی اور کم سامانی کے فتح کامل پانا اور ستر بہادران قریش کو تہ تیغ کر ڈالنا اور ستر افراد کو قید کر لینا اور پھر مال غنیمت کا حاصل کرنا۔ اور عرب کے مغروروں متکبروں کا سر نیچا کر دینا لاعدیل و بے مثال کارنامہ شجاعت ہے۔

جنگ بدر کے سلسلہ میں بھی دشمنان اسلام نے اعتراض کئے ہیں اور کہا ہے کہ قریش کا تجارتی قافلہ جا رہا تھا۔ پیغمبر اسلام نے اس پر چڑھائی کی اور اس کو لوٹ لیا۔ مگر یہ سب کم علمی اور کم بصیرتی کی دلیل ہے اور اس مرض میں صرف اغیار ہی مبتلا نہیں ہیں بلکہ بعض مورخین اسلام بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ مگر جیسا کہ میں نے صفحات مذکورہ میں بعنوان معترضین کا جواب لکھا ہے۔ حقیقت میں تاریخ اسلام کے عہد اول میں یہود و نصاریٰ اور منافقین کے اقوال اس غلط بیانی کا سبب ہوتے ہیں۔ میں مذکورہ تاریخی حوالہ جات سے ہی یہ امر ظاہر کروں گا کہ یہ اعتراض و الزام بالکل غلط ہے۔ آپ بہ نظر انصاف خود غور فرمایئے۔

دفعہ ۵ حوالہ ناسخ التواریخ۔ جب پیغمبر اسلام مکہ سے مدینہ چلے آئے اور قریش مسلسل پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو آزار پہنچاتے رہے۔ تو آخر میں ابوجہل نے پیغمبر اسلام کو خط لکھا اور اس میں جتنی دھمکیاں وہ دے سکتا تھا اس نے دیں۔ وطن سے نکالا آزار پہنچائے اور پردیس میں خط لکھ بھیجا کہ مدینہ میں بھی تم کو چین سے نہ رہنے دیں گے اور آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ تمہارے ساتھیوں، تمہاری اولاد اور تمہاری جان کی اب خیر نہیں ہے۔ تم سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے...

دوسرے حوالہ میں جب طرفین کے لشکر مقابل آگئے اور عمرو بن وہب جمحی نے لشکر اسلام کی تعداد اور بہادرانہ تیور بیان کئے ہیں تو ابوجہل نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ اب تو ہم کو ڈراتا ہے۔ یہی تو موقع ہے کہ ہم محمد سے دیرینہ انتقام لیکر اس کا خاتمہ کر دیں۔ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو تو میرے چند غلام پکڑ لائیں گے۔

تیسرے حوالہ ص میں جانبین کی فوجوں کے مقابل آجانے کے بعد پیغمبر اسلام نے قریش کو خط لکھا اور پیغام دیا کہ تم لوگ مجھ سے جنگ نہ کرو تم تو میرے ہم قبیلہ و خاندان و ہموطن ہو مجھ کو تم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

صاحبان انصاف خود غور فرمائیں کہ مذکورہ واقعات کی روشنی میں کیا یہی نظر آتا ہے کہ

پیغمبر اسلام نے ناگہانی طور پر قافلہ تجارت پر حملہ کر دیا تھا۔ علاوہ بریں اگر کسی قافلہ پر حملہ کیا جاتا ہے تو فرداً فرداً مد مقابل بلا بلا کر جنگ نہیں کرتے ان ناگہانی لوٹ مار کرنے والے حملوں میں تو اچانک حملہ کر کے قتل و غارت کیا جاتا ہے۔ بخلاف جنگ بدر کے کہ عتبہ سب سے پہلے جنگ بدر ہی میدان میں آیا اور اس نے آتے ہی آواز دی۔

"اے محمد کفو ما را از قریش بسوئے ما بفرست کہ جنگ کنیم۔ اے محمد ہمارے ہم پلہ بہادر کو ہماری طرف بھیجو کہ ہم جنگ کریں۔"

پیغمبر اسلام نے انصار میں تین اشخاص کو میدان میں بھیجا۔ عوذ، معوذ، عوف، عفرا کے بیٹوں کو بھیجا۔ عتبہ نے دیکھا اور کہا کہ تم کون ہو اپنا نسب بیان کرو تاکہ ہم تم کو پہچانیں انہوں نے کہا کہ ہم عفرا کے بیٹے ہیں۔ ان کو جواب میں عتبہ ولید شیبہ نے کہا کہ تم واپس جاؤ۔ تم ہمارے برابر نہیں ہو۔ ہم تو اپنے کفو یا برابر والے سے لڑیں گے۔ پیغمبر اسلام نے پھر عبیدہ، حمزہ اور علی کو ان موں دشمنوں کے مقابلہ میں بھیجا۔ بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ پیغمبر اسلام یا لشکر اسلام نے کسی قافلہ تجارت پر اچانک حملہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ ایک ہزار مسلح قریشی جنگجو قاتلوں کا لشکر تھا جس کا سپہ سالار ابو جہل تھا۔ جو پیغمبر اسلام کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آجانے کے بعد مدینہ پر جارحانہ حملہ کی نیت اور دین اسلام و توحید الٰہی کو مٹا دینے اور بت پرستی کو قائم رکھنے کیلئے آیا تھا۔ جس کے دفاع کیلئے پیغمبر اسلام اپنے ۳۱۳ اصحاب کا مختصر سا لشکر لیکر میدان بدر پہنچے تھے۔ قریش مکہ بت پرستی اور رسومات جاہلیت کو قائم اور جاری رکھنے کیلئے کبھی کم اور کبھی زیادہ تعداد میں مگر مقابلہ بلکہ بہ خیال شبخون مکہ سے نکلے تھے اور موقع کے منتظر تھے کہ جب پیغمبر اسلام کو غافل پا جائے ان مٹھی بھر مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ پیغمبر اسلام کو وہ غافل کیونکر پا سکتے تھے کیونکہ آپ مجسمہ حکمت اور پیکر شجاعت تھے۔

جنگ بدر میں قریش کے جو ممتاز افراد قتل ہوئے ان کے قتل ہونے سے قریش کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

نمبر شمار	مجاہدین اور قاتلان بدر کے نام	نام مقتولین بدر
۱	علی ابن ابی طالب	عتبہ بن ربیعہ
	"	حنظلہ بن ابو سفیان
	عمار یاسر	حارث بن الحضرمی

نمبر شمار	مجاہدین و قاتلان بدر کے نام	نام مقتولین بدر
۴	عاصم بن ثابت	عامر بن الحضرمی
۵	سالم غلام حذیفہ	عمیر بن عمیرہ
۶	زبیر بن عوام	عبیدہ بن سعید بن العاص
۷	علی ابن ابی طالب	عاص بن سعید بن العاص
۸	عاصم بن ثابت	عقبہ بن مغیط
۹	عبیدہ بن الحارث	شیبہ بن ربیعہ
۱۰	علی ابن ابی طالب	ولید بن عتبہ بن ربیعہ
۱۱	〃	عامر بن عبداللہ
۱۲	خبیب بن لیاف	حارث بن نوفل
۱۳	حمزہ ابن عبدالمطلب	ابوالریان طعیمہ بن عدی
۱۴	ابودجانہ یا علی ابن ابی طالب	زمعہ بن الاسود
۱۵	علی ابن ابی طالب	عقیل بن الاسود بن عبدالمطلب
۱۶	مجذر بن زیاد	ابوالبختری و عاصم بن ہشام
۱۷	علی ابن ابی طالب	نوفل بن خویلد بن اسد (برادر خدیجہؓ)
۱۸	〃	نضر بن حارث بن کلدہ
۱۹	〃	زید بن عبیص غلام عمرو بن ہاشم
۲۰	〃	عمیر بن عثمان بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ
۲۱	صہیب	عثمان بن مالک بن عبداللہ بن عثمان
۲۲	معاذ و معوذ ابن عفرا	ابوجہل[1] (عمرو بن ہشام بن المغیرہ)
۲۳	علی ابن ابی طالب یا عمار یاسر	یزید بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم
۲۴	〃	ابوقیس بن الولید بن الولید
۲۵	حمزہ ابن عبدالمطلب	ابوقیس بن الفاکہہ بن المغیرہ
۲۶	علی ابن ابی طالب	مسعود بن ابی امیہ
۲۷	سعد بن ربیع	امیہ بن عائذ بن رفاعہ

نوٹ: [1] عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر قلم کیا۔

نمبر شمار	نام قاتلان بدر و مجاہدین	نام مقتولین بدر
۲۸	معن بن عدی	ابو المنذابن ابی رفاعہ
۲۹	خارجہ بن زید بن ابی زہیر یا علی مرتضیٰ	حرفہ بن عمر (اور ان کے حلیفوں کو)
۳۰	ابو دوجانہ	ابو مسافع الاشعری
۳۱	علی مرتضیٰ	حرملہ بن اسد
۳۲	حمزہ ابن عبد المطلب	اسود بن عبد الاسد بن ہلال
۳۳	علی مرتضیٰ	عبدالعد بن ابی رفاعہ
۳۴	ابو اسعید الساعدی	زہیر بن رفاعہ
۳۵	عبدالرحمٰن بن عوف	سائب بن ابی رفاعہ
۳۶	حمزہ ابن عبدالمطلب	صیفی بن عائذ بن عبداللہ
۳۷	یزید بن قیس	عمرو بن سفیان
۳۸	ابو بردہ بن سیار	جابر بن سفیان
۳۹	علی مرتضیٰ	حاجز بن سائب
۴۰	علی مرتضیٰ	عویمر بن سائب
۴۱	نعمان بن ابی مالک	عویمر بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم
۴۲	خبیب بن لیساف	امیہ بن خلف
۴۳	عمار یاسر و علی	ابن امیہ بن خلف
۴۴	علی مرتضیٰ	اوس بن مغیرہ بن لوذان
۴۵	〃	منیتہ بن حجاج
۴۶	〃	بنیتہ بن حجاج
۴۷	〃	عاص بن منیتہ بن حجاج
۴۸	ابو دجانہ یا علی	ابوالعاص بن قیس بن عدی

نمبر شمار	نام قاتلان بدر	نام مقتولین بدر
۴۹	ابو دجانہ	عاص ابن ابی عوف
۵۰	عکاشہ بن محصن	معاویہ بن عبد قیس
۵۱	ابو دجانہ	معبد بن وہب
۵۲	ابو اسید مالک بن ربیعہ	حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ
۵۳	امیر حمزہ بن عبد المطلب	عائذ بن عویمر
۵۴	صہیب بن سنان	حارث بن منبہ بن حجاج
۵۵	عبد اللہ بن سلمہ	عامر بن ابی عوف بن صبیرہ

دیگر مقتولین کے نام مندرجہ ذیل ہیں

عمیر قبیلہ طی ، حبارہ بن قارہ ، سبرۃ بن مالک - وہب بن الحارث ، عامر بن زید یمنی عقبہ بن زید یمنی ، عمیر غلام ، منبہ بن ملیس ، عبید اللہ بن سلیط ، مالک بن عبد اللہ بن عثمان ، عمیر بن عبد اللہ بن جدعان -

بعد جنگ بدر - عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث کو منزل اثیل میں علی نے بحکم پیغمبر اسلام قتل کیا - عقبہ بن ابی معیط نے پیغمبر اسلام کے چہرہ اقدس پہ تھوکا تھا -

ناسخ التواریخ ص۱۰۷ جلد اول -:-

از لشکر کفار ہفتاد تن اسیر شدند و ہفتاد کس مقتول شد ازیں جملہ سی و پنج یا سی و شش تن را علی علیہ السلام با تیغ بگذرانید -	لشکر کفار کے ستر افراد قید ہوئے اور ستر افراد مقتول ہوئے۔ ان میں سے ۳۵ یا ۳۶ افراد کو علی مرتضیٰ نے قتل کیا

اسیران بدر سے پیغمبر اسلام نے فدیہ قبول کر کے ان کو رہا کر دیا - چنانچہ صاحب ناسخ نے اس کی تفصیل ان الفاظ میں لکھی ہے :-

ناسخ التواریخ ص۱۱۲ جلد اول کتاب دوم :-

آنگاہ پیغمبر با اصحاب فرمود اسیران را	اس وقت پیغمبر اسلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ

نیکو بدارید و نیکوئی کنید و از مساکین
فدیہ نخواہید و آں مسکیناں کہ صنعت کتابت
دانستند حکم رفت کہ ہر یک دہ تن از
کودکاں انصار را خط بیاموزند و آزاد
باشند و ہر کہ را مال و ثروتے باشد
بمقدار توانائی و استطاعت فدیہ دہد
و فدیہ ہیچ کس از ہزار درہم کمتر و زیادہ
از چہار ہزار درم نبود ۔

اپنے قیدیوں کو اچھی طرح رکھو اور ان سے
نیکی پیش آؤ۔ ان میں سے جو غریب ہیں
ان سے فدیہ نہ طلب کرو اور ایسے غریب
قیدی جو کہ لکھنا جانتے ہیں ان کا فدیہ
صرف یہی ہے کہ وہ انصار کے دس بچوں
کو لکھنا سکھا دیں اور ان کو آزاد کر دیا
جائے۔ اور جس شخص کے پاس دولت
ہو وہ اپنی استطاعت و طاقت بھر فدیہ
دیدے کسی شخص کا فدیہ ہزار درہم سے کم اور چار ہزار درہم سے زیادہ نہ ہو۔

واقعات و حوالہ جات مذکورہ تاریخی سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام نے صرف ۳۱۳ افراد لشکر سے ایک ہزار مسلح لشکر قریش کا مقابلہ کیا۔ جب سردار قریش ابوجہل نے پیغمبر اسلام کو تہدیدی خط لکھا۔ مگر آپ نے اس کا جواب سخت ترین الفاظ میں دیا۔ مقام بدر میں لشکر کفار کا مقابلہ کیا تو اس طرح کہ اپنے لئے ایک عرشیہ بنایا اور اس پر خود جلوہ گر ہو کر اپنی کم تعداد و کم سلاح فوج کو حکم جنگ دیا میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کرنا آسان ہے کہ اس حالت میں اپنے کو حملوں سے بچا بھی سکتا ہے اور خود دشمنوں کو قتل بھی کر سکتا ہے۔ مگر قلب لشکر میں عرشیہ پر بیٹھ کر دشمنوں کے تیروں، نیزوں اور تلواروں کا مقابلہ کرنا انتہائی جرات اور شجاعت کا کام ہے یہ فطری شجاعت صرف اور صرف محمد ہی کی تھی۔ گویا آپ نے اپنے اس طرز جنگ سے ثابت کر دیا کہ فوج کا سپہ سالار یا سردار اتنا بہادر ہونا چاہیئے کہ تمام افراد فوج بحالت جنگ بھی اس کی شجاعت پر بھروسہ کر سکیں اور اپنا مطمح نظر اور جائے پناہ اس کو سمجھتے رہیں جنگ بدر میں بحالت بے سروسامانی کثیر تعداد و مسلح فوج سے مقابلہ کرنا اور پھر اس پر فتح کامل پانا اس کے منتخب بہادروں کو قتل کرنا اور اس کے مخصوص و چیدہ اشراف بہادروں کو گرفتار کر لینا۔ یہ کل امور شجاعت پیغمبر اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر آپ نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ آداب جنگ میں اس بات کا بھی اضافہ فرما دیا کہ اسیروں کو قتل کر دینا تو آسان ہے کہ آئندہ کیلئے دشمنوں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے قومی

دشمنوں کو فدیہ لیکر آزاد کر دینا اور فدیہ بھی ان کی حیثیت کے مطابق لیکر آزاد کرنا انتہائی پردلی جرأت وشجاعت کا مظاہرہ تھا۔ پیغمبر اسلام نے جنگ بدر میں ایسے شجاعانہ انداز کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ جو ہمیشہ کیلئے قابل تقلید نمونہ رہے گا۔

واقعہ ہیژدہم غزوہ سویق سنہ ۲ ھ

ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم ص ۱۲۹

در سال دوم ہجرت در عشر آخر ذی قعدہ
غزوہ سویق پیش آمد و سبب آں شد
کہ چوں ابوسفیان از جنگ بدر بمکہ گریخت
مسح روغن و مس زن بر خویشتن حرام
کرد بخیز انکہ ایں کین از محمد و اصحاب
او باز جوید پس با دو بیست تن از مکہ
کوچ دادہ بمنزل یہود بنی النضیر آمد
پس بامداد ابوسفیان از خانہ سلام
بار بر بست و تا ناحیت عریض براند
کہ از آں جا تا مدینہ سہ میل راہ ہست
در انجا یک تن از انصار را کہ معید بن عمرو
نام داشت با برزیگر کہ او کار زراعت
می کرد بگرفت و بکشت و یکدو خانہ با چند
نخل بسوخت و دل بر اں بنہاد کہ سوگند
خویش راست کردہ پس بے خویشتن
گریختن را شتاب گرفت چوں ایں
خبر بہ پیغمبر رسید ابو لبابہ را بخلیفتی
گذاشت و با دو بیست تن از مہاجر

سال دوم ہجری میں ذلیقعدہ کی آخری
تاریخوں میں غزوہ سویق پیش آیا اور
اس کا سبب یہ تھا کہ جب ابوسفیان
جنگ بدر سے مکہ واپس بھاگ کر گیا
تو اس نے سر میں تیل لگانا اور عورت
سے مباشرت کرنے کو اپنے اوپر حرام
کر لیا تھا۔ جب تک کہ وہ محمد اور اس
کے اصحاب سے بدلہ نہ لے لے پس
وہ دو سو افراد لشکر کو ہمراہ لیکر
مکہ سے چلا اور منزل یہود بنی النضیر
تک آیا۔ پس صبح کو ابوسفیان نے
سلام کے گھر سے سامان باندھا اور
عریض تک پہنچا کہ وہاں سے مدینہ تین
میل ہے وہاں ایک شخص کو انصار
میں سے جس کا نام معید بن عمر تھا اس
کو قتل کر دیا اور دو چار گھروں کو
آگ لگا دی اور درختوں کو جلا دیا
گویا اس نے اپنی قسم و عہد کو پورا کر لیا

انصار از دنبال ابوسفیان تاختن کرد	اور خود بے تحاشا بھاگا۔ جب یہ پیغمبر
و چوں ابوسفیان را معلوم شد کہ پیغمبر با	اسلام کو خبر پہنچی تو آپ نے ابولبابہ کو
لشکر از دنبال باستعجال آید بر اسناک	مدینے میں اپنا قائمقام بنایا اور دوسو
شد و مسارعت مبادرت نمودہ و فرمود	مہاجر و انصار کو ساتھ لیکر ابوسفیان
تا لشکریاں انبانہائے سویق را کہ بحیثیت	کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب۔
زاد راہ داشتند بریختند تا از بہر فرار	ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام
سبکبار باشند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	تعاقب میں آرہے ہیں تو وہ ڈرا اور اپنے
رسول خدا تا اراضی قرقرہ الکدر بر اثر ایشان	لشکریوں کو حکم دیا کہ ستو کی بوریاں راہ
بشتافت باز بمدینہ مراجعت فرمود	میں پھینک کر بھاگیں۔ وہ سب بوریاں

چھوڑ کر بھاگے۔ پیغمبر اسلام نے مقام قرقرہ الکدر تک ان کا تعاقب کیا پھر آپ مدینہ واپس ہوئے ـــــ ۔ ۔ ۔

واقعہ مذکور نے دو افراد کے عمل جنگ کو پیش ناظرین کیا۔ ایک تو ابوسفیان کا عمل تھا کہ وہ قوم قریش کا سردار اور ان کی افواج کا سپہ سالار تھا۔ قوم قریش کا معتمد شجاع تھا وہ عہد و قسم کھا کر مکہ سے چلا اور اس نے اپنے حلیف اسلام دشمن نبی نضیر کی امداد طلب کی اور پھر اس نے ایک شخص معبد بن عمرو انصاری کو قتل کیا کچھ گھر جلائے کچھ درختوں کو آگ لگائی۔ گویا اس نے اپنے زعم میں اپنی شجاعت کا بہت کچھ مظاہرہ کیا۔ مگر صاحبان نظر جانتے ہیں کہ اس کی حرکات و سکنات و افعال سے بجائے شجاعت کے جُبن و بزدلی ظاہر ہو رہی ہے۔

پہلے تو اسکا بنی نضیر کی امداد حاصل کرنا۔ دوسرے ایک شخص بے گناہ کو قتل کرنا۔ تیسرے کچھ گھروں میں بے مقصد آگ لگانا اور پھر ستو کی بوریاں چھوڑ جانا اور بھاگ جانا۔ یہ سب افعال بزدلی پر دلالت کرتے ہیں اسی کے مقابلہ میں پیغمبر اسلام کا فعل کہ آپ دشمن کے لشکر کی آمد کی خبر سنکر اس کے تعاقب میں نکلے صرف معدود تعداد اصحاب ہمراہ لئے اور شجاعانہ و فاتحانہ انداز میں دشمن کا تعاقب کیا اور اس کا چھوڑا ہوا سامان بطور مال غنیمت لیا اور مدینہ واپس تشریف لائے گویا آپ نے اس تعاقب میں قلوب دشمنان اسلام بھانپا اور اپنے لشکر کا رعب قائم کردیا

اور بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب دور تک نہ کرکے اس حوصلہ کا ثبوت دیدیا کہ بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑنا بھی منافی شجاعت ہے۔ دشمن مقابلہ میں ٹھہرتا تو دلیرانہ مقابلہ ہوتا۔ لیکن جب دشمن بزدلی کا ثبوت دیکر بھاگا تو اس کا حلقہ شجاعت کے اندر ایک مناسب حد تک تعاقب کرنا اور اس سے آگے نہ بڑھنا عین شجاعانہ فعل ہے ۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے لشکر کو مدینہ کی واپسی کا حکم دیکر ذاتی اور بہترین شجاعت کا نمونہ قائم کیا۔ ورنہ بھگوڑے بزدلوں کا انتہائی دور تک تعاقب کرنا بھی بزدلی میں شمار ہوتا ہے ۔

واقعہ نوزدہم غزوہ قرقرۃ الکدر

پیغمبر اسلام کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ بنی سلیم و بنی غطفان مقام قرقرۃ الکدر میں جمع ہوئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ قصاص خون مشرکین مقتولین بدر مسلمانوں سے لیں اور مدینہ پر شب خون ماریں۔ یہ موضع مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ پیغمبر اسلام نے عبداللہ ابن مکتوم انصاری کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور علم فوج اسلام علی المرتضیٰ کو دیا۔ دو سو افراد ہمراہ لئے اور شجاعانہ فاتحانہ انداز میں روانہ ہوئے۔ جیسے ہی پیغمبر اسلام کی آمد کا حال دشمنوں کو معلوم ہوا۔ بدحواس ہوئے اور مال مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ پانچسو اس اونٹ مال غنیمت میں مسلمانوں کو ملے۔ خمس نکال کر فی کس دو اونٹ تقسیم ہوئے ...

ناظرین غور فرمائیں کہ ابھی دو سال قبل اہل وطن نے پیغمبر اسلام کو اکیلا سمجھ کر قتل کرنا چاہا تھا۔ رات کو گھیر لیا تھا اس حالت خوف جان میں پیغمبر اسلام کو وطن ترک کرنا پڑا تھا اور آج صرف ڈیڑھ سال کے بعد جرأت و شجاعت پیغمبر اسلام کا یہ کارنامہ ہے کہ انہیں سخت ترین دشمنوں پر فتح پر فتح حاصل ہو رہی ہے اور رعب و شجاعت پیغمبر اسلام اطراف و جوانب عرب میں روز بروز پھیلتا جا رہا ہے اور جس میدان میں پیغمبر اسلام کا قدم جاتا ہے فتح و نصرت ہمرکاب ہوتی ہے۔

واقعہ بیستم غزوہ غطفان

ذی امر یا انمار نواحی نجد میں ایک موضع تھا۔ پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ ایک جماعت بنی ثعلبہ و بنی محارب کی اسلئے جمع ہو رہی ہے کہ مدینہ کو لوٹ لیں اور اس جماعت کا سردار دعثور بن حارث ہے۔ پیغمبر اسلام نے عثمان بن عفان کو مدینہ میں اپنا قائمقام بنایا اور چار سو پچاس اصحاب کو ہمراہ

لیکہ بہ تعجیل مقام ذی امر تک پہنچے ایک شخص جس کا نام جبار تھا گرفتار کیا گیا۔ اس کو خدمت رسول میں حاضر کیا گیا۔ اس سے پیغمبر نے دشمنوں کی فوج و جماعت کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ حملہ آور آپ کے خوف سے پہاڑیوں کے دروں میں چھپ گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے جبار کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گیا اسی اثنا میں بارش ہونے لگی۔ لشکر اسلام متفرق ہو گیا اور مختلف جگہوں پر بارش سے بچنے کیلئے پناہ لی پیغمبر اسلام نے بھی ایک گوشہ میں جا کر لباس کو نچوڑا اور خشک کرنے کیلئے ایک درخت پر پھیلا دیا۔ قلۂ کوہ سے دشمنوں نے پیغمبر اسلام کو تنہا پایا۔ اور مسلمانوں کی جماعت کو منتشر پایا ایک شخص مسمی دعثور جو کہ سردار قوم تھا فوراً پہاڑ سے بہ تعجیل نیچے آیا۔ اور بالکل بے خبری کی حالت میں اس نے اپنی تلوار پیغمبر اسلام پر اٹھائی۔ اور کہا:۔

دعثور:۔ یا محمد من یمنعک الیوم اے محمد آج تم کو کون بچائے گا۔؟

محمدؐ:۔ مجھ کو خدائے قادر و قاہر کافی ہے۔ وہی تیرے شر سے محفوظ رکھے گا۔

پیغمبر اسلام نے جیسے ہی یہ الفاظ کہے آپ کا رعب اس پر ایسا طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپ نے فوراً اس کی تلوار خود اٹھا لی اور اس کے سر پہ اٹھائی کہ گردن ماردیں اور فرمایا:۔

محمدؐ:۔ من یمنعک منی اے دعثور تجھ کو اب میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔؟

دعثور:۔ بیشک مجھ کو اس وقت کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ بیشک تم خدا کے پیغمبر ہو اب میں دشمنوں کو تم پر نہ بھڑکاؤں گا۔ اور اشتعال نہ دوں گا۔ واللہ لا نت خیر منی۔ بیشک تم بخدا آپ مجھ سے بہتر و بلند ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ پیغمبر اسلام نے اس کی تلوار اس کو واپس کر دی۔ اور وہ اپنی جماعت کی طرف واپس گیا اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگا۔ اس واقعہ کا قرآن میں ان الفاظ میں ذکر آیا ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ	اے مومنو! خدا کو یاد کرو جبکہ دشمنوں
علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم	نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تھا
ایدیھم فکف ایدیھم عنکم ۵	تو خدا نے ان کے حملہ سے تمکو محفوظ رکھا

پیغمبر اسلام نے اس سفر میں دو روز و شب گزارے اور پھر آپ مدینہ واپس تشریف لائے۔ ناظرین نے غور فرمایا کہ رعب و شجاعت پیغمبر اسلام نے کتنے ہی اہم معاملہ کو چشم زدن میں ختم کر دیا۔ اور اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

واقعہ بست و یکم غزوہ احد ثبات رسول و شجاعت

جنگ احد کا تفصیلی بیان باب الحکمت میں لکھا ہے لیکن یہاں صرف وہ واقعات لکھے جائیں گے جو نمایاں طور پر شجاعت پیغمبر اسلام پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یوں تو تمام غزوات پیغمبر اسلام کی شجاعت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ مگر ان میں ایسے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں۔ جن سے مخصوص حالات کا پتہ چلتا ہے۔ شجاعت کی تعریف صرف یہی نہیں ہے کہ انسان ہر موقع پر فاتح ہی رہے۔ اور اپنے دشمنوں کو ہر نوع مغلوب کرتا رہے۔ بلکہ شجاعت یہ بھی ہے کہ اگر حالات ناسازگار ہو جائیں اور جنگ کا رُخ فتح سے شکست کی جانب مڑ جائے تو ان ناسازگار حالات میں بھی آفات و مصائب اور تکالیف کا پُردلی اور دلیری سے مقابلہ کرے اور آخر اپنے مقصد کو کامل اور اپنے ارادہ کو پورا کر کے ہی دم لے۔

دیگر غزوات میں پیغمبر اسلام کو فتوحات نمایاں اور عیاں طور پر حاصل ہوتی رہی ہیں۔ مگر اس غزوہ میں پیغمبر اسلام کو سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن پیغمبر اسلام نے اپنی پُردلی جگرداری اور شجاعت سے ان مصائب پر بھی فتح حاصل کی اور دشمنوں کو بھی مغلوب کر کے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔

۱۰ تاریخ ابن ہشام کا ترجمہ۔ وانکشف المسلمون فاصاب فیھم العدو وکان یوم البلاء .... حتی اسنزی تاتما۔

مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا دشمن ان میں گھس آیا اور وہ روز مصیبت و بلا کا دن تھا۔ اور خدا نے عزت بخشی اس دن مسلمانوں میں سے جکو شہادت عطا کی حتیٰ کہ دشمن رسول خدا کے پاس پہنچ گئے۔ اور ایک پتھر سے آپ کے دو دانت ٹوٹ گئے چہرہ بھی زخمی ہو گیا زخم سے خون بہہ کر چہرہ مقدس رسول پر جاری تھا۔ آپ اس خون کو صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی

جو اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کرتی ہے۔ اس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لیس لک من الامر شیئٌ او یتوب علیھم او یعذبہم فانہم ظٰلمون۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ابن ربیع عبد الرحمٰن ابن ابی سعد الخذری سے اور وہ اپنے باپ ابی سعید خذری سے روایت کرتے ہیں کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے پیغمبر اسلام کو روز احد مجروح کیا آپ کے سیدھی طرف والی دو داڑھیں ٹوٹ گئیں اور نیچے کے منہ پر بھی زخم آیا۔ عبد اللہ بن شہاب الزہری نے چہرہ رسول کو زخمی کیا اور ابن قیمیہ نے آپ کے مغفر پر ضرب لگائی کہ آہنی مغفر کے دو حلقے آپ کے چہرہ میں پیوست ہوگئے اور رسول خدا اس صدمہ سے اس گڑھے میں گر پڑے جس کو ابو عامر نے مسلمانوں کو لاعلمی میں گرا دینے کیلئے پہلے سے تیار کرایا تھا۔ اس خس پوش گڑھے میں گرتے ہی رسول خدا کا ہاتھ علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور طلحہ بن عبد اللہ نے ہاتھ پکڑ کر اوپر کی طرف کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ رسول خدا سطح زمین پر کھڑے ہوگئے۔

۲) اسوۃ الرسول جلد دوم ص۳۳۴ :۔

ابن قیمیہ کی ضرب کھا کر رسول اللہ غار میں گر پڑے تو ابن قیمیہ نے قد قتل محمدؐ ا کا شور کیا۔ اس کی آواز تمام لشکر میں ادھر سے ادھر تک۔۔۔ پھیل گئی اس آواز کے سنتے ہی اور نظر سے آنحضرت صلعم کے اوجھل ہوتے ہی جتنے صحابہ قریب و دور تھے سب کے سب ایک بار علیحدہ ہوگئے اور لشکر اسلام میں چاروں طرف گڑبڑ پڑ گئی جدھر جسے راہ ملی چلتا ہوا

۳) قرآن آل عمران رکوع ۶۔ اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احدٍ والرسول یدعوکم فی اخراکم ۵ اس وقت کو یاد کرو جب تم بدحواس پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے۔ تم پھر کر کسی طرف نہ دیکھتے تھے۔ باوجودیکہ رسول تم کو پیچھے کھڑے پکار رہے تھے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں امام واقدی اپنی تاریخ کامل کے صفحہ ۲۳۴ میں لکھتے ہیں :۔

اذ تصعدون معنی فی الجبل تہربون	جس وقت تم پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے اور
ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم	چڑھتے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں
فی اخراکم کانوا بامرون منہزمین۔	دیکھتے تھے حالانکہ رسول تم کو بلا رہے تھے
تصعدون اد ا الجبل رسولہم ینادیہم	تمہاری پچھلی جماعت میں تو وہ بھاگے جاتے

یا معشر المسلمین انا رسول اللہ الیَّ الیَّ فلا یلوی علیہ احد۔
اور پہاڑ پر چڑھے چلے جاتے تھے اور رسول خدا ان کو پکارے جاتے تھے کہ اے گروہ مسلمین میں خدا کا رسول ہوں میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ مگر ان میں سے ایک بھی واپس نہیں آیا تھا۔

(۴) منتخب التواریخ مطبوعہ طہران :۔

عدہ مسلمین در غزوہ احد ہفت صد نفر بودند و عدہ کفار دو ہزار نفر بودند
ترجمہ۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی اور کفار کی تعداد دو ہزار تھی

(۵) شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں :۔

پس اشرار غلبہ کردند و اخیار ہمہ گریختند الی ان قال و لشومی و نافرمانی رسول خدا کہ از آں جماعت صادر گشت و طمع و میل حطام دنیوی کہ با ایشاں راہ یافت شکست بہ لشکر اسلام افتاد .... چوں مسلماناں رو بہ ہزیمت آوردند حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را تنہا گذاشتند حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت۔
پس جب دشمنوں نے غلبہ پایا اور اصحابؓ نیکوکار بھاگ گئے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بد قسمتی و نافرمانی خدا کے رسول کی اس جماعت سے صادر ہوئی اور لالچ و حرص مال دنیا جو ان لوگوں کے دلوں میں رستہ پا گیا تھا اس کی وجہ سے لشکر اسلام کو شکست ہوئی .... جب مسلمان بھاگ گئے۔ اور پیغمبر اسلام کو سب نے اکیلا چھوڑ دیا تو رسول خدا کو غصہ آیا۔ اور آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا۔

(۶) تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۳۹ :۔

قال بعض المسلمین لیت لنا رسولاً الیٰ عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابو سفیان۔
بعض مسلمانوں نے کہا کہ کاش ہم کو ایک قاصد مل جاتا کہ اسکو ہم عبداللہ بن ابی کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لئے ابو سفیان سے امان حاصل کر لیتا۔

(۷) امام المغازی ابن اسحاق۔ امام المورخین ابن جریر طبری و ابن ہشام نے بالاتفاق الفاظ لکھا ہے :۔

وکان الفتح یوم احد بصبر علیؑ علی
جنگ احد کی فتح صرف علی کے صبر و ثبات اور حواس

عنایتہ وتبانہ وحمل بلائمہ ۔

۸) تاریخ طبری ابن جریر طبری :۔

وانطلق رسول اللہ ﷺ یدعو الناس حتی انتھی الی اصحاب الصخرۃ فلما راٰہ وضع رجل سھما فی قوسہ فاراد ان یرمیہ فقال انا رسول اللہ ففرحوا بذلک حین وجدوا رسول اللہ حیا ۔

۹) روضۃ الصفا جلد دوم ص ۹۱ غزوہ احد :۔

در خدمت آں سرور بغیر از امیر المومنین علی و ابودجانہ وسہیل بن حنیف دیگرے نماند وحالت غشی براں حضرت طاری شدہ چوں اندک افاقتے روی نمود از علی پرسید کہ مردم چہ کردند گفت نقض عہد نمودہ فرار کردند حضرت فرمود مہم جمع کہ قصد من دارند کفایت کن اسد اللہ تیغ کشیدہ و روے بر مخالفان نہادہ ایشان را منہزم ساخت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زید بن اسید وہب از عبد اللہ ابن مسعود پرسید کہ چناں شنیدہ ام کہ روز احد بغیر از علی و ابودجانہ وسہیل بن حنیف کسے نزد پیغمبر نماندہ بود بعد از ساعتے عاصم بن ثابت وطلحہ بن ثابت آمدہ در خدمت خیر البشر کمر بستند آیا ایں خبر بیاں واقع است گفت بلے پرسیدم کہ ابوبکر و عمر کجا بودند گفت ایشاں نیز بگوشہ رفتہ بودند ودر روز سیوم از جنگ بخدمت آں سرور رفتند

قائم رکھنے اور تکلیف برداشت کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

رسول خدا روز احد مسلمانوں کو پکارتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ پہاڑ پر جمع شدہ جماعت صحابہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب لوگوں نے آپ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے ایک نے اپنی کمان میں تیر لگایا کہ رسول خدا کو مار دے رسول خدا نے آواز دیکر کہا میں خدا کا رسول ہوں جب لوگوں نے رسول کو زندہ دیکھا تو خوش ہو گئے

۹ ۔ بروز جنگ احد خدمت رسول میں بجز علی مرتضیٰ اور ابودجانہ وسہیل بن حنیف کے اور کوئی نہ رہا تھا۔ پیغمبر اسلام پر حالت غشی طاری تھی۔ جبکہ افاقہ ہوا تو علی سے آپ نے پوچھا کہ اصحاب نے کیا کیا علی نے عرض کیا کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور فرار کر گئے۔ رسول نے فرمایا کہ جو جماعت کہ میرے قتل کے ارادہ سے آرہی ہے اس کا مقابلہ کرو۔ شیر خدا تلوار کھینچ کر دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان کو بھگا دیا

زید بن اسید وہب نے عبد اللہ ابن مسعود سے پوچھا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ روز جنگ احد بجز علی و ابودجانہ وسہیل بن حنیف کے کوئی رسول کے پاس نہ تھا۔ اور کچھ دیر کے بعد عاصم بن ثابت وطلحہ بن ثابت آگئے تھے اور خدمت رسول میں کمربستہ ہو گئے تھے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے

شدند و در بعضے از اخبار آمدہ کہ عثمان بن عفان با دو کس از جنگ گاہ بیرون رفتہ راہ گم کردند و بعریض رسیدہ بعد سہ روز بخدمت حضرت رسالت پناہی آمدند حضرت فرمود لقد ذہبتم فیہا عریضاً ۔۔۔۔

میں نے دریافت کیا کہ ابوبکر و عمر کہاں تھے۔ اس نے کہا وہ بھی ایک گوشہ میں چلے گئے تھے۔ جنگ کے بعد تیسرے دن خدمت رسول میں آئے بعض تاریخ میں ہے کہ عثمان بن عفان مع دو آدمیوں کے جنگ سے باہر چلے گئے تھے اور راستہ بھٹک گئے تھے۔ پھر مقام عریض جہاں رسول خدا تھے میں تین دن کے بعد پہنچے۔ تو رسول خدا نے فرمایا تم لوگ جنگ میں عریضہ سے بھٹک گئے۔۔

ص ۹۶ بصحت پیوستہ کہ در جنگ احد ہفتاد تن از مسلماناں بقتل آمدند - یہ خبر صحیح ہے کہ روز احد ستر افراد مسلمان قتل ہوئے ۔

(۱۰) ص ۹۷ - آنگاہ ابوسفیان نومید منکوب بے آنکہ دست تمنا در گردن مقصود کند لشکر ضلال را سوار کردہ روئے بمکہ نہاد ۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت رسول ثقلین ابو ریحانتین علی ابن ابی طالب را فرمان داد کہ از عقب رفتہ خبر تحقیق بیاورد ۔۔۔۔۔ واللہ کہ اگر بمدینہ روند از پے ایشاں بروم و جزائے ایشاں بدہم علی بموجب فرمودہ عمل نمودہ خبر آورد کہ مشرکاں بمکہ رفتند

مسلمانوں نے جب دوبارہ جم کر حملہ کیا اور علی نے حملہ پر حملہ کیا تو اس وقت ابوسفیان نا امید اور ذلیل ہو کر بغیر اپنے شاہد مقصود کے گردن میں ہاتھ ڈالے اس نے اپنی فوج کو کوچ کا حکم دے دیا - اور مکہ کی طرف واپس چلا۔ پیغمبر اسلام نے علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب کریں - اور خبر لائیں کہ ان کا کیا ارادہ ہے ۔۔۔۔۔ قسم بخدا اگر وہ مدینہ کا رخ کریں گے تو میں ان کے پیچھے تعاقب میں جاؤں گا اور ان کو اس کا بدلہ دوں گا - علی نے حکم رسول کی تعمیل کی اور خبر لائے کہ مشرکین مکہ واپس گئے

(۱۱) ناسخ التواریخ ص ۱۶۱ :-

دراں روز از مشرکین نزدیک بہ سی تن مقتول گشت و ہفتاد تن از صحابہ شہید شد۔

ترجمہ احد کے دن کافروں کے تیس افراد قتل ہوئے اور مسلمانوں میں سے ستر اصحاب شہید ہوئے۔

میں نے مستند تاریخی عبارات پیش ناظرین کر دیں - جنگ احد کے واقعات ناسازگار تھے۔ مشرکین قریش کا حملہ شدید تھا۔ لشکر اسلام کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے تھے۔ بجز علی و ابودجانہ و سہیل کے خدمت رسول میں کوئی لشکری باقی نہیں تھا۔ ابن قمیہ کی ضرب نے رسول کو زخمی کر کے غش پوش گڑھے میں گرا

تھا۔ اِن خس پوش گڑھے ابو عامر راہب نے جنگ سے پہلے میدانِ احد میں کھدوائے تھے تاکہ مسلمان لاعلمی میں ان میں گر کر زخمی ہوں کیونکہ ان گڑھوں میں نیزہ اور برچھیوں کے تیز پھل بھی گاڑے ہوئے تھے) اور پیغمبرِ اسلام کی دو ڈاڑھیں بھی ٹوٹ گئی تھیں۔ چہرہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔ اور لشکرِ کفار اور لشکرِ اسلام میں قتل پیغمبرِ اسلام کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ یہاں تک کہ یہ خبر مدینہ تک جا پہنچی تھی۔ اس خبر سے کفارِ قریش کے حوصلے بلند اور لشکرِ اسلام کے دل ٹوٹ چکے تھے اور لشکر کا شیرازہ منتشر ہو گیا تھا۔ اصحابِ محمدؐ بھی محمدؐ سے دور بکھرے ہوئے بے یار و مددگار گھرے ہوئے تھے۔ ایسے حالات تھے کہ اس جنگ کے بعد اسلام کا نام و نشان مٹتا ہوا صاف نظر آتا تھا۔ اور کوئی صورت بچاؤ کی دکھائی نہیں دیتی تھی...

مگر یکتائے عالم شجاع پیغمبرِ اسلام محمد مصطفیٰؐ کی لاعدیل شجاعت و ثباتِ قدم نے اپنے شکست خوردہ لشکرِ اسلام کو پھر جمع کر لیا۔ اور پھر اسی مفرور و منتشر افرادِ لشکر سے وہ کام لیا جو دشمن کا لشکرِ کثیر باوجود طاقت و زعمِ فتح کے بھی نہ کر سکا۔ اور وہ ایسا بددل ہو کر بھاگا کہ مکہ ہی جا کر دم لیا۔

علاوہ بریں جس وقت پیغمبرِ اسلام زخمی ہو کر گڑھے میں گر گئے اور تمام لشکرِ اسلام فرار ہو گیا۔ اس وقت علی مرتضیٰ نے پیغمبرِ اسلام کو غار سے نکالا اور مرہم پٹی کر دی تو خود پیغمبرِ اسلام دشمنوں کے ہجوم اور بار بار حملوں میں لشکرِ اسلام کے مفرور افراد کو بار بار آوازیں دے دے کر بلاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ وہ پلٹتے ہی نہیں تو بذاتِ خود احد پہاڑ پر پہنچے اور جس وقت ایک صحابی نے آپ کو لاعلمی میں تیر کا نشانہ بنانا چاہا تو آپ نے اس کو روکا اور فرمایا کہ میں تمہارا رسول ہوں...

یہ جرأت و شجاعت پیغمبرِ اسلام خود آپ اپنی مثال ہے۔ یہ اور بات ہے کہ غصہ میں حملہ کیا قتل کیا قتل ہو گئے۔ مگر منتشر دل شکستہ اور مفرور لشکر کو اپنے چہرے کے شدید زخموں کی حالت میں پھر سے مرکزِ جنگ پر جمع کر دینا۔ اور خود کثیر فوجِ دشمن کا مقابلہ کرنا اور اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل نہ کر کے اپنی رحمت اللعالمینی شان کو بھی برقرار رکھنا اور پھر کسی دشمن پر اپنے ہاتھ سے تلوار نہ اٹھا کر خدا کے حکم کی بھی تعمیل کرنا...

اب آپ خود ہی غور فرمائیے کہ ایسی پابندیوں اور ایسے حالات میں پیغمبرِ اسلام کو کیا کرنا چاہیے تھا۔ تمام شجاعانِ عالم کی عقلیں اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ کیونکہ یہ صورتِ شجاعت ہی جداگانہ ہے۔ مگر یہاں شجاعتِ پیغمبرِ اسلام کو دیکھئے کہ اس شجاعِ عالم نے صرف یہی ایک کام نہیں کیا کہ ان تمام

پابندیوں اور مجبوریوں میں شکست اسلام کو فتح کی صورت میں بدل دیا۔ بلکہ جب ابوسفیان اپنے لشکر کو بے نیل مرام واپس لے گیا تو آپ نے اس کے تعاقب کیلئے علی مرتضیٰ کو روانہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ابوسفیان نے مدینہ کا رخ کیا تو اس کو اس کے ارادہ کا بدلہ دوں گا گویا زور شجاعت پیغمبر اسلام لحمہ بہ لحمہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔۔۔

بحالت جنگ مصائب پر صبر اور بحالت شکست لشکر ثبات قدم اور حصول فتح یہ وہ کارنامہائے شجاعتِ پیغمبر اسلام ہیں۔ جن کا کوئی جواب تواریخ اقوام عالم میں موجود نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ دنیا میں لڑائیوں کا سلسلہ اب بھی باقی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے سپہ سالار، قائد، مدبر، لیڈر آج بھی میدان جنگ میں آتے ہیں۔ مگر صاحبان نظر خود ان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے آلات حرب یا کثرت افواج کے بل پر اگر فتح پائی ہے تو وہ بھی میدان جنگ میں پیشرو ہو کر نہیں۔ بلکہ اپنے محفوظ مقام پر بیٹھ کر فوج کو لڑایا ہے۔ اور اگر کہیں آلات حرب کی کمی، رسد کی کمیابی، افواج کی بددلی یا کم ہمتی سے سابقہ پڑا ہے۔ تو سپہ سالار یا تو روپوش ہو گیا ہے اور یا پھر اس نے خودکشی کر لی ہے۔۔

مگر یہاں پیغمبر اسلام شجاع عالم سپہ سالار لشکر اسلام کو میدان احد میں دیکھئے کہ لشکر بھی قلیل اور وہ بھی منتشر و معذور دل شکستہ اور پھر رسد بھی نہیں، اور اس کے قتل کی افواہ سے کثیر دشمنوں کے حوصلے بلند اور قلیل دوستوں کی ہمتیں پست، ان تمام حالات میں شجاع عالم پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ کی شجاعت و جرأت پر کوئی اثر نہ پڑا تھا وہ برابر برقرار تھی بلکہ ان حالات نے شجاع کی شجاعت و ہمت کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی شکست کو فتح میں بدل دیا اور میدان سے دشمن کو ایسا بھگایا کہ اسنے اپنی کثیر فوج سمیت سیدھا مکہ میں جاکر دم لیا۔

پیغمبر اسلام نے مدینہ سے دوبارہ علی مرتضیٰ کو لشکر دشمن کے تعاقب میں بھیج کر دشمن کثیر تعداد پر اور زیادہ رعب و دبدبۂ اسلام دوبالا کر دیا۔ یہ وہ شجاعت ہے جس کی مثال کوئی سپہ سالار افواج پیش نہیں کر سکتا۔

واقعہ بست و دوم غزوہ حمراء الاسد ۳ھ

جنگ احد میں ستر مسلمان مارے گئے مگر شجاعت پیغمبر و ثبات و جوانمردی علی مرتضیٰ کی بدولت لشکر مفرور بھی پلٹ آیا اور قریش کو مار بھگایا۔ لیکن اثنائے راہ مکہ میں ابوسفیان و عکرمہ بن ابوجہل نے سوچا کہ ہم جنگ کو گئے بھی لڑے بھی نقصان و تکالیف بھی برداشت کیں مگر نہ محمد کا ہی خاتمہ ہوا اور نہ مسلمانوں کا ہی استیصال ہو سکا اب ہماری واپسی ہمارے لئے نقصان کا باعث شماتت ہمسایہ سے

زیادہ نہ سمجھی جائے گی لہٰذا وہ مقام روحا پر (جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے) جاکر ٹھہرے اور مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے :۔۔۔

پیغمبرِ اسلام کو ابوسفیان کے ارادہ کی خبر ملی تو آپ نے جنگ احد کی واپسی کے دوسرے دن بلال کو حکم دیدیا کہ وہ منادی کردے کہ جو لوگ جنگ احد سے واپس آئے ہیں وہ پھر سفر کیلئے تیار ہو جائیں چنانچہ مہاجر و انصار باوجود زخمی ہونے کے اور تھک جانے کے حکم رسول کی تعمیل کیلئے کمربستہ ہوگئے صاحب روضۃ الصفا نے جلد دوم ص ۹۸ پر یہ عبارت لکھی ہے :۔

حضرت مقدس نبوی سلاح پوشیدہ	پیغمبرِ اسلام ہتھیار لگا کر راستہ میں کھڑے
بر سر راہے ایستاد تا حامیان حوزہ	ہو گئے تا کہ حامیان دین اسلام ان سے
اسلام باو ملحق شدند۔۔۔۔۔۔	ملحق ہو جائیں اپنا علم فوج علی کے ہاتھ میں
۔۔۔۔۔ علم خود را بحضرت علی	دیدیا اور پھر آپ حمراء اسد تک گئے

داد تا بحمراء اسد شتافت ۔

حمراء اسد پہنچ کر پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ پانچسو مقامات پر آگ جلادی جائے حمراء الاسد کا میدان جنگل میں منگل ہو گیا ۔ معبد خزاعی جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا لشکر قریش میں پہنچا تو ابوسفیان نے دریافت کیا کہ محمدؐ اور اس کے لشکر کا کیا حال ہے ۔ معبد خزاعی نے کہا کہ محمد لشکر جرار لیکر احد کا انتقام لینے کی غرض سے مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور میں نے ان کو حمراء الاسد میں چھوڑا ہے ۔ قریش نے کہا کہ اے معبد تم یہ کیا کہہ رہے ہو ۔ معبد نے کہا خدا کی قسم صحیح کہہ رہا ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس منزل سے آگے بڑھو گے تو خود دیکھ لوگے کہ لشکر اسلام کے سوار اور پیادے سب موجود ہیں ۔۔۔۔

صفوان بن امیہ نے کہا کہ جو ہم خیال کرتے تھے وہی ہوا ۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم مکہ واپس چلیں لہٰذا بالفاظ صاحب روضۃ الصفا ص ۹۸ جلد دوم :۔

مخالفاں را نیز ازیں خبر وہمی عظیم بر خاطر راہ یافتہ بہ تعجیل ہر چہ تمام تر روے بمکہ نہادند ۔

ترجمہ :۔ مخالفوں کے دلوں پر اس خبر سے دہشت طاری ہو گئی اور جلد از جلد مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ۔

در حقیقت ابوسفیان و عکرمہ بن ابوجہل کی تدابیر بالکل برمحل تھیں ۔ بیشک اس حالت میں اگر وہ پھر مدینہ پر حملہ کر دیتے اور تازہ دم قبائل کی کمک لے لیتے تو یقیناً وہ مدینہ کو تاراج و غارت کرنے

میں کامیاب ہو جاتے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کی بزدلی ان کے فرار اور کم ہمتی کو دیکھ چکے تھے۔ اور یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ چند اصحاب پیغمبر اسلام اور خاص پیغمبر کی جرأت و شجاعت کی وجہ سے اسلام کی ہاری ہوئی فوج ہم کو پیچھے ہٹا کر واپس جانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اگر ہم از سر نو تازہ دم فوج لیکر حملہ کریں گے تو اہل مدینہ ہمارا مقابلہ قطعی نہ کر سکیں گے۔۔ خیال صحیح تھا مگر شجاعت و جرأت محمدؐ کے مقابلہ میں ابوسفیان کی تدابیر تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہو سکیں۔ پیغمبر اسلام نے پہلے ہی حالات کا جائزہ لے لیا۔ اور علی مرتضیٰ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور پھر جنگ احد کے دوسرے ہی دن تھکے ماندے اور زخمی اصحاب کو ہمراہ لیکر حمراء لاسد پہنچ گئے۔ یہ شجاعانہ طریق جنگ ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ ایک بار پھر بغیر جنگ ہی دشمن کی کثیر تعداد فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ آئندہ پھر کبھی لڑیں گے یہ الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ وہ اپنی ناکامی کی خجالت مٹا رہے ہیں۔

قتل ابی بن خلف تتمہ غزوہ احد

جنگ احد میں جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور بجز چند اصحاب کے سب میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے تو صفوف دشمن سے ایک شہسوار ابی بن خلف اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے آگے بڑھا اور اس نے چاہا کہ پیغمبر اسلام پر قاتلانہ حملہ کرے۔ یہ ابی ابن خلف وہی شخص تھا کہ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام کے سامنے آیا اور ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور پیغمبر اسلام سے کہنے لگا:۔

تزعم ان ربك يحيي الموتى ثم من يحيي هذا۔

ترجمہ۔ اے محمد تم گمان کرتے ہو کہ تمہارا رب مردوں کو زندہ کر دے گا۔ بتاؤ اس ہڈی کو کون زندہ کرنے والا ہے۔؟۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ اے محمد میں نے ایک گھوڑا پالا ہے جسکو میں روز عمدہ دانہ کھلاتا ہوں تاکہ فربہ ہو جائے۔ تاکہ میں اس پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں۔ پیغمبر اسلام نے جواب دیا کہ میں تجھ کو اسی گھوڑے پر قتل کروں گا۔ جبکہ تو اس گھوڑے پر سوار ہو گا۔۔ بہر حال جب ابی ابن خلف بروز احد پیغمبر اسلام پر حملہ آور ہوا تو وہ اسی گھوڑے پر سوار تھا۔ پیغمبر اسلام نے اصحاب سے کہا کہ ابی ابن خلف جب مجھ پر حملہ آور ہو تو مجھ کو بتا دینا۔ اتنے میں ابی ابن خلف سامنے سے نمودار ہوا۔ اور اس نے سامنے آتے ہی نعرہ لگایا:۔

"اے محمد آج تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔"

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت ہو تو ہم اس کو جواب دیں۔ لیکن پیغمبر اسلام نے ان کو

روک دیا اور فرمایا کہ آنے دو اس سے میں خود جنگ کروں گا۔ جب وہ حملہ کرتے ہوئے قریب آیا تو پیغمبر اسلام نے زبیر کے ہاتھ سے تلوار لیکر ابی ابن خلف کی جانب پھینکی اور وہ تلوار ابی ابن خلف کی گردن پر پڑی اور وہ اکدم بھاگا اور اپنے قبیلہ میں جاکر چیخنے چلانے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا بزدلی ہے اگر ہماری آنکھ میں اتنا زخم لگ جاتا تو ہم آہ نہ کرتے ابی ابن خلف کہنے لگا:۔

ناسخ التواریخ جلد اول ص۱۴۲ ۔ گفت شما ندانستہ آید این زخم کہ بر من زد بلات و عزیٰ اگر این زخم بر ہمہ مردم ذوالمجاز آمدے ہمہ یکبار سر و شدندے الیس قال لا قتلنک یعنی آیا نیست این ہمہ سخن کہ پیغمبر گفت می کشتم ترا ہرگز من از این زخم جان نبرم و ہمچناں بانگ ہمیں کرد تا در راہ مکہ در وادی النظہران جان بداد۔

ترجمہ:۔ ابی ابن خلف نے کہا تم لوگ نہیں جانتے ہو محمد نے یہ زخم جو میری گردن پر لگایا ہے۔ قسم لات و عزیٰ کی اگر قبیلہ ذوالمجاز کے کل افراد پر یہ زخم لگتا تو وہ سب یکبارہ مر جاتے۔ کیا محمد نے نہیں کہا تھا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ میں اس زخم سے ہرگز جاں بر نہ ہوں گا...

وہ اسی طرح چیختا چلاتا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ کے راستہ میں وادی النظہران میں جاکر مر گیا۔

(۲) اس کے بعد پیغمبر اسلام پر حملہ کرنے پر کچھ لوگ آمادہ ہوئے ان میں سے پہلے چار شخص بڑھے اول مغیرہ ابن عص یہ شخص سنگ اندازی میں ماہر تھا اس نے کہا کہ میں پتھر کا نشانہ بنا کر محمد کو قتل کر دوں گا دوسرا شخص عتبہ بن ابی وقاص تھا تیسرا شخص عبداللہ بن حمید اسدی تھا۔ ان سب نے یکجا ہو کر یکبارگی پیغمبر اسلام پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے عبداللہ بن حمید حملہ آور ہوا جسکو ابو دوجانہ نے قتل کر دیا۔ پھر مغیرہ نے پتھروں سے حملہ کیا ایک پتھر لگنے سے پیغمبر اسلام کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ مغیرہ نے شور مچایا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا۔ علی مرتضیٰ قریب تھے آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ اتنے میں دوسرا پتھر اس نے پیشانی پیغمبر پر مارا۔ پتھر مار کر وہ بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ عمار یاسر اس کے سر پر جا پہنچے اور ایک ہی وار میں داخل جہنم کیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن قمیہ تلوار کھینچ کر پیغمبر پر حملہ آور ہوا۔ مصعب بن عمیر نے مزاحمت کی مگر ابن قمیہ کی ضرب شمشیر سے مصعب کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ چونکہ مصعب علمدار تھا اس نے دوسرے ہاتھ میں علم سنبھالا۔ ابن قمیہ نے دست چپ کو بھی کاٹ دیا اور تلواروں سے زخمی کر کے شہید کر دیا۔ اس کے بعد ابن قمیہ نے پتھر پھینکا جو پیشانی پیغمبر پر لگا اور خود کے حلقے پیشانی پیغمبر میں گھس گئے۔ دوسری جانب سے عتبہ ابن ابی وقاص نے پتھر مار کر پیغمبر کے دو دانت توڑ ڈالے اور چہرہ زخمی ہو گیا۔ ان واقعات کے بعد کے حالات کو بالفاظ صاحب ناسخ التواریخ ص۱۴۷ جلد اول ملاحظہ فرمائیے

اما کافراں ہمچناں دست بازخمی داشتند دراں گیر و دار ہفتاد ضرب شمشیر بآنحضرت فرود آوردند و خدا لش حافظ بود از میانہ ما نا ابن قمیہ با عتبہ شمشیر بر پہلوئے آنحضرت آزمود چوں رسول خدا

رادو زرہ در بر بود ۔ کار نیفتاد لکن از ثقل
سلاح و ضرب تیغ از اسپ در افتاد و چوں
ابو عامر و دیگر کافراں در جنگ گاہ چاہ ہا
کردہ بودند و سر آنہا را پوشیدہ بودند قضا
بر لب چاہ فرود آمد از لب چاہ بہ نشیب
افتاد و زانو ہائے مبارک مجروح گشت ...
.... و علی مرتضیٰ دست
آنحضرت بگرفت و از چاہ بر آورد ۔

ترجمہ لیکن کا فر جنگ سے ہاتھ نہیں روکتے تھے
اس ہنگامہ جنگ مار دھاڑ میں جسم پیغمبر اسلام پر
ستر وار تلواروں کے ہوئے ۔ مگر خدا نے بچایا
ایک جانب سے ابن قیمیہ نے ایک تلوار پہلوئے
پیغمبر اسلام پر لگائی ۔ مگر چونکہ رسول اللہ
دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے وہ تلوار کارگر
نہ ہوئی ۔ لیکن اس کے صدمے اور سلاح
جنگ کے وزن سے آپ گھوڑے سے گر گئے ۔

ابو عامر اور دیگر کافروں نے مختلف مقامات پر کنوئیں کھود کر ڈھانک دیئے تھے ۔ پیغمبر اسلام ایک کنوئیں میں گر گئے آپ کے گھٹنے زخمی ہو گئے ۔ اور اصحاب کی نظر سے آپ غائب ہو گئے ۔ علی مرتضیٰ نے پیغمبر اسلام کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں سے اوپر کھینچا ۔ ۔ ۔

اسی طرح جنگ جاری رہی اور پیغمبر اسلام نے افواج منتشر کو بلا کر جمع کیا ۔ علی مرتضیٰ اور دیگر چند جاں نثار دشمنوں کے حملوں کو روکتے رہے ۔ حتیٰ کہ دشمنوں کے شجاع و بہادر افراد کو قتل کیا ۔ اور آخر ابو سفیان معہ رفقا کے واپس مکہ چلا گیا ۔ پیغمبر اسلام اس رات کو میدان احد میں رہے شہدا کو دفن کیا اور دوسرے روز مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ۔

غزوہ حمراء الاسد و نیز مندرجہ بالا واقعات تتمہ جنگ احد بخوبی واضح کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت استقلال و ثبات بے مثل و بے نظیر ہے ۔ پیغمبر اسلام کو سب سے بڑی مجبوری یہ تھی کہ آپ خود دشمنوں پر حملہ نہیں کر سکتے تھے اور اپنی تلوار سے ان کو قتل نہیں کرتے تھے اور آپ کے ایسا کرنے میں بہت سی مصلحتیں مضمر تھیں اول ۔ آپ ایک نئے مذہبی معاشرہ و تہذیب کے بانی تھے ۔ اگر ابتدا سے آپ اپنے ہاتھ میں تلوار لیتے اور ہر معرکہ میں خود بہ نفس نفیس دشمنوں کو قتل کرتے ۔ تو بنیاد مذہب اسلام ہی قتل و غارت پر پڑ جاتی ۔ صاحبان علم سابقین و متاخرین پیغمبر اسلام کو پھر پیغمبر نہ کہتے بلکہ مثل دیگر اقتدار پسند جنگجو شہنشاہوں کے آپ کا بھی شمار ہوتا ۔ اور ابتدا سے انتہا تک عوام و خواص کیلئے باعث رغبت دین اسلام نہ ہوتا بلکہ جس طرح ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ جب شہنشاہ وقت کا عہد سلطنت ختم ہوتا ہے اس وقت اس کے معین کردہ آئین و قوانین بھی فنا ہو جاتے ہیں ۔ بالکل ایسے ہی پیغمبر اسلام کے دین کے ساتھ بھی ہوتا
دوم ۔ محمد خدا کی جانب سے مقرر کردہ آخری نبی تھے اور تمام انبیاء کے وارث تھے ۔ تمام شریعتوں کے

ناسخ اور دین ابراہیم و دین خدا کے ناشر تھے۔ لہٰذا آپ کیلئے ضروری تھا کہ تمام انبیاء سلف کے طریقہ کار ہی پر عمل کرتے وہ طریق کار انبیاء یہ تھا کہ توحید خدا عدل خدا، اور قوانین و احکام خدا کی تبلیغ کی جائے اور دین اسلام کو دین قائم و دین دائم بنایا جائے۔ یہ کام اسی صورت میں ممکن تھا کہ سخت سے سخت حالات و مصائب میں بھی پیغمبر اسلام اپنے ہاتھ میں تلوار نہ لیں اور خود حملہ آور ہو کر دشمنوں کو قتل نہ کریں۔ یہی وجہ تھی کہ کسی جنگ میں عموماً اور جنگ احد میں خصوصاً مخصوص حالات میں بھی باوجود سخت تکالیف اٹھانے اور زخمی ہو جانے کے بھی آپ نے تلوار سے حملہ نہ کیا۔

سوم خداوند عالم نے محمد کو اپنے دین کی تبلیغ کیلئے بھیجا تھا اور دین بھی وہ دین جو رہتی دنیا تک بس آخری دین ہے اور جو جامع اخلاق و اصول تہذیب و قوانینِ تمدن و معاشرہ ہے۔ خداوند عالم نے اپنے کو اپنی کتاب میں رب العالمین (تمام عالمین ارض و سما کا پالنے والا) اور محمدؐ کو رحمت اللعالمین (تمام عالمین ارض و سما کیلئے باعث رحمت و حیات و برکات) کا لقب قرآن میں عطا فرمایا ہے۔ چونکہ خدا نے اپنی ربوبیت عامہ جو بغیر رحمت تامہ کے ناممکن ہے کا مظہر ذات محمد کو بنایا تھا۔ لہٰذا آپ کو وہی افعال بجالانے ضروری تھے جو ربوبیت خداوندی کے حامی و مظہر ہوتے اور جو رحمت کل کا نمونہ بنتے۔ بہر حال پیغمبر اسلام نے اتنی سخت پابندیوں میں وہ شجاعانہ کارنامے دکھائے ہیں جو تا قیامت اپنی مثال آپ ہیں اور اہل عالم کیلئے ان میں ہدایات و اشارات تدبر اور شجاعت موجود ہیں۔

غزوۂ بست و سوم غزوۂ بدر صغریٰ ۴ھ

ابوسفیان سرگروہ لشکر قریش مکہ نے جنگ احد سے واپسی کے وقت پیغام دیا تھا کہ محمد سے کہدو کہ آئندہ سال ہم لوگ پھر مدینہ پر حملہ کریں گے اور استیصال اسلام کر کے دم لیں گے۔ لہٰذا جب وقت موعود قریب آیا تو سفیان نے فوج کشی کا سامان شروع کر دیا۔ مگر دل میں خائف تھا کہ مبادا امسال مقابلہ کرنے میں ہی مع لشکر کے فنا ہو جائے لہٰذا بظاہر تو اظہار شجاعت و دلیری کر رہا تھا۔ مگر باطن میں اس کا دل جنگ سے بھاگ رہا تھا۔ وہ اس پس و پیش میں تھا کہ نعیم بن مسعود اشجعی عمرہ ادا کرنے مکہ آیا ابوسفیان اس سے ملا اور اس سے اپنا حال دل بیان کیا۔ اور کہا کہ میں نے بوقت واپسی احد محمد سے کہدیا تھا کہ آئندہ سال بدلہ لوں گا۔ بالفاظ روضتہ الصفا صـ۱۰۱۔ مکروہ می دارم کہ لشکر بجانب او کشم میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ محمد پر فوج کشی کروں) لہٰذا اگر اے نعیم تم مدینہ جاؤ اور محمد اور اس کے لشکر کو خوف زدہ کر دو تو میں تم کو اس کے انعام میں بیس اونٹ تین سال کی عمر کے جوان تم کو دوں گا۔

نعیم اس عہد پر راضی ہو گیا اور مدینہ پہنچا اور اہل مدینہ و افراد لشکر اسلام کو اس نے ڈرایا خوف زدہ کیا اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ مدینہ ہی میں رہو اور کسی طرح سے بھی مدینے سے نہ نکلو۔ چنانچہ نعیم کی چرب زبانی و دروغ بیانی کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان جنگ سے دل برداشتہ ہو گئے اور نوبت یہ پہنچی کہ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے۔

ص ۱۰۱۔ مسلماناں نعیم را صدق دانستہ رفتن را مکروہ شمردند۔ چنانچہ حضرت را گمان شد کہ ہیچ کس اختیار آں غزوہ نخواہد نمود۔ .... فرمود بانخدائے کہ نفس من در قبضہ قدرت او ست بیروں روم اگرچہ احدے با من موافقت نہ نماید از یں سخن خوف از ضمائر ارباب البصائر زائل شد! بہ خروج عازم شدند حضرت مقدس نبوی رایت نصرت آیت خود بہ علی مرتضیٰ داد ہ با ہزار و پانصد کس از شجاعان و ابطال بقصد استیصال ابی سفیان و لشکر شیطان از مدینہ بیروں آمدند ...

مسلمانوں نے نعیم کا کہنا سچا جانا اور جنگ کو مکروہ جانا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کو گمان ہوا کہ اب کوئی شخص جنگ پر جانے کو تیار نہ ہوگا۔ ...... پھر آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں مدینے سے باہر جاؤں گا اور خروج کروں گا اگرچہ کوئی فرد بھی میرے ہمراہ جنگ کیلئے نہ نکلے۔ آپ کے ایسا فرمانے سے اصحاب کے دل سے خوف زائل ہوا۔ آپ نے علم لشکر کو علی کے ہاتھ میں دیا۔ اور ڈیڑھ ہزار افراد کی فوج ساتھ لی جو شجاعان و بہادران عرب میں سے تھے۔ آپ لشکر ابو سفیان کی بیخ کنی کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے ...

بہر حال لشکر اسلام غرۂ ذی قعدہ کو منزل بدر پر پہنچا۔ مگر لشکر ابو سفیان سے ملاقات و مقابلہ نہ ہوا۔ کیونکہ وہ مکے سے وادی ظہران تک آئے اور پھر بوجہ رعب پیغمبر اسلام واپس گئے اور ستوؤں کی بھری ہوئی بوریاں چھوڑ کر بھاگے۔

واقعہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ اصحاب پیغمبر اسلام جو شجاعان عرب میں سے تھے جب جنگ مذکور سے بھی چرانے لگے اور نعیم بن مسعود کے بہکانے میں آ گئے اور رفاقت پیغمبر کو ترک کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر کیسا ہی بہادر کیوں نہ ہو اس کا ارادہ جنگ ہی بدل جاتا ہے اور وہ کوئی بہانہ تلاش کر کے اپنے فوج کے سامنے سرخرو بننا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ابو سفیان نے باوجود دعوئے شجاعت اپنے رفقاء کے ساتھ مکہ سے باہر بھی نکلا اور بعد کو قحط سالی کا بہانہ کر کے ان کو واپس بھی لے گیا۔

ادھر پیغمبر اسلام نے باوجود تمام لشکر کے جنگ سے ڈر جانے کے بھی اپنا ارادہ باقی رکھا اور صاف الفاظ

ہی لشکر سے کہدیا کہ میں تنہا ہی حملہ کروں گا۔ اور پھر آپ بیشک حسب ارشاد روانہ ہوئے اور علی مرتضیٰ کو اپنا علمدار بنایا۔ پیغمبر اسلام کے اس شجاعانہ فعل اور اظہار جرأت کا یہ اثر ہوا کہ بزدل اور کمزور دل فوج قوی دل ہوگئی اور بسرکردگی علی مرتضیٰ لشکر اسلام روانہ ہوگیا۔ نتیجہ شجاعت کا ہمیشہ کامیابی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام اس جنگ سے ایسے کامیاب واپس آئے کہ آپ کا رعب قلوب کفار پر سو گنا ہوگیا۔ اور وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے اور اپنا سامان و اذوقہ بھی چھوڑ بھاگے۔ یہی وہ واقعات شجاعت پیغمبر اسلام ہیں جو اہل عالم کیلئے نمونہ شجاعت بن سکتے ہیں۔

شجاعت واقعہ بست و چہارم غزوۂ بنی قریظہ

غزوہ بدر صغریٰ یا موعد سے واپسی کے دوسرے دن پیغمبر اسلام نے علم لشکر علی مرتضیٰ کو دیا اور ان کو جانب قریظہ روانہ کیا۔ علی قلعہ قریظہ تک پہنچے اس میں یہودی آباد تھے اور پیغمبر اسلام اور اسلام کے سخت دشمن تھے جب علی مرتضیٰ قریب حصار پہنچے تو یہودیوں نے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو گالیاں دینا شروع کردیں اور دروازہ قلعہ کو بند کرلیا۔ علی واپس ہوئے۔ راستہ میں پیغمبر اسلام آتے ہوئے ملے آپ نے فرمایا کہ اے علی کیوں واپس ہوئے عرض کیا کہ وہ لوگ بیہودہ بک رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واپس چلو جب وہ لوگ مجھ کو دیکھیں گے کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

جب پیغمبر اسلام در قلعہ پر پہنچے اور یہودیوں کی بدزبانیاں سنیں تو آپ نے فرمایا کہ اے کتو! اور سورو! تم کو خدا ذلیل کرے گا۔ اور اس کے بعد قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ بیس روز محاصرہ کو گذر گئے۔ لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی اور محصورین قلعہ کی تعداد سات سو تھی۔ پیغمبر اسلام ایک رات اور دن گھوڑے پر سوار ہو کر موجود رہے اور سعد بن ابی وقاص کو تیر اندازی کا حکم دیتے رہے اور قلعہ کی جانب سے بھی تیر آتے رہے۔ مقابلہ ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ بقول صاحب روضۃ الصفا :-

بقولے بست و پنج شبانہ روز بگذشت حق عز و علاء خوفے در دل یہود انداختہ دست از قتال و جدال باز داشتند و نباش بن جیش را نزد رسول خدا فرستادہ پیغام دادند۔

ایک قول کے مطابق ۲۵ روز تک شبانہ روز یہود جنگ و جدال کرتے رہے۔ مگر اس کے بعد خدا نے یہود کے قلوب پر رعب اسلام طاری کردیا تو وہ جنگ سے باز آئے اور نباش بن جیش کو خدمت رسول میں بھیج کر پیغام دیا۔

ایک دن ایک شریر عورت نے دیوار قلعہ سے ایک مسلمان انصاری خلاش نامی کے سر پر تاک کر ایک بھاری پتھر گرا دیا اور وہ غریب وہیں کچل کر رہ گیا۔

صحیح مسلم۔ فاجلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر واقر قریظہ ومن علیھم ۔

پیغمبر اسلام نے بنی نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنی قریظہ کو ان کے قلعہ میں رہنے دیا اور ان پر خاص احسان کیا تھا۔۔

پیغمبر اسلام نے جب اطراف و جوانب مدینہ کو دشمنوں کے خطرات سے پاک و صاف کرنا چاہا تھا اور بنی نضیر کو باقتضائے حکمت و اسباب ملکی جلاوطن کر دیا تھا۔ تو بنی قریظہ نے باوفا رہنے کا عہد کیا تھا۔ مگر یہ بنی قریظہ مسلسل دشمنان اسلام کو مدد پہنچاتے رہے اور اسلام کی بیخ کنی و دشمنی کی تدابیر کرتے رہے پیغمبر اسلام نے پہلے تو موقع دیا کہ شاید یہ لوگ عداوت اسلام سے باز آجائیں یا ممکن ہے مسلمان ہو جائیں۔ مگر جب دیکھا کہ وہ آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں تو دشمن قوی کا پہلو میں رکھنا کبھی بھی قرین سیاست نہیں رہا ہے لہٰذا آپ نے اس کانٹے کو بھی راستہ سے صاف کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پہلے تو محاصرہ مدت کو طول دیکر مہلت و موقع دیا کہ شاید یہ لوگ عداوت اسلام سے باز آجائیں یا ممکن ہے مسلمان ہو جائیں۔ یا اسلام دشمن پالیسی پر نظرثانی کرلیں۔ مگر جب پچیس دن گزر گئے اور بنی قریظہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو مجبوراً آپ نے سختی شروع کی آخر وہ مجبور ہوگئے۔ انہوں نے اپنی جلاوطنی کی درخواست کی۔ مگر اب تو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ بہ مجموعی حیثیت اسلام کے جانی دشمن ہیں ان کا جلاوطن کرنا گویا اسلام کیلئے خطرہ مول لینا تھا۔ لہٰذا ان کے لئے تو یہی مناسب وقت ہو سکتا تھا کہ ان کا صفایا کر دیا جائے۔ آپ نے ان کے جواب میں کہدیا کہ تم میں سے ایک شخص کو حکم بنایا جا سکتا ہے۔ بنی قریظہ نے اپنے تعلقات قدیم کی وجہ سے سعد بن معاذ کو حکم بنانا منظور کر لیا۔ سعد بن معاذ جنگ میں زخمی ہو چکے تھے۔ مدینہ میں زندگی گذار رہے تھے ایک خچر بھیجا گیا اور ان کو مدینہ سے بلایا گیا۔ یہودیوں نے سعد بن معاذ کو بخوشی اپنا حکم بنا دیا۔ آخر سعد بن معاذ نے اپنا فیصلہ سنایا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ بنی قریظہ کو ان کی بدعہدی کی سزا میں قتل کر دیا جائے۔ ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ پیغمبر اسلام نے حکم کے فیصلہ کے مطابق عمل کیا اور ان یہودیوں کو قید کر کے مدینہ لائے بازار کے بیچ میں ایک کنواں کھدوا گیا۔ پیغمبر اسلام نے علی مرتضیٰ اور زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ ایک ایک قیدی کو قید خانہ سے لایا جائے اور اس کی گردن ماردی جائے اور کنوئیں میں ڈال دیا جائے اور نابالغ لڑکوں اور عورتوں کو عفو کر دیا جائے۔ مگر اس عورت کو قتل کر دیا جائے جس نے خلاش کو پتھر مار کر ہلاک کیا تھا۔۔

واقعہ مذکورہ کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا گیا۔ بعض نافہم افراد یا بعض متعصب اشخاص اس واقعہ کو ظالمانہ صورت میں دیکھتے ہیں اور اسلام کی سفاکانہ حرکت سمجھتے ہیں۔ مگر یہ قتل عام اس

قسم کا قتل عام نہ تھا جو فاتحان عالم غرور طاقت وطوفان فوج کشی کی رو میں کر جاتے ہیں۔ شجاعت کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر ایسا قابو رکھتا ہو کہ مغلوب الغضب نہ ہونے پائے بلکہ باقتضاء عقل وحکمت و قوت غضبی کو قابو میں رکھتے ہوئے دشمن سے انتقام لے دشمن کو موقعہ دے کہ شاید وہ مقصد کے سمجھنے میں یکسانیت قبول کرلے۔ پیغمبر اسلام نے بنی قریظہ کو بنی نضیر کے جلا وطن کرنے کے وقت جلاوطن نہ کرکے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہم دشمن کو اپنی طاقت کے زعم میں کبھی آزار نہیں پہنچاتے بنی قریظہ نے دشمنان اسلام کی زرہ وسامان جنگ سے امداد کی۔ مگر پیغمبر اسلام نے اس کے بارہ میں بھی ان پر کوئی تنبیہ نہیں کی۔ پچیس دن محاصرہ جاری رکھا اور بنی قریظہ مقابلہ کرتے رہے۔ مگر پھر بھی سختی سے کام نہ لیا۔ مگر جب اچھی طرح سے آزمالیا کہ مدینہ پایۂ تخت اسلام سے قریب ترین دشمنوں کا مضبوط قلعہ رہنا اور اس میں دشمن فوج کا قیام کرنا کسی وقت بھی مرکز اسلام مدینہ کیلئے تباہ کن ہوسکتا تھا۔ تو پھر بنی قریظہ کا قلع قمع کرنا عین مصلحت وعین شجاعت تھی۔

اس ثبوت دشمنی کے باوجود بھی پیغمبر اسلام نے قتل عام کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ بنی قریظہ نے جس شخص کو اپنا حکم و پنچ منظور کیا اس کو مدینہ سے بلوایا گیا اور اس کے فیصلہ پر عمل کیا گیا۔ یہ انداز اور طریقے ایسے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کسی جذبہ انتقام یا زعم طاقت کی وجہ سے یہ عمل نہیں کیا۔ اچھا ایک بات اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ آپ خود لب چاہ بیٹھے اور اپنے سامنے دشمنوں کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ حقیقتاً یہ عمل پیغمبر اسلام کی پردلی شجاعت قلبی اور معاملہ فہمی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ جس طرح ایک اعلیٰ جراح ڈاکٹر جسم انسانی کے اعلیٰ ترین عضو فاسد کے قطع وآپریشن کرنے میں نہیں جھجکتا اور خوفزدہ نہیں ہوتا۔ اور اس عضو فاسد کو صرف مریض کی سلامتی جان کیلئے قطع کردیتا ہے اور اس وقت وہ جراح ڈاکٹر قطع عضو میں رحم دلی سے کام لے تو گویا اس کا دل کمزور ہے اور وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو اعلیٰ سرجن کی سند دی جائے۔

بالکل اسی طور پر گویا بنی قریظہ باوجود اتنے نسخہ جات شفا دینے کے بعد بھی قابل شفا و قابل اصلاح نہ تھے۔ لہٰذا جسم عالم انسانیت کیلئے وہ ایک عضو فاسد تھے۔ پیغمبر اسلام چونکہ مصلح عالم تھے ان کا فرض تھا کہ اس فاسد شے کو جسم عالم انسانیت سے خارج کردیں۔ چنانچہ آپ نے بہ نفس نفیس خود اپنے سامنے قابل گردن زدنی قریظہ کی گردنیں مارنے کا حکم دیا اور اسی موقع پر اطفال وعورات بنی قریظہ کو معاف کرکے ظاہر کردیا کہ جو عضو قطعی فاسد ہو چکا تھا اسی کو قطع کیا گیا ہے۔ اور جس عضو میں صحت واپس لانے کی صلاحیت موجود تھی۔ اس کو باقی رکھا گیا ہے۔ ہر فاتح ملک کو ایسے واقعا

پیش آتے ہیں۔ مگر تاریخ عالم گواہ ہے کہ شاہانِ عالم نے قتل عام کرانے میں کبھی ان امور کو نظر میں نہیں رکھا۔ اسی لئے ان کو ظالم و جابر کہا گیا اور ان کے مرنے کے فوراً ہی بعد یا ان کی طاقت حکومت زائل ہونے کے فوراً ہی بعد وہ قابل لعنت متصور ہونے لگے اور جس مقصد کیلئے انہوں نے یہ ظالمانہ سلوک روا رکھا تھا وہ مقصد بھی فوراً ہی ختم ہو گیا۔ مگر بخلاف اس کے پیغمبر اسلام کے ان افعال شجاعت نے ان کے مقصد کے حصول میں بہترین مدد کی اور ان کے مقصد کو لازوال بنا دیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ پیغمبر اسلام کے ان کارناموں نے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کر دیئے جن پر چلنے سے ہر مصلح قوم و ملت کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور ہر قوم معاملات زندگی میں کامیاب ہو سکتی ہے

واقعہ بست و پنجم واقعات ذات الرقاع وغیرہ ۵ھ

محرم ۵ھ میں قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا فوجیں جمع ہونے لگیں مقابلہ کا سامان ہونے لگا پیغمبر اسلام کو اطلاع ملی آپ چار سو اصحاب کو ہمراہ لیکر موقع پر پہنچے آپ کی خبر آمد کو معلوم کرتے ہی افواج دشمن بھاگتی نظر آئیں اور سب شجاعت و دلیری کے دعوے ختم ہو گئے اور دشمن پہاڑیوں پر چڑھ کر چھپ گئے۔ پیغمبر اسلام نے ایک ہفتہ وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس آ گئے ۔۔

غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ

ایک ماہ بعد ربیع الاول کے مہینہ میں دومۃ الجندل سے پھر ایک جمعیت کثیر کے جمع ہونے کی خبر پیغمبر اسلام کو پہنچی اور ان کا ارادہ معلوم ہوا کہ مدینہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ پیغمبر اسلام سات سو اصحاب کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ لیکن لشکر اسلام کی آمد سے پہلے ہی دشمن کی جمعیت خائف ہو کر فرار ہو گئی۔

غزوہ بنی مصطلق ۲ شعبان ۵ھ

خزاعہ عرب کا نہ در آور مشہور قبیلہ تھا۔ خزاعہ کی ایک شاخ بنی مصطلق کہلاتی ہے مدینہ سے نو میل پر مقام مریسیع پر یہ لوگ آباد تھے۔ اس قبیلہ کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس نے اپنے زعم کثرت و طاقت مدینہ پر چڑھائی کی ٹھان لی۔ پیغمبر اسلام کو خبر حملہ پہنچی آپ فوج اسلام کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ جب موقع پر پہنچے تو دشمن جا چکا تھا۔ حارث بن ابی ضرار اور دیگر بہادران قبیلہ چھپ چکے تھے۔ مگر بے سردار کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر باری شروع کر دی۔ پیغمبر اسلام نے اپنے صحابی کے ذریعہ ان کو دعوت اسلام دی اور پیغام امان بھیجا۔ مگر وہ ضدی دشمنان اسلام نہ مانے۔ پیغمبر اسلام نے ان کی تیر باری

کا جواب تیر باران سے دینے کا حکم دیا۔ وہ بھاگ نکلے ان کے دس افراد قتل ہوئے اور چھ سو افراد قید کر لئے گئے مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ملیں۔ (ابن سعد جلد مغازی از اسوۃ الرسول جلد ۲)

غزوہ بنی مصطلق اور ان چھوٹے غزوات کے بارہ میں بعض دشمنان اسلام انگریز مورخین نے یہ زہر افشانی کی ہے کہ پیغمبر اسلام نے بے خطا ان پر امن قبائل کو قتل و غارت کر ڈالا چونکہ پیغمبر اسلام کی شجاعت صحیحہ پر الزام لگایا گیا ہے۔ لہٰذا میں تاریخی ثبوت واقعہ پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی کے صفحہ ۳۸۲ پر تحریر فرماتے ہیں :-

یہ ابن سعد کی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنو المصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بالکل بے خبر اور غافل تھے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے ابن سعد نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ لیکن لکھ دیا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتوں کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول کی رو سے قابل حجت نہیں کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا ایک طرف نافع نے آنحضرت صلعم کو دیکھا بھی نہ تھا اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین میں منقطع ہے۔

(۲) تاریخ روضۃ الصفا ذکر وقائع سال پنجم از ہجرت صفحہ ۱۰۲ :-

(۹) غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ ریسیع۔ باعث بریں غزوہ آنکہ حارث بن ابی ضرار پیشوائے آں قوم بعضے از قبائل عرب را استدعا نمودہ کہ بادے اتفاق نمودہ بحرب حضرت رسالت پناہی روند و طائفہ نزد او مجتمع گشتہ بتہیہ اسباب محاربہ و مقاتلہ مشغول گشتند حضرت رسول بریدہ بن الحصیب را بجانب مخالفان فرستاد تا خبرے بہ تحقیق بیاورد و بریدہ بمیان ایشاں رفتہ از روے تفتیش پیغمبر نمودند و بر مقتضی وقت جواب داد گفت شنیدہ ام کہ شما داعیہ حرب محمد دارید آمدہ ام کہ	غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ ریسیع اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ حارث بن ضرار سردار قبائل نے دیگر قبائل عرب سے استدعا کی کہ وہ اسکی مدد کریں۔ تاکہ وہ پیغمبر اسلام سے جنگ کرے ایک جماعت اس کے پاس جمع ہو گئی۔ اور سامان جنگ جمع کرنا شروع کر دیا۔ پیغمبر اسلام نے بریدہ بن حصیب کو جماعت کفار کی جانب بھیجا تاکہ صحیح خبر لائے۔ بریدہ نے حالات کی تفتیش کی حارث نے مناسب موقعہ جواب دیا۔ بریدہ نے پوچھا کہ کیا تمہارا ارادہ محمد سے جنگ کا ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو

اگر ایں خبر مطابق است شمارا معاونت نمائیم
بنی مصطلق شرائط تعظیم بجائے آوردہ ۔
گفتند راست است آنچہ شنیدی بریدہ
گفت میروم تا لشکرے آوردہ بہ شما پیوندم
وایں سخن گفتہ ازاں قوم بیروں آمدہ بمدینہ
شتافت وصورت واقعہ معروض داشت
وحضرت رسول کارسازی سپاہ کردہ رایت
مہاجراں را بحضرت علی ابن ابی طالب دادہ
وعلم انصار را بہ سعد بن عبادہ تفویض نمود

میں اسلئے آیا ہوں کہ تمہاری مدد کروں۔ بنی
مصطلق نے بریدہ کا احترام اور تواضع کی
اور کہا کہ بیشک محمد سے جنگ کا ارادہ ہے
بریدہ نے کہا تو میں جاتا ہوں اور اپنا لشکر
لاکر تم سے ملتا ہوں۔ یہ کہکر بریدہ مدینہ
پہنچا اور پیغمبر اسلام کو واقعہ بتایا۔ پیغمبر اسلام
نے لشکر اسلام جمع کیا۔ علم مہاجراں علی ابن
ابی طالب کو دیا اور علم انصار سعد بن عبادہ
کے سپرد کیا ۔

(ب) وکفار رایت مکسورہ خویش بدست صفوان
نامی داد و پائے در میدان مقابلہ ومقاتلہ
نہادند چوں از جانبین صفہا راست شد
رسول فرمود کہ اے عمر روئے بمشرکاں آوردہ
ندا دارد کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
بگوئید تا نفس واموال شما محفوظ ومحروس
بمانند والیشاں امتناع نمودہ حضرت اشارت
کرد کہ اہل اسلام بہ یکبار حملہ کردند از مشرکاں
دراں جنگ دہ کس بقتل آمدہ شکست بر
ایشاں افتاد وسائر آں جماعت از مرد وزن
درپنجۂ تقدیر اسیر ودستگیر گشتند ۔

(ب) کافروں نے اپنا نشان فوج صفوان کو
دیا اور میدان جنگ میں آگئے۔ جب ہر دو
جانب کی صفیں آراستہ ہوگئیں۔ رسول خدا
نے عمر ابن خطاب سے فرمایا کہ مشرکوں کو کہو
کہ کلمہ توحید پڑھو تاکہ تمہاری جان و مال
محفوظ ہوسکے۔ عمر ابن خطاب نے تعمیل حکم کی
مگر ان لوگوں نے انکار کیا۔ اور حکم رسول خدا
سے اہل اسلام نے حملہ کر دیا۔ مشرکین کے
دس افراد اس جنگ میں قتل ہوئے اور باقی
مرد اور عورتیں قید کر لی گئیں۔

(۲) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۱۹۸ وقائع سال پنجم از ہجرت ۔

بالجملہ حارث بن ضرار کہ قائد آں قوم بود ..
.... نام ابی ضرار حبیب است
واو حارث بن عائذ بن مالک بن جذیمہ است
ومصطلق لقب جذیمہ است واز پدراں

حارث بن ضرار جو امیر وسردار قوم تھا ..
.... ابی ضرار کا نام حبیب ہے
اور وہ حارث بن عائذ بن مالک بن جذیمہ
ہے اور مصطلق جذیمہ کا لقب ہے۔ اسلاف

جذیمه ربیعه بن حارث اول کسی بود که دین اسمٰعیل علیه السلام را دیگرگونه ساخت وبت هبل را در کعبه نسب کرده مردم را بعبادت آں صنم دعوت نمود ۔

جذیمه میں سے ربیعه بن حارث پہلا شخص تھا جس نے دین اسمٰعیلؑ کو برباد کیا اور بت ہبل کو کعبہ میں نصب کیا اور لوگوں کو اس بت کی عبادت کا حکم دیا ۔

ب) حارث بن ابی ضرار بر حرب رسول خدا یک جہت شد و جماعتے را با خود ہمداستان کرد چوں ایں خبر در مدینه سمر گشت برخصت رسول خدا بریده بن الحصیب اسلمی تعبیه دوستانه کرد آہنگ قبیله بنی المصطلق فرمود داد بمیان ایشاں درآمد وگفت چنیں مکشوف افتاد که شمارا در جنگ با محمد تصمیم عزم رفته اگر ایں سخن از در صداقت است مرا نیز آگاہی دہید تا مردم خود را ساخته کرده با شما پیوسته شوم .... بریده بر ایں سخن پیماں بنهاده از میان ایشاں بیروں شد وشتاب زده تا بمدینه بتاخت و رسول خدا را از مکنون خاطر ایشاں آگاه ساخت پس پیغمبر بی توانی بتجہیز لشکر کرده رایت مهاجراں بعلی مرتضیٰ اسپرده علم انصار را به سعد بن معاذ داد ۔

(ب) حارث بن ضرار نے پیغمبر اسلام سے جنگ کا ارادہ کر لیا اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ لیا۔ جب پیغمبر اسلام کو اس حملہ کی خبر ہوئی۔ تو بریدہ بن الحصیب اسلمی نے بحکم پیغمبر اسلام بنی مصطلق کا ارادہ کیا اور انہیں جا کر کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے پیغمبر اسلام سے جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو مجھ کو بتا دو تاکہ میں بھی اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیکر تم سے مل جاؤں .... بریدہ یہ وعدہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا اور بہ تعجیل تمام مدینہ پہنچا اور پیغمبر اسلام کو بنی مصطلق کے ارادہ سے آگاہ کیا۔ پس پیغمبر اسلام نے لشکر کو آمادہ کیا۔ اور مہاجرین کا علم علی مرتضیٰ کو دیا اور علم انصار سعد بن عبادہ کے سپرد کیا ۔

(ج) بالجمله از پس سه روز که کار بحرب وضرب بجا رفت تمام مردم بنی المصطلق اسیر دستگیر شدند دویست تن از زناں ایشاں گرفتار شدند ۔

(ج) مختصر یہ کہ تین دن کی جنگ کے بعد تمام افراد بنی مصطلق گرفتار ہو گئے اور ان کی دو سو عورتیں گرفتار کرلی گئیں ......

ناظرین کتاب خود غور فرمائیں کہ شبلی نعمانی نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایات کو نقل بھی کیا کہ بخبری وحالت غفلت میں پیغمبر اسلام نے بنو مصطلق پر حملہ کردیا اور ان کے مویشی چھین لئے اور ان کو اور ان کی عورتوں کو قید کر لیا اور خود ہی شبلی نعمانی نے ان صحیحین کی تردید کردی اور کہدیا کہ راوی حدیث رافع نے پیغمبر اسلام کو دیکھا ہی نہیں تھا لہٰذا یہ حدیث بلحاظ سلسلہ راویاں منقطع ہوگئی اور حدیث منقطع ساقط الاعتبار ہے لہٰذا یہ روایات صحیحین بھی غلط سمجھی جائیں۔۔

حقیقت یہ ہے کہ کم علمی اور کم نظری بھی بہت بری چیز ہے۔ بعض وقت مورخین کی کاملی یا غرور ہمہ دانی اس کو تحقیق حقیقت واقعات سے محروم کردیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں اسی لئے متضاد واقعات ملتے ہیں۔ جو نومسلموں کیلئے باعث گمراہی بن جاتے ہیں اور غیر مسلموں کو اعتراض والزامات کا موقع دیتے ہیں۔ علاوہ بریں تاریخ اسلام کو منافقین نے مسخ کیا ہے۔ یہ منافقین بہ تعداد کثیر غزوات پیغمبر میں شریک ہوجاتے تھے۔ جانتے تھے دیکھتے تھے کہ پیغمبر اسلام جس جنگ پر جاتے میں فتح قدم چومتی ہے۔ لہٰذا ان کو مال غنیمت کا لالچ بے خوف جان پیدا ہوجاتا تھا اور وہ لالچ ان کو پیغمبر اسلام کے ہمراہ غزوات تک پہنچادیتا تھا۔ یہ کمبخت بظاہر تو مسلمان تھے۔ مگر ان کا باطن پیغمبر اسلام اور اسلام کی عداوت سے مملو تھا۔ چنانچہ اثنائے جنگ میں جب ان کو موقعہ ملا کہ یہ رعب وطاقت اسلام کو کم کرسکیں تو انہوں نے ہمیشہ ایسے طریقے اختیار کئے اور اگر فتح کے بعد واپس ہوئے تو انہوں نے واقعات غزوہ یا جنگ کو غلط پیرایہ یا جھوٹے الزامانہ الفاظ میں دوسروں کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ اس زمانہ میں کاغذی وتحریری دنیا نہ تھی اور واقعات اہم کے حافظ ہوا کرتے تھے اس لئے مختلف مقامات کے لوگوں نے ان منافقان ودشمنان اسلام کی زبان سے جو کچھ سنا اس کی شہرت ہوتی گئی اور نسلاً بعد نسل یہ غلط روایات اور غلط واقعات مشہور ہوتے رہے۔ اس کے بعد کا دور جب آیا اور مورخین یا محدثین اسلام نے ان روایات اسلامی کو قلمبند کرنا چاہا اور انہوں نے اس کار خیر کی تدوین کیلئے دور دراز کے سفر کئے اور ان واقعات کو جمع کیا تو ان منافقین دشمنان اسلام کے غلط واقعات کو بھی درج کرلیا۔ اور چونکہ یہ محدثین ومورخین دور اول اسلام میں تھے اور ان کو قدما کا درجہ اہم حاصل تھا۔ اسلئے متاخرین نے ان کا اعتبار کیا اور اپنی کتابوں تصنیفوں میں ان کے حوالے پیش کئے اس طرح غلط واقعات کا سلسلہ تاریخ اسلام میں قائم ہوگیا۔ ان مسخ شدہ کتب احادیث وتواریخ کو غیر مسلم انگریزوں نے دیکھا چونکہ ان کی زندگی کا جزو اعلیٰ صرف سیاسی پالیسی ہے لہٰذا ان کتب اسلام سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور اسلام کے خلاف چند دل خوشکن باتیں لکھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرڈالا اور ایسے ایسے اعتراضات تاریخ اسلام اور سیرت پیغمبر اسلام پر کرڈالے کہ مسلمانوں کی گردنیں شرم

ہے جھک گئیں اور اسی طرح ہندوستان کے ہندوؤں نے بھی خلاف اسلام کتابیں لکھ ڈالیں۔ اس میں شک نہیں ان غیر مسلموں کی یہ حرکات خلاف انسانیت اور خلاف اصول تہذیب ہیں اور علاوہ ان کے سخت تعصب اور اسلام دشمنی کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ بھی ہے کہ تواریخ و احادیث اسلام بھی بکثرت مسخ شدہ ہیں اور آجتک ان کی تنقیحات کا اہل اسلام کو موقعہ نہیں ملا۔

یہ واقعہ بنی مصطلق صدہا کتب تاریخ میں موجود ہے اور ان میں صاف صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ حارث بن ضرار نے قبائل عرب کو جمع کیا اور مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا بریدہ ابن الحصیب نے بھیس بدل کر ان میں جا کر ان کے پختہ ارادہ کا پتہ لگایا پیغمبر اسلام کو ان کے حملہ کی خبر دی۔ پیغمبر اسلام ان کے حملہ کا جواب اس طرح دینا چاہا کہ صف بندی کے بعد ان کو یقین دلایا کہ تمہارا مال و جان محفوظ ہے اسلام قبول کر و مگر وہ نہ مانے۔ تین روز تک جنگ جاری رہی تین دن کے بعد ان کے کچھ ہی مارے گئے اور ایک مسلمان بھی شہید ہوا اور وہ لوگ گرفتار ہو گئے۔ یہ تمام واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ علمبرداروں، سپہ سالاروں مقتولین کے نام بھی موجود ہیں۔ اس پر بھی بعض کور دیدہ یورپین نے لکھا ہے۔ کہ پیغمبر اسلام نے بحالت غفلت بنی مصطلق پر حملہ کر دیا تھا۔ صاحب تاریخ ناسخ التواریخ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حارث بن ضرار کے اجداد میں سے ایک نے جس کا نام ربیعہ بن الحارث تھا کعبہ میں بت ہبل نصب کیا تھا۔ اور دین اسمعیل کو مٹا دیا تھا اور بت کے پوجنے کا حکم دیا تھا۔ اور اسکو رواج دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ میں بت ہبل کا نصب کرنے والا ربیعہ بن حارث اگر زندہ ہوتا اور اس کے بعد اس کا خاندان ظاہری و باطنی و قلبی و جسمانی طور پر پیغمبر اسلام کا دشمن تھا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام کا دین بت شکنی سکھاتا تھا اور ربیعہ بن حارث بانی پرستش ہبل تھا۔ تاریخ کے ایسے فقرات آجتک بھی قوموں میں پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ حارث بن ضرار نے اپنے اجداد کے دین ہبل کی حفاظت کی خاطر قبائل عرب کو جمع کیا اور پیغمبر اسلام پر حملہ کرنے کی تیاریاں کیں مگر پیغمبر اسلام کی تدبر و حکمت جنگ و نیز شجاعت کا انداز اتنا اعلیٰ و برتر تھا کہ کبھی دشمن غالب نہ ہو سکا اور جب مقابلہ میں آیا نیست و نابود ہو گیا۔ چونکہ پیغمبر اسلام کی شجاعت و حکمت کا اندازہ اہل دنیا نہ کر سکے۔ لہٰذا انہوں نے مختلف قیاسات سے کام لیا اور حقیقت واقع کو نہ سمجھ سکے۔۔۔

یہی وجوہ تھیں کہ بعض مورخین اسلام نے اپنی تصنیفات میں لکھ دیا کہ پیغمبر اسلام نے بنو مصطلق پر بے خبری میں حملہ کر دیا اور ان کو قتل و غارت کر ڈالا۔ انہیں مورخین کی کتابوں سے غیر مسلم دشمنان

انگریزوں نے بھی یہ رائے قائم کرلی اور اپنی تصانیف میں پیغمبر اسلام کے متعلق زہرافشانی کرنے لگے۔ میرے سطور بالا میں مستند تواریخ کے حوالے پیش کئے ہیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ بنو مصطلق کل کے کل اپنے اجداد کے دین کی حفاظت کیلئے ایک رائے تھے اور انہوں نے قبائل عرب کو جمع کرکے مدینہ پر چڑھائی کا تہیہ کرلیا تھا چنانچہ وہ میدان جنگ میں آئے مقابلہ کیا۔ ان حالات کے تحت پیغمبر اسلام کا عمل قطعی مطابق اصول حکمت وسیاست تھا۔ اور ان کا مقابلہ کرنا اور بنی مصطلق کو شکست فاش دینا عین شجاعت تھی

شجاعت واقعہ بست وششم
غزوہ خندق یا احزاب

۵ھ ذیقعدہ ناظرین اس واقعہ کے تاریخی ان پہلوؤں کو ملاحظہ فرمائیں جن سے شجاعت بے مثل پیغمبر اسلام کا ثبوت ملتا ہے۔ اس غزوہ کا تفصیلی حال باب حکمت غزوہ احزاب میں ملاحظہ فرمائیے اور شجاعت پیغمبر اسلام کا اندازہ کیجئے۔

(۱) اسوۃ الرسول ص۲۵۸ جلد دوم :-

جنگ احزاب اسلئے کہتے ہیں کہ عرب کے تمام غیر مسلم قومیں اسلام کے استیصال کیلئے آمادہ ہوکر آئی تھیں غزوہ خندق اس وجہ سے مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار سے مدافعانہ مقابلہ کیا تھا............ صرف اسلام کی عام مخالفت اور استیصال پر عرب کے تمام قبائل واقوام کی چوبیس ہزار جمعیت ایک مقام پر جمع کردی تھی۔

(۲) قرآن شریف نے واقعہ کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔ سورہ احزاب :-

اذجاء کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار منکم وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ ظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً۝

ترجمہ :- جبکہ دشمن اوپر کی جانب سے اور نشیب کی طرف سے تم پر آپڑے اور جبکہ تمہاری آنکھیں ڈگنے لگیں۔ اور تمہارے کلیجے منہ میں آگئے۔ اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے جب مومنین کی جانچ کا وقت آگیا اور وہ زور زور سے لرزنے لگے...

(۳) ص۵۳۴ :- اسوۃ الرسول...

محاصرہ کو تین ہفتے گذر چکے تھے۔ کفار کی بیشمار فوج چاروں طرف سے شہر کو گھیرے ہوئے تھی..

جناب ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ میں اکثر غزوات، مرلیسیع، خندق، خیبر، حدیبیہ، فتح مکہ اور حنین

میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھی۔ لیکن کسی غزوہ میں آپ کو ایسی تکلیف و آننا فکر و اضطراب نہ ہوا تھا۔ جتنا خندق میں ۔ رات رات بھر جاگتے کٹ جاتی تھی ۔ ہمیشہ باہر نکل نکل کر ہر مورچہ پہ خود تشریف لے جاتے تھے ۔ اور نگہبانوں اور پاسبانوں کو خود دیکھ آتے اور ان کو ہوشیار فرما دیتے تھے ...

(۴) عباد بن بشیر پاسبان خیمہ پیغمبر اسلام نے خدمت پیغمبر میں اطلاع پہنچائی۔ عباد بیان کرتے گئے کہ ابوسفیان اپنے چند رفقا کو ساتھ لیکر شبخون کے ارادہ سے خندق کے پار ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے دیکھ لیا اور وہیں روک لیا ...... وہ ناکام ہو کر لوٹ گیا۔ یہ روئداد سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ۔ اللھم الرحم عباد بن بشیر ۔ (خدایا عباد بن بشیر پر رحم فرما) ۔

حضرت ام سلمٰی بیان فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ تھوڑی دیر کیلئے آرام فرما گئے۔ پھر بلال نے اذان دی تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور خیمہ سے باہر نکل کر جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

(روضۃ الاحباب صـ۳۲۳)

تاریخ ابتدائے جنگ

صـ۵۳۶ ۲۳ محرم ۵ھ کو عمرو بن عبدود کو جو عرب کا مشہور رستم دستاں تھا ایک دستہ فوج کے ساتھ فوج اسلامی سے خاتمہ کن جنگ کرنے کیلئے صبح ہی بھیجدیا۔ یہ دستہ فوج عرب کے انتخابی نبرد آزماؤں کا لشکر تھا۔ جس میں عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وھب، مرداس المحاربی وغیرہم شامل تھے ۔ اور پہلوانوں کا یہ دستہ دو مشہور شجاعان عرب ضرار بن الخطاب اور نوفل بن عبد کے زیر کمان تھے ... خندق کے اس پار آکر ..... عمرو ابن عبدود نے یقین کر لیا کہ اب کیا ہے۔ جنگ کا میدان لے لیا۔

(۵) سیرۃ النبی صـ۳۱۳ علامہ شبلی ...

ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمرو بن عبدود تھا اور وہ ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا۔ اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لونگا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا ۔ اس وقت اس کی عمر نوے برس کی تھی ..

عمرو بن عبدود نے لشکر اسلام کو للکارا ۔ باجازت رسولؐ علی مرتضیٰ اس کے مقابلہ کو گئے۔ اور اس کو قتل کیا....

اسوۃ الرسول جلد دوم صـ۱۲۵ :-

ابوسفیان کا اتنا کلیجہ کہاں کہ عمرو ابن عبدود کے ایسے رستم دستاں کے مارے جانے کے بعد وہ ایک لحظہ کیلئے بھی میدان کارزار میں ٹھہر سکے ۔ عمرو بن عبدود ، نوفل ، جبیرہ ، ضرار کے نتیجہ کار نحاس کے حواس کو اور باختہ کردیا ۔ اور ابوسفیان پہلو بچاکر چلدیا ۔

(۶) روضۃ الصفا جلد دوم غزوہ خندق ص۱۰۷ :-

ابوسفیان باجتماع لشکر قیام نمودہ باچہار ہزار کس و ہزار و پانصد شتر و سی صد اسپ از مکہ بیروں آمد ....

و رؤساء دیگر قبائل مثل حارث بن عوف و سعد بن بریرہ وغیرہم لشکرہا آراستہ بقریش ملحق شدند و از کثرت مخالفان کوہ و ہامون سمت تضائق پذیرفتہ بہیات اجتماعی متوجہ مدینہ شدند ۔

ابوسفیان نے لشکر جمع کیا اور چار ہزار کا لشکر اور ایک ہزار پانچ سو اونٹ اور تین سو گھوڑے ہمراہ لیکر مکہ سے نکلا ۔ اس کے بعد دوسرے قبائل کے سردار مثل حارث بن عوف و سعد بن بریرہ وغیرہم اپنا اپنا لشکر آراستہ کرکے لشکر قریش سے ملحق ہوگئے ۔ لشکر دشمن کی تعداد اسقدر زیادہ تھی کہ کوہ و صحرا میں بھی ان کی سمائی مشکل تھی ۔ یہ لشکر جرار اجتماعی صورت میں مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا

(۷) حضرت رسول ابن مکتوم را در مدینہ خلیفہ ساختہ .... از مدینہ باسہ ہزار کس بیروں آمدہ دامن کوہ را کہ قریب بہ شہر بود لشکرگاہ ساختند ۔

(۷) پیغمبر اسلام نے ابن مکتوم کو مدینہ میں نگراں بنایا ۔ .... مدینہ سے تین ہزار افراد کو ہمراہ لیکر باہر نکلے اور دامن کوہ کو جو شہر سے متصل تھا ۔ اپنی لشکرگاہ بنایا ۔

(۸) جابر بن عبداللہ وغیرہ گفتہ اند کہ در اثناء کندن سنگے بزرگ صلب پیدا شد کہ پل و متین بہراں کارگر نبودے و ما در شکستن آں عاجز آمدیم لاجرم صورت حال بعرض سید رسل رسیدیم آں سرور فرمود کہ من خود بیائیم در حالتے کہ سنگ بر شکم مبارک لبستہ بود و چوں رسول اللہ بہ سنگ رسیدہ اجزاء آں را بضرب متین منشق و منتشر گردانید .... حضرت متین از دست

(۸) جابر بن عبداللہ وغیرہ نے بیان کیا کہ گرد لشکر اسلام ایک خندق کھودا گیا ۔ خندق کی کھدائی کے درمیان ایک پتھر بڑا مضبوط زمین سے نکل آیا ہوا تھا ۔ اور ہم لوگ (اصحاب) اس کے توڑنے کر عاجز آگئے ۔ مجبوراً پیغمبر اسلام سے عرض کیا گیا پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں خود آتا ہوں اس وقت بوجہ گرسنگی کے رسول خدا کے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا تھا ۔ جب رسول خدا نے اس

سلمان گرفتہ چناں بر سنگ زد کہ منشق شدہ برقے از صخرہ جست کہ تمام مدینہ را روشن گردانید۔

سنگ گراں و سخت کو ایک کدال کی ضرب سے پارہ پارہ کر دیا .....
پیغمبر اسلام نے سلمان فارسی سے کدال ہاتھ میں لیکر اس زور سے پتھر پر مارا کہ وہ پتھر ٹکرے ٹکرے ہوگیا اور پتھر سے ایک ایسا شعلہ نکلا کہ تمام مدینہ اس کی چمک سے روشن ہوگیا۔

(۹) نقل است کہ یکے از مواضع خندق بنا بر تعجیلی کہ مسلماناں داشتند کما ینبغی راست نشدہ بود و حضرت بنا بر آنکہ مخالفاں مبادا انتہاز فرصت یافتہ از انجا بگذرند شبہا بہ نفس نفیس و ذات مقدس خویش بحراست آں قیام می فرمود۔

(۹) بیان کیا گیا ہے کہ خندق کا ایک حصہ بوجہ تعجیل کے ایک جانب سے تنگ رہ گیا تھا۔ پیغمبر اسلام کو خطرہ و اندیشہ تھا کہ مبادا دشمن اس تنگ خندق سے گذر کر لشکر اسلام میں آجائیں لہذا آپ خود بہ نفس نفیس اس مقام پہرہ داری و نگرانی فرماتے تھے۔

(۱۰) چوں عمرو بن عبدود در غزاے احزاب از خندق گذشتہ مبارز طلبید... یاران در قتال با و متامل بودند حضرت رسول فرمود کہ سبب تامل چیست عمر ابن خطاب از جانب اہل اسلام زبان باعتذار کشادہ معروض حضرت خیر الانام گردانید کہ نوبتے ہمراہ طائفہ از قریش و عمرو بن عبدود دراں میان بود برسم تجارت با مالے وافر و متاعی متکاثر متوجہ شام بودیم۔ ناگاہ قریب ہزار نفر از قاطعان طریق سر راہ برما گرفتند اہل کارواں از مال بلکہ از جان خویش مایوس گشتند عمر بن عبدود چوں صورت حال بد انساں دید شمشیر از نیام برکشید و شتر بچہ بہ یک دست

جب عمرو بن عبدود خندق سے پار آکر مبارز طلب ہوا .... تو پیغمبر اسلام کے اصحاب لشکر اس کے مقابلہ میں سستی کرنے لگے۔ پیغمبر اسلام نے پوچھا کہ ہچکچانے کا کیا سبب ہے۔ تو عمر ابن خطاب نے لشکر کی نمائندگی کرتے ہوئے بطور عذر خواہی کے عرض کیا کہ ایک بار میں گروہ قریش کے ہمراہ جس میں عمرو بن عبدود بھی شامل تھا مال تجارت لیکر متوجہ شام ہوئے تھے کہ یکایک ایک ہزار راہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا اہل قافلہ صرف مال سے ہی نہیں بلکہ اپنی جان سے بھی مایوس ہوگئے۔ عمرو بن عبدود نے جب صورت حالات کو اسطرح دیکھا تو فوراً نیام سے تلوار نکالی اور ایک

ربوده بجائے سپر در پیش خود بداشت
چوں شیر ژیاں و ببر دماں بر مخالفاں حملہ
کردو! آنجماعت بواسطہ توجہ اوروئے
بانہزام نہادند و قافلہ بسلامت گذشت

(۱۱) چوں عمرو بن عبدود از خندق عبور نمودہ
پائے در میدان شجاعت و پُردلی نہادہ
مبارز خواست لشکر اسلام کہ مردانگی و
تہور او می دانستند از خوف چناں شدند
کہ گویا خون در بدن ایشاں نماند سرہا در پیش
افگندہ خشک بایستادند کانما علی رؤسہم
الطیر ...... حضرت مقدس نبوی
فرمود کہ ہیچ دوستے است کہ شر ایں دشمن
خدا را کفایت کند امیر المومنین علی گفت
یا رسول اللہ انا ابارزہ .....
حضرت در جواب علی ہیچ نہ فرمود بار دوم
عمرو عبدود مبارز طلبید و علی مرتضیٰ
رخصت جست مرخص نگشت .....
بار سوم عمرو گفت در میان شما ہیچ مردے
نیست کہ بمیدان در آید - باز امیر المومنین
علی دستورے خواست تا باآں مشہور در
محاربہ آید حضرت رسول دریں نوبت فرمود
اذن یا علی چوں علی نزدیک رفت پیغمبر شمشیر
خود کہ موسوم بذوالفقار بود باو داد و
زرہ خاص در او پوشانید ....
و عمامہ خویش بر سرش نہاد و دستار

شتر بچہ کو بجائے سپر کے ہاتھ میں اٹھا کر
مثل شیر ژیاں و ببر غضبناک کے گروہ قزاقاں
پر حملہ کر دیا - عمرو بن عبدود کے حملہ کر دینے
سے ایک ہزار قزاق بھاگ گئے اور قافلہ
تجارت بسلامت گذر گیا -

(۱۱) جب عمرو بن عبدود نے خندق سے پار آ کر
شجاعت و بہادری کے میدان میں قدم رکھا
اور اپنا مقابل لشکر اسلام سے طلب کیا تو
چونکہ لشکر اسلام اسکی بہادری و مردانگی سے
واقف تھا - اس کے خوف سے لشکر اسلام
کی یہ حالت ہو گئی کہ گویا ان کے جسم میں خون
خشک ہو گیا ہے - ان کے سر سینوں پر جھکے
ہوئے تھے - وہ سناٹے میں کھڑے تھے -
گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہوئے ہیں
پیغمبر اسلام نے فرمایا - کہ کوئی دوست
ایسا ہے جو اس کے شر کو ہم سے دور کرے
علی ابن ابی طالب نے عرض کیا - اے خدا
کے رسول میں اس کا مقابلہ کروں گا - پیغمبر
اسلام نے علی کی بات کا جواب نہیں دیا
دوسری بار عمرو نے پھر للکارا - علی نے پھر
اجازت چاہی - اجازت نہ ملی - تیسری بار
عمرو نے پھر للکار کر کہا کہ تم میں کوئی مرد نہیں
ہے ؟ کہ جو میدان میں میرے مقابلے کو
آئے - علی نے پیغمبر اسلام سے پھر اجازت
چاہی کہ اس گستاخ بہادر کا منہ توڑ جواب

بر سر او پیچیده گفت اللھم اعنہ علیہ
...... و دستہائے مبارک برداشتہ
الٰہی ایں علی است برادر من و ابن عم من
و آنگاہ فرمود فلا تذرنی فرداً و انت
خیر الوارثین۔

۱۲ ص۱۱۱ - چوں عمرو بن عبدود بقتل آمد
علی مرتضیٰ با آواز بلند تکبیر گفت و حضرت
رسول آواز علی شنیدہ معلوم فرمود کہ
صورت حال چیست ......
خلاصہ ایں کلمات آنکہ امیر المومنین علی
خرمن حیات مخالفاں را بآتش قہر سوختہ
بخدمت حضرت رسالت مبادرت نمودہ
سر عمرو ابن عبدود در پائے مبارک آنحضرت
افگند ...

۱۳) از ظہور فلق تا غیوب شفق در کنار خندق
بقتال و جدال اشتغال نمودند ابو سفیان
جمع از مشرکاں را در برابر خیمہ رسول بداشت
آوردہ اند کہ دراں روز نیران قتال بمرتبہ
اشتغال یافت کہ مسلماناں نماز ظہر و اثر
فوت شدہ۔

(۱۱) ایک بار پیغمبر اسلام نے فرمایا اے علی
میرے پاس آؤ۔ جب علی نزدیک آئے
تو پیغمبر اسلام نے اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار
تھا۔ علی کو عطا فرمائی اور خود اپنی زرہ علی
کو پہنائی اور اپنا عمامہ علی کے سر پر رکھا اور
اس پر علی کے سر پر دستار باندھی اور خدا
سے دعا فرمائی اے خدا عمرو پر علی کو فتح
دے اور اپنے ہاتھوں کو سوئے آسمان
بلند کر کے فرمایا الٰہی یہ علی ہے۔ یہ میرا بھائی
ہے میرے چچا کا بیٹا ہے اور پھر آپ نے قرآن
کی یہ آیت بطور دعا کے پڑھی۔ مجھ کو تنہا
نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔

(۱۲) ص۱۱۱ - جب عمرو بن عبدود علی
مرتضیٰ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو علی نے با آواز
بلند تکبیر کہی اور جب علی کی تکبیر پیغمبر اسلام نے
سنی تو آپ کو معلوم ہوا کہ عمرو بن عبدود
مارا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے
لشکر دشمن کے خرمن حیات کو اپنے غضب و
قہر کی آگ سے جلا دیا۔ اور اس کے بعد خدمت
پیغمبر میں حاضر ہو کر عمرو بن عبدود کا سر
پیغمبر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ (۱۳) صبح صادق سے غروب آفتاب تک تمام دن
پیغمبر اسلام نے جنگ خندق میں جدال و قتال کیا۔ ابو سفیان نے مشرکوں کی ایک جماعت کو
خیمہ رسول کے قریب لگا دیا تھا اگر موقع ملے تو رسول کو قتل کر دیا جائے۔ مورخین کا
بیان ہے کہ اس روز جنگ کے شعلے اس درجہ بھڑک اٹھے تھے۔ کہ مسلمانوں سے نماز ظہر و
اثر فوت ہو گئی ...

استنباط نتائج

اگرچہ میں باب حکمت میں واقعہ جنگ احزاب کو لکھ چکا ہوں۔ مگر اس موقعہ پر میں نے صرف اس کا وہ پہلو دکھایا تھا جس سے پیغمبر اسلام کی حکمت نظری و عملی ظاہر ہوتی تھی - مگر مذکورہ سطور و حوالہ جات تاریخی کا تعلق شجاعت پیغمبر اسلام سے ہے۔ صورت واقعہ کی اصلی تصویر سامنے آنے سے ہی اہمیت واقعہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے مختصراً تاریخی عبارات کو پیش کیا۔ ناظرین اور انصاف پسند افراد عالم خود اندازہ لگائیں کہ پیغمبر اسلام نے اس جنگ میں شجاعت کے کیسے اعلیٰ نمونے پیش فرمائے ہیں۔

گویا تمام جزیرۃ العرب نے اپنے دل کے ٹکڑوں اور بہادروں کو مقابلہ پیغمبر اسلام کیلئے جمع کر دیا تھا مورخین نے کثرت لشکر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کہ صحرا و کوہ لشکر دشمن کی کثرت سے تنگ نظر آتے تھے - مورخین نے اس لشکر کی تعداد ۲۴ ہزار لکھی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمام لشکر مسلح تھا۔ اور عرب کی جتماعی طاقت بصورت لشکر جمع ہو گئی تھی - اور ان کا ارادہ مصمم یہ ہو چکا تھا کہ ہر جنگ میں پیغمبر اسلام سے مسلسل شکست ہو رہی ہے - ایک مرتبہ ایسا اجتماعی حملہ مدینہ پر کر دیا جائے کہ نہ مدینہ ہی رہے نہ اہل اسلام اور نہ پیغمبر اسلام ہی باقی رہیں - اگرچہ پہلے حملے بھی مشرکین نے کئے تھے - اور پیغمبر اسلام نے صرف مدافعانہ جنگ کی تھی - مگر -

اس موقعہ پر کفار کی ہمتیں بہت بلند تھیں اور ان کا یقین تھا کہ اس حملہ سے ہمیشہ کیلئے دین اسلام ختم ہو جائے گا - اور پھر ہمارے پتھر کے خود ساختہ خداؤں کی خدائی کا زمانہ عروج پر آجائے گا - مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ -

محمد شجاع ترین فرد عالم تھے اور شجاع ترین خاندان کے شجاع ترین فرد واحد تھے اور بے پناہ پر دلی عزم و مردانگی کے مالک تھے - چونکہ اس مرتبہ دشمن کو اپنی کثرت افواج پر ناز تھا - لہذا آپ نے اس میدان جنگ میں مخصوص نمونہ ہائے شجاعت پیش کئے۔

عمرو ابن عبدود خندق سے پار آنے پر پیغمبر اسلام کا اصحاب سے بار بار کہنا کہ عمرو کا مقابلہ کرو اور تمام لشکر اسلام کا بزدلانہ سکوت یہ ثابت کرتا ہے کہ پیغمبر اسلام جس فوج کو لڑانے کیلئے لائے تھے وہ سب صفر کے برابر تھے - گویا ان کا عدم و وجود یکساں تھا۔ پیغمبر اسلام کو ان کی حمایت اور اعانت سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا - بلکہ ان کے بزدلانہ سکوت نے دشمن کو اور بھی قوی دل کر دیا - تب ہی تو عمرو نے تیسری بار للکار لشکر اسلام سے کہا کہ کیا تم میں کوئی مرد نہیں ہے ؟ جو میرا مقابلہ کرے - اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی بھی مرد ہوتا تو اتنی بے حمیتی برداشت نہ کرتا - واقعہ کی تفصیلی تصویر بتاتی ہے کہ جنگ احزاب یا خندق میں

پیغمبر اسلام صرف تنہا تھے۔ اور اس تنہا ذات کا مقابلہ کم از کم ۲۴ ہزار مسلح لشکر سے تھا۔ اب اگر فتح ہوتی
صرف پیغمبر اسلام کی ذاتی فتح اور اگر شکست ہوتی تو گویا عین ذات پیغمبر اسلام کی شکست تھی۔ اس پر جنگ
شدت کا یہ عالم تھا کہ تمام دن صبح سے شام تک گھمسان کی لڑائی رہی۔ یہاں تک کہ اہل اسلام کی نماز ظہر و عصر
بھی فوت ہوگئی۔ پھر یہ بھی ہوا کہ دشمن نے اپنی کثرت کے گھمنڈ پر قتل پیغمبر کا انتظام اس طرح کر لیا تھا کہ خاص خیمہ
پیغمبر پر اپنی فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا تھا۔ ان نازک ترین خطرات و حالات میں پیغمبر اسلام کی جرأت و
شجاعت قابل دید ہے کہ آپ برابر لشکر اسلام کو آمادہ جنگ کر رہے ہیں۔ اور ان پر بزدلانہ سکوت و خاموشی
چھائی چلی جارہی ہے۔ اس پر عمر ابن خطاب کا واقعہ قزاقاں و قافلہ عبارت بیان کرنا تو اور بھی غضب ہو گیا
گویا سب زندہ درگور ہوگئے۔ ان حالات خاص کا اندازہ صاحبان انصاف خود کریں۔ اور پھر نظر غائر سے شجاعت
پیغمبر اسلام کا اندازہ کریں اور جائزہ لیں تو شاید ان کو کچھ حدود شجاعت پیغمبر کا اندازہ ہو سکے۔

ان حالات نازک میں فوج اسلامی کے سکوت کو توڑنے والا ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یا
رسول اللہ میں عمرو بن عبدود کے مقابلے کو جاؤں گا مجھ کو اجازت دی جائے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
بہت ہوتا ہے لہٰذا میری رائے میں تو پیغمبر اسلام کو چاہیے کہ علی کو اجازت دیدیں۔ ان کے مقابلے پر نکلنے سے
کچھ تو لشکر اسلام کی ہمت بڑھے گی ...

مگر پیغمبر اسلام علی کو بٹھا دیتے ہیں۔ پھر پیغمبر اسلام لشکر کو تحریص و ترغیب قتال دیتے ہیں۔ پھر سناٹا
چھا جاتا ہے۔ پھر علی کھڑے ہو کر اجازت طلب کرتے ہیں۔ پھر پیغمبر اسلام ان کو بٹھا دیتے ہیں۔ پھر عمرو لشکر
اسلام کو للکارتا ہے۔ اور گستاخانہ انداز میں کہتا ہے کہ۔

"اے لشکر اسلام کیا تم میں کوئی مرد ہی نہیں ہے ؟"

اب کی مرتبہ علی کو اجازت جنگ مل جاتی ہے۔ پیغمبر اسلام کے اس شجاعانہ انداز کا اور آپ کی جرأت و ہمت
اندازہ صحیح لگا لینا ناممکن ہے۔ حقیقت میں یہ سکون خاطر یہ اطمینان نفس یہ یقین فتح و کامیابی پیغمبر
اسلام ہی کا حصہ تھا۔

تاریخی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خندق کے کھودنے میں بھی پیغمبر اسلام شامل تھے۔ بلکہ اس جرأت و
ہمت کا مظاہرہ فرما رہے تھے کہ جب لشکر اسلام کے جوانمرد خندق کے ایک بھاری پتھر کے توڑنے میں ناکام رہے
تو آپؐ نے ایک ہی ضرب سے اس سنگ گراں کو توڑ ڈالا۔ شجاعت پیغمبر اسلام فقط اسی پر بس نہیں بلکہ
تاریخ کہتی ہے کہ اس جنگ میں پیغمبر اسلام کو کئی وقت کا فاقہ تھا۔ اور یہ الفاظ موجود ہیں کہ شکم رسولؐ پر
تہ گرسنگی پتھر بندھا ہوا تھا۔

علاوہ بریں آپ رات کو خندق کا پہرہ بھی تنہا دیتے تھے۔ حالات تاریخی اور صورت واقعات جنگ سے ظاہر ہے کہ مشرکین کو جتنا اپنی کثرت وقوت پر ناز تھا اسی قدر کم وقت اور کم طاقت اور کم از کم افراد سے پیغمبر اسلام نے ان کا مقابلہ کر کے ان کو پسپا کیا۔ تاکہ ان کے غرور کا سر ہمیشہ اسلام کے آگے جھکا رہے۔

جنگ احزاب یا خندق میں پیغمبر اسلام نے مغرورین عرب کو ایسی شکست فاش دی کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ ایسے بھاگے کہ انہوں نے پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس فتح پیغمبر اسلام نے رعب اسلامی کو دوچند بلکہ صد چند کر دیا۔ اور دشمنان اسلام کے دل ٹوٹ گئے۔ ان کو اپنی کثرت کا گھمنڈ اور شجاعت کا ناز جو کچھ تھا۔ وہ ہمیشہ کیلئے خاک میں مل گیا۔ اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ شجاعان عالم اگر کسی فرد عالم کو اپنا پیشوا بنا سکتے ہیں تو وہ صرف ذات محمد مصطفےٰ ہے اور بس۔!!

واقعہ بست و ہشتم صلح حدیبیہ سنہ ۶ھ

ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں پیغمبر اسلام نے چاہا کہ وہ معہ اپنے اصحاب کے عمرہ خانہ کعبہ کریں اسلئے آپ [illegible] اصحاب کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جب قریب مکہ پہنچے اور عثمان بن عفان اپنے صحابی کو قریش مکہ کے پاس پیغام لیکر بھیجا کہ صرف خانہ خدا کے عمرہ کی خاطر ہم لوگ آ رہے ہیں بعد زیارت کعبہ واپس چلے جائیں گے۔ مگر قریش مکہ نے پیغمبر اسلام کی یہ بات نامنظور کی اور اپنے زعم کثرت وقوت پر نازاں و مغرور رہے۔ چونکہ پیغمبر اسلام کے ساتھی اپنے اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ بھی لائے تھے اور عزم عمرہ خانہ کعبہ کر چکے تھے لہٰذا ان کو بہت گراں گذرا۔ اور انہوں نے اصرار کیا کہ وہ بغیر زیارت خانہ کعبہ کے مدینہ واپس نہ جائیں گے۔

چنانچہ معززاصحاب نے پیغمبر اسلام سے اس معاملہ میں حجت کی حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کی نبوت و رسالت میں شک بھی کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ درج ہیں۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۴۵ و اسوۃ الرسول جلد ۳ ص ۱۵۔

قال عمر ابن الخطاب فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قال قلت لسنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری۔

عمر ابن الخطاب نے کہا کہ بروز صلح حدیبیہ میں نے پیغمبر اسلام سے کہا۔ کہ آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں بیشک نبی برحق ہوں۔ میں نے کہا کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔؟ پیغمبر نے فرمایا بیشک ہیں۔ تو میں نے کہا تو پھر ہم کیوں اس وقت اپنے دین میں خست ونقص گوارا کریں۔ پیغمبر نے فرمایا۔ میں خدا کا

رسول ہوں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا وہی میرا مددگار ہے۔۔

اسی طرح کے جذبات دیگر اصحاب پیغمبر اسلام کے دل میں موجود تھے۔ اور وہ مصر تھے کہ زیارت خانہ کعبہ کئے بغیر مدینہ واپس نہ ہوں۔ مگر پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ اس سال ہم کو واپس چلنا چاہیئے اور جو صلحنامہ ہمارے اور دشمن کے درمیان ہوا اس کو مان لینا چاہیئے۔ چنانچہ صلحنامہ لکھا گیا اس پر فریقین کے دستخط ہوئے۔ اور خلاف رائے اہل لشکر پیغمبر اسلام واپس مدینہ آئے

ناظرین اگر صلح حدیبیہ کے تفصیلی حالات دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ اسی کتاب کے باب حکمت میں حظ فرمائیں۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باب شجاعت میں مجھ کو یہ واقعہ صلح حدیبیہ لکھنا نہ چاہیئے تھا۔ کیونکہ صلح صرف صلح ہے جنگ نہیں ہے جس سے اظہار شجاعت ہو سکے۔ اس خیال کی تردید کر دینی ضروری ہے۔۔

شجاعت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ۔ "جب انسان اپنی قوت غضبی کے نقطہ اعتدال کو پالیتا ہے اور اسکو یہ ملکہ یا مہارت ہو جاتی ہے کہ وہ قوت غضبی کو افراط و تفریط کے منازل سے دور رکھ سکے تو وہ فضیلت شجاعت کا مالک بن جاتا ہے"۔

اس تعریف شجاعت کے بعد یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اجناس فضائل جو تحت شجاعت ہیں ان میں علاوہ دیگر اجناس کے حلم و تحمل و رقت بھی ہے (ان اجناس کی تعریفات باب الحکمت کی ابتدا میں ملاحظہ ہوں۔) ان تمام امور و مسائل علمی و اخلاق کو نظر میں رکھتے ہوئے پیغمبر اسلام کے اس فعل صلح کو ملاحظہ کیجئے۔ صرف اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر دشمن کو زیر کر لینا شجاعت نہیں ہے۔ یا خود کمزور ہوتے ہوئے قوی تر دشمن سے لڑ جانا اور خود کو فنا کر لینا شجاعت نہیں ہے۔ بلکہ شجاعت اس ملکہ و مہارت نفس انسانی کا نام ہے کہ جب نفس میں یہ قوت پیدا ہو جائے کہ وہ فطری قوت غضبی کو اعتدال پر رکھ سکے۔۔

پیغمبر اسلام کے تمام غزوات بیشک نمونہ شجاعت ہیں۔ مگر صلح حدیبیہ پیغمبر اسلام کی شجاعت کا کارنامہ شاہکار ہے۔ پیغمبر اسلام نے مدینہ سے مکہ تک سفر کر کے۔ صعوبات سفر برداشت کر کے اصحاب و لشکر اسلامی کو ہمراہ لا کر اور پھر مزاحمت دشمن پر واپس ہو کر یہ امر واضح کر دیا کہ پیغمبر اسلام کے جتنے افعال و جنگ کے بارہ میں تھے۔ وہ جذباتی، وقتی، انتقامی نہیں تھے۔ بلکہ ارادی اور اصول و قوانین شجاعت کے ماتحت تھے۔۔۔

اصحاب پیغمبر میں اکثریت میں افراد چونکہ جذباتی و انتقامی فطرت رکھتے تھے یا معاشرہ عرب میں

انتقام کے عادی ہو چکے تھے اس لئے وہ پیغمبر اسلام کی اس بلند نظری کو نہ سمجھ سکے اور فعل پیغمبر کو ضعف و کمزوری کا مترادف سمجھنے لگے اور چونکہ ان کو اس منزل پر پیغمبر اسلام کی تدبیر میں بظاہر ضعف نظر آیا۔ لہٰذا ان کے ایمان بھی ڈانواں ڈول ہو گئے۔ یہ سب سامنتی شجاعت اصول و قوانین حقیقی سے ناواقف تھے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے ان کے اصرار کے جواب میں کہدیا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔۔۔

مطلب آپ کا یہ تھا کہ قوانین شجاعت پر کاربند ہونا اور قائم رہنا بحیثیت انسان کامل۔ میرا فرض ہے۔ لہٰذا میں اس میں سر مو فرق نہیں کر سکتا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جب عثمان بن عفان کو قریش کے پاس پیغام لیکر بھیجا ہے۔ اور ان کو واپسی میں تاخیر ہو گئی اور بعض اصحاب کو خیال گذرا کہ شاید قریش نے عثمان کو قتل کر دیا ہو۔ اس وقت پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں بغیر انتقام لئے واپس نہ جاؤں گا۔ ملاحظہ ہو :۔

تاریخ ہشام مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۷۹ :۔

حدثنی عبد اللہ بن ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال حینی بلغہ ان عثمان قد قتل لا نبرح حتی تناجز القوم فدعا رسول اللہ صلعم الی البیعۃ فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ فکان الناس یقولون بایعھم رسول اللہ صلعم علی الموت ۔۔

عبداللہ ابن ابی بکر سے مروی ہے کہ جب پیغمبر اسلام کو عثمان کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ :۔ میں عثمان کے خون کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتا اس کے بعد پیغمبر اسلام نے تمام لوگوں کو بیعت کیلئے بلایا یہ بیعت رضوان ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ اس وقت لوگ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ نے ہم سے بیعت اس بات پر لی ہے کہ ہم مرنے کو تیار رہیں گے۔

اگر کوئی شخص ایسا خیال کرے کہ پیغمبر اسلام کا بغیر زیارت کعبہ مدینہ واپس ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کا لشکر غیر مسلح تھا یا آپ دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مجبوراً واپس ہونا پڑا تو یہ غلط خیال ہے۔ کیونکہ جب پیغمبر اسلام کو خیال ہوا کہ ان کا ایک صحابی دشمنوں میں جاکر قتل ہو گیا تو یہ امر خلاف شجاعت تھا کہ پیغمبر واپس آجاتے اور اس کا انتقام نہ لیتے۔ پیغمبر اسلام قوانین فضائل و اصول تمدن و تہذیب و معاشرہ کے نمونے پیش کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کے کسی فعل میں کوئی نقص رہ جانا ممکن ہی نہ تھا۔ لہٰذا جب عثمان بخیریت خدمت رسول میں واپس آگئے تو

پیغمبر اسلام نے مدینہ کو کوچ کیا۔ درحقیقت صلح حدیبیہ پیغمبر اسلام کے نفس کے ملکہ شجاعت کا بہترین مظہر ہے اور اہل عالم کیلئے قوانین شجاعت کا بہترین نمونہ ہے۔ چنانچہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۹ھ میں تو آپ مکہ سے واپس آگئے اور ۱۰ھ ہجری میں فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے اور اہل مکہ یا یوں کہوں کہ اپنے جانی دشمنوں کو عام امان دیکر اپنی شجاعت بے مثل کا نمونہ دکھا دیا۔ جو تا قیامت باقی رہیگا۔

پیغمبر اسلام نے دشمنوں کے مقابلہ میں بہت سی فتوحات فرمائیں۔ مگر وہ قوانین جنگ و شجاعت کے مطابق بہر حال جنگ کے ذریعہ حاصل ہوئیں۔ مگر صلح حدیبیہ میں پیغمبر اسلام نے جہاد نفس کیا تھا اور قوی ترین شجاعت کے پہلوؤں پر عمل فرمایا تھا۔ اور اہل عالم کیلئے اس عمل میں بہترین نمونہ شجاعت پیش کیا تھا۔ لہٰذا بعد کے نتائج نے اس عمل کی کامیابی کو ظاہر کیا اور خدائے قدیر و توانا نے بھی پیغمبر اسلام کے اس فعل کی مدح فرمائی اور اس صلح کو فتح کامل کا لقب دیا۔

چنانچہ جب پیغمبر اسلام حدیبیہ کی صلح کے بعد تین روز وہیں مقیم رہے اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے تو راہ میں قرآن کی یہ سورۃ نازل ہوئی۔۔

انا فتحنا لك فتحا مبينا (اے رسول ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی ہے)

شجاعت واقعہ لبست و نہم ارسال خطوط بہ شاہان و امراء ۷ھ

۷ھ میں پیغمبر اسلام نے مناسب خیال فرمایا کہ مشاہیر و شاہان ممالک کو خطوط تبلیغ بھیجے جائیں چنانچہ آپ نے دحیہ کلبی کو قیصر روم کی طرف اور عبداللہ بن حذافہ کو خسرو پرویز شاہ ایران کی طرف حاطب بن بلتعہ کو عزیز مصر کی جانب، عمر بن امیہ کو نجاشی شاہ حبش کی طرف، سلیط بن عمر بن عبد شمس کو رؤسائے یمامہ کی جانب اور شجاع بن وہب الاسدی کو رؤسائے حدود شام کی طرف خطوط دیکر روانہ فرمایا۔۔

ان خطوط میں اسلام کے قبول کرنے کی دعوت تھی، اپنی نبوت کا اعلان تھا۔ بت پرستی کا بطلان تھا۔ اسلام نہ قبول کرنے کی حالت میں تہدید تھی۔۔۔

(جو اصل عبارات خطوط پڑھنا چاہتا ہو وہ اسی کتاب کے باب حکمت میں ملاحظہ کرے)

بہادران عالم و شجاعان و حاکمان روئے ارض پیغمبر اسلام کے اس فعل شجاعانہ پر غور کریں ابھی ابتدائے اسلام ہے۔ اہل وطن اور اہالیان اطراف و جوانب جزیرۃ العرب اسلام کے دشمن ہیں اسلامی فوجی طاقت بھی بہت کم ہے۔ مسلسل دشمن حملوں پر حملے کر رہے ہیں۔ منکرین خدا مسلسل و مستقل بیخ کنی اسلام میں مصروف ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ممالک طاقتور شاہان قوی ان کے ہمنوا

دہم خیال ہو کر اسلام کی بیخ کنی کرنے میں تعاون کریں۔ ایسے نازک حالات میں پیغمبر اسلام اپنی شجاعت کا اس طرح مظاہرہ کرتے ہیں کہ مشہور اور طاقتور ممالک کے بادشاہوں کو قبول اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور ان کو ڈراتے بھی ہیں اور آپ کو اس کی ذراسی بھی پرواہ نہیں ہے کہ مبادا مقامی دشمن دبیرونی شاہان طاقتور باہم ملکر حملہ کردیں، گویا آپ کو اپنی شجاعت کامل پر اعتماد تھا کہ بہر حال فتح اسلام کی ہوگی۔ اگر اس موقعہ پر پیغمبر اسلام ایسا نہ کرتے اور رفتہ رفتہ اپنی طاقت کو بڑھاتے ہوئے اس امر کے خواستگار ہوتے کہ جب طاقت مقابلہ پیدا ہو جائے گی تو ان شاہان ممالک سے مقابلہ کرلیا جائے گا۔ یہ ممکن تھا۔ مگر اس صورت میں شجاعت کے نقش دلنگار اتنے روشن و اجاگر نہ دکھائی دیتے جیسے اس موقعہ پر نظر آتے ہیں۔

کثرت افواج اور افراط قوت کے ساتھ تو ہر ایک کم طاقت و کم فوج بادشاہ سے لڑسکتا ہے۔ اور فتح بھی پاسکتا ہے۔ مگر ان حالات نازک میں جنکا بیان اوپر ہوا شاہان ممالک کو خطوط تہدید آمیز لکھنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے معتمد اصحاب کو خطوط لیکر بھیج دیا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں دو ہی صورتیں ممکن تھیں اول تو یہ کہ خطوط کو پڑھ کر وہ بادشاہ مسلمان ہو جاتے اور یہ بہت مشکل کام تھا۔ یا یہ صورت ہو سکتی تھی کہ وہ بادشاہ اپنے خداؤں کی خدائی کے دشمن سے انتقام لینے کیلئے تیار ہو جاتے۔ اور یہ دوسری صورت زیادہ قرین قیاس تھی۔ تو ایسی صورت میں وہ کافر بادشاہ سب سے پہلے پیغمبر اسلام کے قاصدوں کو قتل کر ڈالتے۔ اس صورت میں اگر پیغمبر اسلام نے قاصدوں کے خون کا بدلہ نہ لیتے تو اتنے زبردست بادشاہوں سے ٹکر لینا آسان کام نہ تھا۔

یہ تمام امور پیغمبر اسلام کی نظر میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ مگر آپ کو اپنی شجاعت پر بھی اعتماد تھا۔ اور آپ جانتے تھے کہ جو صورت بھی واقع ہو گی اس میں فتح ہماری ہی ہوگی۔ لہٰذا وہی ہوا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے اندازہ لگایا تھا۔ وہ بادشاہ خطوط دیکھ کر لرزہ بر اندام ہو گئے۔ اور ان کو اپنے خداؤں کی خدائی اور اپنی شاہی خطرہ میں نظر آنے لگی۔

چنانچہ بہ الفاظ علامہ شبلی قیصر روم نے کہا:۔

"مجھ کو یہ خیال تھا کہ ایک پیغمبر ضرور آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ میں اگر وہاں جاتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا۔"

مقوقس شاہ مصر نے اپنے خط میں لکھ کر بھیجا:۔

مجھ کو اسقدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ ملک شام میں

ظہور فرمائیں گے میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی قبطیوں میں بہت عزت کی جاتی ہے اور میں ملبوس و ایک خچر بھی روانہ کرتا ہوں کہ آپ اس پر سوار ہوں آپ پر میرا اسلام ہو۔"

(ایک لڑکی کا نام ماریہ قبطیہ تھا جو حرم رسول میں داخل ہوئی۔ خچر کا نام دلدل رکھا گیا تھا۔)

شاہ حبشہ نے جواب خط میں لکھا :-

"میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں سچے ہیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اور میرا اسلام ہو۔"

شاہ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد نے اسلام قبول کیا۔ شاہ ایران و حاکم غسان نے روگردانی کی تو وہ خسرو پرویز نوشیرویہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور حاکم غسان جنگ موتہ و تبوک میں ختم ہوا۔

صلح حدیبیہ لظاہر صرف صلح تھی اور صلح میں جوہر شجاعت نمایاں نہیں ہوا کرتے ہیں۔ مگر پیغمبر اسلام کی صلح سے شجاعت کے کمالات کا اظہار ہو رہا ہے۔ صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو خالد بن ولید جو اسلام دشمنی میں مشہور شخص تھا اور جنگ احد میں اسی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بالفاظ علامہ شبلی "احد میں مشرکین کے اکھڑے ہوئے پاؤں انہیں کی کوشش سے سنبھلے تھے۔ حدیبیہ کے موقعہ پر قریش کا طلایہ انہیں کی زیر افسری نظر آتا تھا۔ لیکن قریش کا یہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملہ کاری سے نہیں بچا صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکہ سے نکل کر مدینہ کا رخ کیا۔ راستہ میں حضرت عمر عاص ملے۔ پوچھا کدھر کا قصد ہے۔ بولے اسلام لانے جاتا ہوں۔ عمر عاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے۔ دونوں صاحب ایک بار بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔" (سیرۃ النبی ص۴۷۶ ج۲)

علامہ شبلی نعمانی کی زبانی آپ کو معلوم ہوا کہ برمحل شجاعت پیغمبر اسلام نے کیا کیا کارنامے دکھائے سخت ترین دشمنان اسلام کے زہرے پانی پانی ہو گئے۔ اور ان کو مجبوراً اقرار اطاعت پیغمبر اسلام کرنا پڑا یہ تھا رعب شجاعت پیغمبر اسلام جو واقعات تاریخی سے ظاہر ہو رہا ہے۔

شجاعت واقعہ ششم جنگ خیبر ذوالحجہ ۶ھ یا محرم ۷ھ

اسوۃ الرسول جلد سوم - خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کی مسافت پر واقعہ ہے پیغمبر اسلام نے محرم ۷ھ میں چودہ سو لشکر اسلام کے ہمراہ خیبر کا قصد کیا۔ پیغمبر اسلام نے عباد بن بشر انصاری کو طلیعہ فوج اسلامی بنا کر روانہ کیا اور دشمنوں کی خبر رسانی کیلئے تاکید فرمادی۔ حسن اتفاق سے عباد بن بشر کو تھوڑی ہی دور جا کر خیبریوں کا ایک جاسوس مل گیا۔ عباد نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اس پر سختی

کی تو اس نے بتایا کہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہود ابن قیس نے کنانہ بن ابی حقیق کو بنی غطفان کے پاس بھیج کر حمایت کیلئے بلایا ہے و عینیہ بن مدر سلاح پوش جوانوں کی معتد بہ جماعت کے ساتھ خیبر میں پہنچ گیا ہے۔ سب ملا کر خیبر میں اس وقت دس ہزار فوج مسلمانوں سے مقابلہ کیلئے تیار ہے۔

اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۶۲ :-

خیبر میں چھوٹے بڑے ملا کر چھ قلعے تھے مورخ یعقوبی نے ان قلعوں کے نام یہ بتائے ہیں سالم یا ناعم، نطاۃ، قصارہ، شق، جرلیطہ، القموص۔ ان قلعوں میں یہود کی مجموعاً بیس ہزار فوج موجود تھی ان تمام قلعوں میں قلعہ قموص بہایت مستحکم محفوظ و مضبوط مشہور تھا مرحب جسکو یعقوبی یہود کا رستم دستان اور ہزار جوانوں کے برابر ایک جوان تسلیم کرتا ہے اس قلعہ کا قلعہ دار اور فوج کا سردار تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر پر قابض ہو گیا تھا۔ اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ یہود پہلے ہی سے ہوشیار تھے۔ انہوں نے اپنی مستورات کو ان قلعوں سے ہٹا کر محفوظ جگہوں پر پہنچا دیا تھا اور رسد و غلہ کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں رکھوا دیا تھا۔ اور فوجیں قلعہ ہائے نطاۃ و قموص میں جمع تھیں۔

(۲) علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں :-

ولما یتقن النبی صلعم ان الیھود تحارب وعظ اصحابه و نصحهم و حرصهم علی الجهاد۔

جب پیغمبر اسلام کو یقین ہو گیا کہ یہود ہم سے ضرور جنگ کریں گے تو آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کی اور جنگ کی ترغیب دی۔

(۳) علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۵۳ میں لکھا ہے۔

ترتیب فوج سے فراغت پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مخالف کی طرف سے آغاز جنگ کا انتظار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں یہود کی طرف سے قلعہ ناعم کی فوج نے لشکر اسلام پر تیر بارانی شروع کر دی۔

(۴) اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ۶۵ :-

ایام محاصرہ میں دن بھر لڑائی ہوتی تھی۔ رات کو جانبین اپنے اپنے مقام پر واپس جاتے تھے۔۔۔۔۔

(۵) سیرۃ النبی علامہ شبلی صفحہ ۳۵۶ جلد اول :-

ناعم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہو گئے۔ لیکن قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر انحضرت صلی علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے

(۶) کتاب قصائص امام نسائی :-

عن ابی بریدہ قال حاصرنا خیبر فاخذ الرایۃ ابو بکر ولم یفتح لہ فاخذہ من الغد عمر فانصرف ولم یفتح لہ واصاب شدۃ وجھد

ترجمہ - ابو بریدہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا تو ابو بکر علم لیکر حملہ کیلئے گئے۔ مگر بغیر فتح کئے واپس ہوئے۔ دوسرے دن عمر بن خطاب علم اسلام لیکر مقابلہ کیلئے گئے وہ بھی بے نیل مرام واپس آئے اور ان کو سخت محنت و تکلیف اٹھانی پڑی

(۷) روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۱۲۹ مطبوعہ بمبئی :-

چوں حضرت مقدس نبوی از حدیبیہ مراجعت نمود بعد از چندروزے کہ در مدینہ توقف نمود با روساء مہاجر و انصار فرمود تہیہ اسباب لشکر قیام نمایند کہ بجانب خیبر عزم فرمود لایخرج معی احد الا للجہاد -

ترجمہ - جب حضرت نبی کریم حدیبیہ سے واپس آگئے۔ چندروز آپ نے مدینہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد آپ نے مہاجر و انصار کے سرداروں سے فرمایا کہ لشکر تیار کرو۔ کیونکہ میں خیبر کی جانب جانا چاہتا ہوں مگر میرے ساتھ کوئی نہ جائے۔ مگر یہ کہ اس کے جانے کی غرض صرف جہاد کرنا ہو ۔۔۔۔۔

(۸) بالجملہ بعد از تہیہ اسباب غزا رسول خدا .... با ہزار و چہار صد مرد مبارز کافر کش از مستقر عز و کرامت بیروں آمد

مختصر یہ کہ اسباب لشکر کے درست ہونے کے بعد ۱۴ سو افراد جنگ آزمودہ کو ہمراہ لیکر پیغمبر اسلام مدینہ سے باہر آئے

(۹) چہار ہزار مرد جنگی ازاں قبیلہ (بنی غطفان) بیروں آمدند و در منزل اول آوازے از آسمان شنیدند کہ غارت روئے بشما آورد بنا بریں مراجعت نمودند۔

بنی غطفان کے چار ہزار افراد دعوت قریش پر جنگ کیلئے باہر آئے۔ مگر پہلی منزل ہی پر انہوں نے ایک غیبی آواز سنی کہ "تمہاری بربادی قریب ہے"۔ یہ آواز سنکر سب واپس ہو گئے۔

ثبوت شجاعت

جاسوس اعرابی گفت آں قوم از شما

عباد بن بشیر نے جب جاسوس اعرابی پر

اندیشه ناک اند و از معامله که با یهود یثرب
مثل بنی نظیر و بنی قریظه کرده رعب قوی
وخوفے عظیم بر ضمائر ایشاں استیلا یافته

سختی کی تو اس نے بتایا کہ وہ قوم تم سے
خوفزدہ ہے اور جو واقعہ یہوداں یثرب
مثل بنی نظیر و بنی قریظہ سے ہوا ہے اس
نے ان کے دلوں پر رعب عظیم و خوف قوی مسلط
کر دیا ہے۔

(۱۱) در ایام محاصرہ قلاع خیبر بواسطہ قلت
طعام مسلماں در سختی و زحمت بودند۔

(۱۱) جب مسلمانوں نے قلعہ خیبر کا محاصرہ کیا تو بوجہ کمی خوراک کے مسلمان سختی و زحمت میں تھے۔

(۱۲) روضۃ الصفا جلد دوم غزوہ خیبر ص ۱۳۳ مطبوعہ بمبئی۔

مرحب مبارزے بود بالا بلند و تنومند
کہ سنان نیزہ او سہ من وزن داشت
و در شجاعت و مبارزت از مردم خیبر
نظیر نداشت و زرہ پوشیدہ و دو شمشیر
حمائل کردہ و دو عمامہ بر سر بستہ و خودے
بر بالائے آں نہادہ در میان میدان آمد
و رجزے می خواند کہ اولش ایں بود کہ
قد علمت خیبر انی مرحب و ہیچ کس
از سپاہ اسلام نتوانست کہ با او در مقام
مقاتلہ آید لاجرم شاہ مرداں و شیر یزداں
علی ابن ابی طالب بجانب او رواں شد
و در زبان مبارکش رجزے جاری گشت
انا الذی سمتنی امی حیدرا و مرحب
خواست کہ تیغ بر امیر المومنین علی زند امیر
پیش دستی نمودہ ذوالفقار بر سر آں ملعون
نابکار فرود آورد۔ چنانچہ از سر و خود و
دستارش گذشتہ بدنداں ہائے او رسید
و زمرہ از فضلا اخبار تا قربوس زین گفتہ اند

مرحب ایک جنگجو بلند قد و تنومند شخص تھا
اس کے نیزہ کی انی تین من وزن کی تھی
اور خیبر میں اس کی مثل کوئی شجاع و بہادر
نہ تھا۔ اس نے زرہ پہنی اور دو تلواریں
باندھیں اور دو عمامے سر پر رکھے ان پر
ایک خود رکھا۔ اس طرح آمادہ جنگ ہو کر
میدان میں آیا۔ اس نے ایک رجز پڑھا
جس کا پہلا مصرع یہ تھا۔ تمام اہل خیبر جانتے
ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ لشکر اسلام میں سے
کسی کی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابلہ
کیلئے آگے بڑھے۔ یقیناً شاہ مرداں و شیر
یزداں علی ابن ابی طالب اس کی جانب
روانہ ہوئے اور آپ کی زبان پر بھی رجز
جاری ہوا۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے
میرا نام حیدر رکھا ہے۔ مرحب نے چاہا کہ
علی کے سر پر ضرب شمشیر لگائے۔ مگر علی نے
پیش دستی کرتے ہوئے ذوالفقار کا بھرپور
وار اس ملعون کے سر پر کیا۔ وہ وار اسکے

وامیرد مامور بکشتن یہودان بازو کشادند
وہفت کس از روسائے و ابطال خیبر بضرب
تیغ قدوۃ الاولیا کشتہ شدند وسائر یہود
روئے بہزیمت بقلعہ نہادہ - علی در عقب
ایشاں رواں شد و دراں اثنا یکے از مخالفاں
چیزے با امیرالمومنین علی زد کہ سپر
از دستش برزمین افتاد و دیگرے ہم از ایشاں
سپر گرفتہ روئے بگریز آوردہ امیرالمومنین
ازیں صورت بغایت خشمناک شد و خود را
بہ در حصار قموص رسانید و درِ آہنین حصار
را برکندہ سپر خود ساخت . . . . . .
وزن در خیبر شش صد من وزن بود . . .
. . . . . . ومردم سائر قلاع خیبر چوں این
امر غریب از امیرالمومنین حیدر مشاہدہ
کردند - فریاد الامان بر آوردند علی ابن
ابی طالب بعد از رخصت حضرت رسالت
ایشاں را امان داد مشروط برآنکہ ہر مردے
یک شتر وار طعام برداشتہ ازاں دیار
بیروں روند . . . .
چوں خبر فتح خیبر بسمع ہمایوں حضرت رسول
رسید بغایت مسرور و شادمان گشت و
در حین توجہ علی بملازمت از خیمہ باستقبال
او قدم مبارک بیروں نہاد و ویرا بکنار
گرفتہ ہر دو چشمش بوسید و فرمود :-
قد بلغنی نبأ المشکور المذکور

سر سے گذرتا ہوا اس کے دانتوں تک آیا۔
بعض مورخین نے کہا ہے کہ علی کا وار سر سے
گزر کر قربوس زین اسپ تک پہنچا اور پھر
تو جناب امیر اور لشکر اسلام نے یہودیوں
کے قتل کیلئے بازو کھول دیئے (خوب لڑے)
اور عرب کے سات نامور اور بہادر شجاع
پے در پے قتل ہوئے۔ پھر کیا تھا یہودیوں
نے بھاگنا شروع کر دیا۔ علی نے ان کا تعاقب
کیا۔ اسی اثنا میں ایک دشمن نے کوئی سخت
چیز علی کے ہاتھ پر ماری کہ آپ کی سپر ہاتھ
سے چھوٹ گئی۔ دوسرا دشمن سپر لے بھاگا
علی کو بے حد غصہ آیا اور آپ غصہ میں قلعہ
قموس کی جانب لپکے اور قلعہ خیبر کے آہنی
دروازہ کو اکھاڑ کر اپنی سپر بنا لیا . . . .
جب اہل خیبر نے یہ علی کا حیرت انگیز کارنامہ
دیکھا تو الامان الامان کی فریاد کرنے لگے
علی نے رسول کی اجازت سے ان کو امان دی
مگر اس شرط پر کہ ہر شخص ایک شتر بار ہمراہ
لے جائے اور اس شہر سے باہر چلا جائے۔
جب خبر فتح خیبر رسول کو پہنچی آپ بہت مسرور
ہوئے علی کو آتا ہوا دیکھ کر آپ اپنے خیمہ سے
علی کے استقبال کو آگے بڑھے علی کو سینہ سے
لگایا، علی کی دونوں آنکھیں چومیں - اور فرمایا
کہ مجھ کو تمہاری قابل شکر گذاری اور قابل
قدر سعی کی خبر مل گئی ہے - یقیناً خدا تم سے

قد رضی اللہ عنک و رضیت انا عنک

راضی ہوا اور میں تم سے راضی ہوں۔

(۱۳۱) حیات القلوب جلد دوم جنگ خیبر :-

جنگ خیبر در ماہ ذوی الحجہ سال ششم ہجرت واقعہ شد و زیادہ از بست روز حضرت حضرت ایشاں را محاصرہ کرد و چہاردہ ہزار یہودی در قلعہ ہائے خیبر بودند و حضرت قلعہ را فتح می نمود و می رفت ۔

جنگ خیبر ذوالحجہ ۶ھ میں واقع ہوئی اور بیس دن سے زیادہ پیغمبر اسلام نے یہودیوں کا محاصرہ کیا۔ خیبر کے قلعوں میں ۱۴ ہزار یہودی لشکر تھا۔ پیغمبر اسلام ایک قلعہ کو فتح فرما لیتے تو دوسرے کو فتح کرنے کیلئے آگے بڑھتے تھے ۔

ناظرین نے تاریخی اسناد کو ملاحظہ کیا۔ صلح حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ میں واقع ہوئی، جنگ خیبر ذوی الحجہ ۶ھ یا بقولے ماہ محرم کی پہلی تاریخوں میں واقع ہوئی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ صلح حدیبیہ کی واپسی کے فوراً بعد ہی پیغمبر اسلام نے لشکر اسلام کو جہاد کی تیاری کا حکم دیدیا تھا۔ اور جب حکم دیدیا تو۔ دوسری جنگوں سے جدا گانہ انداز طریق رکھا۔

دوسری جنگوں میں تعداد لشکر بڑھانے کی خاطر۔ منافقوں، مال غنیمت کے لالچیوں کو بھی ہمراہ جانے سے نہیں روکتے تھے۔ ان منافقین و حریصانِ مال کی وجہ سے رعب لشکر اسلام تو بڑھ جاتا تھا۔ مگر جنگ خیبر کا انداز ہی جداگانہ ہے۔ صلح حدیبیہ سے واپس ہوتے ہی آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں آمادۂ جنگ ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ اس جنگ میں میرے ساتھ صرف وہی جائے جو راہ خدا میں اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کرنا چاہتا ہو۔ لا یخرج معی احداً الا للجہاد ۔ میرے ساتھ کوئی نہ جائے مگر وہ جو صرف جہادِ رہِ حق کیلئے جانا چاہتا ہو۔ پیغمبر اسلام کا یہ حکم بہت سخت تھا۔ پیغمبر اسلام کو اپنے ساتھیوں کی دلیری کا بھی حال خوب معلوم تھا۔ مگر بایں ہمہ تاکید ہے کہ صرف مجاہد ہی جنگ میں شریک ہوں۔ اگر اس موقعہ پر ضعیف الایمان اور منافقین و مولفتہ القلوب سب فوج اسلامی سے نکل جاتے تو پھر کیا ہوتا۔ خیبر کے چھ مضبوط اور مسلح قلعوں کو کون فتح کرتا! اور ۱۴ ہزار خیبری بہادروں کو کون زیر کرتا۔ پیغمبر اسلام کو ان خطرات کا ذرا بھی اندیشہ نہیں ہے۔ پھر بھی آپ کی تاکید ہے کہ لا یخرج معی احداً الا للجہاد۔ کوئی شخص بھی پیغمبر اسلام سے سوال کر سکتا ہے کہ یا رسول اللہؐ ذیقعدہ ہی میں اب سے چند روز قبل آپ خانہ خدا کی زیارت کو تشریف لیگئے تھے اور آپؐ کے ساتھ ۱۴سو اصحاب کا لشکر بھی تھا۔ مگر کفار نے آپ کو مکہ میں داخلہ کی اجازت نہ دی اور آپ صلحنامہ لکھ کر واپس آگئے۔ حتیٰ کہ جب آپؐ نے اپنے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہؐ معاہدہ کی عبارت میں لکھوا دیا تو کفار کو وہ بھی پسند نہ آیا۔ اور آپؐ نے اس کو بھی خود مٹا دیا۔ آپؐ کے اس فعل؟

آپ کے مخصوص صحابہ کو اعتراض بھی ہوا۔ اور بکثرت خواص و عام اصحاب نے آپ کے اس فعل کی وجہ سے آپ کی نبوت و رسالت میں شک بھی کیا۔

اگران سوا اصحاب کے لشکر میں طاقت تھی تو پھر آپ نے اہل مکہ پر حملہ کر دیا ہوتا اور عمرۂ خانہ خدا پورا کر کے ہی دم لیا ہوتا۔ بعض اہل تاریخ آج تک اس گمراہی میں مبتلا ہیں کہ پیغمبر اسلام نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں بہت دب کر شرائط منظور کئے ہیں۔ ایسے اعتراضات تو مخالفین اسلام نے اپنی تصانیف میں لکھ دیئے ہیں۔ مگر در حقیقت انہوں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کو غور سے نہیں دیکھا اور واقعات مسلسل سے نتیجہ حاصل کرنے کی سعی نہیں کی۔ یا یوں کہوں کہ ان اسلامی و غیر اسلامی مورخین کو تاریخ جمع کرنا تو آتا تھا۔ مگر ان کے قلوب احساس فضائل کی روشنی سے محروم تھے ان میں جذبات اعلیٰ جو انسان کو انسان کامل بناتے ہیں کے سمجھنے کی استعداد نہ تھی وہ خود شجاع و صاحب حکمت دل و دماغ کے مالک نہ تھے۔ پیغمبر اسلام کے فعل صلح حدیبیہ کو ضعف رسول پر مبنی سمجھا ہے۔ حالانکہ بلحاظ کمال شجاعت صلح حدیبیہ اعلیٰ شجاعانہ فعل تھا۔ جیسا کہ میں نے اسی کتاب میں تحت صلح حدیبیہ بہ تفصیل لکھا ہے۔ اس صلح کا تتمہ و تکملہ جنگ خیبر ہے۔ اگر پیغمبر اسلام صلح حدیبیہ کی واپسی کے فوراً ہی بعد جنگ خیبر کیلئے آمادہ ہو جاتے یا اپنے لشکر سے غیر ضروری افراد و اصحاب کو ساتھ لے جانے سے منع نہ فرماتے تو بیشک سابقہ سطور میں لکھے ہوئے اعتراضات صحیح ہو جاتے۔ مگر پیغمبر اسلام نے غزوہ حدیبیہ سے فوراً واپسی پر اعلان کرا دیا کہ:۔

"جنگ خیبر پر روانہ ہونا ہے اور اگر واپسی کے بعد کوئی پھر اس جنگ عظیم پر جانے سے کترانا چاہتا ہے تو ہم اسکو بخوشی اجازت دیتے ہیں۔"

پیغمبر اسلام کے اس فعل نے اہل دنیا پر ظاہر کر دیا کہ صلح حدیبیہ کی واپسی و معاہدہ صلح بوجہ بزدلی ضعف لشکر اسلامی نہ تھا۔ بلکہ بنا بر مصالح تبلیغ اسلامی تھا۔ اور اگر معترضین کے دلوں کو یقین نہ آتا ہو وہ صفحات تاریخ پر دیکھ لیں کہ صلح حدیبیہ کی واپسی کے چند روز بعد ہی پیغمبر اسلام نے خیبر کے چھ مضبوط قلعوں اور ان کی ۱۴ ہزار افواج کو جا گھیرا اور ان کے بہادر ترین و شجاع ترین افراد کو آن کی آن میں قتل کر دیا۔ نہ ان دشمنوں کے مضبوط قلعے ان کی جان بچا سکے اور نہ ان کی کثرت افواج ان کے کام آسکی۔ جس طرح پیغمبر اسلام نے اہل خیبر کو بیس دن محاصرہ کر کے سوچنے کا موقعہ دیا کہ وہ غور کر لیں کہ کلمہ توحید اور رب العالمین کا تسلیم کر لینا بہتر ہے یا کتوں یا حیوانوں کی موت مرنا زیادہ محبوب ہے۔ جب یقین ہو گیا کہ اہل خیبر خدا کے سامنے جھکنا نہیں چاہتے اور کلمۂ توحید پڑھنا پسند نہیں کرتے۔ تو پیغمبر اسلام نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کے وہ مستحق تھے۔

شجاعانِ عالم ہمیشہ پیغمبر اسلام کی داد دیا کریں گے۔ اور ان کے بتائے ہوئے نقشِ شجاعت پر چلکر فتوحات حاصل کرتے رہیں گے۔

چونکہ اہلِ مکہ کی تعداد زیادہ تھی۔ توحید خدا کے منکر تھے۔ خانۂ خدا کعبہ ان کے درمیان میں تھا اور ان کو بحیثیت مجموعی مسلمان کرنا تھا۔ اور اس طرح مسلمان بنانا تھا کہ ان کے قلوب شمشیر اخلاق سے فتح کئے جائیں نہ کہ شمشیر آہنی سے ان کے جسموں کو زخمی کیا جائے۔ اور یہ صرف اسلئے کہ مکہ کو مرکز دائرہ اسلام بنانا تھا۔ نہ اس کی تعداد کم کرنی تھی نہ اس کے بہادروں کو قتل کرنا مقصود تھا۔ نہ اس کے درختوں اور کھیتوں کو اجاڑنا تھا۔

کیونکہ انہیں شجاعان و بہادران سے خدمت اسلام لینا تھی۔ اسی ارض پاک کو قیامت تک کیلئے اسلام کا مرکز بنانا تھا۔ لہٰذا اس سرزمین کی ایک گھاس کی پتی کو بھی پامال نہ کرنا تھا۔ ایک شجاع و بہادر کیلئے یہ امر آسان ہے کہ وہ اپنے جوشِ انتقام و آتشِ قہر و غضب کے شعلوں میں خشک و تر سب کو جلا دے۔ اور دنیا کی جنگوں میں آجتک ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام نے نمونۂ شجاعت اتنا اعلیٰ و برتر رکھا ہے۔ جو عمل کرے گا اس کی شجاعت کے نقوش دیرپا ہوں گے۔

پیغمبر اسلام نے صلح حدیبیہ ۶ھ میں کر کے اہلِ مکہ کو اس بات کا موقعہ دیا کہ وہ غور کرلیں کہ توحید خدا کو مان لینا بہتر ہے یا خود کو فنا کر دینا زیادہ اچھا ہے۔ پیغمبر اسلام اہلِ مکہ کو مسلسل موقعہ دیتے رہے حتیٰ کہ ۸ھ میں صرف ۲ سال کے بعد ہی اہلِ مکہ کو معلوم ہو گیا کہ ذات پیغمبر اسلام بیشک شجاعت کاملہ کا مظہر اعلیٰ ہے۔ اور ان کا پیغام توحید خدا فلاح دنیا و نجات اخروی کا ضامن ہے۔ اہلِ مکہ کے قلوب مفتوح ہو گئے اور اس طرح مفتوح ہوئے کہ وہ اور ان کی اولادیں ہمیشہ دین اسلام کی خاطر اپنی جانیں قربان کرتی رہیں اور پیش رسول بھی وہ جاں نثارانِ دینِ اسلام رہے اور تا قیامت جاں نثارِ دینِ اسلام رہیں گے اور مکہ ہی کو ہمیشہ مرکزیت اسلام حاصل رہے گی۔

پیغمبر اسلام نے جنگ خیبر میں اپنے کمالات شجاعت کا دو طرح اظہار کیا ہے۔ اب تک جو اس عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔ وہ جنگ خیبر کا باطنی پہلو تھا۔ اب آپ اسی جنگ خیبر کا ظاہری پہلو بھی دیکھئے پیغمبر کا اپنی فوج کو یہ حکم دینا کہ بس وہی لوگ جنگ کیلئے جائیں کہ جو جہاد کے علاوہ کوئی دنیوی غرض رکھتے ہوں۔ گویا کثرت فوج کو قلت سے بدلنا تھا۔ اور یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ شجاع اپنے مقصد کی میابی و دشمنوں کو مغلوب کرنے میں کسی دوسرے کا سہارا نہیں تلاش کرتا ہے۔ بلکہ اس کو اپنے نفس پر کامل اعتماد کامیابی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا پیغمبر اسلام کے اس فقرہ :-

"لا تخرج معی احد الا للجہاد" سے آپ کی انتہائی پُر دلی و شجاعت کا اظہار ہوتا ہے۔

علاوہ بریں خیبر کے مضبوط و مسلح قلعوں کے فتح کرنے کیلئے نیم گرسنہ فوج کو پہنچانا اور وہ بھی ۱۴ ہزار کے مقابلہ میں صرف ۱۶ سو یا ۱۴ سو افراد اس کم سپاہی و کم مائیگی پر خیبر کے ۶ قلعوں کو فتح کر لینا مرحب وغیرہ بہادر ترین افراد کو قتل کر دینا اور اسلام کا فاتحانہ جھنڈا ان قلعوں پر نصب کر کے واپس ہونا یہ سب کچھ صرف شجاعت پیغمبر اسلام کا نتیجہ ہے۔ مندرجہ بالا تاریخی اسناد و حوالہ جات سے ظاہر ہوا کہ اہل خیبر پر باوجود اس کے کہ وہ محفوظ مقام پر بھی تھے۔ اور ان کے پاس کافی رسد بھی تھی۔ اور فوج بھی کثیر تھی۔ مگر پھر خوف رعب اسلام چھایا ہوا تھا۔ اور مختصر تعداد مسلمانوں سے مقابلہ کرنے میں وہ گھبرا تے تھے اور ان کو یقین تھا کہ وہ میدان جنگ سے زندہ واپس نہ آئیں گے۔

یہ ہیں پیغمبر اسلام کی شجاعت کے وہ نمونے جو اہل عالم کیلئے منارہ ہدایت اور ذریعہ کامیابی بن سکتے ہیں۔۔

شجاعت واقعہ سن ۷ ہجری عمرۃ الصلح سنہ ۷ھ

ناظرین کتاب اول واقعات عمرۃ الصلح کو باسناد تاریخی ملاحظہ فرمائیں بعد ازاں پیغمبر اسلام کی شجاعت کاملہ کا نمونہ دیکھیں۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ۱۲۹۔

صلح حدیبیہ کے شرائط میں ایک شرط یہ تھی کہ جناب رسالتمآب صلعم اس مرتبہ حج نہ بجا لائیں سال آئندہ ادائے حج فرمائیں۔ چونکہ صلح کو سال بھر ہو چکا تھا۔ اسلئے آپ نے ادائے حج و عمرہ کا قصد فرمایا۔ اور حکم دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر موجود تھے وہ سب کے سب مناسک عمرہ بجا لائیں حکم کی دیر تھی تمام لوگ مرکب رسالت کے ہمرکاب تھے۔ مدینہ کے انتظام حضرت ابوذر غفاری کے سپرد ہوئے اور ۲۵ ر ذلیقعدہ سنہ ۷ھ کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانگی ہوئی۔ . . . .

کم و بیش چھ سو مہاجر و انصار کی جمعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر احرام باندھا گیا اور وہیں سے مسلمانوں کا یہ قافلہ لبیک گویاں آگے بڑھا۔ . . . .

مشرکین مکہ میں اب جان تو باقی نہیں تھی۔ جو کچھ تھی وہ جہالت کی اینچ تان تھی۔ سب کے سب سطوت اسلام سے مرعوب ہو کر پہاڑوں پر چلے گئے۔

اسوہ صفحہ ۱۳۰ مقام حجون میں پہنچ کر آپ اپنے ناقہ قصوی پر سوار ہو کر لبیک گویاں کمال شوکت و جلال داخل مکہ ہوئے۔ عبداللہ بن رواحہ ناقہ کی مہار تھامے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیله	اے کافرو پیغمبر کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔
الیوم نضربکم علی تنزیله	آج اگر تم کو اور ہمارے رسول کو اتر نے
ضربا یزیل الھام عن مقیله	سے روکا تو ہم تلواروں کا وار کریں گے
ویذھل الخلیل عن خلیله	وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے الگ کر دے
یارب انی مومن بقیله	اور دوست کو دوست سے جدا کر دے
انی رایت الحق فی قبوله	خدایا ہم قبلۂ رسول پر ایمان لائے
لا اله الا الله وحده	ہیں۔ اور قول رسول کو عین حق تسلیم
نصر عبده واعز جنده	کرتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے عبداللہ بن
وھزم الاحزاب وحده	رواحہ کو حکم دیا کہ یہ اشعار پڑھو۔

خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں اسی نے اپنے بندہ کی مدد کی اور اس کے لشکر کو غالب کیا اور اسکی وحدت نے کفار کی جماعتوں کو بھگایا۔

جناب رسالت مآب صلعم نے تمام ہمراہیوں کے ساتھ باطمینان و آرام تمام مناسک حج عمرہ ادا فرمائے۔ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین شوطوں (طواف) میں مسلمان اکڑتے ہوئے چلیں .... مسلمانوں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔

(۲) روضۃ الصفا جلد دوم صـ ۱۳۶ مطبوعہ بمبئی۔

چوں حضرت مقدس مظفر و منصور از خیبر وادی القریٰ مراجعت بمدینہ فرمود و بر بر طواف برایا کہ از نواحی مکہ و مدینہ بودند سرایا فرستادہ بعد ازاں فرمان داد کہ یاراں تہیہ اسباب سفر عمرۃ القضا مشغول شوند و فرمود کہ مجموع اصحاب کہ در صلح حدیبیہ ہمراہ بودند دریں سفر موافقت نمایند ہیچ کس از ایشاں تخلف جائز نہ دارند بالجملہ

تعداد دس ہزار اصحاب آنحضرت ابوذر غفاری را در مدینہ بخلافت تعین و با دہ ہزار کس و صد اسپ جنیت و سلاح بسیار از خود و زرہ و شمشیر با شصت یا ہفتاد شتر ہدی در ماہ ذیقعدہ و سنہ سبع از ہجرت بمبارکی و خرمی و خوبی بہ نیت گذاردن عمرہ از مدینہ بیروں آمدند .... سہ روز اہل اسلام در مکہ بودند ... حکم فرمود تا ندا در رحیل در دادند و فرمان داد کہ ہیچ کس از یاراں شب در مکہ نگذارد و آنحضرت بجانب مدینہ توجہ نمود۔

ترجمہ :- جب پیغمبر اسلام فتح مند خیبر و وادی القریٰ سے مدینہ واپس ہوگئے تو آپ نے مکہ و مدینہ کے اطراف و جوانب کو لشکر بھیجے اور دعوت اسلام لوگوں کو دی اس کے بعد اصحاب کو حکم دیا کہ سامان سفر مکہ عمرہ بجالانے کیلئے کیا جائے اور آپ نے حکم دیا کہ تمام وہ لوگ جو صلح حدیبیہ میں ہمرکاب تھے اس سفر میں ہمراہ چلیں۔ ان میں سے کوئی شخص باقی نہ رہ جائے۔ آپ نے ابوذر غفاری کو مدینہ کی حفاظت کیلئے چھوڑا اور دس ہزار افراد کا لشکر ہمراہ لیکر اور سو گھوڑے اور بہت سے ہتھیار خود زرہ و شمشیر اور ساٹھ ستر قربانی کے اونٹ ہمراہ لیکر ماہ ذلیقعدہ ۷ھ میں بخوشی و خرمی عمرہ بجالانے کیلئے مدینہ سے باہر آئے۔ مسلمان مکہ میں تین روز مقیم رہے اس کے بعد پیغمبر اسلام نے حکم دیا کہ کوئی ساتھی اب مکہ میں رات نہ گذارے۔ پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

عمرۃ القضا یا عمرۃ الصلح کے تاریخی واقعات کو ناظرین نے ملاحظہ کیا۔ پیغمبر اسلام ۶ھ یا محرم ۷ھ میں مکہ تشریف لے گئے تھے اور کفار مکہ نے پیغمبر اسلام کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں صلحنامہ حدیبیہ لکھا گیا تھا۔ پیغمبر اسلام نے عمرہ خانہ کعبہ بہ مجبوری ادا نہیں کیا تھا۔ اور آپ واپس مدینہ آگئے تھے اب صرف ایک سال گذرا ہے اور آپ صرف دس ہزار افراد کو ہمراہ لیکر مکہ آئے ہیں اس مرتبہ سلاح جنگ بھی ہمراہ ہے۔ مگر شرائط صلح نامہ کے مطابق اور کفار مکہ کے اعتراض کرنے پر اس تمام سلاح جنگ کو مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر چھوڑ دیا ہے اور خود ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر نعرہ توحید ربانی بلند کرتے ہوئے وطن دشمنان اسلام میں داخل ہورہے ہیں دشمنان اسلام کے کلیجے دہل گئے ہیں اور ان کے پتے خوف اسلام سے پانی ہوگئے ہیں اور وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے بچوں عورتوں کو ہمراہ لیکر پہاڑوں پر چلے گئے اور تین دن تک اہل اسلام مناسک عمرہ میں مصروف رہے اور یہ دشمنان اسلام اہل مکہ پہاڑوں پر پناہ گیر رہے۔

صاحبان احساس کے قلوب میں اگر جوہر شجاعت ہے تو وہ پیغمبر اسلام کے اس انداز شجاعت کو سمجھ سکیں گے اور اس موقعہ پر نہ تو پیغمبر اسلام نے اہل مکہ کو ڈرایا نہ دھمکایا نہ یہ مطالبہ کیا کہ مکہ کو خالی کر دیا جائے۔ مگر اہل مکہ کے قلوب پر رعب شجاعت پیغمبر اسلام اس درجہ پر تھا کہ وہ خود مکہ میں نہ

ٹھہر سکے اور انہوں نے پہاڑوں پر پناہ لے لی۔ پیغمبر اسلام کا مظاہرہ شجاعت یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ بعد ادائے مناسک عمرہ حسب وعدہ اہل مکہ آپؐ نے مکہ کو خالی کر دیا اور اصحاب کو حکم دیدیا کہ اب رات مکہ میں کوئی بسر نہ کرے۔

تاریخ عالم کسی عالم کسی شجاع و بہادر کے حالات زندگی میں ایسے شجاعت کے کارنامے پیش نہیں کر سکتی۔ مکہ پر پیغمبر اسلام کا گویا مکمل قبضہ ہو گیا تھا۔ مکہ کو اہل مکہ نے خالی بھی کر دیا تھا۔ پیغمبر اسلام کے پاس دس ہزار مسلح فوج بھی تھی۔ پھر پیغمبر اسلام کا وطن یہی مکہ تھا اور اصحاب پیغمبر بھی اسی مکہ کے باشندہ تھے اور سخت اذیتیں دیکر مکہ سے نکالے گئے تھے۔ لہٰذا عیوض معاوض گلہ ندارد۔ پہلے کفار مکہ نے پیغمبر اسلام کو نکال دیا اور اب مکہ پر اہل اسلام کا قبضہ تھا۔ اگر اس وقت اہل اسلام مکہ کو تہ تیغ بھی کر دیتے تب بھی حق بجانب تھے۔

تاریخ عالم میں ایسے ہی واقعات پائے جاتے ہیں۔ اور انہی واقعات کو شجاعت سمجھا تا ہے مگر وہ شجاعت نہیں ہوتی۔ بلکہ نقل شجاعت ہوتی ہے۔ پیغمبر اسلام کا یہ انداز شجاعت جداگانہ ہے۔ گویا آپ کو یقین ہے کہ ہم مکہ سے بار بار چلے جانے کے بعد بھی اتنی طاقت کے مالک ہیں کہ پھر مکہ و اہل مکہ پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ آپ کو گویا اپنی فطری شجاعت پر اعتماد کامل ہے۔ اور در حقیقت وہ حقیقی شجاع ہے۔ جو اپنے اوپر کامل اعتماد رکھتا ہو۔

غزوہ موتہ۔ پیغمبر اسلام نے حارث بن عمیر ازدی حاکم بصرہ کے نام خط دیکر بھیجا تھا۔ جب حارث سرزمین موتہ جو بیت المقدس سے دو منزل پر واقع ہے پر پہنچے تو وہاں شرجیل بن عمرو غسانی جو دربار قیصر کا ایک سردار تھا۔ حارث سے دوچار ہو گیا۔ اس نے حارث سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم محمدؐ امین پیغمبر اسلام کے قاصد ہو۔ حارث نے اقرار کیا۔ شرجیل نے حکم دیکر حارث کو قتل کرا دیا۔

پیغمبر اسلام کو جب حارث کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے تین ہزار لشکر بہ سرکردگی جعفر ابن ابی طالب موتہ کی جانب روانہ فرمایا۔ تفصیل واقعہ موتہ اسی کتاب کے باب حکمت میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں تو مختصراً اتنا بتانا ہے کہ شجاع کے جذبات و تاثرات ایسے مواقع پر کیا ہوا کرتے ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے اس موقعہ پر کس پہلو سے شجاعت کو اختیار کیا؟

بہرحال لشکر روانہ ہوا اور پیغمبر اسلام نے تا دور لشکر اسلام کی مشایعت کی۔

(۱) اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۱۳۵

بہرحال لشکر اسلام آراستہ ہو کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ جناب رسول خدا صلعم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس نفیس لشکر اسلام کی مشایعت کی اور شام کی طرف ان کو رخصت فرما کر واپس آئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث بن عمیر کے پیغمبر اسلام کی اور کوئی غرض نہیں تھی۔ لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرمائے گئے۔

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو دعوت اسلام دینا۔ اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کر لیں تو پھر مقابلہ مقاتلہ کی مطلق ضرورت باقی نہیں۔

(۲) اخوت اسلامی اور محبت انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اس مقام پر ضرور جانا جہاں حارث بن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے۔

کتاب ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران جلد اول ص ۳۱۷ :-

(۲) لاجرم چوں بازار گیر و دار رواجی گرفت کافراں پشت با جنگ دادہ ہزیمت شدند و مسلماناں از قفائے ایشاں بتاختند و بسیار کس بکشتند و غنیمت فراواں از کفار بہرہ مسلماناں گشت۔	جب بازار قتال گرم ہو گیا اور گھمسان کا رن پڑا تو کافروں نے منہ موڑ لیا اور بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور قتل کیا اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا ...
(۳) تعداد لشکر دشمن ناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۱۷ بالجملہ لشکر شرجیل از صد ہزار مرد افزوں آمد۔	مختصر یہ کہ شرجیل کا لشکر سو ہزار یعنی ایک لاکھ سے زیادہ تھا۔

مختصر حوالیات تاریخی سے یہ امر واضح ہو گیا کہ پیغمبر اسلام نے جب سنا کہ آپ کا قاصد بے خطا بے قصور راہ میں مارا گیا اور شرجیل نے قیصر روم کی طاقت و کثرت فوج کے گھمنڈ کی وجہ سے قاصد کے ساتھ بے رحمانہ و حقیرانہ برتاؤ کیا ہے۔ تو آپ کو غصہ آیا۔

غور طلب یہ امر ہے کہ بحیثیت شجاع ترین افراد ہونے کے اس موقعہ پہ پیغمبر اسلام کا کیا فریضہ ہونا چاہیئے تھا۔ ایک تو یہ کہ حارث بن عمیر قاصد اسلام کے قتل پہ خاموش رہتے اور صبر کرتے۔ تو یہ فعل ایک بزدلانہ تھا۔ کہ اپنی اور اپنے لشکر اور اپنی قوم کی ذلت پر کوئی بہادر راضی ہو جائے۔ اگر پیغمبر اسلام اس موقعہ پہ خاموش ہو جاتے۔ تو ہمیشہ کیلئے دامن شجاعت پر بزدلی کا داغ لگ جاتا دوسری صورت یہ تھی کہ شرجیل کو بذریعہ خط کے تہدید کر دی جاتی تو بھی علامت کمزوری کا اظہار تھا

کیونکہ وہ اس سے بدتر سلوک دوسرے قاصد کے ساتھ کرتا۔ اور پھر زیادہ سے زیادہ ذلت قوم ہوتی اور اس کو موقعہ جرأت و دلیری و غلبہ حاصل ہو جاتا۔

تیسری صورت یہ تھی کہ اس کا مقابلہ کیا جائے اور جو کچھ بھی نتیجہ ہو فتح یا شکست اس کو برداشت کیا جائے۔ پیغمبر اسلام نے یہی معزز و موقر و مناسب اصول و توانین شجاعت طریقہ اختیار کیا اور آپ نے اپنی فوج کے بہادروں کو تین ہزار فوج دیکر روانہ کر دیا۔ اور کچھ دور تک خود بھی ان کے ہمراہ تشریف لیگئے۔

اگر مقابلہ شرجیل سے ہوتا تو یہ تین ہزار اسلامی بہادر اس کیلئے بہت کافی تھے۔ مگر شرجیل خود تو قلعہ بند ہو گیا اور اس نے قیصر روم سے افواج طلب کر لیں یہ افواج ایک لاکھ کی تعداد میں آگئیں۔ اور اب تین ہزار مسلمانوں کا مقابلہ ایک لاکھ سے ٹھہرا۔ اسی سخت مقابلہ کی وجہ سے اس جنگ میں اسلام کے شجاع جاں نثار مثل جعفر ابن ابی طالب زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ شہید ہو گئے مگر انہوں نے شجاعت کے وہ بے نظیر جوہر دکھائے کہ دشمن فوج کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔

پیغمبر اسلام نے قتل حارث بن عمیر قاصد اسلام کے قصاص کیلئے جو تدبیر اختیار فرمائی وہ اعلیٰ نمونہ شجاعت تھا۔ اس کے علاوہ جو صورت بھی اختیار کی جاتی وہ خلاف قانون شجاعت مخل ہوتا پیغمبر اسلام نے شجاعت کے اصول کو مختلف پہلوؤں سے ظاہر فرمایا ہے اور یہی وہ شجاعت ہے جو حکمت کے مطابق و موافق ہے۔

جنگِ سلاسل - اس جنگ کی تفصیلات باب حکمت میں ملاحظہ کیجئے۔ اس موقعہ پر تو صرف اتنا ہی لکھنا ہے۔ کہ جنگ سلاسل میں بھی پیغمبر اسلام نے اپنی شجاعت کا ایک نمونہ کامل پیش فرمایا ہو ملاحظہ ہو۔

(۱) تاریخ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۸۰ باب چہل و دوم :-

قطب راوندی و سائر مفسران و محدثان از حضرت صادق و ابن عباس روایت کردہ اند کہ دوازدہ ہزار سوار از وادی یالبس جمع شدند و بایکدیگر عہد کردند و سوگند یاد کردند کہ از یکدیگر جدا نہ شوند

قطب راوندی اور تمام دیگر مفسرین و محدثین نے حضرت صادق اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بارہ ہزار سوار وادی یالبس کے جمع ہوئے اور انہوں نے باہم عہد کر لیا اور قسم کھائی کہ وہ ایک دوسرے کی امداد کریں گے اور ایکدوسرے سے

وترک یاری یکدیگر نکنند تا محمد و علی را بقتل رسانند۔ — سے جدا نہ ہونگے جب تک وہ محمد و علیؑ کو قتل نہ کرلیں گے۔

وادی یابس مدینہ سے صرف پانچ منزل فاصلہ پر واقع تھی۔ اور مختلف قبائل نامور نے یہ عہد کیا تھا کہ سب ملکر محمد و علی کو ختم کردیں۔ تاکہ نہ بانی اسلام رہے اور نہ حامی اسلام رہے پیغمبر اسلام کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے عمرو بن عاص کو دو سو سوار دیکر بھیجا۔ وہ مقابلہ میں جاکر خوفزدہ ہوا۔ اس نے کمک مزید طلب کی پیغمبر اسلام نے مزید کمک بھیجی اور عمر ابن خطاب و ابوبکر بن قحافہ کو بھی افواج کے ہمراہ بھیج دیا۔

مگر جب یہ لوگ اور لشکر اسلام لشکر کفار کے مقابلہ میں پہنچا تو انہوں نے ان کو بتایا کہ ہماری غرض محمد و علی سے جنگ کرنے کی ہے تم سے ہمکو کوئی سروکار نہیں ہے۔ لہذا یہ ہر سہ بہادران اسلام واپس آگئے اور پیغمبر اسلام کو بتا دیا کہ وہ لوگ تو صرف آپؐ کو اور علی کو بلانا اور قتل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سے جنگ کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔۔

پیغمبر اسلام نے جب فوج اسلام کے سرداروں کا یہ حال دیکھا تو آپؐ نے اجتماع اصحاب میں خطبہ پڑھا اور اس کے بعد کل حالات بیان فرمائے۔ اور علی ابن ابی طالب کو پھر وہی دو سو سوار دیکر روانہ فرمایا۔ علی نے جب وادی یابس میں قدم رکھا۔ سرداران قبائل نے مقابلہ میں آکر وہی سابقہ کلام کیا اور اپنی کثرت افواج و طاقت سے ڈرایا۔ علی نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تم لوگ اپنی کثرت فوج سے ڈراتے ہو مجھ کو تو خدا اور ملائک کی مدد حاصل ہے۔

پھر آپ نے بہنگام سحر جبکہ وہ خواب غفلت میں تھے شبخون مارا اور ان کے بہادروں کو قتل کیا اور باقی کو گرفتار کرکے اسباب و سامان غنیمت ساتھ لیکر خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ پیغمبر اسلام نے علی کا استقبال کیا اور علی کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور سورہ عادیات نے نازل ہوکر بازوئے علی ابن ابی طالب کی طاقت اور لشکر اسلام کی مدح فرمائی۔

یہ چند سطور تو صرف ربط و سلسلہ بیان کیلئے لکھی گئیں ناظرین خود بہ نظر انصاف غور فرمائیں۔ کہ اس جنگ میں پیغمبر اسلام نے شجاعت کا ایک جدید نمونہ پیش فرمایا ہے۔ عمر ابن عاص کا خود فرمائش کرکے اجازت جنگ لینا اور پیغمبر کا اس کے ہمراہ صرف دو سو افراد کو کر دینا۔ وادی یابس میں پہنچ کر دہ ہزار فوج دیکھ کر عمرو عاص کا کمک طلب کرنا اور پھر پیغمبر اسلام کا عمر ابن خطاب و ابوبکر بن قحافہ ممتاز اعراب کو کچھ فوج دیکر مقابلہ کیلئے بھیجنا۔ پھر بھی بارہ ہزار کی کثیر تعداد فوج سے ان بہادران

اسلام کا واپس ہونا۔ گویا یہ امور جنگ کی اہمیت اور دشمن فوج کی کثرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور بار بار نفس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ و مقابلہ بہت مشکل تھا۔ مگر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی پیغمبر اسلام لشکر جرار کو فوج کشی کا حکم نہیں دیتے۔ اور نہ خود ہی وادی یابس میں جمع شدہ بارہ ہزار فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے تشریف لے جاتے ہیں۔ پھر اس اہم مہم کیلئے علی ابن ابی طالب کو روانہ فرماتے ہیں۔ اور اس پہ طرہ یہ ہے کہ وہی دو سو افراد ہمراہ کئے جاتے ہیں جو پہلے سرداروں کے ہمراہ کئے گئے تھے...

اس موقعہ نازک پر اگر دنیا کا کوئی دوسرا کمانڈر ہوتا۔ تو کثیر افواج کو روانہ کرتا۔ یا خود پوری طاقت کو ہمراہ لیکر روانہ ہو جاتا کیونکہ اس کو خوف پیدا ہو جاتا کہ مبادا بارہ ہزار کی فوج ہمارے ضعف و کم سپاہی و کم طاقتی کا سراغ نہ لگا لے۔ اس کی جرأت و ہمت نہ بڑھ جائے اور وہ ہم کو کمزور سمجھ کر پوری قوت سے حملہ کر کے ہمارا قلع و قمع ہی نہ کر ڈالے۔ لہٰذا اس پر شدید ترین حملہ کیا جائے۔ مگر کمانڈر ایسا کیوں کرتا صرف اسی لئے کہ اسکو دشمن کے حملہ یا طاقت کا خوف ہوتا۔ لیکن جو انسان ایسا شجاع و بہادر ہو کہ اس کو دشمن کی ہر طاقت و کثرت کمزور و قلت نظر آتی ہو اور جسکو اپنی ذات ہی پر کامیابی و فتح کا اعتماد ہو وہ یہ سب کچھ کیوں کرتا...

لہٰذا پھر پیغمبر اسلام نے وہی دو سو افراد دیکر علی کو روانہ فرمایا اور علی نے اسی اطمینان و اعتماد کامل کے ساتھ اس بارہ ہزار کی جماعت کو قتل و اسیر کر لیا اور پیغمبر اسلام کو خوشخبری سنا دی۔ پیغمبر اسلام نے اس بہادر کو داد شجاعت دی۔ گویا شجاع ترین فرد عالم نے اپنے شاگرد رشید کی شجاعت کے جوہروں کو پرکھا۔ اور ان کو کامل العیار پاکر ان کی داد دی...

پیغمبر اسلام کے اس فعل سے صرف مدح علی کا ہی اظہار نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ پیغمبر اسلام کے اس فعل مدح و طرز مقابلہ سے پیغمبر اسلام کی ذاتی شجاعت و سکون قلب و اعتماد فتح کا ثبوت ملتا ہے۔ ایسے افعال و ایسے نازک و اہم مواقع پر ایسے ہی افراد سے سرزد ہوا کرتے ہیں جو پر دل اور شجاع ہوتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے اس جنگ کے انداز سے ایک باب شجاعت کا اضافہ کر دیا۔ اور اہل عالم کو ایک جدید نمونہ شجاعت کا دکھا دیا۔

شجاعت واقعہ سی و دوم فتح مکہ رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء

فتح مکہ کے حالات و اسباب کی تفصیل اس کتاب کے باب حکمت میں ملاحظہ کیجئے اس موقعہ پر صرف اس واقعہ کا وہ پہلو روشن کیا جا رہا ہے جس کا تعلق پیغمبر اسلام کی شجاعت سے ہے۔

ارباب تاریخ جانتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ اہل اسلام کا حلیف و ہم عہد تھا بنو بکر اور بنی خزاعہ میں قدیمی عداوت تھی، بنو بکر نے موقعہ پہ پاکر بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش مکہ نے خلاف معاہدہ و شرائط صلح حدیبیہ بنو بکر کی حمایت کی اور بنو خزاعہ کا قتل عام شروع کر دیا۔

بنو خزاعہ کے چالیس مرد استغاثہ لیکر مدینہ پہنچے پیغمبر اسلام مسجد میں تشریف فرماتھے کہ ایکایک چند فرد نے بایں الفاظ فریاد کی :۔

لاھمّ انی شاھد محمّداً　　حلف ابینا وابیہ الاتلدا

کوئی غم نہیں ہم محمدؐ کو وہ معاہدہ یاد دلائیں گے جو ان کے اور ہمارے قدیم خاندان میں موجود ہے۔

ترجمہ شعر ۲۔ اس عہد پر ہم پیدا ہوئے ہیں اور اسی پر ہماری اولاد بھی قائم رہیگی ہم اس کے بعد اسلام بھی لائے اور اب اس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔

ان القریش اخلفوک الموعدا !!　　ونقصوا میثاقک المؤکدا

قریش نے آپ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور آپ کے عہد مؤکد کو توڑ دیا

ھم تنبونا بالوتیر ھجّدا　　فقتلونا رکعاً و سجّداً

مخالف ہمارے گھر پر چڑھ آئے اور ہمکو بحالت رکوع و سجود قتل کر ڈالا

رسول اللہ انصر نصراً عتدا　　ودع عباد اللہ یاتو مددا

اے خدا کے رسول ہماری نصرت کر اور خدا کے بندوں کو بلا سب مدد کو حاضر ہوں گے

پیغمبر اسلام نے ان چالیس مظلومین فریادیوں کو اپنے سامنے بلایا ان سے حالات دریافت فرمائے جنہوں نے حالات کو بیان کیا۔ واقعات اتنے دردناک تھے کہ پیغمبر اسلام ان کے سننے کی تاب نہ لاسکے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور اس وقت ردائے مبارک زمین پر کھنچی جاتی تھی اور آپ زبان مبارک سے فرما رہے تھے۔

"اگر میں بنو خزاعہ کی مدد نہ کروں تو مجھ کو بھی مدد نہ ملے"۔

اس کے بعد آپ نے ان مظلومین کو اطمینان دلا کر واپس کیا اور اس کے بعد پیغمبر اسلام نے قریش مکہ کے پاس قاصد بھیجا اور ان کو تین شرطیں لکھ بھیجیں۔

۱) مقتولین بنو خزاعہ کا خون بہا دیا جائے

۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائیں۔

۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

اس کے بعد ۱۰ ر رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار کا لشکر ہمراہ لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور اس کے بعد کے واقعات الفاظِ مورخین میں بیان کئے جاتے ہیں ۔

(۱) اثناء راہ میں قریب مکہ عباس ابن عبدالمطلب و ابو سفیان کی ملاقات ہوگئی ۔ تاریخ ابن ہشام کی عبارت ملاحظہ ہو ۔

فقال یا ابا الفضل قلت نعم ۔ قال مالک فداک امی وابی قال ویحک یا ابا سفیان ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الناس واصباح قریش واللہ قال فما الحیلۃ فداک امی وابی قال قلت واللہ لئن ظفربک لیضربن عنقک فارکب فی عجز ھذہ البغلۃ حتی اتاک رسول صلعم فاستامنہ ۔

عباس ابن عبدالمطلب بیان فرماتے ہیں کہ ابو سفیان نے کہا اے ابو الفضل ۔ میں نے کہا ہاں ۔ ابو سفیان بولا میرے والدین آپ پر فدا ہوں ۔ یہ کیا ہے ۔ میں نے کہا یہ رسولِ خدا کا لشکر ہے اور قریش کیلئے ۔ خدا کی قسم اب صبح ہے ۔ ابو سفیان بولا میری جان بچنے کا کوئی حیلہ ہے ؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ۔ میں نے کہا یہ سمجھ لے کہ صبح ہوتے ہی تیری گردن ماری جائے گی بہتر ہے کہ میرے خچر کے پیچھے سوار ہونے میں تجھ کو خدمت رسول میں لے جاکر امان دلوا دوں ۔

(۲) طبری ص ۱۶۳۲ ۔

فقال العباس فقلت لہ ویحک تشھد شھادۃ الحق قبل واللہ ان تضرب عنقک قال فتشھد ۔

عباس ابن المطلب نے ابو سفیان سے کہا ۔ وائے ہو تجھ پر جلدی سے کلمہ شہادت پڑھ ورنہ خدا کی قسم ابھی تیری گردن ماری جائے گی ۔ عباس کہتے ہیں پس ابو سفیان نے کلمہ شہادت پڑھا ۔

(۳) علامہ شبلی سیرت النبی ص ۳۷۶ ۔

ابو سفیان کے پچھلے کارنامے سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعویدار تھی ۔ مدینہ پر بار بار حملہ ، قبائل عرب کا اشتعال ، آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرنے کی سازش ، ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہوسکتی تھی ۔ لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز (عفو نبوی) تھی اس نے آہستہ سے ابو سفیان کے کان میں کہا کہ :-

"خوف کا مقام نہیں ہے ۔"

(۴) تاریخ صـــ ۱۹۳ :-

عن ابن عباس فقلت یارسول اللّٰہ	عباس نے بیان کیا ہے کہ میں نے کہا۔
ان ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل	یارسول اللّٰہ ابوسفیان ایک مفاخرت
لہ شیئاً یکون فی قومہ فقال نعم من	پسند آدمی ہے اس کیلئے کوئی امتیاز خاص
دخل دار ابو سفیان فھو آمن	عنایت ہو جو اس کی قوم میں اس کے
ومن دخل مسجد فھو آمن ومن	امتیاز کا باعث ہو۔ آپؐ نے فرمایا اچھا۔
اغلق بابہ فھو آمن۔	پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان

کے گھر میں چلا جائے گا۔ وہ امان میں ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیگا وہ امان میں ہے -- اور جو مسجد میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہے۔

(۵) روضۃ الاحباب صـــ ۳۷۴ :-

ہمہ طوائف را آنحضرت گفت باید کہ ہیچ کس	مکہ میں داخل ہونیکے بعد پیغمبر اسلام نے ہر
مقابلہ و محاربہ نکند مگر آنکس کہ خیرگی نماید و	دستہ فوج کو حکم دیدیا تھا کہ کسی سے محاربہ
باشما مقابلہ و محاربہ کند ---	و مقاتلہ نہ کیا جائے۔ بجز اس شخص کے جو تم

سے بدی کرے اور مقابلہ و مقاتلہ کرنا چاہے --

(۶) اسوۃ الرسول صـــ ۱۷۲ جلد سوم :-

داخلہ مکہ سے پہلے تمام لشکر اسلام میں حکم عام دیدیا گیا :-

۱ - جو شخص ہتھیار رکھدے اسے قتل نہ کرو

۲ - جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

۳ - جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ قتل نہ کیا جائے۔

۴ - جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ قتل نہ کیا جائے۔

۵ - جو شخص حکیم ابن حزام کے گھر میں چھپ جائے اس کو امان ہے۔

۶ - بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷ - زخمیوں کو قتل نہ کرو۔

۸ - قیدیوں کو قتل نہ کرو۔

(۷) رحمۃ للعالمین مطبوعہ لاہور۔ صـــ ۱۲۳ :-

فتح مکہ سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلعم کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقعہ دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے آپؐ کے قریب پہنچا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ فضالہ آتا ہے؟ ۔ فضالہ بولا ہاں! نبی نے فرمایا تم ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے۔ فضالہ نے کہا کچھ نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی صلعم یہ سن کر ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا اچھا۔ تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو یہ فرمایا اور دست مبارک فضالہ کے سینہ پر رکھ دیا فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ کے رکھدینے سے مجھے بڑا اطمینان قلب حاصل ہو گیا اور آنحضرت صلعم کی محبت اسقدر میرے دل میں پیدا ہو گئی کہ حضور سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

استنباط نتائج

سنہ ۶ھ میں پیغمبر اسلام اور اہل مکہ کے درمیان میں معاہدہ ہوا تھا۔

اہل مکہ نے ۸ھ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور بنو خزاعہ حلیف اہل اسلام کے خلاف بنو بکر سے مل گئے اور بنو بکر کے ہمراہ ملکر بنو خزاعہ کا قتل عام کر ڈالا۔ بہادر شجاع قوم ہو یا فرد کبھی اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ بزدل اور کمزور دل انسان جب کبھی بھی موقعہ پاتا ہے۔ اپنے دشمن کو فنا کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور معاہدہ پر قائم نہیں رہتا۔ قریش مکہ نے معاہدہ صلح حدیبیہ کے خلاف اہل اسلام کی مخالفت کی اور اہل اسلام کے حلیف و ہم عہد بنو خزاعہ کو قتل و غارت کر ڈالا۔

پیغمبر اسلام کے سامنے مظلومین بنو خزاعہ نے فریاد کی اور اپنی دردناک داستان سنائی اس موقعہ پر بحیثیت ایک شجاع فرد ہونے کے پیغمبر اسلام کا کیا فرلیضہ تھا۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ آپؐ ان کے باہمی قضیہ میں دخل نہ دیتے۔ اس صورت میں قبائل عرب کو اہل اسلام کے ہم معاہدہ و حلیف ہونے کا اعتبار اٹھ جاتا اور وہ سب اہل اسلام کو بزدل اور کمزور سمجھنے لگتے۔ دوسرے یہ کہ پیغمبر اسلام کی شجاعت ذاتی پر حرف آجاتا۔ کیونکہ پہلے تو شجاع کا فرلیضہ یہی ہے کہ جب وہ کسی مظلوم کو ناحق کا شکار بنتے دیکھے اور وہ مظلوم اس سے فریاد بھی کرے تو بہر حال اس شخص شجاع کو اس کی مدد پر اپنا مال و جان سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے۔ پیغمبر اسلام نے یہی کیا اور بنو خزاعہ کو تسلی دی اور قریش کو بتا دیا کہ انہوں نے معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا اس صلحنامہ پر ہمارا پابند رہنا بھی ضروری نہیں ہے۔

ابوسفیان کو جب پیغمبر اسلام کے ارادہ فتح مکہ کا حال معلوم ہوا تو وہ مدینہ آیا اور اس نے

بہ لطائف الحیل چاہا کہ پیغمبر اسلام اپنے ارادہ سے باز آجائیں۔ مگر پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ اب یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنی کمزوری کا اظہار کریں اور مظلومین بنو خزاعہ کی مزید دلشکنی کا باعث ہوں۔ آپ نے دس ہزار کا لشکر ہمراہ لیکر مکہ کا رخ کیا اور یہی فعل حقیقی شجاعت پیغمبر تھا۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔۔۔۔۔۔

قریش مکہ نے بارہا مدینہ پر حملے کئے تھے اور پیغمبر اسلام کو ختم کر دینے کے بار بار منصوبے بنائے تھے۔ اور فوج کشیاں کی تھیں ان کا سپہ سالار ابو سفیان تھا۔ اس موقعہ پر اگر کوئی دوسرا کمانڈر ہوتا اور اُس عہد کا نہیں بلکہ مہذب اور متمدن عہد کا کمانڈر ہوتا تو اہل مکہ سے دل کھول کر انتقام لیتے۔ اور اہل مکہ و قریش کا زن و بچہ کو لہو میں پسوا دیتا۔ اور حقیقت میں وہ جتنا بھی ظلم کرتا وہ اہل تاریخ کے نزدیک صرف تحریف انتقام میں تھا۔ مگر یہ صورت شجاعت بہت پست درجہ کی شجاعت تھی بلکہ یوں کہوں کہ جذبہ انتقام بصورت شجاعت نظر آتا۔ مگر حقیقت میں منتہائے نقطہ شجاعت نہ ہوتا ہر فضیلت کے درجات ہوتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے جس منتہائے نقطہ شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ قریش مکہ نے پیغمبر اسلام کو وطن سے نکالا۔ جانی دشمن ہو گئے۔ کوئی تدبیر قتل کرنے کی باقی نہیں رکھی۔ جب پیغمبر اسلام وطن سے بے وطن ہو گئے تو دوسرے شہروں میں بھی پناہ نہ لینے دی اور طرح طرح کی اذیتیں خود بھی دیں اور جہاں بھی ہجرت کی وہاں ہی پہنچ کر پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو ستایا اور وہاں سے بھی ان کو نکالنے کی کوششیں کیں۔ آخر پیغمبر اسلام اور چند غریب مسلمان مدینہ آگئے تو وہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں لشکر لیکر حملہ آور ہوئے اور ایک دو بار نہیں بلکہ ہر سال کا دستور یہی بنا لیا تھا کہ اہل اسلام پر مدینہ پہنچ کر حملہ کیا جائے۔ اور پیغمبر اسلام کا قطعی خاتمہ کر دیا جائے۔۔

پھر جب پیغمبر اسلام حج و عمرہ کیلئے مکہ آئے تو ان کو داخل مکہ نہیں ہونے دیا اور ان کو واپس کر دیا۔ بہر حال کوئی ظلم ایسا نہ تھا کہ قریش مکہ نے پیغمبر اسلام پر نہ کیا ہو۔ ان تمام حالات کے مطابق پیغمبر اسلام بعد فتح مکہ قریش مکہ کو جو بھی سزا دیتے۔ وہ سب عین انصاف تھا۔ اور خلاف شرائط و قوانین شجاعت بھی نہ تھا۔

مگر اہل مکہ کو اس موقعہ پر سزا دینا اور ان سے انتقام لینا تو مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ مرعوب اور بے بس تھے۔ اور پیغمبر اسلام دس ہزار کا مسلح لشکر جرار رکھتے تھے۔ مگر پیغمبر اسلام اہل عالم کے سامنے شجاعت کا ایک ایسا اعلیٰ و ارفع نمونہ رکھنا چاہتے تھے جو اپنی مثال آپ ہو۔ اور بس۔

چنانچہ آپ نے عباس بن عبد المطلب کی سفارش پر ابو سفیان کو معاف کر دیا۔ اور پھر دوسری سفارش پر ابو سفیان جیسے دشمن کے گھر کو دار الامان بنا دیا۔ اور اس امان کو اتنا عام کر دیا کہ جو شخص بھی اپنا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے۔ پیغمبر اسلام کی اس منزلت شجاعت کو کچھ وہی خوب سمجھ سکتے ہیں جن کے سینوں میں قدرت نے شجاع و بہادر دل دیا ہے۔

پیغمبر اسلام کی اس بے مثال شجاعت کا یہ اثر ہوا کہ قریش جو بدترین دشمن اسلام تھے۔ بہترین موحد اور مسلم بن گئے اور ہمیشہ کیلئے اہل مکہ کو مرکزیت ظاہری و باطنی حاصل ہوگئی۔ پیغمبر اسلام نے عظیم المثال نمونہ شجاعت و بُردلی کا اظہار کر کے قلوب اہل مکہ کو فتح کر لیا اور اہل مکہ پر یہ نظر کرم و رحم کر کے اہل عالم کے قلوب کو مسخر کر لیا۔ اور بتا دیا کہ شجاع انتقام کا درپے نہیں ہوتا بلکہ اگر دشمن خود شرمندہ اعمال ہو جائے تو عین شجاعت یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے۔ اور اس طرح اس کے قلب و روح کو مفتوح بنا لیا جائے۔

ظاہر ہے کہ مکہ کے در و دیوار پیغمبر اسلام کے دشمن تھے۔ اور وہاں کا بچہ بوڑھا زن و مرد پیغمبر اسلام کے خون کے پیاسے تھے۔ اور پیغمبر اسلام کے فاتحانہ داخلہ مکہ کو بنظر عداوت و انتقام دیکھ رہے تھے۔ اس خوفناک ماحول میں پیغمبر اسلام پر بحالت طواف میں فضالہ بن عمیر کا تلوار سے حملہ کا ارادہ کرنا سخت ترین فعل تھا۔ بیشک پیغمبر اسلام کو بعد علم ہو جانے کے اسکو قتل کر دینا ہی چاہئے تھا مگر پیغمبر اسلام کا فضالہ کو ٹوک دینا اور پھر اتنا ہی نہیں اس کو ہدایت کرنا کہ وہ ارادہ قتل کی درگاہ الٰہی سے معافی مانگے اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ اس جانی دشمن کے سینے پر دست شفقت رکھ کر اس کو برکت دینا اور اس کے قلب کی کدورت دور کر دینا پیغمبر اسلام کا وہ کارنامہ تھا۔ جو آپ کی انتہائی بُردلی، جرأت و ہمت و بے مثال شجاعت کا ثبوت ہے۔

دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بغور و بنظر انصاف مشاہیر و شجاعان عالم کے کردار کا مطالعہ کریں۔ اور ایسے مواقع جو پیغمبر اسلام کے سامنے آئے۔ جب کبھی ان شجاعان کے سامنے آئے ہیں تو انہوں نے کیا کیا ہے؟ صفحات تاریخ شمشیر انتقام سے لاتعداد انسانوں کا خون بہتے ہوئے پیش کریں گے۔ اور انسانیت ظلم و تشدد کی وجہ سے تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔ اور اوراق تاریخ عالم خون مظلومین سے رنگین نظر آئیں گے۔ بجز کردار پیغمبر اسلام کے کہ آپ کا کردار ایسے مواقع پر بے مثل شجاعت و عفو کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرے گا۔

شجاعت، تتمہ کلام فتح مکہ

شجاعت انسان کا شرف ذاتی ہے، شجاعت جذبہ غضب کے نقطہ اعتدال کا نام ہے۔ انسان جب اپنے کسی ذاتی مقصد کے درمیان رکاوٹیں پاتا ہے تو اسکو درمیان سے ہٹا کر اپنے مقصد پر فتح چاہتا ہے۔ تاریخ عالم میں لاتعداد لڑائیاں ہوئی ہیں خونریز جنگوں سے دامن تاریخ رنگین نظر آتا ہے۔ مگر یہ لڑائیاں صرف مقاصد شخصی، استبداد ذاتی، اقتدار انفرادی یا قومی کے حصول کی غرض سے ہوتی رہی ہیں۔ ان لڑائیوں میں لاتعداد بہادر و شجاع جاں نثاریاں دکھاتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مگر چونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ جب موقع پاتا ہے اپنا اقتدار و تسلط افراد یا اقوام پر قائم کرتا ہے اور یہ ایک ایسا لامتناہی لامحدود سلسلہ ہے جو آدم سے تا ایں دم ختم نہیں ہوا ہے اور نہ تا قیام قیامت ختم ہو گا۔ کیونکہ فطرت انسانی نہیں بدلتی۔۔

پیغمبر اسلام نے اس موقع فتح مکہ پر کامل طور پر اس امر کا مظاہرہ فرمایا کہ اظہار جذبہ شجاعت کا ایک اعلیٰ مقصد ہونا چاہیئے۔ اور وہ صرف یہ ہے کہ توحید خدائے یگانہ کی تبلیغ کی جائے اور تمام ان رسوم کو مٹا دیا جائے جو انسان کو ایک دوسرے کا غلام و پابند بناتی ہیں اور باہمدیگر ایکدوسرے پر تفوق کا سبب ہوتی ہیں۔ اسی قانون و کلیہ کے اظہار کی غرض سے آپ نے کعبہ کے بتوں کو مسمار کر دینے کے بعد تمام اہالیان مکہ کو جمع کیا۔ عجیب سماں تھا کہ دس ہزار افواج اسلامی کا اجتماع تھا۔ اہالیان مکہ معہ اپنے شرفاء و سرداروں کے موجود تھے۔ قرب و جوار کے بکثرت افراد جمع تھے۔ مجمع کی یہ کثرت تھی کہ کہیں ارض مکہ میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی لوگوں کا اشتیاق لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔ ان کے دل سینوں میں دھڑک رہے تھے۔ چہروں پر عالم یاس طاری تھا۔ ان کے نفس تنگی کر رہے تھے۔ دم گھٹا جا رہا تھا۔ وہ بے تابانہ منتظر تھے کہ فاتح مکہ بلکہ فاتح عرب نہ معلوم ہم دشمنان اسلام کیلئے کیا حکم صادر فرماتا ہے۔ ایک ایک لمحہ ان کو پہاڑ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ لبہائے رحمت عالمین کو جنبش ہوئی اور پیغمبر اسلام نے ان الفاظ میں خطبہ شروع فرمایا:۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ الا کل ماثرۃ ودم ومال یدعیٰ فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت وسقایۃ الحاج یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآبا الناس من آدم من تراب۔

بجز خدائے واحد کے دوسرا خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام جتھے (لشکر) بھاگ گئے تنہا رہ گئے، ہاں تمام مفاخر تمام انتقامات خونہائے قدیم تمام خوں بہا اب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ بجز تولیت کعبہ سقایۂ حجاج کے۔ اے قوم قریش یہ تمہارا جاہلیت کا غرور و نسل کا افتخار خدا نے مٹا دیا تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں آدم مٹی سے بنے تھے

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی :-

یاایھاالناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثی وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم و خبیرٌ ۔ (سیرت النبی جلد اول ص۳)	لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن خدا کے نزدیک شریف تروہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو خدا بڑا دانا اور واقف کار ہے

پیغمبر اسلام نے اس تقریر سے یہ امر واضح کر دیا کہ اگر انسان اپنی بہادری و شجاعت کا مظاہرہ کرے تو حقیقی شجاعت وہی ہوگی جو حق کے اثبات و تحفظ حقوق کے موقع پر کام آئے۔ تقریر پیغمبر اسلام کے صرف دو جزو ہیں۔ اول توحید خدا، دوم مساوات۔ گویا آپؐ نے اپنی پچھلی جنگوں اور موجودہ فتح مکہ کا نچوڑ اور اپنی شجاعت کا مقصد و کارنامہ یہی ظاہر فرمایا کہ میں صرف توحید خدا کی تبلیغ کیلئے ہر صلح و جنگ کر رہا تھا۔ اور حقوق انسانی اور ان کی مساوات کے ہمیشہ قائم رکھنے کیلئے ہر میدان میں شجاعانہ قدم رکھ رہا تھا۔ مدبران عالم، مصلحان اقوام، تاجداران دنیا، شہنشاہان روئے زمین کیلئے پیغمبر اسلام کا یہ عمل ایک اعلیٰ دستور العمل حیات اور نمونہ شجاعت ہے کہ اگر ان کو قدرت نے بہادر دل اور شجاع فطرت دی ہے تو اس کا صحیح مصرف صرف یہی دو کام ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ ان دو مقاصد کے علاوہ اپنی خداداد شجاعت کے جوہروں کو صرف کریں گے تو وہ شجاعت نہ ہوگی بلکہ حیوانیت ہوگی۔ ظلم ہوگا استبداد ہوگی اور درندگی ہوگی۔ ان صورتوں میں انسان نقطہ شرف انسانی سے بھی گر کر درندوں اور حیوانوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہو جائے گا۔

آج ایٹمی دور ہے۔ تمام اقوام و ممالک تلے بیٹھے ہیں کہ کب وہ اپنی ایٹمی طاقتوں کا مظاہرہ کریں اور کب کائنات کو خواب عدم کی گہری نیند سلا دیں۔ اور مابقی نسلوں کو سسکتا ہوا دیکھیں۔ مگر ان اقوام اور ان کے لیڈروں کا مقصد جنگ صرف تفوق ذاتی و اقتدار قومی و استبداد انفرادی سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جسکی حدود نامعلوم ہیں اور ان کا مقصد محدود ہے۔ مگر پیغمبر اسلام کا نمونہ شجاعت ہر قدم حقوق انسانی کا محافظ اور توحید ربانی کا مبلغ ہے۔ موخر الذکر مقصد لافانی رہے گا۔ اور اس کو ابدیت حاصل ہوگی اور اول الذکر مقصد صرف کچھ مدت باقی رہ کر فنا ہو جائے گا۔ اور اس کے علمدار آنیوالی نسلوں کے نزدیک ذلیل و خوار و قابل لعنت سمجھے جائیں گے۔ اگر مشاہدہ کرنا ہو تو ان سے پہلے کے جابرو ظالم شاہان عالم کی مسخ شدہ صورتوں کو صفحات تاریخ پر دیکھ لیا جائے۔

پیغمبر اسلام جب خطبہ دے چکے اور مجمع اسی طرح مثل روباہ خوفزدہ و لرزاں کھڑا رہا۔ کچھ ہی وقفہ گزرا تھا کہ لرزتے دلوں سے ضبط نہ ہو سکا اور صدائے فریاد ان الفاظ میں بلند ہوئی۔

"اخ کریم و ابن اخ کریم ! آپ کریم و سخی بھائی ہیں اور کریم و سخی بھائی کے بیٹے ہیں۔"

یہ صداء کثیر التعداد مجمع دشمنان سے آرہی تھی۔ عالمین کا شجاع ترین انسان ان کے درمیان میں خاموش کھڑا تھا اور دشمنان فنا کے خوف سے مردہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ پھر لبہائے پیکر شجاعت کو جنبش ہوئی اور پیغمبر اسلام نے فرمایا:۔

"الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء۔ آج تم سب جاؤ ! تم کو آزاد کیا گیا۔"

کیا تاریخ عالم از آدم تا ایندم کسی فاتح کا انداز و طریقہ بار بار لشکر کشی کرنے والے دشمنوں کے مقابلہ میں ایسا پیش کر سکتی ہے جو پیغمبر اسلام نے قریش مکہ کیلئے پیش کیا۔ درحقیقت یہ فعل فطری شجاعت کا تقاضا اور کامیابی مقصد کے بعد مرد شجاع اپنی پُردلی و سیر چشمی و علو ہمتی کا یونہی مظاہرہ کرتا ہے۔

یہ ہے وہ شجاعت پیغمبر اسلام جسکی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ اسی لئے ہم فضائل پیغمبر اسلام کو تمام روئے زمین کے انسانوں کیلئے نمونہ سمجھتے ہیں۔

شجاعت واقعہ سی و سوم، غزوہ حنین
۸ شوال ۸ھ جنوری و فروری ۶۳۰ء

۸ھ کا یہ واقعہ عظیم بھی قابل یادگار ہے۔ اس واقعہ و غزوہ کے تفصیلی و تاریخی حالات اسی کتاب کے باب حکمت میں مطالعہ فرمائیے۔ اس باب میں صرف پیغمبر اسلام کے وہ کارنامے بیان کئے جائیں گے جن کا تعلق پُردلی جرأت و شجاعت سے ہے۔

(۱) طائف اور مکہ کے درمیان جو وادی واقع ہے اسے حنین کہتے ہیں۔ اوطاس بھی اسی کا نام ہے۔ اس وادی میں قدیم الایام سے قبیلہ ہوازن کی مختلف شاخیں اور دیگر قومیں آباد تھیں۔ ہوازن عرب کی قدیم و عظیم قوم تھی۔ جس میں بیشمار قبائل و عشائر اور ان کے حلیف و شریک شامل تھے۔ ان کا ایک ایک قبیلہ و عشیرہ بجائے خود ایک فوج تھا۔ فطرۃً وہ سب جنگجو تھے اور فنون حرب و ضرب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے وہ شجاعت اور دلیری کے ساتھ ساتھ مغرور بھی تھے۔ وہ خفیہ طور پر اہل اسلام پر ایک اجتماعی حملہ کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ فتح مکہ کے بعد اتنے بیباک ہوئے کہ وہ اپنی خفیہ سازشوں کو زیادہ دیر تک مخفی نہ رکھ سکے۔ باہم دو بڑے کثیر تعداد قبیلے ہوازن و بنی ثقیف متحد ہو گئے۔ ان تمام قبائل نے ملکر مالک بن عوف کو اپنا امیر لشکر تسلیم کر لیا۔

پیغمبر اسلام مکہ سے روانگی کا قصد فرما رہے تھے کہ ہوازن کے حملہ کی خبریں آنے لگیں۔ آپ نے عبداللہ ابن حدرد کو حنین میں بھیجا وہ کئی دن تک فوج دشمن میں رہ کر آئے۔ اور تمام حالات بیان کر دیئے پیغمبر اسلام دس بارہ ہزار افراد کو ہمراہ لیکر مکہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ علامہ شبلی نعمانی نے

سیرت النبی میں لکھا ہے کہ :-

دو شوال ۸ھ مطابق جنوری فروری ۶۳۰ء کو اسلامی فوجیں جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سرو سامان سے حنین کی طرف بڑھیں کہ محاربہ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ لیکن بارگاہ ایزدی میں یہ نازش پسند نہ تھی۔"

(۲) تاریخ طبری ترجمہ فارسی ص ۲۵ :-

وایں مردمان کہ بہ حنین اندر بودند از قبیلہ ہائے بسیار جمع شدہ بودند قریب سی ہزار مرد بودند مردے را مہتر خود ساختند کہ نام او مالک بن عوف بود۔

جو فوج کہ حنین میں جمع ہوئی تھی وہ بہت سے قبائل سے آئی تھی۔ قریب تیس ہزار لشکر تھا اس فوج نے اپنا سردار مالک بن عوف کو بنا لیا تھا

(۳) پس پیغمبر دوازدہ ہزار مرد از مکہ بیروں آمد و مردے را در مکہ امیر کرد کہ نام او عباس بن اسید بود۔

پیغمبر اسلام اپنے ہمراہ بارہ ہزار لشکر لیکر مکہ سے برآمد ہوئے اور آپ نے مکہ پر عباس بن اسید کو امیر بنا دیا تھا۔

(۴) پس مسلماناں ہزیمت شدند پیغمبر مناوی فرمود یگاں یگاں بیروں آمدند وسی صد تن با آنحضرت گرد آمدند و حملہ کردند بر مشرکاں و یک طرف لشکر را بشکستند و یاران دیگر از ہر سوئے می آمدند و افزوں می شدند و مشرکاں پشت بداوند و مسلماناں شمشیر در ایشاں نہادند۔ و زناں و فرزندان ایشاں را اسیری کردند۔ رسول خدا شمشیر کشیدہ بود و فرمود۔ انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب پس مالک بن عوف بگریخت و بسوئے طائف شد ....۔

پس مسلمان بھاگے اور پیغمبر ان کو بلا رہے تھے اور ایک ایک کر کے مسلمان واپس آئے۔ اور رسول کی آواز پر تین سو مسلمان جمع ہوئے پھر انہوں نے حملہ کیا اور لشکر کفار کی صف بندی کو توڑا۔ دوسرے مسلمان بھی واپس آنے لگے اور تعداد بڑھنے لگی مشرک بھاگنے لگے مسلمانوں نے مشرکوں کو تلواروں پر رکھ لیا اور بعد کو ان کی عورتوں اور لڑکوں کو قید کر لیا اس وقت جب لشکر اسلام بھاگ گیا تھا اور اس وقت جب لشکر اسلام واپس ہو کر جنگ کر رہا تھا پیغمبر اسلام تلوار ہاتھ میں لئے بلند کئے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں نبی خدا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

۵ روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۵۳ مطبوعہ بمبئی۔

مالک بن عوف پیش از وصول لشکر اسلام
بوادی حنین در آمدہ سپاہ را در کمین گاہ
باز داشت و ایشاں را وصیت کرد کہ چوں
مسلماناں را بہ بینید بیکبار بر ایشاں حملہ کنید
مخالفاں انتہاز فرصت نمودہ بیکبار بر
مسلماناں حملہ کردند تزلزل در جبیب مجال ایشاں
راہ یافتہ روئے بفرار نہادند و اول فوجے
کہ روئے بگریز آورد سلیم بود ند گروہ خالد
بن ولید ....

و انہزام سپاہ بمرتبہ رسید کہ بیش از
محدودے چند پیش حضرت رسول نماندند
و از حملہ دلاوراں کہ ثبات قدم نمودند علی
بود و عباس و عبد اللہ بن مسعود و ابو سفیان
بن حارث بن عبد المطلب و اولاد جعفر
و ربیعہ و پسران عباس و قثم و فضل و
اسامہ بن زید و برادرش و برادر او ام
ایمن ....

و ہر چند حضرت اشارت بصبر و ثبات
می فرمود از غائت دہشتے کہ بر مسلماناں
استیلا یافتہ بود ہیچ کس روئے باز پس نمی
کرد و دریں اثناء رسول اللہ شتر یکہ
بر آں سوار بود سعی می کرد تا بجانب مخالفاں
رود ابو سفیان بن حارث عنان اشتر
و عباس بن عبد المطلب رکاب فلک فرسا

مالک بن عوف نے لشکر اسلام کے وادی حنین میں
پہنچنے سے پہلے اپنی تیس ہزار فوج کو گھات میں
چھپا دیا۔ اور ان کو وصیت کر دی کہ جیسے ہی
مسلمانوں کو وہ آتا ہوا دیکھیں تیر باراں کر کے
حملہ کر دیں۔ لشکر دشمن نے موقع پاتے ہی مسلمانوں
پر یکبارگی حملہ کر دیا لشکر اسلام میں انتشار
پھیل گیا۔ اور انپر دشمن کا رعب ایسا چھا
گیا کہ سب بھاگ گئے۔ اول جو فوج بھاگی۔
وہ سلیم کی تھی اور خالد بن ولید کا گروہ لشکر تھا
لشکر اسلام میں ایسی بھگدڑ پڑی کہ خدمت
پیغمبر میں بجز محدود افراد کے کوئی باقی نہ رہا منجملہ
بہادروں کے اول تو علی تھے و عباس و عبد اللہ
بن مسعود و ابو سفیان بن حرب بن عبد المطلب
جعفر کی اولاد و ربیعہ اور عباس کے لڑکے
قثم و فضل اور اسامہ بن زید اور اس کے بھائی
اور اس کا بھائی ام ایمن ....

پیغمبر اسلام ہر چند مسلمانوں کو صبر و ثبات کا حکم
دیتے تھے۔ مگر انتہائی خوف و ہراس جو مسلمانوں
پر غالب تھا کوئی بھی مڑ کر رسول کی طرف نہ
دیکھتا تھا۔ اسی اثناء میں پیغمبر اسلام اپنے
شتر کو آگے بڑھا رہے تھے اور دشمنوں پر
حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر ابو سفیان بن حارث
ناقہ کی مہار پکڑے تھے اور عباس بن عبد المطلب
نے رکاب پکڑ لی تھی۔ اور پیغمبر اسلام کو حملہ کرنے

را گرفتہ بودند و مانع می آمدند و آنحضرت می فرمود:۔ سے روک رہے تھے اور پیغمبر اسلام فرما رہے تھے

انا النبی لا اکذب انا ابن عبد المطلب — میں نبی ہوں۔ میں غلط نہیں کہتا۔ میں۔ عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

(۶) علامہ شبلی سیرۃ النبی جلد اوّل ص۳۶۳:۔

صحیح بخاری میں ہے۔ فادبروا حتی بقی وحدہٗ۔ سب لشکر اسلام پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور محمد صلعم اکیلے میدان جنگ میں رہ گئے۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں۔ لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا۔ جو تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔ آنحضرت نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا۔ یا معاشر الانصار! آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں۔ آپ نے بائیں جانب مڑ کر دیکھا اور پکارا اب بھی وہی آواز آئی آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ رجز آپ کی زبان پر تھا انا النبی لا کذب میں خدا کا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب بلند آواز تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو انہوں نے نعرہ مارا یا معشر الانصار اے گروہ انصار یا اصحاب الشجرہ اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے) اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً پلٹ پڑی۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ ٹھہر سکے انہوں نے زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ بنو مالک (بنو مالک ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے اور جب ان کا علمدار عثمان بن عبد اللہ بھی مارا گیا تو وہ ثابت قدم نہ رہ سکے۔

(۷) تاریخ طبری مطبوعہ مصر ص۱۶۶:۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ الانصاری قال بینما ذلک الرجل من ھوازن صاحب الرایۃ علی جملہ یصنع ما یصنع اذ ھوی لہ علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ و رجل من الانصار یریدانہ قال

جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں۔ کہ قوم ہوازن کے علم بردار عثمان بن عبد اللہ جملے پر حملہ کر رہا تھا۔ جو کچھ وہ نقصان پہنچا سکتا تھا پہنچا رہا تھا کہ یکایک علی ابن ابی طالب اس پر جھپٹے اور ایک مرد انصاری پیچھے سے

فیاتیه علی ابن ابی طالب من خلفه فضرب
عرقوبی الجمل فوقع علی عجزه و وثب الانصاری
علی الرجل فضربه ضربة اطن قدمه
بنصف ساقه فانجعف عن رحله . . .
. . . . واجتلد الناس
فوالله مارجعت راجعة الناس من
هزیمتهم حتی وجدوا الاساری
متکفین عند رسول الله صلعم . .
. . . .

جھپٹا پس علی عثمان بن عبداللہ کے پیچھے
سے آئے اور ایک تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس
کے اونٹ کی پچھلی ٹانگیں کٹ گئیں اونٹ پچھلے
پیروں سے زمین پر گر پڑا پس مرد الغاری نے
عثمان بن عبداللہ کو اپنے نیزہ میں کونچ لیا
اور اونٹ سے نیچے گرا دیا . . . .
. . . پھر تو جماعت کفار ایسی بھاگی کہ کسی نے
پلٹنے کا نام نہیں لیا - اور بھاگتے ہی چلے گئے
حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کے سامنے ہتھکڑیاں پہنے
ہوئے کے علاوہ وہ جماعت پھر کہیں دکھائی نہ دی

خلاصہ حوالہ جات تاریخی ۔:۔

۱) جنگ حنین میں لشکر دشمن کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ مسلح اور جنگجو بہادر تھے ۔
۲) لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ لشکر مقام حنین تک سفر کر کے پہنچا تھا ۔
۳) امیر لشکرِ کفار مالک بن عوف نے ایک جنگی حیلہ بھی کیا تھا کہ میدان حنین میں مسلمانوں کے داخلہ سے پہلے لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ کمین گاہوں سے نکل کر یکایک تیر بازی کریں ۔
۴) جب لشکر دشمن نے ایکدم تیر بازی کر دی تو مسلمان بھاگے اور بجز چند کے سب ہی لشکر بھاگ گیا ۔
۵) پیغمبر اسلام تیس ہزار فوج دشمن کے مقابلہ میں تنہا رہ گئے ۔ اور اپنے ناقہ کو صفوف دشمن میں بڑھاتے جاتے تھے اور رجز کا نعرہ بلند فرماتے جاتے تھے ۔:۔

"میں پیغمبر خدا ہوں یہ سچ ہے ۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں ۔"

۶) پیغمبر اسلام کے استقلال و ثبات وصبر یا الفاظ دیگر پیغمبر اسلام کی جرأت وہمت پردلی وشجاعت بے مثال کی وجہ سے مطلق شکست عین فتح بن گئی ۔ لشکر دشمن باوجود کثرت و طاقت کے بھاگا اور اسیر ہوا ۔
۷) پیغمبر اسلام نے صرف تنہا اپنے بھاگے ہوئے لشکر کو دعوت جنگ دی اور ان کو جنگ پر ابھارا اور صرف تنہا دشمن کے لشکر کی صفوف میں گھس کر ان کو للکارا ۔ آپ کے اس طریق کار اور شجاعانہ انداز کا یہ نتیجہ ہوا کہ لشکر اسلام کے تین سو سپاہی واپس آ گئے ۔ علی ابن ابی طالب پہلے سے ہی ہمرکاب تھے ۔ بس سردار کی شجاعت و ثبات نے تین سو سپاہیوں کے خون میں وہ طاقت پیدا کر دی کہ وہی منہزم و شکست خوردہ سپاہی تیس ہزار لشکر پر غالب آ گئے صرف ان کو بھگا ہی نہ دیا بلکہ ان کو قید بھی کر لیا ۔

(۸) پیغمبر اسلام کے شاگرد رشید جس نے آغوش پیغمبر اسلام میں پرورش پائی تھی استاد کی شجاعت کا عملاً ایک نمونہ دکھایا اور وہ یہ کہ عین گھمسان کی لڑائی میں جبکہ عثمان بن عبداللہ علمدار فوج دشمن مسلمانوں پر زندگی تنگ کئے ہوئے تھا۔ عثمان کے سر پر جا پہنچے اور پہلے وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے قتل ہونے کے بعد فوج دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگے اور حنین کی جنگ میں مسلمانوں کی شکست عین فتح بن گئی۔

ان مذکورہ حوالہ جات تاریخی کی روشنی میں شجاعت پیغمبر اسلام کے وہ وہ جوہر چمک رہے ہیں جن کی تابندگی و درخشندگی شجاعان عالم کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کر رہی ہے۔ درحقیقت یہ منزل شجاعت اتنی بلند اور ارفع ہے۔ کہ دنیا کا کوئی تاجدار، شہنشاہ، ڈکٹیٹر، شجاع اور بہادر ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا ایسا ضرور ہوا ہے کہ افواج کی طاقت کے بل پر دشمن پر حملے کئے جائیں۔ اور اگر فوج ختم ہو جائے تو خود اپنی جان دیدی جائے۔ جان دینا امیر لشکر کیلئے کچھ مشکل نہیں ہوا کرتا جبکہ سردار لشکر کے ہزاروں سپاہی اپنی اپنی جان دے سکتے ہیں تو تاجدار ملک یا امیر لشکر کیلئے جان دینا کوئی اہم کام نہیں ہے۔ مگر کہنا یہ ہے کہ شجاعان عالم پر جب ایسا موقع پڑا ہے کہ ان کی فوج ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئی ہو تو وہ شجاع مفرور ہو گیا ہے یا قتل کر دیا گیا ہے۔ یا خود جان دیدی ہے۔ یہ ہر سہ صورتیں منافی قوانین شجاعت ہیں۔ اصل شجاعت تو یہ ہے کہ انسان شجاع کے سامنے جو مقصد ہو اس کے حصول کیلئے وہ صورت اختیار کرے جس میں اسکو کامیابی ہو جائے۔

اس معرکہ حنین میں دیکھنے کی یہ بات ہے کہ تمام لشکر تنہا پیغمبر اسلام کو چھوڑ دیتا ہے تیس ہزار لشکر مسلح میں آپ گھرے ہوئے ہیں مگر کہیں ثبات قدم میں لغزش نہیں بلکہ صفوف دشمن میں بڑھ رہے ہیں اور اپنے اس فعل پر اتنا اعتماد ہے کہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ فتح و کامیابی اپنی ہی ہوگی۔ عباس ابن عبدالمطلب سے پیغمبر اسلام نے کہا کہ بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو واپس پکارو۔ عباس کہتے ہیں کہ میری آواز ان تک نہیں پہنچے گی، پیغمبر اسلام ان کے جواب میں فرماتے ہیں۔ تم آواز دو یہ تمہارا کام ہے اور اس آواز خفیف کو دور تک پہنچا دینا خدا کا کام ہے

پیغمبر اسلام کے یہ الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ پیغمبر اسلام کو اپنی ذات اور اپنی کامیابی پر پورا الیقین تھا۔ علاوہ بریں پیغمبر اسلام کو یہ بھی یقین تھا کہ اگر لشکر نہ بھی ہو گا تو بھی میں تنہا فتح کر دوں گا۔ اسی لئے تو آپ بحالت تنہائی صفوف دشمن پر حملے پر حملہ کر رہے تھے۔ اور رجز خوانی کر رہے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے اور عباس جیسا بہادر آپ کی رکابیں پکڑ کر روک رہا تھا۔ اور ابوسفیان بن حرب مہار پکڑ کر آگے نہ بڑھنے دیتا تھا۔ ابوسفیان کا مہار شتر پکڑ کر روکنا اور عباس بن عبدالمطلب کا رکابیں پکڑ لینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے

دلوں میں خوف تھا کہ مبادا پیغمبر اسلام قتل ہو جائیں گے۔ گویا ان کی شجاعت ناقص تھی اور پیغمبر اسلام کی شجاعت کا یہ کمال تھا کہ خوف جان کا مطلق اس میں گزر نہیں تھا۔ بارہ ہزار مسلمانوں نے بھاگ کر، اور عباس ابن عبدالمطلب نے رکابیں پکڑ کر، ابوسفیان بن حرب نے مہار شتر روک کر اور تیس ہزار لشکر کفار نے شکست پاکر اور قید ہو کر۔ اظہار کر دیا کہ ان کے مقابلہ میں جو شخصیت آئی تھی اور جس نے اس جنگ میں فتح حاصل کی ہے۔ وہ ان سب کے مقابلہ میں شجاع ترین شخصیت ہے اور ان حالات سے تو یہ ظاہر ہوا۔ مگر میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں اور صحیح کہتا ہوں کہ پیغمبر اسلام نے جن قوانین شجاعت کا اظہار اس موقع جنگ پر کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا قیامت تک کی آنے والی قوموں کی خوش نصیبی ہوگی اگر وہ اس ذات اقدس کو اپنا رہبر و قائد تسلیم کر لیں گے۔ کیونکہ انسان کو ہر منزل میں شجاعت کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا اس کی نظر کے سامنے ہمہ وقت بہادر ترین فرد و شخصیت کی مثالیں موجود ہونا چاہئیں تاکہ اس کے عزم کم نہ ہوں اور اس کے کاموں میں رکاوٹ نہ پڑے بلکہ وہ کامیاب و فتح مند زندگی گذار سکے۔

شجاعت واقعہ سی و چہارم محاصرہ طائف شوال ۸ھ

اس واقعہ کی تفصیل ناظرین باب حکمت میں ملاحظہ فرمائیں مختصراً کیفیت اس باب میں لکھی جاتی ہے۔ جب پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا کہ جنگ حنین سے بھاگنے والے قلعہ طائف میں جمع ہو گئے ہیں اور حنین کی فوجوں کا سردار مالک بن عوف بھی بھاگ کر طائف میں مقیم ہے اور اس نے اپنی افواج کو مسلح کر لیا ہے اور قلعہ کو آلات حرب سے مسلح و آراستہ کر لیا ہے و نیز روز بروز اپنی طاقت کو اسلام کے مقابلہ کیلئے بڑھا رہا ہے تو آپ نے ابوسفیان بن حرب کو طلب کیا اور حکم دیا کہ طائف کی جانب سفر کی تیاری کرے اور تقریباً ایک ہزار افراد کے ساتھ۔ ابوسفیان کو طائف جانے کا حکم دیدیا۔ ابوسفیان بن حرب قلعہ طائف پر گیا اور اس نے جنگ کی مگر جب اہل طائف نے قلعہ کی دیواروں سے آلات حرب بذریعہ منجنیق پھینکے تو ابوسفیان اور لشکر کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور ابوسفیان نے خدمت رسول میں عرض کیا۔ ہ

"عرض کرد کہ ایں جماعت را کہ از بہر مقاتلت فرمان پذیر من فرمودی تو آں ندارند کہ باایشاں تو آں آب از چاہ کشید چگونہ جائش حربگاہ کنند پیغمبر از وے اعراض کرد و پانچ باز نداد و بیدرنگ خویشتن آہنگ طائف فرمود پس فرمان کرد تا لشکر فراہم شدند و رایت خویش را بعلی علیہ السلام سپرد۔"

ترجمہ۔ ابوسفیان بن حرب نے عرض کیا کہ جس فوج کو آپ نے میرے ساتھ کیا تھا ان میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ وہ ان کے مقابلہ میں کنوئیں سے پانی بھی کھینچ سکیں۔ پھر بھلا وہ کیونکر ان کے ساتھ

مقاتلہ و مقابلہ کر سکتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے یہ سنکر ابو سفیان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس کا کوئی جواب نہ دیا اور فوراً ہی بغیر تاخیر کئے خود بہ نفس نفیس ارادہ جنگ کر لیا اور فوج اسلامی کو تیار ہونے کا حکم دیدیا۔ اور اپنے لشکر کا علم علی ابن ابی طالب کے سپرد کر دیا اور بغرض جہاد بطرف طائف روانہ ہو گئے جیسے ہی قلعہ طائف کے قریب یہ لشکر پہنچا تو اہل قلعہ نے تیر بارانی شروع کر دی اور اس تیر بارانی سے بہت سے اصحاب پیغمبر اسلام زخمی ہو گئے۔ صاحب روضۃ الصفا نے صفحہ ۱۵۰ جلد دوم پر یہ شعر لکھا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ اس تیر بارانی کو کتنے زیادہ مسلمان زخمی ہوئے۔ ے

کزاں تیر باراں کنوں آمدے بجائے نم از ابر خوں آمدے

اہل طائف کی تیر بارانی سے جو اس وقت ہو رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ابر سے بجائے پانی کے خون برس رہا ہے پیغمبر اسلام نے مناسب موقع دیکھ کر ایک بلندی پر اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا اور اس کے بعد حکم دیدیا کہ اہل طائف کے باغات انگور و خرما کو قطع کر دیا جائے۔ اہل طائف نے جب اپنی یہ بربادی دیکھی تو عرض کیا :-

روضۃ الصفا صفحہ ۱۵۵ جلد دوم :-

زباں بہ تضرع و زاری بر کشادہ از آنحضرت التماس نمودند کہ از برائے خدا و از برائے رعایت صلہ رحم بفرما۔

اہل طائف رو کر خوشامد کرتے ہوئے ملتمس ہوئے کہ خدا را و بہ نظر رعایت صلہ رحم ہمارے درختوں کو نہ کاٹا جائے۔

آنحضرت فرمود کہ انی ادعہا اللہ بالرحم۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ میں نے بہ نظر رعایت درحم تمہاری بات مان لی اور قطع باغات نہ کیا جائے گا۔ تقریباً ۲۰ روز طائف کا محاصرہ رہا۔ اور مسلسل روزانہ لڑائی ہوتی رہی۔ آخر میں پیغمبر اسلام نے صلائے عام دلوائی کہ جو شخص اہل قلعہ سے غیر مسلح ہماری جانب آئیگا۔ اس کی جان بخشی ہوگی۔ یہ سنتے ہی بیس افراد قلعہ سے باہر آگئے۔ پیغمبر اسلام نے ان کو امان دیدی اس کے بعد آپ نے لشکر اسلام کو حکم دیا کہ محاصرہ قلعہ طائف سے اٹھا لیا جائے اور جعرانہ کو چلا جائے۔ تاکہ مال غنیمت حنین کو تقسیم کر دیا جائے۔ اہل اسلام کو اس امر پر تعجب ہوا کہ پیغمبر اسلام نے یہ کیا کیا کہ بدون فتح قلعہ طائف واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مگر بے چون و چرا سب واپس آئے۔ جب لشکر اسلام جعرانہ پہنچ گیا اموال حنین کی تقسیم ہونے لگی۔ تو ہوازن کے لوگ حاضر خدمت رسول ہوئے اور مسلمان ہو گئے اور تمام اہل طائف مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے اموال و قیدیوں کو واپس کرنے کی درخواست بہ خدمت پیغمبر اسلام

پیش کردی۔ آنحضرت نے خنداں پیشانی سے اس کو منظور کر لیا۔ اس موقع کو میں الفاظ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص۱۵۷ سے پیش کرتا ہوں۔:-

چوں قوم ہوازن در انجمن رسول اللہ طلب سبایا کردند حضرت فرمود کہ آنچہ حصۂ من و بنی ہاشم است بہ شما گذاشتم۔ چوں آں سرور ایں سخن گفت مہاجراں برپائے خواستند و معروض داشتند کہ آنچہ نصیب ما است ازاں حضرت رسالت است۔ انصار نیز بہمیں کلمہ زبان بکشادند . . . .

در خلال ایں احوال حضرت مقدس نبوی از گروہ ہوازن پرسید کہ مالک بن عوف کجا است گفتند کہ در حصار طائف است۔ فرمود کہ اگر بہ نزد ما بیاید و مسلمان گردد اہل و عیال و اموال او را باز دہم و صد شتر دیگر بوئے بخشم۔ قوم ہوازن ایں خبر بمالک رسانیدند و او مبتہج و مسرور در جعرانہ بپابوس حضرت رسول استسعاد یافتہ۔ بحلیہ ایمان محلی گشت۔ و حضرت بوعدہ وفا نمودہ۔ مالک را بر قوم خویش، و چند قبیلہ دیگر امارت دادہ رخصت انصراف ارزانی داشت . . . .

جب قوم ہوازن نے پیغمبر اسلام کے جلسۂ اصحاب میں اپنے قیدیوں کو طلب کیا۔ تو پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ جو میرا اور بنو ہاشم کا حصہ ہے۔ وہ میں نے تم کو معاف کیا۔ جب پیغمبر اسلام نے ایسا فرمایا تو مہاجرین کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ جو ہمارا حصہ ہے وہ بھی آپ ہی کا حصہ ہے اور اسی طرح جماعت انصار نے عرض کیا۔ . . . .

اسی اثناء میں پیغمبر اسلام نے جماعت ہوازن سے پوچھا کہ تمہارا سردار مالک بن عوف کہاں ہے؟ عرض کیا کہ قلعہ طائف میں ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آئے اور مسلمان ہو جائے تو اس کے اہل و عیال اور اموال اس کو واپس دیدوں اور سو اونٹ مزید اسکو عطا کروں قوم ہوازن نے یہ خبر خوش مالک بن عوف کو پہنچائی۔ مالک خنداں و فرحاں جعرانہ میں آکر قدم بوس ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ پیغمبر اسلام نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور مالک بن عوف کو اس کی قوم اور چند دیگر قبائل پر حاکم بنا کر واپس کر دیا۔

استنباط نتائج پیغمبر اسلام کو اہل طائف نے جو آزار دیئے وہ تفصیلاً باب حکمت میں لکھے جا چکے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے اہل مکہ کی آزار رسانی سے مجبور ہو کر طائف کی طرف ہجرت کی تھی۔ مگر اس عالم ہجرت میں پیغمبر اسلام کو اہل طائف نے ایسا ایسا ستایا جس کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح سے

پیغمبر اسلام کے اہل وطن نے مکہ میں پیغمبر اسلام کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں۔ اور صرف اتنا ہی نہیں کیا تھا بلکہ جب پیغمبر اسلام ہجرت فرما کر مدینہ چلے آئے تب بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور ہر سال جمعیت کثیر و فوج مسلح ہمراہ لیکر اہل مکہ پیغمبر اسلام پر حملہ کرتے رہے۔ اسی طرح اہل طائف نے ابتدائے اسلام میں بھی پیغمبر اسلام کو ستایا۔ اور بعد جنگ حنین پھر قلعہ طائف کو اپنا حرب گاہ بنا کر اسلام کی بیخ کنی کے منصوبے سوچنے لگے۔ انواع وسامان جنگ مہیا کرکے جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اور انہوں نے ایک سال تک مسلسل جنگ کرنے کا انتظام اسلحہ ورسد مہیا کرلیا تھا۔ اسی وجہ سے لشکر اسلام کو چالیس روز محاصرہ کرنا پڑا پھر بھی اہل قلعہ طائف کی تیر بارانی و تیر اسلحہ اندازی سے بکثرت مسلمان زخمی ہوتے رہے اور قتل بھی ہوئے۔ مگر شجاعت پیغمبر اسلام کا اقتضا یہ ہوا کہ اہل طائف کو اسی طرح فتح کیا جائے جیسے اہل مکہ کو فتح کیا گیا۔ پیغمبر اسلام نے اس سے چند روز قبل جنگ خیبر لڑی تھی۔ وہ جنگ معمولی نہ تھی۔ اہل خیبر نے بھی قلعہ بند کرلیا تھا۔ اس کا محاصرہ بھی چالیس روز رہا تھا۔ اس قلعہ کے فتح کیلئے بھی بہادران اسلام نے بہت کچھ زور لگایا تھا اور کسی طرح قلعہ خیبر فتح نہیں ہوتا تھا۔ مگر جب پیغمبر اسلام نے قلعہ خیبر کو فتح کرنے کا ارادہ کرلیا۔ تو شب کو فرمایا کہ میں کل صبح ایسے شجاع کو علم لشکر اسلام دوں گا جو قلعہ خیبر کو فتح ہی کرکے واپس آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیغمبر اسلام نے اپنے آغوش پروردہ لعاب دہن چشیدہ شاگرد رشید علی ابن ابی طالب کو علم لشکر دیا اور علی نے بار بار حملے کرکے اہل خیبر کے بہادروں کو قتل کر ڈالا اور جب وہ بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے اور قلعہ کے دروازہ کو بند کرلیا تو علی نے زور ید اللہی سے در خیبر کو اکھاڑ لیا اور فوج اسلامی کو قلعہ میں داخل کرلیا کیا پیغمبر اسلام کیلئے قلعہ طائف کی فتح کیلئے ایسا کرنا کوئی مشکل تھا یا ناممکن تھا۔ کیا قلعہ طائف کی فتح کیلئے پیغمبر اسلام کے خود بازوؤں میں طاقت نہ تھی۔ یا ان کے ہمراہ اس جنگ میں ان کی شجاعت کا مظہر موجود نہ تھا۔ جو آپ چالیس روز محاصرہ کے بعد قلعہ طائف سے واپس آگئے۔ کیا پیغمبر اسلام کا یہ فعل مجبوری تھا یا منافی قوانین شجاعت تھا۔ نہیں ایسا نہیں تھا کیونکہ پیغمبر اسلام کے بازوؤں میں وہی طاقت تھی اور ان کا توتِ بازو شاگرد علی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ مگر معاملہ دوسرا تھا۔ پیغمبر اسلام اپنی شجاعت ذاتی کے مختلف پہلوؤں اور متفرق گوشوں کو یکجا کرنا چاہتے تھے۔ پیغمبر اسلام اگر اہل مکہ کیلئے رواداری برت کر ان کی جانوں سے درگذر فرماتے اور بس۔ تو اہل تاریخ عالم کہہ سکتے تھے کہ یہ اتفاقیہ امر تھا جو مکہ کی فتح میں رونما ہوگیا؟ علاوہ بریں پیغمبر اسلام نے ان کو اپنا ہموطن اور ہم قبیلہ ہونے کی وجہ سے یہ رعایت دیدی کہ سب کی جان بخشی کردی۔ گویا اس اعتراض سے پیغمبر اسلام کی شجاعت کا ایک رخ پس پردہ ہوجاتا اسی لئے پیغمبر اسلام نے اہل طائف کا چالیس روز محاصرہ کرکے ان سے مسلسل جنگ کرکے ان کے بیس افراد کو ان کی آنکھوں کے سامنے قلعہ سے نیچے بلاکر پناہ دیکے ان کے باغات انگور و خرما کو ان کی التماس پر برباد و قطع نہ کرکے ایسے اسباب پیدا کردیئے کہ اہل طائف اور

بہادران عرب کو یہ سوچنے کا موقع مل گیا کہ محمد عربی ایک شجاع ترین فرد ہیں ان کے قول اور ان کے فعل سب شجاعانہ و بہادرانہ ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی ذات میں وہ تمام کمالات و اوصاف موجود ہیں جو ایک شجاع میں ہونا چاہیئں۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔ چونکہ اہل عرب خود بہادر تھے وہ منازل و مراتب شجاعت پیغمبر کو سمجھ گئے اور ان کو اچھی طرح اس کا اندازہ ہو گیا۔ لہٰذا وہی مالک بن عوف جس نے جنگ حنین میں تیس ہزار کی علمداری و سپہ سالاری کی تھی اور جس نے قلعہ طائف میں افواج جمع کی تھیں اور جو چالیس روز تک جم کر اہل اسلام کے مقابلہ میں رہا تھا۔ وہی مالک بن عوف دربار پیغمبر اسلام میں دست بستہ موجود تھا خادمانہ و غلامانہ انداز میں اپنے اموال و اہل و عیال کو (جو مسلمانوں کو مال غنیمت میں ملے تھے اور پیغمبر اسلام نے انکی واپسی کا حکم دیدیا تھا) پا رہا تھا۔ اور پیشِ رسول کلمہ شہادت پڑھ کر بندگی محمد و خدا کا اقرار کر رہا تھا۔

درحقیقت اگر بنظر انصاف و ایمان دیکھا جائے تو پیغمبر اسلام نے اصول و قوانین شجاعت کو اس طرح اپنے لمحات زندگی میں ظاہر کیا ہے۔ جن کا کامل طور پر سمجھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ خدائے یگانہ نے ذات پیغمبر اسلام کو اپنا مظہر صفات بنایا تھا۔ انوار خداوندی کو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ بالکل اسی طرح نوار محمدی یا اوصاف محمدی کو بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اسی لئے پیغمبر اسلام نے اپنی صفات ذات کا مظہر علی ابن ابی طالب کو بنا دیا تھا کہ درجہ بدرجہ ہو کر تو انوارِ صفات خداوندی و نبوی قابل فہم انسانی ہو سکیں۔ ذات علی کیا تھی صرف فضائل و خصائل و شمائل پیغمبر اسلام کا آئینہ اور یہ آئینہ کمال پیغمبر اسلام نے خود بنایا تھا۔ اور جیسا یہ نمونہ بنگیا تھا وہ صاحبان نظر و تقرب و واقفان علم تاریخ پر ظاہر ہے۔

شجاعت واقعہ سی و پنجم غزوہ تبوک
رجب ۹ھ اکتوبر و نومبر ۶۳۵ء

غزوہ تبوک کے مفصل حالات باب حکمت میں ملاحظہ کیجئے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ صرف جنگ کرنا ہی تعریف لفظ شجاعت نہیں ہے۔ بلکہ حالات مہیب و واقعات خوفناک کا مقابلہ بہ اطمینان قلب کرنا ہی شجاعت کہلاتا ہے۔ مدینہ میں تقریباً اسی ہزار لشکر اسلام تھا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ اور قحط کے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ یکایک قافلہ والوں کی زبانی معلوم ہوا کہ مقام تبوک میں قیصر روم نے اپنی افواج و لشکر جرار کو بھیج دیا ہے اور وہ لشکر اس لئے جمع ہو رہا ہے کہ مدینہ کو تاراج کر دے اور اہل اسلام کو قتل کر دے مقام تبوک مدینہ و دمشق کے درمیان میں مدینہ سے چودہ منزل پر واقع تھا۔ گویا مرکز و دار السلطنت اسلامی سے یہ مقام قریب تھا۔ اور اسی جگہ پر کسی لشکر کا جمع ہو جانا اور وہاں سے حملہ آور ہونا اہل مدینہ و اہل اسلام کیلئے ہر صورت میں تباہ کن تھا۔ بقول تاریخ اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۲۸۱

انہی ایام میں شام کے زیتون بیچنے والے نبطی مدینہ میں آئے اور یہ خبر لائے کہ رومی اور غسانی فوجیں

مدینہ پر چڑھائی کرنے والی ہیں۔ بلکہ ان کا مقدمۃ الجیش دمشق سے روانہ ہو کر جابلقا تک پہنچ گیا ہے۔ روم کی تازہ دم فوجیں اور قبائل عرب کے لشکر ملکر اپنی متحدہ قوتوں سے تخت گاہ اسلام کو پامال کر دیں گی۔

تواریخ سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ لاتعداد ٹڈی دل لشکر روم و قبائل عرب مقام تبوک میں جمع ہونے کی خبر پیغمبر اسلام کو مدینہ میں ملی۔ بحیثیت شجاع ترین افراد ہونے کے پیغمبر اسلام کا اقتضائے طبیعت کیا ہونا چاہیئے تھا آیا ان کے مدینہ تک پہنچنے کا انتظار کیا جاتا اور مدینہ ہی میں رہتے ہوئے ان کے حملوں کا مقابلہ کیا جاتا۔ یا یہ صورت بہتر تھی کہ قیصر روم کو بذریعہ خط و کتابت اس حملہ سے روکا جاتا۔ اور اس جنگ عظیم کو ٹالنے کی تدابیر اختیار کی جاتیں یا یہ صورت بہتر تھی کہ سپہ سالار اسلام کو افواج دیکر قیصر روم کی افواج کے مقابلے میں بھیج دیا جاتا۔ اور جب زیادہ کمک کی ضرورت ہوتی تو پھر افواج اسلامی کو بھیج دیا جاتا۔ یہ تمام صورتیں ممکن تھیں اور قوانین شجاعت کے منافی بھی نہ تھیں۔ مگر سب سے اعلیٰ و برتر وہ صورت تھی جو پیغمبر اسلام نے اختیار کی اس سے قبل پیغمبر اسلام ایک محدود و معین تعداد لشکر ہمراہ لیکر جنگ کیلئے باہر جاتے تھے اور پھر بھی وہ میدان جنگ فتح فرما لیتے۔ مگر اس واقعہ میں آپؐ نے نوعیت ہی بدل دی ہے۔ اور تقریباً کل افواج اسلام کو اپنے ہمراہ لے لیا ہے۔ جس کی تعداد مورخین نے اسی ہزار و ایک لاکھ تک لکھی ہے۔ اس عہد میں اتنی کثیر فوج کا یکجا و ایک علم کے نیچے ہونا بہت دشوار کام تھا اور یہ تعداد و طاقت لشکر اس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی طاقت تھی۔ پیغمبر اسلام اتنے بڑے لشکر کو ہمراہ لیکر تبوک کی جانب بڑھے۔ اہل عرب کو اہل روم کی طاقت و کثرت افواج کا پہلے سے اندازہ تھا۔ لہٰذا حضرت پیغمبر اسلام میں بکثرت مسلمان عذر کرنے لگے اور سفر کرنے سے جی چرانے لگے اور بہت سے لوگ جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ عبداللہ ابن ابی سلول جو سردار تھا اتنا خوفزدہ ہوا کہ آخر اس کے ظاہری اسلام کا پول کھل گیا اور وہ مع اپنے رفقا کے واپس مدینہ ہو گیا۔

روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۷۱:-

عبداللہ با طائفۂ منافقاں و یہود کہ ملازم او	عبداللہ منافقین و یہودیوں کے گروہ کے
بازگشت و گفت کہ محمدؐ با غزائے بنی الاصفر	ساتھ واپس ہو گیا اور کہتا ہوا گیا کہ محمد بنی الاصفر
می رود و پندارد کہ جنگ باایشاں آسان است۔	کے ساتھ جنگ کرنے کو نکل رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں
	کہ ان کے ساتھ جنگ کرنا آسان ہے ....

عبداللہ کا یہ انداز اور یہ طنزیہ جملہ اسلیئے تھا کہ اہل عرب اس کو بزدل نہ سمجھیں اور اس کی اور اس کے رفقاء کی واپسی کو خلاف شجاعت عرب فعل نہ تصور کریں۔ لہٰذا وہ یہ فقرہ طنزیہ کہتا ہوا چلا گیا۔ مگر یہ تو اس نے چالاکی و عیاری کی۔ مگر اہل نظر سمجھ گئے کہ وہ بزدل تھا۔ اور اسکو یقین ہو گیا تھا کہ قیصر روم کی طاقت بہت زیادہ

ہے پیغمبر اسلام اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے یا فرار کریں گے یا قتل ہو جائیں گے اور ہم کو جو توقع مال غنیمت ہے وہ پوری نہ ہو سکے گی۔ عبداللہ اور اس کے رفقاء کو یقین ہو گیا کہ کچھ ملنا تو درکنار یہاں سے تو جان کا بچنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ و اس کے رفقاء و نیز یہودیان مدینہ کا یہ فعل خلاف قانون شجاعت تھا۔ اور ان کے اس فعل نے شجاعت پیغمبر اسلام کو اور بھی روشن کر دیا اور پیغمبر اسلام کی اعلیٰ تصویر شجاعت اہل عالم کے سامنے آ گئی۔ کیونکہ جب ظلمت و نور، شب تاریک و روز روشن مقابل ہوتے ہیں تب ہی انوار نورانی کی قدر و منزلت روشن تر ہو جاتی ہے اسی طرح اس غزوہ تبوک میں پیغمبر اسلام کے لشکر سے ایک معتد بہ تعداد لشکر کا جدا ہونا ان کی بزدلی اور پیغمبر اسلام کی شجاعت کا مظہر بن گیا۔۔۔

علاوہ بریں اب تک جتنے غزوات ہوئے تھے ان میں علی ابن ابی طالب مظہر شجاعت نبوی بنتے رہے تھے مگر غزوہ تبوک حیات پیغمبر اسلام کا آخری غزوہ تھا۔ لہٰذا پیغمبر اسلام نے اس غزوہ میں علی مرتضیٰ کو اپنے ہمراہ نہ لیا بلکہ ان کو مدینہ میں اپنا قائمقام بنا کر چھوڑ دیا۔ بعض منافق افراد نے علی کو چھیڑا اور کہا کہ پیغمبر اسلام تم سے ناراض تھے۔ اسلئے اتنی بڑی جنگ میں تم کو ہمراہ نہیں لے گئے۔ علی مرتضیٰ مصلحت نبوی کو خوب سمجھتے تھے۔ مگر ازالہ شک مسلمین کیلئے و نیز تردید قول منافقین کیلئے مدینہ سے سفر کیا۔ اور راہ میں پیغمبر اسلام سے ملاقات کر کے امر واقعہ بیان کیا۔ تو پیغمبر اسلام نے اعلان فرما دیا کہ:۔

اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی

"اے علی کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہو جو ہارون نبی کو موسیٰ نبی سے تھی۔ لیکن یاد رکھو کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہ ہو گا۔"

علی یہ الفاظ فضائل سنکر واپس آ گئے۔ گویا تمام لشکر اسلام نے دیکھ لیا اور سن لیا کہ علی اس غزوہ میں پیغمبر اسلام کے ہمراہ نہ تھے اور پیغمبر اسلام نے علی کے کسی عذر یا مرض کی وجہ سے ان کو مدینہ میں نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ دانستہ سمجھ بوجھ کر اس جنگ عظیم میں ان کو ساتھ نہیں لیا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ شجاعت پیغمبر اسلام اس جنگ میں نمایاں تر ہو جائے یہ امر مسلم ہے کہ مقام تبوک میں جو افواج روم و قبائل عرب جمع ہو رہی تھیں ان کی تعداد بکثرت تھی اور جنگ ہوتی تو ہزاروں افراد طرفین کے قتل ہوتے اور اب تک جو جنگیں ہوئیں ان میں ایسا ہی ہوا کہ تلوار چلی اور طرفین کے آدمی قتل ہوئے۔ مگر فتح پیغمبر اسلام کو حاصل ہوئی۔ ایک صورت شجاعت کی باقی رہ جاتی تھی کہ رعب مرد شجاع ایسا عظیم ہو کہ دشمن باوجود اپنی لاتعداد فوج و لامحدود طاقت کے بھی لرزہ براندام ہو جائے اور بدوں جنگ صرف خبر حملہ یا صرف خبر مقابلہ سنتے ہی اس کے حواس پراگندہ ہو جائیں۔ اور وہ اپنے ارادہ مقابلہ و مقاتلہ سے ہی باز آ جائے۔ پیغمبر اسلام کا قیصر روم کے لشکر جرار کے مقابلہ کیلئے مدینہ سے معہ افواج اسلامی کے نکلنا عین شجاعت ہے۔ اور علی مرتضیٰ کو

اس جنگ میں اپنے ہمراہ نہ لینا گویا اپنی ذاتی و نفسی شجاعت کا اظہار کرنا ہے۔ دوسری جانب لشکر دشمن کا مقام تبوک تک نہ پہنچنا اور راہ ہی سے واپس ہو جانا اور منتشر ہو جانا شجاعت پیغمبر اسلام پر دلالت کرتا ہے۔ تبوک کے حاکم و دیگر قبائل کے حاکموں کا جزیہ اسلام قبول کر لینا و اطاعت حکومت اسلام قبول کر لینا شجاعت پیغمبر اسلام کا بین ثبوت ہے۔ قیصر روم نے ارادہ تو پیغمبر اسلام کے مقابلہ کا کیا تھا۔ مگر جب پیغمبر اسلام کی آمد کی خبر ملی تو ایسا سراسیمہ ہو گیا کہ خود اعیان و ارکان ملک کو بلا کر دربار کیا اور خود اعلان کیا۔ کہ دین اسلام قبول کر لینا ہی مناسب ہے چنانچہ صاحب کتاب روضۃ الصفا نے لکھا ہے۔ :-

ہرقل قیصر روم اعیان ممالک و اشراف دیار روم را جمع کردہ فرمان داد کہ از ملت نصرانیت اعراض نمودہ اختیار شریعت غرا نمایند۔ رومیاں از قیصر آشفتہ بمرتبہ کہ از زوال ملک ہرقل اندیشہ مند شد۔ ترجمہ۔ ہرقل نے روم کے ممالک اور شہروں کے اشراف و ارکان کو بلایا اور حکم دیا کہ دین مسیحی کو ترک کر دینا چاہیئے اور دین اسلام کو قبول کر لینا چاہیئے۔ مگر رومی لوگ بادشاہ کی اس تقریر سے برآشفتہ ہو گئے۔ اور ہرقل نے سوچا کہ مبادا اس کا ملک ہی اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ بقول کسی کے کہ "تا نباشد چیزے مردم نگویند چیز ہا" جب تک کوئی اصل واقعہ نہ ہو تو لوگ کیونکر واقعات کو دل سے گڑھ سکتے ہیں۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے واقعہ یا خبر کی کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہوتی ہے۔

دربار ہرقل میں میدان تبوک کے جانے والے کا پہنچنا۔ واقعات پیغمبر اسلام کا بیان کرنا تو یقیناً ثابت ہوتا ہے اب اتنی بات درایت کی ہے کہ پیغمبر اسلام کا تبوک میں بیس روز قیام رہا ہے۔ اور آپ کے تبوک پہنچنے کی خبر دس پانچ روز پہلے سے تبوک پہنچی ہوگی۔ تو لشکر قیصر نے واپسی کا قصد کیا ہوگا۔ اور جو فوجیں کہ میدان تبوک میں جمع ہو رہی تھیں متفرق ہوئی ہوں گی۔ ان کے کسی شخص نے ہرقل کو امر واقعہ کی خبر دی ہوگی۔ جب یہ حالات و واقعات تاریخی موجود ہیں! تو اہل انصاف کو ماننا پڑیگا کہ رعب شجاعت محمدی نے قیصر روم ہرقل اور اس کے لشکر کے قلوب دہلا دیئے اور وہ تاب مقابلہ نہ لا کر مرعوب و مغلوب ہو گئے۔

گویا یہ وہ منزل شجاعت نبوی تھی کہ دشمن قوی کو بھی تاب مقابلہ باقی نہ رہی اور بغیر حملہ ہی وہ احساس کمتری و مغلوبیت کا شکار بن گیا۔ جب مرد شجاع کی شجاعت کا شہرہ عام ہو جاتا ہے تو بڑے سے بڑے دشمن اور قوی سے قوی عدو کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی جسمانی و روحانی شکست تسلیم کر لیتا ہے۔ اس جنگ میں شجاعت پیغمبر اسلام کا یہی پہلو زیادہ روشن ہے جو اہل عالم کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ شجاعت ہے۔ جس کی مثال شجاعان عالم کبھی پیش نہ کر سکیں گے۔

شجاعت واقعہ سی و ششم واقعہ عقبہ

جب پیغمبر اسلام غزوہ تبوک سے فاتحانہ انداز میں بیس ہزار کا لشکر جرار جس میں دس ہزار گھوڑے سوار تھے ہمراہ لیکر مدینہ کی طرف واپس ہو رہے تھے کہ رات کے وقت راہ میں ایک پہاڑ کی گھاٹی پڑی۔ پیغمبر اسلام نے اپنی پردلی وشجاعت کے اقتضا کے بموجب لشکر اسلام کو حکم دیا کہ اس گھاٹی سے کوئی نہ گزرے جب تک پہلے میں نہ گزر جاؤں پیغمبر اسلام کی مہار شتر حذیفہ یمانی نے پکڑی اور عمار یاسر ہمرکاب ہوئے۔ اس گھاٹی سے پیغمبر اسلام گزر رہے تھے کہ یکایک بارہ یا چودہ سواروں نے پیغمبر اسلام پر حملہ کیا اور چاہا کہ آپ کا خاتمہ کردیں۔ حذیفہ یمانی نے جیسے ہی حملہ آوروں کو دیکھا۔ تو پیغمبر اسلام کو آگاہ کردیا۔ پیغمبر اسلام نے ان منافقین دشمنان اسلام کو دیکھا تو ان کے چہروں پر ڈھاٹے بندھے ہوئے تھے۔ آپ نے باندازِ شجاعانہ ان کو للکارا وہ سب کے سب حواس باختہ ہوکر گھاٹی میں روپوش ہوگئے۔ اس کے بعد پیغمبر اسلام نے اپنے ہمراہیوں اور اہل لشکر کو اس گھاٹی سے گزرنے کی اجازت دی۔۔

چونکہ اس واقعہ میں ان منافقین کے نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جو پیغمبر اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ آپ کو قتل کردیں یا آپ کے ناقہ کو بھڑکا کر آپ کو گھاٹی میں گرادیں اور اس طرح آپ کی ہلاکت کا سبب ہوں۔ اس لئے بعض مورخین نے اس واقعہ کو سلسلہ واقعات حیات رسول میں درج نہیں کیا ہے۔ میں اپنے کلام کی سند کیلئے عبارات تاریخی کو درج کرتا ہوں۔

(۱) روضۃ الاحباب صفحہ ۶۹ محدث شیرازی۔:

شبے در اثنائے مراجعت عقبہ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلعم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچ کس بریں عقبہ بالا نرود، تا زمانے کہ رسول اللہ ازیں عقبہ نہ گزرد پس آنحضرت با حذیفہ بن الیمانی و عمار یاسر برآں عقبہ برآمدند و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر را می راند و حذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار و بروایتے چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ بالا شدند آں سرور را ازاں بحال متنبہ کردم بانگے بر ایشاں زد و بہ بانگ گریختند	تبوک سے واپسی میں ایک رات کو ایک گھاٹی راہ میں آئی پیغمبر اسلام نے منادی کے ذریعہ اعلان کردیا کہ کوئی شخص اس گھاٹی پر نہ چڑھے جب تک کہ پیغمبر اسلام اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں پس پیغمبر اسلام مع حذیفہ بن الیمانی و عمار یاسر اس گھاٹی پر چڑھے اور حذیفہ نے مہار شتر پیغمبر اسلام کو پکڑا تھا۔ اور عمار عقب سے اونٹ کو ہنکا رہے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ بارہ سوار بروایتے چودہ سوار اس طرف کو آئے۔ میں نے پیغمبر اسلام کو

اس تمدے آگاہ کیا پیغمبر اسلام نے باآواز بلند ان کو للکارا وہ سب کے سب بھاگ گئے ۔

(۲) حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۸۶۲ غزوہ تبوک و عقبہ :-

شیخ طبرسی روایت کردہ است از طریق خاصہ
و عامہ کہ چوں حضرت رسول از جنگ تبوک مراجعت
نمود در اثنائے راہ دوازدہ نفر از منافقاں در
سر عقبہ بکمین نشستند کہ آنحضرت را ہلاک کنند
.... و دراں شب عمار یاسر
شتر حضرت را می کشید و حذیفہ از عقب می
آمد پس حضرت حذیفہ را گفت کہ بزن رو ہائے شتران
ایشاں را کہ بر عقبہ ایستادہ اند ۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ اور تواریخ عامہ
و خاصہ میں ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے جنگ تبوک
سے مراجعت کی تو راستہ میں بارہ نفر منافقین
میں سے گھاٹی میں پیغمبر اسلام کی گھات میں بیٹھ
گئے ۔ تاکہ پیغمبر اسلام کو ہلاک کر دیں .....
اور اس رات عمار یاسر ناقہ رسول کو کھینچ رہے
تھے اور حذیفہ پیچھے آرہے تھے۔ پس پیغمبر اسلام
نے حذیفہ کو حکم دیا کہ ان حملہ آوروں کے اونٹوں
کے منہ پر ضربیں لگاؤ جو عقبہ پر کھڑے ہیں ۔

(۳) ناسخ التواریخ جلد اول کتاب دوم صفحہ ۳۲۳ :-

جماعتے از مورخین برآنند کہ ہنگام مراجعت رسول
خدا از تبوک گروہے از منافقاں ہمداستان
شدند کہ در عقبہ ذی ثنیہ کمین بگذارند و آں ہنگام
کہ رسول خدا عبور می دہد کمیں بکشایند و اگر بتوانند
حضرتش را شہید نمایند ..... چوں بعقبہ
رسید فرمان کرد کہ قبل از پیغمبر کسے بر عقبہ صعود
نکند و خود براں عقبہ صعود داد و سواراں را
نگراں شد کہ برقعہا از چہرہ آویختہ بودند پیغمبر
بانگ برایشاں زد آں جماعت روئے برتافتند ۔

مورخین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ جنگ
تبوک سے واپسی پر منافقین کے ایک گروہ نے
ملکر طے کر لیا کہ عقبہ ذی ثنیہ میں پیغمبر اسلام کی گھات
میں بیٹھ جائیں اور جب پیغمبر اسلام اس گھاٹی سے
گذریں تو گھات سے نکل کر حملہ کریں اور پیغمبر
اسلام کو ہلاک کر دیں۔ پیغمبر اسلام جب اس
گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ آپ سے پہلے کوئی
اس گھاٹی سے نہ گذرے اور خود تنہا اس گھاٹی
پر چڑھ گئے اور دشمن سواروں کو دیکھا کہ وہ
اپنے چہروں پر برقعے ڈالے ہوئے تھے۔ پیغمبر اسلام نے باآواز بلند ان کو ڈانٹا وہ لوگ بھاگ گئے ۔

مذکورہ تاریخی حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ پیغمبر اسلام کو بوقت واپسی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ گھاٹی سے گذرتے وقت لشکر اسلام کو خطرہ درپیش ہے منافقین و مشرکین جو کسی طرح بھی ابتک پیغمبر اسلام کا مقابلہ نہ کر سکے تھے اور ہر معرکہ میں شکست پر شکست کھا رہے تھے انہوں نے اس موقعہ کو اپنی مقصد برآری کیلئے موزوں سمجھا کہ اس تنگ و بلند و عمیق گھاٹی سے گذرتے وقت پیغمبر اسلام کو قتل کر دیا جائے اور لشکر اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔ پیغمبر اسلام نے اس خطرہ

کے پیشِ نظر لشکرِ اسلام کو عقبہ پر سے گذرنے کو منع فرما دیا اور سب سے آگے اپنے ناقہ کو بڑھایا نصف شب کا وقت تھا، راستہ خطرناک تھا گھاٹی کے ہر جانب عمیق گڑھے تھے ایسے موقعہ پر ناقہ کا یکایک بھڑک جانا ہی سوار کی موت کا سبب ہو سکتا تھا نیز کہ چودہ اشخاص مسلح کا حملہ کر دینا۔

پیغمبرِ اسلام نے ان حملہ آوروں کو دیکھتے ہی للکارا اور وہ سب فرار ہو گئے۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ شجاعان و بہادران عرب پیغمبرِ اسلام کے مقابلہ سے عاجز و مجبور ہو چکے تھے اور روباہ بازیاں و مکاریاں کر کے پیغمبرِ اسلام کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اور رعب شجاعت پیغمبرِ اسلام ان پر اتنا طاری ہو چکا تھا کہ تنہا گھیر لینے کے باوجود بھی حملہ نہ کر سکے اور سب بھاگ گئے۔

اس واقعہ سے یہ امر نمایاں ہو جاتا ہے کہ اسی ہزار افراد لشکر کے مقابلہ میں شجاعت پیغمبرِ اسلام کا پلہ زیادہ بھاری تھا۔ یہی تو وجہ تھی کہ پیغمبرِ اسلام نے سب کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور اس خطرہ کا مقابلہ خود کرنا پسند فرمایا۔ خیال صحیح نکلا۔ اگر اس موقعہ پر دنیا کا کوئی دوسرا شجاع و سپہ سالار ہوتا تو وہ اس خطرہ کو دور کرنے کیلئے یا اس کے مقابلہ کیلئے دستہ فوج کو اپنے سے پہلے روانہ کرتا۔ اور جب راستہ صاف ہو جاتا تو اس مقام خطرناک سے گذرتا۔ مگر ایسا کرنا پیغمبرِ اسلام کی شجاعت کے منافی تھا۔ اشجع ناس کا ہر فعل ہر فرد کی شجاعت کے مقابلہ میں نمایاں تر و گراں تر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی پیغمبرِ اسلام نے اپنی شجاعت کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا ہے۔ پیغمبرِ اسلام نے اپنے اس انداز شجاعت سے ایک خطرہ و فساد کو ختم کر دیا۔

واقعہ سی و ہفتم شجاعانہ کارنامہ قبائل عرب میں تبلیغ اسلام سنہ ۱۰ھ

واقعات تاریخی معہ اسناد و صفحات :-

(۱) تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۶۶ :-

علمائے سیر آوردہ اند

کہ در اواخر ذیقعدہ سال نہم از ہجرت حضرت رسالت را داعیہ آں شد کہ حج بگذارد و چوں بسمع ہمایوں آنحضرت رسید کہ مشرکان برسم جاہلیت در موسم حج بمکہ می آیند، برہنہ و عریاں طواف بیت اللہ می نمایند از غایت کراہت اختلاط بایشاں در حال زیارت آں عزیمت موقوف داشت اما صدیق اکبر

مورخین نے لکھا ہے کہ ذی قعدہ کی آخری تاریخوں سال نہم ہجرت میں پیغمبرِ اسلام کو یہ خواہش ہوئی کہ حج ادا فرمائیں۔ جب پیغمبرِ اسلام کو معلوم ہوا کہ مشرکین رسم جاہلیت کی وجہ سے موسم حج میں مکہ آتے ہیں اور خانہ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا پیغمبرِ اسلام نے بوجہ کراہت کے اس سال حج کا

را بامارت سیصد نفر از اصحاب موسوم ساخته فرماندادکہ بمکہ رود و خلائق را مناسک حج بیاموزد و دوازدہ اوائل سورۃ برأت تا چہل آیہ بمردم خواند و ابوبکر از موضع ذوالحلیفہ احرام بستہ بموجب فرمودہ رواں شد مقارن ایں حال جبرئیل فرود آمدہ پیغام حضرت عزت بآنسرور رسانید کہ باید ہیچکس تبلیغ رسالت نکند الا تو یا علی و بروایتے تو یا مردے کہ از تو باشد چوں امیر المومنین علی از میان قوم و عشیرت زیادتی قربت برسول اللہ صلعم داشت آنسرور جناب ولایت مآب را از کیفیت واقعہ آگاہ ساختہ فرمود کہ از عقب ابوبکر برود و اوائل سورہ برأت را از وے بستاند در موسم حج بر مردم بخواند و ایں چہار کلمہ را بمردم رساند۔ یکے آنکہ در بہشت نیاید مگر نفسے کہ بحلیہ ایمان متحلی بود۔

دوم آنکہ ہیچ برہنہ طواف کعبہ نہ نماید۔

سوم آنکہ بعد از امسال ہیچ کس از ارباب شرک و ضلال حج نگذارد۔

چہارم آنکہ کفار و مشرکاں ہر کہ عہد موافقت بخدا و رسول داشتہ باشد تا انقضاء آں وقت بر عہد خود ثابت باشد و اگر عہد او موجل نہ بود تا چہار ماہ در امان باشد بعد از انقضاء ایں مدت اگر مسلماں نہ شود خون و مال او ہدر گردد۔

ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن ابوبکر کو تین سو افراد پہ سردار بنا کر حکم دیا کہ مکہ جائیں اور حاضرین حج کو مناسک حج کی تعلیم دیں اور سورۃ برأت کو چالیس آیات تک لوگوں کو سنائیں۔ ابوبکر نے مقام ذوالحلیفہ سے احرام حج باندھا اور روانہ ہو گئے۔ اسی وقت جبرئیل خدمت پیغمبر میں حاضر ہوئے اور پیغام خدا سنایا کہ کوئی شخص تبلیغ رسالت نہیں کر سکتا مگر تو یا علی اور ایک روایت میں ہے کہ تو یا وہ مرد جو تجھ سے ہو۔ چونکہ علی پیغمبر اسلام کے قریب تر عزیز تھے اور خصوصیت رکھتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے علی کو نفس واقعہ کی اطلاع دی اور حکم دیا کہ ابوبکر کے عقب میں روانہ ہو جاؤ اور سورۃ برأت کو ان سے واپس لے لو اور موقعہ حج میں لوگوں کو سناؤ۔ اور یہ چار کلمات بھی لوگوں تک پہنچا دو۔ اول یہ کہ جنت میں کوئی شخص داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ ایمان کے زیور سے آراستہ نہ ہو۔ دوم یہ کہ اس سال کے بعد کوئی کافر مشرک حج نہ کرے۔ سوم یہ کہ کوئی برہنہ طواف کعبہ نہ کرے۔ چہارم یہ کہ کافر و مشرکین میں سے جس نے خدا و رسول سے معاہدہ کیا ہے۔ وہ وقت معین تک اس پر قائم رہے اور اگر اس کا عہد معین نہ ہو تو چار مہینہ تک اس کو امان ہے مگر چار ماہ گذرنے کے بعد اگر وہ مسلمان نہ ہوگا تو اس کا خون معاف کر دیا جائے گا۔ (یعنی مسلمان اس کو قتل کر سکتے ہیں)

(۲) اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۳۱۹ :-

سنہ ۹ھ میں احکام برأت کے اعلان کے بعد ہی چاروں طرف سے قبائل و اقوام کے وفود خود دار النبوۃ مدینہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ کے دست حق پرست پر اسلام لانے لگے۔ جیسا کہ بہت جلد وفود کے بیان سے ظاہر ہوگا۔

مندرجہ ذیل معلمین و مبلغین اسلامی کے نام شبلی صاحب نے بتائے ہیں :-

	نام	مقام		نام	مقام
۱	حضرت علی ابن ابی طالب	قبیلہ ہمدان، خزیمہ، مزحج	۲	مغیرہ بن شعبہ	نجران
۳	خالد بن ولید	اطراف مکہ	۴	عمر عاص	عمان
۵	دبر بن تحنیس	ابنائے فارس	۶	مہاجر بن ابی امیہ	یمن
۷	محیصہ بن مسعود	فدک			

اسمائے ماموریں و عمال صدقات

	نام	مقام		نام	مقام
۸	زیاد بن لبید	حضرت موت	۹	عدی بن حاتم	قبیلہ طے یمن
۱۰	علا ابن حضرمی	بحرین	۱۰	ابو موسیٰ اشعری	زبید و عدن
۱۱	جریر بن عبد اللہ البجلی	عدن	۱۲	ذوالکلاع حمیری	"
۱۳	معاذ بن جبل	جند	۱۴	خالد بن سعید	صنعا یمن

فہرست وفود جو پیغمبر اسلام کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے

(تفصیل کیلئے باب حکمت ملاحظہ کیجئے)

	نام وفد		نام وفد		نام وفد		نام وفد
۱	وفد مزینہ	۲	وفد بنی تمیم	۳	وفد بنو سعد	۴	وفد اشعریئین
۵	وفد دوس	۶	وفد حرث بن کعب	۷	وفد قبیلہ طے	۸	وفد ثقیف
۹	وفد نجران	۱۰	وفد ہمدان	۱۱	وفد طارق بن عبد اللہ	۱۲	وفد بنو اسد
۱۳	وفد بنو فزارہ	۱۴	وفد بنو عامر	۱۵	وفد حمیر	۱۶	وفد بنو کندہ
۱۷	وفد بنی عبد القیس	۱۸	وفد تجیب	۱۹	وفد بنو سعد ہذیم	۲۰	وفد بنو بہراء
۲۱	وفد خولان	۲۲	وفد محارب	۲۳	وفد غسان	۲۴	وفد بنی عبس
۲۵	وفد بنی عائذ	۲۶	وفد سلامان	۲۷	وفد بنی حنیفہ	۲۸	وفد ازد

اسوۃ الرسول جلد سوم صفحہ ۳۴۶ :-

فتح مکہ سے لیکر احکام عشرہ کے اعلان تک یعنی کامل دو برس (۸ھ و ۹ھ) میں علاقہ حجاز میں اسلام پورا تسلط ہو گیا اور تمام صوبہ کے گوشہ گوشہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔ عرب کے تمام قبائل و اقوام نے اسلام کی متابعت اختیار کر لی۔ اسلام کے یہ فیوض علاقہ حجاز ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ علاقہ جات یمن۔ حضرموت سے ایک طرف بڑھتے ہوئے دوسری طرف حدود شام اور علاقہ بحرین تک پہنچ گئے۔ ان علاقوں میں قبولیت اسلام کے دو باعث رہائے ہیں۔ ایک تو وہی جو تمہید میں بیان ہو چکا ہے کہ عرب کے قبائل و اقوام سالہا سال کے تصادم و تحارب سے یقین کر چکے تھے کہ اسلام کے زیر حمایت آئے بغیر ان کے دینی اور دنیاوی مطالب و مقاصد پر امن طریقہ سے حاصل نہیں سکتے۔ اس لئے وہ بطیب خاطر بارگاہ نبوت میں آکر مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ باقی رہے وہ لوگ جو فاصلہ و مسافت کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ ان کے پاس مبلغین بھیجے گئے اور وہ ان کی پند و موعظت سے اثر پذیر ہو کر دعوت اسلام سے مشرف ہوئے۔

نتیجہ عبارات۔ ناظرین نے ملاحظہ کیا۔ کعبہ صدیوں سے اہل عرب کا معبد تھا۔ یہی وہ معبد تھا جس کے بتوں کی حفاظت کیلئے اور ان کے وقار کے باقی رکھنے کیلئے اہل مکہ و قبائل عرب نے اپنا خون و پانی ایک کر دیا۔ ہر سال وہ سے زیادہ افواج و اسلحہ ہمراہ لیکر مدینہ پر حملے کئے قتل کیا اور قتل ہوئے بے گھر ہوئے تکالیف و مصائب برداشت کئے اور جو کچھ ان بہادران و شجاعان عرب کے بس میں تھا وہ سب کچھ بائیس سال تک کرتے رہے۔ مگر ۹ھ میں پیغمبر اسلام اپنے ایک آغوش پروردہ و شجاعت آموختہ علی کو اہل مکہ کے پاس بھیجتے ہیں اور سخت ترین احکام نافذ فرماتے ہیں حتی کہ یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ رسوم عبادت یعنی بحالت برہنگی طواف کعبہ بند کر دی جائے پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیا کہ کوئی کافر و مشرک خانہ کعبہ کی زیارت و حج کو نہ آئے۔ مگر لا تعداد شجاعان عرب و حاضرین کعبہ کو اتنی مجال میں ہوئی کہ چوں بھی کریں اور معمولی سا کوئی اعتراض بھی کر سکیں۔ اور صرف یہی دو حکم نہیں۔ بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ جو قبائل معاہدہ اسلام میں ہیں ان کے علاوہ جو بھی مسلمان نہیں ہوں گے وہ واجب القتل سمجھے جائیں گے۔ اس حکم پر تو شجاعان دران عرب و پرستاران اصنام کعبہ کو غیظ و غضب آجانا ہی چاہیئے تھا۔ مگر تاریخیں گواہ ہیں کہ کسی نے اف بھی کی بلکہ سمعاً و طاعتاً دوست و دشمن خاموش ہو گئے۔ اور صرف خاموش ہی نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد دو سال کی مدت میں بغیر جنگ و جدال قافلے کے قافلے گروہ کے گروہ قبائل کے قبائل مدینہ پہنچ گئے اور اطاعت پیغمبر اسلام کو قبول کیا اور با وفا مسلمان بنتے گئے اور اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام کی شجاعت کا اقرار بدل و زبان کرتے گئے ......

.. ان کی وفاداری کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ وہ اور ان کی نسلیں آج تک حلقہ بگوش اسلام ہیں۔ تمام اطراف مکہ تمام عرب میں آج بھی مسلمان ہی مسلمان آباد ہیں۔

مورخین نے قبائل عرب کے نام لکھے ہیں۔ جن میں سے مشہور قبائل کی فہرست میں نے بھی درج کتاب کی ہے۔ مگر بصورت وفود آنے والوں کے تو نام تاریخ کے صفحات پر آگئے۔ لیکن ہزارہا افراد و باشندگان جزیرۃ العرب شام وغیرہ جوق در جوق خدمت رسول میں آتے گئے اور مسلمان ہوتے گئے۔ اگرچہ پیغمبر اسلام کی شجاعت و دیگر حالات و فضائل کو ہم صرف تاریخی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔ مگر صرف تصدیق بیان کیلئے دنیا کی معتبر ترین کتاب قرآن شریف بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتی ہے۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس	جب خدا کی نصرت و فتح آئی تو تم نے دیکھا کہ لوگ
یدخلون فی دین اللہ افواجا۔	فوج در فوج خدا کے دین میں داخل ہوتے جاتے ہیں

پیغمبر اسلام کی شجاعت بے مثل کا سیوا تو بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور اس قابل ہے کہ اقوام عالم و رہبران ممالک آپ کے نقش قدم پر چل کر گوہر نایاب شجاعت کو حاصل کریں اور دنیا و دین کی باوقار زندگی کے مالک بن جائیں۔

پیغمبر اسلام نے اپنی نبوت کا اعلان بعمر چالیس سال کیا اور آپ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی۔ تیرہ سال مسلسل آپ نے اہل مکہ کے مظالم برداشت کئے اور کلمہ حق کی تبلیغ کرتے رہے۔ جب دشمنوں نے شب ہجرت ارادہ قتل پیغمبر معصم کر لیا تو آپ نے مجبوراً مدینہ کا سفر اختیار کیا اور مدینہ میں گیارہ سال قیام فرمایا۔ قبائل عرب و اہل مکہ مسلسل ہر سال مدینے پر حملہ کرتے رہے۔ پیغمبر اسلام مدافعانہ جنگ کرتے رہے۔ ان تمام تاریخی حالات و واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آخر میں فتح و کامرانی پیغمبر اسلام کو حاصل ہوئی اور کثرت و طاقت اعدا و مشرکین پیغمبر اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکی روز بروز رعب شجاعت اسلام بڑھتا ہی گیا حتی کہ تمام اقوام و قبائل عرب تا شام و یمن وغیرہ مطیع پیغمبر اسلام ہو گئے۔ اور وہ اہل عرب جو کسی شجاعت کو کبھی نظر میں نہ لاتے تھے اور جن کی فطرت میں شجاعت تھی۔ شجاعت پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں ایسے زیر ہو گئے کہ پھر انہوں نے یا ان کی نسلوں نے آج تک سرتابی نہ کی۔ شجاعت پیغمبر اسلام رہتی دنیا تک یادگار اور نمونہ شجاعت رہے گی۔

جلد اوّل ختم شد

—— ❖ ——

التماس

خدائے قدیر کا شکر ہے کہ اس نے اپنی تائید سے اپنے حبیب حضرت محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مکارم اخلاق کی تدوین کی توفیق مجھ کو عطا فرمائی۔ اور کتاب... انسان کامل المعروف بہ اخلاق محمدؐ کے اول دو ابواب۔ باب الحکمت اور باب الشجاعت کی طباعت و اشاعت میں میری مدد فرمائی۔

ناظرین کی خدمت میں کتاب مذکور کی پہلی جلد حاضر ہے۔ باقی دو جلدیں زیر طباعت ہیں جو عنقریب پیش خدمت کی جائیں گی۔

ناظرین با تمکین سے ملتمس ہوں کہ اگر سہواً کوئی غلطی طباعت و کتابت میں رہ گئی ہو تو درگذر فرماتے ہوئے مجھ کو مطلع فرمائیے۔

اور اگر ابواب کتاب ہذا کے مضامین کے مطابق مفید تاریخی معلومات کا آپ کو علم ہو تو بہ نظر اشاعت علم و حق اطلاع دیجئے۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں آپ کے نام نامی کے ساتھ اس عبارت تاریخی کا بھی اضافہ ہو سکے اور فضائل و اخلاق پیغمبر اسلام صلعم بحدِ طاقت بشری مدوّن ہو کر اشاعت پذیر ہو سکیں۔

حسینی

قصر حسینی طارق روڈ [illegible] کراچی